اورینٹل کالج میگزین

حصّہ اوّل

ایڈیٹر

محمد شفیع
(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

فہرست مضامین

جلد ۱۶ عدد ۱ | بابت ماہ نومبر ۱۹۳۹ء | عدد مسلسل ۵۹

نوٹ:۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام ہنتہ الیشرداس پرنٹر چھپا اور م ابو صدیق احمد خاں نے اورنٹیل کالج لاہور سے شایع کیا

اورینٹل کالج میگزین

عرضِ واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے کہ احیا و ترویجِ علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ؛

کس قسم کے مضامین کا شایع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شایع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شایع کئے جائیں گے۔

رسالے کے دو حصے | یہ رسالہ دو حصوں میں شایع ہوتا ہے، حصۂ اول عربی، فارسی، پنجابی (بحروف فارسی)۔ حصۂ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی)، ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ؛

وقتِ اشاعت و قیمتِ اشتراک | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا سالانہ چندہ حصۂ اردو کے لئے ۲؎ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شایع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری، مئی، ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ؛

خط و کتابت و ترسیلِ زر | خریدِ رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیلِ زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج لاہور کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ؛

محلِ فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ؛

قلمِ تحریر | حصۂ اردو کی ادارت کے فرائض پرنسپل محمد شفیع ایم۔ اے۔ اورینٹل کالج سے متعلق ہیں اور یہ حصہ ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی اعانت سے مرتب ہوتا ہے ؛

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شایع ہوتا ہے ؛

ملا دو پیازہ اور جعفر زٹلی کی مروّجہ سوانح عمریوں کا جائزہ اور تنقید

اردو ادب میں ایک یہ رجحان پیدا ہوتا چلا ہے۔ کہ تاریخی اشخاص کے حالات کی جستجو کے وقت ان کی صحیح تاریخ کے فقدان کی حالت میں بعض اہل قلم دنیا کے سامنے ان کی خیالی اور فرضی سوانح عمری پیش کر دیتے ہیں۔ تاریخ اور افسانہ میں صرف ایک قدم کا فرق ہے۔ یعنی یہی کہ پہلا حقیقی واقعات سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا خیالی باتوں کو حقیقت کا رنگ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں تخلیط پیدا کر دے تو یہ بڑا ظلم ہے اور ہر حال میں طشت ازبام کئے جانے کا مستحق ہے۔ یہ بڑی بے اُصولی ہے۔ کہ ایک مصنّف قارئین کے ساتھ اپنے فرائض کو پس پشت ڈال کر ان کو ادبی دھوکے میں رکھے اور فرضی حالات کے قصر ان کے مطالعہ کے واسطے کھڑے کر دے ایسی خدّاعیاں ہر زبان و ادب میں ہُوا کرتی ہیں۔ اور اردو اس بارہ میں استثنا پیش نہیں کرتی بلکہ قاعدہ

ہم اپنے وقت کو محدود سمجھتے ہوئے صرف دو شخصوں کے حالات سے تعلق رکھیں گے۔ ان اشخاص سے ہمارا مقصد ملا دو پیازہ اور جعفر زٹلی ہیں جن کا ہم علیحدہ علیحدہ تذکرہ کرتے ہیں :۔

(۱) مُلّا دو پیازہ

دو پیازہ ایک تاریخی شخص ہے - جو اپنی ظرافت کے لئے مشہور ہے جس طرح جوحی عربی میں اور عبید زاکانی فارسی ہیں - اس کے متعلق گذشتہ چالیس پچاس سال میں کافی لٹریچر جمع ہو گیا ہے - اور مختلف اشخاص نے اس کے سوانح پر قلم اٹھایا ہے - ان میں سے مَیں ان تالیفات کا ذکر کرتا ہوں - جن کا مجھ کو پتہ لگ سکا ہے :-

(۱) سوانح عمری ملا دو پیازہ از ہندوستانی سپیکولیٹر طبع اوّل ۱۸۹۰ء

(۲) سوانح عمری ملا دو پیازہ از ہندوستانی سپیکولیٹر ماخذ حق تصنیف فضل الدین تاجر کتب قومی لاہور بازار کشمیری نے ۱۸۹۱ء لاہور کے اسلامیہ پریس میں چھپوائی - طبع ثانی قیمت فی جلد ۲ ر - ۳۲ صفحات ،

(۲ ب) سوانح عمری ملا دو پیازہ از ہندوستانی سپیکولیٹر ماخذ حقوق تصنیف خاکسار فضل الدین تاجر کتب قومی و مالک اخبار اشاعت لاہور بازار کشمیری نے ۱۸۹۳ء لاہور کے رحمانی پریس میں چھپوایا - تیسری دفعہ - قیمت فی جلد ۲ ر ؛

(۳) سوانح عمری ملا دو پیازہ از ہندوستانی سپیکولیٹر - ملک فضل الدین - ملک چنن الدین ملک تاج الدین گگے زئی تاجران کتب بازار کشمیری لاہور نے نولکشور گیس پرنٹنگ ورکس لاہور میں طبع کرائی - دفعہ پنجم - قیمت فی جلد ۲ ر (دو آنے) - کہا جا سکتا ہے کہ ۱۸۹۰ء سے ۱۹۲۰ء تک یہ تالیف پانچ مرتبہ چھپ چکی ہے ؛

(۴) دو پیازہ از منشی محمد دین فوقؔ ، بار اوّل ۱۹۰۲ء میں ؛

(۵) ملا دوپیازہ یا ابو الظرفا ملا دوپیازہ کے حالات زندگی مصنفہ منشی محمد الدین صاحب فوق بار دوم در ۱۹۰۵ء حافظ آبادی پریس لاہور (ناول اخلاقی لاہور کی تاریخی کتب کے سلسلہ میں ۹ء) قیمت ۶ ر۔

(۵ب) ابو الحسن ملا دوپیازہ کی سوانح عمری مرتبہ منشی محمد الدین صاحب فوق جس کو شائقین کی تفریح طبع کے لئے باجازت مصنف منشی رام اگروال تاجر کتب مہتمم تعلیمی کتب خانہ پنجاب و پروپرائٹر اردو اخبار انارکلی لاہور نے فیض عام پریس لاہور میں طبع کرایا۔ بار سوم۔ قیمت ۸ ر (آٹھ آنے) تاریخ ندارد مگر مالک کتاب نے سرخ سیاہی میں اپنا نام عزیز الدین احمد۔ بی۔ او۔ ایل امرتسری اور تاریخ "۲۳-۱۲-۰۳" درج کی ہے۔

(۶) ابو الحسن دوپیازہ از منشی موصوف قیمت ۴ ر الناظر جوک لکھنؤ[ه]

(۷) ابو الحسن ملا دوپیازہ از منشی موصوف قیمت ۴ ر الناظر بک ڈپو علیگڈھ[مع]

(۸) ملا دوپیازہ قیمت ۴ ر طبع رامد تامل و علی محمد تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور۔ ۱۹۰۵ء سے قبل کی طبع شدہ۔

(۹) سرگذشت ملا دوپیازہ۔ منیجر کریمی لائبریری۔ انجمن اسلام بمبئی[ه]

(۱۰) سرگذشت ملا دوپیازہ۔ حسب خواہش میاں قاضی نور محمد ابن قاضی عبدالکریم تاجر کتب۔ مطبع نامی کریمی واقع بمبئی (باضافہ ملا صاحب کی قیافہ شناسی) ۱۳۳۳ھ۔

(۱۱) ملا دوپیازہ طبع ۱۸۹۳ء۔ ۳۲ صفحات۔ لاہور[ه]

(۱۲) سوانح عمری ملا دوپیازہ۔ قیمت ۲ ر۔ منیجر تاریخی کتب خانہ لاہور[ع]

ه ص ۲۵۳، ۸ الفہرست محمد سجاد مرزا بیگ۔ ع ایضاً ص ۴۵۸، ۲/۷، مع ایضاً ص ۲۶۲، ۸۱،

ه ایضاً ص ۲۷، ۱۳۳، ص ایضاً ص ۳۱۱، ۲۹۶

(۱۳) سوانح عمری ملا دو پیازہ با تصویر از ایس احمد علی چشتی حسب فرمایش شیخ گلزار محمد ۳۲ صفحات ۔ قیمت ۲ ر

ملا دو پیازہ کو بیربل کا حریف اور مد مقابل مانا گیا ہے۔ اس بنا پر کئی لوگوں نے دونوں کے حالات پر یکجائی قلم اٹھایا ہے۔ اسلئے میں بعض ایسی مصنفات کی فہرست بھی یہاں درج کئے دیتا ہوں :-

(۱۴) لطائف الشاکری المعروف بہ جواب وسوال ملا و بیربل از علاء الدین عرف اللہ دیا متخلص بہ شاکر رئیس میرٹھ ۔ چمن ہند میرٹھ ؎

(۱۵) سوانح عمری بیربل و ملا دو پیازہ ۔ منیجر تاریخی کتب خانہ لاہور۔ قیمت ؁ ۴ر

(۱۶) سوانح عمری ملا دو پیازہ و بیربر ۔ کرزن گزٹ ۔ دہلی ۔ قیمت ۴۰ ر

(۱۷) سوال وجواب ملا و بیربل حصۂ اول از منشی عبدالعزیز خاں ۔ منیجر کریمی لائبریری

(۱۸) " " " " " دوم " " " "

(۱۹) " " " " " سوم " " " "

(۲۰) " " " " " چہارم " " " "

(۲۱) سوانح عمری بیربل و ملا دو پیازہ ۔ حسب الایمائے منشی بلاقی داس اہالیان مطبع نے کتب انگریزی و اردو و فارسی سے انتخاب اور ترجمہ کرکے تالیف کیا ۔ میور پریس دہلی واقع پیپل مہادیو،

(۲۲) لطائف بیربل وملاں دو پیازہ مکمل ہر چہار حصہ ۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب و پبلشرز کشمیری بازار لاہور نے اپنے مطبع علمی پرنٹنگ پریس لاہور میں چھاپا +

ملـہ الفہرست محمد سجاد مرزا بیگ ص ۲۵۹ ء ۵٦ ، •

اسی طرح بیربر کے حالات میں بھی ملا صاحب کا تذکرہ بسلسلۂ لطائف آجاتا ہے۔اس لئے ایسی تصانیف بھی اس فہرست میں شمار ہونے کے قابل ہیں :۔

(۲۳) سوانح عمری راجہ بیربل مصنفہ منشی ہادی حسین صاحب ہادی بنارسی جس کو بابو پیارے لال بھارگو منیجر سلیمانی پریس بنارس نے مطبع سلیمانی محلہ کانگھاٹ شہر بنارس میں چھپوا کے شایع کیا ۱۹۲۴ء ۔

(۲۴) حیات بیربر مصنفہ ایم عبدالعلی برلاس۔ خادم التعلیم پنجاب۔ لاہور باراول ۱۹۰۰ء قیمت ۷ر۔

یہ مصنف رسالہ ہذا کے صفحہ ۴۰ پر عالیجناب ابوالمذاق سرتاج ظرفا ابوالحسن ملا دوپیازہ" کے مختصر حالات دیتا ہوا کہتا ہے۔کہ ہم ملا صاحب کی صرف الف با ناظرین کو سنائیں گے۔بلکہ اس سے بڑھ کر تا تا جا تک نہیں لکھیں گے۔ وہ اس کے پورے نظارے کے مشتاق ہوں گے۔ تو ان کے واسطے علیحدہ فوٹو جو ہمارا اپنا لکھا ہوا ہے موجود ہے۔دیکھ لینگے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عبدالعلی برلاس نے ایک علیحدہ رسالہ ملا دوپیازہ کے حالات میں سپرد قلم کیا ہے۔جس کو ہم (۲۵) شمار کرتے ہیں +

(۲۶) سوانح عمری راجہ بیربر۔مصنفہ مرزا محمدالدین موج خلف الصدق شمس العلما حکیم سلطان علی۔حسب فرمایش شیخ گلزار محمد احمد علی تاجران کتب۔مطبع گلزار محمدی لاہور۔کشمیری بازار۔ بار چہارم۔قیمت ۸ر۔ اس رسالہ میں چوتھا باب صفحہ ۱۷ - ۲۱ ملا دوپیازہ کے لطیفوں سے مخصوص ہے۔

(۲۷) لطائف بیربل حصہ اول۔حسب فرمایش جناب محمد اسمعیل صاحب

تاجر کتب لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ صاحب۔ مطبع ابوالعلائی آگرہ۔ صفحات ۲۸

(۲۸) لطائف بیربل حصۂ دوم در مطبع کاشی پریس آگرہ طبع شد۔ قیمت ۲ر
دونوں حصوں میں ملّا کے لطیفے بھی شامل ہیں ۔

(۲۹) عقل کی کان چٹکلوں کی جان معروف بہ سوانح عمری ملاں دوپیازہ
وبیربل از تصانیف آغا محمد طاہر۔ نبیرۂ حضرت محمد حسین آزاد۔ ملنے کا
پتہ:۔ میر امیر بخش اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور صفحات ۷۴ قیمت ۱۲ر

یہ مصنفین جن میں سے اکثر کے نام ہمیں معلوم نہیں اپنی اپنی باری
میں ایک دوسرے سے نقل کر رہے ہیں۔ اور سوائے جزویات کے
روایتی واقعات کے بیان کرنے میں بہت کم اختلاف کرتے ہیں۔ ان
میں سب سے قدیم ہندوستانی سپیکولیٹر ہے۔ جس کی سوانح عمری ملا دوپیازہ
۱۸۹۰ء میں شایع ہوئی۔ اور اس کی طبع ثانی ۱۸۹۱ء میں جیسا کہ ہم اوپر دیکھ
آئے ہیں اشاعت پاتی ہے۔ یہ کتاب بعد کے اہل قلم کے لئے ایک
ضروری ماخذ اور ذریعۂ اطلاع ہے۔ جس میں گویا دوپیازہ کے متعلق تمام روایات
کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ پچھلے اہل قلم انہی اطلاعات کو دوہراتے رہے
ہیں۔ ہندوستانی سپیکولیٹر جو دیگر تصنیفات میں 'محمد کامل' اپنا نام اختیار کرلیتا
ہے۔ دیباچہ میں رقمطراز ہے:۔

"ملا دوپیازہ جس کی سوانح عمری ہم لکھنا چاہتے ہیں۔ ایک ایسا شخص
ہے۔ جس کا کسی تاریخ میں حال نہیں پایا جاتا۔ وہ کسی فوج کا کمانڈر نہ تھا۔
وہ کوئی بہادر سپاہی نہ تھا۔ وہ کسی بادشاہ کا وزیر نہ تھا۔ وہ کسی شاہنشاہ کا پیر
نہ تھا۔ غرض یہ کہ وہ کسی ایسے عہدہ پر ممتاز نہ تھا۔ جس کے سبب سے اس کا حال
ہم کسی تاریخ میں دیکھ سکیں ... وہ اپنی لطیفہ گوئی اور تمسخر کے سبب سے

مشہور تھا۔ اُس کا چرچا جس قدر تھا یا تو نغز گوئی اور مسخروں میں تھا یا ایسے لوگوں میں تھا جو اس قسم کے آدمیوں کو پسند کرتے ہیں۔ اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ ایسے شخص کی سوانحعمری لکھنی کس قدر دشوار ہے۔ ہم نے اس کا حال کچھ عربی اور کچھ فارسی کتابوں سے لیا ہے اور کچھ اس کے مقلدوں سے پوچھ کر لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کا حال لکھنے میں ہم نے بہت تکلیف اور خرچ گوارا کیا ہے اور اس کا صلہ ہم صرف پبلک پر چھوڑتے ہیں" (صہ طبع ثانی ۱۸۹۱ء)

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو پیازہ کی زندگی کے ضروری خط و خال ہیں اپنے سامعین کی آگاہی کے واسطے ہندوستانی سپیکولیٹر کی تالیف سے مختصراً یہاں عرض کر دوں۔ اس کا بیان ہے:۔

"ملا عرب کے شہر طائف میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ ابوالمحاسن تقریباً نو برس کا تھا۔ جب اس کا باپ ابوالمکارم خدا گنج کو سدھارا۔ متوفی روپیہ والا آدمی تھا۔ مگر اس کی جائداد جو جس کے ہاتھ لگی دبا بیٹھا۔ اور اس کی بیوہ کے پاس صرف ایک مکان رہ گیا۔ ابوالمحاسن جب بیس برس کا ہوا۔ قبیلۂ فاروق کے ایک سردار عبدالجبار کی بیٹی سراج النساء سے اس کی شادی ہو گئی۔ جو معقول جہیز اپنے ساتھ لائی۔ شادی سے چھ ماہ پانچ روز بعد ابوالمحاسن کی والدہ نے انتقال کیا۔ اب ابوالمحاسن نے بیوی کے مشورہ سے تجارت کی ایک دکان کھول لی۔ دکان کا حساب سراج النساء خود لکھا کرتی۔ اس کی محنت اور نیک نیتی سے تجارت دن بدن چمکنے لگی۔ شادی کے تین سال بعد ان کے ایک چاندسا بچہ پیدا ہوا۔ محلہ کی مسجد کے امام کی رائے سے اس کا نام ابوالحسن رکھا۔ جب وہ چھٹے برس میں لگا۔ باپ نے اُسے محلے کے مکتب میں داخل کر دیا۔ مکتب کے معلم ایک بزرگ عبدالرحمٰن نامی تھے جن کی عمر پچاس

برس کی تھی۔ ابوالحسن خوشی خوشی مکتب جاتا اور لکھتا پڑھتا۔ ساتھ ہی اس کو تمسخر کی لت تھی۔ کبھی زید کی جوتی چھپاتا اور کبھی عمر کی ٹوپی +

ایک دن بچے اپنے اپنے گھر کھانا کھانے گئے تھے۔ ابوالحسن گھر سے کھانا کھا کر سب سے پہلے مکتب آ پہنچا۔ حسن اتفاق سے استاد صاحب بھی موجود نہ تھے۔ اس نے موقعہ غنیمت سمجھ کر ایک لڑکے کا سیپارہ استاد کے بستے میں رکھ دیا۔ جب لڑکے مکتب میں آ گئے اور پڑھائی شروع ہو گئی۔ اس لڑکے نے اپنا سیپارہ تلاش کیا۔ مگر نہیں ملا۔ ناچار جا کر ملاجی سے رپورٹ کی۔ وہ بہت خفا ہوئے۔ بولے کیسے نامعقول بچے ہیں۔ سیپارے چرا لیتے ہیں اچھا۔ ان کے بستوں کی تلاشی لو اور جس کے پاس سے سیپارہ نکلے۔ اس کا منہ کالا کرو۔ حکم کی دیر تھی۔ توے کی سیاہی گھروں سے آئی اور ایک چراغ میں اس کو گھولا گیا۔ ابوالحسن نے لڑکوں کے بستوں کی تلاشی لی۔ جب کسی بستے سے وہ سیپارہ برآمد نہیں ہوا۔ تو اس نے ہاتھ جوڑ کر استاد سے عرض کی۔ تمام بستے دیکھ لئے۔ سیپارہ کا کہیں پتہ نہیں اور استاد کے بستے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اب ایک یہی بستہ باقی رہ گیا ہے۔ حکم ہو تو اس کو بھی دیکھ لیا جائے۔ استاد نے اجازت دی۔ انہوں نے بڑھ کر اس بستے کو ٹٹولا اور سیپارہ نکال کر سامنے ڈال دیا۔ ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کی۔ کہ یہ سیاہی حاضر ہے۔ بندہ کو تعمیلِ ارشاد کر لینے دیجئے۔ غرض ملاجی خفیف ہو گئے اور لڑکے کھلکھلا کر ہنس پڑے +

ابوالحسن ابھی نو سال اور چھ ماہ کا ہوا تھا۔ کہ اس کی والدہ نے انتقال کیا۔ جس کا قدرتاً اس کو بہت رنج ہوا۔ ادھر اس کے باپ ابوالمحاسن کے کاروبارِ تجارت کو بڑا دھکا لگا۔ سراج النسا رتی رتی کی خبر رکھتی تھی۔ اس کی آنکھ

بند ہوتے ہی نوکروں نے ہاتھ پاؤں نکالے اور دونوں ہاتھوں سے لوٹنا شروع کیا۔ آٹھ نوکروں میں سے چھ بہت سامال و اسباب لے کر رفوچکر ہو گئے۔ تباہی سے بچنے کے لئے ابوالمحاسن نے دوسری شادی کر لی۔ نئی بیوی جس کا نام خصیبہ تھا۔ پرلے درجہ کی خودسر، بدمزاج اور پھوہڑ تھی اور اس پر طرہ یہ کہ جاہل مطلق۔ غصّہ ناک پر رکھا رہتا۔ اس کے آتے ہی ابوالمحاسن کا رہا سہا کاروبار بھی بیٹھ گیا۔ سراج النساء کی موت نے اسے دردمند بنا دیا تھا۔ مگر خصیبہ کی تشریف آوری نے اس کی خانہ بربادی کو آخری مراحل تک پہنچا دیا۔

ادھر خصیبہ اپنے سوتیلے فرزند ابوالحسن کے ساتھ انتہا درجہ کی بدسلوکی کرتی۔ بات بات پر غصّہ ہوتی۔ آنکھیں نکالتی اور مارتی۔ کھانا کھانے کو نہ دیتی۔ کپڑا پھٹ جاتا تو سی کر نہ دیتی۔ الغرض اس کا ایسا دہاڑا کر رکھا تھا۔ کہ ناقابل بیان ہے۔ ابوالمحاسن خصیبہ کو بہت سمجھاتا کہ یہ بے ماں کا بچہ ہے۔ اس پر رحم کرو۔ لیکن اس عورت کے ایک نہ لگتی۔ الٹی صلواتیں سناتی اور کہتی کہ اسے اپنی جیب میں رکھا کر۔ تو چاہتا ہے کہ لڑکا ناز و نعمت میں پل کر خراب ہو جائے۔ ملاد وپیازہ اپنی عمر کا بارہواں سال ختم کرتے تک خصیبہ کے جور و تشدد سے پورا پورا تنگ آ چکا تھا۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد اس نے یہی تجویز کی کہ جس طرح خصیبہ اس کو دق کرتی رہتی ہے۔ وہ بھی اس کا ناک میں دم کرے۔ چنانچہ ایک دن موقعہ پا کر اس نے خصیبہ کے کپڑوں کو چوہے کی طرح کتر ڈالا اور استادی یہ کی کہ کوئی جوڑا سلامت نہیں چھوڑا۔ کچھ روز بعد خصیبہ کو شادی کی تقریب میں جانے کے لئے کپڑوں کی ضرورت ہوئی۔ گٹھڑی کھول کر کیا دیکھتی ہے۔ کہ تمام جوڑے

کٹے پڑے ہیں۔ حیران رہ گئی۔ اپنا منہ لپیٹ لیا۔ اور ابوالحسن کو ساتھ لے کر کوستی اپنے میکے چلی گئی۔ اور مُلا کی شرارت پر پردہ پڑا رہا۔ خصیمہ یہاں بھی ابوالحسن کے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئی۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اس پر ستم توڑتی رہی۔ ملا کو ناگوار گذرا اور وہ کہے بغیر اپنے باپ کے پاس چلا آیا۔ اور یہاں آکر ایک ایسی شرارت کی۔ جس کے خمیازہ میں دونوں باپ بیٹوں کو علیحدہ علیحدہ بے وطن بننا پڑا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ طائف کے گلی کوچوں میں ایک نیم پاگل عورت پھرا کرتی تھی۔ جو فربہ اور جسیم تھی۔ اس بنا پر لوگ اسے ثبینہ کہتے تھے۔ ابوالحسن اسے کھانے کا لالچ دے کر ایک روز اپنے گھر لے آیا۔ اور حویلی کا دروازہ باہر سے بند کر کے سیدھا خصیمہ کے پاس پہنچا۔ اور اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ اور درد بھری آواز میں کہنے لگا کہ آباجان ایک اور عورت گھر میں لے آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ بڑی خاندانی ہے۔ وہ لوگوں سے اس کی خوبصورتی کی بھی تعریف کرتے ہیں۔ مگر اماں جان۔ خدا گواہ ہے۔ وہ آپ کی پاپوش کی بھی برابری نہیں کرتی۔ چنانچہ میں نے اسے یہ بات سنا بھی دی۔ بہت خفا ہوئی۔ جب کچھ دیر بعد میں نے کھانا مانگا۔ تو مجھے مار کر نکال دیا۔ اور کہا کہ اپنی خوبصورت اماں کے پاس جا کر مانگ۔ یہ کہہ کر ابوالحسن اور بھی زار زار رویا۔ خصیمہ مارے غصہ کے لال پیلی ہو رہی تھی۔ وہ ابوالمحاسن اور ثبینہ کو کوستی اور پیٹتی سیدھی گھر پہنچی۔ یہاں ثمینہ موجود تھی۔ خصیمہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ جوتی اتار تڑا تڑ مارنا شروع کیا۔ ثمینہ پہلے تو اس ناگہانی حملے پر جھجکی۔ آخر سنبھلی اور چکنی ہاتھ میں لے کر مقابلہ پر اتر آئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو مار مار کو لہولہان کر دیا۔ ان کی چیخوں سے

محلے میں اُدھم مچ گیا۔ کئی آدمی ابوالمحاسن کے پاس پہنچے اور بولے کہ تمہارے ہاں عجب قیامت برپا ہے۔ وہ دوڑا دوڑا آیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ دیوار پھاند کر اندر پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ دونوں عورتیں گتھم گتھا ہیں۔ خصیمہ نے اسے دیکھ کر ثمینہ کو چھوڑ اس پر حملہ کر دیا۔ ادھر ثمینہ نے بھی اس پر وار کیا۔ غریب ابوالمحاسن اس دوہری مار سے بہت زچ ہوا۔ پیٹھ دکھائی اور بھاگا۔ گھر بار اور بیوی بچہ کو چھوڑ ایسا غائب ہوا کہ نہ مرے کی خبر آئی نہ جیتے کی۔ خصیمہ نے چار روز کے انتظار کے بعد گھر کے مال و اسباب پر قبضہ کیا۔ اور سب کچھ لے کر اپنی ماں کے گھر چلی گئی اور ابوالحسن اپنے باپ کی تلاش میں حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ مکے روانہ ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے تمام قافلے اور سرائیں ڈھونڈھ ماریں مگر ابوالمحاسن کا پتہ نہ لگنا تھا نہ لگا۔ مایوس ہو کر ایک قافلہ کے ساتھ جو ایران جا رہا تھا ہولیا۔ جرنیل اکبر علی جو ایرانی فوج میں جرنیل کا منصب رکھتا تھا اس قافلہ کا سردار تھا۔ اس نے ابوالحسن میں دلچسپی لی اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اس کو عزت و حرمت کے ساتھ رکھو۔ الغرض اس طرح ابوالحسن ایرانی قافلہ کے ساتھ مع الخیر ایران پہنچ گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب ہمایوں شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر اور سلطنت ہندوستان کھو کر ایران میں پناہ گزین ہو گیا تھا۔ شاہ ایران نے اس تاجدار بے ملک کی بڑی آؤ بھگت کی۔ ہمایوں کے ساتھ ایک شخص مرزا بخش اللہ خاں تھے۔ جو فوج ہمایوں میں کرنیل رہے تھے۔ جرنیل اکبر علی خاں سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ مرزا جب ہمایوں کے ساتھ واپس لوٹے تو انہوں نے ابوالحسن کو جرنیل سے مانگ لیا۔ اور اپنے ساتھ کابل لے آئے۔ کابل کے محاصرہ میں کرنیل بخش اللہ خاں مارا گیا جس کا ملال کو ازحد

رنج ہُوا۔ مگر اس نے شاہی فوج کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور ۱۵۵۶ء میں ماچھیواڑہ کی جنگ کے بعد جبکہ مغلوں کی حکومت ہند میں بار دیگر مستقل ہو گئی اس نے دہلی میں رہنا اختیار کیا۔ اس وقت اس کی عمر پندرہ سولہ سال کے قریب تھی۔ دنیا کے حوادث اور انقلابات دیکھ دیکھ کر وہ اس قدر افسردہ خاطر ہو رہا تھا۔ کہ اس نے دُنیا ترک کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس نیت سے وہ شمس الامراء محمد خاں لودھی کی مسجد میں مقیم ہو گیا۔ ایک شریف خاندانی عرب ہونے اور خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھنے کی بنا پر ہندوستان کے لوگ اس کی بڑی عزّت کرتے اور اس کو مُلاجی کہا کرتے۔ اس کی شہرت دہلی میں بہت جلد پھیل گئی اور امراء و رؤساء اسے دعوتوں میں بلانے لگے ۔

ایک روز کسی امیر کے ہاں ضیافت تھی۔ ان کو ایک خاص قسم کا پلاؤ بہت پسند آیا۔ پاس والے ساتھی سے دریافت کیا کہ "این طعام از کدام قسم است"۔ اس نے جواب دیا "از قسم پلاؤ"۔ پھر پوچھا "اینرا چہ می گویند" اس نے کہا "دو پیازہ"۔ آپ بہت خوش ہوئے اور کہا سبحان اللہ کیا عمدہ کھانا ہے۔ اور اضافہ کیا کہ جب تک دو پیازہ دستر خوان پر نہ ہو گا۔ میں کسی کی دعوت منظور نہ کروں گا۔ اس روز سے ان کا نام دو پیازہ پڑ گیا

مُلا کی اکبر تک رسائی کے بارہ میں تین مختلف روایتیں ہیں۔ مگر ہم صرف ایک روایت پر قناعت کریں گے۔ جو یہ ہے۔ کہ فیضی نے دو معتمد بھیج کر اسے دہلی سے اپنے پاس بلوا لیا۔ اور عبادت خانۂ دینِ الٰہی کا کام اس کے سپرد کیا۔ اوّل اوّل تو ملا نے اس کام کو ناپسند کیا مگر جب فیضی اور ابوالفضل نے اسے اکبر کی مصالحِ ملکی سمجھا دیں تو وہ رضامند ہو گیا ۔

اب ملّا صاحب کے کچھ لطیفے دیے ہیں ۔ جن میں کئی ایسے ہیں ۔ جن میں ملا اور بیربل ایک دوسرے کے حریف بنتے ہیں ۔ مثلاً ایک یہ ہے ۔ کہ بیربل اکبر کے پاس بیٹھا تھا ۔ ملا دو پیازہ کسی دھن میں مستغرق جھکا ہوا زمین کی طرف دیکھتا آرہا تھا ۔ بیربل نے پوچھا ملا جی کیا ڈھونڈھتے ہو ۔ ملا نے جواب دیا ۔ مدت سے میرا باپ گم ہو گیا ہے اسے دیکھتا ہوں ۔ بیربل نے کہا ۔ اگر میں بتا دوں تو کیا دو ۔ مُلا نے کہا ۔ سارا آپ کا ۔

دوسرا لطیفہ یہ ہے ۔ کہ بیربل ایک مرتبہ دہلی گئے ۔ راستہ میں فیلبان سے کسی بناپر خفا ہو گئے ۔ واپسی پر بادشاہ سے اپنے سفر کا حال بیان کرنے لگے ۔ اور بولے کہ جس نام کے اخیر میں بان ہوتا ہے ۔ وہ نہایت شریر اور رنٹ کھٹ ہوتا ہے ۔ مثلاً فیلبان ۔ گاڑی بان ۔ ساربان ۔ مُلا یہ سن کر مسکرائے اور بولے ۔ کہ سچ کہتے ہو مہربان ۔

ایک لطیفہ یہ ہے ۔ کہ ایک گنوار پنڈت اکبر بادشاہ سے کہہ رہے تھے ۔ کہ صبح کے وقت دو کوّے ایک جگہ ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھنا بڑا نیک شگون ہے ۔ بیربل پاس بیٹھے تائید کرتے رہے ۔ مُلا نے چپکے سے کان میں کہا ۔ قبلۂ عالم اس بات کو آزمانا چاہیئے ۔ بادشاہ نے بیربل کو حکم دیا کہ جب کبھی صبح کو دو کوّے ایک جگہ بیٹھے دیکھو مجھے اطلاع دو ۔ بیربل موقعہ کے منتظر رہے ۔ ایک دن انہوں نے صبح ہی صبح دو کوّے ایک جگہ دیکھے ۔ بھاگے ہوئے گئے اور بادشاہ کو نیند سے بیدار کیا ۔ جاڑے کا موسم تھا ۔ بادشاہ اٹھے ۔ مگر نہایت بدمزہ ہوئے ۔ موقع پر پہنچ کر دیکھا تو ایک کوّا نظر آیا ۔ برہم ہو کر بیربل کے دو چار رسید کئے ۔ اسی روز بادشاہ کی خدمت میں

جے پور کے ایک ٹھاکر نے ڈولا نذر کیا۔ مُلا صاحب نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ قبلۂ عالم۔ اگر حضور بھی دو کوّے دیکھتے تو یہ ڈولا نہ ملتا۔ اور جنہوں نے دو کوّے دیکھے۔ ان کا حال تو حضور سے پوشیدہ نہیں۔ بیربل بہت شرمندہ ہوئے ؎

ایک لطیفہ یوں ہے۔ کہ بیربل ایک روز نہایت عُمدہ پگڑی باندھ کر دربار میں آئے۔ بادشاہ نے دیکھ کر ملا دوپیازہ سے کہا۔ بیربل کی دستار تمہاری پگڑی سے عُمدہ بندھی ہے۔ مُلا نے فوراً جواب دیا۔ حضور عالی! بجا و درست لیکن یہ تو انہوں نے اپنی بیوی سے بندھوائی ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اس کا ثبوت۔ مُلا نے فوراً اپنی پگڑی اتار لی اور کہا کہ بیربل بھی اپنی پگڑی اتاریں۔ پھر دونوں نے باندھنا شروع کی۔ ملا نے حسب وضع قدیم اپنی پگڑی باندھ لی لیکن بیربل کوشش کے باوجود ویسی نہ باندھ سکے تب بادشاہ مسکرائے۔ اور فرمایا۔ بیربل معلوم ہوا کہ ہر کام جو تم سے نہیں ہو سکتا اپنی بیوی سے کراتے ہو۔ بیربل شرمندہ ہو کر رہ گئے ؎

اب ہم لطائف کو چھوڑ کر ملا کی وفات کا ذکر کرتے ہیں۔ ۱۵۹۹ء میں اکبر نے احمد نگر کو فتح کرنا چاہا۔ اور جہانگیر کو فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ مگر شہزادہ ناکام رہا اور بادشاہ بذات خود روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں احمد نگر کی حکومت چاند بی بی سے متعلق تھی۔ اکبر کو ملا دوپیازہ سے اس قدر محبت تھی۔ کہ ہمیشہ اس کو اپنے ساتھ رکھتا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ احمد نگر کا محاصرہ ہو رہا تھا۔ بادشاہ سلامت سپہ سالاری کر رہے تھے۔ دن بھر کی تگ و دو اور گولہ باری سے یہ امید ہو چلی تھی کہ قلعہ جلد فتح ہو جائے گا۔ رات کو ارکان دولت شاہی خیمے میں جمع ہوئے۔ اور اس دن کے واقعات پر

تبصرہ ہونے لگا۔ ایک نے کہا۔ امید ہے کہ قلعہ کل فتح ہو جائے گا۔ دوسرے نے کہا حضور کا اقبال بلند ہے۔ تیسرے نے کہا۔ اس عورت کی کیا حقیقت ہے۔ جو حضور کا مقابلہ کر سکے۔ مُلا نے ظریفانہ ترنگ میں کہا۔ کہ یہ حضور کی بلند اقبالی اور اولوالعزمی ہے۔ کہ اس عورت کا مقابلہ کرنے آئے ہیں۔ ورنہ اس کا مقابلہ ساری دنیا کے بادشاہ نہیں کر سکتے۔ مُلا کا یہ چُبھتا فقرہ سب سمجھ گئے۔ اور خاموش ہو گئے۔ بادشاہ نے بھی سوچا۔ کہ اگر مُلک فتح کر لیا تو عورت کو شکست دی۔ کیا بہادری کی اور اگر شکست کھائی تو رسوائے عالم ہوئے۔ آخر ملک بخش کر آگرہ کا رُخ کیا۔

اس وقت مُلا کی عمر ۶۰ برس کے قریب تھی۔ جنگ و سفر اور آب و ہوا کی تبدیلی سے اسے بخار آنے لگا۔ یہ بخار اس کے ایسا پیچھے پڑا۔ کہ دن بدن زیادہ ہوتا گیا۔ شاہی لشکر تیزی کے ساتھ کوچ کر رہا تھا۔ اور مُلا کو ایک سکھپال میں ڈال رکھا تھا۔ ایک دن بادشاہ خود دیکھنے گئے اور آخر لشکر کے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ لیکن جب سے مُلا بیمار ہوا تھا۔ بادشاہ نے اس کے علاج کا کچھ خیال نہیں کیا۔ وہ کامل ایک مہینہ بیمار رہا۔ آخر ۱۵ رمضان کی صبح کو لشکر میں یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ مُلا کا انتقال ہو گیا۔ سب کو رنج ہوا۔ بادشاہ مع درباریوں کے جنازہ میں گئے۔ تمام لشکر اور بادشاہ نے جنگل میں نماز پڑھی اور ایک نزدیک کے قصبہ میں جس کو ہنڈیا کہتے ہیں۔ اسے سپرد خاک کر دیا۔ ایک ظریف نے کہا واہ بھئی دو پیازے مر کر بھی ہنڈیا میں رہے۔ وفات کے وقت اس کی عمر پورے ساٹھ برس کی تھی۔ وہ ۱۵۴۰ء میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۱۶۰۰ء میں اس دُنیا سے رخصت ہوا۔

دوپیازہ کے متعلق ہندوستانی سپیکولیٹر کا یہ بیان ہے۔ جسے میں نے مختصراً اوپر بیان کیا ہے۔ ایک عجیب بات یہ ہے۔ کہ وہ ہمیں اپنے ذرائع معلومات سے مطلق اطلاع نہیں دیتا۔ اگرچہ اس کا دعوےٰ ہے۔ کہ اس نے عربی وفارسی کتابوں سے اس کا حال لکھا ہے۔ مگر ان کتابوں کا وہ نام تک نہیں لیتا۔ وہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ مُلا کسی بادشاہ کا وزیر نہیں تھا اور نہ کسی شہنشاہ کا پیر تھا۔ پھر اس کے پاس ایسے کون سے پُراسرار ماخذ ہیں جن سے اس کو ملا کے خاندانی حالات۔ نانا دادا کے نام۔ ماں باپ کے نام۔ ان کا پیشہ۔ خود مُلا کے بچپنے کے حالات۔ اس کی طفلانہ شوخیاں اور شرارتیں اس تفصیل کے ساتھ جو صرف ایک معاصر یا عینی شاہد دے سکتا ہے دستیاب ہو گئے[1]۔ حالانکہ اس توضیح کے ساتھ اکثر سلاطین کے حالات بھی

---

[1] یہاں مقابلہ کی غرض سے ہم مسٹر ایف جی ڈیلک کے استفسار کی ایک عبارت جو پنجاب نوٹس اینڈ کوئریز میں ملتی ہے۔ نقل کرنی مناسب سمجھتے ہیں۔ جو ہندوستانی سپیکولیٹر کے زر جعفری سے صرف پانچ سال قبل مرقوم ہوئی اور جس میں عام شکایت ہے کہ باوجود تلاش دوپیازہ کے حالات کچھ بھی نہیں ملتے۔ عبارت حسب ذیل ہے:۔

" مجھ کو ملا دوپیازہ کے صحیح حالات کن ذرائع سے معلوم ہو سکتے ہیں؟ مجھے تمام مسلمانی تاریخوں اور تذکروں سے جن تک میری رسائی ہو سکی اس کے تھوڑے سے حالات بھی تو نہیں مل سکے۔ قصوں کی کتابوں میں جو بازاروں میں بکتی ہیں اس کو ایک مشہور ظریف بلکہ مسخرہ اور بیربل کا ہمعصر بتایا گیا ہے جو بیربل کی طرح اکبر کے مقربوں میں شامل تھا۔ یہ بیان میرے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں کیونکہ ملا اگر اس عہد میں ہوتا تو ابو الفضل آئین اکبری میں ضرور اس کا ذکر کرتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہنڈیا جو صوبجات متوسط میں واقع ہے اس کا وطن ہے اور مزار بھی وہیں ہے۔ یہ علاقہ بادشاہ نے اس کی جاگیر میں بھی دے رکھا تھا۔ ایک شخص نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے آگرہ کے قریب کے دوسرے علاقوں پر ہنڈیا کو کیوں ترجیح دی۔ اس نے جواب دیا کہ ہنڈیا دوپیازہ کے لئے مناسب ہے۔ دوپیازہ کو اس نے اپنے الہامر میں سید الطعام کے معزز خطاب سے یاد کیا ہے۔

(باقی حاشیہ برصفحہ ۱۹)

میسّر نہیں - یہ تفصیل ہمارے شبہات کو قوی کرتی ہے کہ کہیں یہ تمام قصّہ ایک من گھڑت افسانہ نہ ثابت ہو - دو پیازہ کے ذکر میں عربی کتب کا ذکر کرنا بالکل بے سود ہے - کیونکہ عربی میں اس کے متعلق کوئی چیز موجود نہیں - اور نہ ملا طائف میں پیدا ہوا اور نہ عرب کا رہنے والا ہے - وہ ہندی محض ہے اور بس - فارسی میں جہاں کہیں اس کا ذکر آیا ہے اسے ہندی ہی لکھا ہے - ہمیں اس کے تاریخی بیانات کا حصّہ بھی معتبر نہیں معلوم ہوتا - ماچھیواڑہ کی مہم کا سال وہ ۱۵۵۶ئہ بتاتا ہے - حالانکہ وہ اس سن سے ایک یا دو سال قبل واقع ہوتی ہے - اکبر علی اور بخش اللہ خان اس عہد کے سے نام معلوم نہیں ہوتے - اسی طرح شمس الامراء خطاب بھی جدید انداز کا ہے - اور ان ایام میں رائج نہیں تھا ؛

ہندوستانی سپیکولیٹر کا بیان ہے - کہ مُلا ۱۵۴۰ئہ (۹۴۷ھ) میں پیدا ہوا - اور ۱۶۰۰ئہ (۱۰۰۹ھ) میں وفات پاگیا - ہمارے پاس اس کی تاریخ ولادت کے جانچنے کا کوئی ذریعہ نہیں - اگرچہ یہ بہت ممکن ہے کہ وہ غلط ہو - لیکن اس کا سالِ وفات جو اوپر دیا گیا ہے یقیناً غلط ہے - کیونکہ اس تاریخ سے بیس اکیس سال بعد تک وہ زندہ تھا - اس کے

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۸) یہ بھی کہا جاتا ہے - کہ اس کی قبر پر جو تاحال ہنڈیا میں موجود ہے دو کتبے مرقوم ہیں پہلا کتبہ بیچ ٹھیک دروازہ کے اوپر - دوسرا بلندی پر گنبد کے قریب - نچلے کتبے کی عبارت یہ ہے " اے جوان برای خدا بالا نگر اور جب دیکھنے والا اوپر جھانکتا ہے - تو ان مضحک الفاظ سے دوچار ہوتا ہے " چہ می بینی گبدی خر " -

(پنجاب نوٹس اینڈ کوئریز جلد دوم صہ ۹۹ بذیل ۶۰۳ بابت مارچ ۱۸۸۵ئہ

پانچ سال کے بعد اس تفصیل کے ساتھ دوپیازہ کے حالات کا معلوم ہوجانا نہایت استعجاب انگیز ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر ہندوستانی سپیکولیٹر نے ڈیمرک کے استفسار کے جواب میں یہ داستان تراشی ہو ؛

عیسوی سنین دینا بھی خالی از اعتراض نہیں۔ کیونکہ اس کے سامنے اگر کوئی اصل ماخذ ہوتا تو اس میں سنہ ہجری مذکور ہوتا۔

ہندوستانی سپیکولیٹر کا یہ قول کہ فیضی نے ملا دو پیازہ کو بلوا کر عبادتخانہ دین الٰہی کا کام اس کے سپرد کر دیا قرین صحت نہیں۔ کیونکہ اگر ایسی اہم خدمت ملا دو پیازہ کے سپرد ہوتی تو اکبری عہد کی تاریخوں میں یقیناً اس کا ذکر ملتا۔

وہ احمد نگر کے خلاف شاہزادہ جہانگیر کی ایک ناکام مہم کا سال ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء بتاتا ہے۔ لیکن شاہزادگی کے ایام میں جہانگیر کبھی جہانگیر نہیں کہلایا۔ بلکہ اس کا نام سلیم تھا۔ تخت نشینی کے وقت وہ جہانگیر نام اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح مؤلف کا یہ بیان کہ جہانگیر کو ۱۵۹۹ء میں احمد نگر کی تسخیر کے لئے بھیجا گیا۔ بالکل غلط ہے۔ جہانگیر کو دکن کی مہم پر کبھی نہیں بھیجا۔ بلکہ یہ شہزادہ مراد تھا جو سنہ ۱۰۰۳ھ/۳۹ [illegible] بغرض تسخیر احمد نگر روانہ ہوتا ہے مگر امراء کے نفاق اور سوء تدبیری سے یہ مہم ناکام رہی۔ مراد ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۸ء میں فوت ہوتا ہے۔ اس کی جگہ شہزادہ دانیال کی تقرری عمل میں آتی ہے اور قلعہ احمد نگر ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء میں فتح ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس کا یہ کہنا کہ خود اکبر ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء یا اس کے قریب احمد نگر کے محاصرہ کے واسطے پہنچا صحیح نہیں۔ اکبر کا ارادہ ضرور دکن جانے کا تھا مگر وہ آسیر سے آگے نہ بڑھ سکا اور ۱۰۰۹ھ (م ۱۶۰۰ء) میں اس قلعہ کی فتح کے بعد وہ واپس آگرہ آگیا۔

اس کا یہ بیان کہ دو پیازہ ایک خاص قسم کا پلاؤ ہے۔ صحت سے بعید ہے۔ کیونکہ ابو الفضل آئین اکبری میں دو پیازہ کی تشریح بالفاظ ذیل کرتا ہے :-

" دوپیازہ، در دہ سیر گوشت میانہ فربہ دو دو سیر روغن زرد و پیاز و ربع سیر نمک، ثمن سیر زنجبیل تر، یکیک دام از زیرہ و کشنیز و قاقلہ و قرنفل دو دام فلفل، پنج قاب شود" (آئین اکبری ص۳۷ جلد اول طبع نولکشور ۱۳۱۰ھ)
اس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ ایک قسم کا قلیہ ہے نہ پلاؤ +

فارسی میں ملا کے متعلق جو کچھ ملتا یا مل سکتا ہے۔ ہندوستانی سپیکولیٹر اس سے بالکل بے خبر ہے۔ اس کا یہ رسالہ درحقیقت کسی قدیم ماخذ پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ خیالی واقعات کا طومار ہے جس کے واسطے اس کا دماغ اور قلم ذمہ دار مانا جاسکتا ہے۔ رہے لطیفے یہ یقیناً محمد کامل کے عہد سے قبل کے ہیں اور دیگر اشخاص کی طرف بھی منسوب ہیں۔ اس کا مزار قصبۂ ہنڈیا میں ہے۔ یہ حصہ ہندوستانی سپیکولیٹر کے بیان کا البتہ صحیح ہے

بعض اردو نگاروں نے اسے ملا عبدالقادر بدایونی کے ساتھ شناخت کیا ہے۔ مثلاً سوانح عمری بیربل و ملا دوپیازہ میں جس کو حسب ایمای منشی بلاقی داس مالک مطبع، اہالیان مطبع نے کتب انگریزی و اردو و فارسی سے انتخاب اور ترجمہ کرکے تالیف کیا[1]۔ (میور پریس۔ دہلی)،

اس تالیف میں لکھا ہے:۔

" بعضوں نے اس کا نام ابوالحسن بھی دیا ہے۔ منجملہ نورتنوں کے

---

[1] یہ سوانح عمری اگرچہ بعد میں گمنام چھپتی رہی۔ مگر اصل میں میرزا حیرت دہلوی کی تالیف ہے جیسا کہ رسالۂ ذیل سے ثابت ہے:۔ " سوانح عمری بیربل و ملاں دوپیازہ مصنفۂ میرزا حیرت صاحب دہلوی حسب ارشاد منشی بلاقید اس مالک کتبخانہ میور پریس دہلی ۱۹۱۶ء۔ مطبع افتخار دہلی میں منشی محمد ابراہیم کے اہتمام سے چھپا"؛

گویا عبدالقادر بدایونی اور ملا دوپیازہ کو ایک شخص قرار دینے میں مرزا حیرت کی ذہنی اپج ذمہ دار ہے +

اکبر کا ساتواں رتن تھا۔ اصل میں گیلان کا رہنے والا تھا۔ بعض طائف کا رہنے والا اور بعض نجد کا بتلاتے ہیں۔ ۱۸۴۲ء (کذا) میں پیدا ہوا۔ اکبر کی پیدائش بھی اسی سن میں ہوئی۔ دوسرا حسن اتفاق یہ ہوا کہ تاریخ ۱۴ ماہ اکتوبر سنہ مذکور میں جب اکبر پیدا ہوا تو اسی تاریخ عبدالقادر بھی بمقام گیلان پیدا ہوا اس کے باپ دادا گیلان کے بادشاہوں کے ہاں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز چلے آتے تھے۔ ہند میں اس کا باپ عبدالرزاق (المخاطب بہ ابوالحسن) آیا اور مظفر شاہ کا اتالیق مقرر ہوا۔ جب مظفر شاہ جوان اور خود مختار ہوا۔ تو عبدالرزاق کو عہدہ قاضی القضاۃ کا عطا کیا۔ عبدالرزاق صلح کل انسان تھا۔ جب عبدالقادر سولہ سترہ برس کا ہوا تو باپ بیٹوں میں ناچاقی ہوگئی۔ بیٹا کٹ ملا اور باپ دنیا دار۔ یہی باعث نا اتفاقی ہوا۔ عبدالقادر مکہ معظمہ چلا گیا۔ عبدالرزاق اس کی تلاش میں نکلا اور مکہ پہنچا۔ بدقسمتی سے جاتے ہی دو تین دن کے بعد دنیا سے کوچ کر گیا۔ اور بیٹے سے ملنے کی حسرت دل میں لے گیا۔ عبدالقادر نے مکہ میں رہ کر دینی علوم تحصیل کئے اور بڑی شہرت حاصل کی۔ اب اس کو یہ شوق پیدا ہوا کہ دولت کمائے۔ اس خیال سے وہ ہندوستان پہنچا۔ عبدالقادر کے استاد کا نام بھی عبدالقادر تھا۔ اس نے اپنی لڑکی عائشہ نامی اسے بیاہ دی۔ قصہ مختصر عبدالقادر اکبر آباد پہنچا اور مرزا عبدالرحیم اور زین خاں کی معرفت دربار اکبری میں پہنچا اور رفتہ رفتہ اکبر کا پرائیویٹ سکرٹری بن گیا۔ ابوالفضل اور فیضی سے عبدالقادر کی نوک جھوک رہتی تھی۔ اس کے بعد سرہنری ایلیٹ کی رائے کا خلاصہ اور ایک مختصر نوٹ کرنل کینڈی کی کتاب سے عبدالقادر کے متعلق دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ فاضل اکبر کے تین سال پہلے یعنی

۱۶۰۲ء میں عالمِ بقا کو سدھارا۔" ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ تمام حالات محض فرضی ہیں)

اسی عقیدہ کی صدائے بازگشت سوانح عمری ملاں دو پیازہ و بیربل از تصنیف آغا محمد طاہر نبیرۂ مولٰنا محمد حسین آزاد میں ملتی ہے۔ [آغا طاہر ہمیں ملا عبدالقادر کے صحیح حالات سے روشناس کرتے ہیں لیکن عبدالقادر کے ملا دو پیازہ کہلائے جانے کی وجہ آغا طاہر یہ دیتے ہیں کہ" بیربر نے باتوں باتوں میں ملا دو پیازہ کی پھبتی کہہ دی ہوگی۔ بس پھر کیا تھا منہ سے نکلی اور کوٹھوں پر چڑھی۔ ذرا سی دیر میں تمام شہر میں مشہور ہوگیا۔ یہ بیچارے مولوی سے خاصے ملا دو پیازے بن گئے۔ اور ایسے بنے کہ آج تک وہی نام مشہور رہا۔"] مگر عبدالقادر اور ملا دو پیازہ دو مختلف اشخاص ہیں اور ان میں خلط کرنا سراسر دیوانگی ہے ؛

ملا دو پیازہ درحقیقت ایک تاریخی شخص ہے۔ اگرچہ اس کے حالات ہمیں معلوم نہیں۔ اس کی تصویر مصوّروں میں بہت مقبول رہی ہے۔ وہ ایک دُبلے پتلے گھوڑے پر جس کی ہڈی ہڈی اور رگ رگ گِنی جاسکتی ہے۔ سوار دکھایا گیا ہے۔ اس کی پگڑی نہایت بھاری ہے موٹے جسم بڑے کلے جبڑے اور بھری ڈاڑھی کا شخص ہے۔ جُبّے کے پلّو نہایت نیچے اور آستینیں نہایت ڈھیلی ہیں۔ یہ تصویر شاہجہان کے عہد سے ملنے لگتی ہے۔ اس کی کافی نقلیں موجود ہیں۔ انڈیا آفس لنڈن میں تصاویر کے متعدّد مرقعے موجود ہیں۔ جو جانسن کلکشن یعنے مجموعۂ جانسن کے نام سے مشہور ہیں۔ ان مرقعوں میں مُلا دو پیازہ کی کئی قدیم تصویریں موجود ہیں

محمد صادق شاہجہان کے عہد کا ایک نہایت ممتاز مصنّف اور مورّخ ہے۔ اس کی تاریخ صبح صادق اور طبقات شاہجہانی جو مشاہیر کے حالات پر ایک نادر تالیف ہے۔ نہایت مشہور ہیں۔ یہی مصنّف ایک اور ضخیم کتاب شاہد صادق نامی کا مصنّف ہے۔ شاہد صادق میں متعدد موقعوں پر ملادوپیازہ کے النامہ کے حوالے اور اقوال ملتے ہیں۔

میرے پاس جیمل بہار کی ایک بیاض ہے۔ جو ۱۰۶۲ھ و ۱۰۶۷ھ میں نقل ہوتی ہے۔ اس بیاض میں دوپیازہ کا النامہ موجود ہے۔ جو خود جیمل کا نقل کردہ ہے۔

میرے ہاں ایک اور بیاض ہے۔ جو گذشتہ صدی کے پہلے ربع کی نوشتہ معلوم ہوتی ہے۔ اس میں النامہ کا مکمل نسخہ موجود ہے جو پورے سولہ صفحوں پر آیا ہے۔ خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل النامہ کا نام مرآت المضحکین ہے۔ چنانچہ خاتمہ کی عبارت ہے:۔

"تمام شد نسخۂ مرآت المضحکین تصنیف ملا دوپیازہ۔ صاحب تاریخ "خیرلک من الاولیٰ"۔ "خیرلک من الاولیٰ" سے ۱۰۲۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔

یہ بیاض جو مختلف خطوط و حکایات و لطائف پر مشتمل ہے ملا دوپیازہ کی دو حکایتوں کے حامل ہے۔ جس سے خیال ہوتا ہے کہ دوپیازہ کے حالات پر کوئی رسالہ ضرور موجود تھا۔ اور یہ حکایتیں اسی رسالہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان حکایتوں کا مصنّف ایک نامعلوم شخص ہے۔ جس کا تخلص اشلغی ہے۔ وہ اپنے آپ کو دوپیازہ کا فرزند اور شاگرد بتاتا ہے اور اس کے نقش قدم پر چل کر اسی کی شہرت کا طالب ہے۔ اشلغی پہلی حکایت میں ملّا کے قیامِ ایران کے بعض حالات فارسی میں دیتا ہے۔ جن کا خلاصہ ذیل میں درج

کیا جاتا ہے :-

۹۹۰ھ میں ہندوستان سے برداشتہ خاطر ہوکر بکر ٹھٹھ کے دریا سے گذر کر براہ کیچ و مکران مُلا ہرات پہنچا۔ شیعہ آکر اس سے پوچھنے لگے کہ تیرا دین کیا ہے۔ مُلّا بولا میں ہندی ہوں ہمارے ہاں دن یوم کو کہتے ہیں انہوں نے الفاظ بدل کر پوچھا تو دوست کس کو رکھتا ہے۔ ملا نے جواب دیا۔ کہ یہ بات تو اپنی اپنی ضرورت اور بمقدارِ ضرورت پر ہوتی ہے۔ میرے پاس یہ دو گدھے ہیں۔ جو میرا سامان اٹھاتے ہیں اور یہ دو مخدوم زادے رفیقِ سفر ہیں ان چاروں سے مجھے محبت ہے۔ شیعہ بولے عجب بدمذہب انسان ہے۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ کچھ دنوں کے بعد مشہور ہوگیا کہ ملا دو پیازہ ہندی ہرات آگیا ہے۔ اس وقت حسین خان شاملو نے جو اس علاقہ کا سپہ سالار تھا۔ اسے بلایا اور مجلس لگی۔ جس میں مرزا فصیحی[1] اور دیگر شعرائے پایۂ تخت شامل تھے۔ مولینا نے اپنے کلام کے فقرات سنانے شروع کئے۔ کہ" الیار میرزا و میرک ریش دار"۔ اس پر ایسے لوگ جن کے نام میں الفاظ میرزا و میرک پائے جاتے تھے برہم ہوئے حسین خاں نے سمجھایا کہ ملّا تمہارا مہمان ہے۔ اس سے مت جھگڑو۔ دوسرے دن میرزا فصیحی نے مولینا دو پیازہ کو مہمان بلایا۔ ملّا گئے اور کچھ دیر ٹھہر کر رخصت ہوئے فصیحی نے معذرت کے طور پر کہا مولانا معاف کرنا۔ میرے گھر کے لوگ حمام گئے ہیں۔ ملّا نے کہا" مہمان نان می طلبد نہ ...."۔ یہ قصہ حسین خان تک پہنچا۔ اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ ہر شخص کو ملّا کی دعوت علیحدہ علیحدہ کرنی چاہیئے۔ الغرض ملّا نے دو سردیاں ہرات میں گذار دیں۔

---

[1] فصیحی ہروی اس عہد کا مشہور شاعر ہے۔ ۱۰۴۶ھ میں وفات پاتا ہے۔

اس وقت بعض مفسدوں نے اس پر یہ تہمت دھری کہ وہ بد مذہب ہے۔ چنانچہ اس بنا پر پورے ایک مہینے اسے قید میں رکھا گیا۔ شیخ عبدالصمد اور دیگر ہوا خواہوں نے مشورہ دیا کہ ملا لوگ تمہارے دشمن ہو چکے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں کوئی آزار پہنچائیں۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ تم یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ ملا ہرات سے روانہ ہو کر بلخ میں آ گیا۔ اور نذر محمد خان اور ولی محمد سلطان کے ساتھ تعلقات قایم کر لئے۔ یہاں ملا ملتانیوں کی کاروان سرائے میں قیام پذیر تھا۔ جس کے حجرے طالبعلموں کے لئے وقف تھے۔ چھ ماہ گذر جانے پر کمرہ کا کرایہ ملا سے طلب کیا گیا۔ اس نے جواب دیا۔ سرائے طالب علموں کے لئے وقف ہے۔ میں بھی تو طالب علم ہوں۔ کرایہ کیسے مانگتے ہو۔ آخر متولی سے رپورٹ ہوئی۔ اس نے کہا اگر ملا واقعی صاحب فضیلت ہے۔ تو اس سے کرایہ وصول نہیں کیا جائیگا۔ بصورتِ دیگر اس کو دینا پڑے گا۔ چنانچہ ملا بلوائے گئے۔ یہ تو چلتی رقم تھے۔ جاتے ہی ایسی ظریفانہ باتیں کیں کہ لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ سب نے مولنا سے درخواست کی کہ آپ کی فضیلت سب پر عیاں ہے لیکن یہ شخص جو آپ کو بلانے گیا تھا۔ اس کا نام محمد صالح ہے۔ اور سمرقند کا رئیس زادہ ہے۔ آج کل نہایت پریشان حال ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ چند کلمے اس کے متعلق لکھ دیں جن سے آپ کی ادبی قابلیت کا سکہ دلوں پر بیٹھ جائے مولنا نے قلم برداشتہ اس کے ذکر میں چار ورق تحریر کر دیئے۔ جو اپنے موقعہ پر درج کئے جائیں گے۔ یہاں اصل فارسی عبارت بھی نقل کر دی جاتی ہے:۔

" در سنہ نہصد و نود از خاک پاک ہند دل بر داشتہ از دریا ی بکر بفتہ

گذشتہ براہ کیچ مکران تبار دیار ایران شدہ داخل ہرات گشت۔ بکاروان سرای آمدہ ماوی گرفت۔ التبرائی فوارۂ لعن، چندی جمع شدہ ملا را اجنبی دانستہ گرد آمدہ سوال نمودند کہ ای مرد غریب درین دیار بس عجیب چہ دین داری؟ بجواب گفت کہ ما مردم ہندی ہستیم در روزمرۂ اہل ہند 'دن' روز را میگویند۔ حیران شدہ ہمہ گفتند کہ کدام کس را دوست می داری گفت دوست داشتن بقدر ضرورت و در خور احتیاج می باشد۔ این دو مادہ خراست کہ کاغذ و آذقہ سفر بر میدارد و این دو مخدوم زادہ رفیق سفر است ہر چہار را دوست میدارم۔ تبرائیان گفتند طرفہ مردی است۔ سوال از آسمان می کنیم جواب از ریسمان میگوید۔ از سر کوی پرسش و اشلغ درگذشتند بعد از چند روز اشتہار یافت کہ ملا دو پیازہ ہندی داخل ہراتست۔ در آن زمان حسین خان شاملو سپہ سالار آن الکہ بود۔ طلبیدہ برروی مولانا مجلسے آراستند۔ مرزا فصیحی و شعرای پایۂ تخت ہرات را طلبداشتند و مولانا از نقرات کلام خویش میخواند کہ "مطلق الیا رمیرزا و میرک ریش دار"۔ تمام اہل مجلس [کہ] مسمی باسم میرزا و میرک بود [ند] بہم برآمدند و بشوریدند۔ حسین خان فرمود کہ یاران ملا دو پیازہ مرد نامور و روشناس عالم است باین مرد بسیار نہ پیچید کہ مہمان دیار شماست۔ روز دیگر مرزا فصیحی مولانا را مہمان خود کرد۔ ساعتی نشستہ روانۂ زاویۂ خود شد۔ مرزا فصیحی عذر آورد کہ مولانا معذور دارید مردم خانہ بحمام رفتہ اند۔ ملا جواب داد کہ مہمان نان میطلبد نہ...... مارا بمردم خانۂ خود چکار است۔ این لطیفہ بسمع حسین خان رسید فرمود کہ براہل این دیار لازم است کہ یگان یگان باز ملا را مہمان خانۂ خود نمایند۔ دو زمستان در ہرات بسر بردند۔ جماعۂ مفسدان بر ملا تہمت بستند کہ ملا

مذہب ندارد - یک ماه در قید بود - شیخ عبدالصمد برادر شیخ بہاء الدین ولد شیخ حسین عبدالصمد آملی قاضی ہرات ملا را طلب داشته گفت که ملا در پے آزار شما شدند نباشد که این مادر بخطایان دست آزار بر شما دراز کنند - زود ازین دیار بدر روید - ازانجا گریخته بقبة الاسلام بلخ آمد به نذر محمد خان و ولی محمد سلطان آشنا شد و پیوسته در محافل فیض مماثل ایشان بار داشتند و در کاروانسرای ملتانیاں می بودند - چون حجرہای سرای وقف طالب علمان بود بعد شش ماه اجرۂ آن حجره از ملا طلب نمودند - ملا گفت اگر این سرای وقف طالبعلمان ست ماہم طالب علمیم ومنشی . . . . اجره از ما گرفتن از مروت بعید و از جادۂ انصاف بس دور است - بمتولی خبر کردند که دریک حجره مردی بچندین فضیلت دعوی میکند و ہر اداى اجرۂ حجره توقف می نماید متولی فرمود - مردی که اینهمه دعوی میکند خالی از حالت نخواہد بود - طلبیده باید اگر شایستۂ اجره گذاشتن باشد نگیریم وگرنہ بستانیم - طلبیده مجلس داشتند - اہل مجلس از کلمات نشاط آمیز و محاورات طرب انگیز مولانا خوش دل گردیده گفتند که اخوندی حقیقت فضیلت شما بر دوستان نیک روشن شده و این مردی که بطلب شما رفته بود میر محمد صالح نام دارد و یکی از اکابر زادہای سمرقند است و درین روزہا پریشان حال - میخواہم کلمۂ چند بر حقیقت ایشان مرقوم سازند تا در ضمن آن گویائی شما ظاہر گردد - در صفت آن چہار ورق املا نمودند - بجاے خود نوشته خواہد شد انشاء اللہ تعالے[1]

---

[1] اس قصہ کے اشخاص و واقعات پر نظر ڈالتے ہوئے کہا جا سکتا ہے - کہ دو چار سال ۹۹۰ھ سے بہت بعد ہرات و بلخ گیا ہوگا - یعنے قرن یازدہم کے عشر اول یا عشر دوم میں - سنہ ۹۹۰ھ میں ہرات اگرچہ

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۲۹)

دوسری حکایت اس کی وفات کے ذکر میں ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

"۱۰۲۶ھ میں مولوی المعنوی ملا دوپیازہ نے دارالسلطنت فتحپور[1] میں آکر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کی ملازمت کی اور چند روز شرفِ حضوری میں رہے۔ بعد میں اجازت لے کر برہان پور پہنچے اور خانخانان ولد بیرم خان کے پاس ٹھہرے۔ خانخاناں ایک روز مولوی کی تصنیف 'علم اللہ' کا سرسری مطالعہ کر کے کہنے لگے۔ مولٰینا ہم تو تمہاری اس کتاب کا مقصد و موضوع نہیں سمجھ سکے۔ انہوں نے جواب دیا۔ نواب سلامت! یہ موسٰی عیسٰی کی کتاب تو ہے نہیں کہ ہر گبر و یہودی اسے پڑھ لے۔ حاضرین یہ جھک سن کر بہت بگڑے اور بولے کہ ایسی باتیں تمہارے حوصلہ سے بلند ہیں۔ خانخاناں نے کہا کہ ملا کی باتوں کو ساری دنیا برداشت کرتی ہے۔ اس سے جھگڑنا ہماری لیاقت کے خلاف ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) صفویوں کے قبضے میں ہے۔ مگر حسین خان شاملو اس وقت ہرات کا بیگلر بیگی نہیں ہے بلکہ علی قلی خان شاملو (صفحہ ۲۵۱ عالم آرای عباسی) اور نہ ولی محمد خان و نذر محمد خان بلخ میں مقیم ہیں۔ واقعات اس طرح ہیں کہ عبداللہ خان اوزبک والی توران (۹۹۱ھ و ۱۰۰۶ھ) ہرات و دیگر امصار خراسان ۹۹۴ھ میں فتح کر لیتا ہے ۱۰۰۶ھ تک ہرات پر اوزبکوں کا قبضہ رہتا ہے جب اوزبکوں کی طاقت آپس کی رقابتوں سے پاش پاش ہو جاتی ہے عباس اپنے جلوس کے بارھویں سال میں ہرات پر قابض ہو جاتا ہے اور عنقریب بعد حسین خان شاملو بیگلر بیگی خراسان بنا دیا جاتا ہے۔ عالم آرای عباسی میں مذکور ہے کہ جب شاہ عباس ۱۰۰۹ھ میں ہرات آتا ہے حسین خان شاملو بیگلر بیگی ہرات مراسم استقبال بجا لاتا ہے (صفحہ ۴۱۲ عالم آرای عباسی طبع طہران) اسی طرح ولی محمد جو ۱۰۱۴ھ تا ۱۰۱۸ھ میں والی توران ہے اپنی تخت نشینی سے پیشتر دیر تک والی بلخ رہا تھا اور نذر محمد ولی محمد کے عہد سلطنت میں والی بلخ تھا۔ ہمارے نزدیک دوپیازہ کی تاریخ سفر ایران ۱۰۱۰ھ کے بعد ہونی چاہیئے۔ جب ہرات میں حسین خان شاملو موجود ہے اور بلخ میں ولی محمد و نذر محمد یا ان دونوں میں سے ایک موجود ہے۔

(حاشیہ از صفحہ) [1] جہانگیر فتحپور ۱۰۲۸ھ میں پہنچتا ہے۔ متن میں ۱۰۲۶ھ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

ملا تین سال تک وہاں رہے۔ اور خانخانان کے حق میں کہا۔ "الخانان ہمچو کعبہ کہ بعد از سالے دروازۂ آن باز شود"۔ ۱۰۲۹ھ میں خاندیس روانہ ہو گئے اور پورے سال بھر ملک عنبر سپہ سالار خاندیس کے پاس ٹھہرے رہے۔ یہاں پانی کی خرابی سے بیمار پڑے اور وطن پہنچنے کے خیال سے روانہ ہوئے۔ مانڈو کے راستے میں موضع پالکھری پہنچنے پائے تھے۔ کہ اس دار فانی سے رحلت کی ۔

اشلغی کا قطعہ اور مرثیہ مع اصل فارسی کے ذیل میں درج ہیں:۔

["در سنۂ ہزار و بیست و شش مولوی المعنوی ملا دوپیازہ در دار السلطنۃ فتح پور آمدہ بادشاہ عادل باذل نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ ہندوستان را ملازمت نمودند۔ چندگاہ بشرف حضور معزز گشتہ بکرم عمیم ممتاز شدند۔]

شاہ دوپیازہ مفخر دانش ‌‌ اوج صیتش بمہر و ماہ رسید
از لطائف فریبی سخنش ‌‌ عیش را بر فلک کلاہ رسید
از بحار فضائل کرمش ‌‌ در معنی بگوش شاہ رسید
از نہانخانۂ حصول امل ‌‌ فوج قدرش بشاہ راہ رسید
نیست بزمی کہ ذکر موعظہ اش ‌‌ نہ بگوش گدا و شاہ رسید
شاعران زمانہ را بسخن ‌‌ گر بیک گونہ دستگاہ رسید
این بگو فضل را ز فیض ابد ‌‌ تازہ بابی بصد گواہ رسید
اشلغی پور کہتر بندۂ اوست ‌‌ کہ سخنہاش خصم کاہ رسید

[واز حضرت پادشاہ دین پناہ رخصت گرفتہ بہ برہانپور نزد خانخانان ولد بیرم خان آمدند۔ روزی جلد "علم اللہ" مولوی مطالعہ میفرمودند۔ بغور کتاب نرسیدہ پرسیدند کہ مولانا این کتاب شمارا انشا و معاد نفہمیدیم۔ در جواب

گفتند کہ نواب سلامت این کتاب موسیٰ و عیسیٰ نیست کہ ہر گبر و جہود بخواند۔ اہل مجلس بہم برآمدہ گفتند کہ این سخن شما بغایت از حوصلۂ روزگار بلند است خانخانان رو باحباب مجلس و اصحاب فضل کردہ فرمودند کہ تمام اہل عالم و بزرگان عدیم المثال سخن ملا برداشتند و ما در پیچیم۔ لایق شان اہلیت ما نیست ۔ سہ سال در انجا بسر بردند۔ چنانچہ در باب ایشان فرماید "الخانخانان ہمچو کعبہ کہ بعد از سالے دروازۂ آن باز شود"۔ در سنہ ہزار و بیست و نہم روانہ ملک خاندیس گردیدند۔ یک سال کامل در پیش ملک عنبر سپہ سالار خاندیس گذرانیدند۔ در انجا از گردش آب بیماری پیدا نمودہ خواستند [خود را] بخاک مالوف رسانند۔ براہ ماندو در قریۂ پالکھری آواز ارجعی الیٰ ربک بگوش رحلت نیوش شنیدہ بحضرت حق شتافتند۔ آہ ازین فلک غدار ہر آفتاب دلی کہ از مشرق ایجاد سر بر کردہ بظلمت کدۂ مغرب فنایش چون گوہر شب چراغ بزیر خاک بخاکستر برابر ساخت و ہر طوبیٰ ظلالی کہ از روضۂ ازل بآبیاری [قدرت] نشو و نما یافتہ سرسبز و خورم گردید بدم تیشۂ اجل [آنرا] در انداخت چنانچہ در مرثیۂ ایشان گوید]

ہر کس کہ شد بعالم مرگیست در قفایش ۔۔۔ خورم دلی کہ ننہد دل در پئی ہوایش
دلبستگی بجوید دل دادۂ توکل ۔۔۔ برکار دہر کاول برآب شد بنایش
از ابتدای ہستی کس نیست واقف از خود ۔۔۔ وندر نہایتش گم زانسان کز ابتدایش
گشت از عدم مہیا اشخاص نوع عالم ۔۔۔ کز بدو کردم موجود ایزد پئی فنایش
از مکر دہر این نتوان بزیست یکدم ۔۔۔ کاندر دعاش مضمر صد گونہ از دعایش
بکشای چشم عبرت بر نفس کز خجالت ۔۔۔ افگندہ سر بہ بالین در معرض رجایش
محنت سرای گیتی جای طرب نباید ۔۔۔ کز جنبش او مہیا آمد ہمہ جفایش

کس بر نہ بست طرفی از دہر جز ندامت — بر خود بدار ماتم بگذر ز ما جرایش
مرد آن جہان دانش کز فوت او جہان را — بینور ماندہ دیدہ از مہر واز ضیایش
گردون چو او نیارد در دور خویش یکتا — گر عمر جاودان را بخشد بخون بہایش
خالی بماند عالم از اہل فضل و دانش — چون رخت خویش بربست از دار بیصفایش
شاہان شرق و غربش بودند آرزومند — تا بشنوند حرفی از طبع نکتہ زایش
در درس علم سنجش کردم سواد روشن — از ماضی و مضارع فارغ شدم برایش
مومن نہاد نامش مام و پدر ز اول — دوپیازہ کرد مشہور از فضل خود خدایش
چون شد ز دہر فانی ہنگام ماتم او — تاریخ فوتش آمد "بہشت باد جایش"۔
یارب چراغ من ہم روشن بکن چو نامش — تا بر زبان دہر است از مدحت و ہجایش
از فضل خویش یارب بر اشلغی بہ بخشا — بر عفو خویش بنگر منگر سوی خطایش

دو پیازہ کے متعلق یہ بیان جو اوپر درج ہوا ہے اردو خوانوں کے بیان سے بالکل مختلف ہے اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ ان کے پاس ملا کے صحیح حالات کا بہت کم سرمایہ موجود ہے۔ اردو والے اس کی وفات ۱۶۰۰ء م ۱۰۰۹ھ میں بیان کرتے ہیں حالانکہ وہ ۱۰۳۰ھ م ۱۶۲۰ء میں رحلت کرتا ہے۔ جیسا کہ مادہ "بہشت باد جایش" سے ثابت ہوتا ہے۔ اردو والے اس کا نام ابو الحسن یا عبد القادر بتاتے ہیں لیکن اصلی نام جو اس کے ماں باپ نے رکھا تھا مومن بلکہ عبد المومن تھا اور دو پیازہ عرف تھا۔ سلاطین و امرا اس کے عزت و توقیر کرتے۔ وہ اپنے زمانہ میں خاصہ ہر دلعزیز تھا۔ کہ حسین خاں شاملو اور خانخاناں تک اس کی باتوں کا برا نہ مانتے۔ دنیا اس کے لطائف و نکات سننے کی شایق تھی۔ اس کی مدح و ہجو مشہور تھی۔ اشلغی اس کو جہان دانش کہتا ہے جس کی رحلت سے عالم ایک دیدۂ بے نور بن گیا ہے

اور آسمان کے لئے ایسا مستجمع کمالات شخص پیدا کرنا بہت دشوار ہے - وہ اپنی نظم و نثر کے لئے مشہور تھا - یہی انشلغی غالباً ملا کی ایک اور تالیف ملستانؔ سے بعض لطیفے نقل کرتا ہے - جن سے میں یہاں صاف سے دو لطیفے جو بعنوان ذیل آتے ہیں حوالۂ قلم کرتا ہوں

"ثانیاً فقرۂ چند از دیباچہ و حکایات ملستانؔ الہام نشان در جواب گلستان مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ تصنیف نمودہ اند در رقم آوردہ -"

" الگدای کوچہ گرد کاسۂ گدائی پر از لقمہ ہای رنگارنگ گدائیدہ در کنج حجرہ نشستگاہ چون نکبتیان ساختہ بکیفیت گذر خشک و تر خائیدہ و آب نوشیدہ "الفاتحہ آلت گدائی" مع "الاخلاص ریشخند بزرگان" بتکبیر دراز بخواندہ - یکبارگی "السپاہی زبون بین" گدای را بچند لکد خاطر خواہ نواختہ اعتراضید کہ این گیدیانِ چند رزاق علی الاطلاق خدای را بد آموز ساختہ جائی کہ پارچہ گدائی خوردہ قانع برین شکر باشند ما یا نرا شراب و کباب چہ نوع سر انجام آید -"

" روزی فرعون لعین خوشۂ انگور در دست داشت در بزرگی و برّاقی او ملاحظہ می نمود - اندران حالت ابلیس در رسید - فرعون از روی تعجب پرسید کہ کسی این خوشہ را مروارید تواند کرد - ابلیس یکی از اسماء رب العزت بران دمید فی الحال مروارید شد - فرعون بحیرت ماندہ گفت کہ تو درین کار بسیار اوستادی - گفت مرا باین استادی بہ بندگی قبول نکردند تو میخواہی باین جماعت دعوی خدائی بکنی "،

ملاحت مقال میں ملّا کے بعض لطائف درج ہیں لیکن ان میں سے

ایک بھی محمد کامل کی تالیف میں نہیں ملتا۔ ان لطائف میں ایک یہ ہے کہ شاہ عرب نے ملا کا نام پوچھا۔ اس نے کہا دو پیازہ۔ بادشاہ نے ایک مُرغا منگوایا اور کہا کہ اس مرغ سے بھی تو دو پیازہ تیار ہوا کرتا ہے۔ ملا نے جواب دیا ؎

نسبت این مرغ بمن کی رسد　　　تاج بسر دارد وگہ می خورد

شاہ ایران مُلا سے پوچھتا ہے کہ تم کون ہو۔ وہ جواب دیتا ہے۔ 'پسر خدایم' بادشاہ نے کہا اگر ایسا ہے تو تم اس قلماقنی کی آنکھیں بڑی کر دو۔ مُلا نے جواب دیا کہ فراخی چشم اختیار پدرم و فراخی . . . . باختیار من۔

شاہ ایران ایک روز ملا کو شکار لے گیا اور ایسا گھوڑا چڑھنے کو دیا جو پچھلی طرف سے آواز کرتا۔ ملا بار بار منہ موڑ کر کہتا ہاں ہاں۔ بادشاہ نے پوچھا۔ کہ گھوڑا کیا کہتا ہے۔ ملا نے جواب دیا۔ پوچھتا ہے کہ شاہ ایران انہیں کا نام ہے ؟ میں کہتا ہوں ہاں۔ ہاں ۔

ایک دن ملا اپنا گھوڑا داغ کرانے کچہری لے گیا۔ تنکر داس نامی مشرف نے کہا کہ اسپ ہمچو خچر داغ نمی شود۔ اسے واپس لے جاؤ۔ ملا نے فی البدیہہ یہ بیت کہا ؎

اسپ من اسپی است اسپ دیگران چون خچر است . . . .

ہندوستانی سپیکولیٹر نے جو بعض لطیفے ملا کے نام پر دیے ہیں۔ ان میں سے کئی ملاحت مقال میں دوسرے اشخاص کے نام پر دیے ہیں۔ مثلاً ملا دو پیازہ کا ایک روز زمین میں جھک جھک کر دیکھنا۔ بیربل کا اس سے پوچھنا۔ زمین میں کیا ڈھونڈھ رہے ہو۔ ملا کا جواب دینا کہ اپنا باپ تلاش

کر رہا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہی لطیفہ کسی قدر فرق کے ساتھ ملاحت مقال میں یوں مذکور ہے۔ کہ اکبر نے دریافت کیا کہ بیربل کی اولاد میں سے اگر کوئی لطیفہ گو ہو تو ہمارے پاس لاؤ۔ لوگوں نے کہا ہے تو سہی مگر حضور اس کی باتوں کی برداشت نہیں کر سکیں گے۔ آخر بادشاہ کے اصرار پر ایک کو لایا گیا۔ جو زمین کو دیکھتے ہوئے آیا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ زمین میں کیا دیکھتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ایک عرصہ سے میرا باپ اس زمین میں گم ہو گیا ہے۔ اس کی تلاش کرتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا اگر ہم تیرے باپ کو ڈھونڈھ نکالیں تو۔ جواب دیا آدھا آدھا بانٹ لیں گے۔

ملاحت مقال میں ایک اور قصہ ہے۔ جس میں کوئی شخص ایک عورت کے ساتھ بدفعلی کا مرتکب ہوتا ہے۔ محمد شاہ بادشاہ کو معلوم ہوتا ہے۔ وہ فولاد خان کوتوال کو حکم دیتا ہے۔ کہ اس گندے شخص کا پتہ لگاؤ۔ کوتوال کے آدمی تلاش میں جاتے ہیں اور ایک ایسے شخص کو جو موری کے پانی سے انگلیاں تر کر کے پان میں چونا لگا رہا تھا۔ لے آتے ہیں۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مجرم یہی شخص تھا۔ یہ قصہ بھی ہندوستانی سپیکولیٹر نے ملا دوپیازہ کے نام پر دیا ہے۔ اور محمد شاہ کی جگہ اکبر کا نام بدل دیا ہے۔

شفیق اورنگ آبادی تذکرۂ گل رعنا میں جس کا یہ التزام ہے۔ کہ صرف شعرای ہند مذکور ہوں۔ ملا دوپیازہ کو "مشاہیر ظرفای زمان و معاریف خوش طبعان ہندوستان میں شمار کرتا ہے۔ جو جلال الدین محمد اکبر کے عہد میں ہو گذرا[1] ہے۔ شفیق کہتا ہے کہ میں نے دوپیازہ کی قبر کی زیارت کی ہے۔ جو قصبہ ہنڈیا میں ہے۔ یہ قصبہ دریائے نربدا کے ساحل پر آباد ہے۔ اور قبر سنگ سرخ کی بنی ہے۔ اس کا رسالہ اقوال مشہور ہے جو بطریق رسالۂ اقوال عبید زاکانی ہے

مجھے افسوس ہے کہ گل رعنا کا ورق اس مقام سے دیمک خوردہ ہے
اس لئے میں ملّا کے پورے حالات اس مخطوطہ سے نقل نہیں کرسکتا ٭
دوپیازہ کے النامہ یا مرآت المضحکین کے دو نسخے ایشیاٹک سوسائٹی
بنگال کے کتب خانہ میں ہیں۔ ایک کا نمبر ۹۳۹ (و) فہرست آئیوناف ۱۹۲۴ء
ہے۔ دوسرے کا نمبر ۶۷۶ فہرست آئیوناف (مجموعۂ کرزن) ۱۹۲۶ء ہے ٭
تذکرۂ روز روشن میں مظفر علی صبا لکھتے ہیں۔ کہ ان کا نام ملا عبدالمومن
دہلوی ابن ملا ولی محمد عرف ملا دوپیازہ ہے۔ ہر قسم کے علم و فضل سے ان کو
کافی حصہ ملا تھا۔ ترکی زباندانی میں بے نظیر تھے۔ چونکہ طبیعت پر ہزل و
مزاح کا رنگ غالب تھا۔ اس لئے ان کی علمی فضیلتوں کو چمکنے کا موقع نہیں
ملا۔ ایک عرصہ تک نواب آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ کی رفاقت
میں رہے اور قصبۂ ہنڈیا[1] میں جو قصبۂ چھپانیر سے من مضافات بھوپال

---

[1] ہنڈیا ضلع ہوشنگ آباد میں ایک قدیم اسلامی قصبہ جو ساحل دریائے نربدا پر دکن کی طرف واقع ہے۔ یہاں ایک مسمار شدہ قلعہ ہے جسے کہتے ہیں ہوشنگ شاہ غوری والی مالوا نے تعمیر کیا تھا۔ یہ قصبہ بینول مئو سڑک پر اول الذکر سے اسّی میل شمال مغرب میں اور آخر الذکر سے نوّے میل مشرق میں ملتا ہے۔ عہد اکبری میں ایک سرکار یا ضلع کا صدر مقام تھا جو آگرہ دکن کی قدیم سڑک پر آتا تھا۔ اسکے کھنڈرات۔ سے جو دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ قدیم زمانہ میں کثرت۔ سے آباد تھا۔ ۱۸۴۴ء میں مہاراجہ سیندھیا نے سرکار کمپنی کے حوالہ کردیا۔ ۱۸۶۱ء میں سرکار انگریزی نے بعض علاقہ کے بدلے میں جب پرگنۂ نیما ور ریاست اندور کے حوالے کیا۔ ہنڈیا بھی جو داخل نیما ور تھا۔ اندور میں شامل ہوگیا۔" (امپیریل گزیٹیر جلد پنجم صـ۳۰۹ از ہنٹر۔ وریاستہای وسطی ہندوستان بسلسلہ گزیٹیر ریاست اندور جلد دوم صـ۲۱۱ از سی۔ ای لارڈ ۱۹۰۸ء)،

ہنڈیا:۔ ہر وا تحصیل ضلع ہوشنگ آباد میں دریائے نربدا کے کنارے پر ہر دا تحصیل سے تیرہ میل شمال میں واقع اور اسکے ساتھ ایک پکی سڑک سے ملحق ہے۔ مردم شماری انیس سو ۱۹۰۰ - (باقی حاشیہ بر صفحہ ۳۷)

ایک روز کے راستہ پر واقع ہے۔ انتقال کیا اور مزار بھی وہیں ہے۔ اتراک عالمگیری، ترکی لغت ان کی تصنیف ہے۔ اس میں بادشاہ کی مدح میں لکھا ہے

شعلۂ قہرش بدریا گرفتد آب خاکستر بیکدم میشود

روی تیغش کے بود آلودہ زنگ دارد از خون مخالف آب و رنگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) کئی لحاظ سے ضلع بھر میں سب سے دلچسپ مقام ہے اس کی تاریخ اساطیری ایام تک پہنچتی ہے کہ قریب جمگنی اور سہسرارجن ہزار ہاتھ والے راجا کے درمیان ملاقات ہوئی۔ قصبہ کا نام نذیر الدین شاہ بلخ کے نام سے مستخرج ہوتا ہے جو فقیر بن کر اور یہاں آکر آباد ہوگیا اور ہنڈیا شاہ بلنگ کے نام سے مشہور ہوا۔ جس غار میں وہ رہتا تھا وہ کہے جاتا تھا اس مقام کی نشانی اب ایک پتھر ہے جس کے لئے کچھ زمین بھی معافی میں ہے۔ تاریخی زمانہ میں ہنڈیا کی اہمیت اس کے دہلی اور دکن کے راستے میں دریائے نربدا کے مقام عبور پر واقع ہونے کی بنا پر تھی۔ مغلوں کے زمانہ میں بڑے پیمانہ پر آباد تھا۔ گرد و نواح کی پہاڑیوں میں اس کے آثار اس کی وسعت آبادی کی شہادت دیتے ہیں آس پاس کے دیہات ایک زمانہ میں شہر قدیم کے محلوں اور شاملات میں تھے۔ تاریخ میں ہنڈیا کا ذکر پہلی بار ہوشنگ شاہ غوری والی مالوا کے وقائع میں پندرھویں صدی عیسوی کی ابتدا میں ملتا ہے۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ ہوشنگ آباد ہنڈیا اور جوگل کے قلعے اس نے ایک ہی دن میں شروع کر کے ختم کر دیے تھے۔ آئین اکبری میں ہنڈیا صوبۂ مالوہ کی ایک سرکار ہے جس کے جنگلی ہاتھی مشہور تھے۔ یہاں فوجدار اور دیوان کی نشست تھی جو آس پاس کے علاقے کی نگرانی کرتے۔ زوال مغل سے قبل ہی نئے راستے نے جو مئو اور برہان پور میں کھلا تھا ہنڈیا کی اہمیت کو گھٹا دیا تھا۔ اٹھارھویں صدی میں مرہٹوں نے ہنڈیا کو مقام حکومت بنالیا جس سے ہنڈیا کا تنزل اور بھی سریع ہوگیا۔ اس کے قدیم آثار اب بھی قابل دید ہیں۔ ہوشنگ کے قلعہ کی بڑی تعداد تو ریل کے بھرت میں صرف ہوئی ہے لیکن ہنڈیا شاہ بلنگ کے غار کے علاوہ اکبر کے وزیر عبد اللہ حسن مصنف "ملا دو پیازہ" کی قبر ابھی تک موجود ہے جس کی شہرت بحیثیت ایک مزاحیہ تالیف کے اب بھی قایم ہے ؎

(صوبۂ متوسط کی ڈسٹرکٹ گزیٹیر۔ ضلع ہوشنگ آباد صفحہ ۲۹۷ از جی ایل۔ کوربٹ و آر وی رسل طبع ۱۹۰۸ء تھیکر اسپنک اینڈ کو۔ کلکتہ)

سرکاری گزیٹیر کی یہ آخری اطلاع جس میں اکبر کا وزیر عبد اللہ حسن "ملا دو پیازہ" کا مصنف بتایا گیا ہے۔ کسی غلط اساس پر مبنی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ہنڈیا میں خود ملا دو پیازہ کی قبر ہے۔

آسمان از طوغ او ترسان شدہ　　روز و شب برخویشتن لرزان شدہ

صبا نے صفحات ۲۱۷ - ۲۲۲ پر ملّا کا النامہ بزعم خود تمام نقل کر دیا ہے - جو ہمارے نزدیک نصف بھی نہیں ہے - وہ ملّا کا نام عبدالمومن بیان کرنے میں اشلغی کے بیان کی تائید کرتا ہے - مگر ہمیں تعجب ہوتا ہے جب وہ دوپیازہ کا زمانہ عہد عالمگیر بلکہ عہد محمد شاہ ۱۱۳۱ھ و ۱۱۶۱ھ بیان کرتا ہے - نواب آصف جاہ سے مراد نظام اول متوفی ۱۱۶۱ھ ہیں - ان کو آصف جاہ کا خطاب محمد شاہ نے ۱۱۳۳ھ میں دیا - جب قلمدان وزارت عطا کیا ہے - عہد عالمگیر میں ان کا خطاب چین قلیچ خان بہادر تھا . . . . . اندر من کی چہار گلشن میں دوپیازہ کا مزار ہنڈیا میں بتایا گیا ہے ؛

دوپیازہ کی قبر کا ایک اور زائر سید کریم علی میر منشی ریزیڈنسی اندور رہے جو اپنی تاریخ مالوہ میں بذیل ہنڈیا رقم کرتا ہے :-

" ہنڈیا آگے سرکار تھا بڑا شہر غدار تھا - مرہٹوں نے اسے یہاں تک لوٹا بالکل اُجڑ گیا - چھوٹا گانو رہ گیا - برلب نربدا اس شہر کی آبادی تھی - کوسوں تک بستی تھی - گرد شہر کے شہر پناہ تھا - شہر اجڑ گیا - شہر پناہ جنگل میں کھڑا رہ گیا - نربدا کے کنارے قلعہ پختہ بنا تھا - مؤلف نے دیکھا تھا - اس قلعہ میں ملا دوپیازہ کی قبر اور اس قبر کے پیچھے بی بی چپاتی اور میاں قلیا کی دو قبریں اور مسجدیں و درگاہیں و مقبرے بے انتہا جنگل میں عمارتیں ہر جا "

(تاریخ مالوہ ص ۲۲۵، ۱۲۹۰ھ مطبع رتن پرکاش - رتلام)

ان چند امور سے جو تمثیلاً ہم نے بیان کئے ہیں - یہ نہ سمجھا جائے کہ فارسی کے تمام ذرائع ملّا کے سلسلہ میں ختم ہو چکے ہیں - اگر تلاش جاری رکھی جائے گی - تو مجھے یقین ہے کہ اس کے باقی ماندہ حالات بھی

دریافت ہو سکیں گے۔ لیکن اس مشتے نمونہ خروارے سے اس قدر ضرور واضح ہوتا ہے۔ کہ اردو خوان اب تک اس کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچانے سے قاصر رہے ہیں۔ اس تعلق میں انہوں نے صرف ہندوستانی سپیکولیٹر کو اپنا راہبر بنا لیا ہے اور جو اعتراض اس کی اطلاعات کے خلاف پیش کئے جا سکتے ہیں۔ وہی اعتراض دو پیازہ کے باقی سوانح نگاروں پر بھی عائد کئے جا سکتے ہیں ؛

میر جعفر زٹلی

ان کی نسبت میں نے پنجاب میں اردو لکھتے وقت فہرست مخطوطات ہندوستانی انڈیا آفس کی سند پر عبارت ذیل لکھی تھی :-

میر جعفر اصل میں نارنول کے باشندے تھے اور سید عباس کے فرزند ہیں۔ جن کا پیشہ دکانداری تھا۔ اورنگ زیب کی تخت نشینی اور میر جعفر کی ولادت ایک ہی سال کے واقعے ہیں۔ ان کے بعد دو بہنیں ہوئی تھیں اور پھر ان کے چھوٹے بھائی صفدر ہوئے۔ میر کی کم عمری میں ان کے والد کے انتقال کا واقعہ پیش آیا۔ چچا نے جن کا نام میر سرور تھا۔ سرپرستی کی مکتب میں تعلیم پانے کے بعد ملازمت کی تلاش میں نکلے ؛

اس کے کئی سال بعد ولیم ارون کا بیان ذیل، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جریدہ میں میری نظر سے گذرا :-

" حاشیہ بر مرزا جعفر زٹلی نارنولی "۔

" زٹلی جس تخلص سے مرزا جعفر اپنے اشعار لکھتا ہے۔ ہندی لفظ زٹل سے جس کے معنے بکنا، باتیں بنانا۔ اور ہرزہ گوئی ہیں۔ ماخوذ ہے۔ اس کے

کلیات کی کئی اشاعتیں ہیں۔ ایک نسخہ جو ڈاکٹر اشپرنگر کی ملک تھا۔ اب برلن میں کتب خانہ Koniglische میں موجود ہے۔ (دیکھو اس کی فہرست ص۸، ۱۶۳۸۔ بیل ص ۱۸۹ پر لکھتا ہے کہ وہ شاہی سکہ کے بیت کے جواب میں مضحک نگاری کی بنا پر فرخ سیر کے حکم سے قتل کیا جاتا ہے۔ مؤرخ اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتے۔ مگر اس کے وقوع کا امکان ہے۔ کیونکہ (میر) عبدالجلیل بلگرامی واقعہ نویس سیوستان کو ایک بے ضرر رپورٹ کی بنا پر بلا کر برخاست کر دیا گیا تھا۔

زٹلی کے بارہ میں مزید تفصیل ایک اردو رسالہ میں ملتی ہے۔ جس کا نام زرجعفری یعنی سوانح عمری میر جعفر زٹلی از ہندوستانی سپیکولیٹر ہے (اشاعت جان محمد و محمد اسمعیل کشمیری بازار لاہور ۱۸۹۰ء طبع سنگی۔ تعداد صفحات ۳۶۔

اس رسالہ سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اجداد ہمایوں کے ساتھ ہندوستان میں آئے تھے۔ جب یہ بادشاہ بار دوم ہندوستان آیا اور ہیمو سے جنگ آزمائی کی۔ یہاں انہیں جاگیر مل گئی اور جہانگیری عہد تک ان پر شاہی مہربانی ہوتی رہی۔ مگر شاہجہان کے زمانہ میں جاگیر چھن گئی اور شاعر کا باپ میر عباس کسب معاش کے واسطے دکان کھولنے پر مجبور ہوا۔ جعفر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جلوس عالمگیری ۱۶۵۸ء (۱۰۶۸ھ) کے وقت اس کی ولادت ہوئی۔ میر عباس کی دوسری اولاد میں دو لڑکیاں اور ایک لڑکا صفدر (نامی) ہے۔ یہ خاندان بھر میں سب سے خورد اور بڑے بھائی سے ساڑھے پانچ برس چھوٹا تھا۔ ان کے بچپنے میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا ایک میر سرور نے اپنے فرزند اکبر کے ساتھ جعفر کو مکتب میں بٹھا دیا۔ آخر میں سرور نے ان کی تمام جائداد خورد برد کر دی اور ان کی بسر اوقات عسرت کے ساتھ

ہونے لگی۔ انتقال کے وقت جعفر کی عمر ساٹھ برس کی تھی لیکن سال وفات معلوم نہیں۔ کلیات میں وہ اپنی ایک رباعی میں کہتا ہے۔ کہ یہ رباعی لکھتے وقت اس کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ ہے ۔

ذیل کے فارسی شعر تنباکو کی تعریف میں اس کے قلم سے نکلے ہیں :-

طرفہ شغلی داست اشغل تنباکو ‌ ‌ ‌ ‌ کہ زآن شغل غم فرو گردد
ہمدمست این بوقت تنہائی ‌ ‌ ‌ ‌ طبع بادی ازو نکو گردد

لیکن اس کی خصوصی طرز ان غزلیات پر منحصر ہے جن میں فارسی اور ہندی الفاظ بصورت ریختہ نظر آتے ہیں۔ (دیکھیے مغل ص ۲۸۷ - ۳۶۱ جریدۂ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال۔ جلد ۷۳ ۱۹۰۴ء۔)

دو پیازہ کی طرح میر جعفر کے یہ حالات پڑھ کر مجھ کو تعجب ہوا کہ یہ ابتدائی حالات اتنی تفصیل کے ساتھ کس طرح میسر آگئے۔ آخر ایک عرصے کے بعد زر جعفری[1] کی اشاعت دوم کا ایک نسخہ مجھے مل گیا۔ جو جان محمد اللہ بخش تاجران کتب لاہور۔ بازار کشمیری نے عزیزی پریس لاہور میں غالباً ۱۸۹۸ء میں چھپوایا ہے۔ اس نسخہ کو دیکھ کر میری بدگمانی اور بڑھی اور رفتہ رفتہ یہ خیال

---

[1] اس کی طبع اول کی صراحت فہرست برٹش میوزیم میں حسب ذیل ہے :-

" زر جعفری یعنے سوانح عمری میر جعفر زٹلی مصنفہ ہندوستانی سپیکولیٹر (میر جعفر زٹلی کے مختصر حالات کا خاکہ جس میں اس کے اشعار بکثرت نقل ہیں (لاہور ۱۸۹۰ء) ۔صفحات ۳۶ -) "

" فہرست ضمیمہ کتب مطبوعۂ ہندوستانی در کتابخانہ برٹش میوزیم ص ۳۳۱ از بلوم ہارٹ ایم۔ اے۔ ۱۹۰۹ء " بذیل محمد کامل۔ یہی اشاعت 'الفہرست محمد سجاد مرزا بیگ میں بھی مذکور ہے۔ جہاں مصنف کا نام محمد کامل اور مطبع کا نام کانپور اور سال طباعت ۱۸۹۰ء دیا ہے۔ دیکھو ۱۹۳۹ء ص ۳۳۵۔ ہمارے خیال میں کانپور بجائے لاہور غلط چھپ گیا ہے۔ جس طرح محمد کامل بجائے ہندوستانی سپیکولیٹر قبل از وقت ہے ۔

میرے ذہن نشین ہوگیا کہ ہندوستانی سپیکولیٹر نے یہ کتاب محض اپنے دماغ سے لکھی ہے۔ البتہ کلیات سے ضرور امداد لی ہے۔ اس میں بھی ایک سے زیادہ موقعہ پر لغزش کی ہے۔ مگر ابتدائی حالات جو زیادہ تر اس کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں محض فرضی ہیں۔ ہندوستانی سپیکولیٹر اپنے دیباچہ میں رقم طراز ہے:۔

"سچ تو یہ ہے کہ مورّخ اپنے ہی مسودوں کی کانٹ چھانٹ سے فرصت نہ پاتے تھے۔ تذکرہ نویس اپنے ہی حال وقال میں مست تھے۔ ان کے خیال میں یہ کس باغ کی مُولی تھے۔ اس لئے ذکر تک نہ کیا اور کرتے بھی کیوں ان کے زعم میں ان کا ذکر ہی مناسب نہ تھا۔ مگر یہ نہ سمجھے کہ اگر ان کا ذکر انکی کتاب میں نہ ہوگا۔ تو اس سے ان کی قدر کیا کچھ کم ہو جاوے گی۔ بلکہ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ عوام الناس نے ان کی کتابوں کو تو رکھا طاق پر اور انکے حالات دل میں۔ اب چونکہ تہذیب کا زمانہ ہے۔ ہر ایک قسم کی سوانحمریاں تیار ہیں۔ اس لئے اے ناظرین جس طرح ہو سکا۔ اتر سے پچھم سے پورب سے دکن سے جو کچھ ملا ہم آپ کے لئے لائے ہیں۔"

ہماری رائے میں یہ ایک غیر ذمہ دارانہ بیان ہے۔ غور کرنے کا موقعہ ہے۔ کہ جب نہ مورّخوں نے اور نہ تذکرہ نویسوں نے جعفر زٹلی کے حالات قلمبند کئے تو آخر یہ حالات جو جزئیات کی حد تک مفصل ہیں کن ذرائع سے حاصل کئے گئے۔ مشرق مغرب اور اتر دکن تو کوئی ماخذ نہیں مانے جا سکتے ہندوستانی سپیکولیٹر کا یہ کہنا بھی غلط معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نگاروں نے ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ جو کچھ حالات تذکرہ نگاروں نے دیئے ہیں مصنف نے ان سے واقفیت حاصل کرنے کی بھی تو زحمت گوارا نہیں کی

زٹلی کا ذکر میر تقی میر۔ شفیق اورنگ آبادی۔ میر حسن دہلوی۔ مظفر حسین ضبا۔ قایم چاندپوری۔ قدرت اللہ خاں قاسم اور منشی کریم الدین وغیرہ اپنی اپنی تالیفات میں تحریر کرتے ہیں۔ ملاحت مقال میں بھی اس کے لطائف مذکور ہیں۔ مگر ہندوستانی سپیکو لیٹر کو ان کا پتہ تک نہیں۔ اب ہم میر جعفر کے حالات پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں ؛

محمد کامل گویا ہے۔ کہ جعفر اپنے ددہال اور ننہال کی طرف سے سید ہے۔ [جملۂ معترضہ :- ولیم اروِن کا اس کو مرزا بیان کرنا میر و مرزا کے صحیح مفہوم سے بے خبری کی دلیل ہے۔ وہ زٹلی کو مرزا جعفر زٹلی اور اسکے باپ کو میر عباس کہتا ہے۔ ایک یورپین سے ایسی غلطی سرزد ہونا معمولی بات ہے]

میر کے اجداد ہندوستان اس وقت آئے جب ہمایوں نے بارثانی آکر سوریوں کی طاقت کو توڑا۔ ان کے مورث اعلےٰ نے ہیموں کی جنگ میں بڑی بہادری دکھائی اور صلہ میں معافیاں حاصل کیں۔ جہانگیر کے زمانہ تک یہ خاندان عزت و حرمت کی زندگی بسر کرتا رہا۔ شاہجہان کے زمانہ میں ادبار کے بادل اس پر چھا گئے۔ معافیاں ضبط ہوگئیں اور خاندان پر کالے دن آگئے۔ فاقوں پر فاقے ہونے لگے۔ سید عباس کی بیوی کشیدہ نکالتی۔ یہ بازاروں میں لے جاکر فروخت کرتا۔ پھر سید عباس نے ایک دکان کھولی۔ جس سے اتنا ہوا کہ پیٹ بھر کر روٹی ملنے لگی اور چار پیسے بچنے بھی لگے ادھر عباس کے افلاس کی خبر دکن میں اس کے ایک قریبی رشتہ دار کو پہنچی اس نے ایک معقول رقم کی ہنڈوی اس کے نام دہلی بھیج دی۔ اس غیر متوقع امداد سے اس نے اپنے کاروبار کو چمکایا اور خوب نفع کمایا۔ حتیٰ کہ اس کا

افلاس ایک قصۂ پارینہ بن گیا۔ جب عالمگیر تخت نشین ہوئے۔ اس وقت میر عباس کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام میر جعفر رکھا گیا۔ جعفر کے بعد دو لڑکیاں اور ایک لڑکا صفدر نامی اور ہوئے۔ جعفر سب سے بڑا اور صفدر سب سے چھوٹا تھا۔ ان کی عمروں میں ساڑھے پانچ سال کی چھوٹائی بڑائی تھی۔ کچھ عرصہ بعد میر عباس اس دنیائے فانی سے عالم باقی کو سدھارا اور خاندان کی کفالت اس کے بھائی میر سرور نے سنبھالی۔ اس نے اپنے فرزند اکبر اور جعفر کو مکتب میں بٹھایا اور اکبر کی نسبت جعفر کی بہن کے ساتھ ٹھہرادی۔ اب میر سرور نے ہاتھ پاؤں نکالے اور بھائی کی جائداد کو ہضم کرنا شروع کردیا۔ آخر وہ دن جلد آگیا جب خاندان کو افلاس کا منہ دیکھنا پڑا۔

ہمیں کہنا پڑتا ہے۔ کہ میر جعفر کے ان ابتدائی حالات کے لئے ہندوستانی سپیکولیٹر کے پاس کوئی ذریعۂ معلومات موجود نہیں ہے۔ ان کے لئے صرف اس کا تخیل ذمہ وار مانا جاسکتا ہے۔

اب ہم زرجعفری کے اس حصّہ سے بحث کرتے ہیں جس میں کلیات جعفر زٹلی کے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ان کی شان نزول یا عقبی زمین خود ہندوستانی سپیکولیٹر کے اپنے تخیل کی ساختہ و پرداختہ ہے مثلاً زٹلی تخلص اختیار کرلینے کی وجہ میں مصنّف نے قصّۂ ذیل دیا ہے۔ جس کا ہیں نے اختصار کرلیا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

"جعفر نے اپنے معلم سے بواسحٰق اطعمہ کے چند شعر سن لئے تھے۔

جمال برّہ بریان و حسن دنبۂ فربہ — چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغمارا

چہ آرائی بمشک و زعفران رخسار پالودہ — برنگ و بوی و خال و خط چہ حاجت روی زیبارا

اس سے جعفر کے ذہن میں یہ بات آئی کہ میں اس کی طرز میں کچھ لکھوں۔ چنانچہ

اس نے اشیائے خوردنی کا مضمون لے کر ایک درخواست کا یوں خاکہ تیار کیا

" التماس بندۂ درگاہ دادخواہ مولی مقدم موضع میتھی پرگنہ پالک سن اعمال موّدہ سرکار سیم صوبہ اروی آنکہ۔ آداب ادرک و کورنشات کدو بجا آوردہ بعز عرض حضرت با درنگ جی می رساند کہ شریف پرور سلامت۔ بڑھل باغبان از کٹھل کاردار انفاق کرد۔ چچینڈا اچل خور و چولائی چودھری راہپیکار پلول ساختہ از آنبہ اہین و جامن اضافہ .... از روی تعدی و سختی پستہ تمسک توری گرفتہ حوالہ کریلا کروری موّدہ شلغم شقدار گلورہ ساکن موضع گلگل البتہ از نارنگی نویسندہ و میوہ فوطہ دار و ہلدی بوتا دبجا کردہ سدا بیل سلائی کھرنی کشاد۔"

معلم نے جب تختی پر یہ مضمون دیکھا کہا کمبخت! بیٹھے بیٹھے کیا زٹل ہانکا کرتا ہے۔ بس وہ دن اور آج کا دن ہے کہ جعفر کے نام کے ساتھ زٹلی کا خطاب لگ گیا" صہ ۲۔ ۵

مگر فہرست ہندوستانی مخطوطات انڈیا آفس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسب بیان منشی محمد الدین مولف حیات زیب النسا یہ شہزادی زیب النسا ہے جس نے جعفر کو زٹلی کا خطاب دیا تھا۔ (فہرست بلومہارٹ نمبر ۱۳۲ مطبوعہ ۱۹۲۶ء)

ہندوستانی سپیکولیٹر کا بیان ہے کہ زٹلی نے "بھوت بڈار نامہ" اس وقت لکھا تھا۔ جب اس کے استاد کی بیوی کو آسیب کا خلل ہوگیا تھا اور "کھوے نامہ" ایک اور نظم تو استاد ہی کے حق میں لکھی تھی۔ گویا سب سے پہلے استاد اور استانی پر ہاتھ صاف کیا۔ کہتے ہیں اس کھوے نامے کی بہت شہرت ہوئی۔ چنانچہ شہزادہ کام بخش نے از راہ قدردانی بلوایا اور مونچھل اڑا نے پر نوکر رکھ لیا کبھی کبھی خود شاہزادہ غزل کی فرمایش کرتا۔ چنانچہ یہ غزل اسی کے

ارشاد پر لکھی۔

اے روی تو چون ماہ شب تار جو ہے سو | تجھ سا نکوئی دلبر و دلدار جو ہے سو
از غمزۂ خونریز تو افتادہ بہر سو | بر طشت زمین کشتۂ بسیار جو ہے سو
مثل تو نباشد بجہان اے شہ خوبان | لٹکندہ و مٹکندہ برفتار جو ہے سو
از عاشق بیچارہ مکن نخرہ و گھونگھٹ | تا کے بود این گرمئے بازار جو ہے سو
در آتش و آبست چو ماہی و سمندر | ہر کس کہ بود طالب دیدار جو ہے سو
من پنڈت و پر کھنڈت و حیران تو ہستم | در گردن من زلف تو زنار جو ہے سو
جعفر چہ کسی باشد و کس باغ کی مولی | بر حسن تو جبریل گرفتار جو ہے سو

مصنّف اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ

" مورچھل والا اگرچہ سگ حضوری سے کم نہیں ہوتا۔ مگر سارا دن سر دربار کھڑے رہنا جان کا خون کر دیتا ہے۔ تنگ آ کے مورچھل کی ہجو کی۔ اور شہزادہ کے پاس بھجوائی۔ شہزادہ نے عرضی پڑھی لکھا دیکھا۔

توبہ از ین وسوسۂ مورچھل | دمبدم از دمدمہ جان در خلل
توبہ از ین (مسکن) پر شور و شر | مرحلۂ پر خطر و خوف و ڈر
از نظر آدمیان شد الوپ | گنبد گردون ز صداہای توپ
بان و تفنگ است بہر صبح و شام | تیر و خدنگ است دگر والسلام
خاک درین زیستن و زندگی | جان بخلل دل بپراگندگی
روز بہ ہیبت گذرد شب بہ ہول | خاک درین زیستن فعل و قول
پر خس و خاشاک بسر ٹوکری | نزد خرد بہتر ازین نوکری
جعفر ازین کوچہ پس موڑ چل | شرم حضوری مکن و لوٹ چل

اس نظم اور اس کے متعلق ہندوستانی سپیکولیٹر کی حاشیہ آرائی نے جو اوپر

نقل ہو چکی ہے ۔ ہمیں پہلی مرتبہ زر جعفری کے ایک غیر تاریخی رسالہ ہونے کے متعلق خبردار کیا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنّف فارسی سے نہایت معمولی شناسائی رکھتا ہے اور وہ مورچل یا مورچال کو جو قلعوں کی تسخیر کے وقت محاصرین خندق کی شکل بنا لیا کرتے ہیں ۔ مورچھل یا مگس ران سمجھ بیٹھا ۔ اسی لئے اسکا تبصرہ مورچھل اڑانے اور سارا سارا دن کھڑے سوکھتے رہنے کے خلاف ہے ۔ وہ یہ سمجھا کہ نظم میں مورچھل کی مذمت کی گئی ہے ۔ حالانکہ یہ نظم مورچل (دھس یا دمدمہ مورچا و خندق) سے تعلق رکھتی ہے ۔ شاعر اس زندگی کو جو ہر وقت خطرات سے محصور ہے بیان کرتا ہے ۔ توپوں کی آواز اور انکے دھوئیں سے گنبد گردوں آنکھوں سے غائب ہے ۔ سحر و شام بان چل رہے ہیں یا بندوقیں چھوٹ رہی ہیں ۔ وہ کہتا ہے اس زندگی پر لعنت ہو ۔ ہر وقت جان کا خطرہ لگ رہا ہے ۔ اور دل دھڑک رہا ہے ۔ ایسی نوکری سے مٹی کی ٹوکری ڈھونا ہزار بار بہتر ہے ۔ آخر میں کہتا ہے کہ جعفر اس مورچل سے نکل بھاگ اور لوگوں کی شرم حضوری کی مطلق پروا نہ کر +

لیکن محمد کامل اپنی حاشیہ آرائی جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے کہ ' امرا ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر ایک کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ گاہے بسلامی برنجند و گاہی بدشنامی خلعت دہند ۔ شہزادہ کامبخش نے آنکھیں بدل لیں [میر جعفر] مجلس سے پیشاب کے بہانے نکلے اور سیدھا دکن میں جا کے دم لیا ۔ محمد کامل یہ سمجھ رہا ہے کہ جعفر اور اس کا آقا کامبخش دونوں دہلی میں موجود ہیں ۔ حالانکہ یہ نظم دکن کے کسی قلعہ کے محاصرہ کے وقت لکھی جاتی ہے اور جعفر بجای دکن کو بھاگنے کے دکن سے لوٹ چلنے کی فکر کر رہا ہے ؛

کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ میر جعفر نے ایک مرتبہ جب خانجہان بہادر کوکلتاش

متھرا میں مقیم تھا۔ ایک قرآن اس کی خدمت میں پیش کیا۔ ہدیہ کی امید میں بہت انتظار کیا۔ لیکن خان کی طرف سے وعدوں کے باوجود کوئی صلہ نہیں پہنچا۔ اس پر زٹلی نے ان کی ہجو لکھی جس کی ردیف "ٹھکّی ڈاڑھی پھٹّے منہ" ہے۔ مگر محمد کامل بعض بے اصل وجوہ کی بنا پر دونوں میں پرانی عداوت بیان کرتا اور کہتا ہے۔

" دوسرے دن ہی خانجہان کو کلتاش کے متھرا پہنچنے کی خبر آئی جہاں کو کلتاش نے چند ایک دن ٹھہرنا تھا۔ دلی بھر میں اس کی تعریف ہو رہی تھی جعفر سے یہ کب ہو سکتا تھا کہ دشمن کی تعریف سنے اور چپ رہے۔ فوراً قلم اٹھا کر قلمبند کیا" (ص ۲۷)

اس بیان کا مطلب یہ ہوا کہ جعفر دہلی میں ہے اور خانجہان متھرا میں تب جعفر نے یہ ہجو لکھی۔ حالانکہ اس ہجو سے پایا جاتا ہے کہ خان جہان بفرمان شاہی متھرا میں آ کر مقیم ہو گیا ہے۔ چنانچہ ؎

نیکو کردی نمک حلالی شاباش تیری ہمت کو
آ کر ہندوستان اجاڑی ٹھکّے ڈاڑھی پھٹّے مونہہ
با این خواری شرم نداری آمدہ متھرا بنشستی
تیری سدھ بدھ کن بساری ٹھکّے ڈاڑھی پھٹّے مونہہ
مطلب خود را پیش آوردی غارت کردی عالم را
کس کارن تم ہمت ہاری ٹھکّے ڈاڑھی پھٹّے مونہہ
ملک دکن تسخیر تو کردی نام تو اینجا روشن شد
• بوڑھے پن میں ایسی خواری ٹھکّے ڈاڑھی پھٹّے مونہہ
جاٹوں کوں تیں پیٹھ دکھائی لاج نہ آئی ڈاڑھی کو
تیں بیٹھے کے کھو دی ڈنڈیا ساری ٹھکّے ڈاڑھی پھٹّے مونہہ

محمد کامل کا بیان ہے کہ" جعفر دلی میں مقیم ہے کہ اتنے میں اورنگ زیب کی فتح دکن کی خبر دلی پہنچی۔ جعفر نے ظفر نامہ لکھ کر بادشاہ کو خوش کرنا چاہا۔ مگر انہوں نے تو پہلے ہی درباری شعرا کو بے روزگار کر دیا تھا۔ جعفر کی دال کیسے گلتی۔ جواب میں یہ فقرہ سنا ع

امینست جوابش کہ جوابش ندہی

ظاہر ہے کہ جعفر جیسے منہ پھٹ اور بیباک نے زبان قلم و قلم زبان سے کہاں تک کام نہ لیا ہوگا۔ غرضکہ جان پر کھیل کر ہجو میں وہ کچھ لکھا جو عالمگیر کے مارے اشاعت نہ پا سکا۔ عالمگیر نے سزا دینا نامناسب سمجھ کر دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ پر عمل کیا۔ جس سے جعفر کے چند دن مزے سے کٹے۔"

یہ تمام بیان ایسا ہے جس کی کلیات کوئی تائید نہیں کرتا اور یوں بھی بجائے خود اپنی آپ تردید ہے اور عالمگیر پر حملہ۔ یعنے جعفر نے دلی میں بیٹھ کر ظفر نامہ لکھا اور بادشاہ کی خدمت میں دکن بھیجا۔ اس وقت حضرت سلامت نے کوئی شنوائی نہیں کی اور نہ جواب دیا۔ مگر جب ہجو لکھی جو بادشاہ کے خوف سے شایع بھی نہ ہو سکی تو بادشاہ نے بعد خرابی بصرہ دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ پر عمل کیا۔ آخر محمد کامل کو یہ ہجو نویسی کا واقعہ کیونکر معلوم ہوا۔

ہندوستانی سپیکٹیٹر کا تمام بیان تقریباً فرضی ہے۔ چونکہ کلیات اسکے سامنے ہے اور اسکی امداد سے جو خاکے اسنے تیار کئے صحیح مانے جا سکتے تھے۔ مگر چونکہ اس نے ایک واقعہ کو دوسرے واقعہ کی علت قرار دیا ہے اور ان کو ملانے کی کوشش کی ہے۔ اسلئے یہاں بھی اس نے کافی ٹھوکریں کھائی ہیں ؛

آخر میں اس نے لکھا ہے کہ" میر جعفر کی تاریخ وفات کی تصدیق نہیں ہوتی۔ عمر تخمیناً کچھ ساٹھ سال سے اوپر ہے"۔ مگر وہ پہلے لکھ آیا ہے۔ کہ جعفر

عالمگیر کی تخت نشینی کے ایام میں پیدا ہوتا ہے۔" اور یہ ظاہر ہے کہ فرخ سیر کی تخت نشینی کے وقت قتل کیا جاتا ہے۔ اس حساب سے اس کی عمر ۶۵ سال کی ٹھہرتی ہے نہ ساٹھ سے کچھ اوپر ؁

ہندوستانی سپیکولیٹر کو شکایت ہے کہ زٹلی کے حالات تذکروں میں نہیں ملتے مگر یہ تذکروں کا قصور نہیں ہے بلکہ اس کا اپنا۔ میں یہاں بعض تذکروں کے بیانات درج کرتا ہوں ؁

میر تقی میر نکات الشعراء میں لکھتے ہیں 'مشہور تو جعفر زٹلی ہے مگر اپنے زمانہ کا عجیب وغریب انسان تھا اور کاٹنے والی زبان کا مالک تھا۔ شرفا لحاظ کرتے اور کچھ دے دیتے۔ جب کسی کے پاس جاتا دو کاغذ ساتھ لے کر جاتا ایک پر اس کی تعریف اور دوسرے پر ہجو ہوتی۔ اگر مدارات سے پیش آیا۔ انہوں نے مدح پڑھ دی ورنہ کاغذ ہجو کو شہرت دی جاتی۔ محمد اعظم عالیجاہ کی ہجو سے بھی نہیں چوکا۔ ایک روز شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ شعر فی البدیہہ اس کی تعریف میں پڑھا ؎

نگین سلیمان کہ تابندہ بود همیں اسم اعظم بر ان کندہ بود

عالیجاہ نے بہت اچھا صلہ دیا۔

ایک روز (مرزا عبدالقادر) بیدل کے ہاں پہنچے اور ان کی تعریف میں یہ مصرع پڑھا ع

چہ عرفی چہ فیضی بہ پیش توپش

مرزا بگڑے اور جلد پیچھا چھڑایا۔ (نکات الشعرا ص۳۱-۳۲)

شفیق اورنگ آبادی اپنے تذکرۂ چمنستان شعرا میں بیان کرتا ہے کہ جعفر زٹلی ایک منہ پھٹ اور بیباک شخص تھا۔ اس کی شوخی اس کے کلام سے

ظاہر ہے۔ اس کے اشعار مشہور عالم ہیں۔ صاف روزمرّہ میں مضامین اس کے ہاتھ آتے ہیں۔ محمد اعظم شاہ کا قول ہے کہ اگر جعفر میں زٹل نہ ہوتی وہ ملک الشعرائی کے قابل تھا۔ اس کے روزمرّہ اور انداز بیان کا رنگ جدا ہے اور اِس طرز خاص میں خوب جولانی طبع دکھاتا ہے۔ جب جعفر کو کچھ درکار ہوتا۔ کسی امیر کے پاس دو شعر مدح کے لکھ کر بھیج دیتا۔ اگر اس نے کچھ دیا تو خیر نہیں تو ہجو میں دفتر سیاہ کیا جاتا۔ منصدی اور اہل خدمت درکنار خود ظل سبحانی بھی اس کی آتش بیانی سے بید کی طرح لرزتے ٭

ایک دن کسی امیر کے ہاں گیا اور اپنے حال کا پرچہ اس کے سامنے گذرانا۔ امیر نے کوئی توجہ نہیں دی۔ اور پرچہ واپس دے دیا۔ جعفر نے پرچہ لیا اور امیر کے سامنے پھاڑ کر چلا آیا۔ حاضرین میں سے کسی نے امیر کو جعفر کا پتہ نشان دیا۔ وہ گھبرایا اور جعفر کو فوراً بلوایا۔ معذرت کرنے لگا کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ جعفر نے جواب دیا۔ اس میں آپ کا قصور نہیں "من پیش بداوم حضرت پس بدادند من چاک نمودم"۔ قصہ مختصر امیر موصوف نے اس جملہ ہی پر اپنی رہائی غنیمت سمجھ کر جعفر کو بوجہ معقول رخصت کیا ٭

ایک دن جعفر کسی شخص محمد اشرف نامی کی سجع کہہ کر لے گیا ع

محمد اشرف پیغمبران است

شخص مذکور نے مطلق پروا نہیں کی اور شعر کی داد نہیں دی۔ جعفر نے خفا ہو کر فی البدیہہ یہ پیش مصرع بہم پہنچایا۔ ع

نہ این اشرف کہ مردودِ زمان است

مہاسنگ نامی ایک محرّر نے جعفر کی کاربرآری میں غفلت سے کام لیا۔

اور اپنی تحریر واپس منگو ابھیجی - جعفر نے اسی کاغذ کی پشت پر لکھ دیا :-

مہا سنگھ جی نم بڑے جبنگ ہو   گر رپنکھیا بیل کے سینگ ہو
وا این چوگ جون غوک رکھتے رہو   گکوڑوں مکوڑوں کو چکھتے رہو

(چمنستان شعراص ۹۷-۹۶ انجمن ترقی اردو ۱۹۲۸ء)

میر حسن اپنے تذکرہ میں اس کو نادرۂ روزگار کہتے ہیں اور اضافہ کرتے ہیں کہ ادنےٰ و اعلےٰ سب اس کا لحاظ کرتے تھے - ان ایام میں لوگوں میں شرم و غیرت باقی تھی - اس لئے کچھ دے دلا کر اس سے اپنا پیچھا چھڑاتے تھے - آج اگر کسی کی ہجو کی جائے تو وہ اپنی مدح تصور کرتا ہے بہر حال میر موصوف مدح و ہجا میں بے مثل تھا ٭

ایک روز میرزا بیدل کے گھر پہنچا - میرزا ایک مصرع کی تلاش میں تھے اسلئے متوجہ نہیں ہوئے - پوچھا قبلہ کوئی مصرع فرمایا ہے ؟ میرزا نے کہا ہاں وہ مصرع یہ تھا ع

لالہ بر سینہ داغ چون دارد

میر نے کہا - اس کے لئے غور و تامل کی کیا ضرورت ہے - یہ کہہ کر دوسرا مصرع فوراً پڑھ دیا - جس کو عریاں ہونے کی بنا پر حذف کر دیا جاتا ہے قصہ مختصر میرزا بہت برہم ہوئے اور کچھ دے کر اپنا پیچھا چھڑایا - (ص ۲۷ تذکرۂ شعرائے اردو) قایم کا بیان ہے " چونکہ سخنوری کی بنیاد اس نے زٹل پر رکھی تھی - اسلیے اسے زٹلی کہنے لگے - کلام کو خداداد قبولیت حاصل تھی - عزت دار لوگ اپنی آبرو کے خیال سے اس کے ساتھ سلوک سے پیش آتے - ایک دن مرزا عبدالقادر کے ہاں وارد ہوا - انہوں نے اس کی نظم و نثر سنی اور چند اشرفی بطور انعام مرحمت کیں - بروقت رخصت زٹلی نے یہ مصرع پڑھا ع

ظہوری و عرفی بہ پیش تو بہش

(ص۱۳ مخزن نکات ـ طبع انجمن ترقی اردو ۱۹۲۹ء)

میر قدرت اللہ خان قاسم مجموعۂ نغز میں رقم طراز ہیں کہ وہ سادات نارنول سے ہے ـ اس کی طبیعت رسا تھی مگر زٹل کہنے پر بہت راغب تھا۔ اس کا قول تھا کہ شعر میں خواہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کروں ـ فردوسی اور سعدی کا ہم پایہ نہیں مانا جا سکتا ـ زٹل اختیار کرتا ہوں تا کہ ممتاز رہوں (جلد اول ص۱۶۷ مجموعۂ نغز)

میں بخوف طوالت منشی کریم الدین کے طبقات الشعرا اور مظفر حسین صبا کے تذکرۂ روز روشن سے اعراض کر کے عرض کرتا ہوں ـ کہ یہ صفحات محمد کامل عرف ہندوستانی سپیکولیٹر کی اپنے موضوع سے بے خبری ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں ـ جو بے اصولی اس نے عبدالمومن عرف ملا دو پیازہ کی حالت میں کی ہے ـ وہی بے اصولی اس نے جعفر زٹلی کے ساتھ برتی ہے دو پیازہ کے سلسلہ میں اردو اہل قلم آنکھ بند کر کے اس کے مقلد ہو گئے ہیں جس طرح زٹلی کے باب میں مغربی مولفین ولیم اروِن و پروفیسر بلومہارٹ وغیرہ اس کے متبع ہیں +

یہاں قدرتاً یہ سوال ہوگا کہ آخر یہ ہندوستانی سپیکولیٹر یا محمد کامل کون شخص ہے ـ اس سوال کا شافی جواب دینے سے ہم قاصر ہیں ـ ہم اسی قدر وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک مصنّف ہے جو کئی تالیفات کا مالک ہے اس کی ادبی کارکردگی کا زمانہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے ۱۸۹۰ء سے شروع ہوتا ہے ـ اس کی پہلی تصنیف سوانح عمری ملا دو پیازہ ہے جو کم از کم پانچ بار چھپ چکی ہے ـ اس کی دوسری تالیف زرجعفری ہے جو اسی سال یعنی ۱۸۹۰ء میں پہلی مرتبہ شایع ہوتی ہے ـ باقی تصانیف ناول کی قسم سے ہیں ـ ان میں

ناول شام نرائن اور پاربتی بہت مقبول ہوا۔ جو ۱۹۲۷ء میں بارنہم طبع ہوتا ہے
اس میں ایسی شادیوں کی برائیاں جن میں چھوٹا خاوند اور بڑی بیوی یا اس
کے برعکس بڑا خاوند اور چھوٹی بیوی ہو۔ ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں
بیان ہوئی ہیں۔ مہاراجہ پٹیالہ نے اس ناول پر مصنف کو خلعت بھی عنایت
کیا ہے +

دلفریب :۔ یہ ناول چار حصوں میں تقسیم ہے۔ جس کے ضمن میں غدر
کے حالات اور عیسائی مشنری عورتوں کی عیاریاں۔ پولیس کی لاپروائی وغیرہ
دکھائی گئی ہیں +

یوسف و جمیلہ :۔ یہ ایک اخلاقی ناول ہے۔ جس میں طالب علمی کے
زمانہ کی شادی کی خرابیاں بتلائی ہیں۔ اس ناول کو زیادہ اشاعت کا موقعہ نہیں ملا
صرف ایک مرتبہ چھپا ہے۔ ہم صرف اسی قدر تصانیف کا پتہ لگا سکے ہیں۔ ممکن ہے
کہ ان کے علاوہ اس کی اور تالیفات بھی ہوں +

ابتدا میں تصنیف و تالیف کے لئے اس نے ہندوستانی سپیکولیٹر اپنا نام
اختیار کیا تھا۔ مگر ناول شام نرائن اور پاربتی کی اطلاع ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
بعد میں محمد کامل نام اختیار کر لیا ہے چنانچہ مرقوم ہے" اکثر اصحاب کی خواہش تھی کہ "ہندوستانی
سپیکولیٹر" نام بہت سے دیسی ناموں میں اچھا نہیں لگتا اس واسطے ہم نے اسکو "محمد کامل" سے بدل دیا ہے" +

اس بیان سے ظاہر ہے کہ محمد کامل بھی اس کا اصلی نام نہیں ہے۔ اس عقدہ
کے حل کی تلاش میں میں محمد کامل کے ناشر ملک حسن الدین خلف فضل دین تاجر کتب سے
ملا مگر موصوف کے انکار کی بنا پر مجھے اپنی امید میں مایوسی ہوئی۔ ان سے اس قدر معلوم
ہوا کہ محمد کامل دہلی کے رہنے والے تھے جو یقیناً صحیح نہیں +

محمود شیرانی

سیرۃ النبی شبلی

سیرۃ النبی علامہ شبلی کی سب سے بڑی اور اہم تصنیف ہے۔ اسکی تدوین وتکمیل کے لئے جو جو انتظامات کئے، ان کا ایک مجمل سا نقشہ مکاتیب[1] میں ملے گا۔ چونکہ اس کتاب کے لکھنے سے مقصود یہ تھا۔ کہ یورپ والوں اور انگریزی دانوں کے شکوک اور خیالات کو رفع کیا جائے اسلئے مجبوراً یورپ کی زبانوں کے اکثر ذخیرۂ معلومات سے فائدہ اٹھایا۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنے شاگردوں اور دوستوں سے بہت مدد لی ؛

افسوس کہ حضرت مصنّف اس مایۂ ناز کتاب کو مکمل کرنے سے پہلے ہی انتقال پا گئے۔ کتاب کی پہلی ہی دو جلدوں کو مرتّب کرنے پائے تھے کہ جوارِ رحمت میں بلا لئے گئے۔ یہ درحقیقت حضرت رسولؐ کریم کی زندگی کے سادہ واقعات کی فہرست نہیں۔ بلکہ بقول شبلی۔ یہ آپ کے سوانح اور متعلقات کی ایک" دائرۃ المعارف النبویہ" ہے ؛

سیرۃ کی تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد اب مولانا سید سلیمان نے مرتّب کی ہے۔ کتاب کے مضامین کی وسعت اور ہمہ گیری سے جو مصنّف مرحوم کے اپنے خاکہ کی پیروی میں معلوم ہوتی ہے۔ بلاشبہ اس کتاب کے "انسائیکلوپیڈیا" ہونے کا پتہ چلتا ہے ؛

سیرۃ النبی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ ایک عاشق رسولؐ کا

---

[1] مکاتیب۔ ج ۱۔ ص ۲۱۳ ،

والہانہ اظہارِ عقیدت ہے۔ جس طرح سرسید احمد خاں نے خطبات کے لکھتے وقت اپنے اوپر "خواب وخور حرام کر رکھا تھا"۔ اسی طرح شبلی نے اس تالیف کے سلسلے میں انتہائی شوق و شغف سے کام لیا۔ اگرچہ شبلی کی پہلی تصانیف میں بھی شوق، محبت اور دلچسپی کا رنگ پایا جاتا ہے لیکن دراصل قدرت کو یہ منظور تھا کہ ان کی یہ آخری تصنیف عشقِ رسولؐ کی یادگار ثابت ہو۔

عجم کی مدح کی، عباسیوں کی داستاں لکھی ۔۔۔ مجھے چندے مقیمِ آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرۃِ پیغمبرِ خاتم ۔۔۔ خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

(شبلی)

بہرحال یہ ایک "گدائے بینوا کی شہنشاہِ کونین کے دربار میں اخلاص و عقیدت کی نذر" ہے۔ جو فرطِ عقیدت کے لہجے میں پکار پکار کر کہہ رہا ہے

ع ز چشمم آستین بردار و گوہر را تماشا کن

سیرۃِ نبوی کی تالیف کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ شبلی کے نزدیک اس کی غرض ایک تو یہ تھی کہ چونکہ نفوسِ انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح و تکمیل دنیا کی ایک مقدس خدمت ہے۔ اس لئے اس مقصد کو پورا کرنے کا "عملی طریقہ یہ ہے کہ نہ زبان سے کچھ کہا جائے۔ نہ تحریری نقوش پیش کئے جائیں۔ نہ جبر و زور سے کام لیا جائے۔ بلکہ فضایل اخلاق کا ایک پیکرِ مجسّم سامنے آجائے۔ جو خود ہمہ تن آئینۂ عمل ہو۔ جس کی ہر جنبشِ لب ہزاروں تصنیفات کا کام دے۔ اور جس کا ایک ایک اشارہ اوامرِ سلطانی بن جائے دنیا میں آج اخلاق کا جو سرمایہ ہے سب انہی نفوسِ قدسیہ کا پرتو ہے۔ دیگر اسباب صرف ایوانِ تمدّن کے نقش و نگار ہیں"۔[۱]

---

[۱] سیرۃ النبی۔ ج ۱۔ ص ۱، ۲۔

شبلیؒ کہتے ہیں۔ کہ دنیا نے آج تک جتنے" نفوس قدسیہ" پیش کئے ہیں وہ فضایل اخلاق کی کسی ایک صفت کے نمونے ہیں لیکن 'جامعیت کبریٰ' کا وصف حضرت رسولؐ کریم میں نمایاں نظر آئے گا۔ جن کے کارنامۂ زندگی کے قلمبند کرنے میں ایک طرف تو صحّت کی پوری احتیاط کی گئی اور دوسری طرف" وسعت و تفصیل کی یہ حالت ہے۔ کہ اقوال و افعال، وضع و قطع، شکل و شباہت، رفتار و گفتار، مذاقِ طبیعت، اندازِ گفتگو، طرزِ زندگی، طریقِ معاشرت، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، ہنسنے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ رہ گئی۔"[1]

سیرۃ النبیؐ کی تالیف کی یہ ایک مذہبی غرض و غایت تھی۔ لیکن جب دنیا میں" عبرت پذیری" اور" نتیجہ رسی" کی غرض سے ہر معمولی سے معمولی انسان کی لایف مفید ہو سکتی ہے۔ تو کیا ایک" فردِ کامل" کی ذات جس کی لایف میں تمام دینی و دُنیوی برکات جمع ہو گئی ہوں۔ اسی غرض کے لئے مفید نہیں ہو سکتی؟ پس اس نقطۂ خیال سے بھی یہ صرف" اسلامی اور مذہبی ضرورت نہیں بلکہ ایک علمی ضرورت ہے، ایک اخلاقی ضرورت ہے۔ ایک تمدنی ضرورت ہے۔ ایک ادبی ضرورت ہے۔ اور مختصر یہ کہ ایک مجموعۂ ضروریات دینی و دنیوی ہے۔"[2]

جہاں یہ اہم نکات و وجوہ شبلیؒ کے لئے اس کتاب کی تالیف کے محرّک ہوئے۔ وہاں اس کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ جدید تہذیب اور جدید افکار و تصورات کی موجودگی میں جبکہ نبوّت اور رسالت کے صحیح مقام سے لوگ نا آشنا ہوتے جاتے ہیں۔ اس بات کی خاص ضرورت تھی۔ کہ

---

[1] سیرۃ النبی۔ ص ۴، [2] ایضاً۔ ص ۴،

دنیا پر یہ واضح کیا جائے۔ کہ "جامعیت کبریٰ" کے اخلاق و عادات اور ان کی عام لائف کیا تھی؟ حضرت رسول کریمؐ کی لائیف مرتب کرنے کا کام بظاہر جس قدر آسان معلوم ہوتا ہے۔ اتنا آسان نہیں۔ یہ سچ ہے کہ مواد اور ذخیرۂ معلومات کافی ہے لیکن یہی چیز سرچشمۂ مشکلات ہے۔ آپؐ کی لائیف پر پرانے زمانے سے لے کر اب تک اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ کہ بقول مارگولیتھ

"The biographers of the prophet Mohammed form a long series which it is impossible to end but in which it would be honourable to find a place."

(Mohammed, preface, iii)

ان کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ پس اس وسیع اور زبردست ذخیرہ کی موجودگی میں کسی نئی کتاب پر قلم اٹھانے کے لئے کوئی خاص نیا پہلو، کوئی جدید خیال مدنظر ہونا چاہیئے۔ ورنہ واقعات کا تکرار کسی بلند مقصد کا حامل نہیں ہو سکتا۔

سطور ذیل میں ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ سیرۃ النبی کی وہ خصوصیات کیا ہیں۔ جن کی بدولت ہمارے لٹریچر میں اس کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔

سیرۃ النبی دراصل اس عام رجحان اور سطح ذہنی اور قومی مطمح نظر سے کوئی الگ شے نہیں۔ جسے اس دور میں مسلمانان عالم عموماً اور مسلمانان ہندوستان خصوصاً اختیار کر چکے تھے۔ غالباً یہاں اس تکرار کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کہ حضرت رسول کریمؐ کی یہ لائیف بھی شبلی نے اسی جذبہ سے متاثر ہو کر لکھی۔ جس سے سر سید نے خطباتِ احمدیہ پر قلم اٹھایا۔ آزادیِ مذہب

اور ضمیر وغیرہ کے مسائل نے جس طرح یورپ میں ایک ہیجان برپا کر دیا تھا۔ اور عقل اور دین میں جو معارضہ دنیا کے ہر ملک میں قایم تھا۔ اس سے شبلیؔ اور جدید خیال کے اکثر لوگ بے حد متأثر تھے ۔

بیسویں صدی کے اوائل میں اگرچہ یورپ میں اس کشمکش کا تقریبًا خاتمہ ہو چلا تھا۔ اور سائنس پرستوں نے دین پرستوں پر ایک فتح حاصل کر لی تھی۔ لیکن ہندوستان اور ممالک مشرق میں عقل پرستی کی تحریک کو بہت فروغ ہو رہا تھا۔ یہ تصوّرات جس قدر زیادہ پھیلتے جاتے تھے۔ اسی قدر دین پرست گروہ کو مذہب اور اصول مذہب کی حفاظت اور حمایت کا خیال زیادہ ہوتا جا رہا تھا۔ اب چونکہ اسلامی زاویۂ خیال سے سارے دین اور مذہب کی بنیاد اور مرکز ہی نبیؐ اور رسولؐ کی ذات تھی۔ اسلئے مذہب کی کامیاب حفاظت کا تقاضا یہی تھا کہ نبیؐ اور رسولؐ کی لایف کو دین اور مذہب کی عملی تصویر اور پیکر بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے شبلیؔ نے اپنے ان الفاظ میں اسی ضرورت کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

" لیکن جب اقرارِ نبوّت بھی جزوِ مذہب ہے۔ تو یہ بحث پیش آتی ہے کہ جو شخص حاملِ وحی اور سفیر الٰہی تھا۔ اس کے حالات اخلاق وعادات کیا تھے؟" (سیرۃ النبی ج ۱ ص ۵)

مؤرخین یورپ کی غلط بیانیاں اور غلط فہمیاں اس قدر بڑھتی جا رہی تھیں۔ کہ ان کو پڑھ کر ایک مسلمان عالم بیتاب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا ملک کا مسلمان تعلیم یافتہ گروہ جب آپؐ کی لایف کے حالات معلوم کرنا چاہتا۔ تو لامحالہ اسے انہی مورخین یورپ کی طرف رجوع کرنا پڑتا۔ کچھ اس سے متنبہ ہو کر اور کچھ یورپ کی سیاسی یورشوں سے ناراضی کے خلاف

اضطراب کے طور پر مسلمان علما و فضلا کے بیدار گروہ نے دین کے تمام امور کی عقلی توجیہ اور فلسفیانہ تعبیر کی طرف خاص توجہ کی۔ علی الخصوص حضرت رسول کریمؐ کی ذات میں ان پہلوؤں کو زیادہ نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی۔ جن کے متعلق جدید میلان ذہنی کو خاص دلچسپی تھی۔

بہرحال سیرۃ النبی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بانئے اسلام کے سوانح کو جدید رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ اور آپ کی لائف کے ان پہلوؤں کو جن پہ پادریوں اور غیر مسلم مناظرین کی طرف سے شکوک وشبہات پیدا کر دیئے گئے تھے۔ عقلی دلائل سے صاف کیا گیا ہے۔

یہ خیال کہ مکہ کے قیام تک آپ کی ذات میں پیغمبرانہ اوصاف موجود تھے۔ اس کے بعد ان میں شاہانہ عادات پیدا ہو گئی تھیں۔ اور آپ نے ایام مکہ کے طرز عمل کے بالکل برخلاف فوج بندی کی اور قریش کے ساتھ لڑائیاں لڑیں۔ شبلی کے نزدیک ایک بے بنیاد اعتراض ہے۔ کیونکہ آپ بدر سے لے کر آخری لڑائی تک اپنے بقا اور حفاظت کے لئے لڑے اور جیسا کہ حافظ ابن قیم نے لکھا ہے "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس قدر لڑائیاں کیں۔ سب دفاعی تھیں۔ صرف بدر اور خیبر اس سے مستثنےٰ ہیں۔ لیکن اگر علامہ موصوف زیادہ استقصا کرتے تو ثابت ہوتا کہ بدر اور خیبر بھی مستثنےٰ نہیں۔"[1]

ان ہی جنگوں کے ساتھ ساتھ یہ سوال بھی عموماً کیا جاتا ہے۔ کہ کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا؟ شبلی نے اس عام مغالطہ کی زبردست تردید کی ہے

---

[1] سیرۃ النبی۔ ج ۱۔ ص ۲۵۸

کیونکہ اسلام کی تاریخ میں ایک ایسے واقعہ کو "فتح مبین" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ جو دراصل بعض بظاہر کمزور شرائط پر مصالحت کی صورت میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ یہ صلح یقیناً ایک فتح تھی۔ لیکن" اجسام کی نہیں قلوب کی۔ اسلام کو اپنی اشاعت کے لئے امن درکار تھا اور وہ اس صلح سے حاصل ہو گیا"۔ بہرحال ہمارے مؤرخ کے نزدیک اسلام کی نشوونما اور ترقی صرف امن اور تبلیغ سے ہو سکتی ہے۔ اور لڑائیاں اس بلند اصول کی اشاعت کے لئے نہیں بلکہ اس اصول کی حفاظت کرنے والوں کی مدافعت کے لئے لڑی جا سکتی ہیں۔ بعض مؤرخین اسلام کو بدر کی لڑائی کے دفاعی ہونے میں شک ہے۔ لیکن شبلی بدر کو ہجرت کے بعد پیش آنے والے کئی مسلسل واقعات و اسباب کا ایک آخری نتیجہ قرار دیتے ہیں شبلی اقرار کرتے ہیں۔ کہ اس واقعہ کے متعلق بڑے بڑے ائمہ ان سے اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں اطمینان ہے۔ کہ بعض اوقات "حق اکیلا تمام دنیا پر فتح پا سکتا ہے"۔ چونکہ ہمارے مؤرخین اور ائمہ حدیث کو اسباب و نتائج کی جستجو نہیں ہوتی۔ اس لئے انہوں نے اس واقعہ کو محض ایک واقعہ کی حیثیت سے لکھ دیا۔ اور اس کا اصل سبب دریافت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اسی ایک فروگذاشت سے تمام اسلامی تاریخ کے متعلق اور خصوصاً آنحضرتؐ کے غزوات کے متعلق ایک شدید غلط فہمی پیدا ہو گئی۔ اور یہ کہنے کی گنجایش پیدا ہو گئی کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا؛

یہ اور اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ جن کی اصل حقیقت کی پردہ کشائی کی ضرورت تھی۔ محقق شبلی نے یہ فرض باحسن وجوہ انجام دیا۔ شبلی کے نزدیک آنحضرتؐ پیغمبر تھے۔ سپہ سالار نہ تھے۔ "جہاد کے معرکوں میں آپ کے

ہات میں گو تیغ و سپر اور جسم مبارک پر خود و مغفر ہوتا تھا۔ لیکن اس وقت بھی پیغمبر اور سپہ سالار کا فرق صاف نظر آتا تھا۔ عین اس وقت جبکہ معرکہ کارزار گرم ہے۔ تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ تمام میدان لالہ زار بن گیا ہے۔ ہات اور پاؤں اس طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ جس طرح موسم خزاں میں پتے جھڑتے ہیں۔ دشمن کی فوجیں سیلاب کی طرح بڑھی آ رہی ہیں۔ عین اس حالت میں آنحضرت صلعم کا دستِ دعا آسمان کی طرف بلند ہے۔ جنگ اور باہم نبرد آزما ہیں۔ اور سر مبارک سجدۂ نیاز میں ہے۔"[1] جہاد اور جنگ کو جو بظاہر ایک ظالمانہ کام ہے۔ اس قدر پاک اور منزہ کر دیا کہ وہ افضل ترین عبادت بن گئی۔ جہاد کا مقصد یہ قرار دیا۔ کہ مظلوموں کو ظلم سے بچائے۔ جابر اور ظالم کمزور آدمیوں پر دست ستم دراز نہ کرنے پائیں"۔[2]

شبلی نے جب یہ کتاب لکھی تو جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر کیا جا چکا ہے یورپ کی اکثر نامور "سیرتوں" کے مضامین سے کامل واقفیت بہم پہنچائی۔ ان کتابوں میں آنحضرتؐ پر جو جو اعتراضات نظر آئے۔ ان کے ازالہ کی کوشش کی۔ انیسویں اور بیسویں صدی کے علمی اور عقلی مسلمات کو اکثر پیشِ نظر رکھ کر، ان کے ساتھ بہت سے امور میں تطبیق دی۔ اور جہاں یورپ کے اکثر خیالات کی تردید کی گئی ہے۔ وہاں بعض خیالات کو قبول کرتے ہوئے ان کے لئے حضرت رسول کریمؐ کی لایف سے ثبوت پیش کئے۔ تعددِ ازواج۔ غلامی۔ مذہب اور سیاست کی وحدت، اشاعتِ اسلام کے طریقے۔ یہ وہ خاص مسایل ہیں۔ جن کی تشریح و توضیح کے لئے غالباً سیرۃ النبی سے بڑھ کر کوئی کتاب نہ ہوگی۔ آج بہت کم لوگ

---

[1] سیرۃ النبی ج ۱۔ ص ۵۶۰، [2] ایضاً ج ۱ ص ۵۵۷،

سرسید کے خطبات کو اس نظرِ استحسان سے دیکھتے ہیں۔ جس سے شبلی کا یہ شاہکار دیکھا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ سرسید کا ماحول کامل طور پر مغربی تھا۔ لیکن شبلی کے مآخذ اسلامی ذخائرِ فیض تھے اور بس؛

جہاں سیرۃ کا ایک مابہ الامتیاز یہ تھا۔ کہ اس کے صفحات میں ہمیں ۱۹، ۲۰ ویں صدی عیسوی کے مخصوص عقلی افکار کا زبردست اثر نظر آتا ہے وہاں اس میں یہ خصوصیت کوئی کم قابلِ ذکر نہیں۔ کہ اس کتاب میں جن اصولِ فن کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ وہ اگرچہ بہت حد تک جدید مغربی اصولِ تنقید کی روشنی میں وضع کئے گئے ہیں۔ تاہم ان کے ذریعے مسلمانوں کے فنِ سیرۃ اور تاریخ کے قدیم قوانین و قواعد کو ازسرِ نو مرتب کرتے ہوئے ان سے آنحضرتؐ کی سیرت کے سلسلے میں نہایت مفید کام لیا گیا ہے؛

الفاروق کا دیباچہ اور سیرۃ النبی کا مقدمہ نہ صرف ادبِ اُردو میں ایک نادر عنصر کا درجہ رکھتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا کسی طرح مبالغہ میں شامل نہیں۔ کہ یہ سارے اسلامی علم و ادب میں ایک انقلاب انگیز چیز ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ یہ مسائل پہلے کتابوں میں موجود نہیں تھے۔ بلکہ مقصود صرف اس قدر ہے۔ کہ ان کو غالباً پہلی دفعہ یورپ کے اصولِ تنقید کے مقابلے میں پیش کرتے ہوئے اسلامی اصول کی فوقیت ثابت کی گئی ہے؛

گذشتہ صفحات میں جس تفصیل کے ساتھ شبلی کے اصولِ تاریخ اور اصولِ سیرۃ کے متعلق لکھا جا چکا ہے۔ اس کے بعد اب کچھ اضافہ کرنا تکرارِ مضمون ہوگا۔ مختصراً یہ کہنا کافی ہوگا۔ کہ اس مقدمہ میں سیرۃ، مغازی، حدیث اور تاریخ کا فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ شبلی کے نزدیک یورپ کے مؤرخوں کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے۔ کہ وہ حدیث کو بالکل نظرانداز کر دیتے ہیں۔ حالانکہ مستند اور

معتبر ہونے کے لحاظ سے مغازی اور سیرۃ دونوں حدیث سے کمتر ہیں۔
مؤرخین اسلام نے علے الخصوص سیرۃ نگاران آنحضرتؐ نے سلسلۂ اسباب
کی تلاش و جستجو نہیں کی۔ اور واقعات کو محض اتفاقی اور غیر متعلق اور مستقل
بالذات واقعات سمجھ کر تمام سیرۃ کو غلط فہمیوں کا مرکز بنا دیا ہے ؀

اسلامی فن روایت (جس کی بلندی اور عمدگی کے سب لوگ معترف
ہیں) پر بھی اچھی طرح عمل نہیں ہوا۔ درایت اور قیاس عقلی کے اصول سے
بھی فائدہ نہیں اُٹھایا گیا ؀

یورپ میں ۱۷ویں صدی سے آنحضرتؐ کی لایف لکھنے کا رواج ہوا
لیکن ان مصنفین کا ماحول اسلام کی مخالفت میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ وہ
عرصہ تک مسموم خیالات سے آزاد نہ ہوئے۔ ۱۹ویں اور ۲۰ ویں صدی میں
تعصّب کے بادل کچھ چھٹنے لگے اور اب مطلع بہت حد تک صاف ہے۔
شبلی گبن کی بے تعصّبی کے بہت قایل ہیں۔ اور مؤرّخین یورپ میں سے
صرف انہی کو "صائب الرائے" اور "انصاف پرست" کہتے ہیں۔ جو راکھ کے
ڈھیر میں سے سونے کے ذرّات نکال لیتے ہیں۔"[1]

شبلی کہتے ہیں۔ کہ میری کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں ماخذ
کے سلسلے میں قرآن مجید کو سب پر مقدم رکھا گیا ہے۔ پھر اکثر تفصیلی واقعات
مَیں نے حدیث ہی کی کتابوں سے ڈھونڈھ کر مہیّا کئے ہیں۔ جو اہلِ سیر کی
نظر سے اوجھل رہ گئے ہیں"[2] روز مرّہ کے واقعات کے لئے ابن سعد
اور ابن ہشام اور طبری کو کافی سمجھا ہے ؀

سیرۃ النبی کے متعلق ایک فنّی سوال باقی ہے اور وہ یہ کہ شبلی کی یہ کتاب

---

[1] سیرۃ النبی - ج ۱ - ص ۸۹، [2] ایضاً ج ۱ ص ۹۵،

خالص علمی معیار سے کیا درجہ رکھتی ہیں۔ کیا اسے ہم ایک عاشق رسولؐ اُمتی کے جذباتِ عقیدت سمجھیں یا ایک منصف مزاج، صاحب فن، عالم کی غیر جانبدارانہ اور محققانہ جستجو کا مجموعہ! حقیقت میں یہ سوال اس حد تک تو بے معنی ہے۔ جہاں تک کہ اس کا تعلق حضرت رسول کریمؐ کے اُمتیوں سے ہے۔ لیکن جب دائرۂ بحث اس سے ذرا بڑھ کر آنحضرتؐ کے مدّاحوں تک پہنچ جاتا ہے۔ تو اس سوال کے جواب دینے کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔

شبلیؔ ایک مسلمان تھا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا رسول سمجھتا تھا۔ ایسے حالات میں یہ تو ظاہر ہے۔ کہ اس کے جذبات ایک عاشق رسولؐ کے جذبات ہوں گے۔ نیز اس پر بھی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ شبلیؔ جیسے ایک فنا فی الرّسول کی نظروں میں آپ کے "قامت رعنا" کے متعلق بجز اس کے کیا خیال ہو سکتا ہے کہ ؎

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

لیکن ان سب باتوں کے باوجود آپ ایک "انسان" تھے۔ اور آپ کو باوجود ملکی صفات سے متصف کئے جانے کے انسانی آب و گل سے پیدا کیا گیا تھا۔ پس ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ شبلیؔ نے آپ کی "بشریت" کا نقشہ کس استیعاب، کس دیانت، کس تفصیل و جامعیت کے ساتھ کھینچا یا کھینچنے کا ارادہ کیا؟

جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ شبلیؔ نے بخلاف گذشتہ سیرۃ نگاروں کے آپ کو ایک ایسی شخصیت تصوّر نہیں کیا۔ جس میں بشریت سے کمبریا

الوہیت کے نشان پائے جاتے ہوں۔ آنحضرت صلعم ایک بشر تھے۔ اور یہی ان کے کمالات کا عروج ہے۔ آپ کی سیرۃ کے ارد گرد جو مافوق العادہ باتیں اور خلافِ عقل روائیتیں بعض خوش عقیدہ سیرۃ نگاروں نے جمع کر دی تھیں۔ شبلی نے آپ کی ذات کو ان سے یکسر پاک کر دیا ہے اگرچہ مصنّف کو اس کے ختم کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ تاہم اس کے رجحان کا اندازہ کتاب کے متن سے ہو سکتا ہے۔ غرض شبلی نے آنحضرتؐ کو ایک "بشر" نبی، ایک معقول نبی لیکن ایک خدا پرست اور روحانیت کے اندر ڈوبا ہوا نبی ثابت کیا ہے۔

جہاں تک ازواج مطہرات کا تعلق ہے۔ شبلی نے ان کی سیرۃ میں ان انسانی کمزوریوں کا پتہ چلایا ہے۔ جو ایک انسان میں بتقاضائے انسانی ہو سکتی ہیں۔ انہوں نے ازواج رسولؐ کی باہمی رشک و رقابت کے واقعات جہاں تک معلوم ہو سکے پوشیدہ نہیں رکھے۔

سیرۃ النبی کی امتیازی خصوصیات

بہر حال سیرۃ النبی ایک غیر معمولی تصنیف ہے اس کے امتیاز کے وجوہ یہ ہیں۔ کہ (۱) یہ زبردست تنقیدی اصولوں کے ماتحت لکھی گئی ہے۔ (۲) اس میں جدید میٹریل سے (جو دنیا کی اہم زبانوں میں موجود تھا) فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ (۳) اس کا رنگ محض الزامی اور مدافعانہ نہیں۔ (۴) اس میں مصنّف نے اپنی دیگر تصنیفات کے برعکس ذاتی رجحانات شامل نہیں کئے۔ نہ ذاتی حواشی کو داخل کیا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ اپنے لئے تاریخی سند رکھتا ہے۔

کتاب اتنی خشک نہیں۔ جیسی کہ توقع رکھی جا سکتی تھی۔ پھر بھی

بعض اوقات حوالہ جات کی بھرمار کی وجہ سے عام پڑھنے والوں کے لئے ذرا گراں ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات طرزِ بیان اس درجہ مدلّل اور منطقیانہ ہو جاتا ہے گویا مصنّف "عدالت کا فیصلہ لکھ رہا ہے"۔

ایک کمی یہ بھی ہے۔ کہ اُردو داں طبقہ (اور انگریزی داں طبقہ) کی خاطر ہجری سن کے ساتھ عیسوی سال نہیں لکھا گیا ؛

خلاصۂ کلام یہ ہے۔ کہ شبلیؔ کی والہانہ عقیدت اور شوق بے تاب نے سیرۃ النبی کو اپنی مصنّفانہ آرزوٗں اور تمنّاؤں کا آخری مرکز بنایا اس کا احاطۂ بیان اتنا وسیع تھا۔ کہ مرحوم کے انتقال کے بعد کتاب ۵ جلدوں تک پہنچ چکی ہے۔ اور ابھی اس کے کئی مضامین باقی ہیں۔ ہمارے خیال میں اب یہ سیرۃ سوانح عمری سے نکل کر اسلام کی حقیقت اور صداقت کے موضوع تک چلی گئی ہے۔ جو نہیں کہا جا سکتا۔ کہاں تک 'سوانح عمری' کی جدید تعریف میں آسکتی ہے ؛

شبلیؔ کا سٹائل

شبلیؔ کے سٹائل کی خصوصیتوں کا ذکر دوسری کتابوں میں بہ تفصیل موجود ہے[1]۔ یہاں ہم صرف 'ظہورِ قدسی' کی بے مثال فصاحت اور جوشِ بیان اور وجد آور صمیمیت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اُردو زبان میں اتنا پُر زور اور پُر خلوص خطبہ شاید اب تک نہیں لکھا گیا۔ اس خطبہ سے شبلیؔ کی معقول پرستی کا راز بھی آشکارا ہو جاتا ہے۔ "ارباب سیر[2] اپنے مخصوص پیرایہ بیان میں

---

[1] شبلی کے سٹایل کے لئے دیکھو تنقیدات از محی الدین قادری، اردو کے اسالیب بیان از محی الدین قادری شبلی از سعید انصاری۔ افادات مہدی مرتبہ مہدی بیگم، سیر المصنفین از تنہا، تاریخ ادب اردو از رام بابو سکسینہ

[2] سیرۃ النبی۔ ج ۱۔ ص ۱۵۹،

لکھتے ہیں۔ کہ آج کی رات ایوان کسرے کے ۱۴ کنگرے گر گئے۔ آتشکدۂ فارس بجھ گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسرے نہیں۔ بلکہ شان عجم شوکت روم، اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتشکدۂ کفر، آذرکدۂ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنمخانوں میں خاک اڑنے لگی۔ بت کدے خاک میں مل گئے شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کرکے جھڑ گئے "

سید محمد عبداللہ

لاہور کی ایک مسجد سے اکبر کے عہد کے چند کتبات

اس سے پیشتر میں نے ایک مضمون انجمن حمایت اسلام لاہور کے ہفتہ وار اخبار "حمایت اسلام" کے عید نمبر میں بہ عنوان "مآثر لاہور" لکھا تھا جس میں میں نے لاہور کی قدیم مساجد کے کتبات کو جمع کر کے شایع کیا تھا۔ یہ کتبے بیشتر جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب کے عہد سے تعلق رکھتے تھے، ان بادشاہوں کے نام ان میں مذکور ہیں ؂

اسی تحقیقات کے سلسلے میں میری توجہ عہد اکبری کے دو تین کتبوں کی طرف منعطف ہوئی جو بھاٹی دروازے کے اندر ایک مسجد میں "جو اونچی مسجد" کے نام سے معروف ہے پائے گئے۔ ان کتبوں کی عبارات مسجد کی پچھلی دیوار میں سفیدی اور چونے کی تہ میں دبی ہوئی تھیں اور صاف طور سے پڑھی نہیں جاتی تھیں، لیکن ان کو دیکھنے سے اتنا اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا خط قدیم ہے، اس سے مجھے مزید دلچسپی ہوئی۔ چنانچہ میں نے امام مسجد کی اجازت سے عبارات کے حروف کو صاف کرنا شروع کیا۔ اور تھوڑا تھوڑا کر کے چند روز میں پورے کتبے کو صاف کر دیا۔ جس سے عبارت ذیل برآمد ہوئی :-

۱۔ قد بنی ھذا المسجد فی ایّام خلافۃ سند الخواقین

سیّد الخوانین مربیّ العالمین سیّما

۲۔ العاملین مروّج الشریعۃ الغرّاء مزیّن الملّۃ الحنیفیۃ البیضاء

۳۔ الذی یجاھد ویغازی فی سبیل اللہ ابوالفتح جلال الدین

محمد اکبر بادشاہ غازی خلد ملکہ،

مسجد کی درمیانی محراب پر جو کتبہ تھا۔ اس کو بھی میں نے اسی طرح صاف کیا، اس میں آیات ذیل عمدہ خط نسخ میں لکھی ہوئی ہیں:۔

"وقال اللہ سبحانہ تعالیٰ شانہ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسیٰ اولئك ان یکونوا من المھتدین"

شمالی محراب کے کتبے میں آیت ذیل مسطور ہے:۔

قال اللہ جل شانہ عزّ برھانہ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قانتین،

ان کتبوں کا خط عمدہ نسخ ہے۔ جو اکبر کے ابتدائی عہد کا نمونہ ہے، اس سے ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ مسجد کی تاریخ بنا ۹۷۰ھ۔ ۹۸۰ھ ہے؛

اس مسجد کے متعلق سیّد محمد لطیف اپنی تاریخ لاہور ص۲۲۷ میں لکھتے ہیں۔ کہ وہ لکڑ ہارا بازار میں واقع ہے۔ اور ایک اونچے چبوترے پر ہے، اس کی بلندی کی وجہ سے اس کو "اونچی مسجد" کہتے ہیں۔ اس کی بنا اکبر کے کسی سقّے کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اس کی مرکزی محراب پر جو حال ہی کی تعمیر ہے۔ ایک طغرائی کتبہ ہے جس میں اکبر کا نام ہے۔ لالہ کنھیا لال نے تاریخ لاہور میں لکھا ہے کہ یہ مسجد عالمگیر کے زمانے کی ہے (ص۱۴۷)، سید محمد لطیف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا دروازہ ۱۲۹۹ھ کا تعمیر شدہ ہے

کیونکہ اس پر تاریخ تعمیر ذیل کے شعر میں لکھی ہے :-

چو شد تعمیر معمار خرد گفت — کہ "این باب بہشت جاودان است"
۱۲۶۹

یہ واضح رہے ۔ کہ مسجد کی موجودہ تعمیر عہد اورنگ زیب سے بھی بہت بعد کی ہے ۔ ہمارا خیال ہے ۔ کہ پہلے یہاں کوئی مسجد عہد اکبری میں تعمیر ہوئی ہوگی جو کسی وجہ سے گر گئی اور اسی جگہ پر دوبارہ نئی بنائی گئی ۔ مسجد کا سطحی نقشہ یقیناً قدیم معلوم ہوتا ہے ۔ مذکورہ بالا کتبات اسی قدیم عمارت کے ہوں گے ۔ جو نئی عمارت کی پچھلی دیوار میں نصب کر دیئے گئے ہیں *

عبداللہ چغتائی

اطلاع

حاضریوں کی کمی کی معافی کے قواعد

جن طلبہ کی حاضریاں امتحان میں بھیجے جانے کے وقت کم نکلتی ہیں اور وہ اس بنا پر امتحان میں جانے سے روک دیے جاتے ہیں۔ ان کی معافی کے متعلق پنجاب یونیورسٹی نے بعض قواعد مقرر کیے ہوئے ہیں (ملاحظہ ہو پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر بابت ۳۹-۱۹۳۸ ص ۶۳۰) اب یونیورسٹی نے ایک نئے سرکلر کے ذریعے دوبارہ اس امر کی تاکید کی ہے۔ کہ حاضریوں کی کمی کی معافی کے لئے جو درخواستیں پیش ہوں۔ ان کے سلسلے میں قاعدہ نمبر ۷، ۸ کی بیش از پیش پابندی کی جائے۔ (قاعدہ ۷ کا حاصل یہ ہے کہ معقول عذر کے بغیر حاضری کی کوئی کمی قابل معافی تصور نہ ہوگی۔ قاعدہ ۸ یہ ہے کہ معمولی حالات میں ۵ سے زیادہ لکچروں کی کمی فی مضمون معاف ہوگی) اسی ضمن میں یونیورسٹی نے قاعدہ نمبر ۱۰ پر بھی سختی سے عمل درآمد کرنے کی تاکید کی ہے۔ قاعدہ نمبر ۱۰ میں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ "درخواستوں پر اس وقت تک مطلق کوئی غور نہیں ہوگا جب تک کہ پرنسپل کے نام چھٹی کی درخواست کے ہمراہ کسی ایسے ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ نہ ہو۔ جو کم از کم اسسٹنٹ سرجن کا درجہ رکھتا ہو۔" اس تاکید کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ بعض اوقات درخواست کنندگان کی جانب سے ایسے طبی سرٹیفکیٹ پیش کیے جاتے ہیں۔ جو بہت بعد کی تاریخ کے ہوتے ہیں + بنا بریں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ، چھٹی کی درخواست کے ہمراہ پیش کیا جائے اور لیکچروں کی کمی کی معافی کی درخواست کے ساتھ ایسے سارے سرٹیفکیٹ منسلک ہوں:۔

تمام طلبہ کو اس اعلان کے ذریعے مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ مندرجہ بالا قواعد کا خاص خیال رکھیں۔ نیز اساتذہ سے بھی التماس ہے۔ کہ وہ لیکچروں کی کمی کی معافی کے لئے درخواستوں کو بھجوانے سے پہلے ان قواعد کا پورا پورا لحاظ رکھیں +

پرنسپل اورینٹل کالج لاہور

اورینٹل کالج میگزین (حصہ اردو)

اس علمی ادبی اور تاریخی سہ ماہی رسالہ کا سالانہ چندہ ۱۲عہ/ ہے - اس رسالہ کا ضمیمہ پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کی طرف سے شایع ہوتا ہے اسکا سالانہ چندہ ۶عہ ہے یہ رسالہ ۱۹۲۵ء سے شایع ہو رہا ہے' سابقہ نمبر تھوڑی سی تعداد میں باقی ہیں (بجز اگست ۲۷ و ۱۹۳۱ء کے دو رسالوں کے کہ وہ ختم ہو چکے ہیں) قیمت فی نمبر عہ۱

ذیل کے مقالات اور کتابیں جو اس رسالہ میں شایع ہوئیں' الگ بھی مل سکتی ہیں :-

(۱) ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین جلد اول نمبر ا سلسلہ نمبر ا
غزلیات حضرت امام العالم و غوث الاعظم امیر سید محمد الملقب بہ نوربخش قیمت ۴

(۲) سفرنامۂ چین ۱۴۱۹ء تا ۱۴۲۲ء یعنی مضمون و محصل روزنامچہ خواجہ غیاث الدین (نقاش) ایلچی بایسنغر میرزا ابن شاہرخ میرزا ابن امیر تیمور گورگان کہ حافظ ابرو در زبدۃ التواریخ درج نمودہ - قیمت ۸

(۳) فہارس لسان العرب حصہ اول (اسماء شعراء جن کے اشعار لسان العرب میں درج ہیں) از پروفیسر عبدالقیوم ایم - اے - مجلد قیمت ۵

(۴) شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد - از آغا محمد باقر ایم - اے / بی - ٹی ، قیمت ۱

(۵) فہارس لسان العرب حصہ دوم (فہرست قوافی) از مولوی عبدالقیوم - ایم اے - ۱۳۶ صفحے چھپ چکے ہیں - باقی زیر طبع ہیں

(۶) مطلع السعدین از کمال الدین سمرقندی - مرتبہ پروفیسر محمد شفیع ایم اے پرنسپل اورینٹل کالج لاہور - ۲۴ صفحے چھپ چکے ہیں - باقی کتاب زیر طبع ہے

درخواستیں پرنسپل اورینٹل کالج میگزین لاہور کے نام آنی چاہئیں ٭

تبصرہ و تنقید

جواہر سخن حصّۂ چہارم

مرتبہ مولوی محمد مبین کیفی - چریا کوٹی -

[صفحات ۲۲۷ شایع کردہ ہندوستانی اکیڈیمی قیمت مجلد دو روپیہ آٹھ آنے غیر مجلد صرف دو روپے]

یہ جواہر سخن کی چوتھی جلد ہے - اس پر ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی - ایم، اے پی - ایچ - ڈی - صدر شعبۂ عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی نے نظر ثانی فرمائی ہے - اس جلد میں ۲۵ شاعروں کے کلام کا انتخاب ہے - جن کا تعلق لکھنؤ سکول سے ہے - اس حصّہ میں مرثیہ گو شعرا (مثلاً میر ضمیر، میر خلیق، میر انیس وغیرہ) کے انتخابات نمایاں نظر آتے ہیں - شعرا کے حالات کے بیان کرنے کا وہی انداز ہے - جو پہلی تین جلدوں میں مد نظر رکھا گیا ہے ؂

کتاب بلحاظ انتخاب کلام قابلِ قدر ہے - اور اُردو شاعری کے جامع مطالعہ کے سلسلے میں بہت مفید ہے ؂

سید محمد عبداللہ

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
جرِبّانةٌ	الجلامِدُ	طویل	۱	۲۵۴ ر=
(او جلبّانةٌ)				۲۶۲ء)
تـری	فارِدُ	″	۱	۳۱۶
وفی	والِدُ	″	۱	۳۸۶
وإن	سائِدُ	″	۲	۱۱۷
وصاحَ	المُعاهِدُ	″	۳	۳۵۳
فکیفَ	بَاجِدُ	″	۴	۴۳
أتانی	بَارِدُ	″	۴	۵۳
فلمّا	الاَجالِدُ	″	۴	۹۹
وشقّوا	مُحاتِدُ	″	۴	۱۱۵
أسوُدُ	حَوارِدُ	″	۴	۱۲۲
توقّ	المَراشِدُ	″	۴	۱۵۶
ذکرتُ	المُتَطارِدُ	″	۴	۲۵۷
أخو	المطاوِدُ	″	۴	۲۵۹
یُصعّدن	عارِدُ	″	۴	۲۷۹ ر=
				۱۶: ۴۵)
لقد	المواعِدُ	″	۴	۳۳۱
فظلّ	القصائِدُ	″	۴	۳۵۷
تنزّلَ	المَوارِدُ	″	۴	۳۷۳
اذا	نَاجِدُ	″	۴	۴۲۸ ر=

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
				۱۷: ۳۳۴ء)
رَعَی	وَاعِلُ	طویل	۴	۴۷۹ ر=
				۱۰: ۱۹۵ء)
وما	وَارِدُ	″	۵	۱۷۴
إزاءُ	قاعِدُ	″	۶	۳ ر=
				۱۸: ۳۴ء)
وغرّرہ	رَافِدُ	″	۶	۳۲۲
قلیلة	بَارِدُ	″	۷	۳۷ ر=
				۴: ۵۱ء)
اذا	الفَراقِدُ	″	۷	۱۵۶
وما	صَائِدُ	″	۷	۲۵۷
فإن	قاعِدُ	″	۸	۳۵۹ ر=
				۲۰: ۲۷۱ء)
یتابع	قاصِدُ	″	۹	۱۱۴
سقیٰ	الاَوابِدُ	″	۱۰	۲۲۸
فجاءَ	المَقاعِدُ	″	۱۰	۴۲۵ ر=
				۲۰: ۲۵۶ء)
وإنّی	صَواخِدُ	″	۱۱	۱۴۹
فمدّ	مُلاکِدُ	″	۱۱	۱۵۵
یُعالِجُ	حَاصِدُ	″	۱۱	۱۵۶

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
كُفِيتُ	سَاجِدُ	طويل	١١	٣٥٤
كأنَّ	المَوارِدُ	״	١١	٣٧٨
لـه	السَّواعِدُ	״	١٢	٢٩٤
اذا	الأَباعِدُ	״	١٢	٣٥٢
تَفَرَّقتُم	وَاحِدُ	״	١٢	٣٨٨
اذا	المَوارِدُ	״	١٣	١٥٤
لَعَمرِي	خالِدُ	״	١٤	١٥٧
بَراهُنَّ	عَوائِدُ	״	١٥	٣٢٣
تقامَتُ	الخرائِدُ	״	١٦	٧٩
وجاءَتُ	الرَّواعِدُ	״	١٧	١٢٠
عَفَتُ	هَامِدُ	״	١٧	١٦٧
تَرَدَّيتُ	الرَّوَاعِدُ	״	١٧	٤٢٧
تَدَلَّى	هَامِدُ	״	١٨	٢٩١
أَنابَ	رَاصِدُ	״	١٨	٣١٧
فذاك	مُتَباعِدُ	״	١٩	٧٤
وحالَ	ماجِدُ	״	١٩	١١٢ (= ٢٦٤،)
تَنطَّقنَ	القَلائِدُ	״	١٩	٣٧٧
للولا	والِدُ	״	٢٠	٣٦١
فَمُنذُ نَعُمْ	فأُسَاوِدُهُ	״	٢	١٤٠

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
الا	عائِدُهُ	طويل	٢	١٤٣
تَقُولُ	وافِدُهُ	״	٢	٤٥٥
تَأَبَّدَ	فَسَوَاعِدُهُ	״	٣	١٢٠١ (= ٤:١٩٩،)
ومُستَجمِع	سَوَاعِدُهُ	״	٩	٤١١
تَرَى	مَا رِدُهُ	״	١٠	١٣٤
نَفَدُ فَدُ	فَفَلافِدُهُ	״	١١	١٠٥
بِلادُ	بِـلادُ	״	٧	٣٠٨
تَقُولُ	وِسَادُهَا	״	٤	١٧٠
إلَى	فَيَصَادُهَا	״	٤	٢٤٩
وَيَفهَم	سَوَادُهَا	״	١٣	١٧٢
يَجُوزُ	تُرِيدُ	״	٢	١٤٥
وكَيفَ	بَبِيدُ	״	٣	١٧٨
عَشِيَّةَ	بَعِيدُ	״	٤	٥٧
فَـلا	جُرودُ	״	٤	٨٧
يُباشِرنَ	مُفِيدُ (راو مَفقُود)	״	٤	١١٣ (= ٣٣٨، ٣٣٩،)
مِنْ	مُخَرِيدُ	״	٤	١٤١
أَلَم	صَلُودُ	״	٤	٢٢٤ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				١٠: ٢٦٠)،
وإنْ	وُفُودُ	طويل	٤	٣٠٨
أَعَاذِلَ	فَدِيدُ	"	٤	٣٢٦ (=
	(راوِوَبِيدُ)			٤٥٥،
				١٦: ٨٣)،
أَتَتك	تَذُودُ	"	٥	٢٢
أَلا	يَزِيدُ	"	٥	١٣٧
دِيارٌ	شَدِيدُ	"	٦	٧١
أَذُورُ	رُكُودُ	"	٦	٣٧٦
أَقَلَّ	هُجُودُ	"	٧	٣٠٦
مَتى	جَلِيدُ	"	٩	٣١٩
أَرَدتُ	شُهُودُ	"	١٣	٣٥٥
وما	جُدُودُ	"	١٣	٣٦٥
وأُعرِض	وبِيدُ	"	١٤	١٤٠
تَمَشّى	عُقُودُ	"	١٤	٢٢٤
عَشِيَّة	خُدُودُ	"	١٤	٢٦٩
فأَصبَحنَ	وَلِيدُ	"	١٥	١٥٩
وكانَ	رُقُودُ	"	١٥	٢٤١
ودَجَّ	يَزِيدُ	"	١٦	١٧٧
تَناءَنْ	كُنُودُ	"	١٦	٢١٩ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				٢٢٤،
				٢٢٥)،
وماذا	صُدُودُ	طويل	١٩	١٧
وإنّا	فَنَعُودُ	"	١٩	١٧٤
فلَمّا	قُعُودُ	"	١٩	٣٤٤
فَدُومِي	عُهُودُ	"	٢٠	١٣٤
بِعَيساء	نُهُودُ	"	٢٠	٢٩٢
اذاما	عَبِيدُها	"	١	١١٣ (=
				٤: ٢٩٨،
				٧: ٤٣٠)،
لَقَد	جِيدُها	"	١	٢٣٤ (=
				٨: ٧٧،
				١٥: ٤١٨)،
وما	أُرِيدُها	"	٢	١٥ (=
				٦: ٣٨٢،
				٣٨٥)،
أَلَم	صَعِيدُها	"	٢	٣٩٤
وصَهباء	عَدِيدُها	"	٣	٢٠٢
لِأُدْماء	عَدِيدُها	"	٣	٢٠٢
فَقَرَّبتُ	صَعُودُها	"	٣	٣٧٧

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فلما	وريدها	طويل	٣	٤٢٧[1]
وقد	ريدها	״	٤	١٣٩ (= ١٤٩، ١٧٤)
فدتك	بريدها	״	٤	٥٣
فجاءت	شهودها	״	٤	٢٢٩
تقلقل	يريبها	״	٤	٢٣٣
فللترك	تهيدها	״	٤	٣٠٦
أرى	فرودها	״	٤	٣٣٠ (= ٥: ٢٧٦)
ولا	قصيدها	״	٤	٣٥٦
لمرتجة	قيودها	״	٤	٣٧٥
فلو	هدودها	״	٤	٤٤٣
تبرات	وليدها	״	٤	٤٨٤
فلما	وريدها	״	٥	٣٢٢ (= ٣٩٠، ٨: ٢٢)
فأصبح	قديدها	״	٦	٦٨
تبيت	حديدها	״	٦	٩٦
كذاك	يذودها	״	٦	٢٩٦
نحن	لبودها	طويل	٦	٤٥٣
تنزعت	جلودها	״	٨	٣٧١
فما	أذودها	״	٩	٣٧
فلما	يعيدها	״	٩	٣٣٩
ولو	عودها	״	١٤	٣٤٨
وخبرت	أعودها	״	١٥	٢٠٨
هم	لبودها	״	١٥	٣٦١
فباتت	جمودها	״	١٦	٤٦ (= ٤٧)
تبيت	قعودها	״	١٨	١٨٢ (= ١٨٣ ص)
لعمرك	أريدها	״	١٨	٧
قد	وهودها	״	١٨	٢٠ (= ٢: ١٦٠)
كفى	عودها	״	١٨	١٤٥
فلما	يرودها	״	١٨	٢٠٨
كمروحة	عودها	״	١٩	٨٣
بدات	مفيدها	״	١٩	٩٠
وامثل	جلودها	״	١٩	١٣٥ (= ٧: ٣٣٨)

[1] انظر ايضا (٣: ٤٢٧)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وَلَوْ	بِالعَرْدِ	طويل	٨	٧٥
أَغَصَّتْ	الجُرْدِ	"	٨	٣٢٨
ونَحْنُ	عَقْدِ	"	١٠	١٢٢ (= ١٦: ١٠٩)
لأَحْسِنُ	الجُرْدِ	"	١٢	٢٤٢
فَكُنْتَ	جَلْدِ	"	١٢	٢٤٦
تُرَجِّي	عَمْدِ	"	١٢	٣٥٦ (= ١٥: ٧٢)
وجاءَتْ	حِقْدِ	"	١٣	٧
نُفَاثَةَ	عَبْدِ	"	١٣	٥٦
بِحَمْدِ (او بِفَضْلِ)	الجُنْدِ	"	١٣	١٢٠ (= ١٦٢)
أَأَبْنَتُرُهُ (او أَيُوعِدُنِي)	هِنْدِ	"	١٤	٣٠٠
وقَدْ	الوَعْدِ	"	١٥	٢٢٣
رَعَتْ	الجَعْدِ	"	١٥	٢٧٣ (= ١٦: ٨١)
ومِنْ	الكَرْدِ	"	١٥	٢٩٢
سَتَأْتِيكَ	الكُبْدِ	"	١٦	٢١
أَتَنْتُ	وَعْدِي	"	١٦	١٤٤ (= ١٧: ٣٣٣)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
كأُمّ	سَعْدِ	طويل	١٦	٢٦٠
كأَنِّي	وَحْدِي	"	١٧	٨٩
وساقَ	فَهْدِ	"	١٨	٣٩
فما	العَدِّ	"	١٨	١٢١
يقولُ	أُبْدِي	"	١٨	١٩٣
أيا ابْنَةَ	الوَرْدِ	"	١٩	١٤
بَلَى	الثَّمْدِ	"	٢٠	٨٠
اذاما	وُدِّي	"	٢٠	٢٩٦
فقام	هِنْدِ	"	٢٠	٣١٨ (= ٣٥٦)
ولا	المُتَهَدِّدِ	"	١	٥٦ (= ٤: ٤٧٩، ١٨: ٢٤٥)
أَمُونٍ	بُرْجُدِ	"	١	١٦٨ (= ١٦: ١٥٣)
يَشُقُّ	باليَدِ	"	١	٢٨٦ (= ١٤: ٥١)
وكَرِّي	المُتَوَرِّدِ	"	١	٣٢٤ (= ١١: ١١٤)

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
وما	مَوْرِدِ	طویل	۲	۱۳ (= ۳: ۱۷۲،)
صُهابيّةُ	اليَدِ	〃	۲	۱۹
ضَوارِبَ	المُتَوَقِّدِ	〃	۲	۳۹
وإنْ	تَصْطَدِ	〃	۲	۱۰۶
وأصْفرَ	مُجْمَدِ	〃	۲	۱۱۴ (= ۳: ۳۵۴، ۴: ۱۰۴، ۵: ۲۹۸، ۷: ۴۲۳،)
كأنّ	قَرْدَدِ	〃	۲	۱۲۰ (= ۴: ۴۷۲، ۱۸: ۲۷۱،)
وقالوا	يُسَدَّدِ	〃	۲	۱۳۳
فإنْ	بِمَعْبَدِ	〃	۲	۱۴۱ (= ۱۱: ۲۷۶،)
رَفَوْني	مُجَدَّدِ	〃	۲	۱۶۴
رَحِيبُ	المُتَجَرَّدِ	〃	۲	۱۷۵
وجارِيَةٍ	تُشَدَّدِ	〃	۲	۲۲۶ (= ۸: ۱۱۱، راو وحازِيَةٍ (راو تُسَدَّدِ)

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
				۱۸: ۱۹۰،)
تَماثيلَ	مُتَخَدَّدِ	طویل	۲	۲۷۷
تَرِيعُ	مُلْبِدِ	〃	۲	۲۸۹
ويأتِيكَ	مَوْعِدِ	〃	۲	۳۱۲
وأعْلَمَ	تَزْدَدِ	〃	۲	۳۳۳
وطَيٍّ	مُنَضَّدُ	〃	۲	۳۳۴
وغادَرَةٍ	عَمَرَّدِ	〃	۲	۳۷۲
أرَثَّ	مَوْعِدِي	〃	۲	۴۵۶
آثَرْتُ	المُتَجَرَّدِ	〃	۳	۹۷
لها	مُتَشَدِّدِ	〃	۳	۹۸
ثَلاثاً	المُقَرَّدِ	〃	۳	۳۱۶
دَعاها	مُزْبِدِ	〃	۳	۳۴۱
كأنّ	بِمُسْرَدِ	〃	۳	۳۵۸ (= ۱۰: ۳۹۶،)
وآلَيْتُ	مُهَنَّدِ	〃	۳	۴۰۷
أعاذِلَ	يَسْعَدِ	〃	۳	۴۰۸
هَداني	المُقَصَّدِ	〃	۴	۱۹
وأحْمَقَ	مُبَرَّدِ	〃	۴	۱۲۴ (= ۳۲،)
تَقُولُ	بِمُؤيَّدِ	〃	۴	۱۴۲ (=

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
				۵:۱۵۷،)
مُناقِلَةً	مِبْعَدِ	طویل	۴	۵۸
اذا ما	مُنْشِدِ	"	۴	۶۵ (=
				۴۳۳،)
سَأكسِبُ	التُّبَلَّدُ	"	۴	۶۵
ولِلدّارِ	المُتَبَلِّدِ	"	۴	۶۵
وبَيضاء	مُجْعِدِ	"	۴	۷۶ (=
	راو مُجحِدِ			۷:۳۱۸،)
أقولُ	مُجَلَّدِ	"	۴	۹۷
اذاما	بِمُجْلَدِ	"	۴	۹۸
وأذْرَتْ	أُحْرُدِ	"	۴	۱۲۳
بَناها	بِمُحْفَدِ	"	۴	۱۳۱
[illegible]	مُحْفَدِ	"	۴	۱۳۲
تـقى	بِمُحَفَّدِ	"	۴	۱۳۲
إليكَ	المُحَمَّدِ	"	۴	۱۳۵
ولـم	تَخَرَّدِ	"	۴	۱۴۰
كأنْ	يُخَضَّدِ	"	۴	۱۴۲
سَيَأتيكم	مِذْوَدِي	"	۴	۱۴۷
لِسانى	مِذْوَدِي	"	۴	۱۴۷
اذا	تَتَزَيَّدِ	"	۴	۱۷۹ (=

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
	راو تَتَزَيَّدِ			۱۸۲،)
وللبَخَلةُ	يُزَهَّدِ	طویل	۴	۱۸۱
بانّا	مُسَبَّدِ	"	۴	۱۸۵
لَظَلَّ	مُسَبَّدِ	"	۴	۱۸۶
سواء	سَبِيدِ	"	۴	۲۱۶
أرى	المُتَشَدِّدِ	"	۴	۲۱۹ (=
				۸:۲۱۶،
				۱۵:۳۲۹،)
اذا	تَشَدَّدِ	"	۴	۲۲۲ (=
				۱۱:۱۱۸،)
فلا	فاشْهَدِ	"	۴	۲۳۰
فلا	ضَرْغَدِ	"	۴	۲۵۲
إلى	المُعَبَّدِ	"	۴	۲۶۴
أرى	غَدِ	"	۴	۲۷۷
وإنّي	مُعَرَّدِ	"	۴	۲۸۰
فجالَتْ	مُعَضَّدِ	"	۴	۲۸۴
فقال	مُتَعَبَّدِ	"	۴	۳۱۶
وقد	المُتَغَلِّدِ	"	۴	۳۲۲
يَظَلُّ	مِفْأَدِي	"	۴	۳۲۴
تَرى	وفَدْفَدِ	"	۴	۳۲۷

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
طحوران	فَرْقَدِ	طويل	۴	۳۳١ (=
				٦:١٦۸)
مَتى	بِقَرْدَدِ	"	۴	۳۵٠
اذا	المُقَصَّدِ	"	۴	۳۵۵
دَعانِي	بِقُعْدُدِ	"	۴	۳٦۳
لَدَى	بِمِقْلَدِ	"	۴	۳٦۷
وللشَّيخ	مَنْدَدِ	"	۴	۴۳٠
فَحَيّاكَ	هُجَّدِ	"	۴	۴۴۳
سِوَى	مُنَهَّدِ	"	۴	۴۵١
وخُود	المُهَوَّدِ	"	۴	۴۵٢ (=
				۴٦۷،
				١١:١۳)
وزُفَّتْ	مُفَصَّدِ	"	۵	۵۳
كَأَنَّ	مُؤَبَّدِ	"	۵	۸۳
وقَدْ	المُتَوَرِّدِ	"	۵	١١۳
وسامِعَتَينِ	مُحَدَّدِ	"	۵	١٩٢
وتَقْصِيرِ	المُمَدَّدِ	"	۵	۳١۵
وتُخْرِجُ	مُهَنَّدِ	"	۵	۳٦۸ (=
				۳٩٢،
				٦:١۵۴،

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				١٢:٦۴،
تَرَبَّعَتِ	أُغْيَدِ	طويل	٦	٢۴
لخنساءَ	فَرْقَدِ	"	٦	۳۳
وإنّي	الغَدِ	"	٦	٩٢
وقُلْتُ	تَخَرَّدِ	"	٦	١٢١
رَأَيْتُ	المُمَدَّدِ	"	٦	۳٠۸
وما	عَجْرَدِ	"	٦	۳٦٠
كقَنْطَرةِ	بِقَرْمَدِ	"	٦	۴۳١
تُبارِي	مُعَبَّدِ	"	۷	۳٦
لَهَا	مِبْرَدِ	"	۷	١٦۳
فَقُلْتُ	مَعْبَدِ	"	۷	١٩۴
ومَوْؤُدَةٍ	تُوَسَّدِ	"	۷	٢۵٢ (=
				١۴:۳٠۴)
أَنَا	المُتَوَقِّدِ	"	۸	١۸۴
فجئت	المُمَدَّدِ	"	۸	٢۵۴ (=
				۳١۸،
				١٢:٦١،
				١٩:٢٠۸)
أتَنْسَيْنَ	فَتَهْمَدِ		٩	۸
وتَنْقُصُ	مَرْصَدِ		٩	١٠۸ (=

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
				۴: ۲۲۲)
				۱۰: ۱۰۸)
وغادة	عمرّدِ	طویل	۱۴	۱۲۹
فمرّت	یلندَدِ	"	۱۴	۲۲۷ (=
				۲۰: ۹۹)
خلیلیّ	المقیّدِ	"	۱۵	۴۳
اذا	الغدِ	"	۱۵	۶۶
أرنّت	منضّدِ	"	۱۵	۸۴
تری	الممدّدِ	"	۱۵	۱۳۹
نجاءٌ	مذوّدِ	"	۱۵	۱۷۴
لعمری	بسومدِ	"	۱۵	۳۳۸
اذا	معبدِ	"	۱۵	۴۰۵
سقته	باثمدِ	"	۱۵	۴۱۳ (=
				۱۸: ۶۷)
				۲۰: ۳۲۶)
وُلدتُ	المتوقّدِ	"	۱۶	۴۶
وکلّ	غدِ	"	۱۶	۱۰۹ (=
				۱۹: ۱۶)
ألا	مخلدی	"	۱۶	۱۷۳ (=
				۱۸: ۲۹۸)

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
أعاذلَ	الغدِ	طویل	۱۶	۱۷۶
أترحلُ	تزوّدِ	"	۱۷	۸
ستبدی	تزوّدِ	"	۱۷	۱۲۸
فقلتُ	المسرّدِ	"	۱۷	۱۴۳
وانّی	غدِ	"	۱۷	۲۵۰
علی	ترعدِ	"	۱۷	۳۴۳
ومن	المتنکّدِ	"	۱۷	۴۰۸
سوی	محمّدِ	"	۱۸	۷
أعاذلُ	المتردّدِ	"	۱۸	۱۳۱ (=
				۱۹: ۲۴۵)
تری	مصمّدِ	"	۱۸	۱۴۴
ربیبة	مبرّدِ	"	۱۸	۳۰۸
وأفلت	قعددِ	"	۱۸	۳۱۷
ووجه	یتخدّدِ	"	۱۹	۳۱
وانّی	الممهّدِ	"	۱۹	۷۴
متی	موقدِ	"	۱۹	۲۸۶
لها	ممرّدِ	"	۱۹	۳۲۷
وهل	أرشدِ	"	۱۹	۳۶۱ (=
				۳۷۸)
وتبسم	ندی	"	۲۰	۱۲۵

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
لعمری	فردا	طویل	۴	۳۳۰(= ۳۲۹،)
ذرانی	مردا	"	۴	۴۲۲(= ۱۷: ۳۹۵) (او دعانی)
وقولا	عمدا	"	۵	۲۲۴
لہ	بردا	"	۶	۳۸۱
ولیس	زھدا	"	۱۱	۱۳۳(= ۱: ۱۱،)
لقد	والرفدا	"	۱۲	۲۷۹(= ۱۴: ۳۷۴،)
تباعد	بعدا	"	۱۴	۳۲(= ۴۳، ۱۶: ۱۶۷،)
تعیرنی	حمدا	"	۱۷	۲۶
وقد	لحدا	"	۱۸	۱۱۴
لولا	مردا	"	۱۹	۱۳۴
ابا	جلدا	"	۱۹	۱۳۶
اتوعد	فردا	"	۱۹	۳۶۳
الا	بعدا	"	۲۰	۱۶۱
وما	فندا	"	۱	۱۹۵(=

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
				۱۷: ۱۱۰،)
اذا	انثمدا	طویل	۱	۱۵۵(= ۱۲: ۳۱۴،)
اناخوا	فعردا	"	۱	۳۳۲
اذا	تبلدا	"	۱	۴۰۸
واجوبۃ	امردا	"	۱	۴۳۲(= ۱۷: ۳۶۸،)
تری	معضدا	"	۲	۱۶۶
وذا النصب	فاعبدا	"	۲	۲۵۶
اشاقک	المقندا	"	۲	۳۱۲(= ۴: ۳۷۱،)
فما	باددرا	"	۲	۳۴۸
جزی	امجدا	"	۲	۳۵۲(= ۵: ۱۱۱، ۴: ۳۴۸، ۷: ۳۰۳،)
اذاما	المسرھدا	"	۲	۴۷۲(= ۱۰: ۴۲۰، ۱۱: ۴۸،)
تصید	جدجدا	"	۲	۴۷۳(=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				۴:۸۶، ۱۱:۱۶۸)
وأُخلجَ	أُجرَدا	طويل	۳	۸۵
فَلَبَّدَهُ	يَتَشَدَّدَا	"	۳	۱۰۶ (ر= ۴۹۵)
وسَبِّحْ	فاعبُدا	"	۳	۳۰۱
خَليليَّ	واُسعِدا	"	۳	۳۲۱
ولا	تأبَّدا	"	۳	۴۶۵
خُذ اميّةُ	مُجعَّدا	"	۴	۴۱ (ر= ۹۶، ۱۵:۶۰)
ألا	يتبلَّدا	"	۴	۶۴
جَرَى	فبلَّدا	"	۴	۶۵ (ر= ۱۲:۱۱۲)
أجالت	واُجلُدا	"	۴	۹۹
مَزايدُ	واُحقَدا	"	۴	۱۳۰ (ر= ۱۱:۶۷، ۶۸)
مِنَ	عَمَرَّدا	"	۴	۱۸۷ (ر= ۳۰۰)
عَلى	عَمَرَّدا	طويل	۴	۱۸۷ (ر= ۳۰۰)
وحدَّثتُه	أمرَدا	"	۴	۲۳۸
فإنْ	أصعَدا	"	۴	۲۴۰ (ر= ۱۸:۲۰۵)
فأقسِمُ	مُطرَّدا	"	۴	۲۵۵
تقول	مُعبَّدا	"	۴	۲۶۳
جُلوساً	بِعِتودا	"	۴	۲۷۱
قِفا	نُخمُدا	"	۴	۲۷۸
قِفا	نمعُددا	"	۴	۲۷۸ (ر= ۴۱۳)
بأطيبَ	عَرَّدا	"	۴	۲۸۰
فجاءَ	فَعَرَّدا	"	۴	۲۸۰
ثأرتُ	العَمَرَّدا	"	۴	۳۰۰
فلَم	العَمَرَّدا	"	۴	۳۰۰
وقُلتُ	فدفدا	"	۴	۳۲۷
فلمّا	مُكلَّدا	"	۴	۳۸۴ (ر= ۱۷:۳۶)
يُناسِبُ	ألكدا	"	۴	۳۹۸
نبيٌّ	وأنجُدا	"	۴	۴۲۴ (ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				٦: ٣٣٩)
أغرّ	ألفدا	طويل	٤	٤٣٥
ولم	مجلّدا	″	٤	٤٣٩
وإنّي	أهمدا	″	٤	٤٤٨
ودافع	المهوّدا	″	٤	٤٥٢
تراءت	فأوفدا	″	٤	٤٨١
متى	مبردا	″	٥	١٧٢
بأيدي	اليلندادا	″	٥	٤٢٧
إذا	أكبدا	″	٦	٧١
وما	تخدّدا	″	٦	٢٤٢
بعينيّ	فترمدا	″	٦	٣٠٧
غريريّة	فدفدا	″	٦	٣٢٥ (= ١٥: ٢١٣)
أترجو	أسودا	″	٦	٤١٩
كأدماء	أسودا	″	٧	١٨
وأبتعث	صرخدا	″	٧	٤٧
رجوت	غدا	″	٩	١٩٠
سلافة	أزبدا	″	٩	٤٥٢
بسلع	أرعدا	″	١٠	٢٤
إذاما	المسرّدا	″	١٠	١٢٣
وربيطة	ممدّدا	طويل	١٠	٤٢٦
أجدّت	أحردا	″	١٠	٤٤٦
فمن	توكّدا	″	١١	٣٨٠
إلى	وأبعدا	″	١٢	٦٠
ألا	تعوّدا	″	١٣	٦٨
وجال	ليهجدا	″	١٣	١٣٨
وأين	أهودا	″	١٣	٢٨٥
أريني	مخلّدا	″	١٣	٥٠٢ (= ١٦: ١٧٦)
بكلّ	الممهّدا	″	١٤	١٣٨
مسامية	أقودا	″	١٤	١٦٩ (= ١٥: ٣٦٦)
ومرّت	هجّدا	″	١٦	٧
يهيم	أنجدا	″	١٦	١١٢
ومن	محمّدا	″	١٦	١٢٤
فبتنا	أسودا	″	١٦	٢٥٥
وأمّ	مزوّدا	″	١٦	٢٥٩
هم	أسودا	″	١٧	٢٥٤ (= ١٩: ١٠٤)
وذا	فاعبدا	″	١٧	٣١٨

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ومِنْ	أُبْعَدَا	طويل	١٧	٣٦٧ (ر= ٤٥٢)
اذا	جَلْمَدَا	"	١٧	٤١٠
ولكِنَّما	ومُوحَدَا	"	١٨	٨١
وكُلٌّ	أُورِدَا	"	١٨	١١١
أرَدًّا	تَبَدَّدَا	"	١٩	١٣٤
رَقُودُ	أُرْمَدَا	"	١٩	٢٠٩
فانّك	تُجْهَدَا	"	١٩	٣٠٧
تَضَيَّفْتُهُ	قَائِدَا	"	٤	٢٤٣ (ر= ١١:١١٢)
تَغَمَّدْتُ	غَامِدَا	"	٤	٣٢٣ (ر= ٥:٢٧٨)
ومَا	حارِدَا	"	١٠	٤٢٩
أمَا	القَصائِدَا	"	١٩	٦٧
فتىً	القَلائِدَا	"	٢٠	١٨٩
تفاذفه	الاَباعِدَا	"	٢٠	٢٦٩
أُمصّ	والتدادها	"	٤	٣٨٢
إنّي	بَرِيدَا	"	٤	٥٣
وهُم	قَصِيدَا	"	٤	٣٥٦ (ر= ١٥:٢٦١)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ألا	أسَدُ	طويل	٤	٢٤٦ (ر= ٥:٣٥٢)
ومَنْ	حَدَدُ	"	١٨	٢٣٣
كَلَّفْتُ	حَفَدُوا	بسيط	١	١٣٣
في	البَرَدُ	"	١	٢٩٨ (ر= ١٢:٢٦٧)
إنَّ	وَعَدُوا	"	٢	١٤٣ (ر= ٤:٤٧٧، ٩:١٦٤)
يَرمِي	الزَّمِدُ	"	٢	١٤٧ (ر= ٥:٦٠، ١١:٢٠٨)
قام	بَرِدُ	"	٢	١٩١
أشلى	أوَدُ	"	٢	٣٦٠
يَظَلّ	يَهْتَبِدُ	"	٢	٣٦٤ (ر= ١٧:٢٣٩)
نَظَلّ	يَهْتَبِدُ	"	٢	٣٦٤ (ر= ١٣:٢٩١، ١٧:٢٤٠)
كانوا	النَّفَدُ	"	٢	٣٧١

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
اذا	الکَنَدُ	بسیط	۲	۳۷۳
وَجُدِی	أُحُدُ	"	۲	۳۷۷
وأدرکت	اللُّبَدُ	"	۳	۹
أمسَی	القِدَدُ	"	۳	۳۰
مُستقبل	العَضُدُ	"	۳	۲۰۰
سُبحانه	والجُمُدُ	"	۳	۳۰۰ (ر= ۴:۱۰۵، ۱۱۳)
مُهتشّةٌ	الصُّرَدُ	"	۳	۳۲۷ (ر= ۸:۲۵۷)
تخدِی	جَرَدُ	"	۳	۳۲۷
أو رحلةٌ	والرَّصَدُ	"	۳	۳۸۵ (ر= ۵:۱۶۸، ۱۲:۳۳۲)
دُسُمٌ	أسِدُا	"	۳	۴۳۱
فأفتتنَ	أبدُ	"	۴	۳۵ (ر= ۱۷:۲۰۳)
إنّی	أسِدُوا	"	۴	۳۸
اذا	أبتَرِدُ	"	۴	۵۰
حلّت	نُکُدُ	"	۴	۷۴

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
یَقضِی	جَرَدُ	بسیط	۴	۸۷
کأنّ	جَسِدُ	"	۴	۹۳
حَتّی	حَتَدُ	"	۴	۱۱۵
لا	حَدَدُ	"	۴	۱۱۸
تَظلّ	الحَصَدُ	"	۴	۱۲۹
حتی	خَضَدُ	"	۴	۱۴۱
مُسّال	رِفَدُ	"	۴	۱۶۴
فکُلّ	صَدَدُ	"	۴	۲۳۴
حتی	صُرَدُ	"	۴	۲۳۶
مِنها	الصُّرَدُ	"	۴	۲۳۷
عَلوتُه	الصَّمَدُ	"	۴	۲۴۶
فی	شَمَدُ	"	۴	۲۷۶
حتی	عَمِدُ	"	۴	۲۹۹ (ر= ۱۸:۲۴۶)
نامَ	العَهَدُ	"	۴	۳۰۸
سُدُسًا	غَرِدُ	"	۴	۳۲۰
تُدعی	یُقتَشَدُ	"	۴	۳۴۱
غدا	کَبِدُ	"	۴	۳۷۹
کانُوا	جَدَفُوا	"	۴	۳۸۶
مِن	اللُّبَدُ	"	۴	۳۹۰ (ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يَحْمِلْنَ	وَالْحَسَدُ	بسيط	١٩	٣٦٦
	(او والحسدُ)			
فَإِنْ	كَادُوا	"	٤	٣٨٩
ثم	هَادُ	"	٤	٤٥٣
تُمْسِي	الزُّؤُدُ	"	٣	١٩ (=
(او يَضْحَى)				٤:١٧٥)
عَمِّي	مَشْهُودُ	"	٤	١٢٧ (=
				٤:٢٨؛
				١٩:١٤(٢)
كَأَنَّمَا[1]	يَبَادِيدُ	"	٤	٤٥
من	مَجْلُودُ	"	٤	١٠٠ (=
				١٢:٣٥٣)
كَأَنَّهَا	مَنَاكِيدُ	"	٤	٣٣٤
رَاحَتْ	الفَيَادِيدُ	"	٤	٣٤٢ (=
				٩:٢١٨؛
				١٣:٣٢٩)
حتى	تَنْجِيدُ	"	٤	٤٢٥ (=
				٦:٢٠٨)
كَأَنَّمَا	يَنَادِيدُ	"	٤	٣٠٠
كم	السُّودُ	"	٨	٣٤٢

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
لا	سَادُوا	بسيط	٩	٧٥
مِثْلَ	مَسْدُودُ	"	٩	١٧٥
وَأَنْتُمُ	العِيدُ	"	٩	٢٧٥
كَأَنَّنِي	تَقْيِيدُ	"	١٠	٦٦
أَقُولُ	الأَجَالِيدُ	"	١٤	٢٧٧
أَدْنَى	الجَلَامِيدُ	"	١٧	٣٨٢
وَظَلَّ	تُصْعِيدُ	"	١٨	١٧٠
فَهُنَّ	جُودُ	"	١٩	١٥٣
لَهَا	رُؤُدُ	"	١٩	٣٧٧
تَسْتَنَّ	السُّودُ	"	٢٠	٣٩
فِيهِم	الهِنْدِ	"	٤	٤٤٩
إِنِّي	كَبِدِي	"	١	١٧٠ (=
				١٧:٣٩)
فَكَمَّلَتْ	العَدَدِ	"	١	٣٠٤ (=
				١٤:١١٩)
وَاسْتَنْطَرَتْ	دَدِ	"	١	٣٦٢ (=
(او واستطرفت)				٢:٤٦؛
				١٧:٨؛
				١٨:٢٧٧)
وَمَنْ	الرَّشَدِ	"	٢	١٠٧

[1] انظر ايضاً (٤: ٣٤٤)

صدالبیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
والخَیلُ	البَرَدِ	بسیط	۲	۱۳۲ (= ۱۰:۲۱۲، ۲۲۹)
ومُجنَأً	الوَتَدِ	″	۲	۲۸۱
فَارْتَاعَ	صَرَدِ	″	۲	۳۵۶ (= ۱۰:۱۱۲)
یَمُدُّه	الخَضَدِ (او الحَصَدِ)	″	۲	۴۰۲ (= ۴:۱۲۸،)
فَاقْدُرْ	أوَدِ	″	۳	۱۳۷
إلّا	جَلَدِ	″	۳	۱۹۴
فَسَمِعْتُ	البُرَدِ	″	۴	۵۴
فَتِلْكَ	البُعُدِ	″	۴	۵۶
ومُوقِدِ	البَلَدِ	″	۴	۶۲
إلّا	الجَلَدِ	″	۴	۹۹ (= ۱۵:۲۶۹، ۱۶:۲۱۵)
مِنْ	الجُلَدِ	″	۴	۱۰۱
إلّا	الفَنَدِ	″	۴	۱۱۸
تَکَادُ	رُوُدِ	″	۴	۱۷۱
الوَاهِبُ	اللُّبَدِ	″	۴	۲۰۰ (= ۱۹:۳۱۴،)

صدالبیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
ومَنْ	الصَّمَدِ	بسیط	۴	۲۵۴
شَكَّ	العَضُدِ	″	۴	۲۸۶ (= ۱۸:۲۸۰،)
أَضْحَتْ	لُبَدِ	″	۴	۳۹۰
یَظَلُّ	والنَّجَدِ	″	۴	۴۲۸ (= ۵:۳۲۰،)
خَلَّتْ	فَالنَّضَدِ[1]	″	۴	۴۳۳
ولَبِس	الأَحَدِ	″	۴	۴۶۵
وخَیَّسَ	العَمَدِ	″	۵	۳۷۷
ها إنَّ	البَلَدِ	″	۶	۲۱۹ (= ۲۰:۳۳۱، ۳۶۵)
وما	بالزَّبَدِ	″	۶	۲۰۳
وَلَا	الطَّرَدِ	″	۶	۴۷۱
کَأنَّ	وَحَدِ	″	۷	۱۹۵ (= ۱۳:۳۳۵،)
والأُدْمُ	الجُدُدُ	″	۷	۳۷۷
مَقْذُوفَةٍ	بالمَسَدِ	″	۷	۳۸۰ (= ۱۱:۹۳،

[1] انظر ایضا (۱۱: ۴۴،)-

صدر البیت	قافیة	بحر	مجلد	صفحة
یا طیّ	الأسدِ	بسیط	١٩	٧٢
إلّا	الأمدِ	〃	١٩	١٤١
مهلاً	ولدِ	〃	٢٠	٨
ما إن	یدی	〃	٢٠	١٨٦
فعدّ	أجدِ	〃	٢٠	٢١٦
من	والطّردِ	〃	٢٠	٢٢٥
ألا	زادی	〃	١	٢١١
أتنظران	لِلعادی	〃	٣	٢٨٣
لیست	أبلادِ	〃	٤	٦٤
أیام	أجیادِ	〃	٤	١١٤
إنّی	حدّادِ	〃	٤	١١٦
محمّد بن	برّادِ	〃	٤	١١٩
بنا	بأریادِ	〃	٤	١٧٤
کأنّ	آسادِ	〃	٤	١٧٨
أبصارهنّ	صدّادِ	〃	٤	٢٣٢
برقا	بأفنادِ	〃	٤	٣٣٧
قد	بفرصادِ	〃	٤	٣٤٦ ر=
				(١٥٦:١٦؛)
إنّی	هادِ	〃	٤	٤٥٣
ما اعتاد	معتادِ	〃	٤	٤٧٧ ر=

صدر البیت	قافیة	بحر	مجلد	صفحة
				(٢٢٩:١٩؛)
بیضاء	بأولادِ	بسیط	٩	١٤٣ ر=
				(١٤٩:١٤؛)
فاستعجلونا	لورّادِ	〃	٩	٢٤١ ر=
				(٤٥٢:١٣؛)
یا لحاضری	غادی	بسیط	١١	٣٠٥ ر=
				٢٣٥:٢؛
				(١٧٧:١٩؛)
هل	فادی	〃	١٢	١٦٦
بتنا	بأنجادِ	〃	١٣	٣٢٠
لم	حادی	〃	١٣	٣٣١
والمرء یسمون	فرّادِ	〃	١٥	١٣٣
وأری	الأجوادِ	〃	١٥	٤١٦
فیا فتیً	الوادی	〃	١٦	٢٤١
یا صاحبیّ	بالوادی	〃	١٨	٤٧
أرائح	غادی	〃	١٨	١٢٨
وجدی	الصّادی	〃	١٨	٢١٦
وکلّ	السّادی	〃	١٩	١٩٦ ر=
				(٨٦:٢٠؛)
تعریة	بأقیادِ	〃	١٩	١٥٣

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
				۱۵:۲۴۱)
قَامَتْ	والجِيدَا	بسيط	۸	۱۹۵
البَاغِي	بَرَدَا	"	۹	۳۸۱
مِنَ	بَرِدَا	"	۱۰	۳۵۹
إِذَا	صُيُدَا	"	۱۲	۲۵۵
بَانَتْ	رَكَدَا	"	۱۳	۲۴۱
يَاصَاحِبَيَّ	رَشَدَا	"	۱۴	۲۵۷
وَلَا	وَرَدَا	"	۱۵	۱۸۵
أَنْ	أَحَدَا	"	۱۶	۱۷۵
أَهْوَى	الفَرَدَا	"	۱۸	۲۸۶ (=
				۲۰:۲۴۸)
شَرَيْتُ	أَبَدَا	"	۱۹	۱۵۶
إِذْ قَدَّمُوا	عَدَدَا	"	۲۰	۲۷۸
إِنْ	عَبَدَهْ	"	۴	۲۶۶
كُلٌّ	العَدَدُ	"	۱۴	۸۱
لَو	بِجَادُ	"	۱۸	۱۰۲
وَكَانَتْ	زِيَادُ	وافر	۱	۱۰۹ (=
				۵:۲۵)
وَإِمَّا	مُسْتَفَادُ	"	۹	۴۷
وَلَمْ	الجِيَادُ	"	۱۴	۱۷۴

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
أُشْبِي	البِلَادُ	وافر	۱۸	۱۱۷
أَلَا	بَلِيدُ	"	۱	۲۱۲
تَعَلَّمْ	شَدِيدُ	"	۲	۱۹۱
كَأَنَّ	خُدُودُ	"	۳	۹۸
وَلَا	وَشِيدُ	"	۳	۱۲۷
عَزَمْتُ	بَسُودُ	"	۳	۳۳۲
أَلَا	يَبِيدُ	"	۳	۴۲۵ (=
				۱۱:۳۷۶)
وَإِنَّا	شُهُودُ	"	۳	۴۴۱
أَلَا	الهُجُودُ	"	۳	۴۶۷ (=
				۴:۴۴۳،
				۱۳:۲۲۶)
أَقَمْتُ	نَئُودُ	"	۴	۴۱ (=
				۴۴۸،
				۹:۲۰۲،
				۱۲:۱۰۴)
نمثّلك	المَجِيدُ	"	۴	۱۱۲
غَدًا	مَجِيدُ	"	۴	۱۱۲
وَجَدْتُ	الفَقِيدُ	"	۴	۱۴۴ (=
				۳۲۵)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				١٧: ٣٨٨)
بَنُو	العُبَيْدِ	وافر	٤	٢٦٨
فَبِتُّ	لُدِّ	"	٤	٣٩٧
وهُمُ	المَقَدِّ	"	٤	٤١٧
خَفِيفُ	عَبْدِ	"	٥	٢١
فَإِنِّي	الفِرِنْدِ	"	٥	٦٣
فما	جَعْدِ	"	٩	٢٦١
أطَعْتُ	عَبْدِ	"	١١	١٥١
حَنَتْنِي	لِصَيْدِ	"	١٣	٢١١ (=
				١٨: ٢٥)
أَلَا	وأُسْدِ	"	١٥	١٣٢
أَمَرْتُكَ	نَجْدِ	"	١٦	٩٦
أُسِيرُ	بِجُنْدِي	"	١٨	٢٣٦
وسَعْدٌ	بِأُسْدِ	"	٢٠	٢٢٥
فأُولَى	مَرَدِّ	"	٢٠	٢٩٣
نَجَازُهُم	بِيَدِّ	"	٢٠	٣٠٦
كأنَّ	مُقْتَدِ	"	٤	٤١٧
وعَمِّي	يُوأَدِ	"	٤	٤٥٥
نَبَذَ	بالمِطْرَدِ	"	١٣	٢٢٨
أغَاضِرَ	وِسَادِي	"	١	٤٣

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وَمَنْ	غَادِي	وافر	١	٢١٢ (=
				٢٠: ٢٨٢)
لَنَا	القُرَادِ	"	١	٣٥٧
اذا	الفُؤَادِي	"	٢	١٣٩
بِوَجْهٍ	الغِمَادِ	"	٢	٣٢١
اذا ما	سَادِي	"	٢	٣٤٥ (=
				١٤: ٣٣،
				١٩: ٩٩،
				٢٠: ٣٨٤)
اذا	الجَرَادِ	"	٢	٤٤٠
مُهَاجِنَةُ	الزِّنَادِ	"	٢	١٤٨ (=
				١٧: ٣٢١،
				٣٢٤)
مَنَعْنَا	جِلَادِ	"	٣	٨
أجَشُّ	السَّدَادِ	"	٣	٢١٤
فأمَّا	أيَادِي	"	٣	٣٦٩ (=
	(او الأيادي)			٢٠: ٣٠٢)
جَمَادِ	حَمَادِ	"	٤	١٠٤
	(او حَمَادِ)			
أَلَا	الرُّقَادِ	"	٤	١٦٥

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
مُحافظةُ	الرّقادِ	وافر	۴	۱۶۶
وعَنْ	سَوادِ	″	۴	۲۱۶
وذُو	عَادِ	″	۴	۲۵۲
ومالِی	النّجارِ	″	۴	۲۵۵
یُلاقِی	العِدَادِ	″	۴	۲۷۴
مِنَ	العِدَادِ	″	۴	۲۷۷
حَدِمتُکُمُ	الفُؤادِ	″	۴	۳۱۹
فأدخلهُمُ	الهَدادِ	″	۴	۴۴۴
فلا	للهِسادِ	″	۴	۴۴۸
إذَا	بَدَادِ	″	۵	۲۴۰ (= ۱۹:۷۲،
ألَمْ	زِیادِ	″	۶	۳۸۴ (= ۱۸:۱۴، ۱۹:۳۹، ۱۶۳، ۲۰:۳۸۴)
یَعُسّ	الثّوادِی	″	۸	۲۳۴
مُصِیفُ	وِسَادِی	″	۹	۱۱۶
رَعَیْنَ	الغَوادِی	″	۱۰	۱۴۱
فَإن	زِیادِ	″	۱۰	۳۶۸

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
أقُولُ	المُنادِی	وافر	۱۳	۱۶۵ (= ۱۴:۲۳۳)
أقول	الثّمادِ	″	۱۳	۴۵۶
وکنت	السّوادِ	″	۱۴	۱۶۵
لَهُ	یُنادِی	″	۱۵	۱۲۸ (= ۳:۲۷۰، ۲۷۳، ۴:۲۲۹، ۵:۳۸۵، ۱۳:۳۹۶)
مُضاعَفة	الجَرادِ	″	۱۵	۱۹۳
تکلّفُ	القَتادِ	″	۱۵	۲۶۲
عَلاما	رَمادِ	″	۱۵	۳۹۸
تراهُ	عَادِ	″	۱۶	۲۰ (= ۱۱:۲۳۱، ۶:۲۶۰)
لقد	المِدادِ	″	۱۶	۱۳۰
عَدانِی	بالمِدادِ	″	۱۷	۲۴
نَواعِم	الهَوادِی	″	۱۷	۱۲۳
وکُنتُمْ	السِّفادِ	″	۱۸	۴۷

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				١٢: ٢٣٠")
والشاربون	وتلادِ	كامل	٩	٢٥٢ ر=
				٤: ٢٤٢")
قفرٌ	وِسادِي	"	١٠	٢٤٦
أرضُ	سِندادِ	"	١١	٣٠٠
ماذا	إيادِ	"	١١	٣٢٥
كركٌ	صَوادِي	"	١٢	٣٦٩
فلهزتهنّ	غوادِي	"	١٣	٢٤
فإذا	هدادِ	"	١٣	٥١٦ ر=
				١٥: ٢٤٣")
مدلٌ	الأنجادِ	"	١٤	١٤٤
تشمتُ	عِمادِ	"	١٥	٣٨٥
أرضُ	دُوادِ	"	١٦	٤٣
منعتُ	الوادِي	"	١٦	١٤٦ ر=
	راوبلادِ)			٢٠: ٢٦٣")
فكأنّه	بسوادِ	"	١٧	١٧٧
فإذا	بفسادِ	"	١٧	٤٣٩
حاموا	أكبادِ	"	١٨	٢١٨
ومعقب	الأشكادِ	"	١٩	٢٥٧
وأخو	وِدادِ		١٩	٣٤٥

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ما بعدَ	تآدِي	كامل	٢٠	١٣ ر=
				١٨: ٢٦")
حتى	مَزادِ	"	٢٠	٩٥
بينَ	للمولودِ	"	٣	٤٨٣
أفدادهُ	صُدودِ	"	٤	٣٢٧
وفعلتِ	ندودِ	"	١٤	٧٢
وهُم	رَعَدا	"	١	٤٢٩
إنّ	مُسمغدّا	"	٤	٢٠٥
ولقد	وُلدا	"	٤	٤٨٤
وعلمتُ	ونهدا	"	٧	٩٣
فضحى	مَعدّا	"	١٣	٢١١
أدابتهُ	يقصدا	"	٢	٣١٤
لسنا	يُحصدا	"	٢	٣٨٣ ر=
				١٧: ٣٠٧")
ونهيدة	الزغبدا	"	٤	١٦
ضمنتُ	الأجردا	"	٤	٩٢
يا عدنَ	تحقّدا	"	٤	١٣٢
كلّا	الأسودا	"	٤	٢١٧
ربّي	أنشدا	"	٤	٢٣٢ ر=
				١٢: ٢٤٧")

صدر البيت	قافیه	بحر	مجلد	صفحه
يلوبنني	الرّقدا	كامل	٥	١٥٧ (= ٢٠: ١٣١)
أثوي	ليزوّدا	"	١٠	٢٤٢ (= ١٨: ٢٣٦)
قوما	مؤصدا	"	١٤	٨٧
آليتُ	أفسدا	"	١٧	٤٩
قد	اليدا	"	٢٠	٣٠٤
يا ليتَ	أنقدا	"	٢٠	٣٧٦
يا نفسِ	بخالده	"	١٥	٦٨
تُزجي	مدادها	"	٤	٦٤ (= ٨: ٢٢٦، ١٩: ٤٧)
عرفَ	أبلادها	"	٤	٦٤
غلبَ	وسادها	"	٨	٢٢٦ (= ٣: ٣١٩)
ولقد	شدادها	"	١١	٧٧
كالظبيةِ	عهادها	"	١٩	٤٢ (= ٤: ٢٩٢)
صلّى	وزادها	"	١٩	١٩٨
إنّي	بعادها	"	١٩	٣٢٦

صدر البيت	قافیه	بحر	مجلد	صفحه
نبني	حريدا	كامل	٤	١٢١
أخرى	عودا	"	٤	١٤٠
ولقد	رقودا	"	٤	١٦٥
ولقد	لهيدا	"	٤	٣٩٩
قومٌ	سودا	"	٩	٢٤٨
لو	سجودا	"	١٥	٤٢٧
وصرين	جديدا	"	١٩	١٩٢
مِنْ	محدودا	"	٢٠	٣٢٢
يا طلحُ	لتالد	"	٣	٣٦٦
وكعبينم	ناشد	"	٤	٥ (= ٤٣١)
نهن	الأعابد	"	٤	٢٦٠
وطبرّة	عدائد	"	٤	٢٧٣
وقوائمٌ	زوائد	"	٩	٣٧٧ (راو معلّق)
عذبٌ	باردُ	"	١٥	٢٨٥
حصانٌ	بالجيد	هزج	٢٠	١٣٢
قتلنا	عُبادة	"	١٤	٦٧
نحنُ	عُبادة	"	١٥	٦٨
والقوسُ	عُردٌ	رجز	٤	٢٧٨

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
یا سعد	سَعْدُ	رجز	۴	۳۱۲
لولا	مَعَدُّ	"	۱۲	۳۲
کانوا	جُلْعِدُ	"	۴	۱۰۲ (= ۲۴۸)
وقوّم	یَرْکُدُ	"	۴	۱۶۶
کأنّها	المُجَلَّدُ	"	۴	۳۱۶
والعیس	مُعَبَّدُ	"	۱۲	۱۷۴ (= ۱۸۰)
لا یقطع	المُقْعَدُ	"	۱۸	۷۹
إلیك	مُحَمَّدُ	"	۱۹	۲۷
تقول	عُقُودُهَا	"	۴	۱۶۴
بِتْنَا	نَقْدُهُ	"	۷	۱۵۹
قَدْ	أُبَرِّدُهُ	"	۸	۱۶۳
قد	تُحَارِدُ	"	۴	۳۱۸
تالله	عَبَّادُ	"	۶	۴۶۸
والماءُ	أَفْلَاذُ	"	۷	۲۹۲
أُفْرِغْ	أَفْرَادُ	"	۱۸	۱۷۷
قد	أُمْلُودُ	"	۴	۹۵
نُبِّئْتُ	یَزِیدُ	"	۴	۱۸۳ (= ۵: ۳۲۶، وأُنبِئْتُ)

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
				(۵: ۱۴۱)
قارفتَ	والعُضُودُ	رجز	۴	۲۸۵
غَرَّكَ	التَّهْنِیدُ	"	۴	۴۴۹
کأنّه	سِیدُ	"	۴	۲۴۲ (= ۱۱: ۱۸۳)
وأُسٌّ	وَطِیدُ	"	۴	۲۷۶ (= ۷: ۳۰۱)
القلبَ	مجهودُ	"	۱۰	۱۵۰
وصدرت	جلابیدُ	"	۱۳	۴۰۶
ما زالت	تعودُ	"	۱۵	۳۴۳
یُعجبه	والعصیدُ	"	۱۷	۶۸
یا أمّ	العمیدِ	"	۲	۵۹
لاهُمّ	کعهدی	"	۳	۲۸۷
أعددته	التغمدی	"	۳	۴۱۱
اذا	تردی	"	۴	۱۲۲
جاءوا	وِرْدِ	"	۴	۱۷۸
لا	جعدِ	"	۴	۲۷۲ (= ۶: ۱۵)
یا خیر	فردِ	"	۴	۳۲۸ (= ۲۴۰)

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحة
أبرأت	بجلدی	رجز	۴	۴۱۴
إنّ	جهد	״	۴	۴۱۹
لا	وردّی	״	۵	۲۲۱
وفی	الودّ	״	۵	۳۲۶
یاابنة	ودّی	״	۱۰	۶۱
الحرّ	للعبد	״	۱۱	۲۲۶
یمشی	الورد	״	۱۳	۲۴۲
غیاث	بعدی	״	۱۷	۴۴
إنّی	أبدی	״	۱۷	۹۷
قلت	استعدّی	״	۱۷	۳۹۴
هل	غمدی	״	۱۸	۱۱۶
لمّا	کالشّهد	״	۲۰	۲۰۹
یاربّ	ببعده	״	۴	۳۸۳
جاءت	ببرده	״	۶	۲۱۸ (=
				۱۹: ۱۱۱،
				۴: ۱۶۲،
				۳: ۴۶۳)
وقد	بدی	״	۱	۱۷۴ (=
(او أضحی)				۹: ۱۱۳،
				۱۸: ۷۱،

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحة
				۷۰،
				۱۹: ۲۲،)
ماذا	معبد	رجز	۴	۶۹
حتی	یوسّد	״	۴	۷۹
لبس	الملحد	״	۴	۱۳۳
وکفل	المجسد	״	۴	۱۶۰
تأوی	الأغید	״	۴	۱۷۷
تقول	المرقّد	״	۴	۲۴۰
وبلی	معبّد	״	۴	۲۶۴
علی	أفود	״	۴	۳۰۰
فقام	یوسّد	״	۴	۳۰۰
أبو	المقعد	״	۴	۳۵۹ (=
				۱۳: ۴۲۲،)
قدنی	فدی	״	۴	۳۹۳
حتّی	الاحد	״	۴	۴۶۶
ولبس	بالأسعد	״	۱۱	۳۱
کأنّهم	مفصد	״	۱۱	۴۱۶
لاخیر	یهتدی	״	۱۳	۱۹۱ (=
				۴۱۱،)

[1] لکن ابا الاصل، والقوافی بعدها: مُنتَقَدُ ، المُعتَمَدُ ،

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
لما	معدا	رجز	٤	١٨٧ (= ٤١٣)
حتى	السمغدا	"	٤	٢٠٥ (= ٤١٥)
اذا	مقوّدا	"	٤	٢٣٤
تسمع	الصمعدا	"	٤	٢٤٧
إنّي	جدّا	"	٤	٢٨٠
وإن	اسندا	"	٨	٢٩١
لو	عردا	"	١١	٣٧١
أوردها	فيدا	"	١٣	١٠٧
لله	المدّه	"	١٧	٣٦١
أبعد	عدّها	"	١٠	١٨٧
نوّامة	توهده	"	٤	٧٦ (= ٣٨٥)
جرت	ريده	"	٤	١٧٥
شثن	برده	"	١٣	٣٧٤
وصاحب	أبعدا	"	١	٢٩٥
أخشى	وأسدا	"	١	٣٣٧ (= ٤: ٢٧٨، ٣ (٤))

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أصبح	صردا	رجز	٢	٢٧ (= ٤٧٥، ٤: ٢٨٠، ١: ٣٨)
رقشاء	المزبدا	"	٣	٤٥١ (= ٧: ٢٢٠، ٨: ١٩٤)
لما	بدّدا	"	٤	٤٨
وقد	صيّدا	"	٤	٩٨
قامت	فأشهدا	"	٤	١٠٣ (= ٢٢٩)
ولبّيته	سهودا	"	٤	٢٠٩
اذا	حفدا	"	٤	٢٥٨
فقد	عطوّدا	"	٤	٢٨٧
أنتم	عطوّدا	"	٤	٢٨٧
وعزّنا	توحّدا	"	٤	٢٩٤
اذا	عنّدا	"	٤	٣٠١
لو	قردا	"	٤	٣٢١
تحبّ	فوهدا	"	٤	٣٣٧ (= ١: ١٢٤)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أصبح	مُقصَدا	رجز	۴	۳۵۷
أُقعد	مُقعَنددا	"	۴	۳۵۷
كأنّما	عَددا	"	۴	۴۱۲
ترى	مُوفِدا	"	۴	۴۸۱
كأنّ	تَوقّدا	"	۶	۱۳۶
واستبصرت	أُمردا	"	۷	۲۳۹
عَلامَ	تعمُّدا	"	۷	۳۶۸ (=،
	(او تعبّدا)			۱۳۸:۱۶)
اذا	العنّدا	"	۹	۳۰۵
حتّى	وأبردا	"	۱۱	۴۲۹
فى	المقلّدا	"	۱۵	۱۰۷
مثل	مُحمّدا	"	۱۷	۲۳
ألبت	أبدا	"	۱۸	۲۹۰
يارُبّ	توسّدا	"	۲۰	۳۰۴
ياقوم	عنجده	"	۴	۳۰۲ (=،
				۳۴۴)
إنّ	والجده	"	۴	۳۳۲
إنّ	زهده	"	۴	۴۶۸
أُحِبّ	خالدا	"	۴	۱۵۲ (=،
				۶۷:۱۷)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يا دِبل	هاجدا	رجز	۴	۱۸۰ (=،
(او يا دِبيل)				۲۹۵،
				۲۴۹:۱۳)
لولا	الأجاردا	"	۴	۱۸۹
تسمع	صوالدا	"	۴	۲۴۵
صوّى	جُلاعِدا	"	۴	۱۷۹ (=،
				۱۰۲،
				۱۴۹،
				۱۵۱:۶،
				۵۳:۱۳)
هل	باردا	"	۴	۳۹۸
وقرّبت	الوسائدا	"	۴	۴۳۴
لاقت	واتدا	"	۴	۴۵۷ (=،
				۱۱۳:۱۳)
لا	الدائدا	"	۱۰	۲۱۸ (=،
				۲۳:۱۹)
قالت	راشدا	"	۱۴	۹۰
للبكرات	ضاهدا	"	۱۷	۹۲
فى	واحده	"	۲۰	۹۳
من	آدا	"	۴	۱۴۱ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يا ضَبُعًا	رَقَدُ	رجز	١٢	٣٩٤
بانَتْ	سَهِدُ	″	١٦	١٠٣
لَنِعْمَ	العَدَدُ	″	١٧	٣٨٢
مُفَكِّهة	الوَلَدُ	″	١٧	٤٢١
إنَّ	أَحَدُ	″	٢٠	٢٨٠
يا رَبِّ	أَحَدُ	″	٢٠	٣٤٣
ونَحْنُ	الذَّوَّادُ	″	٤	٣٧٠
تُهْدى	الأَنْدادُ	″	٤	٤٢٠
لَمّا	بالإِثْمادُ	″	٤	٤٤٨ (=
				(٧: ٢٦٧)
ما كان	الإِثْمادُ	″	٤	٤٤٩
إنَّ	عادُ	″	٥	٣٩٦
إذا	الأَغْمادُ	″	٦	١٨٥ (=
				(١٠: ٦٨)
جَعْد	الأَجْلادُ	″	١٢	٣٠٦ (=
				(١٣: ٣١١)
وهامة	الأَصْمادُ	″	١٦	١١٥
وأَنْتَ	بالأَكْبادُ	″	٢٠	٨٩
نُقَمّ	العُودُ	″	٧	٢١
يا حَبَّذا	السُّودُ	″	١١	٣١٨ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
	(و مَثْرُودُ)			(١٢: ٣٧٠)
يا حَكَمُ	الجارُودُ	رجز	١٢	٢٣
إني	داوُدُ	″	١٧	١٩٤
رَكِبَ	المُرْدِ	رمل	٤	١٥٥
قيل	السُّمُودا	″	٤	٢٠٤
أربد	الكَتَدُ	″	١	١٢٢ (=
(و مَرِجَ)	(و الكَفَلُ)			(٣: ١٨٩)
				(١٢: ٢٩٠)
				(ع ٢٩٢)
مِنْ	البَلَدُ	″	٤	٦٢
امرؤ القيس	بِسُبَدُ	″	٤	١٨٥ (=
				(١٣: ٤٧)
النَّسَبِ	عُبُدُ	″	٤	٢٦٠
عاضَها	نَقَدُ	″	٤	٤٣٧ (=
				(١٠: ٣٢٢)
إنما	نُرُدُّ	″	٦	٢٩٧ (=
				(٤٠٨)
وشَبابِ	مَعَدُّ	″	٩	٤٢٤
جُرْشُعًا	بَدَدُ	″	١٢	٢٧٨
سَلِطَ	المَعَدُّ	″	١٢	٣٩٩

صدر البيت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
يَعفُو	والرَّصَدِ	منسرح	١٩	٣٠٨
يا مَن	الأَسَدِ	"	٢٠	٣٨٤
لو تُنجِز	نَكَدَا	"	١٧	٣٧٤
مُرغِناتٌ	عَضُدُهُ	خفيف	٣	١٨٥ (=
(او مُوعبات)				١٥:١٩٤،
				١٧:٤٣)
يَبتَدِرنَ	يَصطَفِدُهُ	"	٣	٦٠
عَجَبًا	يَرتَفِدُهُ	"	٤	١٦٣
ويُضِيعُ	يَعتَهِدُهُ	"	٤	٣٠٨
ذات	جَسَدُهُ	"	٦	١٠٠
غَاطَ	تَأَدُهُ	"	٩	٢٤٠[1] (=
(او غاص)				١٥:٢٢٤)
قُل	فَنَدُهُ	"	١٠	٢٤٤
إِنَّمَا	مُحتَصِدُهُ	"	١٥	٨٣
ومَحَاه	تَرَدُّدُهُ	"	١٩	١٢٤
طَال	أَبَدُهُ	"	١٩	١٤١
إِنَّ	زَهِيدُ	"	٣	٥٠٧
لا	يَزِيدُ	"	٤	١٨٤
لم	يَستَعِيدُ	"	٤	٣١١
رَجُلًا	مَلهُودُ	"	١٣	٢٩٠

صدر البيت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
عَيْنُ	كَبِدِ	خفيف	٤	٣٨٠
شَدَخَت	الجِعَادِ	"	٣	٥٠٦ (=
				١٦:٢٥)
وتَرَامَى	عِصوَادِ	"	٤	٢٨٣
كُنت	الجِيَادِ	"	٥	١٣
نُطعِمُ	الصُّرَّادِ	"	٦	١٤٠
كان	المِربَدِ	"	١	١٦٤ (=
				٤٨٦)
أَرِنَاتٌ	البَعضِيدِ	"	١	١٦٧
بادِنًا	بُرُودِ	"	٢	١٥٩ (=
(او بادن)				٥٢:٤)
والقَرَابَاتُ	شَدِيدِ	"	٣	٢٢١
مِن	كالمَبلُودِ	"	٤	٦٤
سانَدُوه	النَّسنِيدِ	"	٤	٢٠٥
وبِهِم	الطَّرِيدِ	"	٤	٢٥٥
أَضلَّنِي	العُهُودِ	"	٤	٣٠٩
وإذا	قَصِيدِ	"	٤	٣٥٦
مُسنِفَاتُ	المَرُودِ	"	٤	٤٠٧
فإذا	الأَمَالِيدِ	"	٤	٤١٠
صَادِيًا	المَنجُودِ	"	٤	٤٢٨ (=

[1] في الاصل "مَأَدُهُ" والنظر (١٥ : ٢٢٤) و ديوان الطرماح بتصحيح كرنكو،

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة	صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
				٢٥٤:٦)	وطاطیم	القیودا	خفیف	٣	١١٩ (ر=
ثم	أخلودِ	خفیف	٨	٣٥	وأقمنا	إقلیدا	″	٤	٣٦٨
کادت	وبرودِ	″	٨	١١٩ (ر=	وبما	مفیدُ	″	٢	٣٧٩
				٣٣٤:٩)	دعانی	سعادِ	مضارع	١٠	٩٢
وسموا	ببیدِ	″	٩	٢٤٣	أقبلت	کالبردِ	مقتضب	٢	١٧٢
جازعات	المدیدِ	″	٩	٤٢٤	قربنی	قعددُ	متقارب	٤	٣٦٣
کلّ	بعیدِ	″	١١	١٠٥ (ر=	وأعددت[2]	مبردُ	″	٩	٧٤
				٤٧٤)	تنشّط	أبعدُ	″	٩	٢٠٧
یا ابن	شدیدِ	″	١٢	٤٩	کأنّ	تبردُ	″	١٠	١٣٥
مانعی	الأسودِ	″	١٢	١١٨	وعندی	مبردُ	″	١٩	٢٤٣
ناطَ	الممدودِ	″	١٣	١١٧	ألا[3]	غامدُ	″	٤	٣٢٢
إنّ	مودی	″	١٤	٢٥٥	ولیل	الأغیدِ	″	٢	٤ (ر=
مستنّ	هجودِ	″	١٦	٢٨٧					٣٢٤:٤)
عش	بالجلودِ	″	١٧	٤٠٨ (ر=	غدا	کالعنجدِ	″	٢	١٠١ (ر=
				٢٤٣:١٢)					٣٠٤:٤؛
کالبلایا	الخدودِ	″	١٨	٩٢ (ر=					٢٦٠:٦؛
				٢٩٢:٢٠)					٤٣٩:١٠)
یبلغ	مودِ	″	١٨	٢٠٠	وعیر	المزودِ	″	١	١٠١ (ر=
وخصیف	ربلاه	″	١٠	[1]٤٢١					٣٨٢:٤)

---

١ انظر ایضاً (١٨: ٢٠٠)۔ ٢ انظر ایضاً (١٩: ٢٤٣)۔ ٣ انظر ایضاً (٤: ٣٢٣)۔

نومبر ۱۹۳۹ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

منجانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ: ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور ضمیمہ کے خریداروں میں تقسیم ہوتا ہے

فہرست مضامین

ضمیمہ نومبر ۱۹۳۹ء

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر طبع ہوا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شایع کیا

سراج الدين[1] الهنايسي وكان عفيفاً ديّناً نزهاً.

(٣١٧) **كمال الدين ابو محمّد الحسن بن عليّ بن الحسن الفارسيّ الشيرازيّ الحكيم المهندس**

من افاضل العصر وأماثل الدهر فضلاً وادباً ومعرفةً وحسباً ومكارم اخلاق وطهارة اعراق، رأيته في حضرة مولانا وشيخنا قطب الدين[2] ابي الثنا محمود بن مسعود الشيرازيّ، وقد اشتغل عليه بالعلوم الحكميّة والاصول الهندسيّة، وسمع الاحاديث الثمانيات[3] من رواية الامام المستعصم بالله ابي احمد عبدالله امير المؤمنين على الامير ابي نصر محمّد بسماعه من ابيه الامير ابي المناقب المبارك بسماعه على والده الخليفة، وذلك بچرنداب[4] تبريز في زاوية مولانا قطب الدين..

---

[1] هو سراج الدين محمد بن ابي فراس الهنايسيّ كان في مبدأ امره فقيهاً، ثم ولّي مدرساً في المدرسة البشيريّة ثم نقل الى القضاء، وتوفّي في رمضان سنة ٦٠٠هـ وولي القضاء بعده القاضي عزّ الدين احمد بن الزنجانيّ، ر: تاريخ العراق ج ١ ص ٢٨٢ والحوادث الجامعة ص ٣٧١، [2] ٦٣٤هـ - ٧١٠هـ، [3] هي الاحاديث التي يقع في اسنادها ثمانية من الرواة، ذكرت في كشف الظنون (١: ٣٥٦) منها: ثمانيات النجيب ابي الفرج عبد اللطيف بن عبد المنعم المتوفى سنة ٦٧٢هـ وثمانيات يوسف بن محمد العمادي المتوفى سنة ٧٧٠هـ ولم نجد للثمانيات المذكورة في المتن ذكراً عند غيره [4] چرنداب مقبرة شهيرة بتبريز فيها دفن شمس الدين الجويني صاحب الديوان تاريخ العراق ج ١ ص ٣٢٥،

فی شهر ربیع الاول سنة ست وسبعمائة بقراءتی واخبرته...[ل] وشیخنا ا لصاحب محی الدین ابی محمد یوسف بن الحافظ ابی الفرج بن الجوزیّ عن الخلیفة ایضاً

(۳۱۸) کمال الدین ابو المعالی الحسن بن علیّ بن الحسن الرازیّ الفقیه

کان فقیهاً فاضلاً، انشد :-

ازا هبّ النسیم من الشمال — امیل من الیمین الی الشمال

وفیها :-

حلا لی ذکرك المجدی سروراً — ولولا طیب ذکرك ما حلا لی

جلا لی الوجد وجهك فی الدّیاجی — ولولا فرط حبّی ما جلا لی

(۳۱۹) کمال الدین ابو محمّد الحسن بن علیّ بن الحسن الجاشتیّ[۲] المتطبّب الادیب

سمعت ذکره من لفظ مولانا السعید نصیر الدین ابی جعفر، وکان یثنی علی معرفته، وناولنی الامیر سیف الدین مصاف شکن مجموعة وجدت فیها من شعر هذا الفاضل:-

ایا نسیم الصّبا جرّی الذیول علی — ترب الربا الاعلی لریحان والعود

خذی تحیّة ذی شوقٍ علی امل — وناظرٍ بنواصی [الخیر معقود[۳]]

[توفّی[۳]] فی حدود سنة اربعین وستمائة،

---

[۱] احتجبت بعض الکلمات فی ترمیم الکتاب، [۲] یقرب ان تکون نسبة الی جشت قریة من توابع هراة، ر: تاریخ گزیده ص ۷۹۲، [۳] طمس بالاصل والتکمیل عن القیاس،

(٣٢٠) كمال الدين الحسن بن محمّد بن الحسن الفارسيّ الحكيم الفاضل

[28 b]
[29 a]

من افاضل الدهر وعلماء العصر، رأيته فى حضرة شيخنا قطب الدين الشيرازيّ وهو فاضل كامل اديب عالم عامل، وكتب على كتاب التوضيحات الرشيديّة: كلما طلعت شمس العناية الازليّة على ثاب صاحب دولة وامطرت سحائب الالطاف الالهيّة على رياض نفس قد سبتة نورت آثارها الآفاق واعطرت انوار ازهارها مشامّ ارواح اهل الاشواق رشحات اقلامه يكون لها خاصيّة عين الحياة، و خطرات اوهامه تصير مشاعل الظلمات، كالرسائل التى هى من مقاطر اقلام الوزير الاعدل سلطان اقاليم البيان والتقرير مؤسّس مبانى الرئاسة والتدبير.

(٣٢١) كمال الدين ابو محمّد الحسن بن ركن الدين محمّد بن فخر الدين رضىّ بن توبة الموصليّ

سمع معنا على والده الصدر الكبير ركن الدين ابى عبد الله محمّد بن فخر الدين رضيّ بن توبة الموصليّ بمنزله بالجانب الغربى من بغداد، فى جمادى الآخرة سنة ثمانين وستمائة هـ

(٣٢٢) كمال الدين ابو محمّد الحسن[1] بن محمّد بن علىّ بن الحسين السنجاريّ الفقيه

---

[1] اخّرنا اسمهُ عن ترجمة الحسن بن ركن الدين الموصليّ وكان مقدّمًا عليها فى الاصل رعايةً لترتيب المصنّف ولم يذكر للحسن هذا ترجمةً،

(٣٢٣) كمال الدين ابو المعالى الحسن بن بهاء الدين محمّد بن علىّ يعرف بالزبارة، العلوىّ البيهقىّ الصدر الاديب

ذكره الامام شرف الدين البيهقىّ فى تاريخ بيهق[1] وقال: كان السيّد كمال الدين ابو محمّد اديبًا له اشعار كثيرة فصيحة بالفارسيّة والعربيّة وانشد له :-

الله يعلم انّا معشر نُجُبٌ ... حلّتْ بعقوتنا العلياء والكرم
ما ضرّنا انّنا قلّتْ دراهمنا ... والبيت منزلنا والحِجر والحرم

ومنها :-

فقل لمُعْتَسِفٍ يرجو اللّحاق بنا ... تسعى كثيرًا وعقبى سعيك النّدم

(٣٢٤) كمال الدين الحسن بن محمّد بن ابى طالب الاصفهانىّ نزيل بغداد

كان من اكابر العدول الثقات، ذكره شيخنا ظهير الدين علىّ بن محمّد بن الكازرونىّ، وقال توفّى ببغداد ثانى ربيع الاوّل سنة [اثنتين[2] وثمانين وستّمائة رأيته ولم اكتب عنه]

---

[1] تاريخ بيهق ص ٢٣١ ونصّ عبارته: واشعار سيّد (يعنى پسر بهاء الدين) كمال الدين ابو الحسن الزبارة تازى وپارسى مجلدات است واين ابيات مشهور است از منظوم وى (وذكر هذه الاشعار بزيادة شعر)، ولا سبيل لنا الى التوفيق بين العبارتين فى بيان اسم كمال الدين وكنيته [2] قطعت حروف هذه الجملة فى التجليد ولم يبق منها الّا شيئ يسير فكمّلناها عن القياس،

(٣٢٥) كمال الدين الحسن بن محمّد بن محمّد بن محمّد الأُبيّ النقيب [كذا من غير ترجمة]

(٣٢٦) كمال الدين ابو عليّ الحسن[1] بن محمّد بن يحيى

ابن عليّ يعرف بالفصيح وهو القرشيّ الكوفيّ الناسخ، كان ناسخاً كتب الكثير لنفسه وتوريقاً للناس، رأيته لمّا قدمت بغداد وكان يتأدّب ثم اشتغل بالمنطق، وكان يتكلّم بأشياء ممّا يتعلّق بالشرع والنبوّة، وسافر الى دمشق، وظهر منه أشياء من هذا الفنّ فقُتل، وذلك سنة تسع وثمانين وستّمائة، وله شعر،

(٣٢٧) كمال الدين ابو الفضل الحسن بن فخر الدين[2] (هو) نصر الله بن عبد الرشيد الهمذانيّ القاضي

هو كمال الدين الحسن بن نصر الله، قال شيخنا تاج الدين في تاريخه: تولّى قضاء الجانب الغربيّ هو وابوه وجدّه، مولده في جمادى الاولى سنة ثمان عشرة وستّمائة و حفظ القرآن المجيد وسمع الحديث وناب في القضاء عن والده لمّا توجّه الى حضرة قاآن وحسُنت ايّامه في نيابته،

---

[1] يشبه ان يكون هو الكمال حسن بن يحيى الغرّاش الذى قال عنه صاحب الحوادث الجامعة (ص ٤٥٩) انّه قتل بدمشق سنة ٦٨٨ هـ وذكر من اخباره يشابه اخبار المترجم ههنا وسنذكر طرفاً منها فى الزيادات،

[2] كتب فى الاصل اوّلاً: فخر الدين محمّد بن نصر الله، ثمّ صحّح الى ما اثبتناه،

وكان مليح الخطّ توفى عن مَرَض ايامٍ قلائل فى ثامن عشر ذى الحِجّة سنة خمس واربعين وستمائة، ودفن بباب حرب، قد تقدّم ذكر والده فخر الدين محمّد[1] بن نصر الله، وناب كمال الدين اباه فى مجلس الحكم والقضاء بالجانب الغربىّ من بغداد،

(٣٢٨) **كمال الدين** ابو عبد الله الحُسَين بن احمد ابن اسماعيل بن ابى القاسم بن اسماعيل القصرىّ

(٣٢٩) **كمال الدين** ابو علىّ الحُسَين بن حميد بن حُسَين الحَمَوىّ المُقرىُ

ذكره الحافظ ابو طاهر السِّلَفى فى كتاب معجم السَّفر وقال: انشدنى بمصر لنفسه :-

بصرت بقبر الشافعىّ محمّدٍ فابصرت قبرا قد حوى خير ملحق

فى ابيات،

(٣٣٠) **كمال الدين** ابو عبد الله الحسَين[2] بن سعيد ابن الحسين بن شُنَيف الدّارقزّىّ[3] الامين

ذكره ابن الدُّبَيثى فى تاريخه وقال: سمع ابا القاسم هبة الله[4]

---

[1] كذا فى الاصل والصحيح هو فخر الدين بن نصر الله قياسًا على ما تقدّم، [2] ذكره صاحب الشذرات ولم يذكر حسينًا بين سعيدٍ وشنيفٍ وقال: سمع من هبة الله بن الطبر وقاضى المارستان وجماعةٍ وتوفّى فى المحرّم ببغداد، شذرات ج ٥ ص ٢٨٢، [3] الدارقزّى نسبة الى دار القزّ محلّة ببغداد، لباب اللّباب ص ١٠١، [4] هو هبة الله بن احمد بن عمر الحريرى ابو القاسم ابن الطبر المتوفى ٥٣١ ، انظر شذرات ج ٤ ص ٩٧ وما بعدها،

ابن احمد بن الحريري وطبقته كتبت عنه وكان ثقة توفي سنة عشر وستمائة ،

(٣٣١) كمال الدين ابو عبد الله الحسين بن عبد الباقي ابن حرّاز الهُمامي الاديب

ذكره العماد الكاتب في الخريدة[١] ، وقال هُمامي همه الاهتمام بالادب وهمّته عالية تدلّ على كرم الحسب وانشد له :-

شكا مجد كم ما نالني من جفاءكم　　فاوسعكم عتبا به الدهر يلفظ

منها :-

وكيف التناسي من ذراكم ناظري　　اليكم وان شطّت بي الدار يلحظ

حفاظي لكم مستيقظ غير نائم　　وان كان حظّي نائما ليس يُوقَظ

(٣٣٢) كمال الدين ابو العزّ الحسين بن عبد المؤمن ابن الصفّار السِنجاري الكاتب المُنشئ

من اعيان فضلاء العصر وافاضل علماء الدهر قدم بغداد ولم اكتب عنه شيئا ، وانشدني له مولانا عزّ الدين القاسم ابن عبد الكريم بن الخطيب السنجاري بمراغة :-

بدت اطلال رامة والمصلّى　　فقل للسائق العجلان مهلا

وقف واندب بها عيشا تقضّى　　وعهدا في معاهدها تولّى

---

[١] في فهرست دوزي (ص ٢٢٥) : الكمال ابو عبد الله الحسين بن عبد الباقي بن حراز من اهل الهمامية من اعمال واسط هو ابن اخت ابن المعلم الكمال ابن حرّاز انشدني له بالهمامية في اواخر جمادى الاولى سنة ٥٥٣ هـ ، وخاله هو ابو الغنائم محمد بن علي ابن فارس المترجم في الوفيات (٢ : ٢٩) ،

وعُجْ بِفِنائِها والْثَمْ ثَراها ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وذَرِّق فيه دمعًا مُسْتَهَلّاً[١]

وخُذْ حَذَراً من الالحاظ فيه ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ فكم في الناس قد غادرن قَتْلى

(٣٣٣) كمال الدين ابو محمّد الحسين بن محمّد بن ابى علىّ بن عبد الباقى الرازىّ الفقيه

كان اماماً عالماً، له نظرٌ ومعرفة بالنحو والادب ولغات العرب، وانشد :—

فصدت ربعى فتعالى به ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ قدري فدتك النفس من قاصد

وما رأى العالم من قبلها ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بحراً سعى قطّ الى وارد

(٣٣٤) كمال الدين ابو عبد الله الحُسَين بن النقيب فخر الدين محمّد بن قوام الشرف العلوىّ المحدّث

قرأ على رضىّ الدين محمّد بن ابى سعد الاصفهانى شيئاً من تواليفه، كتب فى آخره : قرأ علىّ الامير السيّد افضلُ شباب السادات كمال الدين تاج الاسلام الحسين بن الصدر ملك النقباء فخر الدين محمّد بن قوام الشرف العلوىّ فى الثالث عشر من شهر الله المعظّم رمضان سنة اربع عشرة وستّمائة، كتبه محمّد بن ابى سعد الحنبلىّ بخطّه،

(٣٣٥) كمال الدين ابو عبد الله الحُسين بن محمّد ابن محمّد بن محمّد، العلوىّ نزيل تبريز الحافظ

من شعره يفتخر :—[٢]

---

[١] وذكره فى ترجمة كمال الدين سليمان بن داؤد باسم محمّد بن سعد والله اعلم، [٢] انشد البيتين قبيلاً لحسن بن محمد بن علىّ البيهقى ،

اَللّٰہُ یَشْہَدُ اَنّا معشرٌ نُجُبٌ حلّت بعَقْوَتِنا العلیاءُ والکرمُ
ما ضرّنا انّنا قلّت دراھمنا فالبیتُ منزلُنا والحِجْرُ والحرمُ

(۳۳۶) کمال الدین ابو الکرم الحسین بن محمّد بن محمّد البَلَدِیُّ[1] الادیب

انشد فی تذکرتہ لابن بابکٍ[2] :۔

اَرَدْتُ بِکُمْ مُغَالَبَۃَ اللَّیَالِی وَصَرْفُ الدَّھرِ رَوّاغٌ خَبِیْثٌ
وَمَا اَشْکُو سِوٰی وُدٍّ قَدِیمٍ تَعَرَّضَ دُوْنَہُ مُلْکٌ حَدِیثٌ
سَاَھْجُرُکُمْ وَفِی جَنْبَیَّ نَفْسٌ تَضِجُّ مِنَ الفِرَاقِ وَتَسْتَغِیْثُ

(۳۳۷) کمال الدین ابو عبد اللہ الحُسَین بن مُسافر ابن تَغْلِب الواسطیُّ المُقْرِی

ذکرہ ابن الدُبَیثیّ فی تاریخہ وقال : قَدِمَ بغداد وقرأ بھا القرآن الکریم علی ابی محمّد[3] سبط ابی منصور الخیّاط، ورجع الی واسط، واقرأ الناس، وکان عارفاً بالقراءات، توفّی سنۃ اربع وثمانین وخمسمائۃ،

(۳۳۸) کمال الدین ابو المظفّر الحُسین بن ابی الحسین المظفّر بن محمّد بن احمد بن ابی المعالی بن همّام الشیبانیُّ البلدیُّ نزیلُ کاشغر الفقیہ الادیب رئیس الاصحاب

---

[1] نسبۃ الی بلد الحطب مدینۃ قدیمۃ فوق الموصل علی دجلۃ بینھا وبین الموصل سبعۃ فراسخ، مراصد ص ۸۰، لسترنج ص ۹۹، [2] ھو عبد الصمد بن منصور بن الحسن بن بابک المتوفّی سنۃ ۴۱۰ھ، [3] ھو عبد اللہ بن علیّ بن احمد المتوفّی سنۃ ۵۴۱ھ، ۷ : طبقات القرّاء ج ۱ ص ۴۳۴،

استوطن اباه كاشغر، وحصل له بها الجاه العريض، و اصله من بلد[1] فوق الموصل، وحصل ودأب وصار رئيس الاصحاب بتلك البلاد، وكان استاد برهان الدين مسعود بك بن يلواج[2]، وله ديوان كبير اعارنيه شيخنا المعظم شمس الدين ابو المجد بن ابى الفضائل الخالدى بمراغة سنة احدى وسبعين وستمائة، من شعره فى وصف الكشاف :-

ان التفاسير فى الدنيا بلا عدد ... وليس فيها لعمرى مثل كشاف

ان كنت تبغى الهدى فالزم قراءته ... فالجهل كالداء والكشاف كالشافى

وقال بعض تلامذته فى مرثيته وتاريخه :-

من نكبة مولاى كمال الدين ... للملك مصيبة كما للدين

قد نال به الدين كمالا فاذا ... اودى فبدا النقص كمال الدين

وفيه :-

اودى امام العالمين وصدرهم ... سلطان اهل الدين استاذ الفرق[3]

اعنى كمال المسلمين ابا المظفر[4] مبدع الفضل الغزير ومنشئه

فى العشر من شعبان بعد ثلاثة ... للست والسبعين والستمائة

---

[1] يعرف ببلد الحطب، وتقدم عن قريب، [2] هو الصاحب مسعود بك بن الصاحب المعظم محمود يلواجى ولى البلاد الشرقية من شاطئ جيحون الى منتهى بلاد الخطا من جانب منكوقاآن سنة ٦٦٠ هـ، م : تاريخ العراق ج ١ ص ١٢٥، [3] الاصل محتجب، [4] كتب فى الاصل تحته : الكمال ابا المظفر، ولا يستقيم،

(۳۳۹) كمال الشرف ابوطالب الحُسَين بن المهدىّ الحَسَنىّ السَّيْلقىّ[1] المقرئ المحدّث [29 b / 30 a]

روى عن الشريف ابى طالب علىّ بن الحسين الحَسَنىّ ، روى عنه الفقيه ابوعبد الله الحسين بن احمد بن محمّد ابن طحال المقدادىّ بالمشهد الغروىّ ،

ومن انشاده :—

لا تخدعنك اللّحى ولا الصُّوَر | تسعة اعشار من ترى بقر
تراهم كالسحاب منتشراً | وليس فيه لِشَّنا ئهم مَطَر
فى شجر السَّرو منهم مَثَل | له رُواء وماله ثَمَر

وهذا البيت المفرد :—

والحادثات وان اصابك بُؤسها
فهو الذى انباك كيف نَعيمُها

(۳۴۰) كمال الدين ابوالفتوح حمزة بن علىّ بن طَلحة يعرف بالبقشلام البغدادىّ حاجب الدين استاد الدار

ذكره محبّ الدين محمّد بن النجّار فى تاريخه وقال : كان عالمًا بالفقه والادب والجدل ، ولى حجابة الباب للمسترشد بالله[2] سنة اثنتى عشرة وخمسمائة ، ووكّله وكالة [؟ عامّةً]

---

[1] نسبة الى محمّد السيلق لقب بذلك لسلاقة لسانه وسيفه ، راجع : عمدة الطالب ص ۱۶۲ و ۲۷۸ ، [2] ابومنصور فضل بن احمد المستظهر بالله (۵۱۲ - ۵۲۹ھ)

فلمّا استُخلف المقتفي[1] ولّاه صدريّة المخزن واكثر الحجّ و جاور بمكّة، ولمّا عاد استعفى من الخدمة فأُعفي، وجلس في بيته مُكبًّا على العبادة، وبنى مدرسةً لاصحاب الشافعيّ بباب[2] العامّة، وتوفّي[3] في صفر سنة ستّ وخمسين وخمسمائة،

(٣٤١) كمال الدين ابو عمارة حمزة بن ابى الفتوح عليّ ابن ابى مضر الحسنيّ المدائنيّ المحدّث

ذكره ابو عبد الله بن الدُبَيثي في تاريخه وقال: سمع بواسط من ابى العبّاس هبة الله بن نصر الله المعروف بابن الجلخت ثمّ سكن الموصل الى ان مات بها،

(٣٤٢) كمال الدين حيدر[4] بن النقيب ركن الدين الحسن بن محي الدين محمّد بن كمال الدين عضد الاسلام حيدر الحسينيّ الموصليّ

غرق[5] في دجلة ببغداد ثالث ذي القعدة سنة اربع و

---

[1] هو المقتفي لامر الله ابو عبد الله محمّد بن المستظهر (٥٣٠ - ٥٥٥هـ) [2] قال في الكامل (ج ٥ ص ٢٥): قريبًا من داره، [3] راجع تاريخ الكامل حوادث تلك السنة، [4] الترجمة من الزيادات بقلم المصنّف على الهامش، [5] كذا في الاصل وفي الحوادث الجامعة (ص ٣٨٦): وفيها [٦٧٣هـ] سقط ركن الدين بن النقيب محي الدين محمد بن حيدر نقيب الموصل بفرسه الى دجلة بغداد وكان مجتازًا على الجسر فاصعد الى مشهد عليّ عليه السلام فدفن هناك وكان شابًّا حسن الخلقة؛ والصحيح ما ذكره المصنّف كما سنذكره في الزيادات،

سبعين وستّمائة ، ورثاه شيخنا شمس الدين ابو المناقب[1] ابن ابى الفضائل الهاشمى الكوفىّ بقصيدة فريدة اولها ...[2]

(٣٤٣) كمال الدين ابو الفتوح حيدر بن محمّد بن زيد العَلَوىُّ المَوصِلىّ النقيب الزاهد

ذكره شيخنا تاج الدين فى كتاب لطائف المعانى لشعراء زمانى وقال : كان سيداً كبيرالقدر علىّ الذكر ولي النقابة و صنّف كتاب غُرَرالدُّرَر فى صفات سيّد البشر ، وذكره شيخنا مجد الدين ابن بَلدجى وقال : سمعت عليه كتاب نهج البلاغة عن ابن شَهراشوب عن السيّد المنتهى عن ابيه ابى زيد عن الرضىّ ، قال : ولبست عن يده خرقة التصوّف ، وكان شيخنا العدل امين الدين ابن قطايه آخر من روى عنه ، وتوفّى ليلة الجمعة الثانى والعشرين من شوّال سنة اربع وثلثين وستّمائة ، واشعاره مذكورة فى كتاب نظم الدرر الناصعة فى شعراء المائة السابعة ،

(٣٤٤) كمال الشرف ابو الحسن حيدر بن يحيى بن ابى القاسم سَيف الحُسَينىّ النسّابة

رأيت مشجّرةً بخطّه كتبها لبعض السادات ونقلتها عندى من خطّه ، ونقلت من خطّه ايضاً :-

---

[1] هو محمد بن احمد بن عبد الله الكوفىّ الواعظ المتوفى سنة ٦٧٥ ، تاريخ العراق ج ١ ص ٢٨٥ ، [2] بياض فى الاصل وقد ذكر هذه المرثيّة صاحب الحوادث الجامعة (ص ٣٨٧) فليراجع ،

لا تقولوا من بعد عا — رضه قد تغير ا
انما الحسن حين مر به الحب مسفرا
رام تبخيره فـذر على المسك عنبرا

(٣٤٥) كمال الدين ابو الخير بن ابی نصر بن فخر الدين احمد بن ابی غسان الفالی ثم الشيرازی

قرأت له اجازة جامعة له ولاهله بخط محمد بن الاكمل ابن الربيع الفالی ولاولاده ايضا، وهم ابوبكر وفضل الله والربيع فی جمادی الاخرة سنة ثمان وتسعين وستمائة ؛

(٣٤٦) كمال الدين ابو الفضل داود بن زين الدين ايوب ابن كمال الدين داود بن سلمان بن مهبوذ النميری الحصكفی الطبيب

قدم علينا بغداد، وبيده مكتوب من الاخ مجد الدين ابی طاهر ابراهيم بن محمد الاسعردی، ورتب فقيها بالطائفة الحنفية، واشتغل بعلم الطب على الشيخ العالم مجد الدين ابی الفضل عبد المجيد بن الصباغ ولازمه واستفاد به، وكان مدة مقامه ببغداد يتردد الى الولد ابی سهل ويبحث معه، وسافر الى بلده وهو الآن طبيب تلك البلاد ؛

(٣٤٧) كمال الدين ابو محمد داود بن عبيد الله بن سليمان بن داود بن معمر الاصبهانی المحدث

من اولاد المحدثين نقلة الآثار وحملة الاخبار، سمع الكثير

قال: التقى عمرو بن[١] عبيد وابن عون[٢]، فقال عمرو: وددت ان الساعة قد قامت حتى يتبين اهل الحق من اهل الباطل، فقال ابن عون: يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ[٣]،

(٣٤٨) كمال الدين ابو سليمان داوود بن محمّد بن عبيد الله الأرزنجاني[٤] الصوفي

كان عالماً بالاخبار عارفاً بالآثار، حافظاً للقرآن المجيد، عارفاً باسباب النزول والتفسير، وقد قرأ جملةً من دواوين العرب، رأيت بخطه ما كتبه لبعض طلاب العلم:-

تغول بادنى الجرى فضل زمامها	فتحسبها فى الارض وهى تطير
اذا ما جرت والريح لم ريثن جريها	فتور وللريح العقيم فتور
فلا هى تستعصى على غلوائها	ولا تطبيها ونية وهجير

(٣٤٩) كمال الدين ابو الفتوح داؤد بن يونس بن عبد الله البغدادي صاحب الديوان

ذكره شيخنا تاج الدين فى كتاب الروض الناضر فى اخبار الامام الناصر وقال: كان شيخنا كاتباً يتنقل فى الاعمال الى ان تولى اشراف الديوان فى ايام المستضيئ[٥] بامر الله، ثم تولى

---

[١] توفى سنة ١٤٤هـ/ : الوفيات ج ١ ص ٣٨٥ بما بعدها، [٢] هو عبد الله بن عون المتوفى سنة ١٥١هـ/ : الكامل [٣] القرآن الكريم: السورة ٤٢ الآية ١٨، [٤] ارزنجان بلدة معروفة من بلاد ارمينيه، معجم البلدان ج ١ ص ٢٠٥ بما بعدها،

[٥] هو ابو محمّد الحسن بن يوسف المستنجد (٥٦٦ - ٥٧٥هـ)

صدريّة الديوان في شهر ربيع الاوّل سنة سبع وسبعين [وخمسمائة] وعزل في صفر سنة تسع وسبعين [وخمسمائة] ولم يستخدم بعد ذلك، وتوفّي في تاسع عشر شهر ربيع الآخر سنة ستّ عشرة وستمائة، و حمل الى مشهد الامام عليّ عليه السلام،

(٣٥٠) كمال الدين ابو سليمان ربيع بن ابراهيم ابن عَبد الوهّاب الحِمْصِيّ الشاعر

كان شاعرا فاضلاً اديباً كاملاً، ممّا يُنسب اليه:—

اَدِرْهامُدَ عْدَعَةً يانديمي ... بماء الكروم وبين الكُروم

وكن ارفق الناس تحت الظلام ... ببزل الدنان وفضّ الختوم

الى ان تريك طلوع الصبا ... ح في حَبَب كانقضاض النجوم

ومنها :—

هي الروح اومثلها في القيا ... س مخلوقةً لِقوام الجسوم

ومن بعض افعالها في النفو ... س عود السرور ونَفْي الهموم

(٣٥١) كمال الدين ابو الزهر ربيع بن عبد الله بن عبد المحسن الدِمياطِيّ المُقرئ

انشد :—

ما لي معاشٌ سوى ضدّ المعاش ولا ... اغدو الى امل الّا ابلا امل

وليس لي شُغُلٌ يجدي عليّ اذا ... فكّرت فيه وما انفكّ من شغل

كل امرء رائحٌ غادٍ الى عملٍ ... ولا اروح ولا اغدو الى عَمَل

ولست في الناس معدوداً لبعضهم ... وانّما انا بعض الناس في المَثَل

(٣٥٢) كمال الدين ابو محمّد الرضا بن فخر الدين محمّد ابن رضيّ الدين محمّد الحسينيّ الافطسيّ الآبيّ القاضي العلّامة

السيّد الكامل، والعالم العامل، الفقيه المحقّق، النبيه المدقّق، اكمل السّادة الاشراف واكمل بني هاشم وعبد مناف قدم مراغة الى حضرة مولٰنا السعيد العلّامة نصير الدين ابي جعفر وقرأ عليه من تصانيف فخر الدين الرازي و سمع عليه ما رواه له عن والده وجيه الدين محمّد بن الحسن وعن خال ابيه نصير الدّين عبد الله بن حمزة، وعن خاله نور الدين عليّ بن محمّد الشيعيّ، وغيرهم، وقرأ عليه صحيفة اهل البيت عليهم السلام، رأيته بمراغة سنة خمس و ستّين، ثم اجتمعت بخدمته بسلطانية شروياز في المحرّم سنة سبع وسبعمائة، وكتب لي الاجازة بجميع مروياته ومسموعاته ومن مشايخه والده السيّد السعيد فخر الدين محمّد عن والده السيّد الكامل قدوة السّادة رضيّ الحقّ والدين محمّد عن ابيه القاضي فخر الدين محمّد وغير ذلك وهو الآن القاضي بفراهان والحاكم بها وباعمالها وله الفوائد الجليلة والاخلاق الحميدة الجميلة والصفات المحمّديّة ومولده . . . [1] وقدم مدينة السلام لزيارة امير المؤمنين عليه السلام واجداده الطاهرين سنة عشرين و

---

[1] بياض بالاصل ولم نوفّق بعد لتكميله،

سبعمائة، وكتب عنه جماعة من السادات نسخة الاجازة
التی اجازه مولنا نصیر الدین: قرأ علی الامیر السید الامام الکبیر
العالم الفاضل الاشرف الاطهر المرتضی المجتبی کمال الملة
والدین رضی الاسلام والمسلمین سید القضاة و[1]... [2] الاشراف
قدوة العلماء والاکابر... [3] کریم الاطراف والانساب الرضا [بن]
السید السعید فخر الدین محمد بن السید السعید] القاضی
العلامة رضی الدین محمد الحسینی الآبی،

(٣٥٣) کمال الدین ابو محمد زیاد بن احمد بن محمد الاصفهانی الادیب

کان ادیبًا کاتبًا شاعرًا رأیت له هذه الرسالة من انشائه و
هی: انّ احسن الآداب لذوی الالباب تأدیب ربّ الارباب
فمن انتحل الادب فقد تحلّی بالذهب وفضل الادبِ
کفضل الانفسِ علی الاجسام، والجُمَعِ علی سائر الایام؛

(٣٥٤) کمال الدین ابو نصر سالار[3] بن الحسن بن عمر الهمذانی

سمع صحیح الامام ابی عبد الله محمد بن اسمعیل البخاری
علی الشیخ ابی جعفر محمد بن هبة الله بن المکرّم الصوفی
البغدادی عن ابی الوقت سنة عشرین وستمائة باربل،

(٣٥٥) کمال الدین ابو محمد سعد بن احمد بن محمود المجلّد البغدادی واسطی الاصل المتأدّب

---

[1] و [2] انقطعت کلمات هنا فی التجلید، [3] هو کمال الدین سلار الآتی ذکره،

كان عالماً بالكتب عارفاً بخطوط مصنّفيها، حافظاً نكت الاخبار ومعاني الاشعار اقتنى كثيراً من الكتب، واجتمع بالفضلاء و المتأدّبين، رأيته بتبريز سنة اربع وسبعين وستّمائة، و رقم لي كتباً اجاد في ترميمها كتبتُ عنه ما انشدني لشيخه :-

تخيلتُ من بعد التشيُّع والولا وأخّرتُ من قد كان اهل التقدّم
ووالیت تيماً مع عديّ معظّماً لشيخيهما ما كان غير معظّم
وذلك من حبّي غزالاً ابصد... ومِجرانه اضحى الى الكفر مُسلمي
نعدّ رِلقياه ففلت لعلّنا اذا نحن متنا نلتقي في جهنّم

واستاذه جمال الدين محمّد بن عثمان الخالديّ الاما[م] و توفّى بمدينة تبريز سنة ثلاث وثمانين وستّمائة ومولده سنة تسع وعشر[ين وستّمائة]،

(۳۵۶) كمال الدين ابو المعالي سعيد[1] بن محمّد بن سعيد الدُّبيثيّ المعدّل

كان شابّاً سريّاً سمع بافادة والده من جماعة من اصحاب ابي الوقت ومحمّد بن ناصر وابن الزاغونيّ وشهد عند قاضي القضاة، كتب الى بعض الوُلاة :-

يا مُعِزّ الاسلام جودك قد اطلق بالشكر السُن المدّاح
انت اوضحت للمؤمّل طرق الفوز بالخير ايّما ايضاح

---

[1] ظاهرٌ انّه ابنٌ لابي عبد الله محمّد بن سعيد الواسطيّ الشهير بابن الدبيثيّ الذي يأتي ذكره كثيراً في هذا الكتاب ولكنّا لم نجد له ذكراً عند من ترجم لابيه ،

(۳۵۷) كمال الدين ابو نصر سلّار بن حسن بن عُمَر الهَذَبانيّ

سمع كمال الدين سلّار صحيح الامام ابي عبد الله البخاري على الشيخ ابي جعفر محمد بن هبة الله بن المكرّم البغدادي بسماعه على ابي الوقت عبد الاوّل بن عيسى بسنده في جمادى الاولى سنة عشرين وستّمائة باربل،

(۳۵۸) كمال الدين سليمان بن موفّق الدين داؤد ابن مَعْمَر بن عبد الواحد بن محمّد بن الفاخر القرشيّ الاصبهانيّ

ذكره محمّد بن سعد الاصفهانيّ في الكتاب[٢] الذي صنّفه لوالده موفّق الدين وقال فيه: فهو محض المروءة والكرم ومن اشبه اباه فما ظلم، متّع الله الولد بالوالد والوالد بالولد وقرن بهما سعادة الاولى بسعادة الابد، وجعل التوفيق في الخيرات لهما قرينا، و[يرحم][٣] الله عبدا قال امينا،

---

[١] هو كمال الدين سالار المتقدّم ذكره وهو سلار بن الحسن بن عمر بن سعيد ابو الفضائل الاربلي الشافعي له ترجمة في طبقات الشافعية ج ۵ ص ۵٦ ، و شذرات الذهب ج ۵ ص ۳۳۱، والسلوك لمعرفة دول الملوك ص ٦٠٣ وتوفّي بدمشق سنة ٦٧٠هـ عن سبعين سنة ولا يوجد نسبة الهذباني عند غير المصنّف،

[٢] واسمه كتاب من اسمه داؤد، مجمع الاداب ص ٢٠٣ ل ،

[٣] ضاعت الكلمة حين تجليد الكتاب،

(٣٥٩) كمال الدين ابو محمّد سليمان بن محمّد ابن الحُتيكيّ الاِسعرديّ الصيدلانيّ المتطبّب

كان من افاضل الاطبّاء وحذّاقهم، وكتب الكثير من كتب الحشائش والطبّ وغيره، روى لنا عنه ابن اخيه الشيخ العالم مجد الدين ابو طاهر ابراهيم الحشائشيّ قوله :-

ولما رأيت الدهر يوذن صَرفُهُ ۔ بتفريق ما بيني وبين الحبائب
رجعتُ الى نفسي فوطّنتُها على ۔ ركوب جميل الصبر عند النوائب
ومن صحب الدنيا على جور حكمها ۔ فايّامُه محفوفة بالمصائب

(٣٦٠) كمال الدين ابو البركات شاكر بن احمد بن ابي بكر عبد الله بن محمّد المعروف بابن صدلغات الحريميّ المقرئ

كان شيخا صالحا عالما سمع ابا عليّ احمد بن محمّد الخرّاز، وطبقته وكان دائم التلاوة للقرآن المجيد، يحبّ سماع الابيات الوعظيّة الرقيقة، وكتب بخطّه لبعض اصحابه :-

حياتك ان فكّرت نَغرِ بد طائرٍ ۔ تمكّنَ منه السمع ثمّة طارا
وعمرك ما عُمِّرت احلام نائمٍ ۔ تنبّهَ عن ليلٍ رآه نهارا
فخلِّ عن الدنيا وكن متبدّلاً ۔ بدار فناءٍ للاقامة دارا

وتوفّي سنة ثلاث عشرة وستّمائة،

(٣٦١) كمال الدين ابو جعفر صالح بن محمّد بن عليّ ابن بارس

من اهل باب الازج، سمع ابا الفضل عبد الملك بن عليّ بن يوسف

له الحريم الطّاهريّ محلة ببغداد،

توفّی سنة اثنتین وستّمائة هـ

(۳۶۲) کمال الدین ابو طالب بن علیّ بن محمّد الابرسیمیّ الحلّیّ النحویّ

ذکره شیخنا الادیب مهذّب الدین ابو الثنا محمود بن یحیی الشیبانیّ الحلّیّ فی کتاب شفاء الغلّة من شعر شعراء الحلّة واثنی علیه وانشدنا له سنة احدی وثمانین :-

فی القلب من لمم الصدود خبالُ ولواعج لنبا طه تغتالُ
یهوی ویشکو ما یخامره من لبـ ـلوی وقد اودی به البلبالُ

فیها :-

ومسهّد الاجفان من حجر الهوی اوهی قواه قطیعةٌ وملالُ
لا تسلکنّ السعدیّ انّ ظباءه اُسد الشری بعیونهنّ تُغالُ
مِلْ عن حماه ففیه ظبیٌ اهیفٌ یسبی العقولَ قوامه المیّالُ

وهی طویلةٌ ،

(۳۶۳) کمال الدین ابو الفتح طاهر بن محمّد بن الحسن الخراسانیّ ، العمید

الیه ینسب رباط العمید بالجانب الغربیّ من بغداد ، وکان کاتبا من بیت کتابة ومعرفة وادب وفقه ، وکان حفظةً للآثار والاخبار ، قال : کان بابن عیّاش برص ، فقال یوما لقرشي یُتّهم بشرب الخمر : قد جاء نبیٌّ یُحِلّ الخمر ، فقال القرشیّ : اذًا لا نؤمن به حتی یبرئ الاکمه والابرص ، فافحمه ،

(٣٦٤) كمال الدين ابو الطيّب طاهر بن محمّد بن يحيى الهمذانيّ الصوفيّ

ذكره الحافظ ابوطاهر احمد بن محمّد السِلفيّ في كتاب معجم السفر وقال: رأيته بهمذان وقال: لبست الخرقة من الشيخ بخير [؟ ابى خير] بن منصور الهمذانيّ، صاحب جعفر الابهريّ،

(٣٦٥) كمال الدولة ابو الفضل العبّاس بن عليّ بن العبّاس الحُوَيزيّ الوزير

ذكره ابوالحسين بن المحسّن بن ابي اسحاق الصابئ في تاريخه وقال: يوم الاربعاء لخمسٍ بقين من جمادى الاولى سنة ثمان وعشرين واربعمائة خرج الوزير كمال الدولة ابو الفضل العبّاس من داره بباب[1] المراتب ناظراً في الامور وتدبير الاعمال وجمع الاموال، وسار الى العسكر، ومعه جميع الاتراك والبوقاتُ تضرب بين يديه،

(٣٦٦) كمال الدين ابو محمّد عبد الله بن احمد ابن فُرَيح بن محمّد بن احمد بن يزيد بن المنذر ابن حُبَيش القُضاعيّ الاَدِيبُ

روى عنه ابو الزَّلال صَفوان بن عطّاف الماكسينيّ، وقال انشدني لنفسه :-

---

[1] باب المراتب كان من اهمّ ابواب دار الخلافة واجلّها واشرفها، : معجم البلدان ج١٢ ص٤٥١،

لقد كنت زرعًا في خضرائه وقوة ... وقد صرت زرعًا يابسات سنابله
وحقًّا دنا مني الحصاد وعيّنت ... لقطعي بأيدي القاطعين مناجله
فربّ أعنّي عند إدراك سكرة ... من الموت تغشاني وتغشى قواتله

(٣٦٧) كمال الدين أبو القاسم عبد الله بن صافي بن عبد الله الخازنيّ البغداديّ المقرئ [31 b / 32 a]

ذكره ابن الدبيثي في تاريخه وقال: كان أبوه مولى حسين الخازنيّ قرأ القرآن المجيد على أبي بكر محمّد بن الحسين المزرفيّ[1] وسمع أبا الوقت عبد الأول، كتبت عنه وكان شيخًا عالمًا توفّي في جمادى الأولى سنة ثلاث وستمائة،

(٣٦٨) كمال الدين أبو محمّد[2] عبد الله بن العبّاس ابن حيدرة الرشيديّ العبّاسيّ الواسطيّ الخطيب،

كان حسن الطريقة مليح الآداب فصيح العبارة، استُدعي من واسط لمّا تكلّم الناس في شمس الدين عليّ بن محمّد النسّابة خطيب جامع الخليفة في شهر ربيع الأول سنة [ثمان وأربعين[3] وستمائة] خطب يوم الجمعة رابع عشر الشهر

---

[1] هو محمّد بن الحسين بن عليّ بن ابراهيم بن عبيد الله الشيبانيّ المزرفيّ يعرف أيضًا بالحاجي ولد سنة ٤٣٧ هـ وتوفي سنة ٥٢٧ هـ، : شذرات ج ٤ ص ٨١ وغاية النهاية ج ٢ ص ١٣١ وضبط المزرقيّ في كلا الموضعين بالقاف وهو غلط إنما هو بالفاء نسبة الى مزرفة قرية كبيرة على ثلثة فراسخ من بغداد، : معجم البلدان ج ٤ ص ٥٢٠،

[2] وفي الحوادث الجامعة: أبو المظفّر، [3] بياض بالأصل وأثبتناه من الحوادث الجامعة (ص ٢٥٠ وما بعدها)،

وحضر عند الشيخ صدر الدين بن النيار[1] فانشده صدر الدين

فلتهنك اليوم الوزارة انها ... قصدتك من بلد بعيد المنزع

لم نعطها املا ولم تشغل بها ... قلبا ولم نسأل لها عن موضع

(٣٦٩) كمال الدين عبد الله بن عثمان بن عبد الله السنجاري[2] الفقيه

سمع فضائل القرآن لابي عبيد القاسم بن سلام على شيخنا العدل رشيد الدين محمد بن ابي القاسم المقرئ بسماعه من ابي بكر محمد بن مسعود بن بهروز عن ابي زرعة طاهر بن محمد[3] المقدسي سنة تسع وتسعين وستمائة

(٣٧٠) كمال الدين ابو محمد عبد الله بن ابي الفرج ابن صدقة البغدادي الكاتب

روى كتاب شعراء الموسوسين تصنيف ابي بكر محمد بن ابي الازهر وانشد :-

واذا تحدث مطنب في مجلس ... لم يفره مللا بطول خطابه

وتراه يسمع قوله متعجبا ... بحديثه ولعله ادرى به

(٣٧١) كمال الدين ابو الفرج عبد الله بن ابي القاسم ابن ايوب الحلبي الاديب

كان عارفا بالاداب والاخبار وقال : ان[4] خالد بن صفوان

---

[1] اسمه علي عد الحوادث الجامعه : الولاية ، [2] راجع فهرست المخطوطات العربية ببرلين النمرة ٤٥١ ، [3] المتوفى سنة ٥٦٦ ھ / شذرات ج ٤ ص ٢١٧ ، [4] ذكر في العقد الفريد ج ٢ ص ١٢٣ ، في بيان مجاوبة الامراء من كتاب المجتبسة) كلام خالد فقط ولم يذكر شيئا من جواب اخي عبد الدار ،

ما افحمه احدٌ قطّ غیر رجل من بنی عبد الدار جمعهما المجلس فاستطال علیه خالد، وقال: یا اخا عبد الدار هشمتك هاشم، وامّتك أُمَيّةُ، وخزمتك مخزوم، وجمحت بك جُمَحُ، فانت عبد دارهم تفتح لهم اذا دخلوا وتغلق اذا خرجوا، فقال له: اتقول لي هذا؟ وانت خالد، والله يقول: أَمَّنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ؛ وابن صفوان، وقد قال الله تعم: كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ،

(۳۷۲) کمال الدین ابو محمّد عبد الله بن ابی القاسم ابن عبد السمیع، السغناقیّ، الفقیه،

کان من اعیان فقهاء ما وراء النهر وبلاد الترك وکان فطنًا فَطِنًا لَبِیْبًا اورد بسنده عن عائشة[۱] رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: اذا اراد الله باهل بیت خیرا ادخل علیهم الرفق، وفی حدیث انس رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلّم: ما کان الرفق فی شیئ قطّ الا زانه ولا کان الخرق فی شیئ قطّ الا شانه،

(۳۷۳) کمال الدین عبد الله بن اللیث المصریّ الادیب

انشد لابی العالیة[۲] الشامیّ:—

---

[۱] لم نجد الحدیث بلفظه وروی البیهقیّ معناه فی شعب الایمان، ر: مشکوٰة ص ۴۳۳، [۲] اسمه الحسن بن مالك، له ذکر فی الوفیات فی ترجمة الاصمعی (ج۱ ص ۳۶۴) وفی معجم البلدان (ج۱ ص ۶۹۲) فی ذکر الاشعار فی ذمّ بغداد،

ما زلتم بعد ودٍّ من سفاهتكم حتّٰی محاودّکم عن قلبی الماحی
حتّٰی رماکم مع الرامین انصرمت حاجاته وصحا والآتی للصّاحی

(۳۷۴) کمال الدین ابو الفتح عبد الله الکبیسیّ[1] الصّوفیّ

انشد الکبیسیّ الصوفی :-

لا یعاب المقلّ وهو قنوع ولیعاب الغنیّ وهو حریص
خفّ عن عاتقی الرجاء وکم بات بمنّ الرجال وهو وقیص
ان یکن فی ندی الملوک سبوغ للمرجیّ ففی رجای قلوص

(۳۷۵) کمال الدّین ابو نصر عبد الله بن محمّد بن احمد النهروانیّ المحدّث

کان محدّثا فاضلاً عالمًا عاملاً اسند عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلّم من قال هلك الناس فهو اهلکهم قال ذلك اذا قاله تحزّنا لهم واذا قال ذلك عجبًا بنفسه وتصغیرًا للناس فهو المکروه

(۳۷۶) کمال الاسلام ابو محمّد عبد الله بن محمّد ابن عبد اللطیف الخجندیّ الادیب

ذکره العماد الکاتب فی الخریدة[2] وقال : شابٌّ ما شاب تقاه بریبة ولا شان علاه بخلّة معیبة وقال انشد نی کمال الاسلام علی الوزن العجمیّ المردّف قوله :-

آه ما اوقد نیران الهوی فاعینونی جیران الهوی

---

[1] نسبة الی کبیسة بلد بالسماوة او عین هناك علیها عدة قری ۱۲ : لب اللباب ص ۲۱۹ و المراصد ص ۳۳۶ ، [2] لم اجده فی فهرست شعراء الخریدة ،

لیته اذ بالتولی عذّ بنی　　لم یکن ینقض نیران الهوی

جلّ حتّیٰ دقّ عن فهم الوریٰ　　قُلّة العشق فسبحان الهوی

اظهرت اصداغه معجزةً　　کُفرُها جدّدَ ایمان الهوی

(۳۷۷) کمال الدین ابو علیّ عبد الله بن محمّد بن عبد المجید الشامیّ الادیب

انشد :-

حُرمت رِضاکم ان هَنانی بعدَکم　　لذیذُ حیاةٍ او صَفا من قذی وِردی

وکیف وانتم اصل رُوحی وراحتی　　اَلَذّ بعیشٍ بعد بُعدِکم رغدِ

فلا اکتحلت عینی وقد کنتم لها　　ضِیاءً ونوراً مُبصراً بسوی السّهدِ

(۳۷۸) کمال الدین ابو محمّد عبد الله بن محمّد بن عشائر، یعرف بابن القبیصیّ الموصلیّ النحوی

ذکره شیخنا مجد الدین ابو الفضل عبد الله بن محمود بن مولود بن بلدجی فی مشیختہ وقال: کان مشهوراً بعلم النحو لقیته بحلب واجاز لی جمیع مسموعاته ورِوایاته ومصنّفاته ومؤلّفاته وانشد لکمال الدین ابن عربد الله نیسریّ :-

وخدْنٍ صفا ودّی له وضمائری　　وواصلته جهدی له وصنیعی

واثنیت بالحسنیٰ علیه محبّةً　　وزادبه وجدی وفرط ولوعی

فقابلَ احسانی بکلّ اساءةٍ　　اصارت ذکاء لهیب النار بین ضلوعی

توفّی بحلب سنة احدی وثلثین وستّمائة،

---

[۱] هو عبد الرحمٰن بن صالح الآتی ذکره　[۲] ا : فقال ،

(۳۷۹) كمال الدين ابو نصر عبد الله بن محمّد بن نصر ابن قوام الرّصافي الصوفيّ

ذكره شيخنا صدر الدين ابراهيم بن شيخ الشيوخ سعد [الدين] محمد بن المؤيّد الجُوينيّ في معجم شيوخه الذين اجاز واله من دمشق انشد في جواب من عيّرهُ بالتصوّف :-

اخيّ من باع دنياه وزخرفها | بصونه كان عندي غير مغبون
قالوا تقنّع بالدّون الخسيس وما | قنعتُ بالدّون بل قُنّعتُ بالدّون
امسيت ارحم من اصبحت اغبطه | لقد تقارب بين العزّ والهون

(۳۸۰) كمال الدين عبد الله بن مسعود بن ابي شريف ابن عليّ بن عيسى بن الشيخ محمود المعاذي الاصفهانيّ

[32 b / 33 a]

[سكن] بغداد مدّة ستّ سنين مقبلاً على التحصيل والاشتغال بالكتابة وملازمة الكتّاب مثل جمال الدين ياقوت المستعصميّ وشمس الدين احمد بن يحيى بن محمّد بن شيخ الشيوخ شهاب الدين السُّهْرَوَرْدِيّ، واقام بالسلطانية [مهتمًّا] بتعليم اولاد الامير دقماق وهو من اهل الافكار [الصائبة] والصنائع الباهرة وهو ... عطارد وقد [جمّع] من فهمه ومعرفته واشتغاله بالفنّ الدقيق،

(۳۸۱) كمال الدين عبد الله بن منير الشارقاني الواعظ

---

(۱) وعند غير المصنّف: ابو محمّد، (۲) الرّصافة ورصافة هشام بلدة بالشام لها حصن

۷: الانساب ص ۲۵۴ جغرافية بلاد فلسطين ص ۶۸۱، (۳) و(۴) و(۵) ضاعت كلمات في الترميم فكمّلنا ما امكننا تكميله عن القياس،

كان حافظاً واعظاً رأيته بأوجان[1] سنة خمس وسبعمائة سمعته ينشد :-

اذا ما خفت من وزري خفّت موازيني من الجرم الثقيل

فانّ الله غفّار يجازي قبيح الذنب بالعفو الجميل

(٣٨٢) كمال الدين ابو الفتح عبد الباقي بن محمّد بن محمّد العلوي الحسني البصري الاديب

كان اديباً فاضلاً وانشد :-

هو يوم المهرجان فابزلي بعض الدنان

واشيري لي نديماً ذا احاديث حسان

منها :-

واذود الهمّ احيا ناً بخمر خسرواني[2]

بالحلال الطلق من مطبوخ سوق البردان[3]

انّما الحجّة والبر هان في نصّ القران

فاقرأ النحل فانّ النحل جاءت بالبيان

يعني قوله تعـ : وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَراً[4]،

---

[1] الاظهر انّه يريد به اوجان اردبيل وهي بلد على عشر فراسخ من تبريز، لسترنج ص ١٦٢، [2] الخمر الخسرواني : نوع من الشراب منسوب الى خسرو (كسرى)

[3] بردان بليدة فوق بغداد على سبعة فراسخ، معجم البلدان ج ١ ص ٥٥١ و لسترنج ص ٥٠، [4] القران الكريم سورة ١٦ آية ٦٧،

(٣٨٣) كمال الدين[1] ابو محمّد عبد الجبّار بن ابي المُعالي ابن المظفّر الأرّانيّ الصوفيّ

كان من اكابر الصوفيّة واعيانهم، له رسالة لطيفة في التصوّف وآدابه، [نقلت[2] منها]: ثلاث منجيات، العدل في الغضب والرضا، وخشية الله في السرّ والعلانية والقصد في الغنى والفقر، وثلاث مهلكات، شحّ مُطاع وهوىً مُتَّبَعُ وإعجاب المرء بنفسه وقوله: حسن الظنّ بالله من عبادة الله

(٣٨٤) كمال الدين ابو الفضل عبد الحق بن عبد الله ابن عليّ بن مسعود البغداديّ الصيدلانيّ الخطيب

من ادباء الخطباء واعيان الائمّة العلماء، رأيته ببغداد وله حانوت على القنطرة قد حوى الاشربة والادوية وهو شيخ جميل الاخلاق حسن الهيئة واليه خطابة جامع فخر الدولة على شاطئ دجلة وكان ينشئ الخطب ويوردها بافصح عبارة، قصدته واستجزته فكتب لي الاجازة مع خطبة من انشائه، وتردّدت الى خدمته مع صديقنا شمس الدين محمّد بن سعيد بن ... [3] وسمعنا عليه،

(٣٨٥) كمال الدين ابو جعفر عبد الخالق بن عبيد الله ابن احمد بن هبة الله بن المنصور بالله الهاشميّ الخطيب

سمع جميع الخطب النُباتيّة على مجاهد الدين سليمان بن محمّد

---

[1] ذكر في الجدول كمال الدين مرّتين وكأنّه اراد زيادة ترجمة ثم ترك ما اراده [2] ليس في الاصل ولا بدّ منه كما يرشد اليه قوله بعدها: وقوله، [3] محيت كلمة بالاصل،

ابن علیّ الموصلیّ بحقّ سماعه من الشیخ ابی اسحق ابراهیم بن
محمّد بن بنهان الغنویّ الرقّیّ بسماعه من الخطیب ابی القاسم
یحیی بن طاهر بن محمّد بن عبد الرحیم عن ابیه ابی الفرج
طاهر عن ابیه ابی طاهر محمّد عن ابیه ابی یحیی عبد الرحیم
ابن محمّد بن اسمٰعیل بن نباتة رحمهم الله ،

(٣٨٦) کمال الدین ابوسعد عبد الخالق بن یوسف ابن بهرامشاه الخوارزمیّ الخیوقیّ الکحّال

سمع من الشیخ العلّامة الحافظ المحدّث رشید الدین
ابے الفضائل[١] محمّد بن ابی بکر احمد بن ابراهیم الخالدیّ
الشبدیّ جمیع الاحادیث الثّمانیة من مسموعات رضیّ الدین
ابے المعالی عبد المنعم بن عبد الله الفُراویّ بسماعه من الشیخ
نجم الدین الکبراء ابی الجناب احمد بن عمر الخیوقیّ سنة سبع
وثلثین وستّمائة ،

(٣٨٧) کمال الدین ابوالفرج [وابو] البرکات عبد الرحمن ابن شهاب الدین الحسن بن عبد القاهر الشهرزوریّ المُقرئ

کان من القرّاء العُبّاد العارفین بالتفسیر والعبادات کتب
رسالةً فی ذمّ الغیبة ، [قال] قال الحسن : الغیبة إدام

---

[١] لم اجد له ذکراً والظاهر انّه ابن للحافظ رشید الدین ابی بکر احمد بن ابی المجد ابراهیم
ابن محمد الخالدیّ المنیعیّ الشبدیّ (نسبة الی شبد قریة بابیورد بخراسان) من علماء القرن
السادس ، ر : تاج العروس ج ٢ ص ٥٦٥

کلاب النار، قال الله تعالیٰ: وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا الآية[1]،
وقد قال بعضهم: الغیبة فاکهة القرّاء وبستان الملوك ومرتع
النساء وادام کلاب النار، اضاف بعضهم جماعة فلمّا حضروا
تأخّر طبیخهم فاخذوا فی الغیبة فقال لهم: الناس یأکلون الخبز
قبل اللحم وانتم قد اکلتم اللحم قبل الخبز،

(۳۸۸) **کمال الدین** ابو الفضل عبد الرحمٰن بن
سعید بن یحیی الحمیریّ القُسطُنطینی المحدِّث الادیب
ذکره الحافظ محبّ الدین محمّد بن النجّار فی تاریخه و
قال: سمع بالانبار من ابی الفوارس خلیفة بن محفوظ المؤدّب
وببغداد من ابی منصور محمّد بن عبد الملك[2] بن خیرون
وغیره روی عنه القاضی ابو المحاسن عمر[3] بن علی القُرَشی
وروی لنا عنه ابوبکر المبارك[4] بن المبارك النحویّ وکان اماماً کبیراً
فی النحو ثقة صدوقاً فیما ینقله ویقوله فقیهاً مناظراً زاهداً
عفیفاً لا یقبل من احدٍ شیئاً لم یتلبّس من الدنیا بشیءٍ و
مضی علی اجمل قاعدة ۱

(۳۸۹) **کمال الدین** ابو نصر عبد الرحمٰن بن شعیب بن احمد

---

[1] القرآن الکریم سورة ۴۹ آیة ۱۲، [2] هو محمد بن عبد الملك بن الحسن بن خیرون المتوفی
سنة ۵۳۹ھ/ : الشذرات ج ۴ ص ۱۲۵، غایة النهایه ج ۲ ص ۱۴۲،
[3] هو ابو المحاسن الدمشقیّ المتوفی سنة ۵۷۵ھ/ : ابن الاثیر ج ۱۱ ص ۲۰۹،
وتذکرة الحفاظ ج ۴ ص ۱۵۳، [4] یعرف بالوجیه
ابن الدهّان،

الشیرازیّ الصوفیّ

قال: كان بعض الصّوفيّة اذا نظر الى العامّة قرأ قوله تعالى[1]
وَتَحْسَبُهُمْ اَيقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ[1]، وقال المتنبّی :-

ارانب غير انّهم ملوك[*] مفتّحة عيونهم نيام[*]

قال الله تعالىٰ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ
الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ[2]

انشد منصور الفقيه :-

يا معرضًا اذ رآنى لمّا رآنى ضريرا
كم قد رأيت بصيرًا اعمى واعمى بصيرا

(۳۹۰) كمال الدين ابو محمّد[3] عبد الرّحمٰن بن صالح ابن عمّار بن عمر بن عبد الدّنيسرىّ الشاعر المحتسب

ذكره الشيخ عمر بن الخضر بن اللّمش بن الدّنّمش[4] فى
كتاب حلية السّريّين فى خواصّ الدّنيسريّين وقال: كان
عالما فطنا ذكيّا قرأ على ابى بكر محمد بن درباس الآمدىّ و
سافر فلقى المشايخ بدمشق ومصر والاسكندريّة، وهو
اوّل نحوىّ تصدّر بدنيسر، وهو متولّى وقف الجامع الناصرىّ
وكان يتولّى الحسبة بدنيسر، ومن شعره :-

دع الملامة فيه ايّها اللّاحى فما اطيع عليه قول نصّاح
شدّوا على فسدّوا باب مصلحتى وظنّهم انّهم جاؤا باصلاحى

---

[1] القرآن الكريم سورة ۱۸ آية ۱۸، [2] القرآن الكريم سورة ۲۲ آية ۴۶، [3] وفى الشذرات
ابو الفتوح [4] وفى الشذرات: عوند،

وهزة السكر لا يخطى بلذتها　　　الا خليع تحاشى حشمة الصاحي

توفى سنة سبع وعشرين وستمائة فى الحبس،

(٣٩١) كمال الدين ابو الفضل عبد الرحمن بن عبد السلام ابن اسماعيل اللمغانى[1] البغدادى اقضى القضاة

ذكره محب الدين بن النجار في تاريخه وقال: قرأ الفقه والخلاف وناظر ودرس وشهد عند قاضى القضاة ابى القاسم عبد الله بن الحسين بن الدامغانى وناب فى الحُكم والقضاء عن شهاب[2] الدين ابى المناقب الزنجانى ثم عن قاضى القضاة محي الدين محمد بن يحيى بن فضل الله وولي التدريس بجامع السلطان، ثم بمشهد ابى حنيفة ولما عُزِل قاضى القضاة نجم الدين عبد الرحمن بن مُقبل سنة ثلث وثلثين وستمائة، رُتِّب كمال الدين اقضى القضاة، ثم رُتِّب مُدرِّسًا بالمستنصرية، وتوفى فى رجب سنة تسع واربعين وستمائة،

(٣٩٢) كمال الدين ابو الفضل عبد الرحمن بن عبد العزيز ابن ابراهيم النيلىُّ الشاعر

كان شاعراً مجيداً له شعرٌ حسنٌ فى الفنون من شعره (وقيل انه لقاضى الحويزة):-

وشاعرٍ مرَّ بى على عجلٍ　　　فى الليل والصبحُ بعد لم يكد

---

[1] لمغان اولامغان كورة تشتمل على عدة قرىً فى جبال غزنة، مراصد ص ٣٤٩،

[2] هو محمود بن احمد بن محمود المتوفى شهيداً سنة ٦٥٦م /: طبقات الشافعية ج ٥ ص ١٥٧، تاريخ العراق ج ١ ص ٢٢٩،

قلت له نعم فقال هات فما | يبيع مثلي الآيد ابيد
فقلت تقتني الى غد فلوى | عنانه خائفاً مطال غد
وقال اوصت الى والدتي | لا تسلف النيك فاضي لبلد

(٣٩٣) كمال الدين ابو الفرج عبد الرحمٰن بن[١] عبد اللطيف بن محمد يعرف بابن[٢] وريدة البغدادي [33b 34a] البزاز المحدث

كان شيخاً معمّراً عالي الرواية وله حانوت بخان الخليفة كان طلّاب العلم يتردّدون اليه ويقرأون عليه ثم رأيته شيخاً بدار الحديث بالمدرسة المستنصرية بعد وفاة شيخنا محمد بن[٣] يعقوب بن ابي الدينة في رجب سنة ثمانين[٤] و الاجازة التي بيده تاريخها سنة خمسين وستمائة وفيها ذكر عمي وكان قد سمع ابا العباس بن صرما وزيد بن يحيى بن هبة الله والمهذب بن قنيدة وغيرهم وكان يُطيل الجلوس مع طلّاب العلم ولا يضجر ونيّف[٥] على التسعين وهو صحيح الحواس وكان ينفذ لي ويُتحفني، وسئل عن مولده فلم يتحققه،

---

[١] يعرف بالكمال الفويرة ترجم له ابن العماد في الشذرات ج ٥ ص ٤٣٨ ولم يذكره بكنية ابن وريدة

[٣] له ترجمة في الشذرات ج ٥ ص ٣٦٩ وتاريخ العراق ج ١ ص ٣٠٣

[٤] وهي سنة وفاة ابن ابي الدينة ، [٥] في شذرات الذهب انه مات عن ثمان وتسعين سنة ،

وتوفّی سنة ستّ وتسعين وستّمائة ؀[1]

(۳۹۴) كمال الدين ابو محمّد عبد الرّحمٰن بن علىّ بن سعد الله الكوفىّ المقرئى

كان من القرّاء العارفين بوجوه القراءات ، قال : جاء رجل الى عامل للمنصور يتولّى الاجراء على العميان والايتام والنسوان اللائى لا ازواج لهنّ، فقال له: ان رأيت ان تُثبتنى فى القواعد فقال له : انّ القواعد نساء فكيف اُثبتك فيهنّ، قال : ففى العميان ، فقال : امّا هذا فنعم ، فانّ الله يقول : فَاِنَّهَا لا تَعْمَى الْاَبْصَارُ[2] ، قال: واَثْبِت ابني فى الايتام ، فقال : افعلُ فان من انت ابوه فهو يتيمٌ ،

(۳۹۵) كمال الدين ابو البركات عبد الرّحمٰن بن محمّد ابن عبيد[3] الله بن ابى سعيد الانبارىّ النحوىّ الزاهد

ذكره ابن الدُبَيْثىّ فى تاريخه وقال : قَدِم بغداد فى صِباه واستَوطَنَهَا اِلى اَنْ مات بها ، وكان عالمًا فقيهًا اديبًا ، تفقّه بالنظاميّة على ابى منصور[4] ابن الرزّاز وصار احد المعيدين بها وقرأ النحو على الشريف ابى السّعادات[5] ابن الشجرى ، وابى منصور

---

[1] وقال ابن العماد انّه توفّى فى رجب سنة ۶۹۷ھ شذرات ج۵ ص ۴۳۸ ،

[2] القرآن الكريم سورة الحج (۲۲) الآية ۴۶ ، [3] ا : عبدالله ، والتصحيح من المصادر الاخرى

[4] هو سعيد بن محمد بن عمر الرزاز المتوفّى سنة ۵۳۹ھ : الشذرات ج ۴ ص ۱۲۲ ، بستانى ج ۲ ص ۳۵۵ ، [5] هو هبة الله بن علىّ بن محمّد المتوفّى سنة ۵۴۲ھ : الوفيات ج ۲ ص ۲۴۱ ، بستانى ج ۲ ص ۱۶۵ ، الشذرات ج ۴ ص ۱۳۲ ،

ابن الجواليقی، وسمع الحدیث علی ابیه، وعلی ابی الفوارس خلیفة ابن محفوظ وابی الفضل محمّد بن محمّد بن عطّاف وصنّف الکتب فی النحو واللغة، وکان صالحاً دیّناً لا یقبل من احد شیئاً و کان متقنّعاً بضیق العیش یقتنع بدخل ملك له لا یقوم بالقوت وله شعر، وتوفّی فی شعبان سنة سبع وسبعین وخمسمائة ودفن بباب ابرز،

(۳۹۶) کمال الدین ابو علیّ عبد الرحمٰن بن محمّد بن عبد الغنیّ العسقلانیّ الفقیه

کان من الفقهاء العلماء سمع کتاب المحتضرین لابی بکر عبد الله بن محمّد بن عبید بن سفیان المعروف بابن ابی الدنیا القرشیّ، قال: اتی صفوانُ بنُ[۱] سلیم محمّدَبن[۲] المنکدر وهو فی الموت فقال: یا ابا عبدِ الله کانّی اراك قد شقّ علیك الموت، فمازال یهوّن علیه الامر، ویتجلّی عن محمد حتی لکأنّ فی وجهه المصابیح، ثم قال له محمّد: لو تری ما انا فیه لقرّت عینك، ثم قضی رحمه الله،

(۳۹۷) کمال الدین ابو محمّد عبد الرحمٰن بن محمّد بن محمود یعرف بکلینان الهمذانیّ شیخ رباط الشونیزیّة

کان کثیر العبادة ویتکلّم علی الخاطر قدم بغداد، ورُتّب شیخاً برباط الشونیزیّة، وکان الصاحب علاء الدین عظیم الاعتقاد فیه

---

[۱] تابعی مات قریباً من سنة ۱۳۲ھ، ر: تهذیب التهذیب ج ۴ ص ۴۲۵، [۲] توفی سنة ۱۳۱ھ ر: تهذیب التهذیب ج ۹ ص ۴۷۳ بما بعدها،

وكان يخلو به فى الرباط ويتكلّم معه فى الحقائق وغيرها، واتّفق انّه توجّه الى الحلّة السيفيّة، فمات بها فى رجب سنة ثمان وسبعين وستّمائة فحمل الى بغداد، ودفن الى جانب قاضى القضاة نجم الدين البادرائى[1] فى دكّة الجنيد رضوان الله عليه،

(٣٩٨) كمال الدين ابو القاسم عبد الرحمن بن ابى منصور محمّد بن منصور بن بدر بن سعيد بن جامع الواسطىّ البَرجُونىّ المدرّس

ذكره شيخنا تاج الدين ابو طالب فى تاريخه وقال: كان شيخا حسن السَّمت تفقّه على جمال الدين يحيى[2] بن فضلان ورضىّ الدين علىّ بن علىّ الفارقىّ ودرس بمدرسة الاصحاب المجاورة لتربة امّ الناصر فى المحرّم سنة اربع وستّمائة، وحدّث عن ابى طالب[3] بن الكتانىّ واحمد بن سالم البرجونىّ وابى الفتح[4] بن شاتيل وغيرهم، واجاز له الامام الناصر لدين الله وكان حسن الاخلاق نظيفا، وكان مولده ببرجونى من شرقىّ واسط سنة ستّين وخمسمائة، وتوفّى فى رجب سنة ثمان وعشرين وستّمائة،

---

[1] هو ابو محمّد عبد الله بن محمّد بن الحسن البادرائى (نسبة الى بادرايا قرية من عمل واسط) ولى القضاء ببغداد على كره وتوفّى سنة ٦٥٥ﻫ / : طبقات الشافعيه ج ٥ ص ١٥٩، الشذرات ج ٥ ص ٢٦٩، [2] هو يحيى بن على بن الفضل المتوفّى سنة ٥٩٥، الشذرات ج ص ٣٢١، [3] هو محمّد بن على بن احمد الواسطىّ توفّى فى المحرّم سنة ٥٧٩، شذرات ج ٤ ص ٢٦٧، [4] هو مسند بغداد عبد الله بن عبد الله بن محمّد المتوفّى سنة ٥٨١، شذرات ج ٤ ص ٢٧٢،

(٣٩٩) كمال الدّين ابوسعيد عبد الرحمٰن بن مسعود بن احمد الحلبيّ الشاعر

كان شاعراً فصيحاً عالماً حافظاً ومن شعره :-

من خاف ان شاب هجران الحسانِ اضـ ـطجار النعيم ورفض الكأس والنغم
فلي الى الشيب شوقٌ ما يُبَيِّنُهُ سعيي للقياه من عمري على قدم

(٤٠٠) كمال الدين قطب الاقطاب عبد الرحمٰن[1] بن مسعود البغداديّ شيخ السلطان احمد بن هولاكو

بلغ من السلطان اباقا ومن اخيه تكوتار[2] احمد ما لم يبلغه احد من الاعيان والاكابر وكان يعرف السيميا، واصله من بغداد، ذكروا عنه انّه كان من الفرّاشين المقرّبين الى حضرة المستعصم بالله وقرئ .... [وامر][3] السلطان بانّه يرتّب في الوقوف ويختار وذلك في جمادى الثانية سنة احدى وثمانين وستّمائة فاستناب ...... [.] *

(٤٠١) كمال الدين ابو محمّد عبد الرحمٰن بن موسى ابن حجّاج الإسكندريّ الكنانيّ الاديب الفقيه

كان من الادباء الفضلاء انشد له محبّ الدين محمّد بن النجار :-

اشرب الخمرة الّتي حازها جوهر القدح
قد اتى يهزم الهمو م بها عسكر الفرح

ومن شعره :-

---

[1] هو عبد الرحمٰن بن يحيى الآتي ذكره، [2] تكوتار او تكودار اسم للسلطان احمد المغولي (٦٨١ - ٦٨٣ هـ) [3] احتجب الاصل في الترميم فلا يقرأ منه الا بعض الحروف وتممنا ما امكننا تتميمه ،

طمعنا ان یوافقنا ایاس فاوقفنا بتحقیق الایاس
ولو یدری الملام کما دوینا رأی الاقبال فی تقبیل کاس

وله:-

ورد الکتاب بانعم من مالک لمحبه
فشکرت فضل وروده وطربت من فرح به
لما علمت بانّنی حقاً خطرت بقلبه

[وله]
ما ارغد الدهر عیشی فی الشباب ولا احلی فابکی شبابی حالة الهرم

(۴۰۲) کمال الدین عبد الرحمن بن یحیی المعروف بقراجه البغدادی شیخ الاسلام وشیخ السلطان

کان یلقب بشیخ السلطان کان من الفرّاشین بدار الخلافة ویعرف بقراجه، اشتغل بعد الواقعة بالقرآن المجید بمسجد قمریّة[1] علی موفق الدین[2] عبد الواحد وسافر عن بغداد و توصّل الی خدمة السلطان اباقا بن هولاکو وکتب له بوقوف العراق [و] کان یعرف السیمیا کما قیل وکان یظهر له العجائب. ولمّا توفّی السلطان اتّصل بخدمة اخیه السلطان احمد وکان یعتقد فیه، وانفذه فی الرسالة الی دمشق فاعتقل بها وکانت وفاته بدمشق فی شوّال سنة ثلاث وثمانین وستّمائة،

(۴۰۳) کمال الدین عبد الرحیم بن شجاع الحربوی[3] قاضی حربی

---

[1] کتب تحته: تکرر وهو شیخ السلطان احمد، [2] هو موفق الدین عبد الواحد بن محمد بن عبد الرحمن النخّاس المقرئ المتوفّی سنة ۶۸۷ھ ترجم له المصنف فی کتاب المیم،
[3] بلیدة فی أعلی دجیل بین بغداد وتکریت،

حدّثني الشيخ العارف تاج الدين ابو المحاسن عبد الله ابن اسمعيل بن المحار قال: كان المتولّي لقضا[ء] دجيل يحكم من الحربيّة[1] الى دقوقا[2] فنازعه القاضي شرف الدين ابراهيم الكلينيّ قاضي دجيل ودام النزاع بينهما فترافعا الى قاضي القضاة وهو . . .[3] في جماعة قال وكنت معهم فلمّا غصّ المجلس [قال] :-

يا ايّها المولى الذي حكمه	اشهر في الدنيا من الشمس
تأبى سجاياك بان ينطوي	نور الهدى في ظلمة الغمس
هذان خصمان بغى بعضهم	والبغي ضرب من هوى النفس
هذا له تسعون مع تسعة	وافرة القسم . . .[4]
وذا بفرد واحد قانع	لا بل من الخمسة با[؟ الخُمس][5]
فاقض لمن نحبته قصده	كما قضاه داو[د][6] بالامس

فلما سمع قاضي القضاة ذلك اقرّ[؟ القاضي] عبد الرحيم على حكمه، وذلك سنة [[7]] ثمانين وستّمائة ،

(۲٤٣) كمال الدين ابو محمّد عبد الرحيم بن المبارك ابن هبة الله البغداديّ الكاتب

من كلامه: لا زالت الالسن منوّقة بثنائه، والاعناق مطوّقة بحبائه، ولا برحت الآمال نازلة بفنائه، والاقدار جارية على رائه،

---

[1] محلة ببغداد، [2] بلدة بين اربل وبغداد، وبين الحربيّة ودقوقا مسافة مائتين وخمسين ميلاً وحربي تقع في الطريق، [3] الى [7] الكلمات محتجبة في الترميم واتممنا عن القياس ما استنطقناه ،

(٢٠٥) كمال الدين ابو الرضا عبد الرّحيم بن محمد بن محمّد بن ياسين البغدادي صاحب الديوان

ذكره محبّ الدين بن النجّار في تاريخه وقال: قرأ الفقه على جدّه لامّه جمال الدين يحيى بن فضلان وسافر الى الموصل فاقام عند الشيخ عماد الدين ابي حامد محمّد ابن يونس[1]، ولما رجع رتّب معيداً بالنظاميّة وشهد عند قاضي القضاة ابي القاسم عبد الله بن الحسين ابن الدامغاني في المحرّم سنة اربع وستمائة، ورتّب صدراً بديوان الزمام، وردّ الى نظره الاعمال الواسطيّة والبصريّة ثم عزل عمّا كان يتولاه من الاعمال، وكان مولده في المحرّم سنة ثمان وستّين وخمس مائة وتوفّي في صفر سنة ثلاثين وستمائة ودفن بالورديّة،

(٢٠٦) كمال الدين ابو الفضل عبد الرزّاق بن ابي الغنائم القاشيّ الشيخ العارف

من المشايخ العارفين والصوفيّة المجتهدين والعالمين العاملين له التّصانيف المفيدة في مذهب الصوفيّة، رأيت من رسائله في خدمة الصدر السعيد الشهيد زين الدّين[2] الماستري بخطّه اللائق المليح الفائق الصحيح وكتبت اليه رقعة

---

[1] ا: ابي محمد حامد بن محمد بن يونس، والتصحيح من طبقات الشافعيه ج ٥ ص ٢، وترجمة الشيخ عماد الدين في الصفحة ٤٥ من المجلد الخامس، [2] قتل مع الخواجه سعد الدين سنة ٧١١ هـ، تاريخ العراق ج ١ ص ٤١٨،

من المعسكر ولم اقرأ لها جواباً، سمع على شيخ الشيوخ شهاب الدين عمر بن محمّد البكري السهروردي كتاب عوارف المعارف من تصانيفه بقراءة عزّ الدين حسن بن حيدر بن حسين البيهقيّ في رجب سنة اربع وعشرين وستمائة،

(۴۰۷) كمال الدين عبد السلام بن اوحد الاهري[1] الصوفيّ

وقدم بغداد سنة عشر وسبع مائة ليكون خادم الصوفيّة بالرباط الزيني الذي انشأه زين الدين، وحجّ الى بيت الله الحرام وجرى ما جرى فلما عاد من الحجّ رجع الى وطنه و لم يتّفق لي الاجتماع بخدمته والاقتباس من فوائده،

(۴۰۸) كمال الدين ابو محمّد عبد السيّد بن المحسن ابن محاسن الصرصريّ

قرأت بخطّه قال: اوّل ما ارتفع به امر احمد[2] بن يوسف

---

[1] بالفتح ثم السكون وراء مدينة كثيرة الخيرات من نواحي اذربيجان بين اردبيل وتبريز، معجم البلدان ج ۱ ص ۴۰۹، [2] من ندماء المأمون لم اقف على سنة وفاته ولكتابه هذا ذكر في الطبري (السلسلة الثالثة ص ۱۵۰) وبينهما اختلاف ونذكرههنا نصّ الطبري بلفظه وهو: وذكر عن الموصليّ انه قال لما بعث طاهر برأس محمد [الامين المخلوع] الى المأمون بكى ذو الرياستين وقال سلّ علينا سيوف الناس والسنتهم امرناه ان يبعث به اسيراً فبعث به حقيراً، وقال له المأمون، قد مضى ما مضى فاحتل في الاعتذار منه فكتب الناس فاطالوا وجاء احمد بن يوسف بشبر من قرطاس فيه: اما بعد فانّ المخلوع الخ ثم ذكر قطعة تطول القطعة المكتوبة ههنا باختلاف في بعض الالفاظ،

ان المخلوع وان كان قسيم امير المؤمنين فى النسب واللحمة فقد فرّق كتاب الله بينهما فى الولاية والحرمة، فيما اقتصّ علينا من نبأ نوح وابنه حيث قال: يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ، الآية[1]،

كمال الدين عبد الصمد[2] بن عبد الواحد بن مشرف الدونى[3] الكاتب

كان [ ][4] كاتبا حسن الخط مليح البيان يكتب باللغتين وينشئ بالعبارتين، رأيته لما قدمت من بغداد وهو من اولاد الصدور والاكابر وكتب بين يدى الصاحب علاء الدين وتوفى كمال الدين الدونى فى ....[4]،

(۱۰۴) كمال الدين ابو الفضل عبد العزيز بن عبد الله ابن محمود، الكوه كيلوئى[5]

كان كبير الشان قرأت بخطه :-

له قلم يعنو له كل صارم ... وتعبده الخطية السمر شرعا

اذا قطه يوما واجراه كاتبا ... وقد صار من نقش الكريمة أدرعا

يقول هو العبد الذى فيه قد روى ... المبعوالله لو كان عبد المجد تعا

(۱۰۵) كمال الدين ابو المظفر عبد العزيز بن ركن الدين ابى الحسن عبد السلام بن ابى عيسى الذهلى الشهرابانى الكاتب

---

[1] القرآن الكريم سورة هود (۱۱) الآية ۴۶ ؛ [2] سيأتى ذكر ابيه عبد الواحد ابن مشرف كمال الدين، [3] نسبة الى دونه وهى قرية على عشرة فراسخ من همذان، [4] بياض فى الاصل، [5] لعل النسبة الى جبال كيلان،

من البيت المعروف بالفضل والرياسة والعلم والحكم والكتابة وقد تقدّم ذكر جماعة منهم في هذا الكتاب على ما اقتضاه الترتيب وكمال الدين المذكور شابّ فاضل كاتب مليح الكتابة حسن الأخلاق لطيف المعاشرة، رأيته وكتب لي من فوائده بخطّه الحسن ومولده في صفر سنة اثنتين وسبعين وستمائة،

(٢١٢) كمال الدين عبد العظيم بن عوض بن تمّام

سمع على شرف الدين محمد بن احمد بن يعلى العراقي الهاشميّ الغزّال كتاب روضة افهام اولي الالباب في شرح معاني كتاب الشهاب تصنيف ابي بكر محمّد بن عبد الله ابن احمد بن حبيب العامري الواعظ بسماع شرف الدين الكتاب من مصنّفه سنة خمس وستمائة وسماع كمال الدين بثغر الاسكندريّة سنة خمس وعشرين وستمائة،

(٢١٣) كمال الدين ابو محمّد عبد الغفور بن عبد الغفّار البغداديّ المدرّس

كان عالمًا بالفقه والادب والتفسير، وروى بسنده الى عبد الله ابن مسعود قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: حصّنوا اموالكم بالزكاة وداووا مرضاكم بالصّدقة وأعدّوا للبلاء الدّعاء، ذكره الشيخ ابو احمد[1] الحسن بن عبد الله بن سعيد العسكريّ في كتاب الحكم والامثال،

---

[1] هو احد الائمّة في الآداب والحفظ ولد سنة ٢٩٣ وتوفّي سنة ٣٨٢ هـ والعسكري نسبة الى عسكر مكرم مدينة من كور الاهواز، وفيات ج ١ ص ١٦٤،

(٤١٤) كمال الدين ابو الرّضا عبد القادر بن محمّد بن مسعود البجلی القوسانی المحدّث

كان شيخاً صالحاً سمع من اصحاب سديد الدين ابی الوقت عبد الاوّل بن عيسى السجزی ومن مسموعاته كتاب[1] ..... علی الشيخ ابی الفضل عبد[2] السلام بن عبد الله بن احمد ابن بكران الداهری بسماعه من ابی الوقت سمعه شيخنا عبد القادر سنة سبع وعشرين وستمائة وسمعت عليه اخبار ذكر من اسمه عطاء من تاليف ابی القسم[3] الطبرانی بسماعه من معمر الاصفهانی فی جمادی الآخرة سنة ثلاث وثمانين وستمائة برباط الحلبة ،

(٤١٥) كمال الدين ابو محمّد عبد القاهر بن ابی المكارم علوی بن المهنا، يعرف بخصی البغل التنوخی المعرّی القاضی

كان يتقلّب فی نسبه فتارةً يدّعی انه قرشی اُموی من اولاد مروان بن الحكم، وتارةً يدّعی انه من فهم بن تيم اللات، وانّه تنوخی[4]، وتارةً انّه ربعی، وولی قضاء معرّة[5] مصرين

---

[1] بياض بالاصل [2] ذكره ياقوت فی معجم البلدان ذيل الداهرية قرية ببغداد وعدّه فی الاحياء (سنة ٦٢٠ هـ) وقال عن ابيه عبد الله انه توفی سنة ٥٧٥ هـ ، [3] سليمان بن ايوب المتوفی سنة ٣٦٠ م ، [4] التنوخ هو فهم بن تيم اللات / ؛ وستنفيلد شجرات شجرة ٢ س ١٩ و الفهرس ص ٤٤٤ ، [5] معرّة مصرين ، بلدة وسرمين بليدة اخری قرب حلب / : جغرافية فلسطين ص ٩٥ و المراصد ص ٢١٤ و ٣٧٦ ،

وسرمین ، وکان رجلاً کیّساً کثیر المجون ، سمع بالمعرّۃ اباہ وبحلب محمّد بن علی بن یاسر الجیّانی ، وروی شعرہ العماد الکاتب[ؒ] ومن شعرہ :-

خطیب بنی حرب اذا ما رأیته — تری بعضه للجهل یشهد للبعض
فضول بلا فضل وسنٌّ بلا سنًا — وطول بلا طَولٍ وعرض بلا عِرض

توفّی سنة اربع وتسعین وخمسمائة ،

(۴۱۶) کمال الدین ابو الفضل عبد الکریم بن احمد بن محمّد المعروف بابن حَرَمیّة[۱] البوازیجی المغربی الشاعر

ذکرہ ابن الشعار فی عقود الجمان وانشد له :-

الشمل منتظم والدهر ملتئمٌ — والهمّ مقتسم والوصل مأمولُ
ونحن بالموصل الحدباء فی زمن — کانه منهل بالراح معلولُ

توفّی بالموصل سنة احدی عشرة وستّمائة ،

(۴۱۷) کمال الدین ابو الکرم عبد الکریم بن ابی السعادات ابن کیصا البغدادی المحدّث

اورد بسندہ عن انس رضی الله [تعالی] عنه ان النبیّ صلی الله علیه وسلّم قال: من أُعطی اربع خِصالٍ فقد أُعطی خیر الدنیا والآخرة قلبٌ شاکرٌ ولسان ذاکر وبدن صابرٌ و زوجة صالحة ،

(۴۱۸) کمال الدین عبد الملک بن عبد الکافی بن محمّد الزجاجی التبریزی الصدر الکاتب

---

۱ ر: فهرست ورزی ص ۲۲۹ ، الحِرَمیّة المرأة المنسوبة الی الحرم علی غیر القیاس تاج العروس

قدم بغداد فی صحبة خواجه فخر الدین احمد التبریزی لمّا قدم فی اخذ حساب وقوف بغداد من ابن العاقولی سنة تسع وسبعمائة وهو شابّ فاضل حسن الاخلاق محمود السیرة جمیل الجملة والتفصیل من اعیان الصدور ملیح الکتابة اجتمعت عنده فی اوائل ذی الحجّة سنة تسع عشرة و سبعمائة وذکر لي انه من انساب شیخنا ومولٰنا السعید العلّامة شمس الدین عبد الکافی بن عبد المجید بن عبید الله المعروف بالعُبَیدیّ التبریزیّ،

(٤١٩) **کمال الدین** ابو الفیض عبد المؤمن بن محمّد بن بدران العراقیّ الادیب

کان ادیباً فاضلاً حافظاً للامثال قال: العرب تقول: من عُرف بالکذب لم یجز تصدیقه،

لا یقبل الصدق من الکذّاب ولو اتی بمنطق صواب

وانشد:—

انّ الکذوب وانْ اتانا حالفاً بالصدق لم نقبل وان یکُ صادقا

وانشد:—

اذا عرف الکذّاب بالکذب لم یزل لدی الناس کذّابا وان کان صادقا

(٤٢٠) **کمال الدین** ابو الفضل عبد الواحد[1] بن مشرّف ابن ابی الفوارس الدُونیّ الکاتب

---

[1] تقدّم ذکر ابنه کمال الدین عبد الصمد والدّونیّ نسبة الی دونة همذان وهي قریة علی عشرة فراسخ من همذان، ر: معجم البلدان ج٢ ص٦٣٠،

رایته لما قدمتُ مدینة السلام، وکان ممّن تردّد الی حضرة الصاحب السعید علاء الدین عطاملك بن محمّد ویکتب بین یدیه، وکان لطیف المحاورة، اجتمعت به و سألته المکاتبة الی الشیخ العالم مجد الدین[۱] علیّ بن محمّد الدونیّ فانعم وکتب لی رقعةً حسنةً الی خدمته وانشدنی فی المحاورة :—

الدهر ینقل من حال الی حال ۔ والناس ما بین آمالٍ وّآجال

کیف السلوّ باقبال واٰخرهٗ ۔ اذا تأمّلته مقلوب اقبال

(۴۲۱) **کمال الدین** ابو المظفّر عبد الودود بن مجیر الدین ابی الشکر محمود بن ابی الفتح مبارك الواسطیّ اصلا والبغدادیّ مولداً، وکیل الخلیفة والمدرّس

ذکره الحافظ محبّ الدین محمّد بن النجّار وقال : تفقّه علی والده مجیر الدّین ودرس بالمدرسة الثقتیة بباب الازج وتولّی سبیل الخلیفة بطریق مکّة وحمدتُ سیرته و کان دیّناً کثیر العبادة واجازله الامام الناصر ووکّله وکالةً جامعةً سنة ستّ وستّمائةٍ، قال : وانشدنا :—

فضمٌّ ید المولود ساعة وضعه ۔ دلیل علی الحرص المرکّب فی الحیّ

وفی بسطها عند الممات اشارةٌ ۔ الا فانظروا انّی خرجت بلاشیٔ

وتوفّی لیلة الجمعة غرّة رجب سنة ثمان عشرة وستّمائةٍ

---

[۱] ترجم له المصنّف فی کتاب المیم وقال انه مقیم باسد اباد (مدینة علی مرحلة من همذان، معجم البلدان ج ۱ ص ۲۴۵)

ودفن بمقابر الشهداء[1]،

(۴۲۲) کمال الدین ابو القاسم عبد الوهّاب بن احمد ابن یوسف الاصبهانی المحدّث

اورد بسنده عن انسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ علیه وسلم: خیر الماء الشَّبِم وخیر المرعی السَّلَم، اذا اخلف کان لجیناً واذا اُسقط[3] کان درینا، واذا اکل کان لبینا، الشبم البارد، وقوله: اذا اخلف، اذا اخرج الخِلفة وهو ورق یخرج بعد الورق الاوّل[2]،

(۴۲۳) کمال الدین ابو الفضل عبد الهادی بن رجب ابن هبة اللہ التکریتی القاضی

کان شیخا بهیًّا دمث الاخلاق فقیهًا عارفًا بقوانین القضاء وفصل الحکومات استنابه شیخنا شیخ الاسلام نظام الدین ابو الثنا الهروی فی القضاء بالجانب الغربی، فلما مات ورتّب ولده صدر الدین مکانه استنابه علیٰ قاعدة والده فکان علیٰ ذلك الی ان توفّی سَمِعَ عَلَیْه صدیقنا شمس الدین ابو العلاء الفرضیّ کتاب بشارة من بلغ الثمانین وان کان من المقصّرین

---

[1] مقابر الشهداء ببغداد نحو القبلة عن یسار الطریق اذا خرجت من قنطرة باب حرب (قال یاقوت) ولا ادری لم سمّیت بذلك، معجم البلدان ج ۴ ص ۵۸۶

[2] نسب الحدیث فی النهایه الی جریر، ر: النهایه ج ۱ ص ۳۱۴ و ج ۲ ص ۲۱ و ۲۰۳ و ج ۴ ص ۴۷ و ۵۰،

[3] کذا فی الاصل وصوابه: سقط، کما فی النهایه (ج ۲ ص ۲۱)،

بسماعه من مصنّفه شیخنا تاج الدین ابی طالب بن انجب
وتوفّی سنة ثمانین وستّمائة، وکان مولدہٗ فی المحرّم سنة
عشرة وستّمائة بتکریت،

(٤٢٤) کمال الدین ابو الفضل عبد الهادي بن نجم الدین محمّد بن محمود المراغیّ الکاتب

کاتب سدید یکتب بالعربیّة والفارسیّة والمغولیّة شابّ کیّس
عارف ملیح الکتابة صحیح الاصابة حسن الاخلاق کریم
الصحبة ملازم لابواب السلاطین یکتب الفرامین بالذهب
والألوان وهو الذی أظهر هذا الفنّ ولم یکن فی القدیم،

(٤٢٥) کمال الدین ابو القاسم عُبَید الله بن شیخنا ابی طالب علیّ بن انجب یعرف بابن الساعی البغدادیّ المُقری

کان شابًّا سریًّا ذکیًّا أشغله والدہ بحفظ القرآن المجید وأسمعه
الحدیث وکتب ملیحًا ذکرہ والدہٗ فی تاریخه وقال: وفی ذی الحجة
سنة خمس وستّمائة رُتّب ولدی ابو القاسم عُبَید الله مُشرفًا
بباب مسرور وکان مولدہٗ یوم الجمعة سابع شعبان سنة
اثنتین وثلاثین وستّمائة وعُدِم فی الواقعة سنة ستّ و
خمسین [وستّمائة]،

(٤٢٦) کمال الدین ابو محمّد عبید الله بن عیسی بن ابی الفتح الشّروانیّ[1] الصّوفیّ

---

[1] شِروان ولایة قرب بحیرة خزر قصبتها شماخی، لسترنج ص ١٧٩ بما بعدها،

كان حافظا فاضلا له معرفة بالفقه والادب والزهد، اورد بسنده: قالت عائشة رضى الله عنها: اشترى رسول الله صلى الله عليه وسلم غلاما نُوبيًّا[1] فأُلقِىَ بين يديه تمر فاكثر من الاكل، فقال النبى صلى الله عليه وسلم: ان الرُّغبة من الشُّؤم فردّه، وقال صلى الله عليه وسلم: استعيذوا من الرُّغب،[2] وهو كثرة الاكل،

(٤٢٧) كمال الدين ابو الفضل عبيد الله بن عضد الدين

ابى الفرج محمّد بن عبد الله بن هبة الله بن المظفّر ابن رئيس الرؤساء البغدادىّ الصاحب استاذ الدار[3] من بيت الرئاسة والتقدّم والوزارة ذكره العماد الكاتب فى الخريدة[4] وقال: هو غضنفر بنى المظفّر وقيل آل الرُّفيل، لمّا تولّى ابوه الوزارة[5] صار استاذ الدار وله شعر يروق ويفوق فمنه قوله فى بعض المماليك المُستنجديّة

واهيف معسول الفكاهة واللّمى	مليح التثنّي والشمائل والقدّ
به ربّى عينى وهو ظامٍ الىّ لى	وخدّى له وردٌ ومن خدّه وردى

وكان ظالما قد استولى على ابيه وغصب إخوته مالهم،

---

[1] منسوب الى النُّوبة وهى بلاد واسعة للسودان بجنوب الصعيد، تاج العروس ج ١ ص ٤٩٦

[2] وروى ابن الاثير حديث: الرغب شؤم، من حديث ابن عمر وقال: وهو (الرغب) الشره والحرص على الدنيا، نهاية ج ٢، [3] فهرست دوزى ص ٢١٢ وهامير ج ٧ ص ١٤٧، [4] [5] سنة ٥٦٦ وهى ابتداء خلافة المستضىء وقد ذكر ابن الاثير ولاية ابيه للوزارة وولايته لاستاذية الدار فى حوادث تلك السنة، [6]: تاريخ الكامل ج ١١ ص ١٦٢،

(۴۲۸) كمال الاسلام ابو الرضا عبيد الله بن محمّد بن عبد اللطيف الخجنديّ الواعظ

ذكره شيخنا تاج الدين في كتاب لطائف المعاني وقال: شهرته تغني عن التنبيه عليه والاشارة بالفضل اليه، وانشد له من شعره :-

ذكرا النوى لو قد جمر الغضى — وانبع العين من العين

شلّت يد البين بما فرّقت — في غدوة الاثنين اثنين

وانشد :-

كم ينفذ سهم لحظه انفاذا — يا ويلي ممّن يتلقى هذا

من لحظك بالفواد سهم نفذا — لم تنكره وشاهدي هاهو ذا

(۴۲۹) كمال الدين ابو عليّ عبيد الله بن محمّد بن عبد اللطيف الموصليّ الاديب

وجدت له هذه المرثيّة في صدر الدين عبد اللطيف الخجنديّ[1] واوّلها :-

تموّج دمع العين في الخدّ عندما — وضرّج لذاع البين الصدّ عندما

ناغمد مثل السيف حدّاً مهنّداً — والحد مثل السرو قدّاً امهندما[2]

وجدنا ذواق الموت وجداً لفقده — فاعدمهم قلبا في تسليه اعدما

منها :-

---

[1] هو ابو القاسم عبد اللطيف بن محمّد بن عبد اللطيف ولد في شهر رجب سنة ۵۳۵ وتوفّى باصبهان في جمادى الاولى سنة ۵۸۰، طبقات الشافعيّة ج ۴ ص ۲۶۱، [2] شيئي مهندم اى اصلح على مقدار، تاج العروس مادّة هدم،

تأخرت عنه ويح نفسي وانما | تقدّمني اذ كان حقاً مقدّما
دفنّا بغور القلب منه قوافياً | بني عمّنا لا تذكروا الشعر بعدما[1]
فما كان قيس هلكه هلك واحد | ولكنه بنيان قوم تهدّما[2]

(٤٣٠) كمال الدين فخر الدين ابوطالب عبيد الله ابن ملّد بن النشّال الهاشمىّ النقيب

ذكره شيخنا تاج الدين فى تاريخه وقال : ولى اشراف الديوان ثانياً سنة خمس وتسعين وخمسمائة، وعزل سنة ثمان وتسعين وخمسمائة وقد ذكر فى كتاب الفاء،

(٤٣١) كمال الدين ابو غالب عبيد الله بن يحيى بن اسماعيل الحلبىّ الكاتب

من فصل له : ولقد كشف من العراق غمائم الغموم وأمطر أرضها الغيث السجوم فاهتزّت مستبشرة وأسفرت مبتهجة فرحاً بما عاد اليها من المراحم الشاملة والسحب الهاطلة،

(٤٣٢) كمال الدين ابوبكر عتيق بن عبد اللطيف التبريزيّ الحافظ الواعظ

كان من اكابر الائمة والعلماء، واجازه الناصر لدين الله ان يروي عنه كتاب العارفين من تصنيفه، وكتب له الاجازة سنة ثلاث عشرة وستمائة، وفيها ذكر اولاده واولاد اعمامه وقال شيخنا القاضى كمال الدين[3] احمد بن العزيز المراغىّ

---

[1] تضمين من شعر الشميذر الحارثى : بنى عمّنا لا تذكروا الشعر بعد ما - دفنتم بصحراء الغمير القوافيا،

[2] الشعر لعبدة بن الطبيب يرثى قيس بن عاصم، [3] ر : الترجمة ٢٢٦،

قاضی سراو فی مشیختہ : لبس الامام کمال الدین عتیق بن عبد اللطیف بن رکن الدین ابی الغنائم محمد السجاسیؒ[1] و ہو لبس من الشیخ فرید الدہر قطب الدین الابہریؒ وہو لبس من شیخ الاسلام ضیاء الدینؒ[2] ابی النجیب البکریؒ السہروردیؒ ،

(۴۳۳) کمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر بن ناصر الانصاریؒ المقرئ

کان من محاسن الصوفیۃ حسن الاخلاق، انشد فی المعنی :-

المزح یبسط فی تقبض زائر	ویزیل عنہ الاحتشام ویسرح
فامزح مع الزوار لاتحصرہم	فالناس فی سجن اذا لم یمزحوا

سمع البخاریؒ علی الحسین بنؒ[3] الزبیدیؒ

(۴۳۴) کمال الدین ابو الفرج عجلان بن یحیی بن ابراہیم العجلیؒ المحدثؒ

من کلامہ : ان اصبح سیدنا ممعنا فی اکرامی وتقریب مرامی کفیلاً باسعادی علی الزمن العادی حریصاً علی تحصیل ارابی وتسہیل طلابی، فبما حسبت فی زمرۃ اشیاعہ وعددت من جملۃ اتباعہ، وبما ابطنہ من جمیل ولائہ، واعلنہ من نشر الائہ، واودہ من سموجدہ ونمو سعدہ ،

---

[1] ل: سجاسی۔ وفی ہفت اقلیم (نسخۃ المکتبۃ ص ۳۴۳) سنجاس، وضبطناہ من تاریخ گزیدہ ص ۵۸۹، وہی بلدۃ قرب سہرورد، لسترنج ص ۲۲۳، [2] عبد القاہر ابن عبد اللہ المتوفی سنۃ ۵۶۳ م، [3] حسین بن المبارک الزبیدیؒ الحنبلیؒ المتوفیؒ ۶۳۱ م،

بر وجهی که هر قصّهٔ ازآن[1] که اندیشه بران گمارند از مبدأ تا مقطع بترتیب معلوم شود[2]، هیچ فاضلِ بارع در هیچ تاریخ رعایتِ امثالِ این قایق التزام[3] نکرده، و در تفصیل و تکمیل قصّه[4] قصّه[*] و درستی[5] و راستی[*] بمثل این و نزدیک باین اتیان[6] نموده، و چون نسخه بنظرِ اذکیا و دانشوران[7] که نسخها[8] دیده باشند در آید[*] رواج این سخن بمبالغه محتاج نیست[9]، و این تالیفِ منیف در اثنای مجالس عالیه که خاطرِ خطیر بسوانحِ مصالح ملک و ملت[10] التفات می فرمود از املای شریف قلمی شد، چنانچه در نسبتِ وضعِ این مؤلف با آنحضرت اصلا هیچ مداهنه نیست و محرّر این بیاض در [تر[11]] شیح این ریاض بغیر از تنقیح و تهذیب عبارت و تصدیر بعضی[12] داستانها به تشبیبی که در اصل تاریخ مدخلی ندارد [[13] مدخلی ندارد]، و این سخنان از برای بیانِ واقع و تنبیه و[14] چگونگی حال کتاب نوشته شد، نه بقصد محمدت و ستایش،

---

[1] فقط آ ـــ، [2] یا: کرد بی آنکه قصه در دو محل مکرر شده باشد مگر از برای فایده مجدد که در انجا کما حقه روشن شود و در موضع سابق نیز ضروری الذکر بود، [3] فقط ک: الزام، یا آ مثل متن، [4] فقط ک: قصهٔ قضیه، یا آ مثل متن، [5] یا: راستی آن، [6] ک: بیان، آ یا آ مثل متن، با ب: ایتان، ا ک: ابتان، [7] یا: دیگر نسخه، [8] یا: خواهد رسید، [9] بعدش یا +:

یا جانب تبریز رو وز شمس دین محظوظ شو   یا از زبان صادقان از صدق بنما یا دری

[10] یا +: بتخصیص عنایت ملهوفان وانجاح جوایح [حوائج] سایلان، [11] ک: شیح، آ یا: ترشیح، ا ک با: ترشح، [12] یا: بعضی از، [13] ک با اک آ یا ـــ، از روی ب لوشته شد، [14] یا: بر،

چه امثال اینها را در جنب کمالات آن مَلک مَلکی صفات[1] وقعی چندان نباشد[2] ع

بماهتاب چه حاجت شب تجلّی را

والحق نسبت تالیف آن کتاب بدیع انتساب بآن شاهزادهٔ عالیجناب[3] از کمال انصاف آن قدوهٔ اشراف است ع

انصاف میدهم که چو او منصفی نبود

وقایع سنه تسع وعشرین

عمارت مزار گازرگاه

هر سعادتمندی که بنور عنایت ازلی و فروغ هدایت لم یزلی در مجمع الأرواح تعارف و آشنائی یافته و عنان ارادت بطریق سعادت تافته هر آینه میل زیارت اهل الله نماید، و در رونق و رواج و عمارات مزارات ارباب انتباه سعی بلیغ مبذول فرماید، و از روحانیت اکابر استمداد همت شعار روزگار خود سازد، و بمیامن آن سر ارتفاع بمعارج استعلا بر افرازد بیت

کسی کاستعانت بدرویش بُرد
اگر بر فریدون زد از پیش بُرد

---

[1] یا : ملکات ، [2] یا + : واز قبیل حسنات الابرار سیآت المقربین محسوب افتد ،

[3] بعدش + : که نور آفتاب از مدح ذره دارد استغنا ؛

لاجرم از مواہبِ بخت فیروز ہر روز انوارِ سعادت آثار بر وَجَناتِ احوال واضح گردد و ہر ساعت آیتِ عنایت بر صفحاتِ کاینات لایح باشد، بنا بر آن حضرت خاقان سعید در محرّمِ این سالِ ہمایون فال[1]* بنیادِ عمارتِ مزارِ موردالانوارِ آفتابِ آسمان ولایت، قطبِ سپہرِ ہدایت، مطلعِ انوارِ غیب، مشرقِ اسرارِ لاریب، واقفِ سرایرِ لاہوت، کاشفِ ضمایرِ ملک وملکوت، مقبولِ بارگاہِ حضرتِ باری، قطبِ وقت، خواجہ عبداللہ انصاری قَدَّسَ اللهُ تعالی رُوحَہ وکَثَّرَ بَیْنَ الصِّدِّیقِینَ فُتُوحَہ فرمود،

وطرحِ آن عمارتِ[2] عالی رتبت ووضعِ آن اساسِ بدیع منزلت چنان واقع است کہ در پیشگاہ کہ در جانبِ شرق باشد صُفّۂ ایوانِ عالی رو بجانبِ[3] مزارِ* بزرگوار در غایتِ رفعت وکمالِ لطافت ساختہ، ودر دو طرفِ آن صُفّہ صُفّہا[4]، وبر بالای آن صفّہای[5] دیگر، وخانہای[6] زیر وبالا در بلندی نزدیک بایوان، ودر میانِ آن صُفّۂ عالی* ودر (ورق ۳۴۷) جانبِ شمال صُفّہا وخانہا، ودر میانِ جانبِ شمال صُفّۂ بزرگ وہمچنین در جانبِ جنوب [خانہا[7]] ودر میانِ آن صفّۂ عالی،　　۱۰　　(۳۴۷ر)

---

[1] باآبب: بدولت واقبال، ———— درین سال عمارتِ مزار بنیاد شدہ، ودر سال آیندہ (۸۳۰ھ) اتمام یافت، رک بہ ص ۵۹۷، [2] رک برای تذکرۂ احوال این عمارت در Caravan Journeys از فیریر (Ferrier) لندن ۱۸۵۶ء ص ۱۷۷، و وامبیری ص ۲۸۴، [3] نقط آ: بمزار، [4] آ: صفہ چہا، ب: صفجہا، اک: صفہا، با: صفہا، [5] آ: صفّہار، ب: صفجہار، با: صفہای، اک: صفہا، [6] ک: خانہا، [7] ک —، از روی آ ونسخ دیگر،

و در جانبِ مغرب که فتح بابِ سعادت ست صُفّهٔ عالی، رو بطرف[1] مزارِ[2] فایض الانوار، و در میان آن راهگذر[3]، و در دو جانبِ دهلیز که شمال وجنوب است دو جماعت خانه در غایتِ لطافت[4] ترتیب داده، بیرونِ مزار بزرگوار در[5] طرفِ مغرب کرسی رفیع بسته و ایوان همعنانِ آسمان ارتفاع یافته بیت

فروغ طلعتِ خورشید وچرخِ زنگاری
نمونه ایست ز ایوانِ قطبِ انصاری
چون بنگری طرفِ چرخ دربروج ونجوم
بعینه نگر آن بقعه ایست[6] پنداری"

۱۰ مجموعِ آن عمارات عالی بعد ازان که بسنگ و آجُر در غایت لطافت ساخته بکاشی و زرحل و لاجورد زینت یافته، وخطها وشکلهای مُعقلی[7] وکوفی [[8] و فارسی] بسیار بتکلّف در اطراف وجوانب پرداخته اند،

وحضرت خاقان سعید املاک واسباب ازوجوه شایسته برآن مزار مکرّم[9] وقف فرمود، و مدّة الحیوة الّاماشاءالله تعالی هر پنجشنبه که در اوایلِ ماه واقع تواند بود زیارت وملازمتِ آن روضهٔ منوّره نمود، رجاء واثقست که همچنانکه در دنیا سبب مزیدِ دولت بود درسرای[10] آخرت در درجاتِ مغفرت وطبقاتِ مرحمت خواهد افزود و بود دلیلِ سعادت محبّتِ آن قوم"

---

[1] آ: بمزار، [2] آ: راهکذار، [3] اک: تکلف،
[4] فقط ک: دو، [5] آ: است، [6] ک: معقلی، [7] از روی آ و نسخ دیگر
[8] آ: متبرک، [9] با ـــ،

و درین سال[1] حضرت خاقان سعید زمستان در دارالسلطنهٔ هراة قشلاق فرمود و چون لشکرِ سرما روی بانهزام آورد و سپاهِ بهار استیلا یافت بیت[2] المنّة لله که هوای خوشِ نوروز

بازآمد و از جورِ زمستان برهیدیم*

رایاتِ همایون دوم[3] ربیع الثانی[4] در عینِ اقبال و کامرانی عزمِ جانور پرانیدن فرمود و رکابِ عالی بجانب ولایتِ سرخس معاودت فرمود و در راه سرما و برف بنوعی قوی شد که زبانِ قلمِ تحریر از شرح و تقریرِ آن عاجز است، و بنانِ بیان از ادای آن متجاوز، و چون موکبِ ظفرنشان بسرخس رسید و اطرافِ آن ولایت بیمنِ مقدمِ پادشاهِ عالمپناه مشرّف گردید چند روز در اطراف و نواحی جانور پرانیده شکار فرموده و ازانجا بزیارتِ مهنهٔ مبارکه عزیمت نمود و از روحانیت سلطانِ طریقت صاحب السّیر والطّیر [شیخ] ابوسعید بن ابوالخیر قدّس سرّه همّا مدد خواسته ع

اعلامِ معاودت برافراخت*

ع[5] و به ییلاق بادغیس آمد*،

---

[1] زبده: این سال هم [2] در زبده ندارد و بجایش دو بیت دیگر دارد،

[3] فقط ک: در تصحیح از روی آ و نسخ دیگر، [4] زبده (۴۲۸ ر): برصوب سرخس بر عزیمت جانور پرانیدن حرکت فرمود در راه برف و سرمای عظیم شد روز چهارم بسرخس رسیدند چند روز در ان نواحي جانور پرانید و شکار کردند — آ ک: سرخس (بجای ولایت سرخس)، — ک: وچند روز (بجای چند روز) — کلمهٔ «شیخ» را فقط در ک ندارد،

[5] این علامت مصراع فقط در ک دارد، زبده: بعد ازان به ییلاق بادغیس درآمدند،

و میرزا بایسنغر فصل[1] خزان[2] بجانب ولایت سیستان رفته بود
و چند روز در اطراف مملکت نیمروز نشاطِ شکار فرمود و بدولت و
سعادت باز[3] فرود آمد و زمستان در باغ سفید بعشرت گذرانید و
اوّل[4] بهار[5] عازم ولایت طوس و مشهد مقدّس[6] منوّر معلّا[7] شد[8] و چندگاه
در مرغزار رادکان و نواحی آن جانور پرانید و صحرا و هوا را از وحوش و
طیور خالی گردانید و رایت مراجعت برافراخت[9] و[10] عاشر جمادی الاخری
دار السلطنهٔ هراة رایمن نزول همایون مشرّف ساخت و بعد از چند
روز عزیمت اردوی اعلا نموده در ییلاق بادغیس بدولت ملازمت
حضرت اعلا استسعاد یافت، و میرزا محمّد جوکی که ملازم برادر رعیت پرور
میرزا الغ بیگ بسمرقند رفته بود مراجعت نمود، و آخر جمادی الاخری ۱۰
بدار السلطنهٔ هراة رسید و جناب بایسنغری از ییلاق بادغیس بازگشته
غرّهٔ رجب بمستقر دولت آمد، و حضرت خاقان سعید منتصف رجب

---

[1] زبده: در سیم محرم الحرام سنه تسع وعشرین وثمانمایه که هنوز فصل خریف بود بعزیمت شکار بجانب سیستان روانه شد، [2] فقط درک، دیگر نسخ: بازآمده، [3] زبده: چون فصل بهار نزدیک رسید و نسیم هوا اعتدال پذیرفت بیت

پر از غلغل رعد شد کوهسار زمین شد پر از رنگ و بوی نگار

[4] فقط درک، [5] زبده (۴۲۸ ب): هوا و زمین آن دیار بکر دمراکب مکلّل و مهلّل کردانید بعد از چند روز که در مرغزار رادکان (کذا) و نواحی آن بعیش و عشرت گذرانید عزیمت معاودت بدار السّلطنت فرموده آمد، [6] زبده: و بعد از آن دوازده روز عزیمت اردوی اعلی فرموده ییلاق رفت و حضرت شاهزاده جهانیان بایستغر (کذا) بهادر خان خلد الله تعالی ملکه وسلطانه درغرهٔ رجب المرجّب بدار السّلطنت معاودت فرموده بعد از آن حضرت سلطنت شعاری خلد الله تعالی ملکه وسلطانه رسید بباغ زاغان نزول فرمود ــ آ و نسخ دیگر): بمستقر سلطنت (بجای بمستقر دولت) ــــ
آ: نزول جلال فرمود (بجای نزول اجلال فرمود)، ما بآ اک مثل متن،

در باغ زاغان نزول | اجلال فرمود[1]، ۱۳۴۷ ر

و از جملۀ وقایع[1] این سال[2] وفاتِ امیرِ مرحوم[3] غیاث الدین[4] شاه ملک بود که ازین وحشت آبادِ ملال برحمت آبادِ آخرت انتقال نمود، امیر کبیر[3] و صایب تدبیر[4] بود و در زمانِ حضرت صاحبقران بخدماتِ شایسته متوجه[4] و منصبِ عالی یافت[4] و چون آنحضرت در ناصیۀ او آثارِ دولت و نجاح و انوارِ سعادت و فلاح مشاهده فرمود میلِ تربیتِ او نمود، و[5] مبدأ[6] عنایت دربارۀ او با آنکه هنوز در عنفوانِ شباب بود چنان بود که آنحضرت روزی او را در خلوتِ خاص طلب نمود و فرمود که امراء خویش[7] فلان پادشاه را درخواست کرده اند و من سخن ایشان نشنوده[8] ام و باز بعرض خواهند رسانید و من منع ۱۰ خواهم کرد، باید که چون من سخنِ ایشان نشنوم تو دلیرانه زانو زده درخواست کنی و من ترا هیچ[9] خواهم زد، برخیزی و پس روی، و باز چون سخن درمیان آید نترسی و پیش آئی و زانو زنی، و چون امیر شاه ملک چند نوبت زانو زد[10] آنحضرت فرمود که این سخن که امراء بمن گفته اند و نشنوده ام اگر حالا سخنِ این کودک نشنوم دل شکسته شود و درمیانِ

---

[1] زبده: وقایع و نوائبی که درین سال واقع شد، [2] زبده: مرحوم مغفور،

[3] فقط بآ: و صاحب دولت و صاحب تدبیر، زبده: با رای و تدبیر،

[4] زبده: خدمت بسیار کرده بود موجه عالی یافته، — ک: متوجه (بجای موجه)،

[5] از اینجا تا 'سیورغال او استمرار داشت' (ص ۵۶۸ س ۶) جمله عبارت را در زبده ندارد، [6] ک: مبداء،

[7] فقط بب: جون، [8] آ: نشنیده، [9] بآ: بکی،

[10] فقط ک: زده،

همسران شرمنده گردد، التماس و درخواست او را قبول فرمود، و باین نوع روز بروز او را ازبیت می نمود تا باعلی مدارج امارت رسید بیت

بدین امیدهای شاخ در شاخ کرمهای تو ما را کرد گستاخ

وعنایتِ آنحضرت در بارهٔ او بمثابهٔ بود که قولی فرمود که هر مملکت که فتح شود هر دِه که او اختیار کند سیورغال او باشد، و مدة الحیوة سیورغال[1] او استمرار داشت، و[2] بسی بقاع خیر از مدارس و خوانق[3] و مساجد و اربطه[4] و حوضها در ممالک محروسه یادگار گذاشت[5] و املاکِ خوب[6] و مستغلّاتِ مرغوب وقف[7] فرمود، بتخصیص در مشهد مقدس که حالا مرقدش آنجاست تقبّل الله تعالی منهُ، وحضرت خاقان سعید را

۱۰ بحال او نوعی[8] اهتمام بود که ولایتِ خوارزم را در بستهٔ سیورغال او فرمود، و او دران ملک حسنِ معاش بجایی رسانید که سرکشانِ آفاق و گردن فرازانِ ولایاتِ اوزبک و اطرافِ دشتِ قپچاق[9] را ایل و منقاد گردانید، و[10] حضرت خاقان سعید در ولایت سرخس شنید که امیر مرحوم شب دوشنبه یازدهم ربیع الاوّل بجوارِ رحمتِ حق پیوست[11]، آنحضرت از[12] جهت قدمتِ او[13] نیک تنگدل شد و ملول و محزون گشت امّا چون

---

[1] آ و دیگر نسخ : سیورغالات ، بآ : بسیورغال ، [2] زبده : در مجموع ممالک محروسه عمارات عالی از بقاع خیر ، [3] زبده : ورالبطه ، [4] زبده : دیهها ، [5] زبده : بران وقف ،

[6] زبده (۴۲۹ ر) : اهتمام تمام بود و حکومت خوارزم و آن نواحی که از ثغور اسلام مملکتی وسیع است بدو باز گذاشته و او دران ممالک معاش بقاعده کرد و ضبط و سیاست تمام نمود ، و کسانی را که بلاصق [ملاصق] و ملاحق بودند در فرمان آورده ، آ : قبچاق ربجای قپچاق) ، ب : قفچاق ، ک : قبجاق ، [7] زبده : بوقتی که حضرت سلطنت شعاری خلد الله تعالی ملکه و سلطانه جانب سرخس رفته خبر واقعه او رسانیدند ، [8] زبده : ازان خبر ،

عنان آجال در قبضهٔ تقدیر ذوالجلال است و زمام اعمار
در دست تسخیر پروردگار بیت

در دست ما چو نیست عنان ارادتی
بگذاشتیم تا کرم او چه می کند

نه تاسف نافع است و نه تلهف مفید[1] یفعل الله ما یشاء و یحکم[2]
ما یرید خاتون[3] و فرزندش ابراهیم سلطان لباسهای سیاه پوشیده ع
نعش او را بمشهد آوردند*
و[4] در جوار حضرت امام علیه الصلوة والسلام در مقبرهٔ که ساخته بود
مدفون شد*، و آنحضرت حکومت[5] خوارزم را که سیورغال امیر
شاه ملک بود بفرزند او ابراهیم سلطان عنایت فرمود*، و مولانای[6]
اعظم شهاب الدین عبدالرحمٰن لسان که از معتبران حضرت خاقان سعید بود*

[1] قرآن مجید ۱۴ (سورة ابراهیم): ۳۲، [2] قرآن مجید ۵ (المائدة): ۱ (ان الله یحکم ما یرید)

[3] زبده: خاتون او خانداقا و فرزندش ابراهیم سلطان با نوکران و متعلقان و مجموع لباسهای سیاه پوشیده با تابوت او از خوارزم روان گشته بمشهد مقدس رسانیدند — در رک فرزند (بجای فرزندش)، آ مثل متن،

[4] زبده: و آنجا مدفن ساختند — "علیه الصلوة الخ" را در رک بالای سطر نوشته است، آ —،

[5] زبده: منصب (و) حکومت آن دیار با لشکری که [زیر — ظ] فرمان امیر مرحوم بودند خلق (کذا — بخاتون؟) ابراهیم سلطان ارزانی فرموده ایشان را اجازت [مراجعت داده از — ظ؟] تعزیت بیرون آورده بجانب خوارزم روانه گردانید،

[6] زبده (۴۲۹ ب): مولانا شهاب الملة والدین عبدالرحمن بن مولانا عبدالله بن مولانا لسان مدظله وطاب ثراهما، — 'لسان' را در اک ندارد، بب، لیسان، با آ مثل متن، — برای والدش "مولانا عبدالله لسان" رک به یزدی ۱: ۱۵۷،

در تاریخ واقعۂ امیر مرحوم چند بیت فرمودہ بود ثبت افتاد قطعہ[1]

ای دل خستہ چہ حالست کہ انجم یکسر
ہمہ در گریہ و زارند برین ہفت اورنگ

دامن چرخ چرا شد چو دل من پر خون
چہرۂ ماہ[2] چرا گشت چنین پر آژنگ

مگر آمد خبر[3] تعزیت میر کبیر*
(ورق ۳۴۸) آنکہ در جنگ بچنگش چو گوز[4] بود پلنگ* (۳۴۸و)

شہ ملک میر جوان بخت، جہان بخش کہ بود
پیش جودش گہر و لعل چو بیجادہ و سنگ[5]

رحمۃ اللہ علیہ[6] آمدہ تاریخ وفات ۱۰
۸۲۹
باد در روضہ مصاحب ہمہ با شاہد[7] شنگ

---

[1] زبدہ: نظم، [2] فقط در ک، آ و دیگر نسخ و زبدہ: مہر بجای ماہ، [3] زبدہ: خبر ز خبرا تعزیت میر دکبیرا آمدہ است، [4] زبدہ: گوزن [گوز] یوز و پلنگ، [5] بعدش در زبدہ شش بیت زاید دارد کہ درج ذیل است:-

دست او بود گہر باش بہنگام عطا — تیغ او بود جانسوز بہنگامہ جنگ

نعل شبرنگ وی از غایت عزت بودی — تاج بر فرق بلند فلک آئنہ رنگ

رفت ازین عالم غدّار سوی باغ بہشت — خیمہ بر جنت اعلا زد ازین منزل تنگ

جامۂ چرخ کبود ست و مزعفر شدہ مہر — تیر بفگند قلم، زہرہ شکست از غم چنگ

پشت گردون شدہ خم در غم او نیست عجب — چہرۂ روشن مہ بین ز عزائیش بر زنگ

رفت در یازدہم [ماہ] ربیع الاوّل — ہشتصد و بیست (و) نہ بود کہ کرد او آہنگ

[6] زبدہ: رحمۃ اللہ علیہ اش شدہ، [7] ک: شاہد و شنگ، ب اک مثل متن، زبدہ: رخ شنگ،

دیگر از وقایع این سال، مرتضای اعظم، المستغنی عن الاطناب فی الالقاب، امیر سید[1] رضی الدین[2] [رضا] کیا که بادشاه ولایت گیلان بود و با وجود شواغل سلطنت مشاغل علم و حکمت بر ضمیر منیر او تافته[3] و در[4] سلطنت و پادشاهی عمر دراز[5] یافته[6] و تمام اموال سال بسال در وجه ارباب فضل و کمال مصروف[7] داشته و در جهان فانی نام نیک باقی گذاشته و همه عمر بموجب فرموده یا صفرا[8] و[9] یا بیضاء غرّی غیری عمل نموده و مدّت حیوة دست کریم بمسّ زر و سیم نیالوده در روز نوروز عالم کهن را وداع کرد

ببیت

اگر سال گردد فزون از هزار
همین ست روز و همین ست کار[10]

---

[1] زبده ـــ، ـــ برای نسب نامهٔ وی رک به زامباور ص ۱۹۳، [2] فقط ک ـــ، ازروی آ و نسخ دیگر و زبده ثبت شد، [3] زبده ر ۴۳۰ ا: درعلوم معقول و منقول خوض تمام فرموده، [4] زبده: عمری دراز، [5] ازینجا تا "بمسّ زر و سیم نیالوده" (س ۸) در زبده ندارد، [6] ک: معروف، [7] 'واو' را فقط در ک و آ دارد، [8] زبده + :

کر ایوان او سر بکیوان کشید   همان روز مرکش بباید چشید

جهانرا چنین است ساز و نهاد   بیکدست بستد بدیگر بداد

شعر   فَلَوْ کَانَ لِلدُّنْیَا [فِی الدُّنْیَا؟] بَقَاءٌ لِسَاکِنٍ   لَکَانَ رَسُوْلُ اللهِ فِیْهَا مُخَلَّدًا

[فَمَا] اَحَدٌ یَبْقٰی مِنَ الْمَوْتِ سَالِمًا   فَاِنَّ الْمَنَایَا قَدْ اَصَابَ مُحَمَّدًا

وقایع سنه ثلاثین وثمانمائه

وفات[1] شاهزادهٔ مرحوم میرزا سیورغتمش بهادر[*]

غرهٔ[2] صفر[*] خبرِ واقعهٔ هائلهٔ دلگدازِ جانسوز، وخدنگِ[3] نائبهٔ عمرکاهِ[*] جگردوزِ شاهزادهٔ اعظم، آفتابِ آسمانِ مغفرت، بدرِ فلکِ مرحمت[*] میرزا سیورغتمش بهادر رسید که در ممالک غزنین بموضع کابل شانزدهم[4] محرّم شاهبازِ روحش[*] از قفسِ تنگِ[5] [تن] بهوای فضای دلکشایِ ریاضِ پرواز کرد و در جوارِ رحمتِ ایزدی فِی[6] مَقعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِیکٍ مُقتَدِرٍ وطن ساخت وحظایرِ قدس را بر مجالسِ اُنس اختیار فرمود، وحضرتِ خاقانِ سعید را مصیبتِ فرزندِ سعادتمند موجبِ ملال شد، وخود کدام واقعه از وفاتِ خلفِ صدق که ۱۰
عمرِ ثانی ونتیجهٔ زندگانی ست دل سوزتر و جانگدازتر تواند بود بیت

تا دیده دید واقعه زین صعب‌تر ندید
دل کین خبر شنید کسش با خبر ندید

---

۱ زبده: ذکر وفات امیرزاده سیورغتمیش طاب ثراه، ۲ زبده: درروز یکشنبه غرهٔ صفر، ۳ زبده: نائبهٔ تن کاه، ۴ زبده: بماه ذی الحجه سنه [تسع] وعشرین وثمانمائه که بموافقت از رو[ی] حساب جمل بحروف رحمة الله علیه مرضی طاری شد و در شانزدهم محرم سنه ثلثین وثمانمائه که مطابقست با مدد رحمت حق صمان جای آن شاهباز عالم قدس ک ـــ، ۵ کذا در روی آ و نسخ دیگر ثبت شد، (زبده: قفس تن بجای قفس تنگ تن)، ۶ قرآن مجید ۵۴ (القمر): ۵۵،

جای آن بود که جهان سراسیمه وارپای از حیّز وجود بیرون نهادی وفلک بی سروپای از دوران بازایستادی[1]، اکابر واشرافِ آن ملک سیاه پوشیده دلها پُرخون وچشمها جیحون ساختند وجانها خراب وسینه‌ها کباب کرده بمراسم تعزیت قیام نمودند، حضرت خاقان سعید که اکمل واعقلِ زمان بود امراء وارکانِ دولت را ازتغییر لباس منع فرمود وبصبر وترکِ جزع وفزع دلالت نمود، چه[2] ازتقدیرِ آسمانی ربّانی بمقاومت در نتوان آویخت وازقضای ربّانی نتوان گریخت[*]، ودرتاریخ واقعهٔ شاهزاده گفته اند قطعه

در[3] چنین واقعه جز صبر ندارم سپری[*]
گردش[4] چرخ ازین ظلم کجا دارد باک
خاک دارد وطن وهست هم ازروی حساب
سال تاریخ وفاتش بمجمل دارد خاک[۸۴۳]

و[5] آن حضرت تمام ولایات که سیورغال شاهزادهٔ مرحوم بود بخلعتِ صدقِ او میرزا سلطان مسعود عنایت فرمود[*]،

ودرین سال جناب شیخ الاسلام الاعظم قدوه مشایخ الامم، شیخ محی الدین محمد الغزالی[6] الطوسی رحمة الله[7] علیه[*] که بغایت عابد وزاهد وعالمِ متورّع بود

---

[1] بعدش درزبده (۴۲۱ا) نظمی دارد، وجای بجای کلام راطول داده، [2] درزبده این مضمون را دربیش ازنصف صفحه ادانموده است، [3] با ب اک: شاه وشهزادهٔ آفاق سیورغتمش رفت، [4] ک: کردن، زبده مثل متن، [5] بجایش درزبده دعائی درحق شاهزاده (که به بهشت باقی رسد) ودرحق شاه (که غایة الادوار وارث اعمار باد) ودرحق خاندان مبارک (که این مصیبت آخر مصائب باشد) — وباقی این فصل رادرزبده ندارد، [6] اک: العرابی، [7] کذا درک وبا واک؛

و با سلاطین و امراء با بهت و عظمت اختلاط و انبساط می نمود و کرّۀ بعد اُخری احرامِ زیارت بیت الله الحرام بسته بود منتصف ماه رمضان وفات یافت بیت

وفاتِ قطب جهان شیخ محی دین[1] طوسی
میانهٔ حلب[2] است و میانهٔ رمضان

ذکر[3] قضایای ماوراء النهر و عزیمت میرزا الغ بیگ بطرف سغناق جهت یاغی شدنِ براق اغلان و آمدنِ میرزا جوکی[3a] از خراسان

(۳۱ ب) ۱ بُراق اغلان در هشتصد و بیست و هشت بر[4] اردوی محمّد خان پادشاهِ اوزبک مسلّط گشت و بر الوس مستولی شده در هشتصد و بیست و نُه بولایت سغناق و حدود مملکتِ میرزا الغ بیگ آمد[5]، و در زمانِ حضرت صاحبقران جدّ[6] [او] اروس[7] خان که توقتمش خان را از مملکت[8] بیرون کرد ۱۰

---

۱ ک: الدین، ۲ فقط ب: رجب، ۳ عنوان این فصل در زبده (۴۳۱ ب): ذکر رفتن امیرزاده جوکی محمّد خلّد ملکه به سمرقند، ۳a آ ک: محمّد جوکی (بجای میرزا جوکی)،

۴ زبده: که اردوی محمّد خان پادشاه اوزبک را گرفت و بران مستولی گشت، و در سال سال هشتصد و بیست و نُه بار دوی خود غلبه تمام بسغناق و نواحی آن که سرحد مملکت امیر و امیرزادهٔ اعظم الغبیک کورکان خلّد الله تعالی ملکه [هست] درآمده ۵ ک آ: ، ازروی آ و ب و اک، نیز رک به ص ۵۰۵ س ۹ زبده (۴۳۲ ل)، بدر کلان او (بجای جدّ او) ۷ زبده: اورس خان، ۸ زبده: مملکت اوزبک،

داو پناه بحضرت صاحبقران آورد، چنانچه شرح آن در مجلد اول مفصل است،
اروس خان چند گاه در سغناق[1] می بود[2] و آنجا عمارتی ترتیب فرمود، و
براق اغلان در هشتصد و بیست و سه[3] پناه بمیرزا الغ بیگ آورد[4]
و جناب میرزا الغ بیگ اورا تربیت فرموده اجازت داد و او[5] بولایت
اوزبک رفته حکومت الوس[6] بدست او افتاد، درین وقت بحدود
سغناق آمده ایلچی پیش میرزا الغ بیگ فرستاد و اظهار[7] کرد[8] که بهمین تربیت
شما الوس خود را ضبط کردم و بجوار شما آمده بعنایت مستظهرم، جناب
الغ بیگ جهت آنکه پیش[9] از اجازت آمده و می گفته که[*] علفخوار سغناق
شرعاً و عرفاً تعلق بمن دارد یعنی جدم اروس خان در سغناق عمارت کرده
اورا جواب[9] صواب[*] نداد، و امیر ارسلان خواجه ترخان که حاکم آن ۱۰
حدود بود از براق اغلان شکایت کرده باز نمود که نوکران او درین[10] جانب
خرابی می کنند و خود را حاکم مطلق می دانند و لاف سلطنت میرانند[*]،
میرزا الغ بیگ عزم[11] آن طرف جزم فرمود و لشکری عظیم ترتیب نمود[*]

---

[1] زبده: شغناق، [2] رک به یزدی ۱: ۲۷۹، [3] زبده +: که هنوز بامارت
الوس نرسیده بود، [4] رک بر ص ۳۸۹ بعد، زبده +: و چندگاه ملازمت کرده،
[5] زبده: بجانب ولایت اوزبک روانه ساخت، تقدیر با تدبیر او موافقت نمود، و حکومت آن الوس
[6] زبده: اظهار خدمتکاری و یکجهتی نموده ذکر کرده، [7] زبده (۴۳۲ ب): پیش از آمدن
می بایست که اجازت خواستی دیگر آنکه بطریقهٔ ارث میگفته است که، [8] زبده +: و آنجا میبود،
[9] زبده: جوابی شایی [شافی]، [10] زبده: بدین حدود در می آیند و بیراهی میکنند،
[11] زبده: عزیمت آن فرمود که لشکرها ساخته گردانیده بدان طرف زود [رود] و ایشان را
ازان حدود بیرون کند،

وعرضه[1] داشت بپایهٔ سریر اعلا فرستاد و شرح واقعه اعلام داد[2]، آنحضرت[3] از جنگ و خصومت که سبب ویرانی عالم است منع فرمود[4] امّا لشکری تعیین فرمود که در ظلّ رایت میرزا محمد جوکی بجانب[5] ماوراءالنهر روند، و در رهفتدهم ربیع الآخر متوجّه سمرقند شدند[*]،

و درین مقام[6] زبدة التواریخ البایسنغری اختتام یافت[7] از تالیف افصح الفصحاء والمتکلّمین اعلم النسابه [النّسابات] والمورّخین منشی[8] قواعد المآثر، مُفشی[9] معاقد المفاخر، جلیس اعاظم السّلاطین، انیس افاخم الخواقین، المختص بعنایت الملک الاله نورالملّة والدّین لطف الله[*]

[1] زبده: ایلچی پیش حضرت سلطنت شعاری خلد الله تعالی ملکه و سلطانه فرستاده این معنی را عرضه داشت،

[2] در ذیل زبده (۱۴۴۴ ب) که ذکرش (ص ۵۹۲ (بقیه حاشیه ص ۵۹۱) می آید گفته است که "در اوائل جمادی الاول این سال از جانب سمرقند خبر رسید که براق اغلان لشکری اندوخته و طریقهٔ مخالفت پیش گرفته و حضرت پادشاه زاده[a] "عزیمت بطرف ایشان مصمم ساخته" [2] در ذیل زبده ندارد، [3] زبده: متوجه بسمرقند شدند — ذیل زبده (۱۴۴۲ ا) گفته است که فرمان صادر شده بود که شهزاده محمد جوکی "با تومان خاصهٔ خویش و امیر سلطان بایزید و بعضی از امرا قوشون بصوب سمرقند توجه نماید" [4] از روی نسخهٔ زبدة التواریخ که پیش نظر است (یعنی نسخهٔ مکتبهٔ بادلی) می توان گفت که زبده درین مقام اختتام نیابد بلکه بعدش واقعه کار رو خوردن سلطان شاهرخ را بیان می کند که در مطلع بر ۵۸۳ بعد مذکور است، و بران البته این کتاب ختم شده، امّا بظاهر صاحب مطلع ازین صفحات زبده استفاده نکرده، تفصیل کیفیت این واقعه را در ذیل (ص ۴۴۰ ب) صریحاً "به مولانای حافظ ابرو" منسوب کرده است و ازان ظاهر است که آن تفصیل شامل زبده است،

[5] با — . [6] ک: مغشی، اک: منشی، آ و دیگر نسخ مثل متن، [8] ک، اک، آ مثل متن [*] این سهویست از صاحب مطلع، صواب اینست که "وی است شهاب الدین عبدالله بن لطف الله بن عبدالرشید، رک به ترکستان ص ۵۵ مع ح ۶،

۱۳۱ ه
۱۰

المشتهر بحافظ[1] ابرو الهروی مولداً والهدانی محتداً[2] غفر الله له، و تاریخ وفات و مدفن او درین بیت مذکورست. بیت

بسال هشتصد و سی و چار در شوال
وفات حافظ ابرو بشهر زنجان بود

و چون میرزا الغ بیگ بقصد محاربهٔ براق اغلان نهضت فرمود و شرح آن سخن در مؤلف خواجه حافظ ابرو ناتمام بود مناسب چنان آید که صریر قلم بنغمهٔ زیر و بم با تمام آن رقم از سر اهتمام قیام نماید. بیت

چو حافظ حکایت[3] باینجا رساند
سپهرش بساط سخن برفشاند
قلم به که شیرین زبانی کند
نی کلک شکر فشانی کند ۱۰
در آید باثار شرح سخن
بگوید ز اخبار چرخ کهن

ذکر محاربه[4] میرزا الغ بیگ کورگان با براق اغلان

چون میرزا الغ بیگ بعزم رزم براق اغلان متوجه سغناق شد[5] دران ولا میرزا محمد جوکی با سپاه خراسان بسمرقند رسید و از عزیمت برادر بزرگوار وقوف یافت، فی الحال عنان دولت

---

[1] در حاشیهٔ آ: ذکر وفات حافظ ابرو. [2] ک: محتداً، [3] فقط ب: شکایت، [4] ک: محاربه، [5] ک: شد و،

بصوب ولایت سغناق تافت وسپاه خراسان وسمرقند بهم پیوست[۱]، وکسی را در خاطر نمی گذشت که شهزاده براق را مجال جدال وخیال حرب و قتال باشد، میرزا الغ بیگ بی التفاتانه متوجه [او] شد[۲] و[۳] اودل بر جای داشته

---

[۱] ذیل زبده (۴۴۲ الف) : در سوران .... آن دو کوکب برج سلطنت ... قران فرمودند و بحسن موافقت بالشکری جرار پیاده وسوار بعزم قمع دشمن متوجه شدند (بعدش ذکریست که بر ص ۵۷۵ س ۶ آمده است ، یعنی براق خواست که " آتش غضب شاهزاده را بزلال مصلحت فرونشاند وبحسن تدبیر خواست که قواعد معذرت ممهد گرداند [گرداند] وبوسیلهٔ بعضی از ملازمان خود " مطلوب عرض کرد اما شاهزاده " به اقوال مزخرفش صحیح التفات نفرمود " ازانکه دران ولا که براق بملازمت شاهزاده آمده بود " وی الغنون عواطف خسروانه اورا نوازش فرموده " ، وانعام بی حد ارزانی داشته " واو در مقابل نعم چنان آیت کفران خواند و بی اذن نواب حضرت در ممالک معموره درآمد ، شهزاده بعزم جزم عساکر را بر جد و اجتهاد تحریض نمود " و در طی مراحل افزود و در نزدیکی شغناق ملاقات فریقین واقع شد " .   [۲] فقط ک ـــ ؛

[۳] کیفیت این معرکه از ذیل زبده (۴۴۲ ب بحذف زواید) درج ذیل است :-

و دران نواحی (یعنی نواحی شغناق) آتش حرب برافروخت ، جمعی از شجعان لشکر شاهزاده آنچه ۱۳۱ وظیفهٔ مردی و پهلوانی بود بتقدیم رسانیدند و در میدان نبرد شرایط جان سپاری بجای آوردند اما تقدیر ۱۰ ربانی وقضا [ء] سبحانی نموداری از قضیه و یوم حنین ... عنکم شیئاً " پدید کرد و اوباش و اوغاد لشکر طریق هزیمت سلوک داشتند حضرت شاهزاده بنفس نفیس خود در مسند ثابت و تمکن [متمکن] باقصی الغایه جهد فرمود و رایت سعادت آیت را بدستیاری شجاعت] و امداد نصرت مرفوع ساخته .... (۴۴۳ الف) دراثنای این حال طایفه از نزدیکان عرضه داشت کردند که اگر عنان عزیمت بمقر عز و دولت منعطف گردد اولی وانسب باشد وبمبالغه خدام شاهزادگان اسلام بجانب سمرقند معاودت فرمودند و در چهارشنبه چهارم جمادی الاخری مولانا شمس الدین از ملازمان بادشاهزاده دین پرور ظهیر الدوله و الدین الغبیک کورکان بدار السلطنت هراة رسید صورت حال بعز عرض نواب نامدار حضرت خلافت پناهی رسانید که بعد از جنگ

(باقی بر صفحه ۵۷۹)

پای ثبات وقرار (ورق ۳۴۹) بیفشرد و لشکری که داشت مرتب (۳۴۹ر)
ساخت وبحسب اتفاق میدان معرکه پشت تنها بود و سپاه مخالف تمام می نمود

(بقیہ حاشیہ ص ۵۷۸) شاہزادگان بسلامت بستقر حشمت وابهت مراجعت نمود والسلام،

ذکر توجه بادشاه زاده اسلام پناه ظهیر الدوله والدین الغبیک گورکان نوبت دوم بجانب براق اغلان

چون خبر هزیمت لشکر بادشاهزاده دین پرور بمسامع ساکنان سمرقند رسید انواع تورّع [توزّع]
و اصناف تفرقه بخواطر جمهور متوطنه آن خطه راه یافت و ..... در مضیق تزلزل و طریق تحیر سرگشته شده
دیده بر شاهراه انتظار گماشته [۴۴۳ ب] بمیامن الطاف الٰهی آن زیبندهٔ تاج سلطنت ... بمستقر دولت
معاودت فرمود شهر وولایت برآشوب شده واکثر لشکر متفرق گشته ... حضرت بادشاه زاده قاعدهٔ
استمالت وشرایط رعیت پروری تمهید فرمود ... نقود واسلحه ومراکب وغیرها بلشکری ارزانی داشت
وهریک را علی حسب حاله بنوازش خسروانه محظوظ ساخته بر جدّه اجتهاد تحریض فرمود .... رای زدین (کذا)
بمعاودت برسر دشمن قرار گرفت ولشکری آراسته جمع شدند در بعدش گفته که "مظفر الدنیا والدین محمد
جوکی بهادر" را اندک عارضه روی داد بدان سبب موافقت نتوانست کرد و در سمرقند متوقف شد
امّا تومنات خاصهٔ ایشان وامرای قوشون ولشکر قندهار وجمعی که از دار السلطنهٔ هرات بمدد رفته بودند
ملازم موکب بادشاهزاده متوجه شدند" (۴۴۴ ر) " و در شاهرخیه" پل بسته " از آب خجند عبور کردند"
براق اغلان چون" از توجه ایشان وقوف یافت و آوازهٔ نهضت حضرت خلافت پناه" استماع کرد
" بهیچ وجه روی مقاومت در آیینهٔ فکرت ندید وسلوک طریق فرار باخود قرار داده مع سائر حشیه وحزبه
راه هزیمت پیش گرفتند" " بچون حضرت شاهزاده .... در تاشکند نزول فرمود
خبر هزیمت براق اغلان بتحقیق بپیوست وبشارت توجه لشکر ظفر پیکر حضرت خلافت پناه ...
دران نواحی منتشر شد وعبور عسکر همایون از آب جیحون محقّق گشت، بادشاه زادهٔ اسلام ملاذ
لشکر را در ناحیه تاشکند بگذاشت وبتعجیل متوجه ادراک ملازمت حضرت خلافت پناه شد وبموجبی که
بعد ازین معلوم شود بنیل آن سعادت فائز آمد والسّلام"

وچون هر دو لشکر در برابر یکدیگر صف آرای شدند و سپاه میرزا الغ بیگ
از لشکر مخالف بیشتر بود براق اغلان دانست که بضربِ راست
مردِ نبرد نیست روبحیله و مکر آورده مردم خودرا جمع کرد و بیکبار حمله کرد[1]
و جوانانِ جانبین و نوخواستگانِ طرفین بنوکِ ناوکِ دلدوز و زخمِ
تیغِ بهانسوز سر و سینه از هم می ترگافتند و سرهای بر مثالِ گوی درمیدان
می انداختند و از تلاطمِ امواجِ دریای نبرد و تزلزلِ صحرای مصاف صورتِ
فزعِ اکبر و دشتِ محشر ظاهر شد و خلقی نامعدود و عددی نا محصور
بقتل آمدند[2] بیت

زهر سو کشته چندانی به پیوست
که راه جنگ بر لشکر فرو بست
دلیران سپاه برهم فتادند[3]
صدای مرگ در عالم بدادند[4]
تن از اسپ و سر از تن سرنگون شد
فلک دریا زمین صحرای خون شد

لشکر میرزا الغ بیگ بکثرت خود مغرور بود و بموجب فرمودهٔ[5] وَّیَوۡمَ حُنَیۡنٍ
اِذۡ اَعۡجَبَتۡکُمۡ کَثۡرَتُکُمۡ بسپاهِ مخالف که در غایتِ قلّت بود اصلاً التفات
نمی نمود غافل از آنکه[6] کَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ قَلِیۡلَةٍ غَلَبَتۡ فِئَةً کَثِیۡرَةًۢ بِاِذۡنِ
اللهِ[7] واقع است [[8] مخالفان فدائی وار بیکبار روی بکارزار آوردند
و دست تسلّط و اقتدار بر آورده[9] میمنه و میسرهٔ میرزا الغ بیگ بهم برآمد]

---

[1] آ، با، بب: آمد، [2] بب: فتاده، [3] بب: بداده، [4] قرآن مجید ۹ (التوبة): ۲۵، [5] قرآن مجید ۲ (البقرة): ۲۵۰، [6] فقط کب، [7] از روی آ نوشته شد، [8] آ: آوروند بجای آورده)، بب: آوردو،

مخالفان آهنگِ قول کردند و قلب نیز منقلب گشت، عاقبت امارتِ فرار و علامتِ انکسار بر لشکر ماوراء النهر ظاهر شد و حیرت [و ضجرت] بر میرزا الغ بیگ ستولی گشت و آتشِ غیرت در نهادِ او افتاد و بیم بود که عنانِ تمالک از دست داده پا در ان معرکهٔ مهلک نهد و العیاذ باللّٰه صورتی روی نماید که امکانِ تدارکِ آن در آئینهٔ خیال نیاید، امرای ماوراء النهر چون دیدند که کار از حیزِ اقتدار و قبضهٔ اختیار بیرون رفت عنانِ بادپای میرزا الغ بیگ گرفته از معرکه بیرون آوردند، و پهلوان[۱] محمود[۱] دندانی از قوم قورلاس[۲] که از ملازمانِ حضرت خاقانِ سعید سرآمدِ پهلوانانِ جهان بود و بی اجازتِ آنحضرت بدولتخواهی میرزا محمد جوکی بماوراء النهر رفته بود در روز جنگ بمصافگاه رسید و آثارِ شجاعت و دلاوری بظهور آورد، و چون دید که دشمن غالب شد میرزا محمد جوکی را بسعی بسیار ازان معرکهٔ خونخوار بدر آورد و بتعجیل تمام عازم سمرقند شد، و سپاهی که همیشه نصرت و ظفر شعار و هنر ایشان بود فرار نموده غارت یافتند، و اوزبکان صورتِ ظفر که در آئینه خیال محال می نمود بعین الیقین مشاهده کردند، و اموالِ فراوان بدست ایشان افتاد ۱۰

[۱] ک، پهلوانان محمود، تصحیح از روی ب اک، [۲] فقط اک: قورلاس، گ: اوزبکان الخ مضمون این سطور مطلع را در ذیل زبده ندارد، بجایش ذکر توجه شاهزاده نوبت دوم بحارثه براق اغلان دارد که در حاشیه ص ۵۷۹ ثبت شده است، بعدش فصلی ذیل را دارد که صاحب مطلع حذف نموده:

(۸۴۴ھ) ذکر بعضی از قضایا که درین ولا در دارالسلطنة واقع شد

در یوم الاحد هشتم جمادی الآخر خبر رسید از خوارزم که پسر و دختر امیر ایدکو از جانب دشت آمدند و عزیمت ادراک شرف بساط بوس دارند بعد از چند روزی ایشان بنیل آن سعادت فیروزی یافتند" بادشاه پسر را بانعام لایق و

(باقی حاشیه بر ص ۵۸۲)

و تمام مملکتِ ماوراء النهر چنان بهم برآمد که جمعی مردم کوته بین خواستند که دروازه‌های سمرقند دربندند و تدبیر قلعه داری کنند، اکابرِ سمرقند که اختیار (کذا) آن بلاد و دیار بُدند مانع آمده گفتند **بیت**

سگ کیست روباه ریزیده چنگ

که با شیر مردان درآید بجنگ

و لشکرِ براق اغلان در اطرافِ ممالکِ ماوراء النهر و ترکستان بتخریبِ بلاد و تعذیبِ عباد اشتغال داشتند[۱] [و از تاراج و غارت دقیقهٔ نامرعی نمی گذاشتند] و این خبرِ موحش و قصهٔ ناخوش در خراسان بموقفِ عرضِ حضرت خاقان سعید رسید،

(بقیه حاشیه ص ۵۸۱) علوفه فراخور بنواختند و دختر را باصناف مرحمت ممتاز ساخته" فرمان مطاع اصدار یافت که بسر امیر جلال الدین فیروز شاه او را در حباله نکاح آورد و بموجب حکم نافذ النکاح سنتی بینهما (کذا) استحکام پذیرفت، و در بیست و سیوم این ماه ملک کیومرث که حاکم و والی مملکت رستم دار و نواحی آنجا بود و مدتی سلوک طریق تمرد مینمود بسعادت مثول درین استان راستان آشیان مشرف شد و کمر خدمتکاری چون دیگر چاکران بر میان جان بسته" و از پادشاه انواع نوازش یافته ملازم بعسکر همایون گشت،" و در همین روز نوکر امیر الیاسخو[اجه] بهادر و شر اغان نوکر جهانشاه پسر قرایوسف از طرف تم بدرگاه عالمپناه آمدند و در مجلس همیون معروض داشتند که جهانشاه [بر] (۴۴۵ر) امیدواری ادراک تقبیل عتبه علیا متوجه شده بجانب قزوین آمده بودند و برادر او اسکندر برین حال بوقوف یافت و باجماعتی بر سر او تاخت و خیل و اتباع او را متصرف [منصرف] ساخت و جهانشاه گریخته بورامین ری آمد،

(حاشیه این صفحه) [۱] فقط ک ـــــ، از روی آ ثبت شد،

وازمعظم[1] وقایع این سال قصّهٔ[2] کاردخوردنِ حضرت خاقانِ سعید بود
وشرحِ آن چنانست که آنحضرت باوجودِ علوِّ منقبتِ سلطنت وکمالِ
منصبِ خلافت که اکثرِ ربعِ مسکون درتحتِ فرمانِ همایون بود واز
حدودِ چین تا اقصای روم واز نهایتِ ترکستان تا پایانِ هندوستان
فرمانِ جهان مطاع را انقیاد می نمودند آنحضرت | همیشه روی عجز (۳۴۹ ب
برزمینِ اخلاص نهاده بود وزبان بذکر ومناجات کشاده ، وخاکِ
سجده گاه بآبِ دیده آغشته می گفت :
الهی ! آگهی که ملتمسِ این بیکس چیست ، مرا همچنانکه سلطنتِ مجازی
ودولتِ عاریتی ارزانی داشتی بنزهتگاهِ حقیقی وجنّت سرای معنوی راه نمای

بیت ۱۰

برسان بدان مقامم که نشانِ تو بیابم
غلطم ، نشان که یابد زنشانِ بی نشانی

وچند روزی که زمامِ مهامِ ایام وسرانجامِ امورِ جمهورِ خواص وعوام بقبضهٔ
اقتدار این ضعیف دادی توفیقِ عدل وداد وتعمیرِ بلاد وتوفیرِ عباد کرامت فرمای

---

[1] درزبده این قصه را از مطلع مفصل تر دارد ، صاحب مطلع بربناء وجهی بعض جزئیات قصه را حذف نموده ، درحواشی ذیل بعضی ازینها را نقل کرده می شود ، [2] درزبده درابتداء این فصل بجای آنچه درمطلع دارد تمهیدی آورده است که قریب به چهار صفحه طول کشیده است ، درآن میگوید مثلاً " پس تحقیق باید که آنست [دانست] که حق عزّ وعلا هرامری را وقتی معین کرده وآنچه رقم تقدیر برآن رفته دگرگون نخواهد شد ، وهیچ آفریده را بر نقش بندی ومهره بازی فلک غدّار اطّلاع نیست وبر اقبال وادبار واخلا [املاء] وامرار روزگار وقوف نه" (۳۴۳ الف) ، " عقلاء کامل آنانند که بقضا راضی باشند وهرچه درین عالم بظهور رسد از خدای عزّ وجلّ دانستن شریفه (کذا) اخلاق ونفیس تر احوال باید شناخت واگر بر تقدیر راضی نباشی چه کنی (۳۴۳ ب) وغیره وغیره "

و آنحضرت پیوسته بوظایف طاعات و شرایط عبادات قیام می نمود
و حسن ادای فرائض و سنن و واجبات و مستحبّات شعار روزگار فرخنده آثار
بود ، و بمیامن این صفات حمیده ، و بمحاسن نیّات پسندیده حضرت
مالک الملک تعالی و تقدّس جناب پادشاهی را در حفظ الٰهی نگاه می داشت
و از کید و مکر بد اندیشان آسیبی بآن حضرت نمی رسید بیت

اگر تیغ عالم بجنبد ز جای ‌‌‌‌‌‌ نبرّد رگی تا نخواهد خدای[۱]

و[۱] آنحضرت اکثر[۲] ایّام جمعات[۳] بموجب نصّ[۴] یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا
اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ بمسجد جامع که
داخل دار السلطنهٔ هرات است تشریف حضور ارزانی می داشت ، اتّفاقاً
روز جمعه بیست و سیم ربیع الثانی[۵] مسجد را مشرّف ساخت و[۶] ادای نماز فرموده ۱۰

---

[۱] صورت آغاز این قصّه در زبده (۴۳۴ ب) : و آنچنان بود که حضرت سلطنت شعاری . . .
در روز جمعه بیست و سیم ربیع الاوّل سنه المذکور بمقتضی حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ نداء اِذَا
نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُ[وا] الْبَیْعَ شنید از ایوان دار الخلافه عزیمت
نهضت بجامع دار السّلطنت فرمود و از غرائب اتفاقات که خاطر اصحاب فطنت آئینهٔ چهرهٔ
دولت باشد آنکه مهد اعلی خلد الله تعالی سلطنتها بالهام الٰهی و تفرّس مومنات ازان عزیمت
منع میفرمود که درین وقت بارندگی بسیار واقع شده است و دیوار هانم کشیده بمیان شهر دیوارستانها
در میبرود مبادا [مبادا] الٰهی بذات همیون رسد حضرت سلطنت شعاری . . . . در جواب میفرمودند
که از قضا[ء] الٰهی احتراز مفید نیست بنیت درست و صدق اخلاص فرمان برداری خدای تعالی بحسب [ذمّت ؟]
فرمان دهی خود واجب شناخته بقاعدهٔ معهود و سنن مالوف متوجه گشته شکر منعم مطلق . . . . بقدر فیضان نعمت و ترادف موهبت
. . . . بخضوع و خشوع در قید انضباط و تحت ارتباط اورد (فقره آخر بحذف بعض عبارات) ، [۲] ب : ب —
[۳] قرآن مجید ۶۲ (الجمعه) : ۹ ، [۴] فقط در ک ، [۵] زبده (۴۳۴ ب) : ربیع الاوّل ، [۶] ب : —

وعرض نیاز بحضرت [پادشاهِ] کارساز رفع[*] نموده از مصلّی برخواست بعزم بیرون آمدن[۱] ، ناگاه در درون مسجد در اثنای راه شخصی نمد پوش احمد لُر نام از مریدان مولانا فضل الله استرابادی بصورت دادخواهان کاغذی در دست پیش آمد[۲] و آن حضرت یکی از ملازمان اشارت فرمود که سخن او معلوم کرده بعرض رساند[۳] احمد لُر لی اندیشه پیش دوید و بکه[۴] کاردی[۵] چون قطرهٔ آب بشکم آنحضرت رسانید، امّا چون عنایت الٰهی در همه احوال حافظ و ناصر آنحضرت بود و از وجود همایون

---

[۱] در زبده (۴۳۵ ب) گفته است که بادشاه بموجب "المومنون اخوة" "شرط سلاطین و سیاست ملوک را ترک کرده عوام را از ره گذر منع نفرموده امرا و ارکان دولت و ملازمان و نوکران هر یک بسبب غلبه و ازدحام بتعجیل از جامع بدر رفتند، که او در خاطر گذشتی که درین محل کسی را فکر قصدی و اندیشه مکری باشد، ناگاه مردودی که بصفت یحادون الله و رسوله موصوف بود و مطرودی که بهیان اُولٰئِكَ لَاخَلَاقَ لهم معروف [وچنین بود و چنان بود] "سودائی غوغائی ظلمت چراغ دماغش نشانده و همه غموم خیالات فاسد در سر شور و شرش مانده" . . . "خنجری در دست پیش دوید و بی محابا قصد بندگی حضرت کرد و زخمی رسانید" امّا "(۴۳۶ ا) ازان ضرب زیاده اثری بذات همایون نرسید جهرهٔ از پس پشت آن شخص درآمده که بیانش کرده‌ت و پس کشیده کاردی بر دوش آن جهره زد و خواجه سرای [خواجه سرائی] کاردش بگرفت زخمی دیگر بروی زد و ازمان یساولان برسیدند و یکی شمشیری بر سر او زد و فی الحال بضربات و زخمات متعاقب او را بدوزخ فرستادند و بنا بر دفع چشم زخم که بیت

که همه وقت بی الم باشی   دولت را بچشم زخم کنند

اندک جراحت منتهی براحت و زخمی مختم برحمت بذات شریف شاهنشهی و عنصر لطیف بادشاهی منقارن گشت" . . . (۴۳۶ ب) "وبندگی حضرت" . . . "بعد ازین حال از مسجد بیرون آمده سوار شد و بیکس آن شخص دیو صفت نشناس [نسناس] فعل را [نه] شناخت که او چه کس بود و مردم بهم برآمدند و فزع روز قیامت در میان خلایق پیدا شد، و حضرت سلطنت شعاری چون بیرون دروازه رسید بعد ازان قوت ماسکه با مساک عنان وفائی نمود محفه [محفّه] پیش کشیدند و ملازمان بر دست گرفته بمقر سلطنت رسانید و بتفحص و تجسس آن مشغول گشتند که این بدبخت ازل و ابد چه کس بود و از کجاست" ، رباقی بیان زبده در حاشیه ص ۵۸۶ بعد ـ در ک ، ک کلمهٔ پادشاه (ص۱) راندارد ، [۲] ک ، ک آ ب : رساند ، [۳] فقط در ک ، [۴] ک ، ب : کارد ،

امن و آسایشِ عالمیان، و جهانیان بتخصیص گوشه نشینان از صمیم دل و جان دعاگویان ع

دعای گوشه نشینان بلا بگرداند

[کار[1] کارگر نیامد و زخم قوی نبود[2]، لُرک را هم در مسجدِ جامع[3] ایچکیان بقتل آوردند، از الجمله علی سلطان پسر منکو توچین که از معتبران بود[4] در حال از آنحضرت استفسار نمود که آن شخص را بقتل آرم و رخصت یافته بضرب تیغ بید ریغ هلاکش کرد بیت

بد اندیش هم در سر شر شود
چو کژدم که با[5] خانه کمتر رود

و چون این قصه[6] واقع شد فریاد از نهاد خلایق برآمد، فغان بآسمان رسید، معهود چنان [بود[7]] که در وقتِ سوار شدنِ آنحضرت نقاره چیان پیش پیش نقاره زنان می رفتند، چون خبر بنقاره چیان رسید که حضرتِ خلافت از جای نماز برخواست بدستور آغازِ نقاره کردند، ثم[8] ناگاه بیکبار ایستاد، غلغله در خلایق افتاد که چه حالت واقع است خلایق بربام مسجد دویدند و بر سر ایوانی که آنحضرت سوار می شد غلبهٔ عظیم جمع آمدند، امرای عظام امیر[9] علاء الدین علیکه کوکلتاش و امیر جلال الدین فیروزشاه[10] از مسجد بیرون آمده سواره ایستاده بودند که این صورت روی نمود، آنحضرت امیر فیروزشاه را طلب فرمود و امیر باضطراب تمام سواره بمسجد درآمد و آن[11] حالت مشاهده نموده دودِ حیرت از نهادِ او برآمد،

۱۰

۱۳۱

۱۰

---

[1] ک: ـــ، [2] فقط آ، هم نبود، [3] آ: ـــ، [4] ک: تا، [5] آ: قضیه، [6] ک: ـــ،
[7] آ، ب: ـــ، [8] کذا در ک، دیگر نسخ: آمد، [9] در زبده این امراء را بنام ذکر نکرده است درین محل، و نه ذکر مشورت با امیر فیروزشاه، [10] فقط آ: این،

حضرت خاقان سعید خواست که در محفّه نشیند، (ورق ۳۵۰) امیر (۲۵۰ ا)
فیروز شاه گفت که[۳] اگر آنحضرت در محفّه نشیند فتنهٔ عظیم برخیزد و مردم را
درحیات وممات نعوذ بالله تردّد شود، وحضرت بدولت وسعادت
سوار شد و نقّاره بهیبت وعظمت کوفته از راهِ راست بازار بباغ
زاغان فرمود و اطبّاء وجرّاحان بعلاج ومرهم مشغول شدند، و[۵] در تاریخ
آن واقعه گفته اند **قطعه**

سالِ تاریخ هشتصد و سی بود — روز جمعه پس از ادای[۳] صلات
قصّهٔ بس عجیب واقع شد — در خراسان ولی بشهر هرات
کج روی در بساط چون فرزین — خواست تا شه رخی زند شهمات

میرزا بایسنغر و امراء[۶] تفحّصِ احوالِ تُرک فرموده از کشتنِ او پشیمان بودند ۱۰

---

[۱] آ ، [۵] زبدہ (۴۴۰ ا) : ویکی از فضلا تاریخ این واقعه درین قطعه نظم آورده است الابیات

شاه زمانه حله اقبال و ایمنی — می خواست تا بجامهٔ محنت کند بدل
گردون فروکشان [کشیده؟] زرو برد مه حیا — وآیام کرد در بر خود از خلل حلل
منّت شدا ز خدا یرا [خدای را] که شد از سهم تیغ شاه — خنجر کش بلا هدف حربه اجل
از عاملان فتنه جهانی خلاص شد — وافاق را ز امن و امان که بر عمل (؟)
تا تیر چرخ را بود اندر بنان قلم — تا تیغ آفتاب مطلا بود بحل
اعداش را بر [تیغ] و تا محن چشم هوش کور — خصم ورا ز تیغ بلا دست عقل شل
از کمرهان دین چو بد این قصّه را ظهور — تاریخ این قضیه شد از روزگار ضل ۸۳۰

[۳] فقط ک : نماز ، [۶] در زبده احوال تفحص را مفصّل تر آورده است، بحذف بعض عبارات زائده
درج ذیل است واین عبارت زبده مسلسل است به آخر حاشیه ص ۵۸۵ :
" وهیچکس نیافتند که او نشانی دهد (۴۳۷ ا) تا بعد از سه روز کاروان سرا[ی] داری تقریر کرد که
(بقیه حاشیه بر ص ۵۸۸)

از چیزهای او کلیدی یافتند، و عسسان بواجبی جُست وجوی کرده

(بقیہ حاشیہ ص ۵۸۷): شخصی بدین صیات درین کاروان سرا حجرۂ داشت و از روز جمعہ باز بدر رفتہ است و رنیامدہ از و تفحص نمودند کہ مصاحب و آشنای او کہ بود کاروان سرادار گفت معروف خطاط بدو ترددی داشت . . . فرمان جہان مطاع . . . بران جملہ نفاذ انجامید کہ ارکان دولت روز افزون بمقتضی فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ تفحص وتحقیق آن حال ژیا و از مجمعی انتظام دادند و امرای . . . مجلس آغاز نہادند، معروف را حاضر آوردند استعلام آن قضیہ [قصۂ ؟] برغصہ نمودند، در ابتدا گفت من ازین قصۂ ہیچ خبر ندارم، چون قضیہ بشکنجہ و تعذیب رسید تقریر نمود کہ این ملعون مطعون کہ برین حرکت مذموم وجسارت ملوم اقدام نمودہ بیت مولد شوم او لرستان است * محمد ش [محمد شجوی] [۲۳۷ب خطا خطہ] آشنوان موسوم با حمد لر، قائم مصدر این حکایت و مظہر این غوایت عضد نامی است بسر مولانا مجد الدین استر ابادی با جمعی دیگر کہ مذہبا و مشربا بارادت و قواعد و مقاعد مولانا فضل اللہ استرابادی کہ آیت [اَنتُم] اَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ لَاٰكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُّومٍ مبنی [مُنبئ] از کلمات نموہ [مموّہ] او است مضمون وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ مشعر از حکایات نامتوجہ [نا موجہ] او مشہور و مذکور . . . . ایام ولیالی علی التواتر والتوالی در خلوت خانہ فی سَمُومٍ وَحَمِيمٍ وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُومٍ بمبا کفر زنند زمجول بیت

خبر دارند ازین معنی تمامی مفصل کردہ ام اینک اسامی

در یک طرفۃ العین ملاعین بشیاطین [شیاطین] و کفرہ فجرہ را در مجلس تجسس و دیوان تفحص حاضر گردانیدہ چندان چہ ارکان دولت ابد بیوند و (کذا) ازیشان این امرا [امر] استخبار و این معنی استفہام نمود [بحز ؟] سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ جوابی نیگفتند و کلام موہ و جواب ناموجہ خود را بتخلیقات دروغ و مغلطات [مغلّطات] بے فروغ تقویت و تمشیت میدادند [۲۳۸ر] انتہا احکام امرا بتخویف الاخشاب و تعنیق [تعنیف ؟] قطع الرقاب رسید، از انکار و انحراف باقرار و اعتراف انتقال وارتحال نمودند کہ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ اقرار کردند کہ ما چند کس این اندیشہ کردہ بودیم کہ قصد بند کی حضرت کنیم (بقیہ حاشیہ بر ص ۵۸۹)

۱۳۱

۱۰

در تیمچهٔ خانهٔ[1] بآن کلید کشاده شد، و اہل تیمچہ حلیهٔ آن شخص بیان کرده گفتند: چنین شخصی اینجا بود و طاقیه دوزی می کرد، و مردم بسیار پیش او می آمدند، از انجمله مولانا معروف خطّاط بغدادی،

و این مولانا معروف سرآمد مستعدّان جهان و نادرهٔ دوران، بود و غیر از خط انواع فنون و اصناف کمالات حاصل داشت، در جواب قصیدهٔ خواجه جمال الدّین سلمان گوید بیت

زترک چشم تو هر تیر غمزه کامد راست
درون سینه نشست آنچنان که دل میخواست

و از سلطان احمد بغداد روگردان شده بود[2] و باصفهان[3] پیش میرزا اسکندر ابن میرزا عمر شیخ آمد و در کتابخانهٔ او متعیّن شد، گویند در یک روز هزار و پانصد بیت نوشت[4] در وقتی که میرزا اسکندر هر روز پانصد بیت مقرر فرموده بود دو روز هیچ ننوشت و در حکم میرزا اسکندر تخلّف نمود[5]، سبب نانوشتن پرسید: گفت میخواهم که در یک روز کتابت سه روزه بکنم[6] میرزا اسکندر فرمود که سایه[7] بانها و بارگاه[*] برافراشتند و یک کس قلم می تراشید و مولانا می نوشت، نماز دیگر هزار و پانصد بیت

(بقیہ حاشیہ ص ۵۸۸) و این احمد لر درین اندیشه برماسبقت نمود، خلایق [از] این صورت متعجب ماندند" از آنکه "بشبخون انجم قصد آفتاب نتوان کرد" "آن تصور در سر ایشان افتاده که سروری و فرماندهی کاریست که هر بے سروپایی برسد و بمجرّد کوشش و کشش دست ادراک بدامن دولت نتوان رسانید.... و ندانند که بادشاهان برگزیده آفریدگار و پروردهٔ پردهٔ کاراند

(حاشیه این صفحه) [1] تا: درخانه، [2] آ ب تا ک: در اصفهان، [3] فقط ک: نوشته بود، [4] کذا فقط در ک، آ و نسخ دیگر: نبود، [5] فقط در ک، دیگر نسخ: کنم، [6] فقط آ: سایبان و خرگاه،

در غایتِ لطافت نوشت، و میرزا اسکندر[1] او را[2] انعام فراوان فرمود،
حضرت خاقانِ سعید در وقتِ فتح ممالکِ عراق و فارس مولانا معروف را
بهراة[3] آورده رقمِ اختصاص کشید و کاتبِ[4] خاص شد[5]، و او مردی خوش محاوره
شیرین کلام بود، نمدِ عسلی پوشیدی و طاقیهٔ نمدِ بلند هم ازان جنس بر سر
نهادی و الفِ نمد بر گردِ آن پیچیدی، جوانانِ مستعدّ دار السلطنه[6] مثلِ مولانا
تاج[7] الائمه[8] خوارزمی[9] و غیره میلِ صحبتِ او کردند، جمعی جهتِ خط و بعضی
برای مصاحبت، و خدمتِ مولوی[10] بغایت خویشتن دار و بزرگ منش بود،
میرزا بایسنغر میلِ آن فرمود که مولانا جهتِ او خمسهٔ[11] نظامی نویسد و کاغذ
خوب فرستاد، و مولانا زیادت از سالی کاغذ نگاه داشته نانوشته باز داد،
۱۰ وجناب بایسنغری را بغایت نا[12] ملایم آمد[13]،

القصّه درین وقت مولانا[14] [معروف] را مطعون ساخته گرفتند، و
۱۳۲ اکثر جوانانِ مستعدّ که پیش او متردّد بودند متوهّم شدند و اربابِ طمع از ایشان
۱۰ زرها گرفتند، و مولانا را چند نوبت بپای دار آورده، و عاقبت در چاهِ حصار
اختیار الدّین حبس کردند،

و خواجه عضد الدّین دختر زادهٔ مولانا فضل الله و جمعی دیگر که با احمد لُر
اتّفاق کرده بودند بقتل آورده سوختند[15]،

---

[1] ا، با، ک —، ب: را، [2] آ، ب، بب، ک: کتابت خاص فرمود، [3] با، ک: دار السلطنت هراة
آ: هراة، [4] ک: تاج الدّین الائمه، دیگر نسخ مثل متن، [5] با، بب +: رازی، [6] ک: ومولوی، تصحیح
از روی نسخ دیگر، [7] ک: آید، [8] نقط ک —، [9] با، [10] در زبده (۴۳۰ ب) می گوید: فی الجمله بعد از اعتراف [ملک به
آخر حاشیه متعلق بر ص ۵۸۸ که بر صفحه ۵۸۹ ختم شده است] حکم بر سیاست ایشان صادر شد که مجموع تتبع [بتیغ] کذرانید
[کذرانند] بسر جهار برد. بحکم وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ سبز [۱] [۶] دجزای اعمال بد خود رسید
(باقی حاشیه بر ص ۵۹۱)

وبسبب سوء المزاجی کہ میرزا بایسنغر نسبت بامرتضای اعظم

(بقیہ حاشیہ ص ۵۹۰) وانچہ درشان خلائق درسینہ پرکینہ و اندرون نامبارک داشتند بذات نحوستشان [منحوس شان] عاید فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین نتایج قبیح سیرت [سریرت؟] ومرتزا (؟) لوث سریرت ان بود کہ هم درین دنیا بعذاب آتش گرفتار آمدند و عذاب آخرت خود باقی است خسر الدنیا والآخرۃ ذالک ھو الخسران المبین " در زبدہ بعدش می گوید کہ " رای انور خدایگانی شکر این موهبت را کہ از حدوث چنین بلیۂ زیادہ الهی بذات همایون رسید وصحت یافت " انواع مبرات و اجناس صدقات و اموال بسیار از خزانہ عامرہ " بذل خاص و عام فرمود ، تخلیۂ محبوسان وتجلیۂ (۳۹ الف) " مهمومان اشارت عالی بنفاذ رسید ، بقایا از مالی وخارجی بخشیدہ بافاضت راحات وخیرات امثلہ همایون" باطراف ممالک محروسہ روان شد " واز جملہ مبار فواضل امناء دیوان گرد محلات شهر ونواحی برآمدند وفقرا وضعفا و اراامل وایتام نسخہ کردہ مجموع را بصلات وصدقات ملحوظ ومحظوظ گردانیدہ و فرمان فرمود تا در ممالک محروسہ بتفحص حال مظلومان وتدارک کار افتادگان و اعتبار [اغنیاء ؟] بساختن کار بیچارگان قیام نمایند وحضرات آقایان و [او] لاد کرامی و احفاد نامی [و] امرای بزرگ وارکان دولت " هریک بشکر سلامتی ذات همایون اشاعت [خیرات " نمودند " بل سایر [؟] سکان ومتوطنان ممالک محروسہ " حتی الامکان " در تکثیر خیرات وبذل صدقات هیچ دقیقہ اهمال و اهمال نفرمودند " ... (۳۹ ب) بعدش دعائی درحق پادشاہ دارد وخاتمہ اش برین ابیات :

تا جهانست پادشاہ شهرخ — مملکت گیر و ملک پرور باد
از شمیم شمائل اخلاقش — مغز گردون او [چو ؟] مشک فر [اذفر؟] باد
گرد سم سمند میمونش — روشنا را بروز اغبر باد
گیتی از جود او مزین گشت — عالم از عدل او منور باد
بخت او بر مراد منصور ست — تیغ او بر عدو مظفر باد
دایم از برق گوهر تاجش — بر سر ماہ و مهر افسر باد

(باقی حاشیہ بر ص ۵۹۲)

(۳۵۰ ب) مقتدای مکرم امیر سید قاسم تبریزی[۱] داشت حکم اخراج او فرمودند، و جناب سید بجانب سمرقند عزیمت نمود و در غزلی شمّهٔ از شکایت این حکایت بنازکی ادا می فرماید و مطلعش اینست بیت

ای عاشقان ای عاشقان هنگام آن شد کز جهان
مرغ دلم طیران کند بالای هفتم آسمان

و در تخلص می گوید بیت

قاسم سخن کوتاه کن برخیز و عزم راه کن
شکّر بر طوطی فگن مردار پیش کرگسان

و در وقتی که عزیمت نمود و بعزم سوار شدن از وثاق بیرون آمد فرمود بیت

(بقیه حاشیه ص ۵۹۱) بعد این ابیات قطعهٔ تاریخ واقعه کارد خوردن دارد که در ح ص ۵۸۶ ثبت شده و بران زبده را ختم کرده است، ــ در آخر این نسخه زبده اوراق چند از ذیلی دارد که مصنفی نامعلوم بزبده ملحق ساخته است، این نسخه فقط شش اوراق از اول این ذیل دارد از ۴۴۴ ب تا ۴۴۶ ب، معلوم نیست که این نسخه ۱۳۱ از آخر چه قدر ناقص است، عنوان اولش اینست: "ذکر تتمهٔ وقایع که در سنهٔ ثلاثین و ثمانمایه حادث شد" ۱۰ و این فصل ذکر صحت یابی بادشاه است از "اندک انحرافی" که "از نتیجهٔ چشم زخم اعادی بمزاج همیون رسیده بود" بموجبی که کیفیت آن در آخر جمعه [از قلم ؟] مولانائی حافظ ابرو مذکور شده" و ذکر صرف نمودن "نقود بسیار و وجوه بیشمار" "بر فقرا و مساکین و ارباب استحقاق" و این که بادشاه "در تمام قلمرو دو دانگ مال بر جمهور رعیت مسلم داشت و حضرت مهد اعلی و شاهزادگان تاج بخش و امرا و وزرا و ارکان خلافت و خاصکیان خدمت ادای نذورات و بذل صدقات بتقدیم رسانیدند" و "صلحا و علما و اتقیا" "ختمات و سجدات شکر مرتب داشتند" و "صیت صحت و آوازهٔ عافیت" بادشاه "بمسامع اقاصی و ادانی رسید" ــ بعدش درین ذیل (۴۴۴ ب) ذکر خروج براق و توجه محمد جوکی بسمرقند و (۴۴۵ ا) توجه الغ بیگ بمحاربه براق نوبت دوم و (۴۴۵ ب) بعضی وقایع هرات و (۴۴۶ ا) توجه شاهرخ سلطان بسمرقند و بقیهٔ قصهٔ براق (ناکمل)

(حاشیهٔ این صفحه) [۱] ـ با ک ب + : قدس سرّه ــ در زبده ذکر اخراج سید قاسم ندارد، ــ برای شرح احوالش رک به دانشمندان آذربایجان ص ۳۰۴،

نمیدانم چه اُفتاد دست قسمت از قدر ما را
کزین درگاه می رانند دایم دربدر ما را

وحضرت خاقان سعید بعد از چند روز که حکماء و اطبّاء بشرایط علاج قیام نمودند صحّتِ تمام یافت[1] و قوّتِ طبیعت گردِ تغیّر از دامن همایون افشاند، وخلایق باخلاص تمام مضمونِ کلام مَلِکِ علّام وِردِ زبان و ذکرِ جَنان داشتند که[2] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ و بصدق و نیاز دعا کرده می گفتند بیت

تنت نباز طبیبان نیازمند مباد
وجودِ نازکت آزردهٔ گزند مباد

۱۰
سلامتِ همه آفاق در سلامتِ تست
بهیچ عارضه شخصِ تو دردمند مباد

و حق تعالی صحتِ کلّی کرامت فرمود،

ذکر عزیمت حضرت خاقان سعید بجانب ولایت[3] ماوراء النّهر

حضرت[4] خاقان سعید را چون از آسیبِ عین الکمال چشم زخمی رسید و دستِ قضا بر جمالِ دولت و اقبال نیلِ حادثه کشید، در[5] اطراف و اکنافِ ممالکِ ربعِ مسکون خبرِ این نازلهٔ هائله بسخنانِ گوناگون در افواه افتاد،

---

[1] آ: کردیافت، [2] قرآن مجید ۳۵ (الملائکة): ۳۱، [3] آ، ک ـ ب: مملکت، [4] بجای مضمون این سطور تا ص ۵۹۴ س ۳ در ذیل زبده (۴۴۵ ا) گفته است که "در سلخ رجّب (کذا) خبر رسید که براق اغلان آمده واترار را محاصره کرده و آنجا استیلا یافته و در بعضی از ولایات از جانب خرابی بسیار واقع شده" عزم پادشاه باستیصال او جزم شده "ایلچیان اطراف از آذربایجان وعراق وفارس که در پایهٔ سریر اعلی بودند هریک را کمایلیق بحاله بصنوف انعام و خلع اکرام نواخته رخصت مراجعت ارزانی (۴۴۵ ب) فرمود و ایلچی جهانشاه را بمزید عاطفت و تکمیل نوازش مخصوص گردانید" و بعاودت بجانب ری اذن فرمود فرمان مطاع بنهضت عسکر منصوره نفاذ یافت و او کلکا فراوان به بهادران لشکر و جانسپاران دلاور انعام رفت و امیر کمال الدّین فرمانشیخ بضبط و محافظت دار السّلطنت هرات معین شد و در غرّه شعبان، الخ. [5] ک: و در،

و روزگار فتنه انگیز ابواب محنت و بلا بر روی جهانیان کشاد،
و میرزا الغ بیگ را در محاربهٔ براق اغلان شکستی واقع شده بود،
و مملکت ماوراء النّهر بکلّی بهم برآمده چنانچه سبق ذکر یافت[1] آنحضرت
عنان عزیمت بصوب دار الملک سمرقند تافت، و غرّهٔ شعبان
از دار السلطنهٔ هرات نهضت فرمود[2] و میرزا بایسنغر متعاقب توجّه نمود،
و اردوی همایون ببلخ رسیده[3] موکب منصور از جیحون گذشت،
و میرزا بایسنغر بموجب فرمان و التماس میرزا الغ بیگ کورگان بطرف
تختگاه خراسان بازگشت[*]،

و شب[4] پانزدهم رمضان در اردوی شاهزادهٔ جهان قنبر کیرنگی[5]
ابیوردی را که خواجهٔ[6] خیر (کذا) بود بظاهر بلخ در خیمهٔ او کشته یافتند
و قاتل معلوم نشد، امیر سیف الدین جنید جاونی قربانی را بقتل او
متّهم داشتند چه از تسلّط و اختیار او تمام رعیّت آن ولایت
بتنگ بودند،

و میرزا[7] بایسنغر از ظاهر بلخ بسرعت عزیمت نمود، و نیت دیگم

---

[1] بر ص ۵۸۲، [2] ذیل زبده: «در راه لشکر نواحی و ولایات بمعسکر [میمون] ملحق گشت بحیثیتی که مصراع جهان در جهان موج لشکر گرفت [بعدش در حاشیه: یک صفحه رسته ست] [3] ذیل زبده (۴۴۶ الف): چون در بلخ نزول فرمود بجهت مصالح ملکی و امینی بلاد خراسان یراق جنان دیدند که حضرت شاه [زاده] عالمیان . . . . بدار السّلطنت هرات معاودت فرماید آنحضرت بموجب فرمان . . . بتمهید قواعد العود احمد مشغول شد و حضرت خلافت پناه . . . . . . عزیمت فرمود و در عشر آخر ماه مبارک رمضان در کنار آب جیحون . . . . (۴۴۶ ب) . . . نزول واقع شد و قریب دو دویست کشتی معین گشت تا بقرب یکماه شبانروزی عساکر منصور از آب بگذشتند، [4] این واقعه را در ذیل زبده ندارد، [5] آ: کرکی، در باقی نسخ: کیرنگی، [6] خواجه خیل؟ [7] آنچه اینجا مذکور است راجع بعلالت و صحت یابی میرزا بایسنغر در ذیل زبده ندارد؛

۲۳۱ ب
۱۰

ماه رمضان در هراة بباغ سفید نزول فرمود، و شاهزاده را عرض
مرضی طاری شده[1] اطبای حاذق و حکمای مدقق مولانا شمس الدین
محمد آدم و مولانا نظام الدین[2] صبح و شام ملازم بودند و بترتیب اشربه
وتدبیر اغذیه قیام نمودند، وبحسن معالجهٔ آن دو عیسی دم فرخنده قدم
مزاج شاهزادهٔ عالمیان از منهج انحراف و اعتلال بجادهٔ استقامت
و اعتدال باز آمده[3]* صحت یافت بیت

ذاتِ تو یافت صحتِ کلی هزار شکر
گو خصمِ خون گرفته بمیر و حسود هم

واردوی همایون از ساحلِ جیحون روان شده میرزا الغ بیگ و
اکابرِ ماوراء النهر چون سعادت[4] واقبال استقبال نمودند[5] ۱۰
ولشرفِ تقبیلِ اناملِ فیاض (ورق ۳۵۱) مفتخر[6] وسرفراز شدند

---

[1] آ: شدو، [2] با: ب + : شیرازی، [3] آ: باز آمدو، [4] آ —،

[5] ذیل زبده : و چون حضرت خلافت پناه .... از آب عبور فرمود بادشاه زاده اسلام ظهیر الدین الغبیک کورکان خلد ملکه استماع این خبر سرور بخش فرموده از تاشکند مستعجلا متوجه دریافت سعادت ملازمت شده در ترمذ بشرف تقبیل انامل فیاض بندگی حضرت فائز آمد و هر مشقتی که از وعثاء سفر بوجود مبارکش رسیده بود به میامن تریاک ادراک مجلس همیون بقوت و شوکت تبدل یافت و احوال توجه لشکر در نواحی تاشکند و انکه دران ولا اکثر اسپان ایشان قفص کالبد را از مرغ روح خالی کرده بعز عرض رسانید، حضرت خلافت پناه تقدم فرزند ارجمند سعادتمند [۱۰ بی ۱۲] اشتباه را بفنون مکرمت و عاطفت مقابل گردانید و آنچه از لوازم شفقت و نوازش بود تمهید پذیرفت و حکم جهان مطاع صادر شد که آن جماعت لشکری که طرف تاشکند مانده اند باوطان خود مراجعت نمایند، بعد ازان ... درین جا ذیل زبده درین نسخهٔ ناقص ختم است، [6] گ: متفخر،

ومراسمِ نثار ونیاز بجای آوردند ، وآنحضرت بکمالِ عظمت در دار السلطنهٔ سمرقند که مستقرِّ سریرِ سلطنت و مرکزِ دایرهٔ خلافت این خاندانِ عظیم الشّانست استقرار فرمود ،

ونخست بمزاراتِ بابرکاتِ آن بلده مثل مزارِ[1] شاهزادهٔ قُثَم بن العبّاس ، ومزارِ[2] شیخ اهلِ[3] سنّت وجماعت شیخ[4] ابومنصور ماتُرِیدی رحمة الله [علیه[5]] ومزارِ[6] بزرگوارِ امام الدّنیا[7] خواجه محمد بن اسماعیل البخاری[8] فرمود[8] واز روحانیتِ ایشان مدد خواسته صِلات و صدقات بفقراء ومستحقّان رسانید وارباب احتیاج را خوشوقت وخرّم گردانید ، و[9] بر تختِ سلطنتِ خاقانی وسریرِ خلافت و جهانبانی بتمکّنِ تمام مقام وآرام فرمود[10] ،

وازمحاربهٔ براق اغلان تفحّص نمود وبغورِ آن واقعه رسید وشرحِ آن واقعه[11] پرسیده ، جمعی امراء ماوراءالنّهر گناه‌کار شدند وایشان را در دیوانِ اعلی چوب یاساق زدند ، ومیرزا الغ بیگ را در مقامِ خطاب وعتاب آورده بازخواستِ عظیم نمود ،

[1] در شمالِ مغربِ شهر ؛ رک به سفرنامهٔ ایشیای وسطی (Travels in Central Asia) از وامبیری ص ۲۰۴ ، [2] در جاکردیزه ، شیخ در حدود سنه ۳۳۲ھ فوت کرد ، رک به ترکستان ص ۹۰ ح ۱۰ ، [3] ۲ ب ، [4] آ ب ؛ ب ک : رحمه الله

[5] در خرتنگ بسه فرسخ از سمرقند ، امام در سنه ۲۵۶ھ فوت کرد ، (ترکستان ص ۱۲۶) ،

[6] بعدش در آ ب + : صاحب صحیح ، ک : صاحب صحیح (بجای الدنیا) [7] آ : بخاری علیهم الرحمه توجه و تردد نمود ، [8] فقط ک ، [9] فقط آ کلمهٔ سلطنت را ندارد [10] آ ب : بتمکین (بجای بتمکّن) ،

[11] کذا فقط در ک ، باقی نسخ : سخن ،

وچندگاه شاهزاده بی اعتبار بود، وآنحضرت باز ترحّم فرموده آن ولایت را بفرزندارجمند ارزانی داشت، وضبط ودارائی آن مملکت را بحُسن تدبیر او بازگذاشت، واز فروغ آفتاب ایت ظفرآیت حضرت شاهرخی که براطراف مملکت ماوراء النّهر تافت آتش فتنهٔ براق اغلان که دوُد[1] از[2] ولایت برآورده بود تسکین تمام[3] یافت، وبراق را بناکام دندان آرزو درکام مرام شکست، وعنان گریز براه آوارگی تافته با هزاران حسرت ازان مملکت برگشت، وآنحضرت ضبط ویاسامشی مملکت ماوراء النّهر بواجبی فرمود ورایات ظفرنشان بصوب مملکت خراسان چهاردهم ذی الحجّه معاودت نمود، ۱۰

ودرین سال عمارت مزار بزرگوار پیر هری خواجه عبدالله انصاری قُدّس سِرّهُ که درمحرم سنه تسع وعشرین بنیاد شده بود[4] شرف اتمام یافت ع

یافت آن عالی مقام ازلطف سلطان اختتام[5]

---

[1] نفظ ک : درود، [2] کذا فقط درک، دیگرنسخ : ازان، [3] آ ـــ، [4] رک برص ۵۶۲ بعد، [5] نفقط ک : احتشام،

وقایع سنه احدی وثلثین

ذکر معاودت از مملکتِ[1] ما وراء النهر

موکب همایون از مملکتِ ما وراء النهر معاودت نموده یازدهم
محرّم در دار السّلطنهٔ هراة نزول اجلال[2] فرمود، وجهانیان بیُمنِ مقدمِ
خاقانِ عالم‌ستان اظهارِ استبشار کرده شرایطِ نثار و پیشکش
بجای آوردند بیت

شکر حق راست که از فرّ قدومش امروز
کس پراگنده نماندست، مگر زرِّ نثار

وصنا دیدِ ایران و اکابرِ دوران از اقصی عراقِ فارس تا پایانِ
هندوستان بعزمِ زمین بوس متوجّهِ درگاهِ عالمپناه شدند و هر کس
مناسبِ راه و جاه بمراسمِ عنایت و عاطفت مشرّف گشت و
رخصت معاودت یافته به اوطان و بُلدان باز رفتند بیت

بیُمنِ تربیتِ پادشاهِ بنده نواز
جهانیان سوی اوطان شدند[3] با[*] اعزاز

۱۰

---

[1] فقط آ ــــ، [2] با آ ب : جلال، ک مثل متن،
[3] کذا فقط در ک، آ ب : شده بصد،

ذکرِ ولادت میرزا ابابکر بن میرزا محمد جوکی بہادر

حضرت حق تعالیٰ و تقدس میرزا محمد جوکی را دُرّی از دریای شاہی و دُرّیتی از سپہرِ فضلِ نامتناہی کرامت فرمود، و در سلکِ سلطنت و عقدِ خلافت گوہری گرانمایہ افزود، و در مرآۃِ کاینات صورت دلخواہ روی نمود **بیت**

باز تازہ نعمتی از بخشش سبحان رسید
باز نو سروی بباغ دولتِ سلطان رسید
گوئی از فالِ مبارک چشمِ عالم نوریافت
یا خضر بُد پیش رُوکان چشمۂ حیوان رسید

بوستانی درمیانِ گلبنِ دولت شگفت ۱۰
آفتابی درکنارِ سایۂ یزدان رسید

وبیست وہشتم محرّم جہان بیُمنِ مقدمِ مکرّم میرزا ابابکر مشرّف شد، و عالم را وجودِ آن مولودِ عاقبت محمود زیب وضیا و زینت و بہا کرامت فرمود، و حضرت خاقان سعید را موادِّ کامگاری ازدیاد یافت، و از فروغِ آن نیّرِ عالم افروز انوارِ بہجت آثار بر چہرۂ روزگار تافت، و مہدِ علیا گوہرشاد آغا و میرزا بایسنغر و ارکانِ دولت مراسمِ تہنیت بتقدیم رسانیدہ ساچق و نثار آوردند، و حضرت اعلیٰ بترتیب جشن و آئینِ بزم اشارت فرمود، و مجلسِ بہشت آئین رشکِ نگارخانۂ چین

۱؎ فقط آ ب،

مرتّب شد بیت

مبارک باد بر سلطانِ عالم جشنِ سلطانی
جهانبانی که زیبا شد باو تاجِ جهانبانی

مدارِ عالم و دارای دَور و داورِ دوران
پناهِ ملک وپشتِ ملّت و سدِّ مسلمانی

معینِ دین و دولت شاهرخ سلطانِ دریا کف
که دریا را دهان بازاست پیشِ او زحیرانی

و میرزا محمّد جوکی اسباب طوی مرتّب داشت ، وچند روز طویهای متعاقب فرمود ، ومجلسِ انس بخوب ترو جهی روی نمود وبساطِ نشاط آراسته دادِ خرّمی دادند ، و درهای عیش وعشرت بروی روزگار کشادند بیت ۱۰

هر[1] وقتِ خوش که دست دهد مغتنم شمار ۱۳۱
کس را وقوف نیست که انجام کار چیست* ۱۰

وقایع سنهٔ اثنتین[2] وثلاثین

ذکر عزیمتِ حضرت خاقانِ عالمستان بصوبِ ممالکِ آذربایجان

در اوایلِ این سال بمسامعِ جلال رسید که امیر اسکندر بن امیر قرایوسف در مملکتِ آذربایجان باعلانِ کلمهٔ عصیان جرأت نموده

---

[1] اک : بهتر از عیش کار دیگر نیست — فقط آ : نیست (بجای چیست)، [2] ک : اثنین ،

وبا لشکرِ گران عازمِ عراق شده سلطانیه را گرفت ، و امیر خواجه یوسف ولد امیر الیاسخواجه که حاکمِ سلطانیه و ابهر و قزوین و زنجان بود گرفتار شد ، حضرت خاقان سعید عزیمتِ یورشِ آذربایجان تصمیم فرموده باحضارِ لشکرها فرمان داد و بسان ویوسونِ یورشِ اوّلِ آذربایجان از ممالکِ ترکستان و ماوراء النهر و بدخشان و ختلان و قندز بقلان[۱] و بلخ و شبورغان و مرو و ماخان و کابل و زابل و سیستان و تمام خراسان و خوارزم و مازندران و فارس و عراق و کرمان و اصفهان لشکرهای جهان در جنبش آمده متوجّه معسکرِ همایون شدند ، و شاهزادهٔ عالیجناب میرزا بایسنغر و امرای عظام امیر شیخ لقمان برلاس و امیر علیکه کوکلتاش برسمِ منغلای[۲] عزیمت نمودند ، و آنحضرت یکشنبه پنجم رجب ع ۱۰

بطالعی که شود مشتری ازو مسعود

از دار السلطنهٔ هراة نهضت فرمود ،

وچهاردهم ماه به تربتِ مبارک و مزارِ متبرّکِ شیخ الاسلام احمدِ جام قدّس سرّه ، رسیده از روحانیت او استمداد[۳] نمود و نذور و صدقات بمستحقّان داد ،

وبیست ویکم ماه بولایت نیشاپور درآمده از ارواح مقدّس مشایخ آن دیار مدد خواست ،

وبیست وهفتم قصبهٔ بحرآباد از فیضِ وجودِ آنحضرت مجمع البحرین آمد ، وشرفِ مزارِ مورد الانوار حضرت شیخ سعد الدّین حمّوئی[۴] قدّس سرّه دریافته

---

۱ بآ : قندز و بقلان ، اک : قند بقلان ، بب مثل متن ، ۲ ک : منقلای ،

۳ فقط آ : استعداد ، ۴ ک : حسن ،

شرایطِ زیارت بجا آورد،

و موکبِ ظفر نشان نهم ماهِ شعبان ولایتِ بسطام و خرقان را مشرّف ساخته بزیارتِ شیخ ربّانی و عارفِ صمدانی ابوالحسن خرقانی و سلطان العارفین شیخ ابویزید رحمهما الله[1] تعالی فرمود، و بآدابِ (۳۵۲ ل) زیارت قیام نمود (ورق ۳۵۲) و فقراء و مساکینِ آن بقاع از بخششِ سلطانِ جهان مطاع انتفاع یافتند[2]،

و دوازدهم ماه ظاهرِ بلدهٔ دامغان لشکرگاهِ پادشاهِ نصرت پناه گشت و آنحضرت بصدقِ نیّت و صفای طویّت بطرزه[3] کوه فرمود و از ارواحِ مشایخ عظام که دران مقام آسوده و آرام گرفته اند استعانت[4] نمود،

۱۰ و هفتدهم ماه قصبهٔ سمنان منزلِ همایون شد و آنحضرت سعادتِ زیارتِ شیخ بزرگوار و مقتدای روزگار مرشدِ حقّانی شیخ رکن الدین علاء الدوله سمنانی رحمة الله علیه دریافت، ۱۲

و از انجا عنانِ سمندِ جهان پیما بصوبِ ولایتِ ری تافت و ۱۰ چهارم ماهِ مبارک رمضان ظاهرِ طبرک به فرّ نزولِ[5] همایون غیرت فزای فضای فلک آمد، و زیارتِ سیّد[6] عبد العظیم و شیخ[7] ابراهیم خواصّ و امام محمّد[8] شیبانی بواجبی نموده مراسمِ آن بجا آورد،

و همچنین بهر ولایت که می رسید و مزار بزرگواری می دانست یا می شنید روی نیاز بآنجا آورده طریقِ نیازمندی مسلوک می داشت[9]،

---

[1] ک: رحمها، [2] مذکور نیست در یا قوت و نزهه و لسنز نیج، [3] فقط آ، استقامت، [4] فقط اک ب، [5] رک به نزهه ص ۵۴، [6] رک به نزهه ص ۵۴

[7] بعد کلمه شیبانی ب ب +: قدس الله ارواحهم، با: قدس الله تعالی ارواحهم، اک: رحمه الله،

لاجرم بیمن این نیّت و حسن چنین عقیدت بهرطرف که موکب ظفر قرین روی آورد حق تعالیٰ نصرت و اقبال را دو اسپه باستقبال فرستاد[۱] و هر آرزو که خاطر خطیر پادشاهی بر ضمیر منیر گذراند عنایت الٰهی در کنار مراد او نهاد بیت

بهرطرف که رُخ آورد بخت بیدارش
عنایت ازلی بود تا ابد یارش

القصّه حضرت خاقان سعید چند روز ملک رَی را مرکز دایرهٔ سلطنت ساخت و رایت ظفرآیت دران ولایت برافراخت و لشکرهای جهان و سرداران ایران و توران ضمیمهٔ سپاه ظفرپناه آمدند و صدهزار سوار نامدار در ظلال[۲] اعلام نصرت اعلام[۳] قرار گرفت، لشکری که عدد نجوم افلاک در تعداد آن ناچیز نمود و سپاهی که محاسب عقل را ادراک در شرح [۴ احصای] آن حیران بود بیت

سپاهی از شمار اختر افزون سپاهی از حساب و عقد بیرون

و حضرت اعلیٰ بموجب رَبِّ [...[۵]] اجْعَلْ لِی وَزِیْراً مِنْ اَهْلِی استدعای همایون فرزند فرّخ فال، نقطهٔ دایرهٔ سلطنت و اقبال مغیث السلطنت والدّین ابوالفتح میرزا ابراهیم سلطان فرموده یعنی بیت

امید سپاه و سپهبد بتست
که روشن روان باشی و تندرست

---

۱ فقط ک: بکار، ۲ ک: ظلام، ۳ ک: اَعلام، ۴ فقط ک: از روی نسخ دیگر ثبت شد،

۵ از روی قرآن مجید (۲۰ سورهٔ طٰه) ۲۵-۳۰ ماقبلش این طور است: قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی وَیَسِّرْ لِی اَمْرِی وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِی یَفْقَهُوا قَوْلِی وَاجْعَلْ الخ،

و در تاریخی که اَلنّصرمن عندالله العلیم[۱] بزبان عدد [بیان] آن می کند ۸۳۲
رایت فرقدسای کشورکشای، عالم آرای پادشاه جهانگیر جهاندار ،
خسرو گردون صولت ، بهرام اقتدار ع
آن بیش از آفرینش و کم ز آفریدگار
میرزا ابراهیم سلطان از دارالملک فارس بالشکر بی قیاس متوجه
اردوی پادشاه عالم ستان ، عازم صوب آذربایجان شد و در ظاهر
ملک ری بمعسکر سلطان هفت کشور پیوست ، و حضرت خاقان سعید
فرزند نجیب رشید را در آغوش عاطفت و مهربانی کشید و از احوال
ولایت و لشکر پرسید ، و چون حسن معاش و یُمن عدالت او معلوم بود[۲]
۱۰ تحسین بسیار و استحسان فراوان فرمود و همچنین میرزا رستم از اصفهان
و امیر چقماق و امیر ترخان از یزد و ابرقوه و امیر قناشیرین[۳] از مملکت
کرمان و از سایر بلدان حکام و سرداران می رسیدند و بعنایت پادشاهانه
سرافراز می شدند ،
و اردوی اعلی از ولایت ری نهضت فرموده بیست و یکم رمضان
(۳۵۲ ب) | ظاهر سلطانیه منزل همایون شد ، و گماشتگان امیر اسکندر بطرح
ریخته گریخته بودند و چنان قلعهٔ که در روی زمین دیدهٔ عالم بین نظیر
آن ندیده باشد دیگر بار در قبضهٔ تسخیر و اقتدار قرار گرفت ، و آنحضرت
غرّهٔ شوال بسعادت[۴] و اقبال در آن مقام گذرانید و نماز عید و آداب آن

---

[۱] مأخوذ از قرآن مجید ۳ : ۱۲۲ یا ۸ : ۱۰ ، در حاشیهٔ ک ۳۲ [۸] نوشته است که مدد : این مادهٔ تاریخ
است ، آ هم در حاشیهٔ ۸۳۲ نوشته ، [۲] فقط ک ، از روی نسخ دیگر ثبت شد ،
[۳] اک با ب : قناشیرین ، [۴] آ : بدولت ،

روزِ سعید به ادا رسانید و جشنِ عیدِ صیام ترتیب داد و ابواب مسرّت
برارباب دولت کشاد ، و هیچ آفریده قدم از جادهٔ شرع بیرون نهاد

بیت

جشنِ سلطانی مرتّب شد ، چه پرسم عیدرا ،
غُرّهٔ میمونِ شه دیدم ، چه بینم ماه را

و[1] حضرت خاقان سعید خورشید وار بر سریرِ سپهر پیکر بر آمد و بر یمین و یسار
پادشاهانِ کامگار ، سرورانِ نامدار هر یک در مقامِ لایق آرام گرفتند ،
و حُجّاب چون ماه و آفتاب و مقرّبان و خواص در اطرافِ بارگاهِ گردون
اساس صف زدند **بیت**

همه چو لاله کُله کج نهاده بر تارک
همه چو غنچه قبا تنگ بسته تا دامن

و امرای فلک صولت ، بهرام سطوت بترتیبِ طوی قیام نمودند ، و
انواعِ اطعمهٔ گوناگون فزون از چند و چون مرتّب ساختند ، و در خوردِ قدر
و مرتبهٔ هر کس آنچه مناسب بود پیش آوردند ، و چون از کشیدن طعام فراغ
حاصل شد آنحضرت فرمود که ملوکِ اطراف و گردن کشانِ اکناف را
که در اردوی همایون بودند همه [را] بتشریفهای فاخر و خلعتهای گرانمایه
مشرّف گردانیدند ، و بعد ازان سلطانِ ممالک ستان **بیت**

بفرمود تا لشکرِ کینه خواه   رود سوی دشمن ز درگاهِ شاه
بحکمِ شهنشاهِ گردون شکوه   بجوشید لشکر چو دریا و کوه

و هفتم شوّال نواحی مزارِ بزرگوار ایّوب [کذا] انصاری رضی الله عنه

---

[1] از سبب بظاهر چند ورق ضائع شده ، تا ۳۵۶ ب (تا آخر کلمات "الجرجانی غفر الله له در شهور سنه تسعین [و] ثمانمایه" که نگارنده از روی انشت نقل کرده ...)

مخیّم دولت و اقبال آمد، و چند روز دران خجسته مقام قرار و آرام بود،
و غرّهٔ ذی قعده شنب غازان معسکر سلطانِ جهان شد و ازانجا لشکر
گردون اساس عازم خوی و سلماس گشت، و دران نهضت همایون
روز بروز و منزل بمنزل از آئین سلطنت و فرمان روائی و رسومِ شوکت
و کشورکشائی بتخصیص در حینِ عرضِ سپاهِ مورشمار شیرشکار نصرت شعار و
هنگامِ نمودنِ جیبا و اسلحه و سایرِ آلات و اسبابِ رزم و پیکار آثاری
مشاهده رفت که هرچه اهل تواریخ در مناقبِ سلاطینِ کامگار و مراتبِ
خواتینِ سپهر اقتدار از عهد کیومرث باز اِلیٰ زمانِنا هٰذا بنظم و نثر پرداخته اند
و زیورِ اوراقِ لیل و نهار ساخته در جنبِ آن امری محقّر و افسانهٔ مختصر
می نمود شعر ۱۰

وَاِنْ یَفُقِ الاَعَاظِمَ وهو منهم[1]

فَاِنَّ المِسْکَ بعضُ دَمِ الغَزَالِ

و ظاهرِ سلماس از قبهٔ کریاسِ کیوان مماس سرِ افتخار از فلکِ دوّار
گذرانیده، و ماهِ رایتِ ظفر آیت فروغِ عالم تاب بذروهٔ آفتاب رسانید
و لشکرِ گردون صولتِ بهرام سطوت مرتّب شد،

ذکرِ وصولِ موکبِ فلک اساس بظاهرِ سلماس و محاربه باسپاه ترکمان و انهزامِ ایشان

چون صحرای سلماس از لشکرِ بی حدّ و قیاس که چون ذرّاتِ آفتاب
فراوان و چون قطراتِ سحاب بی پایان بود چند فرسنگ مالامال شد

[1] بیت مشهور است از متنبی ست به تصرّفی از مصنف، اصلش، فَاِنْ تَفُقِ الانامَ وانت الخ،

وبدولت واقبال درکمالِ ابہت وجلال فرود آمدند، از جانب
مخالفان امیر اسکندر ترکمان و برادران با لشکری، باران عدد طوفان مدد،
که از شکوهِ (ورق ۳۵۳) ایشان ولوله وزلزله درکوه افتد (۳۵۳ل)
نزدیک رسید،

حضرت خاقان سعید بتعبیهٔ لشکر و تسویهٔ صفوف فرمان فرمود،
وبرانغار مرکزِ رایاتِ فتح آیاتِ شاهِ کامگار، وطلیعهٔ سپاه ظفر اقتدار،
مغیث الدّین ابو الفتح میرزا ابراهیم سلطان ولشکرهای فارس آمد بیت

جناح آنچنان بست بر پیشگاه
که پوشیده شد روی خورشید و ماه

لشکری بیکران[1] سراسر قدرت و توان، همه پیل تن ولی لشکرشکن، ۱۰
همه شیر دل ولی زره گسل، و جوانغار از فروغ طلعتِ پادشاهانه و
یُمن وجودِ خسروانهٔ شاهِ فیروز جنگ مسندنشینِ سریرِ هفت اورنگ
غیاث الدّین میرزا بایسنغر آرایش یافت، و امرای عظام و
مبارزان ایّام با لشکرهای خراسان و مازندران درظلِ رایتِ
خورشید آیتِ آنجناب جمع آمدند بیت

چپ و راست آراست از ترگ و تیغ
چو آرایشِ گلشن از اشک میغ

سپاهی چون قطراتِ سحاب بیحساب ولشکری چون ذرّاتِ آفتابِ
جهانتاب، و قول وَالقلبُ مُسْتَقَرُّ سُلْطَانِ الرُّوح باعلامِ ظفر اعلامِ
حضرت خاقان سعید آراسته شد، و شیر بیشهٔ جلادت ونهنگ دریای شجاعت

---

[1] فقط آ: لشکر گران،

میرزا محمد جوکی بهادر با چند هزار سوار نامدار[1] دلاوران شمشیرگذار برسم کومک ملازم قول بزرگ تعیین یافتند، مقرّر آنکه اگر طرفی بمدد احتیاج شود مردان مرد و دلیران صفّ نبرد مرتّب و مهیّا باشند، و امیر اسکندر میمنه و میسره و قلب و جناح و ساقه و کمینگاه به برادران[2] نامدار و بهادران نیزه گذار و دلیران روزگار و جانبازان کارزار که زبان تیغ بیدریغ شان مفسّر آیت جلادت و لمعان سنان فتنه نشان شان نشان شجاعت تواند بود آراسته داشت، و با لشکری بیحدّ و سپاهی بیعدد که از کثرت عدد اندیشه از تعداد شان حیران و محاسب وهم از حصر شان بی نشان می نمود، رایت جلادت برافراشت، و آن دو سپاه جنگجوی تندخوی در برابر یکدیگر صف آرای

10 شدند بیت

دو لشکر صد هزاران پای تا فرق
چو ماهی جمله در جوشن شده غرق

و جوانان جانبین و نوخاستگان طرفین آهنگ جنگ و میدان و عزم رزم و عدوان کردند، و بموجب فرمودهٔ بَارَكَ[3] اللّٰهُ فِی سَبْتِهَا وَخَمِيسِهَا صبح شنبه هفتدهم ذی الحجّه بیت

برآمد ز درگاه آواز کوس که لرزید ازان گنبد آبنوس

و حضرت خاقان سعید بعد از ادای نماز و عرض نیاز بدرگاه مهیمن کارساز پای دولت در رکاب سعادت آورد، و عنان اختیار بدست عنایت حضرت پروردگار داد، و هر دو لشکر چون امواج بحر اخضر

---

1 با — ک : بامیر اسکندر (بجای امیر اسکندر)، 2 ک : تبارک ، 3 آ : هفدهم ،

و افواجِ دشتِ محشر در برابرِ یکدیگر آمدند ، و آنحضرت بصدقِ نیّت
و صفای طویّت درمیان میدان از کُمیتِ کوه پیکر سپهر منظر فرود آمده
نماز فتح گذارد و از حضرتِ مُلکِ مُلک بخش تعالیٰ و تقدّس فتح و ظفر
طلبید ، و بر سمندِ کوه وقار برق رفتار سوار شد بیت

جوان چو دولتِ سلطان ، روان چو فرمانش
جهنده همچو اعادی ، رسنده همچو قضا ،

و شاهزاده میرزا ابراهیم سلطان از برانغار عزم رزم فرمود
و صدای [۱] وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللهِ در طاس نگون سپهرِ بوقلمون
انداخت ، و رایتِ اقبال اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ [۲] بدستِ شجاعت
برافراخت و با گروهی نه دلیر بلکه همه شیر و با فوجی نه [۳] شمشیر زن ۱۰
بلکه لشکر شکن [۳] بر مخالفان حملهٔ کوه شکوه آورد ، و برادرِ امیر اسکندر
امیر جهانشاه بمدافعه پیش آمد ، صرصرِ قهرِ دلیرانِ شاهزادهٔ کامران
گردِ خذلان ا بر رخسارهٔ وقارِ دشمنانِ بیخت ، و کمندِ جان ۲۵۲ ب
شکار دستِ ادبار در گردنِ مخالفان آویخت بیت

بر کشتگانِ معرکه بر رسم تعزیت چشمِ زره چو دیدهٔ عشّاق خون فشاند

و دران حال شاهزادهٔ همایون فال برهنمونی دولت و اقبال فرمانِ
قضا جریان فرمود که فرّاشان سایه بانِ شاهی و سراپردهٔ پادشاهی
برافرازند ، و با طنابِ عنایتِ ربّانی و اوتادِ تائیدِ آسمانی مستحکم سازند

---

[۱] قرآن مجید ۸ (الانفال) : ۱۰ ؛ [۲] قرآن مجید ۱۱۰ (النصر) : ۱
[۳] آ : شمشیر زن نه لشکر شکن ، اک با متن

و از خدمت سپاه منصور بفحوای[۱] لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ يَرْكُضُونَ
پای توان مخالفان متزلزل شد،

وچون امیر اسکندر ضعف برادر مشاهده کرد و از قول همایون
و جوانغار ظفر شعار کسی متصدی پیکار او نبود با عتضاد برادر متوجه
لشکر فتح پیکر شاهزادهٔ صفدر گشت، دآن روز امیر اسکندر بتیغ
خونفشان و سنان ثعبان نشان دستبردی نمود که دیگر مثل آن
در آئینهٔ خیال متصور نخواهد بود، وجهان از گیرودار و رزم و پیکار
آن جهان پهلوان انگشت تحیر در دندان تفکر بماند[۲] بیت

چنین بود تا روز بیگاه شد زشب دامن روز کوتاه شد،

وآن شب تا روز از طرفین پاس داشتند، و از شرایط
۱۰ حزم و احتیاط دقیقهٔ نامرعی نگذاشتند، ویکشنبه هژدهم ذی الحجه که
صبح عالم آرا از مطلع اُفق روی نموده و شرارهٔ[۳] مصابح صباح جستن
گرفت و آثار طلیعهٔ سحر در اقطار جهان پدید آمد و ترک سفیدهٔ[۴] دم
خنجر سیم از قراب خاور برکشید و از اشعهٔ خنجر و لمعان تیغ سحر عرصهٔ گیتی
منور گردید و[۵] شیر سوار گردون تیغ لعل پیکر[۶] از مطلع شرق برافراخت
وعالم را بطلعت نورانی رشک یاقوت رمانی ساخت مخالفان

---

[۱] آیت قرآن مجید ۲۱ (الانبیاء) : ۱۲ این طور است :
فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ، [۲] دیگر نسخ : ماند،
[۳] جملہ نسخ : شرارت، [۴] آ و دیگر نسخ : سپیده دم، [۵] اک +:
صبح برآمد زکوه دامن اطلس کشان۔ چون نفس جبرئیل از کلوی اهرمن
[۶] اک + : نیام برکشید و شاه انجم سپر سنگرفی از ردی سپهر زنگاری برآورده تاج کوهسار از تیغ کوهسار نمود و رایت لعل پیکر

با غلبهٔ انبوه که تمام دشت وکوه از جنبش آن بستوه آید صف قتال
وجدال آراسته در مقام مقابله ومقاتله چون سدّ سکندر وقلعهٔ
خیبر ایستادند، لشکری یکدل که در موقف جان سپاری و
هنگام نیزه گذاری **بیت**

باد تازی را بر عرصهٔ خاکی رانند
آب هندی را در شعلهٔ آذر گیرند

واز مردان جنگی بسیط خاک تنگی گرفته وبساط صحرا وکوه بستوه آمده؛
از عکس تیغ مینا فام پیکر آب بسان آتش عقیق مذاب بود وآتش
از نهیب خنجر الماس گون در دل سنگ وپولاد آب می نمود ،
واز طرف خاقان کامگار سپاه نصرت شعار **بیت** ۱۰

چنان حریص بحرب اندرون که گفتی حرب
عزیز بود بر ایشان وجان شیرین خوار[۱]

از فروغ تیغ شان آفتاب[۲] ظفر رخشان واز ابر خنجر برق[۳] نصرت
درفشان ، از عقاب خدنگ هر یک نسر طایر پهلو تهی کرده ،
بنوک ناوک در شب تار سینهٔ مور و دیدهٔ مار دوخته ، ومستقرّ لشکر
از نهیب سواران دشت محشر شد ومرکز خاک از بیقراری فلک
دیگر گشت ، اژدهای فلک از بیم اژدرهای علم سر درکشید،
وشیر چرخ از هیبت شیر رایت بجان امان خواست **بیت**

زشیر رایت تو شیر آسمان زنهار
هزار بار بهر لحظهٔ امان خواهد

بدین صفت آن دو سپاه کینه خواه عزم رزم کردند، وهر دو

---

[۱] ک : خار ، [۲] فقط آ : آب ، [۳] فقط بآ : برق خنجر ،

لشکر چون دو کوه پولاد و بسان دو دریای دمان از باد در حرکت آمدند، عَلَم چون مبارزان لباس کین می پوشید و اژدهای بیرق از باد حمله چون شیر ژیان بر خود می پیچید، از هیبت و زلزلهٔ آواز کوس جای آن داشت که بسیط خاک در جنبش آید، و از دَم نای روئین[1] بیم آن بود که دایرهٔ فلک از حرکت باز ایستد، پُردلان را جان در تن چون برگ بید از باد، و از عکس آفتاب در آب می لرزید، آسمان را با وجود (ورق ۴۵۴ر) تیغ آفتاب سر از حیرت آن معرکه می گردید

(۴۵۴ر)

نظم

بجنبش در آمد دو دریای خون ... شد از موج آتش زمین لاله گون

گورکه[2] بغرید چون نره شیر ... در آمد برقص اژدهای دلیر ۱۰

غریویدن کوس گردون شگاف ... فلک را در افگند پیچش بناف

سنان بر سر موی بازی کنان ... بخون روی دشمن نمازی کنان

شیران بیشهٔ دلاوری و دلیران پیشهٔ بهادری باستظهار نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ[3] در کوشش آمدند، فروغ تیغ چون برق از میغ آتش می فشاند، و گرد نبرد از میدان مبارزان باران خون می نشاند، مبارزان طرفین چون شیران جنگی در هم آویختند و دلاوران جانبین غبار فتنه از اطراف معرکه بر انگیختند، از بسکه کشته بر کشته افتاده بود سطح معرکه پشته پشته می نمود[4] بیت

بسکه مژگان تو خون اهل عالم ریختند

پشته پشته کشته در کوی تو برهم ریختند*

---

[1] ک: رویین، [2] م آ ک: تبیره، [3] قرآن مجید ۶۱ (الصف): ۱۳، [4] آ ک ـــ

شهسوارِ آفتاب از سهمِ تیرِ پرتاب جوشنِ سحاب درپوشید و مرّیخِ خونخوار با همه پُردلی از بیمِ آن رزمگاه سپرِ ماه در رُخ کشید،

درین حال شهزادهٔ عالیجناب ع
مَلَک[1] همعنان و فلک در[2] رکاب

ع غیاث الدین میرزا بایسنغر قطعه

گفته بلند موکبِ او با ظفر سخن ‌ ‌ ‌ کرده دراز خنجرِ او در عدو زبان
پاشیده نور گوهرِ تاجش بر آفتاب ‌ ‌ ‌ افگنده سایه گوشهٔ چترش بر آسمان

از جرأت[3] مخالفان چنان گرم که نزدیک بود که از آتشِ خشم برافروزد و زره و جوشن در بدنِ آن شیرِ پیل تن، لشکرشکن بسوزد، از جوانغار در ضمانِ[4] عنایت و حمایتِ پروردگار بجُنبید، و عنان بسمندِ جهان نوردِ باد رفتارِ آتش سرعت داد، و از جنبشِ او زلزله بر اعطافِ زمین و ولوله در اطرافِ آسمان افتاد، دلاورانِ لشکر شاه زاده[5] که در[6] میدانِ جنگ از[7] شیر و پلنگ روی نمیگردانیدند و افراسیاب و پشنگ را در حساب نمی گرفتند بر سپاهِ ترکمان زدند و ایشان آن حمله را که کوه از صدمتِ آن از جای رفتی به ثبات پیش آمدند و سینه های پُرفتنه را هدفِ تیرِ بلا ساختند، و بسرو بدن گردن افراختند،

و چون ترا که را درست گشت که شکستِ ایشان

---

[1] ک : جهان، [2] آ: هم، [3] ک : حمایت، [4] ک — آ: درضمانِ پروردگان، آ: درضمان عنایت، [5] آ: شاهزاده را، [6] ک : از، نسخ دیگر مثل متن، [7] ک —،

آن خسروِ فیروز جنگست ، و مدارِ لشکرِ فیروز بر شاهزادهٔ منصور ، مجموع بر قصدِ او جمع گشته تعبیهٔ نو ساختند ، و چون برق خاطف و ریحِ عاصف بجانبِ او تاختند شاهزاده که در جوشنِ کین پروردهٔ و بر مهدِ زین بالیده ، و بارانِ تیغ و تیر بر آن کوهِ وقار و ثبات باریده ، و بمردی و دلاوری در دهانِ اژدها رفته و پیشانی شیر خاریده ، از کثرتِ غوغای ایشان متأثّر و متغیّر نگشت ، و دستِ اعتصام در دامنِ توکّل زده پای ثبات در دامنِ وقار آورد ، و بدستِ عزم عنانِ جهانگشای گرفته نهنگِ خونخوار از نیامِ انتقام برکشید ، و سمندِ بادرفتار که چون سمندر درمیانِ شعلهٔ آتشِ جنگ می رفت
۱۰ بر فضای صحرای معرکه در جولان آورد ، و بمددِ بختِ برنا و قوّتِ بازوی توانا نبردی کرد که داستانِ رستمِ دستان بر طاقِ نسیان ماند و خطِ نسخ بر دیباچهٔ جنگنامهٔ اسفندیار کشید ، و آب روی دلاوری سهراب برخاک ریخت ، و آتشِ رشک و غیرت از جانِ سام و روانِ بهرام برانگیخت ، چندان کشته و خسته برهم افگند که سواران را[1] مجالِ گشتن[2] و پیاده را محلّ گذشتن نماند ، (۳۵۴ب) و در صحرای معرکه چندان سیلِ خون از میغِ تیغ[3] بارید که بیت

زخون هفت دریا برآمد بهم زمین از دگر سو بدرد ادنم

هر سرافراز را که تیغ بر فرق میزد تا میان می شگافت ، و هر گردن کش را که نیزهٔ او بسینه می رسید از پشت بیرون می رفت ،

---

[1] فقط آ : از سپاه (بجای از) ، [2] ک ، سوارانرا ، آ : سواران ،
[3] فقط آ : برگشتن ، [4] فقط آ : تیغ میغ ،

گاهی به زخمِ خدنگِ دلدوز پیاده را بر زمین و سوار را بر زین
می دوخت ، و گاهی بحدِّ خنجرِ خاراگذار زره پوش و سپردار را
چون خیار بدو نیم می کرد ،
حضرت خاقانِ سعید، آن فریدون فرِّ جمشیدگاه ،هنگامِ چاشتگاه
که سلطان[1] والشّمسِ وضُحٰها رایتِ نور برافراخت وجهان را
از پرتوِ عالم افروز روشن ساخت بدستورِ معهود اشارت فرمود که
فرّاش خاص جهتِ ادای نمازِ چاشت خرگاهِ طهارتخانه برافراخت،
و آنحضرت بخرگاه درآمده بطهارت اشتغال نمود ، و در اثنای
طهارت از اطرافِ لشکر خبری می رسید و احوالِ حرب وقتال می پرسید،
وهر جا که بمدد احتیاج داشتند کومک تعیین می فرمود ، و در محلّی که
شیرِ فلک چون مار زنهار می خواست ، و از مهابتِ زاغِ کمان
سیمرغ پناه بکوه قاف می برد ، آنحضرت طهارتِ کامل ساخته
دوازده رکعتِ نمازِ چاشت بکمال خضوع و غایت خشوع به ادا رسانید،
و باعتقادِ پاک روی اخلاص بر خاک نهاد ، و فتح وظفر از عنایتِ باری
نه از بسیاری لشکر دانسته بدستِ تائید تیغِ ظفرپیکر از نیام برکشید ،
و روی بسوی لشکرِ اعدا آورده سورن انداخت ،
وحولِ یزدانی و قوّتِ آسمانی سپاهِ ترکمان را پریشان ساخت،
و اَجرامِ نوربخش فتح و نصرت فروزنده و اَعلامِ دولت و اقبال
فرازنده گشت ، و اعدا چون از ستیز و آویز عاجز شدند رو براهِ فرار
و گریز آوردند ،

---

[1] قرآن مجید ۹۱ (الشمس) : ۱ ،

و حضرت خاقانِ سعید بر تیسیر این فتحِ نامدار که طرازِ فتوحات سلاطین کامگار تواند بود شکرِ نعمای الٰهی ادا فرمود و بوظیفهٔ سپاس داری قیام نمود، و مثالِ آسمان امتثال بتحریرِ فتح نامها نفاذ یافت، و دبیرِ روشن ضمیر که بیت

صریرِ کلکش در کشفِ مشکلاتِ جهان

چنان که نغمهٔ داؤد در ادای زبور

بالماسِ فکرت دُررِ معانی می سُفت و آن را در سلکِ الفاظ و کلماتِ مرغوب نظم می داد، و باطرافِ ممالکِ رُبعِ مسکون مشتمل بر ذکرِ فتوحِ دولتِ همایون فرستاده می آمد،

۱۰ و آنحضرت فرزند سعادتمند میرزا محمد جوکی [بهادر][1] را برسمِ تکامیشی[2] نامزد فرمود، و امرای کبار و سردارانِ نامدار ملازمِ رکابِ ظفر انتساب تعیین فرمود، و ایشان تا ارضِ روم و صحرای موش در قفای مخالفان رفتند، و آثارِ تسلّط و اقتدار بظهور آوردند،

و صاحبِ ظفرنامه[3] الطفِ جهان و اشرفِ دوران مولانا شرف الدین علی الیزدی طابَ ثَراهُ دران یورش ملازمِ رکابِ شاهزادهٔ عالیجناب ابوالفتح میرزا ابراهیم سلطان بوده است و می فرماید[4] که، آنچه از کمالِ بسالت و شجاعت و وفورِ دلاوری و جلادت در ظاهرِ سلماس که معقل و متحصّنِ مخالفانِ شدید البأس بود برأی العین دیده شد حقّا و ثمّ حقّا که اگر عشرِ عشیر بطریق نقل از افواه استماع رفتی عقل از قبولِ آن البتّه[5] اِبا نمودی رباعی

[1] فقط ک ... [2] ک: تکامیشی، آ اک: تکامشی، با آ مثل متن، [3] عجب نیست که عبارات آینده از شرفنامه مقالهٔ ۲ باب ۳ منقول است رک به ضمیمه اورینٹل کالج میگزین اگست ۱۹۳۹ء ص ۵ حاشیه ۱، [5] فقط آ،

زآئینِ ثباتِ شاه ابوالفتح بجنگ
خون شد ز حسد بروز هیجا دلِ سنگ

این حال ز کوههای سلماس بپرس
کز راهِ صدا شرح دهند[۱] از دلِ تنگ

و این واقعهٔ عظیم الشان که الحق از بدایع وقایع عالم بعِظَمِ غرابت[۲]
ممتاز و مستثنیٰ است بتاریخی وقوع یافت که ازین نظم مستفاد می شود

(۳۵۵ر)

رباعی (ورق ۳۵۵)

اسکندرِ ترکمان چو عصیان ورزید
دارای زمان سزای او واجب دید
۱۰
از تیغِ ابوالفتح چو بگریخت بجنگ
تاریخ شد از قدرِ ابوالفتح پدید

وچون جنابِ مولوی شرحِ عظمتِ آن داستان را[۳] بحُسنِ بیان ادا نمود
قلمِ ضعیف رقم نیز سر انجامِ حکایت را بلطفِ روایتِ امامِ مهرهٔ کلام
حُلّهٔ اختتام پوشانید ع
[۴]در سخن خوبست حُسنِ اختتام

---

۱ کذا در ک و آ، ۲ فقط با: ۸۹۸، ۳ ک: غریب
اک: وغرابت، با آ مثل متن، ۴ اک: آری آری در سخن الخ

ذکرِ شکرِ حضرت پروردگار، و تربیت شاهزادگان کامگار و امرای نامدار، و اخبار سایرِ بلاد و دیار

چون آفتاب فتح و ظفر از مشرقِ عنایت برآمد و همای همایون فالِ سعادت و اقبال جناح نجاح بازکشاد، و تائیدِ آسمانی[1] بمیامنِ دولتِ حضرت خاقانی جمعیت ترکمان پریشان گردانید، ولشکرِ مغرور مقهور گشت، آنحضرت بمضمونِ کلام معجز نظام اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی فَضَّلَنَا عَلیٰ کَثِیْرٍ[2] مِّنْ عِبَادِهٖ رطب اللسان و عذب البیان شد، و بعجز[3] و قصورِ خود اعتراف نموده فتح و ظفر از عنایتِ حضرت آفریدگار دانست، و شکرِ نعمای الٰهی بجا آورد، و شاهزادگانِ کامگار، و امرای نامدار، و بهادرانِ شجاعت پیشه، و دلاورانِ غضنفر اندیشه، که در میدان نبرد و معرکۂ مردانِ مردِ آثارِ شجاعت و اقتدار ظاهر ساخته بودند همه را بانعام و اکرام معزّز و مکرّم گردانید، و پایۂ قدرِ همگنان از ایوانِ کیوان گذرانید ع

زبحرِ کرم گشته غرقِ نعم،

و درین وقت که اردوی گردون اساس در ظاهر سلماس نشسته بود از جانب ماوراء النّهر و ترکستان عرضه داشت و قاصدِ میرزا الغ بیگ رسید و بموقفِ عرض رسانید که میانِ سلطان محمود اغلان

---

[1] فقط آ: آسمان، [2] قرآن مجید ۲۷ (النمل): ۱۵، [3] ک: کثیرة،
[4] فقط ک: بفجور،

وبراق اغلان در مغولستان محاربهٔ عظیم واقع شد، و سلطان محمود براق[1] را بقتل آورد،

وهم دران ایام از خراسان ایلچی آمد و عرضه داشت که شاهزادگان میرزا منظفر بن میرزا بایقرا و میرزا سنجر بن میرزا پیر محمد کابلی و میرزا عمر شیخ ابن میرزا پیر محمد شیرازی[2] جهان فانی را وداع کردند، آنحضرت را از استماع خبر وفات شاهزادگان ملالی[3] عظیم روی نمود. امّا جز صبر و تسلیم چارهٔ نبود، ترویح روح ایشان را اطعام طعام و ختمات کلام ملک علّام فرمود،

واز جانب ماوراء النّهر باز ایلچی آمد و عرضه داشت نمود[4] که سلطان محمود اغلان را محمّد غازی در مغولستان[5] قتل کرد، بیت

کشتی تو و کشتند ترا بهر مکافات   تا باز کجا کشته شود آنکه ترا کشت

و[6] پیش از انکه میرزا ابراهیم سلطان به اردوی خاقان عالمستان آید قاصد و عرضه داشت از تختگاه فارس فرستاده بود و از عزیمت خود بطرف ولایت هرموز و اطراف گرمسیرات خبر داده، وشاهزاده چون عزیمت نمود نخست قلعهٔ منوجان را محاصره فرمود، و چون بسبب شدّت گرما موسم آن یورش نبود هرموزیان که متحرزان جهانند قلاع خود محکم ساخته در جزیرهٔ جرون[7] خزیدند و دم در کشیدند[8]،

---

[1] آک + : بن امیرزاده عمر شیخ. [2] آ، آ۲ : ملالت، [3] آ، آ۲، آک —،

[4] آ : مغول، آک، مقول، [5] آ —، [6] چون تیمور هنگام یورش پنجساله امیرزاده محمد سلطان را برای ضبط ولایت هرمز و توابع آن فرستاد محمد شاه ملک هرمز نیز بجزیرهٔ جرون پناه برده رک به یزدی ا: ۸۱۰، [7] آ، آ۲ : کشید،

لشکرِ فارس بجهتِ عفونتِ هوا وحدّتِ گرما خراب شده بسیاری از حایهٔ حیات عاری گشتند، و امرای فارس بلطایفِ حیل صلح گونهٔ شکسته بسته درهم بستند و بمحقّر تحفهٔ قناعت نموده بازگشتند،

وقایع سنه ثلاث وثلثین

ذکر نهضت همایون بصوب قلعهٔ آلنجق[1] و قشلاق فرمودن در قراباغ

موکبِ همایون هشتم محرّم از ظاهرِ سلماس بالشکرِ بحد و قیاس نهضت فرمود (۳۵۵ب) وازراه نخجوان میل جانبِ قلعهٔ آلنجق[2] نمود وچون آفتاب رایتِ میمون سایهٔ همایون بران ناحیت انداخت ونعالِ مراکبِ[3] گردون مواکب آن سرزمین را مشرّف ساخت ۱۰ حصنی نمود در رفعت از ایوانِ کیوان گذشته، وقاعدهٔ آن بانقطهٔ زمین قرین گشته، ولشکرِ منصور رایتِ نصرت کشاده و شمشیرِ ظفر کشیده دایره وار گردِ قلعه درآمدند، ونقطه کردار آن را درمیان گرفتند، واهل قلعه را ازمشاهدهٔ آن حال آتش درجان گرفته، ودودِ حیرت بسر برآمد، وعجز وقصورِ خود معاینه دیدند، وپیشکش ونثار بااعتذارِ بسیار بیرون فرستادند، وآنحضرت برحالِ ایشان بخشوده

---

[1] نقط آ : البخو، [2] آ : البخی، [3] نقط ک : مرکب،

عزمِ یورت قشلاق فرمود، وهم از طرفِ نخجوان براه کریوهٔ امردلق[1]
دوازدهم محرّم ع

عازمِ قشلاقِ قراباغ شد

و نوزدهم صفر در قراباغ فرود آمد، و امیر ابوسعید بن امیر قرایوسف
باردوی اعلی رسیده بسعادتِ بساطبوس[2] استسعاد یافت وعنایتِ
پادشاهانه شاملِ حالِ او گشت، و حضرت خاقان سعید آن زمستان
در قراباغِ ارّان گذرانید و قبّهٔ بارگاهِ عالمپناه باوجِ مهر و ماه رسانید،
پادشاهانِ جهان و گردنکشانِ دوران از حدودِ فرنگ و مصر و شام
رسل و رسایل بهرگونه وسایل باردوی فلک احتشام فرستادند
وحالات و ملتمسات بوسیلهٔ امرای عظام عرضه داشتند، و مهمات ساخته ۱۰
و انعام و اکرام یافته برحسبِ اجازت مراجعت نمودند، و آنحضرت
حکومتِ مملکت آذربایجان و ضمایم آنرا بجانبِ امیر ابوسعید بن
امیر قرایوسف که چون دولت و اقبال روی امید بدرگاهِ سلطان پناه
آورده تفویض فرمود، وغایتِ عنایت دربارهٔ او بذل نمود،
وگوشِ هوش[3] او را بنصایحِ پادشاهانه ومصالحِ [آن[4]] خسروانه آراسته
گردانید، و آنچه از خصایص و خصایلِ انسانی و فواضل و فضایل
باشد بر زبانِ گوهربار ولفظِ دُرر نثار گذرانید، و دُرّی چند شاهوار
در کنارِ روزگارِ او یادگار نهاد که جوهرشناسِ عقل با کمالِ معرفت از
بیانِ قیمت آن قاصر است، و ناطقهٔ سخن سرای قلم با چندان جولان
در مضمارِ بلاغت از شرحِ فواید و منافعِ آن عاجز بیت

---

[1] فقط اک: امردیق، [2] آ با: ملازمت، [3] فقط آ، [4] ک ک: از روی با [؟] شد،

گوهری دادش که صد جانش بهاست   معینی جان بخند انش بهاست

امیر ابوسعید زمین خدمت[1] بلب ادب* بوسیده و جبین طاعت برخاک عبودیت سوده گفت قطعه

رایت ورای توتا فگنده انداز روی لطف   نور بر چرخ بلند و سایه بر دهر خراب
روشنان سقف گردون فارغ اند از احتراق   ساکنان ربع مسکون ایمن اند از اضطراب

بنده از شمار کدام نیک خدمتانست که چندین نوازش و الطاف و پرورش و استعطاف در بارهٔ او مبذول فرمایند، و انواع عواطف و اصناف عوارف نسبت با او رعایت نمایند بیت

تا بر سرم فگندی از لطف خویش سایه   چون آفتاب تابان گردون مسیر گشتم

10 اکنون بر وفق رای انور و مقتضی فرمان مطاع منطقهٔ مطاوعت و بندگی بسته ام و چاکرانه بر آستان خدمت نشسته ع

بهرچه حکم کنی بر وجود من حکمی

و امیر ابوسعید سخنان خاقان پادشاه نشان که طرازندهٔ لباس نیک نامی و فرازندهٔ لوای شادکامیست ع

(۳۵۶ ا) چون الف در میان جان جا کرد (ورق ۳۵۶)

و همچو دال برکنار دل نشاند ع

سخن کز جان برون آید نشیند لاجرم در دل

و آنحضرت عزم مراجعت جزم فرمود ،

---

[1] آ: خدمت بلب طاعت ، اک : خدمت و طاعت ،

ذکر معاودت سلطان ممالک ستان از یورش دوم[1] آذربایجان بصوب مملکت خراسان

چون مصالح مملکت بر وفق ارادت انتظام یافت و خاطر همایون را از جانب استقامت آن ولایت فراغت حاصل آمد موکب منصور عزیمت معاودت مصمم گردانید و طنطنهٔ این بشارت باطراف اقالیم سبعه رسید و یازدهم شعبان از قراباغ اران نهضت فرمود نظم

بیمن طالع مسعود و بخت میمون فال — نهاد روی[2] بسوی مستقر عز و جلال
بساعتی که سعادت شود ازان مسعود — بطالعی که ازان بخت نیک گیرد فال

در وقتی که خورشید عالم افروز چون جمشید بعزم بزم نوروز سراپردهٔ شاهی بشرفخانهٔ خویش آورد و ابر نیسان عقود دُرر آبدار در دامن باغ و گلزار ریخت و صحن چمن و گلشن بزیور جواهر و لآلی دُرِّ عدن آرایش یافت و جهان از آثار قوت طبیعی رونق دیگر گرفت و بستان از انوار ربیعی فروغ دیگر پذیرفت بیت

بیا که دهر دگر بار از قوای[3] طبیعی — گرفت در دُر و گوهر همه بساط ربیعی*

و رایت ظفر نشان دو[4] از دهم شعبان مظفر و منصور از آب ارس عبور نمود، و میرزا بایسنغر دوم رمضان بدار الملک تبریز آمد و عمارات تراکمه خراب فرموده در اوجان بملازمت حضرت خاقان سعید رسید، وار دوی همایون هفتم رمضان بسلطانیه آمد

---

[1] آ — ؛ فقط اک : روم ، [2] آ اک ، روی ، [3] در اک بجایش :

باز این چه جوانی و جمالست جهان را — وین حال که نوگشت زمین را و زمان را

ــ ک : قوتی (بجای قوای) ، [4] ک ، در دوازدهم ، اک : جمعه دوازدهم ،

وچند روز میل اقامت فرمود وهلال شوّال بسعادت واقبال جمال نمود وآداب عید صیام دران فرخنده مقام سرانجام یافت، وشاهزادگان وملوک ممالک آفاق بتخصیص فرمان فرمایان ولایت فارس وعراق مثل میرزا ابراهیم سلطان ومیرزا رستم بهادر وامیر قناشیرین وامیر چقماق[1] وباقی سرداران وداروغگان اجازت مراجعت یافتند، وهریک بسوی شهر وولایت خود شتافتند[2]، و آنحضرت دوم شوّال درضمان عنایت ایزد متعال عازم جانب[3] خراسان شد، ومیرزا بایسنغر از صاین قلعه سلخ ذی قعده برسم ایلغار سوار شد وسمند شاهزاده چون ابر وباد برفتار درآمد وصاعقه کردار برخم نعل ازآب آتش افروخت وبرق وار بر مسالک ومضایق گذشت ودر نشیب وفراز همرکاب صبا

۱۰ وهمعنان آتش گشت وآن مسافت دور ودراز به[4] نُه روز درنوردید[*] وهشتم ذی الحجه در دارالسلطنهٔ هراة فرود آمد ع

همچو خورشید مشرف شد از وبیت شرف

ودرین سال چند صاحب کمال از دار محنت وملال بسرای بقا انتقال نمودند شب شنبهٔ[5] پنجم شعبان مولانای اعظم حاوی الفروع والاصول صاحب المشروع والمعقول مولانا[6] جلال الدین یوسف الاوبهی درهراة رحلت نمود، وخدمت مولوی[7] اعلم علمای زمان وافضل صنادید جهان بود،

---

[1] فقط ک: چماق، [2] فقط آ: شتافت، [3] کلمهٔ جانب را رک ندارد، از روی نسخ دیگر نوشته شد،

[4] آ: به نوروز درنوشت (بجای به نُه روز درنوردید)، [5] فقط بآ: دوشنبه،

حبیب السیر ۳:۳ : ۱۴۳ مثل متن،

[6] برای شرح احوالش رک به حبیب السیر محل مذکور،

[7] فقط ک: موی، دیگر نسخ مثل متن،

اورینٹل کالج میگزین

حصّہ اوّل

ایڈیٹر

محمد شفیع
(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

فہرست مضامین

جلد ۱۶ ۔ عدد ۲ | بابت ماہِ فروری ۱۹۴۰ء | عدد مسلسل ۶۰

نوٹ :۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریدارانِ ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے ۔

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام منشی الیشر داس پرنٹر طبع ہوا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شایع کیا

اورینٹل کالج میگزین

عرض واجب

اغراض و مقاصد | اس رسالے کے اجراسے غرض یہ ہے کہ احیاو ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تاحدِ امکان تقویت دی جائے اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ✦

کس قسم کے مضامین کا شایع کرنا مقصود ہے | کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شایع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش و تحقیق کا نتیجہ ہوں غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابل قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شایع کئے جائینگے

رسالے کے دو حصے | یہ رسالہ دو حصوں میں شایع ہوتا ہے حصّہ اول عربی، فارسی، پنجابی بحروف فارسی۔ حصۂ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی)، ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے

وقت اشاعت و قیمتِ اشتراک | یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شایع ہوگا سالانہ چندہ حصۂ اُردو کے لئے عہ۔ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی سہ ماہی سالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شایع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے[2] اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ ایسی شکایات پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مُدت فروری و مئی و ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ✦

خط و کتابت و ترسیلِ زر | خریدِ رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہیئیں

محلِ فروخت | یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جاسکتا ہے ✦

قلمِ تحریر | حصہ اردو کی ادارت کے فرائض پرنسپل محمد شفیع ایم اے۔ اورینٹل کالج سے متعلق ہیں اور یہ حصہ داکٹر محمد اقبال ایم اے، پی ایچ ڈی کی اعانت سے مرتب ہوتا ہے ✦

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اسلئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شایع ہوتا ہے ✦

دیارِ عرب کے مغربی سیّاح

(سلسلہ کے لئے دیکھو یہی رسالہ بابت ماہ فروری ۱۹۳۹ء)

(۱۷) ہالیوی

(HALEVY)

مضمون ہذا کی موجودہ قسط میں ہم ہالیوی اور گلازر کا ذکر کرنا چاہتے ہیں ۔جنہوں نے جنوبی عرب خصوصاً یمن کے آثارِ قدیمہ کے اکتشاف میں بیش از بیش حصہ لیا ہے ۔اثری اکتشافات کی بناء پر قدیم یمن کی تاریخ، مذہب اور معاشرت کے متعلق ہمیں جو کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں ۔ وہ زیادہ تر ان ہی عالموں کی اَن تھک اور دلاورانہ کوششوں کا نتیجہ ہیں +

اگرچہ ہالیوی اور گلازر کے زمانہ سے پہلے یمن میں اثری اکتشافات کا آغاز ہو چکا تھا ۔مثلاً زیٹسن نے اپنے سفر کے دوران میں ۱۸۱۰ء میں قدیم حمیری شہر ظفار کے نواحی سے پانچ کتبوں کے چربے حاصل کئے تھے ۔اسی طرح ایک انگریز لفٹننٹ ویل سٹڈ نے ۱۸۳۴ء میں حصن الغراب کے خرابے کو دریافت کیا ۔اور وہاں سے دس سطر کا ایک کتبہ حاصل کیا تھا ۔جس پر ۶۴۰ء کندہ ہے ۔نیز ایک فرانسیسی ارنو نامی (جس کا پیشتر ذکر ہو چکا ہے) ۵۶ سبائی کتبوں کے چربے اتار کر پیرس بھیج چکا تھا ۔مگر ہالیوی اور گلازر کی تحقیقات نے یمن کے اثریات کو ایک مستحکم بنیاد پر قائم کر دیا۔ اور اس ملک کی قدیم تاریخ، مذہب اور معاشرتی و اقتصادی زندگی کو

ہمارے لئے بہت حد تک بے نقاب کر دیا +

ہالیوی کے یمن جانے کی تقریب یوں ہوئی - کہ جب پیرس میں ۱۸۶۹ء سنہ میں *Corpus Inscriptionnum Semiticarmn* یعنی مجموعۂ کتبات سامیہ کی اشاعت کی تجویز قرار پائی تو فرانس کی *Academie des inscriptions.* نے یوسف ہالیوی مستشرق کو (جس نے بعد میں بحیثیت ایک پروفیسر کے بہت شہرت حاصل کی) اس بات کی دعوت دی کہ وہ یمن جائے اور ان کے مجوزہ مجموعہ کے لئے کتبات فراہم کرے +

ہالیوی نے اکادیمی کی دعوت پر خوشی سے لبیک کہا - مگر دیارِ عرب کا سفر خصوصاً ایک فرنگی کے لئے کوئی آسان کام نہ تھا - کیونکہ اس سے پہلے زٹیسن اور کئی دیگر مغربی سیاح عربوں کے شک وشبہ کا شکار ہو چکے تھے - اندریں حالات سفر کی کامیابی کے لئے ضروری تھا - کہ سب سے پہلے ہالیوی اپنی جان کی سلامتی کے لئے کوئی معقول انتظام کرے حسن اتفاق سے اس سے کچھ عرصہ پہلے ایک یہودی یعقوب سفیر نامی نے جنوبی عرب کا اس طرح سفر کیا تھا کہ اس نے ایک یہودی کی حیثیت سے یمن کی یہودی آبادیوں کا چکر کاٹا تھا - جو یمن کے اطراف ونواحی میں بکھری پڑی ہیں - اپنے سفر سے اس نے اس بات کو واضح کر دیا - کہ ایک یہودی کے لئے خود مختار اور آزاد قبائل کے درمیان بلا خوف وخطر سفر کرنا ممکن ہے - کیونکہ عرب قبائل اپنے علاقہ کے نہتے یہودیوں کو اتنا حقیر اور بے مایہ سمجھتے ہیں - کہ ان سے کسی قسم کا تعرض کرنا یا آزار پہنچانا مروّت سے بہت بعید سمجھتے ہیں اور اپنی مردانگی سے بہت فروتر جانتے ہیں - ہالیوی نے

عربوں کی اس روش کو اپنے مقصد کے حصول کے لئے آڑ بنایا۔ چنانچہ اس نے بھیس بدل کر اور یہودیوں کا سا لباس پہن کر اپنے آپ کو یروشلم کا ایک غریب یہودی ظاہر کیا۔ اور اس طرح سے ۱۸۷۰ء میں اس نے جنوبی عرب کے نہایت دشوار گذار حصّوں کا سفر کیا۔ اور بہت سی صعوبتیں اٹھا کر اور مشکلات کا سامنا کر کے اس نے ۶۸۶ کتبوں کی نقلیں حاصل کیں۔ جن میں سے اس سے پہلے صرف پندرہ کتبوں کا علم تھا۔ ہالیوی نے ان تمام کتبوں کو مع اپنے حالات سفر کے شائع کیا۔ اور امکان بھر ان کا ترجمہ بھی کیا؛

ہالیوی کا سفر اور اس کی تحقیقات اس لحاظ سے اہم ہیں۔ کہ اس کے فراہم کردہ کتبات اور اس کی حاصل کردہ نقول سے ہمیں ایک متمدن قوم کے وجود کا پتہ چلا۔ اور ایک ایسی زبان کا علم حاصل ہوا۔ جو پہلے غیر معلوم تھی صَنعاء کے شمال کی طرف ہالیوی کو بہت سے شہروں، قلعوں اور مندروں کے خرابوں کا سراغ ملا۔ جن میں سے اکثر بلند مقامات پر حصاروں کے اندر واقع تھے۔ جیسا کہ کتبات سے پتہ چلتا ہے۔ یہ معین کی سلطنت کے آثار تھے اور کتبات کی زبان معینی تھی۔ ہالیوی سے پہلے اکثر دریافت شدہ کتبوں کی زبان سبائی تھی اور وہ اہل سباء کی سلطنت اور ان کی شان و شوکت پر دلالت کرتے تھے۔ یا بعض حضرمی زبان میں تھے۔ ہالیوی نے تین چار مختلف شہروں کا سراغ پایا۔ جن میں سے قرنا اور معین سب سے زیادہ وسیع ہیں۔ اس نے ان تمام مواقع پر بڑی بڑی دیواروں، مندروں اور برجوں کے آثار پائے اور ان کتبوں کو پڑھا جو ان پر منقوش تھے۔ ان کتبوں سے نہ صرف جنوبی عرب کی سامی زبان کی ایک نئی شاخ کا علم حاصل ہوا۔ بلکہ ان کی مدد سے وہاں کے قدیم باشندوں کی مذہبی اور اقتصادی زندگی کے

بہت سے دلچسپ پہلو روز روشن میں آ گئے ؛

ہالیوی کے حالاتِ سفر اور معینی کتبات سے متعلقہ تحقیقات یورنل ازیاٹیک (پیرس) میں شایع ہو چکے ہیں ؛

(۱۸) گلازر

(GLASER)

جن ایام میں ہالیوی مصروفِ سفر تھا۔ یمن کے سیاسی حالات میں ایسا تغیر پیدا ہوا۔ جس سے وہاں کے آثار کے مطالعہ میں بہت کچھ آسانی پیدا ہو گئی۔ یعنی جب نہر سویز کے کھلنے سے ترکوں کے لئے بحری راستہ سے فوج کشی میں آسانی ہو گئی۔ تو یمن پر ترکی سیادت ازسرِ نو قایم ہو گئی۔ اگرچہ ترکوں نے وہاں کے آثار قدیمہ کے اکتشاف اور مطالعہ میں خود اقدام نہیں کیا۔ مگر ان کی موجودگی سے بیرونی سیّاحوں کا جان و مال پیشتر کی نسبت زیادہ محفوظ ہو گیا ؛

چنانچہ جب ۱۸۸۰ء میں پیرس کی اکاڈیمی نے آسٹرین عربی دان ایڈورڈ گلازر کو یمن جانے اور کتبات یا ان کی نقول حاصل کرنے کے لئے مقرر کیا تو گلازر نے یمن میں ترکوں کی موجودگی سے خوب فائدہ اٹھایا اور یمن کے طول و عرض میں متعدد سفر اختیار کر کے علاوہ دیگر تحقیقات کے کئی ہزار کتبوں کی نقلیں حاصل کیں اور اس طریق سے قدیم عرب کے متعلق ہمارے علم میں بیش بہا اضافہ کیا ؛

گلازر مذہباً یہودی اور قومیت کے لحاظ سے آسٹرین تھا۔ اور وائنا کی شاہی رصدگاہ میں منجم تھا۔ جب پیرس کی اکاڈیمی نے اس کو یمن میں

علمی سفر اختیار کرنے کی دعوت دی۔ تو اس نے پہلے متمدن عربی مراکز یعنی تونس اور مصر کا رخ کیا۔ اور کچھ عرصہ وہاں بود و باش اختیار کر کے عربی زبان اور عربی رسوم و آداب کا تجربہ حاصل کیا اور بعد ازاں ۱۸۸۲ء میں صنعاء میں داخل ہؤا ؛

گلازر کا پہلا سفر ۱۸۸۲ء سے ۱۸۸۴ء تک جاری رہا۔ اس دوران میں اس نے شمالی یمن کا تین دفعہ چکر لگایا اور ہمدان، شبام کوکبان اور عمران وغیرہا علاقوں کے آثار کو دیکھا اور وہاں کے کتبات کی نقول حاصل کیں۔ قبائل ارحاب اور حاشد کے علاقوں میں بھی اسے جانے کا اتفاق ہوا اور اس کی یوں صورت پیدا ہوئی کہ حاشد اور بکیل کے قبیلوں میں مدت سے جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ گلازر نے ترکی حاکم کو ترغیب دی کہ وہ اسے متحارب قبیلوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے بھیجے۔ چنانچہ اس ترکیب سے گلازر کو حاشد اور ارحاب کے علاقوں میں جانے کا موقعہ ملا۔ اور وہ سبائی زبان کے کئی ایک کتبے حاصل کرنے میں کامیاب ہؤا ؛

۱۸۸۵ء میں اس نے دوبارہ یمن کا رُخ کیا۔ اس دفعہ اس نے صنعاء اور عدن کے درمیانی علاقہ کو دیکھا بھالا۔ اور کئی قدیم شہروں کا کھوج نکالا جن کا نی بُور نے ذکر کیا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ قابلِ ذکر ظفار ہے جو حمیر کا مرکز تھا۔ اس سفر میں گلازر نے علاقہ جوف (یمن) سے ۳۷ اصل کتبات حاصل کئے۔ جن میں سے اکثر عبادات اور نذر و نیاز کے مضمون پر مشتمل ہیں۔ یہ کتبے برٹش میوزیم کے لئے خرید لئے گئے۔ ان کے علاوہ گلازر دیگر مختلف کتبوں کی ایک سو پچاس نقلیں اپنے ساتھ لایا ؛

تیسرے سفر میں (۸۸-۱۸۸۷ء) گلازر کا منزلِ مقصود مأرب تھا۔ جو

سبائی کا دارالحکومت تھا۔ اس کے خرابے کا جائے وقوع صنعاء کے مشرق کی طرف ہے۔ اس خطرناک علاقے میں جانے سے پہلے گلازر نے ایک عرب فقیہ کا بھیس بدلا اور چند ایک عربوں کے ہمراہ تقریباً چھ ہفتے اس کے گرد و نواح میں بسر کئے۔ شہر مأرب کے نزدیک گلازر نے قدیم نہروں اور سدّوں کے خاکے اور نقشے تیار کئے اور جو کتبے وہاں ملے ان کی نقلیں حاصل کیں۔ اور المقہ (چاند) کے مندر کی پیمایش کی جس کا دور تقریباً تین سو قدم تھا۔ یہاں بھی گلازر کو کئی ایک کتبے ملے۔ اور مأرب کے نواحی سے دیگر مختلف قسم کے آثار مثل سکے، زیورات و جواہر اور بت حاصل کئے۔ یہ تمام ذخیرہ برلن کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے اور ان تمام آثار کی فہرست بھی شایع ہو چکی ہے۔ کتبوں کی نقول جن کی تعداد تقریباً چار سو ہے۔ تاحال تمام شایع نہیں ہو سکیں +

اس کے بعد گلازر نے چند سال یورپ میں بسر کئے۔ اور علمی تحقیقات میں مصروف رہا۔ خصوصاً ان کتبات کے مطالعہ میں جو اس نے خود جمع کئے تھے +

اس کے بعد ۱۸۹۲ئہ میں پراگ اکاڈمی کی امداد سے اس نے پھر جنوبی عرب کا سفر اختیار کیا۔ مگر اس دفعہ یمن کے سیاسی حالات علمی سیر و سیاحت کے موافق نہ تھے۔ کیونکہ ہر طرف عرب قبائل نے ترکوں کے خلاف شورش برپا کر رکھی تھی۔ ان حالات میں صنعاء کے باہر سفر کرنا قریب قریب ناممکن تھا۔ اس لئے گلازر نے کتبوں کی نقلیں حاصل کرنے کی ایک اور ترکیب اختیار کی اور وہ یہ کہ اس نے چند عربوں کو کتبوں کے چربے اتارنے کا طریقہ سکھا دیا اور ان کو صنعاء کے گرد و نواحی میں

چاروں طرف کتبوں کی تلاش میں بھیج دیا - جب عرب نقلیں لے کر واپس لوٹتے تو ان کو فی نقل ایک اشرفی کے حساب سے انعام دیتا - اس طریقِ کار نے حیرت ناک نتائج پیدا کئے - کیونکہ عرب لوگ انعام کی لالچ سے خطراتِ جنگ کی پروا نہ کرتے ہوئے ایسے ویران اور بھیانک کھنڈروں میں جا پہنچتے جہاں اس وقت تک کسی مغربی سیّاح کا گذر نہیں ہوا تھا - اس طرح سے اس نے جوف یمن کے نواحی سے بہت سے کتبات حاصل کئے - جن میں سے سب سے زیادہ قابلِ ذکر صرواح کا کتبہ ہے - جو تقریباً ایک ہزار الفاظ پر مشتمل ہے اور سبأ کے نہایت قدیم عہد سے تعلق رکھتا ہے - ان کے علاوہ اسے ایک سو کتبے ایسے دستیاب ہوئے جو قتبان کی سلطنت سے متعلق تھے - یہ پہلی شہادت ہے جو آثار قدیمہ کے ذریعہ سے قتبان کی مملکت کے وجود پر علماء کے ہاتھ آئی ؛

قدیم عبرانی ، یونانی اور رومی مصنفوں نے جنوبی عرب کی چار قدیم سلطنتوں کا ذکر کیا ہے یعنی معین ، سبأ ، حضرموت اور قتبان کی سلطنتیں - گلازر سے پہلے صرف پہلی تین مملکتوں سے متعلقہ کتبے حاصل ہوئے تھے - مگر گلازر نے اپنے چوتھے سفر میں جو کتبے فراہم کئے اُن سے قتبان کی سلطنت کے وجود پر قطعی شہادت دستیاب ہوگئی - اور ان سے اس سلطنت کا جائے وقوع ، اور اس عہد کی زبان ، مذہب اور تمدن ، یہ تمام امور اچانک طور پر روز روشن میں آگئے ؛

ان کتبوں کے علاوہ اس سفر میں گلازر نے چالیس حجری کتبے - متعدد بُت ، قدیم سکے اور دیگر قیمتی آثار حاصل کئے جو وائنا کے عجائب خانہ کے لئے خرید لئے گئے ؛

ہالیوی، گلازر اور دیگر عالموں اور سیاحوں نے جو آثارِ قدیمہ فراہم کئے۔ اُن کی اہمیت اس بات میں مُضمر ہے کہ جنوبی عرب کی تاریخ جو اب تک پردۂ تاریکی میں مستور تھی یا افسانوں کی صورت میں مسخ ہو چکی تھی۔ معاصرانہ آثار اور شواہد کی مدد سے بہت حد تک روزِ روشن میں آگئی۔ اگرچہ اس میدان میں ابھی بہت سعی و عمل کی گنجایش ہے۔ تاہم جنوبی عرب کی قدیم سیاسی تاریخ اور اس عہد کی مذہبی اور اقتصادی زندگی کا ایک قابلِ اعتماد خاکہ تیار ہو چکا ہے۔ جس کو بعد میں اضافہ کر کے زیادہ مکمل بنایا جا سکتا ہے۔

عنایت اللہ
از مُلتان

تنظیم دولتِ ساسانی

ذیل کا مضمون مشہور مصنف آرتھر کرسٹنسن (Arther Christenson) کی فرانسیسی کتاب "ایرانؔ در عہد بنی ساسان" کے باب دوم کا ترجمہ ہے۔ پوری کتاب کا ترجمہ پروفیسر محمد اقبال صاحب نے اردو میں کر دیا ہے اسلئے کہ اس موضوع پر اردو میں کوئی قابل ذکر کتاب موجود نہ تھی، کتاب انجمن ترقی اردو کی طرف سے طبع ہو کر شایع ہوگی۔ بالفعل صرف یہ ایک باب جناب مترجم کی عنایت سے ہدیۂ ناظرین ہے ؛ (ایڈیٹر)

دولت ساسانی کی خصوصیات۔ سیاسی اور معاشرتی جماعت بندی۔ مرکزی حکومت کا نظم و نسق۔ وزیر اعظم۔ مذہب۔ مالیات۔ صنعت و حرفت، تجارت و ذرائع آمد و رفت۔ فوج۔ وزرائے سلطنت۔ صوبوں کی حکومت ؛

رومن مؤرخوں نے اس تغیر کی اہمیت کو بخوبی نہیں سمجھا۔ جو نئے شاہی خاندان کی آمد سے پیدا ہوا۔ ڈیون کاسیوس اور ہیروڈین نے محض چند الفاظ میں اُس فتح کا ذکر کیا ہے۔ جو اردشیر نے اردوان پر حاصل کی، رومیوں نے اتنا تو اندازہ کر لیا کہ نئی سلطنت پرانی کی نسبت زیادہ طاقتور اور لہذا رومن امپائر کی مشرقی سرحد کے امن کے لئے زیادہ خطرناک ہے۔ لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکے۔ کہ نئی سلطنت

---

[1] L' Iran sous les Sassanides یہ کتاب کوپن ہگن میں ۱۹۳۶ء میں شایع ہوئی ؛

پہلی سے اصولاً مختلف ہے یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ ایک ارتقائے طولانی کی آخری منزل ہے جو اشکانیوں کی غیر منظّم سلطنت میں یونانیت کی سطح کے نیچے جاری تھا۔ یونانی عناصر میں سے بعض کو تو ایرانی تنظیم نے نکال کر پھینک دیا۔ بعض کو جذب کرلیا اور بعض کی ہیئت کو بدل دیا۔ جس زمانے میں اردشیر نے عنانِ حکومت کو ہاتھ میں لیا اس وقت ایرانی دنیا ایک متحدہ قوم کی صورت میں نظر آنے لگی تھی اور اس اتحادِ قومی کے آثار تمام ذہنی اور معاشرتی حلقوں میں دن بدن زیادہ نمایاں ہوتے چلے جاتے تھے،

غرض یہ کہ تغیرِ خاندانِ شاہی محض ایک سیاسی واقعہ نہ تھا۔ بلکہ وہ کشورِ ایران میں ایک نئی روح کے پیدا ہونے کا اعلان تھا۔ دولتِ ساسانی کی دو بڑی امتیازی خصوصیتیں تھیں۔ ایک تو شدید مرکزیّت اور دوسرے حکومتی مذہب کی پیدائش، اگر پہلی خصوصیت کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عہد داریوشِ اوّل کی روایات کا احیاء تھا تو دوسری خصوصیّت بالکل نئی ایجاد تھی۔ لیکن وہ ایک تدریجی ارتقا کا نتیجہ تھی ٹھیک جیسا کہ تیرہ سو سال بعد شیعیت کا مذہبِ حکومت قرار پانا اسی قسم کے ارتقا کا نتیجہ تھا۔

اردشیر کا خاندان چار سو سال تک برسرِ حکومت رہا۔ اس طویل عرصے میں سلطنت ساسانی کے اندر عوام الناس کی زندگی اور نظامِ حکومت میں بے شک مختلف قسم کی تبدیلیاں ہوئیں[1]۔ لیکن معاشرت اور حکومت کی جس عمارت کی تعمیر یا تکمیل بانیٔ خاندانِ ساسانی نے کی وہ اپنی مجموعی ہیئت میں آخر تک اُسی طرح قایم رہی +

اوستائے جدید میں سوسائٹی کے تین طبقوں کا ذکر ہے یعنی (۱) علماء مذہب

---

[1] ان تبدیلیوں کی تفصیل ہم مناسب جگہوں پر سیاسی واقعات کے ساتھ ساتھ بیان کرتے جائیں گے۔

(آذروان)، (۲) سپاہی (رَتَھ ایشتر)، (۳) زراعت پیشہ (واسترِیوفشوئینت)[1]
سوسائٹی کی یہ تقسیم بہت قدیم زمانے سے چلی آتی ہے، یاسنا میں[2] صرف ایک
جگہ ایک چوتھے طبقے کا ذکر آیا ہے یعنی اہلِ حرفہ (ہُوئتی)، ساسانیوں کے
زمانے میں یہ تقسیم نئی طرح سے دیکھنے میں آتی ہے جس میں چار طبقے بنائے
گئے ہیں۔ تیسرا طبقہ دبیروں یعنی عمّالِ سلطنت کا ہے اور چوتھے میں زراعت پیشہ
اور اہلِ حرفہ شامل ہیں، سوسائٹی کی یہ نئی جماعت بندی سیاسی صورتِ حالات
کے ماتحت عمل میں آئی، عہد ساسانی میں وہی چار طبقے حسب ذیل تھے:- (۱)
علماء مذہب (آذروان)، (۲) سپاہی (آزتیشتاران)، (۳) عمّال حکومت (دِبیران
یعنی دبیران)، (۴) عوام الناس جن میں زراعت پیشہ (واسترِیوشان) اور اہلِ حرفہ
اور تاجر (ہُتُخشان) شامل تھے[3]

---

[1] بین ونِست (Benveniste): "روایت اوستا کی رُو سے معاشرتی جماعت بندی" (مجلّہ آسیائی . J. A. ۱۹۳۲ء ص ۱۱۷ ببعد)، [2] ۱۹، ۱۷، [3] دیکھو نامۂ تنسر (طبع ڈارمیسٹیٹر ص ۲۱۴، طبع مینوی ص ۱۲)، ڈارمسٹیٹر کو یہ غلط شبہ ہُوا ہے کہ دبیروں کا طبقۂ سوم قرار پانا غالبًا نامۂ تنسر کے کسی مترجم (عربی یا فارسی) کی غلطی سے ہُوا ہے، اوّل تو اس طبقہ بندی کی تائید نامۂ تنسر کے ایک اور مقام سے ہوتی ہے (ڈارمسٹیٹر ص ۲۱۵، مینوی ص ۱۴) جہاں یہ لکھا ہے کہ اگر ایک شخص سوسائٹی کے چوتھے طبقے میں ہو تو اس کو مستثنےٰ طور پر ترقی دے کر اوپر کے کسی طبقے میں لایا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ یا تو عمدہ اخلاق اور اخلاص طاعت میں ممتاز ہو (جو علماء مذہب کا خاصہ ہے) یا طاقت وشجاعت میں یکتا ہو (جو سپاہیوں کی امتیازی خصوصیت ہے) یا قابلیت، قوتِ حافظہ اور ذہانت میں بے مثل ہو اور یہ خصوصیتیں وہ ہیں جن کی توقع زراعت پیشہ لوگوں کی نسبت دبیروں سے زیادہ کی جائے گی، اور پھر یہ تقسیم اس امر کے ساتھ بھی مطابقت رکھتی ہے کہ کواذ اوّل اور خسرو اوّل کے زمانے سے پہلے بادشاہ کا انتخاب موبد موبدان، سالار سپاہ اور دبیر بزرگ کی مرضی پر ہوتا تھا یعنی پہلے تین طبقوں کے رؤساء کی رائے پر۔

(بقیہ بر صفحہ ۱۴)

ان میں سے ہر ایک طبقہ کئی کئی جماعتوں میں منقسم تھا، طبقۂ علماء مذہب میں سب سے پہلی جماعت قُضاۃ کی تھی جو داذور کہلاتے تھے، ان سے اتر کر پیشوایانِ مذہب تھے جن میں سب سے نیچے کا درجہ مُغوں کا تھا جو تعداد میں سب سے زیادہ تھے، پھر ایک جماعت موبدوں کی تھی اور ایک ہیربدوں کی اور ان کے علاوہ اور کئی مختلف جماعتیں تھیں جن کے مختلف وظائف تھے مثلاً دستوران یا دستوران (یعنی انسپکٹران) اور مغان اندرزبد (معلّمین وغیرہ، سپاہیوں کا طبقہ سوار اور پیادہ جماعتوں میں منقسم تھا جن میں سے ہر ایک کے مدارج اور وظائف معیّن تھے۔ عمّال حکومت یا دبیروں کے طبقے میں مصنفین، محاسبین، نقل نویس، مسکات کے محرّر، تذکرہ نگار، وغیرہم شامل تھے، ان کے علاوہ اطبّاء، شعراء اور منجّمین بھی اسی طبقے میں شمار ہوتے تھے، نچلے طبقے کے لوگوں میں کسان، تاجر اور باقی تمام پیشہ ور تھے[1]

ہر ایک طبقے کا ایک رئیس ہوتا تھا۔ علماء مذہب کا رئیس موبدان موبد کہلاتا تھا

(بقیہ حاشیۂ صفحہ ۱۳) (دیکھو نامۂ تنسر طبع ڈارمسٹیٹر ص ۲۳۹، مینوی ص ۳۸ بعد)، علاوہ اسکے مسعودی نے کتاب التنبیہ (ص ۱۰۳) میں سلطنت ساسانی کے سب سے اونچے عہدہ داروں کے نام لئے ہیں۔ جن میں ایک تو وزیر اعظم (بُزُرگ فرمادار) ہے اور باقی چار یہ ہیں: (۱) موبد، (۲) سپاہ بد، (۳) دبیر بد، (۴) ہُتُخش بد (یعنی رئیس اہل حرفہ) جس کو "واستریوش بد" (یعنی رئیس اہل فلاحت) بھی کہا جاتا تھا، مسعودی کا یہ بیان، نامۂ تنسر کے ساتھ بالکل مطابقت رکھتا ہے، جاحظ کی کتاب التاج" (طبع مصر ص ۲۵) کی رو سے اردشیر اوّل نے لوگوں کی چار جماعتیں قائم کیں: (۱) خاندانِ شاہی کے فوجی شہسوار، (۲) موبدان و ہیربدان (جو آتشکدہ کی خدمت پر مامور ہوتے تھے) (۳) اطبّاء و دبیران و منجّمین (۴) اہل زراعت و حرفت،

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] نامۂ تنسر،

فوج کا رئیس اعلے ایران سپاہ بد تھا، دبیروں کا رئیس ایران دِبہیر بد (جس کا دوسرا نام دِبہیران مہشت تھا)، چوتھے طبقے کا رئیس واستریوشان سالار تھا جس کو واستریوش بد بھی کہتے تھے، ہر ایک رئیس کے ماتحت ایک ناظر ہوتا تھا جس کا کام اپنے طبقے کی مردم شماری کرنا تھا، اور ایک انسپکٹر جو ہر شخص کی آمدنی کے متعلق تحقیقات کرتا تھا[۱]، پھر ایک معلّم (اندرزبد) ہوتا تھا، جس کا فرض یہ تھا کہ "ہر شخص کو بچپن سے کسی پیشے یا فن کی تعلیم دے۔ تاکہ اس کو تحصیل معاش میں آسانی ہو"[۲]

ساسانیوں کے ابتدائی عہد میں سوسائٹی کی ایک اور تقسیم یا جماعت بندی دیکھنے میں آتی ہے جو بلاشبہ اشکانیوں کے زمانے کی یادگار ہوگی، یہ تقسیم ہم کو حاجی آباد کے کتبے سے معلوم ہوئی ہے جو دو زبانوں میں لکھا ہوا ہے[۳]، اس میں شاپور اول نے اپنی تیر اندازی کے اس مشہور کرتب کا حال لکھوایا ہے جو اس نے شہرداران (شاہزادگانِ سلطنت)، و اسپہران (رؤساء یا افراد خانوادہائے بزرگ) و وزرگان (امراء) و آزادان (نجباء) کی موجودگی میں دکھایا تھا[۴] اس

---

[۱] نامۂ تنسر، مینوی کی اڈیشن میں "دخل" (آمدنی) کی بجائے "دغل" ہے، [۲] ایضاً، طبع ڈارمسٹیٹر ص ۲۱۷-۲۱۸، مینوی ص ۱۵، [۳] یعنی اشکانی پہلوی اور ساسانی پہلوی [۴] شہرداران (جس کی قدیم تاریخی املا شتردار ان ہے اور عہد ساسانی کے آخر میں اس کا تلفظ غالباً شہریاران تھا) اور واسپہران اشکانی پہلوی کے الفاظ ہیں، "واسپہر" جو آرامی ہزوارش میں بار بیتا (بمعنی ابن البیت) ہے وِسپہر (بمعنی فرزند قبیلہ) کی ایک مختلف شکل ہے، ہخامنشیوں کے عہد میں بھی ہم کو بزبان آرامی "بنی بیتا" (بنو البیت) کی اصطلاح ملتی ہے، وِسپہر اور واسپہر دونو ارمنی زبان میں بطور الفاظ دخیل موجود ہیں بشرطیکہ ارمنی لفظ سپوہ واقعی وہی ایرانی لفظ وِسپہر ہے۔ لفظ واسپہر ایک ارمنی صوبے واسپرکان کے نام میں موجود ہے، دیکھو نولڈکہ، ترجمۂ طبری ص ۵۰۱، نیز ہین ولنست: "تبصرۂ مطالعات ارمنی" ج ۹ ص ۹-۱۰، وہر تسفلت: پاسی کُلی (فرہنگ نمبر ۳۰۰)،

تقسیم میں (جس میں سوسائٹی کی صرف ممتاز جماعتوں کا ذکر ہے) اور مذکورہ بالا تقسیم میں جو تعلق ہے۔ اس کو ہم صحیح طور پر معیّن نہیں کر سکتے، معاشرتی طبقات کی تقسیم ہمیشہ ایک ہی نہیں رہی اور خلاصہ یہ ہے۔ کہ سوسائٹی کی مختلف جماعتوں کی ترتیب ایک بہت پیچیدہ مسئلہ ہے +

اس معاشرتی اور سیاسی طبقہ بندی میں جو الجھن اور بدیہی تناقض ہے وہ مسلّقیماً نتیجہ ہے اس خاص اصول ثنویت کا جو اشکانیوں کے نظامِ حکومت میں ملحوظ تھا اور جو ساسانیوں کو ورثے میں ملا یعنی اصول جاگیرداری (یا منصبداری) اور استبداد، انہی دو عنصروں کا تناقض ہے جو امتیازی خصوصیت ہے اُس معاشرتی اور سیاسی ارتقا کی جو اردشیرِ بابکان کے زمانے سے خسرو کے زمانے تک چلتا رہا +

شہرداران | دولت ساسانی میں طبقۂ اوّل کے افراد شاہ کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے بادشاہِ ایران کا شہنشاہ کہلانا بجا تھا، اس طبقے میں سب سے پہلے تو وہ شاہانِ ماتحت شامل تھے۔ جو سلطنت کی سرحدوں پر حکومت کرتے تھے، دوسرے وہ چھوٹے چھوٹے بادشاہ جنہوں نے اپنے آپ کو شاہِ ایران کی پناہ میں دے رکھا تھا اور اس کے عوض میں شہنشاہ نے ان کے لئے اور ان کے جانشینوں کے لئے ان کی ریاست کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا تھا۔ شرط یہ تھی کہ جب شہنشاہ کو ضرورت پڑے تو وہ اپنی افواج کو اس کے اختیار میں دے دیں اور شاید کچھ خراج بھی ادا کریں۔ نامۂ تنسر میں ذیل کے الفاظ اردشیر کی زبان سے ادا کئے گئے ہیں:[1] "ہم ہرگز شاہ کا لقب ان لوگوں کے نام سے علیحدہ نہیں کریں گے جو ہمارے حضور میں حاضر ہو کر

---

[1] طبع دارمسٹیٹر ص ۲۱۰، طبع مینوی ص ۹۔

فرماں برداری کا اظہار کریں گے اور جادۂ اطاعت پر گامزن رہیں گے۔" ان شاہانِ ماتحت میں حیرہ کے عرب بادشاہ بھی شمار ہوتے تھے۔[1] مؤرخ امیان مارسلینوس نے شاپور دوم کے ملتزمین رکاب میں شاہِ چینوئیت اور شاہِ البان کا بھی نام لیا ہے۔[2] میسوپوٹیمیا میں ایک بادشاہ پولر (؟) نام شاپور ثانی کا باجگذار تھا۔ جس کے بچوں کے ایرانی نام تھے۔[3] پای کُلی کے کتبے میں جو لفظ سترپ ملتا ہے تو اس سے قوم ساکا کا کشترپ (فرماں روا) مراد[4] ہے کہ وہ بھی شہنشاہ کا باجگذار تھا۔ تسلط ساسانی کے آغاز میں آرمینیہ جہاں کے بادشاہ اشکانی الاصل تھے شاہِ ایران کے ماتحت تھا اور وہاں کا اور گرجستان کا عامل سرحد اس وقت تک "بذخش" کے لقب سے ملقب[5] تھا۔ لیکن ۴۳۰ء میں آرمینیہ سلطنت ایران کا ایک صوبہ بن گیا اور وہاں کی حکومت ایک مرزبان کے سپرد کر دی گئی۔

ساسانیوں نے سلطنت کی قدیم تقسیم کو اس طرح قائم رکھا کہ چار سرحدی صوبے اُسی طرح رہنے دئے۔ پانچویں صدی کے شروع سے ہم دیکھتے ہیں کہ ان سرحدی صوبوں کے حاکم مرزبان کہلانے لگے تھے۔ ان چاروں مرزبانوں کا

---

[1] بحرین جو شاپور ثانی کے زمانے سے سلطنت ایران میں شامل ہو گیا تھا۔ ایک امیر کے زیر حکومت تھا جس کو حیرہ کا بادشاہ نامزد کرتا تھا۔ لیکن عہد ساسانی کے آخری زمانے میں ایک بڑا ایرانی افسر اس امیر کی نگرانی کے لئے موجود رہنے لگا تھا۔ (روٹ شٹائن ص ۱۳۱) [2] باب ۱۸، ۶، ۲۲، چینوئیت سے مراد قوم ہون (Huns) ہے، البان جن کے نام پر آرمینیہ کے مشرق میں ایک چھوٹا سا صوبہ البانیا ہے۔ (مترجم)، [3] ہوفمن: "اقتباسات"، ص ۱۰۔ [4] ہرتسفلٹ: پای کُلی (فرہنگ نمبر ۸۰۶)

[5] دیکھو اوپر ۔ زبان گرجی میں لفظ بذخش کی مختلف شکلیں یہ ہیں: پتی اَخش، پتی اخش، پتی اشخ۔ یونانی میں: پتی اَکسس، پتزکسس، سریانی میں: اَپتخشا، دیکھو فرہنگ پای کُلی نمبر ۷۱۴، ۷۸۱

رتبہ وہی تھا جو اُن شاہی خاندانوں کا تھا جن کا اوپر ذکر ہُوا اور انہی کی طرح وہ شاہ کہلاتے تھے[1]،

یہی رتبہ صوبوں کے ان گورنروں کا تھا جو شاہی خاندان سے ہوتے تھے، قدیم دستور کے مطابق بادشاہ کے بیٹے گورنر بنائے جاتے تھے خصوصاً وہ بیٹے جنہیں یہ امید ہوسکتی تھی کہ شاید آئندہ کسی دن وہ تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہوں۔ اُن کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ کسی صوبے کی حکومت پر مامور رہ کر فرائض شاہی کی تربیت حاصل کریں، شاپور اوّل کے دو بھائی اردشیر اور پیروز علی الترتیب کرمان اور کوشان کے گورنر تھے۔ مؤخر الذکر کا لقب "شاہ بزرگ کوشان"[2] تھا۔ شاہان ساسانی میں سے شاپور اوّل، ہرمزد اوّل، بہرام اوّل اور بہرام دوم اپنی تخت نشینی سے پہلے خراسان کی گورنری اور کوشان کی بادشاہی پر مامور رہ چکے تھے[3]۔ بہرام سوم سیستان کا گورنر رہ چکا تھا اور سگانشاہ (یعنی شاہ سگستان = سیستان)[4] کے لقب سے ملقب تھا، اردشیر دوم ایڈیابین کا حاکم تھا، بہرام چہارم کرمان کی حکومت پر مامور رہا تھا اور کرمانشاہ کہلاتا تھا۔ ہرمزد سوم بھی سیستان کا گورنر تھا اور سگانشاہ کا لقب رکھتا تھا۔ امراء نے جب بہرام پنجم کو تخت سے محروم کرنا چاہا تو انہوں نے یہی عذر پیش کیا تھا کہ وہ کبھی کسی صوبے کی حکومت پر مامور نہیں رہا اور لہذا اس کی قابلیت کا حال کسی کو معلوم نہیں[5]،

---

[1] مرزبانوں کے متعلق دیکھو اس باب کے آخر میں جہاں صوبوں کی حکومت پر بحث ہے، [2] ہرتسفلڈ: پاہی کُلی (فرہنگ۔ نمبر ۱۱۸)، شاپور کا ایک تیسرا بھائی مہرشاد بھی تھا جو میشین کا بادشاہ تھا، اس کا ذکر مانوی کتابوں کے اجزا میں ملتا ہے۔ [3] پاہی کُلی (ص ۴۱، ۴۵، ۴۷، ۴۸)، نیز دیکھو "آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا"۔ نمبر ۳۸۔ "مسکوکات کوشانی ساسانی"۔ [4] ان کے علاوہ اور القاب جو لفظ شاہ کے ساتھ مرکب ہیں پاہی کُلی میں مذکور ہیں (فرہنگ۔ نمبر ۶۳۲)، [5] طبری ص ۸۵۸،

لیکن انتظام امور سیاسی کی مصلحت سے ان شاہزادوں کو گورنری کے حقوق موروثی طور پر نہیں دیئے جاتے تھے[1]، یہ بھی ضروری تھا کہ بہبودی سلطنت کا جو تقاضا ہو اس کے مطابق بادشاہ ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بدلتا رہے ان شاہزادوں کے لئے اور مرزبانوں کے لئے شاہ کا لقب سوائے اس کے کچھ معنی نہیں رکھتا تھا کہ اس کے ذریعے سے ان کو سوسائٹی کے سب سے اونچے طبقے کی صفِ اوّل میں جگہ پانے کا حق حاصل ہو جاتا تھا،

شاہزادوں پر یہ واجب تھا کہ نوبت بنوبت دربارِ شاہی میں حاضر ہو کر اپنا فرضِ اطاعت بجالائیں[2]۔ لیکن دربار میں معیّن طور پر ان کا کوئی عہدہ نہ ہو "کیونکہ اگر وہ دربار میں عہدوں کے دعویدار ہونے لگیں گے تو باہمی جھگڑوں، لڑائیوں، مخاصمتوں اور سازشوں میں مبتلا ہوں گے۔ جس سے ان کا وقار جاتا رہے گا اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہوں گے"[3]

وِاسپُہران ساسانیوں کو نظامِ منصبداری اشکانیوں سے ورثے میں ملا تھا لہذا اردشیر کی نئی سلطنت میں مراتب کی ترتیب میں رُوسائے طوایف کی طاقتور جماعت کو دوسرا درجہ حاصل تھا۔ جن میں سب سے آگے سات ممتاز خاندان تھے[4]۔ ان میں کم سے کم تین ایسے تھے جو پارتھیوں (اشکانیوں) کے زمانے میں بھی عالی درجہ رکھتے تھے۔ یعنی خاندان قارن (قارن)، خاندان سُورین

[1] نامۂ تنسر ص ۲۱۰، طبع مینوی ص ۱۰، [2] نامۂ تنسر طبع ڈارمسٹیٹر ص ۲۱۰، طبع مینوی ص ۱۰، یہ امر قابل توجہ ہے کہ "شہرداران" شاپور اول کی تیر اندازی کی رسم پر بھی حاضر تھے، [3] نامۂ تنسر، [4] دیکھو اوپر ، نولڈکہ: ترجمۂ طبری ص ۴۳۷، ان سات خاندانوں کے ممبروں کو ایران کے اندر تاج پہننے کا حق حاصل تھا کیونکہ وہ از روی نژاد شاہان ایران کے ہم پلّہ تھے۔ صرف اتنی بات تھی کہ ان کا تاج شاہانِ ساسانی کے تاج سے چھوٹا ہوتا تھا (بلعمی، ترجمۂ زوٹن برگ ج ۲ ص ۴۴۸)،

اور خاندان اسپاہ پد، یہ تینوں اشکانی الاصل تھے اور اپنے نام کے ساتھ پہلو (پارتھی) کا لقب لاتے تھے۔ پارتھی خاندان سے تعلق رکھنا بہت بڑا امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ عہد ساسانی میں ان سات ممتاز گھرانوں میں سے بعض اور بھی (مثلاً خاندانِ سپندیاد اور خاندانِ مہران) اشکانی الاصل ہونے کے دعویدار تھے[1]۔

---

[1] موسیٰ خورینی کے قول کے مطابق ارشویر شاہ پارتھیا کہ وہی فراٹیس (فرہاد) چہارم ہے چار فرزندوں کا باپ تھا یعنی (۱) ارتشیس (ارتخشتر)، (۲) قارین، (۳) سورین، (۴) ایک بیٹی جس کا نام کشم تھا، (مارکوارٹ کی رائے ہے کہ یہ نام کومش کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو صوبہ کومیسین کا جدید نام ہے، دیکھو Z.D.M.G. ج ۴۹، ص ۶۳۹)۔ ان میں پہلا بیٹا باپ کا جانشین ہوا (لہٰذا وہ فراٹیس یا فرہاد پنجم ہے) باقی دو بیٹے اُن خاندانوں کے مورث اعلےٰ ہوئے جو ان کے نام سے معروف ہیں، بیٹی کی شادی ایک شخص سے ہوئی جس کا لقب "سالارِ ایرانیاں" تھا، جس کے بعد اس کی اولاد اسپاہ بذ پہلو کے نام سے موسوم ہوئی۔ اسپاہ بد کی قدیم شکل سپاذپتی ہے، یہی لفظ ارمنی زبان میں بہ شکل سپاراپت اختیار کیا گیا ہے جو سپہ سالار کا مترادف ہے، پانچویں صدی میں وہ باضافۂ الف (یعنی اسپاراپت) استعمال ہوتا تھا، یونانی میں اس کی مختلف شکلیں اسپاہاپت، اسپیبیدس، اسپیوبدس، اسپابدس اور اسپیبیتوس ہیں، مؤرخ تھیوفی لیکٹس کے بیان کے مطابق اسپابدس خسرو دوم کا رشتہ دار اور وِندوی اور وِستہم (بندوی اور بستہم) کا باپ تھا۔ سریانی میں ایک جگہ اسپابر آیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح اسپابد ہے، طبری نے سات خاندانوں کی فہرست میں باضابطہ طور پر سپاہ بذ کا نام لیا ہے؛

واضح رہے کہ موسیٰ خورینی کی روایت کے لئے کوئی تاریخی سند نہیں ہے۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ایک سورین میدان جنگ میں کراسوس رومی کا حریف تھا (دیکھو اوپر ص) اور وہ لڑائی فرہاد چہارم کے باپ کے عہد میں ہوئی تھی لیکن بہرحال ان تین خاندانوں کا وجود ساسانیوں کے آنے سے بہت پہلے ثابت ہے اور اس زمانے میں ان کی بہت بڑی جاگیریں تھیں، خاندان سپندیاد کا تعلق اشکانیوں کے ساتھ بظاہر بعد کے زمانے میں قائم کیا گیا جبکہ اُن کی تاریخ دلوں سے محو ہو چکی تھی۔ (بقیہ بر صفحہ ۲۱)

ساتؔ مذکورہ بالا خاندانوں میں سب سے پہلے تو خاندان شاہی (خاندان ساسانی) ہے[۱]۔ اور پانچ وہ ہیں جن کے نام اوپر لئے گئے ہیں یعنی قارین پہلو، سورین پہلو[۲]، اسپاہ بد پہلو، سپندیاد، مہران اور ساتواں شاید خاندان زیک ہے[۳]،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) اس خاندان کے ایک شخص مسمی نہرزسی (دیکھو طبری ص ۸۶۸ - ۸۶۹) کے شجرۂ نسب میں دارا (داریوش سوم) اور اس کے بیٹے کے اشک کا نام موجود ہے (یعنی اشک اور اس کے ساتھ ما قبل تاریخی زمانے کا بادشاہی لقب کوی جو بعد میں بدل کر کے ہو گیا)، شجرۂ مذکور میں اس نام کے بعد چند نام ہیں جو اشکانیوں میں سے کسی کے نہیں ہیں، صرف ایک نام سین ابروہ ہے جس کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید وہ سنتروک (شاہ اشکانی) کے نام کی بگڑی ہوئی شکل ہو اور یہ تبدیلی غالباً اس سے اوپر والے نام سبس بذ کے زیر اثر ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ خاندان قارین کے ایک ممبر مسمی سوخرا کا شجرۂ نسب جو طبری نے دیا ہے (ص ۸۷۷ - ۸۷۸) اس میں بھی یہی خصوصیت پائی جاتی ہے یعنی یہ کہ وہ بعد کے زمانے کا تیار کیا ہوا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہم فرض کر سکتے ہیں کہ خاندان مہران کا اشکانی الاصل ہونا بھی اسی طرح ایک جعلی بات ہے۔ مارکوارٹ کا یہ خیال بے شک صحیح ہے (Z.D.M.G، ج ۴۹ ص ۶۳۳) کہ افسانوی ہیرو میلاذ کسی پارتھی شہزادے یا بادشاہ میتھرِ بدات (مہرداد) نام کی اولاد سے تھا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خاندان مہران کا شجرہ (جس کا مورث اعلےٰ گرگین پسر میلاذ دکھایا گیا ہے) کسی تاریخی میتھربدات سے ملتا ہے۔

حاشیہ صفحۂ ہذا:- [۱] شاپور اول کے بھائی شہزادہ ہیروز کو "واسپہر ساسانگان" کہا گیا ہے۔ دیکھو ہرتسفلٹ: پائی کلی ص ۴۵ و ۴۹۔ [۲] مؤرخ فاوسٹوس بازنطینی کے ہاں دو سورین کا ذکر ملتا ہے جن کے ساتھ "پارسیگ" (پارسی) کی نسبت لگی ہوئی ہے۔ شاید وہ خاندان سورین پہلو کی شاخیں ہونگی۔ [۳] مؤرخ میناندر نے لکھا ہے کہ "زیک" ایرانیوں کے ہاں ایک بڑا عہدہ ہے (تاریخ بازنتین حصہ اول ص ۲۴۷) لیکن بازنطینی مؤرخوں میں یہ عام بات ہے کہ وہ خاندانوں کے نام اور ایرانی خطابات میں التباس پیدا کر دیتے ہیں مثلاً پروکوپیوس یہ خیال کرتے ہوئے کہ مہران کوئی لقب یا عہدہ ہے۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۲)

اور خاندان اسپاہ بد، یہ تینوں اشکانی الاصل تھے اور اپنے نام کے ساتھ پہلوؔ (یا پارتھی) کا لقب لاتے تھے۔ پارتھی خاندان سے تعلق رکھنا بہت بڑا امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ عہد ساسانی میں ان سات ممتاز گھرانوں میں سے بعض اور بھی (مثلاً خاندانِ سپندیاد اور خاندانِ مہران) اشکانی الاصل ہونے کے دعویدار تھے۔[1]

---

[1] موسیٰ خورینی کے قول کے مطابق اردشیر شاہ پارتھیا کہ وہی فراتیس (فرہاد) چہارم ہے چار فرزندوں کا باپ تھا یعنی (۱) اردشیس (ارتخشتر)، (۲) قارین، (۳) سورین، (۴) ایک بیٹی جس کا نام کشم تھا، (مارکوارٹ کی رائے ہے کہ یہ نام کومش کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو صوبہ کومیسین کا جدید نام ہے، دیکھو Z. D. M. G. ج ۴۹، ص ۶۳۹)، ان میں پہلا بیٹا باپ کا جانشین ہوا (لہٰذا وہ فراتیس یا فرہاد پنجم ہے) باقی دو بیٹے اُن خاندانوں کے مورث اعلےٰ ہوئے جو ان کے نام سے معروف ہیں، بیٹی کی شادی ایک شخص سے ہوئی جس کا لقب "سالار ایرانیاں" تھا، جس کے بعد اس کی اولاد اسپاہ بد پہلو کے نام سے موسوم ہوئی۔ اسپاہ بد کی قدیم شکل سپاذپتی ہے، یہی لفظ آرمنی زبان میں بہ شکل سپاراپت اختیار کیا گیا ہے جو سپہ سالار کا مترادف ہے، پانچویں صدی میں وہ باضافۂ الف (یعنی اسپاراپت) استعمال ہوتا تھا، یونانی میں اس کی مختلف شکلیں اسپاہاپت، اسپیبیدس، اسپیوبدس، اسپابدس اور اسپیتیوس ہیں، مؤرخ تھیوفی لیکٹس کے بیان کے مطابق اسپابدس خسرو دوم کا رشتہ دار اور وِندوی اور وِستہم (بندوی اور بستہم) کا باپ تھا، سریانی میں ایک جگہ اسپابر آیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح اسپابد ہے، طبری نے سات خاندانوں کی فہرست میں باضابطہ طور پر سپاہ بذ کا نام لیا ہے؛

واضح رہے کہ موسیٰ خورینی کی روایت کے لئے کوئی تاریخی سند نہیں ہے۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ایک سورین میدان جنگ میں کراسوس رومی کا حریف تھا (دیکھو اوپر ص   ) اور وہ لڑائی فرہاد چہارم کے باپ کے عہد میں ہوئی تھی لیکن بہرحال ان تین خاندانوں کا وجود ساسانیوں کے آنے سے بہت پہلے ثابت ہے اور اس زمانے میں ان کی بہت بڑی جاگیریں تھیں، خاندان سپندیاد کا تعلق اشکانیوں کے ساتھ بظاہر بعد کے زمانے میں قائم کیا گیا جبکہ اُن کی تاریخ دلوں سے محو ہو چکی تھی۔ (بقیہ بر صفحہ ۲۱)

سات مذکورہ بالا خاندانوں میں سب سے پہلے تو خاندان شاہی (خاندان ساسانی) ہے[1] ۔ اور پانچ وہ ہیں جن کے نام اوپر لئے گئے ہیں یعنی قارین پہلو، سورین پہلو[2]، اسپاہ بد پہلو، سپندیاد، مہران اور ساتواں شاید خاندان زیک ہے[3]،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) اس خاندان کے ایک شخص مسمی نرسی (دیکھو طبری ص ۸۶۸ - ۸۶۹) کے شجرۂ نسب میں دارا (داریوش سوم) اور اس کے بیٹے کے اشک کا نام موجود ہے (یعنی اشک اور اس کے ساتھ ماقبل تاریخی زمانے کا بادشاہی لقب کوی جو بعد میں بدل کر کے ہو گیا)، شجرۂ مذکور میں اس نام کے بعد چند نام ہیں جو اشکانیوں میں سے کسی کے نہیں ہیں، صرف ایک نام سین ابروہ ہے جس کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید وہ سنتروک (شاہ اشکانی) کے نام کی بگڑی ہوئی شکل ہو اور یہ تبدیلی غالباً اس سے اوپر والے نام سیس بذ کے زیر اثر ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ خاندان قارین کے ایک ممبر مسمی سوخرا کا شجرہ نسب جو طبری نے دیا ہے (ص ۸۷۷ - ۸۷۸) اس میں بھی یہی خصوصیت پائی جاتی ہے یعنی یہ کہ وہ بعد کے زمانے کا تیار کیا ہوا ہے۔ علی ہذا القیاس ہم فرض کر سکتے ہیں کہ خاندان مہران کا اشکانی الاصل ہونا بھی اسی طرح ایک جعلی بات ہے۔ مارکوارٹ کا یہ خیال بے شک صحیح ہے (Z.D.M.G، ج ۴۹ ص ۶۳۳) کہ افسانوی ہیرو میلاذ کسی پارتھی شہزادے یا بادشاہ میتھر بدات (مہرداد) نام کی اولاد سے تھا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خاندان مہران کا شجرہ (جس کا مورث اعلیٰ گرگین پسر میلاذ دکھایا گیا ہے) کسی تاریخی میتھر بدات سے ملتا ہے:

حاشیہ صفحہ ہذا :- [1] شاپور اول کے بھائی شہزادہ بیروز کو "واسپہر ساسانگان" کہا گیا ہے - دیکھو ہرتسفلت : پائی کلی ص ۸۵ و ۹۴ ، [2] مؤرخ فاوسٹوس بازنتینی کے ہاں دو سورین کا ذکر ملتا ہے جن کے ساتھ "پارسیگ" (پارسی) کی نسبت لگی ہوئی ہے۔ شاید وہ خاندان سورین پہلو کی شاخیں ہونگی ، [3] مؤرخ مینانڈر نے لکھا ہے کہ "زیک" ایرانیوں کے ہاں ایک بڑا عہدہ ہے (تاریخ بازنتین حصہ اول ص ۴/۲۷) لیکن بازنتینی مؤرخوں میں یہ عام بات ہے کہ وہ خاندانوں کے نام اور ایرانی خطابات میں التباس پیدا کر دیتے ہیں مثلاً پروکوپیوس یہ خیال کرتے ہوئے کہ مہران کوئی لقب یا عہدہ ہے۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۲)

طبری کے بیان کے مطابق[۱] قارین کا مسکن شہر نہاوند (میڈیا میں) تھا، سورین کا وطن سیستان تھا، سپندیاد کا علاقہ رئی (رگا، طہران کے نزدیک) اور اسپاہ بد کا دہستان (گرگان میں)، لیکن دوسری طرف ہمیں یہ بھی علم ہے کہ سوخرا جو خاندان قارین کا ایک فرد تھا ضلع اردشیر خورہ (علاقۂ شیراز) کا رہنے والا تھا[۲]، دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ خاص فارس کا باشندہ تھا، نیز ہمیں یہ بھی علم ہے کہ رئی کے قریب ایک دریا اور نیشاپور کے نزدیک ایک گاؤں سورین کے نام سے موسوم تھے[۳] اور یہ کہ مہرنرسی جو خاندان سپندیاد سے تھا ایک گاؤں آبروان (علاقہ دشت بارین ضلع اردشیر خورہ، صوبہ فارس) کا رہنے والا تھا اور اُسے یہ گاؤں اور ایک اور گاؤں ژیرہ جو پڑوس کے ضلع شاپور میں تھا اپنے آبا و اجداد سے ورثے میں ملے تھے[۴]، خاندان مہران کے ممبروں میں سے بہرام چوبین[۵] اور پیران گشنسپ گرگوری[۶] رئی کے رہنے والے تھے لیکن دریائے مہران کا نام جو صوبۂ فارس میں ہے

(بقیۂ حاشیۂ صفحہ ۲۱):-

لکھتا ہے کہ سپہ سالار پیروز کو مہران بنایا گیا، اسی طرح فاؤسٹوس اور ارمنی مؤرخ اگاتھانگہ نے زیک کو ایک خاص لقب تصوّر کیا ہے۔ شاپور دوم کے زمانے میں زیک اور قارین دو بڑے سپہ سالار تھے۔ لیکن ان کو سائی لیکس اور ارتبانیس تصوّر نہیں کرنا چاہئے جن کے نام مؤرخ مارسلینوس کے ہاں مذکور ہیں (۲۷، ۱۲، ۵) خاندان زیک کے وہ ممبر جن کے نام معلوم ہو سکے ہیں یوسٹی کی کتاب "اسمائے ایرانی" میں مذکور ہیں، نیز دیکھو ہرتسفلٹ: "آثار قدیمۂ ایران" ج ۴، ص ۵۷، ح ۲۔

حاشیۂ صفحۂ ہذا:- [۱] ترجمہ از نولڈکہ ص ۴۳۷، [۲] طبری ص ۸۷۳، ۸۷۷، [۳] نولڈکہ، ترجمہ طبری ص ۴۳۹، [۴] طبری ص ۸۷۰، [۵] ایضاً ص ۹۹۲، [۶] ہوفمن "اقتباسات" ص ۸۷، (مصنّف)

پیران گشنسپ عہد انوشیروان کا مشہور سپہ سالار ہے، عیسائی ہو کر گرگوری کے نام سے موسوم ہوا۔ ۵۴۲ء میں مارا گیا۔ (مترجم)۔

اس خاندان کے نام پر ہے[1]۔ ان حالات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ واسپہروں کی جاگیریں ایران کے مختلف حصوں میں بکھری ہوئی تھیں اور غالباً زیادہ تر وہ صوبجات میڈیا اور پارتھیا میں تھیں جو سلطنت اشکانی کا مولد و منشا تھے یا صوبۂ فارس میں جو ساسانیوں کا اصلی وطن تھا، خاندانوں کی یہ جاگیریں نزدیک نزدیک واقع تھیں لیکن نہ اس طرح کہ سب کو ملا کر ایک وسیع اور سالم ریاست بن سکے۔ غالباً منجملہ اور وجوہات کے یہ بھی ایک بڑی وجہ اس بات کی ہوئی کہ اس زمانے کے دوران میں بڑے بڑے امرائے جاگیردار رفتہ رفتہ منصبداری کی نوعیت سے ہٹ کر نجباء و اشراف دربار کی نوعیّت اختیار کرتے گئے۔ جب تک کہ قدیم سوسائٹی قائم رہی واسپہروں کا پرانا تعلق گاؤں (ویس) کے ساتھ برقرار رہا۔ یہی وجہ ہے کہ مؤرّخ جب کبھی ان میں سے کسی کے مولد و منشا کا ذکر کرتے ہیں تو عموماً گاؤں ہی کا نام لیتے ہیں۔

غالباً منصبداروں کا اعلےٰ طبقہ ان سات ہی خاندانوں پر محدود نہ تھا، مؤرّخ فاؤسٹوس بازنتینی ایک سپہ سالار دماوند نامی کا ذکر کرتا ہے[2]۔ جس کا خاندانی نام کاؤسگان ہے

---

[1] خاندانہائے قارین، سورین اور مہران کے افراد کے متعلق دیکھو نولڈکہ کے حواشی (ترجمۂ طبری ص ۱۲۷-۱۲۸، ۱۳۸، ۴۳۹، ۱۳۹ - ۱۴۰، ۱۴۱)، اور سورین کے متعلق فرہنگ پای کُلی (نمبر ۷۱۵)، ان کے ناموں کا شمار یُوستی نے اپنی کتاب "اسماء ایرانی" میں مکمل کر دیا ہے (دیکھو تحت کلمۂ قارین، سورین اور مہران)، اسپاہبد کے متعلق دیکھو یُوسٹی (تحت کلمۂ سپاذپتی) اور فرہنگ پای کُلی (نمبر ۲۷)، اسپندیاد کے متعلق (جس کی فارسی شکل اسفندیار اصلی لفظ کو غلط پڑھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی) دیکھو نولڈکہ، ترجمۂ طبری ص ۴۳۹، نیز دیکھو مارکوارٹ (Z.D.M.G) ج ۴۹، ص ۶۳۳ بعد، کتاب ایرانشہر ص ۷۱، ہرتسفلٹ: "آثار قدیمہ ایران" ج ۴ ص ۱۴۶ بعد، ہرمزدان جو یزدگرد سوم کا مشہور سپہ سالار تھا۔ ان سات خاندانوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھتا تھا لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ کونسا خاص خاندان تھا، اس کی ماں خوزستان میں کسی جگہ کی رہنے والی تھی اور اس صوبے کی حکومت (جس میں ستّر شہر تھے) اسکے خاندان میں متوارث تھی، (طبری ص ۲۵۳۸ اور ۲۵۴۳، بلعمی، ترجمۂ زوٹن برگ ج ۳ ص ۴۴۷ بعد)، [2] طبع لانگلوا (Langlois) ج ۱ ص ۲۶۲،

بہت سے خاندانی نام جن کے آخر میں آن ہوتا ہے منصبداروں کے خاندانوں کو یا ان خاندانوں کی شاخوں کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن اگر دیکھا جائے تو ان منصبداروں کی جاگیروں کا کل رقبہ بمقابلہ اس رقبے کے بہت کم تھا جو براہِ راست حکومت کے تصرف میں تھا اور جو بادشاہی گورنروں کے زیر فرمان تھا،

ہمارے پاس صحیح اطلاعات اس بارے میں نہیں ہیں کہ ان جاگیرداروں کو کیا خاص حقوق حاصل تھے، مثلاً ہمیں یہ معلوم نہیں کہ بادشاہی گورنروں کو ان جاگیروں پر جو اُن کے صوبوں میں واقع ہوتی تھیں کسی قسم کا اختیار تھا یا نہیں یا آیا ان جاگیروں کو کُلی یا جزئی آزادی حاصل تھی یا نہیں، صرف اتنی بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ کسانوں پر یہ واجب تھا کہ اپنا اپنا لگان خواہ جاگیردار کو ادا کریں خواہ گورنمنٹ کو خواہ دونوں کو، نیز وہ اس بات پر مجبور تھے کہ اپنے اپنے جاگیردار کی کمان میں وقتِ ضرورت فوجی خدمت انجام دیں ÷

ہم دیکھتے ہیں کہ ساسانیوں کے زمانے میں بھی وہ پرانی رسم موجود ہے کہ سات خاندانوں کے رؤساء کے لئے خاص خاص فرائض موروثی طور پر مقرر تھے مؤرخ تھیوفی لیکٹس ہمیں بتلاتا ہے[1] کہ یہ موروثی فرائض کیا کیا تھے، وہ لکھتا ہے کہ "وہ خاندان جس کا نام ارتبیدس ہے رتبۂ شاہی رکھتا ہے اور بادشاہ کو تاج پہنانے کا فرض اس کے ذمّے ہے۔ اسی طرح ایک اور خاندان کو فوجی امور کا ذمہ وار بنایا گیا ہے، ایک اور خاندان امور ملکی کا نگران ہے، ایک خاندان کا عہدہ یہ ہے کہ منصفانہ طور پر متخاصمین کے جھگڑوں کا فیصلہ کرے، پانچویں خاندان کے ذمّے رسالہ فوج کی کمان ہے، چھٹا خاندان اس بات پر مامور ہے کہ مالیات وصول کرے اور خزانۂ شاہی کا محافظ رہے، ساتواں خاندان اسلحہ اور فوجی

[1] ج ۳ ص ۸،

سازوسامان کی حفاظت کا ذمہ وار ہے"،

ارتبیدس بگڑی ہوئی شکل ہے ازگبیدس کی جو اصل میں ازگبد یا ہزگبد ہے جس کے معنی شروع میں محافظ قلعہ[۱] کے تھے۔ لیکن بعد میں وہ ایک بڑے اہم فوجی عہدے کا نام ہو گیا، چونکہ اردشیر کا پہلے یہ لقب تھا[۲]، لہذا ساسانیوں کی نئی سلطنت میں وہ شاہی خاندان کے ممبروں کے نام کے ساتھ ایک بہت بڑے فوجی خطاب کے طور پر لگایا جاتا تھا[۳]،

باقی کے چھ موروثی عہدوں میں سے جن کا شمار تھیوفی لیکٹس نے کیا ہے تین فوجی ہیں اور تین ملکی، فوجی عہدوں میں سے ایک تو ناظر امور فوجی کا عہدہ ہے[۴]

---

[۱] نولڈکہ، ترجمۂ طبری ص ۵ ح او ۳، ہرتسفلٹ: پائی کُلی (فرہنگ، نمبر ۱۴۶) یوستی کا یہ قیاس کہ یہ ارگ سے مشتق ہے جس کے معنی "قلعہ مستحکم" کے ہیں بارتھولومی نے صحیح تسلیم کیا ہے لیکن ہرتسفلٹ کے نزدیک وہ مشکوک ہے، [۲] دیکھو اوپر ص　　، [۳] ابرسام اردشیر اول کے زمانے میں ازگبد تھا (طبری ص ۸۲۳)، ہرتسفلٹ، فرہنگ پائی کُلی (نمبر ۱۴۶)، کرسٹن سین: (Acta Orientalia) ج ۱۰ ص ۳۴ ببعد، یزدگرد اول (۳۹۹ء - ۴۲۰ء) کے زمانے میں مہر شاپور ازگبد کے عہدے پر مامور تھا، (لابو: "عیسائیت در ایران بعہد ساسانی" ص ۷، ۹)، [۴] ہم نے اپنی دوسری کتاب "سلطنت ساسانیاں" (ص ۲) میں ناظر امور فوجی کو ایران سپاہ بد تصور کیا ہے لیکن اب ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اغلب نہیں ہے کہ سارے ایران کے کمانڈر انچیف یا وزیر جنگ کا سا ذمہ داری کا عہدہ وراثت کے توکل پر چھوڑا جاتا ہوگا، ہمارا قیاس یہ ہے کہ یہ کوئی کمتر درجے کا فوجی عہدہ ہے مثلاً کنارنگ کا عہدہ (بزبان یونانی کنارگس، بزبان سریانی قنارق) جس کو مؤرخ پروکوپیس ایک خاص خاندان میں موروثی بتلاتا ہے، ابرشہر (خراسان) کا مرزبان کنارنگ کہلاتا تھا، وہاں کا صدر مقام نیشاپور تھا اور یہ صوبہ ہمیشہ وحشی خانہ بدوش قبیلوں کے حملے کے خطرے میں رہتا تھا، (مارکوارٹ: "ایرانشہر" ص ۴۷-۵۷، ہرتسفلٹ: "آثار قدیمۂ ایران" ج ۲ ص ۱۱۰)، یزدگرد سوم کے عہد میں جب عربوں کے ساتھ لڑائیاں جاری تھیں طوس کا مرزبان کنارنگ کہلاتا تھا، (باقی حاشیہ بر صفحہ ۲۶)

ایک رسالہ فوج کے سردار کا[1] اور ایک میگزین کے محافظ (ایران انبار گبد)[2] کا جس کو تھیوفی لیکٹس نے ساتویں خاندان کے ذمے بتلایا ہے، ملکی عہدوں میں سے ایک ناظرِ امورِ ملکی کا عہدہ ہے جس کی نوعیت کسی قدر غیر واضح ہے۔ دوسرے حاکمِ عدالت کا اور تیسرے کلکٹر اور خزانہ دارِ شاہی کا[3]، یہ واضح رہے کہ تھیوفی لیکٹس کا

(بقیہ حاشیۂ صفحہ ۲۵): - (ثعالبی ص ۴۳، بلاذری ص ۴۰۵ س ۷، بلاذری میں اس لفظ پر غلط اعراب لگائے گئے ہیں) فارسی کے فرہنگ نگار لفظ کنارنگ کے معنی 'حاکم صوبہ' کے لکھتے ہیں۔

حاشیۂ صفحۂ ہذا: - [1] ہماری کتاب "سلطنت ساسانیان" (ص ۷۷) میں اس عہدے کا نام اسپ بد لکھا ہے لیکن یہ نام یقینی نہیں ہے، ہمارا خیال ہے کہ اسپ وار بد یا اسوار بذ زیادہ قرینِ صحت ہوگا، [2] دیکھو نولڈکہ ترجمہ طبری ص ۴۴۴، ہرتسفلٹ: پای کلی (فرہنگ - نمبر ۹۶)، [3] ہمارا خیال نہیں ہے کہ یہ عہدہ وہی ہے جس کو واستریوشان سالار (مستوفی ممالک) کہتے تھے، طبری (ترجمہ نولڈکہ ص ۱۱۰) اُن بڑے بڑے عہدوں کا شمار کرتے ہوئے جو وزیر مہرنرسی نے اپنے تین بیٹوں کو دلوائے لکھتا ہے کہ منجھلا بیٹا ماہ گُشنسپ بہرام پنجم کے عہد میں شروع سے آخر تک واستریوشان سالار کے عہدے پر مامور رہا، اگر یہ عہدہ موروثی تھا تو پھر ماہ گشنسپ کو بڑا بیٹا ہونا چاہیئے تھا، گمان یہ ہے کہ طبری سے اس بیان میں کچھ غلطی ہوئی ہے دوسری جگہ (ترجمہ ص ۱۱۲) اس نے تینوں بیٹوں کو ایک اور ترتیب سے ذکر کیا ہے اور وہاں ماہ گشنسپ کو سب سے چھوٹا بیٹا بتلایا ہے۔ لیکن اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ماہ گشنسپ سب میں بڑا تھا اور لہذا اس کو واستریوشان سالار کا عہدہ ورثے میں ملا تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ اس سے پہلے اس کا باپ مہرنرسی اور اس کا دادا ورازک بھی اس عہدے پر مامور رہ چکے تھے۔ لیکن دینوری (ص ۵۷) لکھتا ہے کہ یزدگرد اول کے بعد (یعنی مہرنرسی کی زندگی میں) ایک شخص مسمّی گُشنسپ آذار "کاتب الخراج" تھا جس سے یقیناً واستریوشان سالار مراد ہے، پس معلوم ہوا کہ جب اس عہدے پر مہرنرسی کی زندگی میں ایک دوسرا شخص مامور تھا تو مہرنرسی کو یہ عہدہ کبھی نہیں ملا۔ اگر دینوری کے اس بیان کو غلط بھی کہا جائے تب بھی یہ اشکال باقی رہتا ہے کہ ماہ گشنسپ کو اپنے باپ کی زندگی میں اپنے خاندان کا موروثی عہدہ کیونکر مل گیا؟ (باقی حاشیہ صفحہ ۲۷)

یہ بیان ساسانیوں کے آخری زمانے کے متعلق ہے،

یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ کہ کونسا عہدہ کس خاندان کے ساتھ مربوط تھا، ارگبذ کے عہدے کے متعلق البتہ ہمیں علم ہے کہ وہ ساسانی خاندان سے متعلق تھا اور رسالہ فوج کی سرداری کے متعلق فرض کیا جا سکتا ہے کہ وہ خاندان اسپاہبد کے ذمے تھی، چونکہ سورین اور مہران اکثر ایرانی فوج کے سرداروں کے نام ہوتے ہیں اس سے شاید ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ باقی کے دو فوجی عہدے ان دو خاندانوں کی میراث میں تھے، لیکن یہ محض قیاس ہی قیاس ہے جس کے لئے ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں، ملکی عہدوں کی تقسیم کے متعلق ہمیں کسی قسم کا کوئی علم نہیں +

اگر ہم بغور ملاحظہ کریں تو معلوم ہو گا کہ موروثی عہدے جتنے تھے وہ بیشک بہت اہم تھے۔ لیکن عالی ترین اور اہم ترین نہیں تھے، درحقیقت یہ اغلب معلوم نہیں ہوتا کہ سلطنت میں چوٹی کے عہدے مثلاً وزیر اعظم یا کمانڈر انچیف کا عہدہ حقِ وراثت سے حاصل ہوتے ہوں اور بادشاہ کے ہاتھ میں اپنے مشیروں کے انتخاب کا کوئی اختیار نہ ہو اور جب کبھی وہ کسی بڑے عہدہ دار کو برطرف کرنا چاہے تو اس کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہ ہو کہ اس کو قتل کروا کے اس کی جگہ اس کے بڑے بیٹے کو مقرر کرے۔ ساسانیوں کی سلطنت کی بنیاد خود مختار حکومت پر تھی، پس ایسی صورتِ حالات ان کی خود مختاری کے ساتھ کس طرح موافقت رکھ سکتی ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو تھوڑے ہی عرصے میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶):- غرض یہ کہ ہمارا قیاس ہے کہ کلکٹر اور خزانہ دار شاہی کے عہدے سے مراد واسپہرگان آمارکار ہے، یعنی "مستوفیِ خراجِ واسپہران"۔ اس عالی مقام عہدہ دار کا ذکر ارمنی مآخذ میں بھی آیا ہے اور اسکے متعلق ایک جگہ لکھا ہے کہ اصفہان کا خراج اسکے گھر میں جمع ہوتا تھا، (ہیوبشمن، ارمنی گرامر ج ۱ ص ۱۷۸)

سلطنت تباہ ہو جاتی۔ [۱] سلطنت ساسانی میں موروثی عہدے عزت و افتخار کے عہدے تھے جو سات اولین خاندانوں کی امتیازی حیثیت کی علامت سمجھے جاتے تھے [۲] لیکن ان کی طاقت محض ان عہدوں سے نہیں تھی بلکہ اس آمدنی سے جو ان کو اپنی جاگیروں سے حاصل ہوتی تھی اور اس کے علاوہ (خصوصاً کواذ اور خسرو اول کے عہد سے پہلے) جاگیرداری کے اُس تعلق سے جو ان کو اپنی رعایا کے ساتھ تھا، پھر ایک اور بات یہ بھی تھی کہ چونکہ ان کے لئے بادشاہ کے

---

[۱] حیرہ کی عربی ریاست میں وزیر (رِدْف) کا عہدہ خاندان یربوع میں موروثی تھا اور یہ اس بات کے صلے میں تھا کہ اس خاندان والے تخت حیرہ کے دعوے سے دست بردار ہو گئے تھے (جوہری، دیکھو انگر ہے ھبرڈ کا مضمون، رسالۂ انجمن مشرقی آلمانی (Z.D.M.G) ج ۱۲ ص ۲۴۰، روٹ شٹائن (خاندان لخمی) ص ۱۱۲، ۱۳۳)، یہ وہی ایرانی دستور تھا جس کو معقولیت کی حد سے آگے بڑھا دیا گیا تھا اور ایسی بات حیرہ جیسی چھوٹی سی ریاست ہی میں ممکن ہو سکتی تھی جس کو ایک بڑی سلطنت کی پناہ اور نگرانی نصیب تھی۔

[۲] ممکن ہے کہ شاہانِ ہخامنشی کی یہ رسم ساسانیوں کے ہاں بھی جاری ہو کہ شہنشاہ اپنی بیویوں کا انتخاب ترجیحاً اپنے خاندان میں سے کرتا تھا اور یہ نہیں تو پھر باقی کے چھ ممتاز گھرانوں میں سے۔ خسرو دوم (پرویز) کی ماں خاندان اسپاہبذ سے تھی اور وستہم اور وندوی (بستہم اور بندوی) کی بہن تھی (نولدکہ ص ۴۳۲)، بہر حال یہ ایسا قاعدہ نہیں تھا جس میں استثنا نہ ہو۔ یزدگرد اول نے یہودیوں کے رئیس گالوتا (رأس الجالوت) کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ خسرو اول کی بیوی خاقان اتراک کی بیٹی تھی اور خسرو دوم ایک بازنطینی (رومی) شاہزادی سے بیاہا تھا۔ دوسری طرف اس امر کا ثبوت کہ ساسانی شاہزادیاں چھ ممتاز خاندانوں میں بیاہی جا سکتی تھیں یہ ہے کہ خسرو دوم کے ایک بھانجے کا نام مہران تھا (نولدکہ: ص ۱۴۰)۔ یوحنا مامیکونی (مؤرخ ارمنی) نے ایک سپہ سالار مستی وشتنگ اور اس کے بھائی سورین کا ذکر کیا ہے اور لکھتا ہے کہ یہ دونو خسرو دوم کے ماموں ہیں" (لانگلوا، ج ۱ ص ۳۷۰ ببعد و ص ۳۷۳)۔

حضور میں رسائی حاصل کرنا آسان ہوتا تھا لہذا اس کی بدولت انہیں حکومت کے بڑے بڑے عہدے پانے کے امتیازی حقوق مل جاتے تھے۔

قدیم سوسائٹی اور خاندانِ ساسانی کے خاتمے کے بعد بھی مدتہائے دراز تک واسپہر صوبۂ فارس میں باقی رہے، ابن حوقل دسویں صدی عیسوی میں لکھ رہا ہے کہ "فارس میں یہ بڑا اچھا دستور ہے کہ قدیم خاندانوں کے لوگوں (اہل البیوتات = واسپہران) کی بڑی عزت کی جاتی ہے اور ممتاز گھرانوں کو احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، ان خاندانوں میں بعض ایسے ہیں جو موروثی طور پر سرکاری محکموں (دواوین) کے رئیس ہیں اور قدیم الایام سے اب تک اسی طرح چلے آتے ہیں"۔[۱] مسعودی نے بھی اسی طرح فارس کے اہل البیوتات کا ذکر کیا ہے۔

وُزُرگان | ساسانیوں کی تاریخ میں جس کا ایک حصہ ہمارے لئے طبری کی تصنیف میں محفوظ رہا ہے تقریباً ہر صفحے پر بزرگان و آزادگان (العظماء واھل البیوتات) کا نام ملتا ہے، جب کبھی کوئی نیا بادشاہ تخت پر بیٹھتا تھا۔ تو بزرگان و آزادگان اظہارِ اطاعت کے لئے اور بادشاہ کا خطبہ سننے کے لئے جس کے ذریعے سے وہ اپنا تعارف اپنی رعایا سے کرتا تھا دربار میں جمع ہوتے تھے، یہی تھے جنھوں نے اردشیر دوم کو تخت سے اتارا اور شاپور سوم کو قتل کرایا،[۲] انہی بزرگان و آزادگان میں سے بعض تھے جنھوں نے یزدگرد اوّل کی اولاد و اعقاب کو تخت سے محروم کرنے کی ٹھانی تھی[۳]، اور بعد میں اس کی جانشینی کے بارے میں جو گفت و شنید منذر (شاہِ حیرہ) کے ساتھ ہوئی وہ انہی بزرگان اور

---

[۱] ابن حوقل، طبع یورپ ص ۲۰۷،
[۲] طبری ص ۸۴۶، ترجمۂ نولڈکہ ص ۷۰ و ۷۱،
[۳] طبری ص ۸۵۸، ترجمہ نولڈکہ ص ۹۱،

آزادگان نے کی تھی[1]، بعض وقت العظماء والاشراف[2] کی ترکیب بھی دیکھنے میں آتی ہے، عربی میں "اہل البیوتات" اور "العظماء" اور "الاشراف" لفظی ترجمہ ہیں پہلوی الفاظ "واسپُہران" اور "وُزُرگان" اور "آزاذان" کا[3]، بعض وقت صرف "بزرگان" کا لفظ استعمال ہُوا ہے[4]، اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ ساسانیوں کی تاریخ میں "بزرگان" کو کس قدر اہمیّت حاصل رہی ہے نیز یہ کہ ان کا نام باقاعدہ طور پر ہمیشہ جاگیرداروں (واسپُہران) کے پہلو بہ پہلو لیا گیا ہے، کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ وہ حکومت کے بڑے بڑے اعلےٰ افسر اور محکموں کے عالی ترین نمایندے تھے، زمرۂ "وزرگان" میں وزراء اور حکّامِ بالا دست بھی شامل تھے[5]،

آزاذان | اس لفظ کا مفہوم ابھی تک اچھی طرح واضح نہیں ہُوا، یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ آریا قوم کے فاتحین نے آزاذان کا لقب ملک کے اصلی باشندوں کے مقابلے میں جن کو انھوں نے غلام بنایا اختیار کیا ہوگا۔ رفتہ رفتہ نسلوں کا اختلاط شروع ہوا جس کی وجہ سے بہت سے آزاد آریائی خاندان اپنی اصالت کو کھو بیٹھے اور اپنی سابقہ بلندی سے اتر کر کسانوں اور شہریوں کے متوسّط طبقے میں آملے۔

---

[1] طبری ص ۸۵۰ ببعد، منذر کے ساتھ گفت وشنید کی وجہ یہ تھی کہ امراء دربار یزدگرد اوّل کے بعد بہرام گور کو تخت پر بٹھانا چاہتے تھے اور وہ اُس وقت منذر کے دربار میں مقیم تھا، (مترجم)، [2] طبری ص ۸۳۵، ۸۷۱، ۸۸۳، [3] نولدکہ، ترجمۂ طبری ص ۷۱ ح ۱، اہل البیوتات کا مترادف آرامی زبان میں باربیتان ہے جو واسپُہران کے لئے بطور ہزوارش استعمال ہوا ہے، طبری کے ہاں ایک اور ترکیب "الوجوہ والعظماء" بھی استعمال ہوئی ہے (ص ۹۹۹)، [4] طبری ص ۸۴۴، ۸۴۶، ۱۰۴۵، ۱۰۶۱، [5] دیکھو آگے "مرکزی حکومت" کے عنوان میں۔

بعض اور نشیب و فراز بھی اس تنزّل میں مؤیّد ہوئے ۔ مثلاً جنگوں کے نتائج ، قرضہ، اور زمین کا مسلسل حصّوں میں تقسیم ہوتے چلے جانا ، آریائی خاندانوں میں سے جو نسبتہً زیادہ خالص حالت میں رہے ۔ بعض ترقی کر کے واسپُہروں کے قلیل لیکن طاقتور زمرے میں داخل ہو گئے اور بعض اُن سے کمتر درجے کے نجباء کی جماعت میں رہے ۔ یہ جماعت ساسانیوں کے زمانے میں خاصی کثیر تھی ، اور سارے ملک میں پھیلی ہوئی تھی اور صوبوں کی حکومت میں عہدہ دارانِ زبردست انہی میں سے منتخب ہوتے تھے ، غالباً یہی لوگ تھے جنہوں نے آزاذان کا نام اپنے لئے محفوظ کر رکھا تھا ،

غالباً اسی جماعت سے ساسانیوں کی رسالہ فوج تعلّق رکھتی تھی جو ان کے لشکر کا بہترین جزو تھی ، تاریخ یعقوبی میں ایک جگہ[1] جہاں پانچویں صدی کے شروع میں[2] یزدگرد اوّل کے زمانے میں مراتب کی ترتیب سے بحث کی گئی ہے ہمیں بتلایا گیا ہے کہ افسرانِ لشکر کو "سوار" کہا جاتا تھا ، قیاس یہ ہے ۔ کہ ان سواروں میں سے اکثر امن کے زمانے میں اپنی اپنی زمین پر زندگی بسر کرتے تھے ، کھیتوں میں کاشت کرتے تھے اور کسانوں سے کام لینے میں مشغول رہتے تھے ؛

یہ طبعی بات ہے کہ جس قوم میں نہایت قدیم زمانے سے گھوڑوں کا شوق اور شہسواری کا مذاق رہا ہو وہ سواروں کے لشکر کی طرف خاص توجہ مبذول کرے اور نجباء کے طبقۂ اوّل کے بعد (جن کی تعداد قلیل تھی) ان کو شمار کرے ۔ آگے چل کر ہم اس بات کو ملاحظہ کریں گے کہ بعد کے زمانے میں سوار کا لقب سوسائٹی میں بہت بڑی وقعت رکھتا تھا[3] ،

---

[1] طبع ہوٹسما ، ج ۱ ص ۲۰۲ ، [2] دیکھو باب ششم و ضمیمہ نمبر ۲ ، [3] دیکھو باب ہشتم ،

ان کے مقابلے میں کمتر درجے کے اشراف تھے جن کی طاقت ان کے موروثی مقامی اختیارات میں مرکوز تھی، وہ کذک خوذایان[1] (کدخدایان یعنی رؤساءِ خانہ) اور دہقانان[2] (رؤساءِ دیہ) کہلاتے تھے، حکومت کی مشین میں دہقان بمنزلہ ایسے پہیوں کے تھے جن کے بغیر اس کا چلنا دشوار تھا، اگرچہ بڑے بڑے تاریخی واقعات میں وہ کہیں نظر نہیں آتے تاہم حکومت کے نظام اور اس کی عمارت میں وہ ایسی مستحکم بنیاد کی حیثیت رکھتے تھے جس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوسکتا، دہقان پانچ جماعتوں میں منقسم تھے جن میں سے ہر ایک کا ایک امتیازی لباس تھا[3]، مجمل التواریخ میں دہقان کی تعریف یہ لکھی ہے کہ "وہ رئیس تھے، زمینوں اور گاؤں کے مالک تھے"[4]، لیکن اکثر حالتوں میں دہقان کی موروثی اراضی کا رقبہ کچھ بہت زیادہ نہیں ہوتا تھا اور بعض وقت تو اس کی حیثیت بس اس سے زیادہ نہیں ہوتی تھی کہ وہ اپنے گاؤں کا سب سے بڑا کسان ہوتا تھا، لہذا کسانوں کی آبادی میں دہقان کا وہ رتبہ نہ تھا جو امرائے جاگیردار کا تھا، اس کی حیثیت یہ تھی کہ وہ سرکاری علاقے کی

---

[1] دیکھو ہرتسفلت: پای کلی (فرہنگ - نمبر ۵۶۷ - ۵۷۰)، بارتھولومی: "قرون وسطی کی ایرانی زبان کے متعلق معلومات"۔ (جرمن)، ج ۳، ص ۴۲ بعد، اس سیاسی اور معاشرتی جماعت کا نام قدیم زمانے کے مان بد کا مترادف ہے جو مذہبی کتابوں میں مذکور ہے (دیکھو اوپر، ص   )، اشکانی زمانے میں شہزادے کذک خوذای کہلاتے تھے (دیکھو ص   )، [2] عہد ساسانی کے آخر میں دہقان کا لفظ بظاہر زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہونے لگا تھا اور عہد اسلامی میں بھی اس کا استعمال جاری رہا، دہقانوں کی جماعت کو افسانوی بادشاہ ہوشنگ کے بھائی وِنگرد کی نسل سے تبلایا جاتا ہے، (دیکھو کرسٹن سین: "ایران کی افسانوی تاریخ میں اولین انسان اور اولین بادشاہ"۔ ص ۱۴۴، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۹)،

[3] مروج الذهب، ج ۲، ص ۲۴۱، [4] دیکھو ترجمہ شاہنامہ از مول ج ۱، ص ۷، اس تعریف کی رو سے دہقان وہی ہوا جو ہندوستان میں ٹھاکر ہے (مترجم)، [5] نولدکہ، ترجمہ طبری ص ۴۴۰،

زمینوں کے کاشتکاروں میں گورنمنٹ کا نمائندہ تھا اور اس حیثیت سے اس کا سب سے بڑا فرض یہ تھا کہ کاشتکاروں سے لگان یا معاملہ وصول کرے[1]، دہقانوں کو جو معلومات اراضی اور رعایا کے متعلق حاصل تھیں انہی کی بدولت یہ ممکن تھا کہ لگان کامیابی کے ساتھ باقاعدہ وصول ہوتا رہتا تھا جس سے دربار کے تزک و احتشام اور جنگوں کے گراں مصارف پورے ہوتے رہتے تھے باوجود اس کے کہ ایران کی زمین بالعموم کچھ زیادہ زرخیز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ عرب فاتحین نے جب تک دہقانوں کی معاونت حاصل نہ کی وہ ایران سے اُتنا مالیہ وصول نہ کر سکے جتنا کہ ساسانیوں کے وقت میں وصول ہوتا تھا[2]

مرکزی حکومت کا نظم و نسق

وزیر اعظم

مرکزی حکومت کا صدر وزیر اعظم تھا۔ جس کا لقب شروع میں ہزاربد تھا۔ ہخامنشیوں کے زمانے میں ہزارپتی بادشاہ کی محافظ فوج کے دستے کا افسر ہوتا تھا جس میں سپاہیوں کی تعداد ایک ہزار تھی، اس زمانے میں یہ افسر سلطنت کے اوّلین عہدہ داروں میں شمار ہوتا تھا اور بادشاہ اُسی کے توسّط سے سلطنت کا نظم و نسق کیا کرتا تھا[3] یہ نام اشکانیوں کے زمانے میں محفوظ رہ کر ساسانیوں کے عہد میں پہنچا،

---

[1] یعنی وہی جو ہندوستان میں گاؤں کا نمبردار یا پٹیل کرتا ہے (مترجم)، [2] دیکھو فان فلوٹن (Van Vloten) "امسٹرڈم کی شاہی اکیڈمی کی روئداد"، سنہ ۱۸۹۲ء ص ۱۳ ببعد، [3] بقول نیپوس (مؤرخ لاطینی)، اس کا رتبہ شہنشاہ کے بعد دوسرے درجے پر تھا، سکندر کے ہاں پہلے ہیفائستیوں (Hephaistion) (باقی حاشیہ بر صفحہ ۳۴)

ارمنی مؤرّخ ایران کے وزیر اعظم کو "ہزارپت دَرَنْ اَرْیَتِس" لکھتے ہیں جس کے معنی "محافظِ دربار ایران" کے ہیں، ایک خط میں جو اہل آرمینیہ نے یزدگرد دوم کے وزیر اعظم مہرنرسی کو لکھا اس کے القاب میں "ہزارپت ایران و غیر ایران"[۱] کا لقب شامل کیا، لیکن جب اسی وزیر اعظم نے ارمنیوں کو خط لکھا تو اپنا لقب "وُزُرگ فرَمَاذار ایران و غیر ایران"[۲] تحریر کیا[۳]، طبری سے ہم کو اس بات کا پتہ چلتا ہے[۴] کہ باضابطہ طور پر اس کا لقب یہی تھا اور مسعودی اور یعقوبی کے ہاں بعض عبارات ایسی ہیں جن سے اس امر کی کافی طور سے تائید ہوتی ہے کہ عہد ساسانی کے آخر تک وزیر اعظم کا لقب "وُزُرگ فرَمَاذار" ہی تھا، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ اس کو "در اندرزبد" (مشیر دربار) بھی کہا جاتا تھا[۵][۶]

وزیر اعظم کے عہدے پر جو لوگ مامور رہے ان میں سے ایک تو

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۳۳ :- اور اس کے بعد پرڈکاس (Perdiccas) ہزاربد (Chiliarch) کے عہدے پر مامور تھا، پولی سپرکون (Polysperchon) کی ولایت کے زمانے میں کاساندر (Cassandre) کو ہزاربد کا عہدہ دیا گیا، اس پر مؤرّخ ڈیوڈروس (۱۸، ۴۸) مزید اطلاع دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ شاہانِ ایران کے ہاں ہزاربد بلحاظ رتبہ سب سے اونچا عہدہ ہے (مارکوارٹ، رسالۂ "فلولوگس" ج ۵۵، ص ۲۲۷ بعد)، پای کُلی کے کتبے میں بھی ہزاربد کا لقب مذکور ہے، (فرہنگ۔ نمبر ۳۸۲)،

حاشیۂ صفحۂ ہذا :- [۱] شاہ ایران کے لقب کی مماثلت سے جو "شہنشاہ ایران و اَنْ ایران" تھا، [۲] ارمنی زبان میں اس کو "وُزُرگ ہرَمَنتَر" لکھا ہے، (ہیوبشمن، ارمنی گرامر، ج ۱ ص ۱۸۲-۱۸۳)۔ وزرگ فرماذار کے معنی "فرماں روائے بزرگ" یا حاکم اعلےٰ کے ہیں، فرَمَاذار (بدون کلمۂ وزرگ) مذہب زرتشتی میں ایک اونچے درجے کا دینی عہدہ دار تھا لیکن اسکے فرائض کا حال صحیح طور سے معلوم نہیں، (ویسٹ، متون پہلوی ج ۱ ص ۱۴۵، ج ۲ ص ۱۵۲، ۲۷۶)، [۳] لانگلوا: ج ۲، ص ۱۹۰، ۱۹۲، [۴] ترجمۂ نولدکہ ص ۱۱۱، [۵] دیکھو ضمیمہ ۲، ہرتسفلٹ : پای کُلی (فرہنگ۔ نمبر ۱۰۰)

در اندرزبد = طیسفون کا اندرزبد،

ابہرسام کا نام معلوم ہے جو اردشیر اوّل کا وزیر تھا[1]، یزدگرد اوّل کے زمانے میں خسرو یزدگرد تھا[2]، مہرزسی ملقب بہ "ہزار بندگ" (ہزار غلاموں والا) یزدگرد اوّل اور بہرام پنجم کا وزیر اعظم تھا[3]، سورین پہلو بہرام پنجم کے زمانے میں اس عہدے پر مامور تھا[4]۔

وزرگ فرمادار کے اختیارات اور وسعتِ اقتدار کے متعلق ہمارے پاس اطلاعات بہت کم ہیں، یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کا فرضِ منصبی بادشاہ کی نگرانی میں امورِ سلطنت کا سرانجام تھا لیکن اکثر اوقات وہ اپنی رائے سے معاملات کو طے کرتا تھا اور جب کبھی بادشاہ سفر میں یا کسی مہم پر ہوتا تو وہ اس کا قائم مقام ہوتا تھا[5]، بیرونی ممالک کے ساتھ سیاسی گفت و شنید کا کام بھی اسی کے ذمے تھا اور اگر ضرورت پڑے تو وہ سالارِ لشکر بھی ہو سکتا تھا[6]۔ خلاصہ یہ کہ بادشاہ کا مشیرِ خاص ہونے کی حیثیت سے نظامِ حکومت کا جزو و کُل اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ ہر معاملے میں دخل دینے کا اہل تھا[7]۔ وزرگ فرمادار جو کامل معیار کا ہوتا تھا وہ تہذیب و شائستگی میں بے نظیر، اخلاقی قوّت میں ممتاز، اپنے ابنائے زمانہ میں فائق[8]، جامع خصالِ حمیدہ، صاحبِ حکمت نظری و عملی[9]، اور دانائی و فرزانگی میں یکتا ہوتا تھا، اس کی شخصیّت ایسی طاقتور ہوتی تھی کہ جب کبھی بادشاہ عیّاشی اور بدکرداری میں مبتلا ہو جاتا تو وہ اس کو اپنے ذاتی اثر سے

---

[1] طبری ص ۸۱۶، کرسٹن سین، Acta Orientalia ج ۱۰ ص ۴۳ بعد، ابہرسام علاوہ وزیر اعظم کے ارگبد بھی تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساسانی خاندان سے تھا، [2] لابور (Kalumerka) ص ۹۷، [3] طبری ص ۸۴۹، ۸۶۸، [4] لازار فرپی (مؤرّخ ارمنی)، طبع لانگلوا ص ۲۷۰، [5] طبری ص ۸۶۶، ترجمہ نولڈکہ ص ۱۰۶، [6] طبری ص ۸۶۸، ترجمۂ نولڈکہ ص ۱۰۶، [7] لیکن چھٹی صدی کے دوران میں وزرگ فرمادار کے اختیارات کم ہو گئے تھے، دیکھو باب ششم و ضمیمہ ۲، [8] طبری ص ۸۴۹، [9] جو نمونہ کہ وزرگمہر (بزرجمہر) کا تھا، دیکھو کرسٹن سین (Acta Orientalia) ج ۸ ص ۸۱ بعد،

راہِ ہدایت کی طرف لاتا تھا[1]۔

وزیر اعظم کا عہدہ جس شکل میں کہ وہ زمانۂ خلافتِ اسلام میں تھا اور اس کی وہی شکل تمام اسلامی سلطنتوں میں برقرار رہی مستقیماً دولتِ ساسانی سے اخذ کیا گیا تھا[2]۔ اور فضلائے عرب جنھوں نے سیاسی نظریئے قائم کئے وزیرِ اعظم کے عہدے کے متعلق جو اصولی باتیں لکھتے ہیں وہ ساسانیوں کے وزرگ فرمادار پر عین صادق آتی ہیں۔ بقول ماوردی وزیر اعظم تمام وہ اختیارات رکھتا ہے جو خود خلیفہ کے ہیں، صرف اتنی بات اس پر واجب ہے کہ وہ خلیفہ کو اپنے تمام انتظامات سے آگاہ کرتا رہے تاکہ اس کی زیر دستی اور اطاعت کا اظہار ہوتا رہے۔ دوسری طرف خلیفہ کا یہ فرض ہے کہ وزیر کے جملہ افعال کی نگرانی کرے۔ وزیر کے اختیارات صرف تین باتوں میں محدود تھے، اوّل یہ کہ اس کو اپنا جانشین یا نائب خود مقرر کرنے کا حق حاصل نہ تھا، دُوسرے وہ مجاز نہ تھا کہ اپنے کام سے علیحدگی اور خانہ نشینی کی اجازت لوگوں سے طلب کرے کیونکہ وہ بادشاہ کا کارندہ ہے نہ کہ لوگوں کا، تیسرے اس کو خاص اجازت کے بغیر یہ اختیار نہ تھا کہ کسی ایسے عہدہ دار کو جسے بادشاہ نے مقرر کیا ہو برخاست کرکے اس کی جگہ دوسرا آدمی تعینات کرے[3]۔ ان تین باتوں میں سے دوسری کے متعلق صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ عہد خلافت میں پیدا ہوئی جس کی بنا جمہوری حکومت پر تھی، پس خلاصہ یہ کہ وزرگ فرمادار کو شہنشاہِ ایران سے وہی تعلق تھا جو زمانۂ مابعد میں وزیر اعظم کو خلیفہ سے تھا۔ عربی کتاب موسوم بہ "دستور الوزراء" میں لکھا ہے کہ "شاہانِ ایران تمام بادشاہوں سے بڑھ کر اپنے

---

[1] طبری، ص ۸۶۷، [2] انگر Enger، رسالۂ انجمن مشرقی آلمانی، ج ۱۳، ص ۲۴۰،

[3] ایضاً، ص ۲۴۲،

وزراء کا احترام کرتے تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ وزیر وہ شخص ہے جو ہماری حکومت کے معاملات کو سلجھاتا ہے، وہ ہماری سلطنت کا زیور ہے وہ ہماری زبانِ گویا ہے وہ ہمارا ہتھیار ہے جو ہر وقت مہیّا ہے، تاکہ ہم اس سے دور دور کے ملکوں میں اپنے دشمنوں کو ہلاک کریں"[۱]

نظامِ مذہب یا کلیسائے زرتشتی

مجوس (یا مغان)، اصل میں میڈیا کے ایک قبیلے یا اُس قبیلے کی ایک خاص جماعت کا نام تھا جو غیر زرتشتی مزدا پرست کے علماء مذہب تھے[۲]۔ جب مذہب زرتشت نے ایران کے مغربی علاقوں (میڈیا اور فارس) کو تسخیر کیا تو مغان اصلاح شدہ مذہب کے رُوسائے روحانی بن گئے۔ اوستا میں تو یہ علماء مذہب آذروان کے قدیم نام سے مذکور ہیں لیکن اشکانیوں اور ساسانیوں کے زمانے میں وہ معمولاً مُغ کہلاتے تھے۔ ان لوگوں کو ہمیشہ قبیلۂ واحد کے افراد ہونے کا احساس رہا اور لوگ بھی ان کو ایک ایسی جماعت تصوّر کرتے تھے" جو قبیلۂ واحد سے تعلق رکھتی ہے اور خداؤں کی خدمت کے لئے وقف ہے"[۳]

عہد ساسانی میں علمائے مذہب امرائے جاگیردار کے دوش بدوش چلتے رہے اور جب کبھی ضعف و انحطاط کا دَور آجاتا تھا تو یہ دونو جماعتیں بادشاہ کے خلاف ایک دوسرے کی مؤیّد ہو جاتی تھیں۔ لیکن ویسے یہ دو گروہ بالکل ایک دوسرے سے الگ تھے اور ہر ایک کی اپنی اپنی ترقی کا راستہ جُدا تھا،

---

[۱] ایضاً ص ۲۴۰، [۲] کرسٹن سین: مضمون بعنوان "ایرانیان" (کتابچۂ علوم قدیمہ)، سلسلہ سوم، حصہ اوّل، جلد ۳، ص ۲۸۹ بعد، [۳] مارسیلینوس، ج ۲۳، ص ۶، س ۳۴،

جہاں تک ہمیں علم ہے ساسانیوں کے زمانے میں امرا کے بڑے بڑے گھرانوں میں سے کوئی شخص موبدان موبد نہیں بنایا گیا[1] موبدوں کا انتخاب ہمیشہ قبیلۂ مغان میں سے ہوتا تھا جس کی تعداد طبعی طور سے صدہا سال کے زمانے میں بہت بڑھ گئی تھی[2] طائفۂ مغان نے بھی ایران کی شاندار افسانوی تاریخ میں سے اپنا ایک شجرۂ نسب تیار کیا جو نجباء کے عالی خاندانوں کے شجرے کے مقابلے پر تھا، ساسانیوں نے اپنا نسب (بواسطۂ ہخامنشیان) کوی وشتاسپ تک پہنچایا جو زرتشت کا مربی تھا، اور اکثر دوسرے عالی خاندانوں نے بھی (بواسطۂ اشکانیان) اپنا مورث اعلےٰ اُسی کو قرار دیا، اس کے مقابلے پر موبدوں کا جدّ اعلےٰ شاہِ افسانوی مَنُوشْ چِتْرَ (منوچہر) قرار پایا جو اساطیری خاندان پَرَداتَ سے تھا کہ وشتاسپ سے بہت زیادہ قدیم ہے[3]

طبقۂ علماء مذہب اپنے دنیاوی اقتدار کو ایک مقدس اور مذہبی رنگ دیتے تھے اور اس ترکیب سے وہ ہر شخص کی زندگی کے اہم معاملات میں دخل دے سکتے تھے، گویا یوں کہنا چاہیئے کہ ہر شخص کی زندگی مہد سے لحد تک ان کی نگرانی میں بسر ہوتی تھی، مؤرخ اگاتھیاس لکھتا ہے[4] کہ "فی زمانناہر شخص ان کا (مغان کا) احترام کرتا ہے اور بے حد تعظیم کے ساتھ پیش آتا ہے، پبلک کے معاملات ان کے مشوروں اور پیشینگوئیوں سے طے ہوتے ہیں اور لوگوں کے باہمی تنازعات کا وہ غور و فکر کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں، اہل فارس کے نزدیک

---

[1] تاریخ میں لکھا ہے کہ زروان داد پسر مہر نرسی کو جو خاندان سپندیاد سے تھا ہیربدان ہیربد بنایا گیا تھا،

[2] شیعہ سوسائٹی میں سیدوں کی تعداد بھی اسی طرح بڑھی ہے، [3] دیکھو ایرانی بُندہِشن (طبع انکلسا ریا، کا انگریزی ترجمہ از ویسٹ (باب ۳۳)، خاندان قارین کا شجرۂ نسب جو طبری نے دیا ہے (ص ۸۷۷-۸۷۸)، اس کی رو سے اس خاندان کا جدّ اعلیٰ بھی یہی منوش چتر ہے، [4] ج ۲، ص ۲۶،

کوئی چیز مستند اور جائز نہیں سمجھی جاتی جب تک کہ ایک مُغ اس کے لئے جواز کی سند نہ دے"

موبدوں کا رسوخ اور اثر محض اس وجہ سے نہ تھا کہ ان کو روحانی اقتدار حاصل تھا یا یہ کہ حکومت نے ان کو فصلِ خصومات کا کام دے رکھا تھا یا یہ کہ وہ پیدائش اور شادی اور تطہیر اور قربانی وغیرہ کی رسموں کو ادا کراتے تھے۔ بلکہ ان کی زمینوں اور جاگیروں اور اس کثیر آمدنی کی وجہ سے بھی جو انہیں مذہبی کفّاروں اور زکوٰۃ اور نذر نیاز کی رقموں سے ہوتی تھی، اور پھر اس کے علاوہ انہیں کامل سیاسی آزادی حاصل تھی۔ یہاں تک کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے حکومت کے اندر اپنی حکومت بنا رکھی تھی۔ شاپور دوم کے زمانے تک میڈیا اور بالخصوص ایٹروپٹین (آذربایجان) مغوں کا ملک سمجھا جاتا تھا۔ وہاں ان لوگوں کی زرخیز زمینیں اور پُرفضا مکانات تھے جن کے گرد حفاظت کے لئے کوئی دیوار نہیں بنی ہوتی تھی[۱]، اپنی ان زمینوں پر یہ لوگ اپنے خاص قوانین کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے[۲]۔ غرض یہ کہ رؤسائے مغان کے قبضے میں بلاشبہ بڑی بڑی املاک اور جاگیریں تھیں،

موبدانِ زرتشتی کی کلیسائی حکومت میں مراتب کا ایک سلسلہ تھا جو نہایت منظّم اور مرتّب تھا لیکن اس کے متعلق ہمارے پاس صحیح اطّلاعات موجود نہیں ہیں، طائفہ مجوس (جن کو مُغان یا مگوآن یا مگوگان لکھا جاتا ہے) پیشوایانِ مذہب میں کمتر درجے کے تھے، لیکن تعداد میں کثیر تھے، بڑے بڑے آتشکدوں کے رئیس مُغان مُغ کہلاتے تھے، (جس کو مگوآن مگو یا مگو مگوآن بھی

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ انہیں حفاظت کے لئے دیوار کی حاجت نہ تھی بلکہ ان کا تقدّس ان کا محافظ تھا۔

[۲] مارسلینوس، ج ۲۳، ص ۶، س ۳۵،

لکھا جاتا ہے،[1] ان سے اوپر کا طبقہ موبدوں (مگوپت) کا تھا[2] تمام سلطنت ایران کلیسائی اضلاع میں منقسم تھی جن میں سے ہر ایک ضلع ایک موبد کے ماتحت تھا، بہت سے نگینے آج موجود ہیں جن پر موبدوں کے نام اور تصویریں کُھدی ہوئی ہیں مثلاً ایک نگینے پر خسرو شاذ ہرمز کے موبد پابگ کا نام لکھا ہؤا ہے، ایک پر وبذ شاپور موبد اردشیر خورّہ کا، اسی طرح فرخ شاپور موبد ایران خورّہ شاپور، بافرّگ موبد میشان وغیرہ[3]

تمام موبدوں کا رئیس اعلےٰ جس کو زرتشتی دنیا کا پوپ کہنا چاہیئے موبدان موبد تھا، تاریخ میں پہلی دفعہ اس کلیسائی عہدے کا ذکر وہاں آیا ہے۔ جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اردشیر اوّل نے ایک شخص کو جس کا نام شاید ماہ داذ تھا موبدان موبد مقرر کیا،[4] ممکن ہے کہ یہ عہدہ اس سے پہلے بھی موجود رہا ہو لیکن اس کی غیر معمولی اہمیت اسی وقت سے ہوئی جب سے کہ مزدائیت کو حکومت کا مذہب قرار دیا گیا۔

ماہ داذ کے علاوہ اور جو لوگ موبدان موبد کے عہدے پر سرفراز رہے ان میں سے ایک نو ہُنگ کا نام معلوم ہے دوسرے اس کا جانشین آذربذ مہرسپندان تھا، یہ دونو شاپور دوم کے عہد میں تھے، اس کے بعد بہرام پنجم کے زمانے میں مہر وراز مہر آگاوید[5] اور مہر شاپور تھے اور خسرو اوّل (انوشیروان) کے عہد میں

---

[1] دیکھو مُہرہائے بافرّگ و نواذ، بافرّگ آتش آذرگشنسپ کا مُغان مغ تھا۔ (آتش آذرگشنسپ کے متعلق دیکھو باب سوم)، ہرتسفلڈ: پای کُلی ص ۸۲۔ [2] یونانی اور لاطینی مصنف لفظ مگوس (magus) سے بلا امتیاز مُغ اور موبد دونو مراد لیتے ہیں، برعکس اس کے عربی اور فارسی تصانیف میں لفظ موبد مذہب زرتشتی کے تمام کلیسائی مراتب پر حاوی ہے، [3] ہرتسفلڈ: پای کُلی، ص ۷۹-۸۱، [4] طبری ص ۸۱۶، کرسٹن سین (Acta Orientalia، ج ۱۰ ص ۴۹-۵۰، [5] بُندہشن (ترجمۂ ویسٹ باب ۳۳)، متن طبع انکلساریا ص ۲۳۶،

آزادسنذ موبدان موبد تھا[۱]۔

تمام امورِ کلیسائی کا نظم و نسق موبدان موبد کے ہاتھ میں تھا، دینیات اور عقائد کے نظری مسائل میں فتوے صادر کرنا اور مذہبی سیاسیات میں عملی معاملات کو طے کرنا اسی کا کام تھا۔ کلیسائی عہدہ داروں کو یقیناً وہی مقرر کرتا تھا اور وہی معزول کرتا تھا۔ دوسری طرف خود اس کا اپنا تقرر (جیسا کہ بہت سی علامات سے ظاہر ہے) بادشاہ کے اختیار میں تھا، جب کبھی ملک کے کسی حصے میں مروجہ مذہب کے خلاف مخالفت کا ہنگامہ برپا ہوتا تھا تو وہ تحقیقاتی کمیشن کے مقرر کرنے میں حکومت کے ساتھ تعاون کرتا تھا[۲]، تمام مذہبی معاملات میں وہ بادشاہ کا مشیر ہوتا تھا[۳]، اور روحانی مرشد اور اخلاقی رہنما ہونے کی حیثیت سے سلطنت کے تمام معاملات میں وہ غیر معمولی طور پر اپنا اثر ڈال سکتا تھا[۴]۔

آتشکدوں میں مراسم نماز کا ادا کرانا جس کے لئے خاص علم اور عملی تجربے کی ضرورت تھی ہیربدوں سے متعلق تھا، ہیربد وہی لفظ ہے جو اوستا میں اَئیثْرَ پاتِی ہے، خوارزمی نے ہیربد کی تعریف "خادم النار" کی ہے[۵]، طبری نے لکھا ہے کہ خسرو دوم (پرویز) نے آتشکدے تعمیر کرائے جن میں اس نے بارہ ہزار

---

[۱] "وقائع شہدائے ایران" (اقتباسات از Braun) ص ۲۱۳۔ [۲] دیکھو باب ششم،

[۳] طبری ص ۹۶۵، [۴] شاہنامۂ فردوسی میں موبد اور موبدان موبد جو اہم فرائض انجام دیتے ہیں وہ قابل توجہ ہیں۔ نیز دیکھو نہایہ (ص ۲۲۷ - ۲۴۰) جہاں موبدان موبد شاہ متوفی کا وصیت نامہ مرتب کرتا ہے اور پھر اس کے جانشین بیٹے کو پڑھ کر سناتا ہے۔ تاریخ کے خاص خاص زمانوں میں بادشاہ کے انتخاب میں موبدان موبد کو جو دخل تھا اس کے متعلق دیکھو باب ششم، طبری کے ایک مقام (ص ۸۶۲) سے پتہ چلتا ہے کہ موبدان موبد بادشاہ کے گناہوں کے اعتراف کی سماعت بھی کرتا تھا، [۵] مفاتیح العلوم، ص ۱۱۶،

ہیربد زمزمہ و مناجات کے لئے مقرر کئے[1] ہیربد کے عہدے کی جو حرمت و توقیر ہوتی تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ ساتویں صدی میں جب عربوں نے فارس کو فتح کیا تو اس وقت اس صوبے کا حاکم ایک ہیربد تھا جو گویا دین و دنیا کی حکومت کا جامع تھا[2]۔

ہیربدوں کا رئیس اعلےٰ ہیربذان ہیربد تھا جو کم از کم عہد ساسانی کے خاص خاص زمانوں میں موبذان موبد کے بعد سب سے بڑے صاحب منصبوں میں شمار ہوتا تھا[3]، ہیربذان ہیربد جو تاریخ میں مذکور ہیں ان میں ایک تو تنسر ہے جو کلیسائے رسمی کی تنظیم میں اردشیر اوّل کا معاون تھا[4]، ایک زُروان داذ پسر مہر نرسی ہے جس کو بقول طبری "اس کے باپ نے مذہب و شریعت کے لئے وقف کر دیا تھا[5]" طبری کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ حاکم شریعت کے فرائض بھی ہیربذان ہیربد انجام دیتا تھا اور مسعودی نے تو صاف صاف لکھا ہے کہ ہیربد بحیثیت حکام عدالت قانونی فیصلے صادر کیا کرتے تھے[6]۔

کلیسائے زرتشتی کے دوسرے عہدہ دار جن کے فرائض کو ہم صحیح طور سے معین نہیں کر سکتے وَرْدَبذ (استادِ عمل[7]) اور دَسْتوَر تھے، دَسْتوَر غالباً مسائل مذہبی کے ماہر کو کہتے تھے۔ گویا ایک طرح کا فقیہ جس کی طرف لوگ شریعت کے پیچیدہ مسائل کو

---

[1] طبری ص ۱۰۴۲-۱۰۴۱، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تعداد بہت مبالغہ آمیز ہے، الیعقوبی نے ہیربد کے معنی قیّم النار بتلائے ہیں (طبع ہوتسما، ج ۱، ص ۲۰۲)، آگے چل کر معلوم ہوگا کہ بادشاہ کے سامنے آتش مقدس کے بجھنے کا اعلان ہیربذان ہیربد ہی نے کیا تھا، [2] آتشکدوں کے متعلق جملہ تفاصیل دیکھو باب ششم میں، [3] دیکھو ضمیمہ ۲، [4] دین کرد طبع پشوتن سنجانا ص ۴۵۰، ۴۵۶، کرسٹن سین (Acta Orientalia، ج ۱۰، ص ۴۵-۴۷، نیز دیکھو آگے باب سوم، [5] ص ۸۶۹، [6] مروج الذہب، ج ۲، ص ۱۵۶، [7] بنیادِ ونست (Benveniste) رسالہ "تبصرۂ مطالعات ارمنی" (بزبان فرانسیسی)، ج ۹، ص ۱۰،

حل کرانے کے لئے رجوع کرتے تھے۔[۱] ایک اور اعلیٰ عہدہ مُغان آندرزبذ یا مگوگان اندرزبد (معلمِ مُغان) کا تھا۔[۲]

یہ مذہبی عہدہ دار عامّۃ الناس کے ساتھ اپنے تعلقات میں جو فرائض انجام دیتے تھے وہ متعدّد اور مختلف تھے۔ مثلاً مراسمِ تطہیر کا ادا کرانا، گناہوں کے اعترافات کو سننا اور ان کو معاف کرنا، کفّاروں کا تجویز کرنا، ولادت کی مقررہ رسوم کا انجام دلوانا، رشتۂ مقدس یعنی زُنّار (کُستیگ) کا باندھنا، شادی اور جنازہ[۳] اور مختلف مذہبی تہواروں کے مراسم کی نگرانی وغیرہ۔ اگر اس بات کو دیکھا جائے کہ کس طرح مذہب روزانہ زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے واقعات میں بھی مداخلت کرتا تھا اور یہ کہ ہر شخص دن اور رات میں کتنی دفعہ ذرا سی غفلت پر گناہ اور نجاست میں پکڑا جاتا تھا تو معلوم ہوگا کہ مذہبی عہدہ کوئی بے کام کی نوکری نہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص جس کو بزرگوں سے کوئی مال یا جائداد ترکے میں نہ ملی ہو مذہبی پیشہ اختیار کرکے اپنے متفرق مشاغل کی بدولت بآسانی صاحب ثروت بن سکتا تھا۔[۴] ان مذہبی عہدہ داروں پر واجب تھا کہ دن میں چار دفعہ آفتاب کی پرستش کریں۔ اس کے علاوہ چاند اور آگ اور پانی کی پرستش بھی ان پر فرض تھی۔

---

[۱] اردشیر اوّل نے اوستا کے متن کو معیّن کرانے کے لئے سلطنت کے تمام "دستوروں" اور "موبدوں" کو جمع کیا تھا۔ بعض وقت لفظ "دستور" عام معنوں میں استعمال ہوتا ہے، اور اس کا اطلاق جماعتِ علمائِ زرتشتی کے تمام افراد پر ہوتا ہے۔ [۲] ایلیپرسے، دیکھو ہیوبشمن (ارمنی گرامر۔ ج ۱۔ ص ۹۹)، ہوفمن ص ۵۰۔ ۵۱، (وہ پناہ مگوگان اندرزبد)، "مَسِ مُغان" یعنی رئیس مغان کا ایک عہدہ، عربوں کی فتح کے وقت دماوند میں تھا اور اسلامی زمانے میں ڈیڑھ سو برس تک قائم رہا، لیکن یہ عہدہ ساسانیوں کے آخری زمانے میں وجود میں آیا تھا۔ (مارکوارٹ، "ایرانشہر" ص ۱۲۸)۔ [۳] مُردوں کو دخموں میں لے جاکر چھوڑ آنے کے متعلق ہم اوپر لکھ چکے ہیں (ص)۔ [۴] دین کرد، ج ۸، ۲۰، ۴۴،

ان کے لئے ضروری تھا کہ سونے اور جاگنے اور نہانے اور زنّار باندھنے اور کھانے اور چھینکنے اور بال یا ناخن ترشوانے اور قضائے حاجت اور چراغ جلانے کے وقت خاص خاص دعائیں پڑھیں، انہیں حکم تھا کہ ان کے گھر کے چولھے میں آگ کبھی بجھنے نہ پائے، آگ اور پانی ایک دوسرے کو چھونے نہ پائیں، دھات کے برتنوں پر کبھی زنگ نہ آنے پائے کیونکہ دھاتیں مقدس ہیں۔ جو شخص کسی میّت یا حائضہ عورت یا زچّہ کو (خصوصاً جس نے مُردہ بچہ جنا ہو) چھو جائے اس کی ناپاکی کو دُور کرنے کے لئے جو رسوم و قواعد تھے ان کا پُورا کرنا حد سے زیادہ پُر زحمت اور تھکا دینے والا تھا، ارداگ ویراز نے جو بہت بڑا صاحبِ کشف تھا، جب عالمِ رُویا میں دوزخ کو دیکھا تو وہاں قاتلوں اور جھُوٹی قسم کھانے والوں اور لواطت کرنے والوں اور دوسرے مجرموں کے علاوہ ایسے لوگ بھی دیکھے جن کا گناہ یہ تھا کہ انھوں نے زندگی میں گرم پانی سے غسل کیا تھا یا پانی اور آگ میں ناپاک چیزیں پھینکی تھیں یا کھانا کھانے میں باتیں کی تھیں یا مُردوں پر روئے تھے یا بے جوتوں کے پیدل چلے تھے،

ان مذہبی پیشواؤں کے رتبے اور مقام کے متعلق جملہ تفاصیل کتاب ہیربدستان (قانون نامۂ کلیسائی) اور نیرنگستان (قوانین رسوم مذہبی) میں مسطور ہیں، یہ دونو کتابیں نسک پارم نسک کے دو باب ہیں جو ساسانی اوستا کی گم شدہ جلدوں میں سے ایک ہے[۵]، ہیربدستان میں منجملہ اور باتوں کے علماء مذہب کو دیہات و قصبات میں مذہبی تعلیم دینے اور مراسم عبادت ادا کرانے کی غرض سے بھیجنے کے مسئلے پر بحث ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اُن کو اپنی غیر حاضری میں اپنی زمین کی

۵ـ ان کا خلاصہ دین کرد (۸، ۲۸) میں دیا ہے، دونوں بابوں کا کچھ حصہ آج بھی باقی ہے، نیرنگستان (چاپ فوٹو زنکو بتصحیح داراب دستور پشوتن سنجانا (بمبئی ۱۸۹۴ء)، ترجمہ انگریزی از بلسارا (بمبئی ۱۹۱۵ء)،

کاشت کا کیا انتظام کرنا چاہیئے ، پھر اس بات پر بحث ہے کہ خاص حالات کے اندر مراسم عبادت میں امداد کے لئے کسی عورت یا بچے کی خدمات سے کیونکر مستفید ہونا چاہیئے - وغیرہ وغیرہ ، ہُسپارم نسک کے ایک اور باب میں اس امر پر بحث ہے کہ زؤتر کو (جو آتشکدہ میں آگ کے روبرو نماز ادا کرانے کا پیش امام ہوتا ہے [1]) کیا اُجرت دینی چاہیئے ، اس کے علاوہ اسی قسم کے دوسرے کلیسائی مراسم پر بحث ہے [2] دیہات میں کسانوں پر یہ بات واجب کی گئی تھی کہ معلّمِ مذہب کو کھلانے پلانے اور اس کی باقی تمام ضروریات کے کفیل ہوں [3]

پیشوایانِ مذہب کا صرف یہی فرض نہیں تھا کہ وہ مراسم کو ادا کرائیں بلکہ لوگوں کی اخلاقی رہنمائی اور روحانی حکومت بھی ان کے ذمے تھی ، اور پھر تعلیمات کا سارا سلسلہ (ابتدائی درجے سے لے کر اعلےٰ درجے تک) ان علماءِ مذہب ہی کے ہاتھ میں تھا کیونکہ صرف یہی لوگ تھے جو علومِ زمانہ کے تمام شعبوں پر حاوی تھے ، کتبِ مقدّسہ اور ان کی تفاسیر کے علاوہ غالباً ایک کافی تعداد شریعت اور دینیات کی کتابوں کی موجود ہوگی ، ایلینرس [4] نے ایک موبد کا ذکر کیا ہے جس کو علومِ دینی میں تبحّر کی وجہ سے ہمگ دین (مذہب میں عالمِ کامل [5]) کا پُرتوقیر لقب دیا گیا تھا ، اس نے قانون کی وہ پانچ کتابیں پڑھی تھیں جن میں مُغوں کے تمام عقاید درج ہیں یعنی اَنپرتنگ اش [6] ، پوژپیت [7] پہلویگ (مجموعۂ قوانین پہلوی)

---

[1] نماز کی تفصیل دیکھو باب سوم میں ، [2] دینکرد (۸ ، ۳۱ ، ۲۰۰) [3] دینکرد (۹ ، ۴۱ ، ۱۶) ، [4] Elisaeus ،
[5] علاّمہ کا مترادف (مترجم) ، [6] یہ ارمنی شکل ہے جس کی تہ میں شاید پہلوی لفظ امبرد کیش چھپا ہو جس کے معنی کم وبیش "عقاید دینی کا کامل مجموعہ" ہونگے ، [7] پہلوی پزپتیت بمعنی "کردہ گناہوں کا اعتراف" - گناہوں کے اعتراف کا دستور عہدِ ساسانی کی بدعت تھی جو بظاہر عیسائیت یا مانویّت کے اثر میں پیدا ہوئی - دیکھو پٹازونی (Pettazzoni) کا مضمون در "یادگار نامۂ مودی" (Modi Memorial Volume) ص ۴۴۲ ببعد ،

پارسیگ دین (مذہب پارسی) اور ان کے علاوہ موبدوں کے مخصوص عقاید کا بھی وہ عالم تھا ،

اس کتاب کے باب ششم میں ہم موبدوں کے عدالتی فرائض پر بحث کریں گے ؛

مالیّات

واستریوشان سالار صاحب الخراج کو کہتے تھے[1] لفظ واستریوشان سالار یا واستریوش بذ کے معنے "رئیسِ کاشتکاران" کے ہیں ، چونکہ خراج کا سارا بوجھ زراعت پر تھا اور لگان کی شرح ہر ضلع کی اچھی یا بُری کاشتکاری اور زرخیزی پر موقوف تھی لہذا یقیناً واستریوشان سالار پر یہ واجب تھا کہ زمینوں کے جوتنے بونے اور آب پاشی کے انتظام کی نگرانی کرے ، اغلب یہ ہے کہ واستریوشان سالار محکمۂ مالیات کا رئیس اعلےٰ تھا اور ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ نہ صرف خراج بلکہ شخصی ٹیکس کا وصول کرنا بھی اسی کے ذمّے تھا ، اسلئے کہ اس کو ہُتُخش بذ (دستکاروں کا افسر) بھی کہتے تھے ، اور دستکاروں میں وہ سب لوگ شامل تھے جو ہاتھ کی محنت سے روزی کماتے تھے مثلاً غلام ، کسان ، تاجر وغیرہم ، خلاصہ یہ ہے کہ واستریوشان سالار وزیر مالیات بھی تھا وزیر زراعت بھی اور وزیر صنعت و تجارت بھی ،

واستریوشان سالاروں میں سے جو تاریخ میں مذکور ہیں ، ایک تو گُشنسپ آذار ہے جو بہرام پنجم کی تخت نشینی سے پہلے گذرا ہے[2] ، ایک

---

[1] طبری ص ۸۶۹ ، ہرسفلٹ : پاہلوی (فرہنگ - نمبر ۲۷۴) ، [2] دینوری ص ۵۷ ،

ماہ گشنسپ پسر مہر نرسی[1] ہے اور ایک یزدین ہے جو مذہباً عیسائی تھا اور خسرو دوم (پرویز) کے عہد میں تھا۔[2]

محکمۂ مالیات کے اعلےٰ افسروں میں ایک تو آمارکار تھے جن کو کلکٹر یا محاسبین اعلےٰ کہنا چاہیئے، ایک اعلےٰ عہدہ ایران آمارکار کا تھا جو غالباً وزرگ فرمادار کا قائم مقام تھا۔[3] لیکن ہم اس بات کو ٹھیک ٹھیک نہیں بتلا سکتے کہ وہ استر وشان سالار کے مقابلے پر اس کے فرائض منصبی کیا تھے۔ پھر ایک عہدہ در آمارکار کا تھا یعنی دربار یا محل شاہی کا محاسب اعلےٰ،[4] ایک واسپہران آمارکار تھا جو واسپہروں کی جاگیروں سے سرکاری لگان وصول کرتا تھا۔[5] اور ایک شہر آمارکار تھا جو غالباً صوبجات کی حکومت کا محاسب تھا۔[6] ایک عہدہ آذر بذگان آمارکار بھی سننے میں آیا ہے جو صوبۂ آذربایجان کا محصّل تھا۔[7]

بادشاہ کا خزانچی غالباً گنزوَر[8] کہلاتا تھا، ہرتسفلٹ کا خیال ہے کہ ٹکسال کے محافظ کو گہبذ کہتے تھے۔[9]

گورنمنٹ کی آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع خراج اور شخصی ٹیکس تھے،[10]

---

[1] طبری ص ۸۶۹، [2] طبری ص ۱۰۶۰، [3] دیکھو ضمیمہ ۲ کا آخری حصّہ [4] ہرتسفلٹ، پائی کُلی، ص ۸۰-۸۱، [5] ایضاً، فرہنگ (نمبر ۵۰-۵۱)، [6] ایضاً، فرہنگ (نمبر ۴۳۸)، [7] پاخوموف (Pachomov) و نائی برگ (Nyberg) در "رسالۂ انجمن علمی آذربائجانی" (زبان فرانسیسی)، ص ۲۶-۳۴، [8] ہیوبشمن ارمنی گرامر، ج ۱، ص ۱۲۶، [9] پائی کُلی، (فرہنگ - نمبر ۲۴۷)، [10] عربوں کے عہد حکومت میں خراج اور جزیہ کے لفظ استعمال ہوتے تھے جن میں سے پہلا تو پہلوی لفظ خراگ اور دوسرا لفظ گزیت ہے جو آرامی سے پہلوی میں مستعار لیا گیا تھا۔ دیکھو نولڈکہ (ترجمۂ طبری ص ۲۴۱، ح ۱)، اسلام کی پہلی صدی میں یہ دونو لفظ بلا امتیاز کبھی زمین کے لگان کے لئے اور کبھی شخصی ٹیکس کے لئے استعمال ہوتے تھے، نولڈکہ نے ایک پرائیویٹ خط میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں (باقی حاشیہ بر صفحہ ۴۸)

شخصی ٹیکس کی ایک خاص رقم سالانہ مقرر ہو جاتی تھی جس کو محکمۂ مالیات مناسب طریقے سے اداکنندگان پر تقسیم کر دیتا تھا، خراج کی وصولی اس طرح ہوتی تھی کہ زمین کی پیداوار کا حساب لگا کر ہر ضلع سے اس کی زرخیزی کے مطابق چھٹے حصے سے ایک تہائی تک لے لیا جاتا تھا[1]۔

با ایں ہمہ خراج اور ٹیکس کے لگانے اور وصول کرنے میں محصّلین خیانت اور استحصال بالجبر کے مرتکب ہوتے تھے، اور چونکہ قاعدۂ مذکور کے مطابق مالیات کی رقم سال بسال مختلف ہوتی رہتی تھی، یہ ممکن نہ تھا کہ سال کے شروع میں آمدنی اور خرچ کا تخمینہ ہو سکے، علاوہ اس کے ان چیزوں کو ضبط میں رکھنا بھی بہت مشکل تھا۔ بسا اوقات نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ادھر تو جنگ چھڑ گئی اور اُدھر روپیہ ندارد، ایسی حالت میں پھر غیر معمولی ٹیکسوں کا لگانا ضروری ہو جاتا تھا اور تقریباً ہمیشہ اس کی زد مغرب کے مالدار صوبوں خصوصاً بابِل پر پڑتی تھی۔

تاریخ میں اکثر اس بات کا ذکر آتا ہے کہ بادشاہ نے اپنی تخت نشینی پر پچھلے خراج کا بقایا معاف کر دیا، نئے بادشاہ کے لئے یہ بات ہر دلعزیزی کا باعث ہوتی تھی، بہرام پنجم نے اپنی تخت نشینی کے موقع پر حکم دیا تھا کہ مالیات کا بقایا

(بقیۂ حاشیہ صفحہ ۴۷) :۔ قانون دیوانی میں اس رقم کو بھی خراج کہتے تھے۔ جو ایک پیشہ ور غلام اپنی آمدنی میں سے اپنے آقا کو دیتا تھا، تلمود میں لفظ خَرَگا شخصی ٹیکس کے معنوں میں آیا ہے غرض یہ کہ عہدِ ساسانی میں ان دو لفظوں کا الگ الگ استعمال ہم ٹھیک طور پر معیّن نہیں کر سکتے۔ آٹھویں صدی عیسوی کے نصفِ اوّل میں جا کر عربوں نے ان دو اصطلاحوں کے معنی معیّن کئے یعنی خراج زمین کا ٹیکس اور جزیہ شخصی ٹیکس، (دیکھو ولہاؤزن Wellhausen "سلطنتِ عرب" ص ۱۳۷ و ۲۹۹، نیز بیکر Becker "تاریخ مصر" ص ۸۷ و ۱۱۰)،

حاشیۂ صفحہ ہذا:۔ [1] یا بقول دینوری (ص ۷۲) پیداوار کے دسویں حصے سے نصف تک، گاؤں یا شہر کے کم یا زیادہ فاصلے کو بھی حساب میں لایا جاتا تھا،

جو سات کروڑ درہم کی خطیر رقم بنتی تھی معاف کر دیا جائے اور اس کے سا[illegible] جلوس کا خراج بھی بقدر ایک تہائی کے کم کر دیا جائے[1]۔ شاہ پیروز نے قحط[illegible] کے زمانے میں اپنی رعایا کو خراج اور جزیہ اور خیراتی ٹیکس (جو رفاہِ عام کے کاموں کے لئے لیا جاتا تھا) اور بیگار اور تمام دوسرے بوجھ بار معاف کر دیئے تھے[2]۔

باقاعدہ ٹیکسوں کے علاوہ رعایا سے نذرانے لینے کا بھی دستور تھا جس کو آئین کہتے تھے۔ اسی آئین کے مطابق عید نوروز اور مہرگان کے موقعوں پر لوگوں سے جبراً تحفے تحائف وصول کئے جاتے تھے[3]۔ خزانۂ شاہی کے ذرائع آمدنی میں سے ہمارا خیال ہے کہ سب سے اہم جاگیر ہائے خالصہ کی آمدنی اور وہ ذرائع تھے جو بادشاہ کے لئے حقوقِ خسروی کے طور پر مخصوص تھے۔ مثلاً فارنگیون (علاقۂ آرمینیہ) کی سونے کی کانوں کی ساری آمدنی بادشاہ کی ذاتی آمدنی تھی[4]۔ ان کے علاوہ مالِ غنیمت بھی ایک ذریعہ آمدنی کا تھا اگرچہ وہ آمدنی غیر معین اور بے قاعدہ تھی۔ خسرو دوم اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے[5] ان اشیاء کی فہرست بیان کرتا ہے جو اس نے جنگ میں غنیمت کے طور پر حاصل کیں۔ اس فہرست میں سونا اور چاندی اور جواہرات اور پیتل اور فولاد اور ریشم اور اطلس اور دیبا اور مویشی اور اسلحہ اور عورتیں اور بچے اور مرد جو گرفتار ہو کر آئے وغیرہ وغیرہ تھے۔

---

[1] طبری ص ۸۶۶، [2] طبری، ص ۸۷۲، [3] فان فلوٹن (Van Vloten): "حکومتِ عرب تحقیقات" (بزبان فرانسیسی) ص ۹، تحفے تحایف پیش کرنے کی رسم اس وقت بھی ایران میں جاری ہے دیکھو کرزن کی کتاب "ایران" جس میں جابجا اس کا ذکر پایا جاتا ہے، گرین فیلڈ (Greenfield): "تنظیم دولت ایرانی" (جرمن) برلن ۱۹۰۴ء، ص ۲۴۶، عید نوروز و مہرگان کے متعلق دیکھو باب سوم، [4] پروکوپیوس، ج ا، ص ۱۵، [5] اس کی تفصیل کے لئے دیکھو باب نہم،

اس بات کا ثبوت کہ اس زمانے میں محصولِ درآمد بھی لیا جاتا تھا ہم کو اُس صُلح نامہ کی شرائط سے ملتا ہے جو ۵۶۲ء میں خسرو اوّل (انوشیروان) اور قیصر جسٹینین[1] کے درمیان طے ہوا۔ اس صلحنامے کی دفعہ ۳ میں یہ قرار پایا کہ ایرانی اور رومی تاجر ہر قسم کا مالِ تجارت اسی طرح لاتے اور لے جاتے رہیں جیسا کہ وہ ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں۔ لیکن چاہیئے کہ کُل مالِ تجارت محصول خانوں میں سے ہو کر جائے۔ اور دفعہ ۴ میں یہ شرط لکھی گئی کہ فریقین کے سفیر اور سرکاری قاصد اس بات کے مجاز ہوں کہ جب وہ فریقِ ثانی کے ملک میں وارد ہوں تو ڈاک کے گھوڑوں کو سواری کے لئے استعمال کر سکیں اور ان کے ہمراہ خواہ کتنا ہی مال کیوں نہ ہو اس کو بلا رکاوٹ جانے دیا جائے۔ اور اس پر کوئی محصول نہ لیا جائے[2]۔

سلطنت کے مصارف کی بڑی بڑی مدوں میں ایک تو جنگ تھی، دوسرے دربار کے اخراجات، سرکاری ملازموں کی تنخواہیں، گویا حکومت کی کل کو باقاعدہ چلانے کا خرچ، پھر زراعت کے لئے رفاہِ عام کے کام مثلاً نہروں اور بندوں کی تعمیر اور ان کی نگہداشت کے اخراجات وغیرہ، لیکن رفاہِ عام کے کاموں سے جن صوبوں کی آبادی کو خاص طور سے فائدہ پہنچتا تھا وہاں کے لوگوں سے ان کاموں کے لئے چندہ لیا جاتا تھا۔ اور شاید یوں بھی بالعموم لوگوں سے ایسی تعمیرات کے لئے خاص مالیہ وصول کیا جاتا تھا۔ مالیات کا بقایا معاف کرنے کے علاوہ بعض اوقات غرباء کو نقد روپیہ بھی تقسیم کیا جاتا تھا، جیسا کہ مثلاً بہرام پنجم اور پیروز نے کیا[3]۔ بہرام نہ صرف غرباء کو خیرات تقسیم کرتا تھا بلکہ اس کی بخششوں سے امراء و نجباء بھی بہرہ مند ہوتے تھے

---

[1] Justinian ، [2] دیکھو گرے (Gray) کا مضمون مودی کے "یادگارنامے" میں (ص ۱۴۹)، نیز "کتاب استقلال گمرک ایران" تالیف رضا صفی نیا (طہران ۱۳۰۷ھ ہجری شمسی)، ص ۹۹ - ۱۰۲، [3] طبری ص ۸۶۶ و ۸۷۳،

جن کو اس نے دو کروڑ درہم انعام و اکرام کے طور پر دیئے۔ لیکن پبلک کے فائدے کے لئے جتنا روپیہ شاہی خزانے سے خرچ ہوتا تھا وہ کچھ زیادہ نہ تھا، شاہان ایران کے ہاں ہمیشہ یہ دستور رہا کہ جہاں تک ممکن ہوتا اپنے خزانے میں نقد روپیہ اور قیمتی اشیاء جمع کرتے تھے۔

ارمنی مؤرخوں کے بیان کے مطابق جب نیا بادشاہ تخت نشین ہوتا تھا تو خزانے میں جتنا روپیہ موجود ہوتا اس کو گلا دیا جاتا اور پھر نئے بادشاہ کی تصویر کے ساتھ نئے سکے بنائے جاتے تھے، اسی طرح جس قدر سندیں پرانے کاغذات میں محفوظ ہوتی تھیں۔ ان میں ضروری تبدیلیاں کر کے نئے بادشاہ کے نام سے ان کو دوبارہ نقل کر کے رکھا جاتا تھا[۱]۔

صنعت و حرفت، تجارت اور آمد و رفت کے راستے

مشہور چینی سیاح ہیون سیانگ جس نے ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں مغربی ایشیا کے ملکوں کی حالت بیان کی ہے نہایت مختصر الفاظ میں ایران کی صنعت و حرفت کے بارے میں لکھتا ہے کہ "اس ملک کی صنعتی پیداوار میں سونے، چاندی، تانبے اور بلور کی بنی ہوئی چیزیں، نایاب قسم کے موتی اور دوسری مختلف قسم کی قیمتی اشیاء ہیں، یہاں کے صناع ریشم کا نہایت باریک دیبا، اونی کپڑے اور قالین وغیرہ بُن سکتے ہیں"[۲] اس میں کوئی شک نہیں کہ پارچہ بافی ایران کی

---

[۱] پاتکانیان: "مجلۂ آسیائی" (J. A.) ۱۸۶۶ء، ج ۱، ص ۱۱۴۔ [۲] انگریزی ترجمہ سفرنامہ ہیون سیانگ از بیل (Beal)، ص ۲۷۸۔

عمدہ صنعتوں میں سے شمار ہوتی رہی ہے۔

نئی قسم کی صنعتوں کو رائج کرنے کے لئے اور بنجر علاقوں کو آباد کرنے کی غرض سے ایران میں یہ دستور رہا ہے کہ ملک کے مختلف حصّوں میں اسیران جنگ کی نئی بستیاں آباد کی جاتی تھیں، مثلاً داریوش اوّل نے اریٹریا[1] کے بہت سے باشندوں کو خوزستان میں لاکر آباد کیا تھا[2] اور شاہ اورودیس[3] نے رومن قیدیوں کی بستیاں مرو کے نواح میں بسائی تھیں، اسی طرح شاپور اوّل نے رومن قیدیوں کو جندیشاپور میں آباد کیا تھا اور فن انجنیری میں ان کی مہارت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے وہ مشہور بند تعمیر کرایا جو تاریخ میں "بند قیصر" کے نام سے مذکور ہے[4]، شاپور دوم نے جو قیدی آمد میں گرفتار کئے تھے انہیں شوش، شوشتر اور اہواز کے دوسرے شہروں میں تقسیم کر دیا جہاں انہوں نے دیبا اور دوسرے ریشمی کپڑے بننے کی صنعت کو رائج کیا[5]۔ اگرچہ بسا اوقات اس قسم کی بستیاں تھوڑی مدت کے بعد ویران ہو جاتی تھیں لیکن کبھی کبھی ان کی آبادی پائدار بھی ثابت ہوتی تھی[6]۔

خشکی کے راستے سے جو تجارت ہوتی تھی اس کے لئے قدیم کاروانی راستے استعمال کئے جاتے تھے، طیسفون سے جو دجلہ کے کنارے پر سلطنت کا پایۂ تخت تھا ایک شاہراہ حلوان اور کنگاور ہوتی ہوئی ہمدان پہنچتی تھی جہاں سے مختلف راستے مختلف سمتوں کو جاتے تھے، ایک جنوب کو خوزستان اور

---

[1] Eretria، مشرقی یونان میں ایک نہایت آباد شہر تھا، داریوش اوّل نے ۴۹۰ قبل مسیح میں اسے فتح کر کے ویران کر دیا تھا اور اس کے اکثر باشندوں کو غلام بنا لیا تھا (مترجم)، [2] ہیروڈوٹس، ج ۶ ص ۱۱۹، [3] Orodes، [4] نولڈکہ: ترجمۂ طبری، ص ۳۳، ح ۲، [5] مسعودی: مروج الذہب ج ۲ ص ۱۸۶، [6] شپیگل (Spiegel): "تاریخ ایران قدیم" (جرمن)، ج ۳، ص ۶۶۰،

فارس میں سے گذرتا ہوا خلیج فارس تک پہنچتا تھا، دوسرا رستے کو (جو طہران جدید کے قریب واقع تھا) جہاں سے وہ گیلان اور کوہستان البرز کی تنگ گھاٹیوں کو طے کرتا ہوا بحر خزر تک جاتا تھا یا خراسان میں سے گذرکر وادی کابل کی راہ سے ہندوستان میں جا داخل ہوتا تھا یا ترکستان اور گذرگاہ تارم میں سے ہوکر چین پہنچ جاتا تھا ؛

رومن امپائر کی طرف آمدورفت کے لئے شہر نصیبین ایک اہم مرکز تھا، ۲۹۸ء میں جو صلحنامہ شاہ نرسی اور قیصر ڈائیوکلیشین[1] کے درمیان طے ہوا اس کی ایک شرط یہ تھی کہ دونو سلطنتوں کے درمیان آمدورفت کا (واحد) مرکز نصیبین ہو، لیکن صلحنامے کی اس شرط کو نرسی نے منظور نہ کیا، مؤرخ مارسلینوس کے زمانے سے شہر بٹنی[2] میں جو فرات کے مشرقی کنارے کے قریب واقع تھا ہر سال ستمبر کے شروع میں ایک بہت بڑا میلہ لگتا تھا جس میں ہندوستان اور چین کا مال تجارت بکثرت آکر فروخت ہوتا تھا[3]، قیصر ہونوریوس[4] اور تھیوڈوسیوس[5] صغیر کے ایک فرمان مجریہ ۴۱۰ء کی رو سے جن شہروں میں ایرانیوں کے ساتھ تجارتی لین دین کی اجازت تھی وہ مشرق میں دجلہ کی جانب شہر نصیبین تھا، مغرب میں فرات کی جانب شہر کیلی نیکوس[6] اور شمال کی طرف آرمینیہ میں شہر ارٹکساٹا[7]، چونکہ نصیبین اور سنگارا (سنجار) کے باشندے ان شہروں کو خالی کر گئے تھے لہذا ۳۶۳ء کے صلحنامے کی رو سے وہ سلطنت روم کے حوالے کر دیئے گئے تھے[8] ؛

---

[1] Dioclετian ، [2] Batnae ، [3] تاریخ مارسلینوس ج ۱۴، ص ۰۳ [4] Honorius ، [5] Theodosius the Younger ، [6] Callinicus [7] Artaxata ، دیکھو موسیو رینو کی کتاب موسوم بہ "مشرقی ایشیا کے ساتھ سلطنت روم کے سیاسی اور تجارتی تعلقات" (بزبان فرانسیسی)، ۱۸۶۳ء ص ۲۶۷ ، [8] مارسلینوس ج ۱۵، ص ۷۷

سمندر کے راستے کی تجارت بہت اہم تھی، اردشیر اوّل نے جب میسین اور خاراسین[1] پر قبضہ کیا تو وہاں کی قدیم بندرگاہوں کی توسیع کی اور نئی بندرگاہیں تعمیر کرائیں۔ رینو[2] لکھتا ہے کہ "ایرانیوں نے عرب کے ساتھ مل کر جبکہ وہ اپنی حسن تدبیر سے ان کے ساتھ متحد ہو کر حکومت کر رہے تھے رفتہ رفتہ جہازوں کا ایک معقول بیڑا تعمیر کر لیا۔ ایرانی جہاز مشرقی سمندروں میں یکے بعد دیگرے نمودار ہوتے گئے شروع شروع میں تو رومی اور حبشی جہازوں کے ساتھ رقابت رہی لیکن آخر میں ایرانیوں کی بحری طاقت کو غلبہ ہو گیا منجملہ اور وجوہات کے ایرانیوں کا یہ بحری غلبہ اس بات کا باعث ہوا کہ مشرقی سمندروں میں روم کی طاقت پہلے تو زوال پذیر ہوئی اور پھر بالکل نابود ہو گئی"[3] ۵۲۳ء میں جب شاہ حبشہ نے اہل حجاز پر حملہ کیا تو علاوہ سات سو ہلکی کشتیوں کے جو اس نے تعمیر کرائیں چھ سو رومی اور ایرانی جہاز اس کے ہمراہ تھے، لیکن ہندوستان اور لنکا کی پیداوار کو اہل روم کے لئے اس زمانے میں حبشی جہاز لاتے تھے"[4]

مال تجارت جو ایران میں سے ہو کر گزرتا تھا اس میں سب سے اہم چیز ریشم تھی[5]، چین سے جتنا ریشم اس طور پر ایران میں وارد ہوتا تھا اہل ایران اس کا بہت بڑا حصّہ کپڑا بننے کے لئے خود رکھ لیتے تھے اور اس طرح ان کے لئے یہ بات ممکن ہو جاتی تھی کہ ممالک مغرب میں اپنے ہاں کا بنا ہوا ریشمی کپڑا جس قیمت پر چاہیں

---

[1] میسین اور خاراسین دو چھوٹے چھوٹے صوبے تھے جو ساحل خلیج فارس پر شط العرب کے نواح میں واقع تھے۔ (مترجم)

[2] Reinaud

[3] رینو، کتاب مذکور ص ۲۴۱، ۲۹۲، نیز اسی مصنف کا مضمون بہ عنوان "مملکت ہای میسین اور خاراسین پر یادداشت" (روئداد فرنچ انسٹیٹیوٹ .... ج ۲۴ ب ص ۱۵۵ بعد)، اور شیڈر (Schaeder) کا مضمون "حسن بصری" در رسالۂ اسلام (جرمن) ج ۱۴ ص ۴ بعد۔

[4] رینو، کتاب مذکور ص ۲۶۹۔ [5] یوستی (Justi) در گرنڈرس (ج ۲ ص ۴۷۷ ح ۱)۔

فروخت کریں۔ لیکن چھٹی صدی سے اہل روم نے اپنے ہاں کامیابی کے ساتھ شہتوت کی کاشت اور ریشم کے کیڑے کی پرورش شروع کردی اور ریشمی کپڑا خود بُننے لگے جس کی وجہ سے کسی حد تک وہ باہر سے ریشم منگوانے سے بے نیاز ہو گئے۔ ترکوں نے اہل سغد کی تحریک سے جو ان کی رعایا تھے خسرو اوّل سے اس بات کی اجازت حاصل کرنی چاہی کہ ان کے ہاں کے ریشم کو ایران میں سے گذرنے دیا جائے لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی[1]۔

اہل چین جو چیزیں ایران سے خریدتے تھے ان میں سے ایک ایران کا مشہور غازہ تھا جو چین کی عورتیں بھوؤں پر لگاتی تھیں، وہ اس کو بہت مہنگی قیمت پر لیتے تھے اور ملکۂ چین اپنے خاص استعمال کے لئے اس کو منگاتی تھی[2]۔ چینی لوگ بابل کے قالین بھی بہت شوق سے خریدتے تھے[3]۔ ان چیزوں کے علاوہ شام کے قیمتی پتھر (قدرتی اور مصنوعی)، بحر قلزم کے مرجان اور موتی، شام اور مصر کے بُنے ہوئے کپڑے اور مغربی ایشیا کے مُسکرات بھی چین میں ایران کے راستے سے جاتے تھے[4]۔

ڈاک کا انتظام جو خلفاء نے ایران سے حاصل کیا وہ تقریباً اسی شکل میں تھا جو عہد ہخامنشی میں تھی اور جس کا علم ہمیں یونانی مصنفوں کے ذریعے سے ہوا ہے۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ساسانیوں کے زمانے میں بھی اس انتظام کی بالکل وہی صورت تھی، محکمۂ ڈاک صرف گورنمنٹ کی خدمت انجام دیتا تھا اور پبلک کے ساتھ اسے کوئی واسطہ نہ تھا، اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ مرکزی حکومت اور

---

[1] ہرتسفلٹ کی کتاب موسوم بہ "ایشیا کا دروازہ" (جرمن) ص ۱۲۲، شیڈر: "ایرانیکا" ص ۴۱ ببعد، [2] ہرتھ (Hirth)، "مطالعات چینی" ص ۲۲۵ ببعد، [3] ایضاً: "چین و مشرق رومی" (انگریزی) ص ۲۳۵، [4] ایضاً ص ۲۳۴ - ۲۷۹،

صوبوں کی حکومت کے درمیان ایک سریع اور آسان ذریعۂ خبررسانی کا کام دے، ڈاک کے ذریعے سے آدمیوں کو اور خطوط کو ایسے راستوں سے لے جایا جاتا تھا جہاں ہر قسم کا سامان مہیا ملتا تھا، ڈاک کی ہر چوکی پر اس کی اہمیت کے مطابق ملازموں کا عملہ اور گھوڑے مامور رہتے تھے[۱]، ڈاک لے جانے کا کام گھوڑوں کے سوار بھی کرتے تھے اور ہرکارے بھی جو پیدل دوڑتے تھے، ہرکاروں سے زیادہ تر ایرانی علاقوں میں کام لیا جاتا تھا جہاں چوکیوں کے درمیان فاصلے بہت تھوڑے ہوتے تھے بہ نسبت شامی اور عربی علاقوں کے جہاں ڈاک لے جانے کا کام اونٹوں سے لیا جاتا تھا[۲]، ایوبرید، دوبرید، سہ برید پہلوی میں ڈاک کی اصطلاحات تھیں جن سے مراد قاصد ان تیز رفتار تھے جو شاہی ڈاک کے ایک یا دو یا تین گھوڑوں کو ایک ساتھ لے جا سکتے تھے اور باری باری سے ان پر سوار ہوتے تھے[۳]۔

---

[۱] "بگدیس پانیگ" بزبان پہلوی وہ گھوڑا جس پر شاہی قاصد سوار ہوتا ہو، دیکھو پہلوی کتاب "شاہ خسرو اور اس کا غلام (طبع اون والا، آرٹیکل ۹۹ اور اسپرا ڈیٹر کا نوٹ)، [۲] فان کریمر: "تاریخ تمدن مشرقی در عہد خلفاء" (جرمن)، ج ۱ ص ۱۹۵-۱۹۶، اس بات کو تحقیق کرنا ممکن نہیں ہو سکا کہ آیا محکمہ ڈاک کے ڈائرکٹروں کے ذمے یہ فرض بھی تھا جیسا کہ خلفاء کے زمانے میں تھا، کہ وہ صوبجات کی حکومت کی نگرانی کریں اور بادشاہ کو اپنی رپورٹ بھیجتے رہیں، اس قسم کی نگرانی جو کم و بیش خفیہ ہوتی تھی کم از کم بعض زمانوں میں اضلاع کے حکام عدالت کے ذمے لگائی جاتی رہی ہے لیکن یہ بعید نہیں ہے کہ خفیہ قسم کی نگرانی اور اور شکلوں میں موجود رہی ہو، ایران میں ہمیشہ سے جاسوسی نہایت منظم شکل میں رائج رہی ہے، نامۂ تنسر (طبع ڈارمسٹیٹر ص ۲۲۶) سے پتہ چلتا ہے کہ خسرو اول کے زمانے میں امراء خفیہ نگرانی کی مصیبت کو شدت سے محسوس کرتے تھے اور اس جاسوسی نے "لوگوں کو بیحد خوف زدہ اور متحیر بنا رکھا تھا"، اس کے مقابلے پر حکومت اپنے بچاؤ کے لیے جاسوسی کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتی تھی کہ "بادشاہ کی آنکھ (یعنی جاسوس)، وہی شخص ہو سکتا ہے جو دیانتدار، مطیع، پرہیزگار، وفادار، باخبر، دیندار اور پارسا ہو جو بادشاہ کو ہرگز ایسی بات کی اطلاع نہ دے جو قطعی طور سے یقینی نہ ہو اور جس کی تصدیق نہ ہو سکے لہٰذا ایسے شخص سے بیگناہوں کو کیا خوف ہو سکتا ہے"، [۳] گائیگر (Geiger)، "ویانا کا رسالہ علوم مشرقی" ۱۹۱۵ء ص ۳۰۹ بعد،

فوج

خسرو اوّل کے زمانے تک سلطنت کی ساری فوج ایک واحد سپہ سالار کے ماتحت تھی جس کو ایران سپاہ بذ کہتے تھے[1]۔ لیکن اس کا حلقۂ عمل بہت زیادہ وسیع تھا بہ نسبت اس سپہ سالار کے جس کا تصوّر ہمیں موجودہ زمانے میں ہے، وہ سپہ سالار بھی تھا، وزیر جنگ بھی اور شرائطِ صلح کا طے کرنا بھی اسی کے اختیار میں تھا، اس بات کا ثبوت کہ کل سلطنت کی سپاہ کا نظم ونسق اس کے ہاتھ میں تھا ہمیں اس بات سے ملتا ہے کہ وہ بادشاہ کے مشیروں کی قلیل جماعت کا ممبر تھا وزیر کی حیثیت سے جنگ کے محکمے کا دار و مدار اسی پر تھا لیکن ساتھ ہی اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ وُزُرگ فرمادار (وزیر اعظم) کے اختیارات صاف طور پر محدود نہیں تھے اور سپاہ کے معاملات میں وہ ہمیشہ دخل دے سکتا تھا، علاوہ اس کے خود بادشاہ بھی وقتاً فوقتاً محکمۂ جنگ کے انتظام میں مداخلت کرتا رہتا تھا، شاہانِ ساسانی میں سے اکثر خود جنگ کے شوقین تھے اور لڑائیوں میں عملی طور پر حصّہ لیتے تھے، لہٰذا ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اس قسم کے جنگجو بادشاہوں کے ماتحت ایران سپاہ بذ کو اپنے اختیارات میں کچھ زیادہ آزادی نہیں ہوتی ہوگی "

عہدِ ساسانی کے ابتدائی دَور میں جو سپہ سالار تھے ہم یہ نہیں بتلا سکتے کہ ان میں سے کون کون ایران سپاہ بذ تھا، خاص خاص اضلاع کے حاکم بھی سپاہ بذ کہلاتے تھے[2]، اور بادشاہ کبھی کبھی مرزبانوں اور کنارنگوں کو فوج کا افسر

---

[1] پورا لقب کارنامگ میں ملتا ہے (۱۰، ۷)، [2] تاریخ میں اکثر جگہ سواد یعنی میسوپوٹیمیا کے سپاہ بذ کا ذکر آیا ہے بقول دینوری (ص ۵۶) یزدگرد اوّل کی وفات کے بعد وِستہم (بستہم) سواد کا سپاہ بذ تھا اور نہایہ (ص ۲۲۶) میں شاپور بن بہرام کو کواذ اوّل کے عہد میں سواد کا سپاہ بذ لکھا ہے، دیکھو ضمیمہ نمبر ۲ "

بنا کر بھیوں پر بھیج دیتا تھا، بازنطینی، ارمنی اور سریانی مؤرخ ہمیں ایرانی سپہ سالاروں کے القاب کے متعلق صحیح اطلاعات بہت کم دیتے ہیں لیکن ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بعض وقت دوسرے عہدہ دار جن کے فرائض فوجی نوعیت کے نہیں ہوتے تھے سپاہ کی سالاری پر مامور کر دیئے جاتے تھے، مثلاً آرمینیہ کے ساتھ شاپور دوم کی لڑائیوں کے حال میں فاؤسٹوس بازنطینی نے بہت سے ایرانی سپہ سالاروں کے نام لئے ہیں[1]، ان میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دبیر دبیران ہے ایک وزیر دربار ہے اور ایک داروغۂ سامان ہے،

بازنطینی مؤرخوں کے ہاں ہمیں خاص طور پر اس بات کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ سپہ سالاروں کو (جن میں سپاہبد اور ایران سپاہبد شامل ہیں) بادشاہ کی طرف سے شرائطِ صلح پر گفت و شنید کرنے کے لئے مقرر کیا گیا، مثلاً سورین[2] کو قیصر روم جووین کے ساتھ صلح کی بات چیت کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا[3] اور سیاوش ارتیشتاران سالار[4] اور سپاہبد ماہبُذ کو سرحد روم کی طرف روانہ کیا گیا تھا تاکہ وہ شرائط عہد نامہ کے لئے سلسلہ جنبانی کریں[5]، اسی طرح مہر مہروی جس کی رزم و بزم کی قابلیت کی تصدیق مؤرخ اگاتھیاس نے کی ہے[6] قیصر جسٹینین کے پاس سفیر کی حیثیت سے بھیجا گیا تھا، جوشوا اسٹائی لائٹ کی تاریخ میں[7] سپاہبد ہمیشہ ایک مدبّر کی حیثیت سے جلوہ نما ہوتا ہے، برخلاف اس کے میدانِ جنگ کی کارروائیاں مرزبان کرتے ہیں[8]

---

[1] طبع لانگلوا، ج ۱، ص ۲۵۸ بعد، [2] Surena (۳۶۳ء - ۳۶۴ء)، [3] مارسیلینوس (۲۵-۷، ۱۴)، [4] دیکھو آگے، [5] پروکوپیوس (۱، ۱۱)، [6] ۲، ۲۲، [7] ترجمہ رائٹ (Wright)، ص ۴۸، ۵۰، [8] خسرو اول نے فوجی انتظامات میں جو تبدیلیاں کیں (جن میں سے ایک یہ تھی کہ ایران سپاہبد کا عہدہ منسوخ کر کے اس کی بجائے چار سپاہبد مقرر کئے) ان کے متعلق دیکھو آگے باب ہشتم،

سپاہ بد کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ لشکر گاہ میں اس کے داخلے پر ترم بجائے جاتے تھے۔[1]

ارتیشتاران سالاروں یعنی سالاران لشکر میں سے ایک کا ذکر کارنامگ میں آیا ہے[2]، پانچویں صدی میں مہر نرسی کا ایک بیٹا کاردار اس لقب سے سرفراز تھا[3]، بقول طبری[4] ارتیشتاران سالار کا رتبہ "سپاہ بد سے اونچا اور تقریباً ارگبد کے برابر تھا"۔ کواذ اول کے زمانے کے بعد ہم کو تاریخی مآخذ میں اس عہدے کا ذکر نہیں ملتا۔ قراین سے پتہ چلتا ہے کہ ارتیشتاران سالار" ایران سپاہ بد" ہی کا دوسرا لقب تھا جو عہدہ کہ خسرو اول جانشین کواذ نے منسوخ کر دیا تھا اگرچہ مؤرخ پروکوپیوس لکھتا ہے کہ سیاوش سب سے پہلا اور سب سے آخری شخص تھا جو ارتیشتاران سالار کے عہدے پر مامور ہوا اور یہ کہ کواذ نے اس ذی رتبہ شخص کو قتل کروانے کے بعد اس عہدے کو منسوخ کر دیا۔ ہم چونکہ اس بیان کا پہلا حصہ (یعنی سیاوش کا سب سے پہلے یہ عہدہ پانا) صریحاً غلط ہے، اسلئے کہ سیاوش سے پہلے مہر نرسی کے بیٹے کو یہ عہدہ مل چکا تھا لہٰذا اس کا دوسرا حصہ بھی ناقابلِ اعتماد ہو سکتا ہے ؛

بادشاہ کی محافظ فوج (باڈی گارڈ) کے افسر کو پُشتیبگ بان سالار کہتے تھے[5]، پیادہ فوج (پایگان) کے کچھ دستے اپنے افسر کے ماتحت جس کو پایگان سالار کہتے تھے حکام صوبجات کے زیرِ اختیار پولیس اور جلاد کی خدمات انجام دیتے تھے[6]، اسی قسم کے فرائض انجام دینے کے لئے تیر اندازوں کا بھی ایک دستہ ہوتا تھا جس کا افسر تیر بد کہلاتا تھا، یہ دستہ اگر سب جگہ نہیں تو ملک کے

---

[1] پاتکانیان، "مجلۂ آسیبائی" (J. A.) ۱۸۶۶ء ج ۱، ص ۱۱۲، [2] ۲، ۱۳، ۳، [3] طبری ص ۸۶۹، [4] دیکھو کارنامگ (۷، ۱۰)، [5] کارنامگ (۷، ۱۰)، [6] نولدکہ: ترجمۂ طبری ص ۴۴۸،

بعض حصّوں کے دیہات میں مامور رہتا تھا[1]، دربارِ شاہی میں بھی باڈی گارڈ کے سپاہی اکثر اوقات جلّاد کے فرائض انجام دیتے تھے[2]

ایک بڑا عہدہ دار جس کا کام رسالہ فوج کو تعلیم دینا تھا بطور فرضِ منصبی شہروں اور دیہاتوں میں دورہ کیا کرتا تھا تاکہ سپاہیوں کو فنِّ جنگ کے اُصولوں سے[3] آگاہ کرے اور پیشۂ سپہگری کے آداب سکھلائے[4]،

ساسانیوں کے فوجی نظام کے متعلق باب پنجم اور ہشتم میں بالتفصیل بحث کی جائے گی ؎

دبیران سلطنت اور حکومتِ مرکزی کے دوسرے عہدہ دار

ایران میں جو رسوخ دبیرانِ سلطنت (دپیھران)[5] کو حاصل رہا وہ بہت امتیازی قسم کا تھا، اہلِ ایران ہمیشہ دستور اور قاعدے کے بہت پابند رہے ہیں

[1] ہوفمن (Hoffmann): "اقتباسات از وقائع شہدائے ایران بزبان سریانی" ص ۶۱، [2] دیکھو طبری ص ۱۰۴۳، ترجمۂ نولڈکہ ص ۳۵۶، خلافت عباسی کے ابتدائی دور میں باڈی گارڈ کا سردار جلّاد کا کام کیا کرتا تھا (فان کریمر: تاریخ تمدّن مشرقی بعہد خلفاء" ج ۱ ص ۱۹۰) محکمۂ پولیس کے متعلق ہمیں کچھ زیادہ علم نہیں ہے، ساسانی اوستا کی گمشدہ جلدوں میں سے ایک جلد موسوم بہ سکادُم نسک تھی جس میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولیس کے ایک خاص افسر کے فرائض سے بحث تھی جس کا کام بازاروں میں خرید و فروخت کے قواعد کی نگرانی کرنا تھا، اسکے ہاتھ میں ایک نیزہ رہتا تھا (دین کرد ج ۸، ص ۳۸)، پہرگ بذ بمعنی سنتری اور گزیرایے (جو کسی ایرانی لفظ کی سریانی شکل ہے) بمعنی "مسلّح پولیس" کتابوں میں ملتے ہے، [3] نامۂ تنسر: طبع ڈارمسٹیٹر ص ۲۱۸، طبع مینوی ص ۱۵-۱۶، [4] ہرسفلٹ: پای کُلی (فرہنگ نمبر ۲۶۴)، شیڈر: ایسرا (۱۷۰) دبیر" (بزبان جرمن)، ٹوبنگن ۱۹۳۰ء ص ۳۹ بعد، اور ص ۴۷، ۴۸،

سرکاری نوشتہ جات ہوں یا نجی کے خطوط ہر ایک کو وہ ایک مقررہ صورت اور قاعدے کے ساتھ تحریر کرنا ضروری سمجھتے تھے، ہر ایک تحریر میں علمی مقولے، امثال، مواعظ، اشعار اور لطیف معمّے وغیرہ اس طرح داخل کئے جاتے تھے کہ مجموعی طور پر وہ ایک خوش آیند چیز بن جاتی تھی، جن قاعدوں کے ساتھ خط میں مضمون اور القاب لکھے جاتے تھے ان میں کاتب اور مکتوب الیہ کے باہمی تعلّق اور اس کے تمام مدارج کا نہایت احتیاط کے ساتھ لحاظ رکھا جاتا تھا، اسی تصنّع اور عبارت آرائی کا میلان عام طور سے پہلوی کتابوں میں اور بادشاہوں کے تخت نشینی کے خطبوں میں پایا جاتا ہے،[۱] دولتِ ساسانی کے حکّامِ اعلےٰ ایک دوسرے کو جو خطوط لکھتے تھے یا حکومتِ ایرانی اور دولِ خارجہ کے درمیان جو خط کتابت ہوتی تھی ان میں یہ خصوصیّت اور بھی زیادہ نمایاں ہوتی تھی، فارسی مصنّف نظامی عروضی اپنے چہار مقالہ میں لکھتا ہے کہ" پیش ازین درمیان ملوک عصر وجبابرۂ روزگار پیش چون پیشدادیان وکیان واکاسرہ وخلفا رسمی بودہ است کہ مفاخرت ومبارزت بعدل و فضل کردندی وہر رسولی کہ فرستادندی از حکم ورموز ولغز مسائل با او ہمراہ کردندی ودرین حالت پادشاہ محتاج شدی بارباب عقل وتمیز واصحاب رای وتدبیر وچند مجلس دران نشستندی وبرخاستندی تا آنگاہ کہ آن جوابہا بر یک وجہ قرار گرفتی وآن لغز ورموز ظاہر وہویدا شدی"... پس ازین مقدّمات نتیجہ آن ہمی آید کہ دبیر عاقل وفاضل مہین جمالی است از تجمّل پادشاہ وبہین رفعتی است از ترفّع پادشاہی "۔[۲]

دولِ اسلامی میں محکمۂ دبیری جس میں مثال کے طور پر وزارتِ عظمیٰ کو لیا جاسکتا ہے

---

[۱] طبری، فردوسی اور ثعالبی کے ہاں یہ خطبے جابجا موجود ہیں۔ [۲] چہار مقالہ طبع سلسلۂ گِب (ململاتی) ص ۲۳ و ۲۵، نیز دیکھو عیون الاخبار لابن قتیبہ (طبع مصر) ج ۱، ص ۴۲ ببعد۔

ایرانی نمونے کی پوری پوری نقل تھی، نظامی عروضی نے اپنے زمانے (بارھویں صدی عیسوی) کے فنِ دبیری کی جو تشریح کی ہے اس کو پڑھ کر ہم عہدِ ساسانی کے دِبھیروں (دبیروں) کے فرائض اور ان کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، نظامی لکھتا ہے کہ "دبیری صناعتی است مشتمل بر قیاسات خطابی و بلاغی منتفع در مخاطباتی که در میان مردم است بر سبیل محاورت و مشاورت و مخاصمت در مدح و ذم و حیله و استعطاف و اغراء و بزرگ گردانیدنِ اعمال و خرد گردانیدن اشغال و ساختن وجوه عذر و عتاب و احکام وثائق و اذکار سوابق و ظاهر گردانیدن ترتیب و نظام سخن در هر واقعه تا بر وجه اولی و احری ادا کرده آید، پس دبیر باید که کریم الاصل شریف العرض دقیق النظر عمیق الفکر ثاقب الرای باشد و از ادب و ثمرات آن قسم اکبر و حظّ اوفر نصیب او رسیده باشد و از قیاسات منطقی بعید و بیگانه نباشد و مراتب ابناء زمانه شناسد و مقادیر اہل روزگار داند و بحطام دنیوی و مزخرفات آن مشغول نباشد"۔[۱]

ان تمام خوبیوں کے علاوہ دبیر کے لئے خوشخط ہونا بھی لازمی تھا، جو دبیر انشا پردازی اور خوشنویسی میں سب سے فائق ہوتے تھے ان کو دربارِ شاہی میں ملازم رکھا جاتا تھا باقیوں کو صوبجات کے گورنروں کی خدمت میں دے دیا جاتا تھا۔[۲]

غرض یہ کہ دبیرانِ سلطنت حقیقی سیاست داں ہوتے تھے، وہ ہر قسم کے نوشتہ جات کا مضمون تیار کرتے تھے، سرکاری خط کتابت انہی کے ہاتھوں میں تھی، فرامین شاہی کا لکھنا اور اندراج کرنا انہی کے ذمے تھا، ٹیکس اور خراج ادا کرنے والوں کی فہرستیں اور سرکاری آمدنی اور خرچ کا سارا حساب وہی رکھتے تھے۔[۳]

---

[۱] چہار مقالہ ص ۱۲، [۲] شاہنامۂ فردوسی طبع ئول ج ۵، ص ۳۵۸ شعر نمبر ۲۳۴ بعد، [۳] طبری ص ۱۰۶۱، خسرو اوّل نے ایک دبیر کو جو اپنے نسب اور قابلیت اور وقعت میں ممتاز تھا" لشکر کے سپاہیوں کی فہرست رکھنے اور عرضِ سپاہ کا کام سپرد کیا تھا،

بادشاہ کے دشمنوں اور حریفوں کے ساتھ خط کتابت کرنے میں ان کی لیاقت اس بات میں دیکھی جاتی تھی کہ مضمون کا لہجہ موقع و محل کے مطابق مصالحت آمیز یا متکبرانہ اور تہدید آمیز رکھ سکیں۔ لیکن اگر جنگ میں دشمن فتحیاب ہو جاتا تو پھر دبیر کی جان سلامت نہیں رہ سکتی تھی۔ مثلاً شاپور پسر اردشیر اول نے آخری اشکانی بادشاہ کے دبیر دادبنداہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا اسلئے کہ اس نے اپنے بادشاہ کی طرف سے ایک توہین آمیز خط اردشیر کو لکھا تھا[1]۔

زمرۂ دبیران سلطنت کا رئیس ایران دبہیربذ یا دبہیران مہشت کہلاتا تھا جس کا ذکر کبھی کبھی بادشاہ کے مصاحبوں میں آتا ہے[2]، اور جس کو بادشاہ گاہے گاہے سفارت کی خدمت بھی سپرد کر دیتا تھا[3]۔

خوارزمی نے دبیران سلطنت کو یوں شمار کیا ہے[4]:- (۱) داذ دبہیر (دبیر عدالت)، (۲) شہر آمار دبہیر (دبیر مالیات سلطنت)[5]، (۳) کذگ آمار دبہیر (دبیر مالیۂ دربار شاہی)، (۴) گنز آمار دبہیر (دبیر خزانہ)، (۵) آخر آمار دبہیر (دبیر اصطبل شاہی)، (۶) آتش آمار دبہیر (دبیر محاصل آتشکدہ ہا)، (۷) رُوانگان دبہیر (دبیر امور خیریہ)[6]۔

---

[1] طبری ص ۸۱۹، [2] کارنامگ، ۱۰، ۷، نولڈکہ، ترجمۂ طبری ص ۴۴۴۔ [3] کارنامگ، مقام مذکور، نہایہ (ص ۲۳۲) میں ایک شخص یزدگرد کو دبیر اعظم لکھا ہے، اور صفحہ ۲۳۱ پر ایک شخص کا ذکر ہے جو دبہیربذ بھی تھا اور ساتھ ہی پایۂ تخت کا گورنر بھی تھا، طبری (ص ۸۵۹) میں جو ایک شخص یزدانوبہ کا ذکر ہے کہ یزدگرد اول کے عہد میں دیوانِ رسائل کا رئیس تھا، اس کے متعلق ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ آیا وہ ایران دبہیربذ تھا یا فقط محکمۂ دبیری کے کسی خاص دفتر کا حاکم تھا۔ [4] ہرتسفلٹ: پای کُلی (فرہنگ۔ نمبر ۴۲۹)، اُون والا: ترجمۂ اقتباس مفاتیح العلوم از خوارزمی بمبئی ۱۹۲۸ء، ص ۵ و ۱۶ و ۱۷۔ [5] شیڈر: "ایسرا دبیر" ص ۴ ببعد۔ [6] یعنی ناظم امور خیریہ، دیکھو دینوری (ص ۵۷)، بین ونشت "مجموعۂ مطالعات مشرقی بیادگار ریموند لینوسیے (Raymonde Linossier)" (بزبان فرانسیسی) جزو پنجم ص ۱۵۷، آندریاس ہیننگ (Andreas-Henning)، "آثار مانوی در زبان پہلوی" (بزبان جرمن) سنہ ۱۹۳۳ء ص ۳۱۷ ج ۲، شیڈر: ایرانیکا، ج ۱، سنہ ۱۹۳۴ء ص ۸ و ۱۹۔

شاہِ ایران کے دربار میں ایک دبیرِ امورِ عرب بھی ہوتا تھا جس کی تنخواہ جنس کی شکل میں حیرہ کے عرب دیتے تھے، وہ ترجمان کا کام بھی کرتا تھا[۱]۔

کارنامک میں بادشاہ کے اہم ترین رفقائے شکار کی فہرست میں علاوہ موبذان موبذ ایران سپاہ بذ، دبیران مہشت اور پشتیگ بان سالار کے اندرزبذ واسپہرگان[۲] (معلّم واسپہران) بھی مذکور ہے[۳]، لیکن اس کے علاوہ بعض اور اندرزبد بھی تاریخ میں ملتے ہیں، ایک تو در اندرزبد (منتظم دربار) ہے جو شاید وزرگ فرمادار ہی کا دوسرا لقب تھا[۴]، ایک مغان اندرزبد (معلّم مغان) ہے اور ایک سگستان اندرزبد (معلّم مأمور سیستان) ہے[۵]، حکومت کے اور بڑے بڑے عہدہ داروں میں ایک مُہر بردار تھا، جس کی تحویل میں بادشاہ کی مُہر رہتی تھی[۶]، اور ایک رئیس محکمۂ اطلاعات تھا[۷]، محافظ دفترِ تواریخ بادشاہی بھی غالباً ایک اعلیٰ عہدہ تھا[۸]۔

طبری کے ہاں "وزیروں اور دبیروں" کا ذکر اکثر اس طرح آتا ہے کہ گویا وہ بزرگانِ سلطنت کے دو گروہ تھے جو ایک دوسرے کے قائم مقام تھے، مثال کے طور پر ہم اس مقام کا حوالہ دیتے ہیں جہاں وہ یہ بیان کرتا ہے کہ بعض اوقات نئے بادشاہ کی تختنشینی پر تمام وزیروں اور دبیروں میں ادلا بدلی ہوجاتی تھی[۹]، اس میں شک نہیں کہ وزراء اور حکومت کے اعلیٰ عہدہ داروں کی جماعتوں میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا تھا اور بعض وقت وزراء کی تعداد اور ان کے مرتبوں میں بھی

---

[۱] روٹ شٹائن: "خاندان لخمی در حیرہ" (برلن ۱۸۹۹ء)، ص ۱۳۰، [۲] کارنامک ۱۰، ۷، نولدکہ نے اس کو اندرزبذ اسپوارگان پڑھا ہے لیکن واسپہرگان زیادہ مناسب ہے، دیکھو پای گلی (فرہنگ نمبر ۱۰۹)، [۳] دیکھو ضمیمہ نمبر ۲، [۴] پای گلی (فرہنگ نمبر ۱۰۱، ۱۹۴، ۷۲۳)، [۵] مقابلہ کرو مقدمہ ابن خلدون (طبع فرانس) درضمن (Notices et Extraits) ج ۱، ص ۵۳ و ج ۲، ص ۶۱، [۶] نہایہ ص ۲۳۵، [۷] دربارِ شاہی کے اعلیٰ عہدہ داروں اور ندیموں کے متعلق دیکھو آگے باب ہشتم، [۸] طبری، ص ۸۳۶،

کچھ نہ کچھ تبدیلی کر دی جاتی تھی، زمرۂ وزراء کا پہلوی نام ہمیں معلوم نہیں[1] لیکن جو لوگ اس زمرے میں ہمیشہ شامل رہے ہیں وہ یہ ہیں: وزرگ فرمادار، موبذان موبذ، ایران سپاہ بذ، ایران دِبہیربذ، واسترِیوشن بذ، خاص خاص زمانوں میں ہیربذان ہیربذ یعنی آتشکدوں کا رئیس اعلے زمرۂ وزراء میں شامل رہا ہے اور ممکن ہے کہ اَستَبَذ (میرِ تشریفات)[2] بھی اس زمرے میں شریک رہا ہو[3]۔

صوبوں کی حکومت

حکومت کے اونچے عہدہ داروں میں صوبوں کے گورنر اور سیٹرپ[4] یعنی مرزبان بھی تھے[5]، سرحدی صوبوں کے گورنر مرزبان شہردار کہلاتے تھے اور

[1] نولدکہ نے پہلے ایسا خیال کیا تھا کہ وزراء کا لقب بطور عمومی وزیربذ تھا لیکن اس فاضلِ مرحوم نے مجھے ایک خط میں لکھا تھا کہ میرا وہ خیال غلط تھا اور یہ کہ تلمود میں جو گزیرپت (= ایرانی "وزیربذ") ہے وہ پولیس کے کسی افسر کا لقب تھا، (دیکھو اوپر ص ح کے آخر میں)، [2] ایک استبذ کا ذکر تاریخ سریانی منسوب بہ ستائی لائٹ میں ۵۰۲ء و ۵۰۳ء کے واقعات میں آیا ہے، (طبع پروفیسر رائٹ ص ۵۹)، نیز مقابلہ کرو مارکوارٹ: "ایرانشہر" ص ۱۲۸، ح ۴، [3] دیکھو ضمیمہ نمبر ۲، [4] Satrap، [5] لفظ "شہربان" (نشتربان = سیٹرپ) جو کتبۂ پای کلی کی ایک مسخ شدہ عبارت میں آیا ہے (طبع ہرسفلٹ، آرٹیکل ۳۰ و فرہنگ نمبر ۸۰۹)، بظاہر مرزبان کا پرانا نام ہے، اس لفظ کا مقابلہ کرو لفظ شہرپو آماکار کے ساتھ جس کا اوپر ذکر آچکا ہے، شہرپو کو شترپو لکھتے تھے جو اشکانی پہلوی میں کھشترپو تھا، یہ بالکل ممکن ہے کہ ساسانیوں کے ابتدائی دور میں صوبوں کے گورنر سیٹرپ یا بذخش کہلاتے ہوں اور مرزبان کا لقب بعد میں رائج ہوا ہو، (پای کلی میں بذخش ہے دیکھو فرہنگ نمبر ۲۱۴)، بہرحال لفظ مرزبان ساسانیوں کے ابتدائی بادشاہوں کے کتبوں میں کہیں دیکھنے میں نہیں آتا یہاں تک کہ کتبۂ پای کلی کے قطعات میں بھی وہ نہیں ملتا جہاں یہ توقع ہوسکتی تھی کہ وہ پایا جائے گا۔ جہاں تک ہم تحقیق کر سکے ہیں (باقی حاشیہ بر صفحہ ۶۶)

"شاہ" کے لقب سے ملقب تھے[1]، لیکن ان کے ساتھ ساتھ کمتر درجے کے مرزبان بھی تھے جو اندرونی صوبوں کے فرماں روا تھے،

مؤرخ امیان مارسلینوس نے اُن صوبوں میں سے اکثروں کے نام گنوائے ہیں جو اس کے زمانے میں بدخشوں، سٹرپوں اور بادشاہوں (یعنی شاہانِ زیردست) کے زیرِ حکومت تھے، بدخش علاوہ گورنر ہونے کے اپنے صوبے کی رسالہ فوج کا سردار بھی ہوتا تھا، صوبوں کے نام یہ ہیں:- اسیریا (آسور)، خوزستان، میڈیا، فارس، ہرکانیا (گرگان)، پارتھیا، کارمانی بزرگ (کرمان)، مرگیانا (مرو)، باختر (بلخ)، سوگدیانا (سغد)، سگستان (سیستان)، ولایت سکیتھیا ماورائے ایموڈون[2]، سیریکا[3]، آریا (ہرات)، ولایت پروپانیساد[4]، درنگیانا[5]، اراخوزیا[6]، گدروسیا[7]، مؤرخ مذکور نے ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے صوبوں کا ذکر کرنا غیر ضروری سمجھا ہے، صوبوں کی یہ فہرست سوائے سیریکا (!) کے جو صریح مبالغہ ہے صحیح معلوم ہوتی ہے، تیسری اور چوتھی صدی میں سلطنت ساسانی شمال اور مشرق کی جانب واقعی بہت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی، ہرتسفلد کی تحقیقات کی رو سے[8] بہرام دوم کی فتوحات کے بعد جو ۲۸۴ء میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵) مرزبان کا لقب پہلی مرتبہ بہرام پنجم (۴۲۰ء تا ۴۳۸ء) کے زمانے میں سننے میں آتا ہے جبکہ آرمینیہ کی حکومت ایک مرزبان کے سپرد کی گئی اور بادشاہ کے بھائی نرسی نے "مرزبانِ کوشان" (یعنی مرزبانِ سرحدِ کوشان) کا لقب اختیار کیا (مارکوارٹ: "ایرانشہر" ص ۵۲)،

حاشیہ صفحہ ہذا:- [1] دیکھو اوپر ص ، [2] غالباً دریائے جیحوں سے مراد ہے (مترجم)، [3] Serica، چین کا مشرقی حصہ (!)، [4] Paropanisadae، افغانستان کا مشرقی علاقہ (مترجم)، [5] Drangiana سیستان کے شمال اور ہرات کے جنوب میں (مترجم)، [6] Arachosia، افغانستان کا جنوبی حصہ (مترجم)، [7] Gedrosia یعنی مکران (مترجم)، [8] پای کُلی ص ۴۲،

ہوئیں مشرق کی طرف ممالک ذیل ساسانی سلطنت میں شامل تھے :- (۱) گرگان (ہرکانیا) ، (۲) تمام خراسان جس کی وسعت اس زمانے میں آج کی نسبت بہت زیادہ تھی[۱] ، (۳) خوارزم ، (۴) سغد ، (۵) سگستان جو ایک بہت وسیع ملک تھا (۶) مکران ، (۷) توران ، (۸) گذرگاہ دریائے سندھ کے درمیانی اضلاع اور اس کے دہانے کے آس پاس کے صوبے یعنی کچھ ، کاٹھیاواڑ ، مالوہ ، اور ان سے پرے کے علاقے وغیرہ ، صرف پنجاب اور وادی کابل اس سے خارج تھے جو شاہان کوشان کے زیر حکومت تھے[۲]۔

نولڈکہ نے عربی ماخذ کے حوالے سے صوبجات ذیل کی فہرست بنائی ہے جن پر مرزبان حکومت کرتے تھے[۳]: آرمینیہ (۴۳۰ء کے بعد) ، بیت آرمائی[۴]،

---

[۱] ساسانیوں کے زمانے میں خراسان کی وسعت ہرتسفلڈ نے معین کی ہے (پائی کلی ، ص ۴۰) وہ یہ کہ ایک خط دروازہ ہائے بحر خزر (رَے کے نزدیک) سے شروع کرکے سلسلۂ کوہ البرز کے ساتھ ساتھ بحر خزر کے جنوب مشرقی کونے تک اور وہاں سے وادی اترک تک یعنی ٹرانس کیسپین ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ لطف آباد تک کھینچا جائے ، دوسرا خط اُس صحرا میں سے جس میں تجند اور مرو واقع ہیں کرکی کے نیچے سے جیحوں تک کھینچا جائے ، یہ خط (جیسا کہ سکیتھی ساسانی سکوں کے پائے جانے سے معلوم ہوتا ہے) سلسلۂ کوہ حصار کی چوٹیوں پر سے گذرتا ہوا پامیر پر آکر منتہی ہوگا اور وہاں سے جنوب کی طرف مُڑکر دریائے جیحوں کے اُس حصے کے ساتھ ساتھ جائیگا جو بدخشان کے گرد حلقہ کئے ہوئے ہے اور پھر ہندوکش کی چوٹی سے جا ملے گا ، وہاں سے یہ سرحدی خط مغرب کی طرف کو مُڑے گا اور سلسلۂ کوہ ہندوکش اور اس کی شاخوں کے ساتھ ساتھ ہرات کے جنوب میں پہنچ کر علاقۂ قہستان کو طے کرتا ہوا ترشیز اور رخاف کے جنوب سے گذرتا ہوا پھر دروازہ ہائے بحر خزر پر آ ملے گا ، [۲] دیکھو پائی کلی ، ص ۱۷ ، [۳] طبری ، ص ۴۴۶ ، [۴] وہی جو عربی میں السواد کہلاتا ہے (مترجم) ،

فارس، کرمان، سپاہان (اصفہان)، آذربائجان، طبرستان، زرنگ (درنگیانا)، بحرین، ہرات، مرو، سرخس، نیشاپور (نیوشاپور = ابہرشہر)، طوس، ان میں سے بعض صوبے وسعت میں کچھ زیادہ نہ تھے اور فی الجملہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہخامنشیوں کی طرح ساسانیوں کے عہد میں بھی صوبوں کی حدیں مستقل نہ تھیں بادشاہ ایک مرزبان کو حسب ضرورت جس صوبے میں چاہتا مقرر کر کے بھیج دیتا تھا اور مصلحت وقت کے مطابق کبھی چند صوبوں کو ملا کر ایک صوبہ بنا دیتا کبھی ایک صوبے کے کئی حصے کر دیتا تھا، عہدۂ مرزبان کے فرائض چنداں ملکی نوعیت کے نہ تھے بلکہ بیشتر فوجی تھے، ساسانیوں کی حکومت میں جو شدید مرکزیت کا اصول ملحوظ تھا اس کے تحت میں ملکی نظم و نسق عہدہ داران زیردست کے ہاتھوں میں دیا گیا تھا جو چھوٹے چھوٹے علاقوں کا انتظام کرتے تھے، وہ شہریگ اور دہیگ کہلاتے تھے، جنگ کے زمانے میں مرزبان سپاہ بذول کے ماتحت سالاران لشکر کے فرائض انجام دیتے تھے[1]۔

مرزبان عالی خاندانوں میں سے انتخاب کئے جاتے تھے[2]، کبھی کبھی اس بات کا ذکر دیکھنے میں آتا ہے کہ فلاں مرزبان کا ایک محل پایہ تخت میں تھا[3]،

---

[1] تاریخ منسوب بہ جوشوا اسٹائی لائٹ (طبع رائٹ ص ۶۱ و جاہای دیگر)، [2] خاندان سورین کا ایک شخص خسرو اوّل کے زمانے میں آرمینیہ کا مرزبان بنایا گیا تھا، (پاتکانیان، مجلّہ آسیائی ۱۸۶۶ء ص ۱۸۳)، شاہ نرسی کے عہد میں آذربائجان کا مرزبان شاپور رازا اعلیٰ درجے کا شریف النسب تھا (فاوسٹوس بازنیتینی طبع لانگلوا، ج ا، ص ۲۲۹)، شہرین جو خاندانِ مہران سے تعلق رکھتا تھا بیت درائی اور ولایت کوسین کا مرزبان تھا (ہوفمن، ص ۶۹)، پیران گشنسپ جو اسی خاندان سے تھا گرزان اور اران کا مرزبان تھا اور ہزار ہا سوار اس کی کمان میں تھے، (ایضاً، ص ۷۸-۷۹)، وہرز جو غالباً خاندانِ ساسانی کا ممبر تھا خسرو اوّل کے زمانے میں یمن کی فتح کے بعد وہاں کا مرزبان بنایا گیا تھا، (نولڈکہ، ترجمہ طبری، ص ۲۲۳-۲۲۴)، [3] نہایہ، ص ۲۵۲،

مرزبانوں کے لئے خاص طور پر ایک اعزازی نشان یہ ہوتا تھا کہ انہیں چاندی کا ایک تخت عطا ہوتا تھا،[۱] اور سرحدِ آلان خزر کے مرزبان شہر دار کو مستثنیٰ طور پر سونے کے تخت پر بیٹھنے کا حق حاصل تھا،[۲] ابرشہر کے مرزبان کا لقب کنارنگ تھا،[۳]

صوبے اضلاع میں منقسم تھے جن کو اُستان کہتے تھے، پاذگوسپان غالباً اصل میں نائب گورنر کا لقب تھا جو ایک اُستان یا ضلع کا حاکم ہوتا تھا، یزدگشنسپ بہرام پنجم کے عہد میں پاذگوسپان تھا،[۴] معمولی طور پر اُستان کے حاکم کو اُستاندار کہتے تھے، تاریخ میں کشکر اور میسین کے اُستاندار کا ذکر ملتا ہے،[۵] نصیبین میں ایک شخص بابہائی نام کو جو شاہی خاندان سے تھا "اعزاز کے طور پر اور سرحد کی حفاظت کے لئے"[۶] اُستاندار بنایا گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُستاندار جن کے ہاتھوں میں مرزبانوں کی طرح فوجی طاقت بھی ہوتی تھی[۷] اصل میں شاہی املاک کے منتظمین ہوتے تھے،[۸] اور یہ فرائض وہ ہمیشہ انجام دیتے رہتے تھے۔ حتےٰ کہ ایسی حالت میں بھی جبکہ انہیں کسی علاقے کا فوجی افسر بنا دیا جاتا تھا، اگر اس علاقے میں شاہی املاک ہوں تو فوجی فرائض کے ساتھ ساتھ وہ ان کا انتظام بھی کرتے تھے،

---

[۱] طبری ص ۸۶۴، [۲] نہایہ ص ۲۲۷، [۳] دیکھو اوپر ص ، [۴] نولڈکہ، ترجمۂ طبری، ص ۹۶، ح ۲، پاذگوسپانوں کے مرتبے اور اختیارات میں آگے چل کر (غالباً کواذ اول کے عہد میں) اصولی تبدیلیاں کر دی گئی تھیں، دیکھو باب ہفتم اور ضمیمہ نمبر ۲، [۵] دیکھو ہیننگ (Henning) در رسالۂ "ہندو ایران شناسی" (Z II) ۱۹۴۳ء ص ۲۲۴، [۶] ہوفمن ص ۹۳، [۷] نولڈکہ، ص ۴۴۸، [۸] ارمنی زبان میں دراصل لفظ اُستان کے معنی وہ علاقہ یا شہر جو بادشاہ کی ملکیت ہو (ہیوبشمن، ارمنی گرامر، ج ۱، ص ۲۱۵)، اور اُستانیک وہ فوج جو اُستان کی حفاظت کے لئے رکھی جاتے۔

صوبوں کی تقسیم اضلاع میں محض انتظامِ ملکی کی رعایت سے کی گئی تھی، بقول نولڈکہ ہر ضلع (جو شہر کہلاتا تھا اور اس کے صدر مقام کو شہرستان کہتے تھے)[1] ایک شہریگ کے ماتحت ہوتا تھا جو دہقانوں میں سے منتخب ہوتا تھا[2]، گاؤں (دیہہ) اور اس کے سارے رقبے (رُستاگ = رُستاق) کا حاکم دہیگ کہلاتا تھا[3]

محمد اقبال

---

[1] نولڈکہ: ترجمۂ طبری، ص ۴۴۶، ہوفمن، ص ۲۳۹، واضح رہے کہ پہلوی کتابوں میں لفظ شہر ہمیشہ سلطنت کے معنوں میں آیا ہے، اور وہ القاب جن کے شروع میں لفظ شہر ہو ہمیشہ اُن اعلےٰ عہدہ داروں کے لئے ہوتے تھے جن کے اختیارات تمام سلطنت پر حاوی ہوں،

[2] شہریگ کو عربی میں رئیس الکورۃ لکھا ہے (یعقوبی، ج ۱، ص ۲۰۲)، عراق میں شہریگ طبقۂ آزادان کی ایک جماعت تھی جن کا رتبہ دہقانوں سے ایک درجہ بلند تر تھا۔ (مروج الذھب، ج ۲، ص ۲۴۰)، نہایہ (ص ۲۴۳) کی روایت کے مطابق خسرو دوم نے سلطنت کو نئے سرے سے ۳۵ صوبوں میں تقسیم کیا تھا،

[3] ہوفمن ص ۲۳۹، دہیگ غالباً دہیہ سالار کا مساوی ہے (بلاذری، دیکھو نولڈکہ، ترجمۂ طبری، ص ۴۴۱)،

رباعی کے اوزان یاد رکھنے کا ایک آسان طریقہ

(۱)

رباعی یا ترانہ ایرانیوں کی ایجاد ہے۔ بقول دولتشاہ تیسری صدی ہجری کے وسط میں بعہد یعقوب صفار اور بقول شمس الدین محمد بن قیس اس صدی کے اواخر میں ایجاد ہوئی۔ دونوں روایتوں میں یہ امر مشترک ہے کہ ایک لڑکے کے منہ سے جوزبازی کے وقت یہ موزوں فقرہ اتفاقیہ ادا ہوا "غلتان غلتان ہمی رود تا لب گو" دولتشاہ کی روایت سے یہ فقرہ خود یعقوب صفّار کے فرزند کے منہ سے نکلا تھا، اور یعقوب کو پسند آیا۔ اس پر اس کے دربار کے شعرا ابو دلف اور ابن الکعب نے تین مصرعے اور لگا کر رباعی کر دیا اور دوبیتی نام رکھا ؛

محمد بن قیس جو دولتشاہ سے اقدم ہیں اور ساتویں صدی ہجری کے ربع اوّل کے مصنّف ہیں۔ لکھتے ہیں کہ متقدمین شعرائے عجم میں ایک شاعر نے (میرا خیال ہے وہ رودکی تھا) اخرم اور اخرب کے اجتماع سے نیا وزن نکالا جس کو وزن رباعی کہا جاتا ہے۔ یہ ایسا مقبول وزن ہے کہ طبائع سلیم اکثر اس کی شائق ہیں۔ اس کے استخراج کا باعث یہ کہا جاتا ہے کہ عید کے روز غزنین کی تفرجگاہ میں وہ گشت کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک طرف کچھ لڑکے کھیل میں مشغول ہیں اور ان کے گرد تماشائیوں کا ہجوم ہے، شاعر بھی وہاں جا کر کھڑا ہو گیا ان میں

ایک لڑکا جس کی عمر دس پندرہ سال سے زائد نہ ہوگی اخروٹوں سے کھیل رہا تھا، اسی اثنا میں ایک اخروٹ گچّی سے باہر گرا اور پھر رجعت کرتا ہوا گچّی میں جا گرا۔ لڑکا حسین و جمیل ہونے کے علاوہ طبیعت میں موزونیت بھی رکھتا تھا اور اپنی مقفیٰ اور مسجع گفتگو سے حاضرین کو محظوظ کر رہا تھا۔ اخروٹ کو گچّی کی طرف رواں دیکھ کر بولا۔ ع

غلطان غلطان ہمی رود تا بن گو

اس کلمہ سے شاعر نے ایک مقبول وزن معلوم کر لیا اور عروضی اصول اس پر استعمال کر کے ترانہ نام رکھا اور بحر ہزج کی فروع میں شامل کر لیا۔ (المعجم صفحہ ۸۸ و ۸۹)،

لیکن میں ان روایتوں کا معتقد نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نظم کی وہ صنفِ خاص جس کو ہم رباعی کہنے کے عادی ہیں شخصی ایجاد نہیں ہے بلکہ قدرتی نتیجہ ہے چہار بیتی کا۔ عہد قدیم میں ایران میں ایک خاص قسم کی نظم جس کو چہار بیتی کہا جاتا تھا رائج تھی، اس کے اوزان عربی اوزان سے غالباً مستخرج نہیں ہیں بلکہ مقامی ہیں۔ قدما ہزج کے مربعات میں ان کا شمار کرتے تھے اور صدر و ابتدا میں اخرب یعنے مفعول اور کف یعنے مفاعیل کا اختلاف روا رکھتے اور یہ شعر بہ تقلید عرب معقد بھی ہوتے تھے یعنی مصرع اوّل کا ایک یا زیادہ حرف بضرورت وزن شامل مصرع دوم ہوا کرتا تھا مثلاً بیت

یک بارہ چنین جا ہ + ل و آوارہ مباش

اس شعر میں جاہل کا لام تقطیع کے وقت شامل مصرع دوم ہے۔ مثال دیگر، بیت

دانی کہ دل از نونہ | شود سیر مرا

اس شعر میں نشود کا ن، مصرع اول میں داخل ہے، اسی طرح یہ شعر ہے، بیت

مشتاب بر فتن صــ + ـنما لختی باش

اس شعر میں صنما کا صاد، مصرع اول میں شامل ہے،

اشعار معقد کی یہ مثالیں میں نے معیار الاشعار محقق طوسی سے نقل کی ہیں عربی میں اشعار معقد بکثرت موجود ہیں۔ فارسی میں ایسے اشعار قدما میں رائج تھے۔ متاخرین نے ان کو ترک کر دیا ہے۔ مندرجۂ بالا مثالیں اوزان رباعی سے تعلق رکھتی ہیں۔ فی زمانہ ان کو ایک ایک مصرع کہا جائے گا اور داخل مثمنات شمار ہوں گے۔ مگر قدما کے نزدیک داخل مربعات تھے لہذا ہر ہر مثال ایک ایک شعر ہے۔ قدما میں جب ہزج اخرب یا اخرم میں ایسے چار شعر معقد یا غیر معقد جمع ہو گئے اور ہر شعر کے آخر میں قافیہ پایا گیا اس کا نام چار بیتی ہو گیا،

یہاں بطور جملۂ معترضہ ایک اور امر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، عربی اور فارسی زبانوں میں ایک اہم مابہ الامتیاز یہ فرق ہے کہ عربی الفاظ میں توالی حرکات بکثرت ہے برخلاف اس کے فارسی میں سکنات موجود ہیں مثلاً گرشاسپ، ارجاسپ۔ پارس خواست وغیرہ، اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ عربی اشعار بوجہ کثرت حرکات عام طور پر مربع و مسدس اوزان کے پابند ہیں۔ فارسی اشعار اکثر اوقات مثمن ہوتے ہیں اور یہی امتیازی اصول ہے جس کے اتباع نے بالآخر عربی و فارسی عروض میں اساسی تفریق پیدا کر دی ہے ورنہ عروض وہی ہے۔ دائرۂ مجتلبہ کی بحریں عربی میں مسدس الارکان ہیں۔ فارسی میں مثمن شمار ہوتی ہیں۔ اسی طرح دائرۂ مشتبہ کی بحریں مسدس و مربع آتی ہیں فارسی میں مثمن آتی ہیں۔ مگر فارسی شاعری میں یہ انقلاب کس وقت کارفرما ہوا ہم کو اس کا کوئی علم نہیں۔ ظاہر ہے کہ سامانی عہد کے شعراء زیادہ تر مثمنات میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ مثلاً رودکی کا کلام اکثر مروجہ مثمنات پر حاوی ہے۔ لیکن ایک زمانہ تھا جب ایرانی بہ تتبع عرب اپنے اشعار مربعات و مسدسات میں زیادہ تر لکھتے تھے لیکن آج یہ ذخیرہ بالکل

متروک و معدوم ہے۔ بہرحال مثمنات کی دریافت میں سمجھتا ہوں تدریجی اور ارتقائی ہے۔

بالآخر ایک وقت آیا جب اصول مثمنات کے عمل نے ترانہ کو بجائے چار بیت کے دو بیتوں میں منتقل کر دیا جو اس طرح ہوا کہ اشعار معقد کا رواج اُڑا دیا گیا اور قدیم مربع شعر ایک مصرع مثمن قرار پایا یعنے اوپر کی مثال میں بیت 'یکبارہ چنین جاہل و خونخوارہ مباش' قدما کے ہاں ایک شعر تھا۔ متأخرین نے اس کو ایک مصرع قرار دیا اور یوں لکھا ع

یکبارہ چنین جاہل و خونخوارہ مباش

اس تبدیلی کا ایک اثر یہ ہوا کہ جہاں بصورت چہار بیتی ہر شعر کے آخر میں قافیہ لایا جاتا تھا اور چار قافیوں کی ضرورت ہوا کرتی تھی اب بصورت دو بیتی تیسرے مصرع میں قافیہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی چنانچہ مصرع سوم کو خصی کیا گیا۔ چار بیتی کے متعلق میرے یہ بیانات محقق طوسی کے بیانات پر مبنی ہیں۔ محقق کی اصل عبارت یہ ہے :۔

"و آنچہ ازین وزنہا مانند یک مصراع مثمن است متأخران استعمال کنند. و قدما بران شعر بسیار گفتہ اند و ایشان ہر مصراعی را قافیہ می آوردہ اند و آنرا بیتی می شمردہ مانند رجز مشطور یا بیتہای معقد از اشعار تازیان کہ آنرا منتصفی معین نباشد و بدین سبب ترانہ را قدما چہار بیت می گرفتہ اند و آنرا چہار بیتی خواندہ اند و بتازی رباعی و در ہر چہار قافیہ آوردن لازم می شمردہ اند۔ اما بنزدیک متأخران چون مربعات این اوزان مستعمل نیست این اوزان متروک است و ہر بیتی را ازین ابیات مصراعی می شمرند و رباعی را دو بیتی می خوانند و مصراع سوم را خصی خوانند و قافیہ شرط نمی نہند۔" (صہ ۴۸ معیار الاشعار و میزان الافکار ۱۲۶۴ھ مطبع علوی)

اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے :-

[مربعات کے] ان اوزان میں سے ایسے وزن جو ایک مصرع مثمن کے مانند ہیں متاخرین میں غیر مستعمل ہیں۔ قدما نے ان اوزان میں کثرت سے اشعار لکھے ہیں وہ ہر مصرع یعنی شعر مربع کے آخر میں قافیہ لاتے ہیں اور اس کو ایک بیت شمار کرتے ہیں۔ رجز مشطور یا عربوں کے معقد اشعار کی طرح جن کا نصف معیّن نہیں ہوتا۔ اسی لئے قدما ترانہ کو چار بیت مانتے تھے اور اس کو چار بیتی کے نام سے یاد کرتے تھے اور عربی میں رباعی کہتے اور چاروں شعروں میں قافیہ لانا ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن متاخرین میں چونکہ ان کے مربع اوزان استعمال میں نہیں آرہے یہ اوزان متروک ہو چکے ہیں۔ وہ اب ان اشعار کے ہر بیت کو ایک مصرع مانتے ہیں اور رباعی کو دوبیتی کہتے ہیں اور تیسرے مصرع کو خصی رکھتے ہیں اور اس میں قافیہ کی شرط ضروری نہیں سمجھتے ؛

قدیم چہار بیتی کے نمونے ہم تک نہیں پہنچے۔ سب سے قدیم نمونہ مجھ کو ابوشکور کے ہاں ملتا ہے جس کا آفرین نامہ شاہنامہ کے وزن میں ایک مثنوی بقول عوفی ۳۳۶ھ[1] میں ختم ہوئی تھی۔ ابوشکور کی رباعی کی موجودہ شکل یہ ہے :-

رباعی

ای گشتہ من از غم فراوان تو پست　　شد قامت من ز درد ہجران تو شست
ای شستہ من از فریب[2] دستان تو دست　　خود ہیچ کسے بسیرت[3] شان تو ہست

لیکن اگر چہار بیتی کی شکل میں لکھی جائے تو اس کی صورت حسب ذیل ہوگی :-

چہار بیتی

اے گشتہ من از غم	فراوان تو پست	شد قامت من ز در	د ہجران تو شست
ای شستہ من از فری	ب و دستان تو دست	خود ہیچ کسی بہ سی	رت و شان تو ہست

---

[1] مگر لغت فرس میں ۳۳۳ھ ہے دیکھو لفظ فیال۔ [2] چنین و استان کس نگفت از فیال　ابرسی صد و سی و سہ بد سال" ص ۹

اب یہ چہار بیتی کی بہت اچھی مثال ہے۔ اس کے چاروں شعروں میں قافیہ ہے اگر دو بیتی ہوتی مصرع سوم خصی ہوتا نہ مصرّع۔ متقدمین میں جس طرح رودکی اور شہید غزل کے لئے مشہور ہیں۔ اسی طرح ابو طلب ترانہ کے لئے مشہور ہے۔ فرخی۔ بیت

از دلارامی و نغزی چون غزلہای شہید　　وز دلاویزی و خوبی چون ترانہ بوطلب

عنصری کے عہد تک چہار بیتی کا رواج رہا ہے۔ بعد میں دو بیتی زیادہ رائج ہوئی۔ ڈاکٹر محمد اقبال کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر خیام کے زمانہ تک دو بیتی کو زیادہ فروغ رہا ہے"۔

تنقید شعر العجم کی پہلی قسط میں جو اکتوبر ۱۹۲۲ء کے رسالۂ اُردو۔ اورنگ آباد میں شایع ہوئی تھی، میں نے رباعی کے سلسلہ میں تقریباً یہی بیان دیا تھا جو اوپر درج ہوا۔ لیکن ہمارے ملک کے فاضل بزرگ علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنی قابلِ قدر تصنیف خیام میں جو ۱۹۳۳ء میں طبع ہوتی ہے ان میں سے اکثر بیانات کی تردید کی ہے۔ مثلاً میں نے معیار الاشعار کو خواجہ نصیر الدین طوسی کی تصنیف بیان کیا تھا۔ سیّد صاحب نے اس سے انکار کر دیا۔ میں نے لکھا تھا کہ رباعی ایرانی الاصل ہے یعنے اس کے اوزان ایران زاد اور مقامی ہیں۔ سید صاحب مدعی ہیں کہ رباعی کہنے والے" قدماءِ عرب کے شاعر تھے"۔ میرا بیان تھا کہ رباعی ابتدائی مدارج میں چار بیتی کی شکل میں لکھی جاتی تھی جس کے چاروں شعر ہمقافیہ ہوتے تھے۔ سید صاحب اس کو ایک بے سند دعوے بیان کرتے ہیں۔ میں نے کہا تھا۔ سب سے قدیم رباعی اس وقت ابو شکور بلخی کی ملتی ہے۔ سیّد صاحب کا ارشاد ہے کہ ایسی قدیم رباعیاں دس بارہ سے زیادہ ہیں۔ میں نے فرخی کا ایک شعر اس کے دیوان سے ابوطلب

ترانہ گو سے متعلق نقل کیا تھا۔ سیّد صاحب نے بدانستِ خود اس کی تصحیح کر کے اس کے وزن کو بدل دیا ۔

اس کے علاوہ سید صاحب بعض جدید امور یا نئی تحقیقات بر روی کار لائے ہیں ۔ ایک یہ کہ قدما قول غزل اور رباعی میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے بالفاظ دیگر قول و غزل کی اصطلاح کا اطلاق رباعی پر کیا کرتے تھے ۔ دُوسرے یہ کہ ابو دُلف عجلی اور ابو طلب ترانہ گو ایک ہی شخص ہیں ۔ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ فارسی میں بھی اشعار بعقد لکھے جاتے تھے ۔ قدیم رباعی گویوں میں شیخ بایزید بسطامی ۔ ابو نصر فارابی اور بو علی سینا کا نام لیا گیا ہے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

پیشتر اس کے کہ میں اپنے مضمون میں آگے بڑھوں میرے لئے ضروری ہے کہ سیّد صاحب کے اعتراضات کا جواب دُوں اور ان کے بیانات کو جو کئی امور میں ہماری فنّی روایات سے منحرف ہیں نقد و نظر کی کسوٹی پر جانچ لُوں سب سے پہلے میں ان کے اعتراضات کو لیتا ہوں ۔

معیار الاشعار خواجہ نصیر الدین طوسی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

"تنقید شعر العجم کے فاضل مولف پروفیسر شیرانی نے اپنے مضمون کے پہلے نمبر میں اس کو کسی تذبذب کے بغیر محقق طوسی کی تالیف بتایا ہے ۔ معلوم نہیں ان کے سامنے اس کی کیا سند ہے درانحالیکہ مشرق و مغرب کے فضلائ اس نسبت کے قبول کرنے میں تردد کرتے ہیں ، چنانچہ علامہ عبد الوہاب قزوہنی (کذا) نے معجم کے دیباچہ میں (ھ) تصریح کی ہے کہ "کتاب مرغوب معیار الاشعار است در علم عروض و قوافی کہ در سنہ ۶۴۹ھ تالیف شد و مصنف آن معلوم نیست .... وی دمفتی سعد اللہ مرادآبادی شارح المتوفی سنہ ۱۲۹۴ھ) تالیف این کتاب را بخواجہ نصیر الدین طوسی معروف متوفی سنہ ۶۷۲ھ نسبت دادہ است ، ولی معلوم نیست

ازروی چہ ماخذی۔"

ڈاکٹر ریو نے برٹش میوزیم لائبریری کی فارسی کتابوں کی فہرست ص۵۲۵ میں بعینہ یہی لکھا ہے اور بتایا ہے کہ محقق طوسی کی تصانیف کی فہرست میں یہ نام نہیں" (خیام۔ حاشیہ ص۲۲۱)

میں عرض کرتا ہوں کہ ریو فہرست نگار مخطوطات فارسی برٹش میوزیم اور اس کے مقلد مرزا محمد بن عبدالوہاب کے دو نام گنا کر سیّد صاحب نے حکم لگا دیا کہ فضلاء مشرق و مغرب اس نسبت کے قبول کرنے میں تردّد کرتے ہیں۔ گویا ان دوناموں پر مشرق و مغرب کے فضلا کی فہرست ختم ہوگئی۔ سیّد صاحب سمجھ رہے ہیں کہ صرف مفتی سعد اللہ کی یہ رائے ہے۔ مگر اس بارہ میں ان کو سخت سہو ہوا ہے۔ ہندوستان کے اکثر و بیشتر عروضی یہ رائے رکھتے ہیں کہ معیار الاشعار خواجہ نصیر الدین طوسی کی تصنیف ہے۔ مثالاً کچھ نام عرض ہیں:۔

(۱) منشی مظفر علیخاں اسیرؔ جو زر کامل عیار ترجمہ معیار الاشعار (طبع اول ۱۲۸۹ھ نولکشور) کے مالک ہیں۔ اپنے ترجمہ کے پہلے صفحہ پر لکھتے ہیں:۔

"صحیفۂ رشیقہ اعنی کتاب معیار الاشعار تصنیف عالم کامل فخر اماجد و اماثل رئیس الحکماء استاد الکملاء محقق طوسی علیہ الرحمۃ" الخ،

(۲) مرزا محمد جعفر اوجؔ، اردو میں مقیاس الاشعار کے مصنّف ہیں۔ اس تالیف میں ص۵۴ پر یہ عبارت درج ہے:۔

"محقق علیہ الرحمۃ نے معیار الاشعار میں چونتیس زحاف لکھے ہیں۔" اور ص۱۹۰ پر یہ عبارت ملتی ہے:۔

"من خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمۃ مفاعلتن مفاعلتن دوبارہ
بدی چکنی بجای کسی کہ او نکند بجای تو بد"

ہم سیّد صاحب کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ شعر معیار الاشعار میں بذیل بحر وافر ص ۴۲ پر موجود ہے اور زر کامل عیار میں ص ۱۲۹ پر (نولکشور ۱۹۰۳ء)

(۳) غلام حسنین قدر بلگرامی کی قواعد العروض میں تو کثرت کے ساتھ معیار اور محقق کا ذکر بار بار آرہا ہے۔ معیار کی اکثر و بیشتر امثال اس تصنیف میں موجود ہیں۔ میں صرف چند صفحوں کے حوالے دیتا ہوں۔ ص ۱۴۳ ص ۱۵۰ ص ۱۵۱ ص ۱۵۲ ص ۱۵۸ ص ۱۶۹،

(۴) واجد علیشاہ بادشاہ لکھنؤ ارشاد خاقانی (حکم اختر) تالیف ۱۲۶۹ھ میں ص ۱۰۰ پر رقمطراز ہیں :-

"اور خواجہ نصیر الدین طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے معیار الاشعار میں کہا ہے"۔

(۵) روضات الجنات میں (طبع ایران ۱۳۰۶ھ) جو محمد باقر خوانساری نے ۱۲۸۶ھ میں تالیف کی ہے ص ۶۰۶ پر محقق طوسی کی تصنیفات کے ذکر میں معیار کی طرف بھی اشارہ موجود ہے ؛

ممکن ہے کہ سیّد صاحب کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ مصنفین تو مفتی سعد اللہ کے مقلّد اور متّبع ہیں ان کی سند چنداں مضبوط نہیں مانی جا سکتی۔ اس لئے ہم بطور دفع دخل مقدر اپنی تحقیقات کو مفتی صاحب سے سابق تر زمانوں میں لے جاتے ہیں ؛

(۶) شمس الدین فقیر بارھویں صدی ہجری کے ایک عمدہ شاعر اور مشہور مصنف ہیں۔ ان کی تالیف حدائق البلاغت ہمیشہ درس میں شامل رہی ہے۔ اور آج بھی شامل ہے۔ موصوف اپنے حدیقۃ الرابعہ کے شعبۂ اول میں در بیان حروف قافیہ ردف زائد کی تشریح کے موقعہ پر لکھتے ہیں :-

"بعضی حرف بعد از ردف را داخل ردف شمردہ اند و آنرا ردف زائد

نام کردہ و خواجہ نصیر الدین طوسی رحمۃ اللہ علیہ در رسالۂ معیار الاشعار حرف مذکور را داخل روی شمردہ و آن را روی مضاعف خواندہ "

(۷) گیارہویں صدی ہجری میں ہمیں میر ابوالحسن فراہانی شارح انوری کا نام ملتا ہے جو قافیۂ شایگان کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ :-

" استاد المحققین خواجہ نصیر الدین محمد طوسی در رسالۂ عروض و قافیہ مسمّٰی بمعیار الاشعار آوردہ "

(۸) عبد اللہ خاں اوزبک والی توران جلال الدین اکبر کا معاصر ہے۔ اس کے دربار میں ایک زبردست عروضی پایندہ محمد بن محمد بن شیخ محمد موجود تھے۔ قضائی تخلص کرتے تھے۔ ۹۹۹ھ میں فن عروض پر ایک تالیف ان کے قلم سے نکلتی ہے جس کا نام جو تاریخی بھی ہے تنقید الدرر ہے۔ اس تالیف کا ایک قریب العہد مخطوطہ نوشتہ ۱۰۰۶ھ راقم کے عروضی مجموعہ کی زینت ہے۔ اس اہم تالیف میں کئی موقعوں پر معیار الاشعار کے حوالے آتے ہیں۔ چنانچہ :-

" و خواجہ نصیر طوسی در معیار الاشعار فاصلہ را از ین ارکان رکنے علیحدہ نشمردہ بلکہ فاصلۂ صغریٰ را مرکب از سببین ثقیل و خفیف و فاصلۂ کبریٰ را مرکب از سبب ثقیل و وتد مجموع داشتہ " ورق ۳۷ ب

(دیگر) " و شیخ نصیر طوسی کہ صاحب معیار الاشعار است پس از روی بیش از یک حرف را از حروف قافیہ اعتبار نکردہ است " ورق ۷۶ ب

(۹) صنائع الحسن ایک اور عروضی تالیف ہے جو دسویں صدی ہجری میں مشہور فخری مصنف تذکرۂ جواہر العجائب کے قلم کی یادگار ہے۔ یہ تالیف فخری اپنے سرپرست شاہ حسن (رحلین ؟) ۹۲۸ھ ۱۵۲۲ء و ۹۶۲ھ ۱۵۵۲ء والی سندھ کے لئے لکھتا ہے۔ یہ مخطوطہ بانکی پور لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کتب خانہ کے

فہرست نگار خان بہادر عبد المقتدر خاں کہتے ہیں کہ ورق ۵ پر مصنف نے معیار الاشعار کو خواجہ نصیر الدین طوسی کی تصنیف بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو جلد نہم فارسی مخطوطات ص ۸۴۲

(۱۰) سلطان حسین بایقرا کے عہد میں دیگر علوم کے علاوہ عروض و قافیہ اور معما کا بہت رواج رہا ہے۔ مولنا جامی نے اپنی مصروفیتوں کے باوجود عروض و قافیے پر چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ہیں۔ جامی کے شاگرد میر عطاء اللہ الحسینی مشہدی ہیں جو کتاب تکمیل الصناعۃ میں قافیے پر ایک رسالہ شامل کرتے ہیں۔ رسالۂ ہذا میں میر عطاء اللہ متعدد موقعوں پر معیار الاشعار کا نام لیتے ہیں۔ ان میں سے ایک مثال یہاں عرض کرتا ہوں :-

"چنانکہ درین بیت کہ در معیار الاشعار خواجہ نصیر الدین طوسی آوردہ۔ بیت

صنم من زبر من بنروی دلک من نبری بنشنوی

(۱۱) جامی کے رسالۂ قافیہ کا نام مختصر وافی فی علم القوافی ہے۔ اس پر ان کے ایک شاگرد نے جس کے نام سے میں ناواقف ہوں ایک شرح لکھی ہے۔ میرے عروضی مجموعہ میں اس کا ایک مخطوطہ سنہ ۱۱۰۹ھ کا نوشتہ ہے جس پر رسالہ کا نام بدین الفاظ درج ہے۔ "رسالہ عروضیہ مسمی بشرح مختصر وافی فی علم قوافی بر متن حضرت مولوی جامی"۔ رسالۂ ہذا میں کئی جگہ معیار الاشعار کے حوالے نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہاں نقل کیا جاتا ہے :-

"و خواجہ نصیر الدین طوسی در کتاب معیار الاشعار حرف مقدم بر روی را منحصر در ردف داشتہ"۔

(۱۲) فخر الدین محمد ابن شاکر الکتبی متوفی سنہ ۷۶۴ھ نے اپنی تصنیف فوات الوفیات کے جزء ثانی میں ص ۱۴۹ پر محقق طوسی کی تالیفات کے ذکر میں معیار الاشعار کو بالفاظ "العروض بالفارسیۃ" یاد کیا ہے ؛

(۱۳) صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی متوفی ۷۶۴ھ کی الوافی بالوفیات کے جزو اوّل میں ص ۱۸۱ پر محقق کی تصنیفات کے ضمن میں "العروض بالفارسیہ" یعنے معیار الاشعار کا پھر ذکر آیا ہے +

جب گذشتہ صدی سے لگا کر آٹھویں صدی تک کے تمام علماء معیار کو محقق کی تصنیف مانتے آئے ہیں۔ تو میرا کیا قصور ہے اگر میں نے اسے خواجہ نصیر کی تالیف مان لیا +

ایک موقعہ پر سیّد صاحب نے فرمایا ہے :۔ "سلسلۂ شعر العجم کے وسیع النظر ناقد پروفیسر شیرانی نے تنقید کے پہلے نمبر (رسالہ اردو اورنگ آباد دکن) میں رباعی کی بحث پر دو صفحے لکھے ہیں اور معیار الاشعار کی مذکورۂ بالا عبارت کے لفظ "قدماء" سے اتنی وسعت پیدا کر لی کہ یہ دعوے کر دیا ہے کہ قدیم الایّام میں ایران میں ایک خاص قسم کی نظم جس کو چہار بیتی کہا جاتا تھا رائج تھی۔ اس کے اوزان عربی اوزان سے غالباً مستخرج نہیں ہیں بلکہ ایران زاد اور مقامی معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ ان میں سے ہر دعوے ثبوت کا محتاج ہے، اہل عروض و اہل موسیقی کی روایات (قابوس نامہ کا حوالہ آتا ہے) کا جہاں تک تعلق ہے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ارباب فن کے یہاں یہ چیز نو پیدا تھی اور اسلام کے بعد اہل فن کے استعمال میں آئی ہے"۔ (خیام ص ۲۲۲)،

میں یہاں سر داستان ہی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ محترم سیّد اپنے اعتراض میں ایسے فقرات کے استعمال سے کہ 'لفظ قدماء سے اتنی وسعت پیدا کر لی ہے'۔ 'ارباب فن کے یہاں یہ چیز نو پیدا تھی'۔ 'اور اسلام کے بعد استعمال میں آئی'۔ وغیرہ۔ میرے خلاف مدعا یہ امر ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ میں رباعی کو اسلام سے قبل کی پیداوار مانتا ہوں۔ حالانکہ میرے زیر تنقید شعر العجم تھی جو خالصتہً فارسی شاعری بعد از اسلام کے

موضوع سے تعلق رکھتی ہے اور جو عربی شاعری کی تقلید میں شروع ہوتی ہے ۔ فارسی شاعری اور رباعی تو ایسی فضا ہے جس میں ایام ظہور اسلام سے قبل کا تصور بھی ذہن میں نہیں آتا ۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کیا ہم الفاظ 'قدیم' ۔ 'قدما' 'قدیم الایام' زمانۂ مابعد اسلام کے لئے استعمال نہیں کر سکتے ۔ ان الفاظ سے میرا مقصد وہی ہے جو دنیا لیتی ہے ۔ قدیم جدید کے مقابلہ میں ۔ قدما متاخرین کے مقابلہ میں اور قدیم الایام زمانۂ حال کے مقابلہ میں آتا ہے ٭

اب مجھے دو باتیں ثابت کرنی ہیں ۔ ایک تو یہ کہ عہدِ قدیم میں ایران میں چار بیتی کا رواج تھا ۔ دوسرے یہ کہ چہار بیتی کے اوزان عربی سے متفرع نہیں بلکہ ایران زا اور مقامی ہیں ٭

پہلی شق کے لئے محقق طوسی کا بیان جو ہم نے مع ترجمہ اوپر نقل کر دیا ہے دھیان میں رکھنا نہایت ضروری ہے لیکن معیار الاشعار پر سید صاحب کا انحصار اور اعتماد محقق طوسی کے بیانات کی اصل وقعت و اہمیت کے احساس سے انہیں باز رکھتا ہے ۔ میرا عقیدہ ہے کہ رباعی کسی شخصی ایجاد کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ ارتقا یافتہ شکل ہے قدیم چہار بیتی کی جو ہزج مربع اخرم و اخرب میں لکھی جاتی تھی ۔ ان ایام میں صدر و ابتدا میں اخرب و مکفوف ۔ اخرب و مقبوض کا اختلاف جائز سمجھا جاتا تھا، جو چار بیتی کے ہر مصرع میں کارفرما ہے ۔ جس کی بنا پر پہلے مصرع کے شروع میں مفعول کے مقابلہ میں دوسرے مصرع کے شروع میں مفاعیل یا مفاعیلن یا مفاعلن آ جاتا ہے ۔ بحر ہزج عربی میں مربع الارکان مستعمل ہے ۔ جب عربی عروض فارسی میں اختیار کی گئی تو ضروری ہے کہ ابتدا میں اشعار ہزج کے مربع میں لکھے جاتے ہوں ۔ چنانچہ رباعی بھی مربع میں لکھی گئی ۔ چونکہ اس میں چار شعر ہوا کرتے تھے اس بنا پر اس کا نام چہار بیتی رکھا گیا ۔ ایک عرصۂ دراز کے بعد جب اصول مثمنات کی دریافت نے

اہل ایران کو زیادہ خوش آیند اور شگفتہ اوزان سے آشنا کر دیا۔ مربعات ترک کر دیئے گئے اور مثمنات کو اختیار کر لیا گیا۔ اور ترانہ جو چار بیت مربع پر شامل تھا دوبیت مثمن کے قالب میں ڈھل گیا اور دوبیتی کہلایا۔ یہی اصول یعنی مربع کا مثمن کر دینا نہ صرف رباعی میں بلکہ دیگر اوزان میں بھی کام کر رہا ہے۔ مثال میں ہزج مربع کا یہ شعر عرض ہے :-

من بے تو چنین زار　　　تو از دور ہمی خند

اس کا وزن ہے مفعول مفاعیل مصرع اول، مفاعیل مفاعیل مصرع دوم - یہ رباعی کا وزن نہیں ہے۔ یہاں ابتدا میں صدر کے مقابلہ میں مفاعیلُ بجای مفعولُ لایا گیا ہے۔ ایران کی بعد کی خوش مذاقی کے دیکھتے ہوئے ایسا اختلاف ناقابل معافی ہے۔ مگر جب اسی وزن مربع کو مثمن بنالیا یعنے پورے شعر کا مصرع کر لیا بروزن مفعول مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیل۔ تو ایک نہایت خوش آیند وزن حاصل ہو گیا چنانچہ

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور　　　تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور

ایک اور مثال دی جاتی ہے :-

ای یار دل ربای　　　یکی بار ہی بساز

جو بحر مضارع مربع اخرب موفور مقصور ہے۔ یعنی مفعول فاعلات مصرع اول اور مفاعیل فاعلات مصرع دوم۔ یہاں صدر و ابتدا میں اخرب و موفور کا اجتماع ہے لیکن ان دونوں مصرعوں کو ایک مثمن مصرع مان لینے سے ایک نیا شگفتہ وزن ہاتھ آگیا۔ مثال :-

گر مرد ہمتی ز مروت نشان مخواہ　　　صد جا شہید شو دیت از دشمنان مخواہ

تعجب ہے کہ ہمارے سلیمان اعظم نے جہاں رباعی کے مختلف ناموں کی

فہرست دی۔ مثلاً ترانہ۔ دوبیتی۔ قول۔ غزل۔ بیت وغیرہ۔ اس میں انہوں نے اس کے سب سے قدیم نام چہاربیتی کو شامل نہیں کیا اور محقق طوسی کا بیان بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ حالانکہ عروضی چہاربیتی کا برابر ذکر کرتے ہیں :

مقیاس الاشعار میں مرزا اوج کہتے ہیں :۔" ترانہ کو قدما نے چار بیت قیاس کیا ہے اور اس کو 'چہاربیتی' کہا ہے۔ یعنی اس میں ہر مصراع ایک بیت ہے اور تازی میں اس کو رباعی کہتے ہیں اور چاروں مصرعوں میں قافیہ لانا واجب جانتے ہیں لیکن نزدیک متاخرین جو مربعات اس وزن اخرب کے مستعمل نہیں یہ وزن بھی متروک ہے۔" (ص ۲۱۷ مقیاس الاشعار)

غلام حسنین قدر بلگرامی کا قول ہے :۔" اور اس کو اسی وجہ سے چہاربیتی اور رباعی کہنے لگے لیکن متاخرین نے چار مصرعوں کو دو شعر فرض کیا اور اس کا نام دوبیتی رکھا۔"

" قدمای فارس ترانہ را کہ از ہزج مربع اختراع کردہ اند چہاربیتی و رباعی میگفتند و ہر دو رچہار رکنی را قافیہ لازم می شمردند۔ اما متاخرین شان چون ابیات مربع ہزج نزد ایشان متروک است ترانہ از مثمن قرار میدہند و ہر دو رچہار رکنی را مصراعی می شمرند و مجموع را دوبیتی" (ص ۶۵ رسالہ کیفیت ایجاد رباعی از مفتی سعد اللہ)

شق دوم۔ یہ کہ چاربیتی یا رباعی کے اوزان عربی سے مستخرج نہیں ہیں۔ بلکہ ایران زاد اور مقامی ہیں :۔ میں حیران ہوں کہ سید صاحب کو ایسے بدیہی واقعہ کے ثبوت مانگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ہم عروض کی جس قدیم و جدید کتاب کو اٹھا کر دیکھتے ہیں ہر مصنف یہی راگ الاپ رہا ہے کہ رباعی فارسی الاصل ہے میں بعض عروضیوں کے بیان یہاں نقل کرتا ہوں :۔

(۱) بدانکہ وزن رباعی کہ آنرا دوبیتی و ترانہ نیز گویند از بحر ہزج بیرون می آید و

آنرا عجم پیدا کردہ اند و بر بیست و چہار نوع آوردہ"۔
(عروض سیفی تالیف ۸۹۶ھ صـ ۵۳ طبع ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۷۲ء)

(۲) باید دانست کہ وزن دوبیتی را کہ رباعی و ترانہ نیز میگویند آنرا شعرای عجم از وزن اخرم و اخرب ہزج مثمن برآوردہ اند"۔ صـ ۵۳ تنقید الدرر از قضائی تالیف ۹۹۹ھ)

(۳) بباید دانست کہ رباعی را شعرای عجم اختراع نمودہ اند و آنرا ترانہ و دوبیتی نیز نامند"۔ (صـ ۱۱۶ حدائق البلاغت۔ مطبع کریمی۔ لاہور ۱۹۲۰ء)

(۴) کرامت علی ابن رحمت علی حسینی جونپوری مسٹر شکنر فرانسیسی کے لئے اپنے قیامِ تبریز کے زمانہ میں ایک رسالہ قواعد عروض و قوافی پارسی لکھتا ہے۔ جس میں مرزا ابوالقاسم قایم مقام کی طرف بھی خطاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ ٹائپ میں طبع شدہ میرے پاس ہے۔ جس پر تاریخ طباعت درج نہیں۔ اس رسالہ کے صـ ۸۲ پر عبارت ذیل ملتی ہے :۔

"فصل شانزدہم در بحر رباعی و آنرا دوبیتی و ترانہ نیز گویند و آن پیدا کردۂ عجم است۔"

(۵) "و اوزان رباعی کہ آنرا دوبیتی و ترانہ گویند اہل عجم از بحر ہزج برآوردہ اند"۔ (مخزن الفوائد صـ ۱۶۶ ۱۸۸۶ء۔ مطبع انجمن پنجاب)

(۵ ب) "وزن ترانہ کے مخترع شعرای عجم ہیں"۔ (صـ ۱۲۲ قواعد العروض از قدر بلگرامی)

(۶) "اور یہ زحاف کہ اس وزن میں مستعمل شعرای عجم ہیں اشعار عرب میں نہیں اور یہ وزن رباعی اشعار عرب میں نہ تھا"۔ (صـ ۲۱ مقیاس الاشعار ۱۲۹۲ھ)

(۷) "اور جان تو کہ رباعی نکالی ہوئی فصحای عجم کی ہے اور بحر ہزج سے خصوصیت رکھتی ہے"۔ (تقویت الشعرا از امام الدین طالب۔ سلطان المطابع لکھنؤ)

(۸) "و رباعی از مخترعات اہل عجم است و بہ بحر ہزج اختصاص دارد"۔ (صـ ۵۶

شجرۃ العروض از منشی مظفر علی اسیر۔ نولکشور ۱۸۷۳ء)

یہاں ایک سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر رباعی ایرانی الاصل نہیں ہے تو پھر اس کی ایجاد کی توضیح کرنے والے قصے جن میں صرف ایرانی حصہ لیتے نظر آتے ہیں اور جنہیں سید صاحب نے اپنی معزز تالیف میں نقل بھی کیا ہے کیوں شہرت پاتے مثلاً رودکی کا ایک طفل جوز باز کو غزنین کے مرغزار میں جوشِ مسرت میں مصرع آیندہ پڑھتے سننا یا بقول دولت شاہ یعقوب بن لیث کے فرزند کا جوز کھیلتے ہوئے ایک نشاط آمیز لہجہ میں کہنا کہ

غلطان غلطان ہمی رود تا بن گو

خیام کے صـ۲۲۳ پر سید صاحب نے گذشتہ اعتراض سے ملتا جلتا یہ اعتراض کیا ہے:۔

"ناقد شعر العجم نے اپنے اسی پہلے سلسلہ میں یہ بے سند دعوے کیا ہے جس کا مدار ساتویں صدی کی معیار الاشعار پر ہے کہ قدما (کس عہد تک کے قدماء؟) تمامتر چہار بیتی کہتے تھے، جس کے چاروں مصرع ہم قافیہ ہوتے تھے" اور اس سے نادر تر دعوے یہ ہے کہ چہار بیتی کی اب کوئی مثال نہیں پائی جاتی، حالانکہ ایسی رباعیاں جن کے چاروں مصرعے ہم قافیہ ہوں، عوفی کی لباب الالباب کے قدماء کے حالات میں دس بارہ سے زیادہ ہیں اور بعد کے شعرا کے یہاں ایسی رباعیاں ملتی ہیں۔"

میں سید صاحب کی خدمت میں بصد ادب عرض کرتا ہوں کہ جب ان کو یہ تسلیم ہے کہ میرے دعوے کا مدار ساتویں صدی کی معیار الاشعار پر ہے تو پھر میرا دعوے بے سند کیوں گردانا گیا۔ سید مجھ پر سخت ظلم کر رہے ہیں کہ معیار الاشعار جیسی کتاب کی سند کے باوجود میرے دعوے کو بے سند کہتے ہیں۔ میں ان کو

یقین دلاتا ہوں کہ عروضی لٹریچر میں یہ تالیف آج بھی زبردست اہمیت کی مالک ہے۔ گذشتہ سات صدیوں میں جس قدر کتابیں اس فن پر لکھی گئی ہیں ان سب پر اس کتاب کی افادی وقعت و افضلیت مسلم ہے۔ ہر عہد میں اہل عروض اس کو مستند سمجھتے رہے ہیں اور اس کے حوالے دیتے آئے ہیں۔ اس کی شرح تیار ہوئی ہے۔ ترجمہ کیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ عروضی مسائل پر قولِ فیصل مانی جاتی ہے اور یہ فن سے ہماری بیگانگی کا ثبوت ہوگا اگر ہم اس تصنیف کو قرار واقعی عزّت نہ دیں۔

اس کے بعد سوال کیا ہے (کس عہد تک کے قدماء) تمام ترچہار بیتی کہتے تھے جس کے چاروں مصرع ہم قافیہ ہوتے تھے' یہاں بیت کی جگہ مصرع لکھنا سیّد صاحب کا سہو قلم ہے۔ میں قدما کے متعلق اس سے قبل کچھ اشارہ کر آیا ہوں۔ یہاں اسی قدر کہنا کافی ہوگا کہ ان قدماء کا زمانہ بھی وہی ہے جو اُن قدماء کا ہے جن کا ذکر خود سیّد صاحب نے اپنی تالیف میں کیا ہے۔ جب فرمایا ہے:-

(۱) "عوفی کی لباب الالباب کے قدماء کے حالات میں" وغیرہ (خیام ص۲۲۳ حاشیہ)

(۲) "ہر رباعی (چہار بیتی) کہنے والے قدماء عربی کے شاعر تھے" الخ (خیام ص۲۲۲)

(۳) قدماء کے کلام میں غزل و ترانہ کا لفظ ساتھ ساتھ آتا ہے"۔ (خیام ص۲۲۷)

آگے بڑھ کر سید صاحب ارشاد کرتے ہیں :۔" اور اس سے نادر تر دعوے یہ ہے کہ چہار بیتی کی اب کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ حالانکہ ایسی رباعیاں جن کے چاروں مصرعے ہم قافیہ ہوں عوفی کی لباب الالباب کے قدماء کے حالات میں دس بارہ سے زیادہ ہیں"

مجھے افسوس ہے کہ سیّد صاحب میرا مطلب بالکل نہیں سمجھے اور نہ انہوں نے

محقق طوسی کے بیان پر جو میرے دعوے کی سند ہے کافی غور کیا۔ جن چار مصرعوں والی رباعیوں کو سید صاحب چار بیتیاں کہتے ہیں وہ تو دو بیتیاں ہیں۔ کیونکہ دو مثمن شعروں کی شکل میں لکھی جاتی ہیں۔ بحالیکہ چار بیتی چار مربع شعروں کی صورت میں لکھی جاتی تھی جس طرح کہ میں نے تنقید شعر العجم میں (رسالہ اردو ص ۴۹۰ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء) ابوشکور کی رباعی کو لکھا ہے۔ یا جس طرح خود سید صاحب نے میری تقلید میں ص ۲۲۲ پر رودکی کی مفروضہ رباعی کو اور ص ۲۲۳ تا ۲۲۵ عربی رباعیوں کو نقل کیا ہے۔ یہ ہے صحیح شکل چہار بیتی کی۔ اور جب چار بیتیاں اس طرح لکھی ہوئی نہیں ملتیں تو میں نے کیا غلط کہا جب یہ کہا کہ قدیم چہار بیتی کے اصلی نمونے ہم تک نہیں پہنچے۔ چار قافیوں والی رباعیاں مصرّع[1] دو بیتیاں ہیں جس طرح تین قافیوں والی خصی رباعیاں ہیں +

سیّد صاحب دعوے کرتے ہیں کہ چاروں مصرعوں میں قافیوں والی رباعیاں لباب الالباب میں قدماء کے حالات میں دس بارہ سے زیادہ ہیں۔ میں نے بھی قدماء کے ذکر ہی میں کہا تھا کہ سب سے قدیم رباعی مجھ کو ابوشکور بلخی کی ملی ہے۔ لباب الالباب موجود ہے اور میں سید صاحب کو دعوت دیتا ہوں اگر وہ اس میں سے دس بارہ درکنار ایک رباعی بھی ابوشکور کے عہد سے قبل کی نکال کر بتا دیں گے۔ مگر دشواری یہ ہے کہ ہمارے محترم ہر چار مصرعوں کو عام اس سے کہ وہ رباعی کے وزن میں ہوں یا نہ ہوں رباعی کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ ایسی رباعیاں بے شک وہ دس بارہ کیا درجنوں نکال دیں گے لیکن ادبی و عروضی نقطۂ نظر سے بلکہ رواجاً بھی رباعی وہی ہے جو بحر ہزج کے

---

[1] "مصرّع بیتی را گویند کہ ہر دو مصراع قافیت نگاہ داشتہ آید چنانکہ ابیات سرہای قصیدہ بود۔ خصی دوبیتی را گویند کہ مصراع سوم او را قافیت نباشد"۔ (ص ۸۵، حدائق السحر رشید الدین وطواط۔ مرتبۂ عباس اقبال)۔

اخرب و اخرم شجروں کے چوبیس اوزان مقررہ میں سے ہو۔ مگر سید صاحب جو خیام کی رباعیوں پر مقدمہ لکھ رہے ہیں اس فروگذاشت کی مطلق پروا نہیں کرتے ایک موقعہ پر رقم پرداز ہیں :۔

"لباب الالباب عوفی میں حنظلہ بادغیسی کی حسب ذیل دوبیتیں ملتی ہیں جو رباعی کے وزن پر ہیں :۔

یارم سپند اگرچہ برآتش ہمی فگند | از بہر چشم تا نرسد مر ورا گزند
او را سپند و آتش نا ید ہمی بکار | با روی ہمچو آتش و با خال چو[ن] اسپند"

(خیام صـ۲۲۳)

ان دو شعروں کو خود عوفی دوبیتی نہیں مانتا۔ چنانچہ اس نے "این دوبیت" (ج۲ لباب الالباب) لکھا تھا۔ سید صاحب نے دوبیتیں تو عوفی کی تقلید میں لکھ دیا۔ لیکن الفاظ "جو رباعی کے وزن پر ہیں"۔ اپنی طرف سے اضافہ کر دیئے۔ حالانکہ یہ شعر رباعی کے وزن پر مطلق نہیں۔ رباعی کے اوزان بحر ہزج سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ ابیات بحر مضارع میں واقع ہوئے ہیں۔ ان کا وزن ہے :۔

مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات۔ یعنے مضارع اخرب مکفوف مقصور جو رباعی کے وزن سے کوسوں دُور ہے۔

سید صاحب کی جلد بازی ملاحظہ ہو کہ حنظلہ کی اس مفروضہ رباعی کو دیکھ کر فوراً یہ نظریہ پیش کر دیا :۔ "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رباعی کی تاریخ رودکی بلکہ ابودُلف اور ابن الکعب سے بھی پہلے شروع ہوتی ہے اور سامانی بلکہ صفاری کے بجائے طاہری دربار کو اس کی اولیت کا فخر پہنچتا ہے۔" (صـ۲۲۳ خیام)

[1] قلابوں میں 'نون' میرا اضافہ ہے۔ اس کے بغیر وزن غلط ہو جاتا ہے ۔

اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ حنظلہ کی رباعی سچی رباعی نہیں۔ تو یہ اولیت کا فخر کس دربار کی طرف منتقل کیا جائے گا؟ سلیمان اعظم ارشاد فرمائیں۔

تنقید شعر العجم (ص ۴۹۰ اردو) میں ایک موقعہ پر میں نے فرخی کا ایک شعر بوطلب شاعر کی شہرت بحیثیت رباعی گو دکھانے کے۔لئے نقل کر دیا تھا۔ جو حسب ذیل تھا:۔

از دلارامی و نغزی چون غزلہای شہید وز دلاویزی و خوبی چون ترانہ بوطلب

اس کے تعلق میں سید صاحب ارشاد کرتے ہیں:۔

"پروفیسر شیرانی نے تنقید شعر العجم کے پہلے نمبر میں اس شعر کو کہیں سے نقل کیا ہے۔ مگر اپنے متن کا ماخذ نہیں بتایا ہے جو اسدی کے متن سے بہت کچھ مختلف ہے۔ شیرانی صاحب لکھتے ہیں:۔

از دلآویزی و نغزی چون غزلہای شہید وز دلآریزی و خوبی چون ترانہ بوطلب

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب نے کسی متاخر ماخذ کو سامنے رکھا ہے جس نے فرخی کے قدیم الفاظ میں متاخرین کے محاوروں کے مطابق تصرف کر دیا ہے۔" (خیام ص ۲۲۹)

کسی شاعر کا شعر نقل کرتے وقت ہمارے ہاں یہی دستور رہا ہے۔ کہ شعر نقل کرنے سے قبل اس شاعر کا نام دے دیا جائے۔ چنانچہ میں نے بھی ایسا ہی کیا اور شاعر کا نام فرخی دے دیا۔ سیّد صاحب کو اعتراض ہے کہ اس شعر کو کہیں سے نقل کر دیا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ کہیں سے تو کیا نقل کیا ہوگا۔ شاعر کے دیوان ہی سے نقل کیا ہوگا اور دیوان سے بہتر ماخذ ہوگا بھی کیا۔ متاخرین کے محاوروں کے مطابق اگر کوئی تصرف ہوا تو خود سیّد اس کے ذمہ دار ہیں۔ میرے ہاں جہاں پہلے مصرع میں 'دلارامی' تھا۔ سیّد صاحب نے

اس کی جگہ 'دلآویزی' بنا دیا۔ یہ تصرّف کیوں کیا گیا۔ مجھے معلوم نہیں۔ مگر یہ تصرف ہر حال میں صحیح نہیں۔ کیونکہ دونوں مصرعوں میں 'دلاویزی' مکرر ہو جاتا ہے،

سیّد صاحب نے حسب روایت لغت فرس اس شعر کو یوں لکھا ہے:۔

زدلآویزی وتری چو غزلہائے شہید   وزغم انجامی وخوشی چو نزانہ بوطلب

میرا نقل کردہ شعر اگر اسدی کے متن سے نہیں ملتا تو اس میں میرا کیا قصور ہے میرے لئے ضروری نہیں کہ فرخی کے شعر کے لئے اسدی کے لغت کی ورق گردانی کروں۔ جس حال میں کہ دیوان موجود ہے اور چھپ چکا ہے۔

اصل یہ ہے کہ جس شعر کو سیّد صاحب صحیح اور مستند سمجھ رہے ہیں۔ وہ یقیناً غلط ہے۔ اس غلطی کے ذمہ وار خواہ ہمارے سیّد ہوں یا پال ہورن لغت فرس کا مرتّب یا خود اسدی لغت فرس کا مصنّف۔ شعر ہذا کوئی تنہا شعر نہیں ہے بلکہ فرخی[1] کے قصیدہ میں آتا ہے۔ یہ قصیدہ بحر رمل مثمن محذوف میں ہے جس کا وزن ہے۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن، اور مطلع ہے:۔

دوست دارم کودک سیمیں بر بیجادہ لب   ہر کجا زیشان یکی بینی مرا آنجا طلب

فرخی کا منقولۂ بالا شعر بھی ضرور ہے کہ اسی وزن میں ہو۔ چنانچہ تقطیع:۔

ازدلارا فاعلاتن، می ئی نغزی فاعلاتن، چو غزلہا فاعلاتن، اے شہید فاعلات، وزدلاوے فاعلاتن، زی ئی خوبی فاعلاتن، چو نزانا فاعلاتن، بوطلب فاعلن، یعنی وہی رمل مثمن مقصور یا محذوف، اب سید صاحب کے روایت کردہ شعر کی تقطیع ملاحظہ ہو:۔

زدلاوے فعلاتن، زئی تر ری فعلاتن، چ غزلہا فعلاتن، ءِ شہید فعلات، وزغمنجا فاعلاتن، م ئی خوشی فعلاتن، چ نزانا فعلاتن، بوطلب فعلات،

---

[1] دیوان فرخی مرتبہ عبدالرسولی ۱۳۱۱ھ۔ مطبوعہ مجلس (ایران) صہ ۶، و دیوان حکیم فرخی صہ ۶ طبع بمبئی،

اور وزن ہے بحر رمل مثمن مخبون مقصور ۔ بالفاظ دیگر وزن ہی بدل گیا ہے ۔ یعنے سالم سے مخبون ہو گیا ۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ حشویات تمام قصیدے میں جس کے پچاس سے زیادہ شعر ہیں سالم آئیں اور ایک شعر میں مخبون ہو جائیں لہذا میں تو اس شعر کو غلط کہوں گا ،

قولہ :- اہل عرب اس کو رباعی اس لئے کہتے ہیں ۔ کہ بحر ہزج جس میں رباعی کہی جاتی ہے چار اجزاء سے مرکب ہوتی ہے اور اس لئے اس وزن کا ایک مصرع عربی میں دو جزء کا ایک شعر ہو جاتا ہے اور اس طرح چار مصرعوں میں چار شعر ہو جاتے ہیں ۔ رازی کے اس بیان کی تائید معیار الاشعار فارسی عروض کی ایک قدیم کتاب ۶۴۹ھ سے ہوتی ہے ۔" صـ۲۲

میں یہ توجیہ ماننے کے لئے طیار نہیں کہ چونکہ ہزج عربی میں مربع الارکان آتی ہے ۔ اس بناء پر اس کو رباعی کہنے لگے ۔ ہزج دائرہ میں مسدس ہے ۔ اگرچہ بنا میں مجزو ہے ۔ دوسرے عربی میں ایک یہی بحر تو ہے نہیں جو مربع آتی ہے ۔ اس میں تو اکثر بحریں مربع استعمال ہوتی ہیں پھر ہزج کی کیا خصوصیت رہی ۔ اس کے علاوہ رباعی کی ابتدا فارسی سے ہوتی ہے نہ عربی سے اسلئے اس کا نام رباعی رکھنے میں عربی والوں نے چار بیتی کی تقلید کی ہے ؎

محقق طوسی کی تالیف معیار الاشعار سید صاحب کے خیال کی تائید نہیں کرتی ۔ اس میں مذکور ہے :-

" ترانہ را قدماء چہار بیت می گرفتہ اند و آنرا چہار بیتی خوانده و بتازی رباعی "۔

یعنی قدماء کے نزدیک رباعی چار بیتوں پر شامل تھی ۔ اس لئے اس کا نام چہار بیتی رکھ دیا ۔ اور عربی میں رباعی ۔ لہذا سید صاحب کا یہ بیان کہ رباعی کا نام رباعی چار مصرعوں کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ چار مصرعوں کے چار شعر ہو جانے کی وجہ سے ،

بالکل بے بنیاد ہے۔ صحیح وہی ہے جو محقق طوسی کے بیان سے مستنبط ہوتا ہے یعنی ایرانیوں نے اس کا نام چہار بیتی رکھا اور عربی والوں نے تقلیداً رباعی کہا۔

قولہ:۔ سوال یہ ہے کہ دو دو جزء کا اس طرح ایک ایک شعر ہو جانا آیا فارسی میں تھا اور اس لئے اس کو کبھی چہار بیتی کہتے تھے۔ یا عربی میں اور اس لئے اس کو رباعی کہتے تھے۔ مؤلف معیار الاشعار نے صرف قدماء یعنی پہلے لوگ لکھا ہے جس سے فارسی و عربی کی تخصیص نہیں نکلتی۔" (خیام ص۲۲۲)

مؤلف معیار الاشعار کے بیانات تو ہمیشہ ٹھیک ٹھیک راست بلا کم و کاست مبنی بر حقیقت ہوتے ہیں۔ لیکن سید صاحب کی اس کتاب کے ساتھ عدم واقفیت نے بے شک انہیں غیر حقیقی الجھنوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ محقق طوسی کی یہ تالیف فارسی کے ساتھ ساتھ عربی عروض کی بھی جداگانہ توضیح کر رہی ہے۔ بلکہ مصنف کا قاعدہ ہے کہ پہلے ہر بحر کے عربی ضوابط و اوزان و امثال بیان کرتا ہے اس کے بعد فارسی اوزان اور امثال دیتا ہے۔ سید صاحب اس کو محض فارسی عروض کی کتاب (ص۲۲ خیام) بیان کرتے ہیں۔ اسی لئے سید والا مرتبت کا یہ قول کہ "مولف معیار الاشعار نے صرف قدماء یعنی پہلے لوگ لکھا ہے جس سے فارسی و عربی کی تخصیص نہیں نکلتی۔" فاضل موصوف اس سے زیادہ اور کیا تخصیص کرتے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ دکھا دیا ہے۔ ہزج کے عربی اوزان میں انہوں نے رباعی کا مطلق ذکر نہیں کیا اور فارسی کے ذکر میں لکھا جس سے پڑھنے والے پر صاف روشن ہے کہ رباعی فارسی الاصل ہے اور عربی سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ سید صاحب اس سے زیادہ اور کیا تخصیص چاہتے ہیں؟

قولہ:۔ مگر محمد ابن قیس رازی نے تصریح کی ہے کہ یہ رباعی (چہار بیتی) کہنے والے قدماء عربی کے شاعر تھے۔ کیونکہ اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ عربی کی

طرح فارسی اہلِ عروض بھی ایک لفظ کے حرفوں کو توڑ کر کبھی دو مصرعوں میں بانٹتے تھے۔" (صـ۲۲۲ خیام)

عروض کے میدان میں یوں تو کئی چیزیں عجمیوں کی دماغی پیداوار اور ذہنی یادگار کی حیثیت سے شمار کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً بحور قریب و جدید و متشاکل۔ نیز ان کی نو ایجاد اکیس بحریں جو دوائر منعکسہ و منغلقہ و منغلط سے تعلق رکھتی ہیں لیکن ان کی افادی وقعت قابلِ ذکر نہیں۔ لے دے کر کوئی کام کی چیز جو جدید ایرانی اضافہ کے طور سے تسلیم کی جا سکتی ہے رباعی ہے مگر دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے سید والاشان نے بیک جنبش قلم اس عزت سے بھی انہیں محروم کر دیا اور یہ ارشاد کر دیا کہ رباعی کہنے والے قدماء عربی کے شاعر تھے۔ خوش قسمتی سے سیّد صاحب اس عقیدے میں بالکل تنہا ہیں حتےٰ کہ محمد ابن قیس بھی جس کی مبینہ تصریح پر سید صاحب یہ رائے قایم کرتے ہیں ان کے بالکل برخلاف ہے۔ ذیل میں مصنّف موصوف کے تین مختلف بیان جن میں سے ہر ایک سیّد صاحب کے مزعومہ دعوے کے مخالف ہے نقل کئے جاتے ہیں:-

"لیکن بحکم آنکہ زحافی کہ درین وزن مستعمل است در اشعارِ عرب نبودہ است در قدیم برین وزن شعرِ تازی نگفتہ اند واکنون مُحدِثان اربابِ طبع بران اقبالِ تمام کردہ اند و رباعیات تازی در ہمہ بلادِ عرب شایع و متداول گشتہ است۔"
(صـ۹۰، المعجم فی معاییر اشعار العجم)

اس کا ترجمہ:- لیکن چونکہ ایسے زحاف جو اس وزن [رباعی] میں استعمال ہوتے ہیں۔ اشعار عرب میں نہیں آتے۔ عہد قدیم میں تازی گویوں نے اس وزن میں اشعار نہیں لکھے۔ البتہ عہدِ حاضر کے ارباب، ذوق نے اس کی طرف اقدام کیا ہے۔ چنانچہ عربی رباعیاں تمام ممالک عرب میں رائج اور مشتہر ہو گئیں۔ ایسے صاف اور صریح بیان کے باوجود سیّد صاحب کس طرح یہ دعوے پیش

کر سکتے ہیں کہ یہ رباعی گو قدماء عربی کے شاعر تھے ۔

شمس قیس کا دوسرا بیان یہ ہے :-

" وبحقیقت ہیچ وزن از اوزان مبتدع و اشعار مخترع کہ بعد از خلیل احداث کردہ اند بدل نزدیک تر و در طبع آویزندہ تر ازین نیست ۔ (ص ۹۰ المعجم)

یہ بیان بھی سید صاحب کے دعوے کے خلاف ہے ۔

شمس قیس کا تیسرا بیان رباعی کی ایجاد شاعر مشہور رودکی کی طرف منسوب کرتا ہے ۔ جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے :-

" و یکی از متقدمان شعرای عجم و پندارم رودکی واللہ اعلم از نوع اخرم و اخرب این بحر وزنی تخریج کردہ است کہ آنرا وزن رباعی خوانند " (ص ۱۸۸ المعجم)

جب رباعی کی ایجاد بروایت شمس قیس رودکی کی طرف منسوب ہے تو پھر ہمارے سید محترم کس طرح قدماء عربی کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ اور لطف یہ ہے کہ خود شمس قیس کو اپنے بے سند دعوے کا مدار علیہ قرار دیتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ محمد ابن قیس رازی نے تصریح کی ہے کہ یہ رباعی (چہار بیتی) کہنے والے قدماء عربی کے شاعر تھے ۔ میں سید صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ محمد ابن قیس کا دامن ہر ایسی تصریح سے پاک ہے ۔

عربی کی طرح فارسی اہل عروض بھی ایک لفظ کے ٹکڑوں کو توڑ کر کبھی دو مصرعوں میں بانٹتے تھے ۔ اس سے میں سمجھتا ہوں سید صاحب کا مطلب اشعار معقد سے ہے ۔ ایسے اشعار عربی کی تقلید میں قدماء فارسی میں رائج تھے ۔ زیادہ تر انہی ایام میں جب شعر گوئی کا مدار اکثر و بیشتر مربعات پر تھا ۔ اشعار معقد میں مصرع اول مصرع دوم سے لفظاً و معنیً وابستہ ہوتا ہے ۔ ہر مصرع مرکب غیر مفید کا حکم رکھتا ہے جب تک دوسرا مصرع ساتھ نہ پڑھا جائے بات ناتمام رہتی ہے ۔ اس لئے

کئی موقعوں پر ضروری ہے کہ دونوں مصرعوں کو ساتھ ملا کر مثل ایک مصرع مثمن کے پڑھیں ۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار معقد ہیں جو فارسی میں اصول مثمنات کی دریافت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں ۔ جب مثمنات کی دریافت نے فارسی عروض میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا ۔ اوزان مربع کا رواج متروک ہو گیا ان کے ساتھ ہی اشعار معقد بھی جو مثنیٰ و مربع و مثلث ہوتے تھے غائب ہو گئے ۔ محقق طوسی نے ان کی بعض مثالیں اپنی تالیف میں محفوظ رکھی ہیں جن میں سے کچھ اس سے پیشتر اسی مضمون میں نقل ہو چکی ہیں ۔ بعض یہاں درج کی جاتی ہیں :۔

مثال ہزج مربع سالم :۔

بیار آن مے کہ پنداری　　روان یاقوت نابستے
و یا چون برکشیدہ تیغ　　پیش آفتابستے

آخری شعر میں تیغ کا 'غین' وزن کی رو سے دوسرے مصرع میں شامل ہے ۔ رودکی کا یہ قطعہ بالعموم مثمن شکل میں لکھا جاتا ہے ۔ جس سے تمام قطعہ مصرع ہو گیا ہے ۔ حتےٰ کہ حدائق السحر میں بھی اس کو مثمن ہی درج کیا ہے لیکن محقق طوسی نے مذکورہ بالا شعر مربع کی مثال میں نقل کئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قطعہ اصل میں مربع تھا ۔ اور مثمنات کے رواج کے بعد اس کو بھی مثمن بنا لیا گیا

مثالِ دیگر :۔　　رہ شادیم　　بربستی

یہ دورکنی شعر ہے ۔ جس کی تقطیع ہے ، رہ شادی فعلاتن ، م ب بستی فعلاتن ، یعنے میم ضمیر متکلم شامل مصرع دوم ہے ؎

مثالِ دیگر :۔　　ہر کہ بد خواند ترا　　از مردمی ہست اوبری

اس شعر میں 'از' بغرض تقطیع شامل مصرع اول ہے ۔

مثال شعر مثلث :۔ ؎ نوشد جہان زین نو بہار و سال نو

یہ تین رکن کا پورا شعر ہے جس کا نصف معین نہیں ۔ عربی تقلید میں بدیع بلخی نے یہ قصیدہ لکھا تھا +

قولہ :۔ چوتھی پانچویں صدی کے شعراء فارسی پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعوں کے ساتھ تیسرے کو بھی اکثر ہم قافیہ لایا کرتے تھے مگر اس کا قطعی لزوم ان کے ہاں بھی نہ تھا ۔ چنانچہ رودکی، فردوسی، عنصری وغیرہ کی رباعیوں میں کبھی تیسرے مصرع میں قافیہ ہے اور کبھی نہیں ہے''،

اس بارہ میں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال فارسی پروفیسر پنجاب یونیورسٹی کی رائے میرے خیال میں زیادہ وزنی ہے ۔ ان کا بیان ہے کہ ایک رباعی جتنی زیادہ قدیم ہوگی گمان غالب ہے کہ وہ مصرّع ہوگی ۔ جتنی متاخر ہوگی اتنی ہی خصی ہوگی میں غیر خصی کو مصرّع اور خصی کو غیر مصرّع کہوں گا ۔ چوتھی اور پانچویں صدی میں بالعموم مصرّع رباعیاں رائج تھیں ۔ مثلاً شعرائے عہد غزنہ کے دواوین میں سے عنصری کی ۳۶ رباعیوں میں سے ۳۴ ۔ فرخی کی ۳۷ میں سے ۳۶ ۔ ناصر خسرو کے ہاں ایک میں سے ایک ۔ ابوالفرج رونی کے ہاں ۵۷ میں سے ۵۱ ۔ قطران تبریزی کے ہاں ۱۵ میں سے گیارہ اور مسعود سعد سلمان کے ہاں ۲۲۷ میں سے ۲۱۹ رباعیاں مصرّع ہیں ۔ اس سے ہم یہ رائے قایم کرتے ہیں کہ چوتھی اور پانچویں صدی میں مصرّع رباعیاں کہنے کا دستور لزوم کی حد تک عام تھا ۔ ان میں غیر مصرّع رباعیوں کا شمول خالی از اشتباہ نہیں ۔ جلد دوم لباب الالباب میں شعرائے آل سامان و شعرائے آل ناصر کی رباعیاں جو بتفصیل ذیل ہیں سب کی سب بلا استثناء مصرّع ہیں ۔ چنانچہ :۔

ابوشکور بلخی، ایک ۔ صہ ۲۱ ۔ عنصری، ایک صہ ۳۲ ، ابوعبداللہ محمد المعروف

بروردہ البلخی کے ہاں پانچ مختلف مصرّع شعر بروزن رباعی ص۴۷ - فرخی ۲، ص۵۰
ابوعبداللہ عبدالرحمن بن محمد العطاردی، دو۔ ص۵۷، ابوالحرث حرب بن محمد
الحقوری الہروی۔ یک، ص۶۱۔ ابوالمنصور عبدالرشید بن احمد بن ابی یوسف
الہروی، یک۔ ص۶۱، مسعود الرازی، یک، ص۶۳۔ ناصر لغوی، یک، ص۶۶۔
یہ رباعی ۴۲۱ھ میں امیر محمد بن محمود کے قید کئے جانے کے موقعہ پر لکھی گئی ہے
محسن قزوینی، یک، ص۶۷۔ ۔ ۔ ۔ ین احمد البدری الغزنوی، یک، ص۶۷۔

لغت فرس میں تین رباعیاں میری نظر سے گزریں اور تینوں مصرّع ہیں
پہلی 'لست' کی شرح میں ص۴۶ پر لبیبی کی۔ دوسری 'زوشیدن' کی تشریح میں ص۵۳
پر عسجدی کی۔ اور تیسری ابوالمؤید کی 'نلک' کی تشریح میں جو حسب ذیل ہے۔

صفرای مرا سود ندارد نلکا		دردِ سرِ من کجا شناسد علکا
سوگند خورم بھرچہ ہستم ملکا		کز عشق تو بگداختہ ام چون کلکا ص۶۸

لغت فرس میں تو یہ رباعی سب سے قدیم مانی جاسکتی ہے۔

رباعی کے وزن پر بعض شعر بھی اسی فرہنگ میں ملتے ہیں۔ مثلاً 'شبغازہ'
کے ذکر میں ص۳۷ پر عمارہ کا شعر مصرّع اور ص۳۸ پر 'چغز' کے بیان میں ابوالفتح
بستی کا مصرّع بیت :-

ہرچند کہ درویش بسر فغ زاید		در چشم توانگران ہمہ چغز آید

اور ص۸ پر 'مالہ' کے ذکر میں عمارہ کا شعر۔ لیکن دقیقی کا ایک شعر جو اگرچہ وزن رباعی
میں ہے غیر مصرّع ہے جو ص۱۰۱ پر 'سخون' کی تشریح میں دیا گیا ہے۔ چنانچہ :-

ز سم کان و ہم تیز خیزت روزی		و ہم ہمہ ہندوان بسوزد بسخون

یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ شعر کسی رباعی سے لیا گیا ہے بلکہ فردیات سے تعلق رکھتا ہے

صفحہ ۱۴ - ۹۰۳ روئداد اورینٹل کانفرنس اجلاس بڑودہ، طبع ۱۹۳۵ء،

اوزان رباعی میں منفرد اشعار بھی لکھے جاتے رہے ہیں۔ میں ایک مثال رودکی کے ہاں سے دیتا ہوں :-

اندر عجبم ز جان ستان کز چو توئے   جان بستد و از جمال تو شرم نداشت[1]

گلستان سعدی میں ایسے فردیات کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

علیٰ ہذا دمیۃ القصر میں باخرزی نے جو عربی و فارسی رباعیاں درج کی ہیں۔ تمام و کمال مصرّع ہیں۔ ملاحظہ ہوں صفحات ص۱۷۴، ص۱۷۵، ص۲۰۲، ص۲۶۱، ص۲۹۶۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ رودکی و فردوسی و عنصری وغیرہم کے ہاں غیر مصرّع رباعیوں کا موجود ہونا اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ وہ ان شعراء کی اصلی رباعیاں نہیں ہیں بلکہ متاخرین نے سہواً ان کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ رودکی کی جس قدر رباعیاں سیّد صاحب نے نقل کی ہیں یقیناً مشتبہ ہیں اور یہ انہیں خود بھی تسلیم ہے۔ اسی قسم کی ایک رباعی شمس قیس نے المعجم میں حسب ذیل دی ہے :-

واجب نبود بکس بر افضال و کرم   واجب باشد ہر آئینہ شکر نعم

تقصیر نکرد خواجہ در نا واجب   من در واجب چگونہ تقصیر کنم (المعجم ص۳۰۳)

مگر یہ رباعی غیر مصرّع ہونے کے علاوہ پچاس فیصدی عربی الفاظ پر مشتمل ہے جو یقیناً رودکی کے عہد کی زبان نہیں۔ جلد دوم احوال و اشعار رودکی میں سعید نفیسی نے رودکی کی ہجویات کی مثال میں یہ رباعی نقل کی ہے۔ جو شبہ سے خالی نہیں :-

آن ضرطہ رت بدشت خاشاک زدی   مامات دف و دو رویہ چالاک زدی

آن بر سر گور ہا تبارک خواندی   دین بر در خانہا تبوراک زدی

---

[1] احوال و اشعار ابوعبداللہ جعفر بن محمد رودکی جلد دوم ص۱۰۴۳ تالیف سعید نفیسی۔ طہران۔ سنہ ۱۳۱۰ھ۔

۳۵۲ھ میں امیر ابو جعفر والی سیستان کی وفات پر صانع بلخی یہ رباعی لکھتا ہے :-

خان غم تو پست شدہ ویران باد   خان طرب ہمیشہ آباد ان باد
ہموارہ سر کار تو با نیکان باد   تو میر شہید و دشمنت ماکان باد[1]

قولہ :- عربی کی رباعیوں میں چاروں مصرعوں کا ہم قافیہ لانا اس لئے ضروری تھا کہ اس کا ہر مصرع شعر ہوتا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ بعض جدت پسندوں نے قافیہ کے ساتھ ردیف کی بھی شرط کر لی تھی"۔ (ص ۲۲۳ خیام)

رباعی کے معاملہ میں عربی والے ہمیشہ فارسی کے مقلد رہے ہیں اسلئے جب رباعی چار شعروں کی صورت میں لکھی جاتی تھی۔ یا جب دو شعروں کی صورت میں مرقوم ہوتی تھی۔ عربی خوان ہر حال میں تقلید شعرائے فارسی کرتے رہے ہیں۔ یہی کیفیت ردیف کی ہے جو فارسی الاصل ہے اور عربی والوں نے تقلیداً اختیار کر لی ہے۔ محقق طوسی کتاب معیار الاشعار میں رقمطراز ہیں :-

" و ردیف در اصل خاص بود بزبان پارسی و متاخران شعرائے عرب از پارسی گویان فرا گرفتہ اند و بکار می دارند"۔ (معیار الاشعار و میزان الافکار ۱۲۶۱ھ مطبع علوی)

قولہ :- ابو الحسن باخرزی المتوفی ۴۶۷ھ نے اپنی کتاب دمیۃ القصر میں ذکر کیا ہے کہ "میں نے اس سے پہلے اس طریقہ پر رباعی نہیں سنی تھی"۔

"لم اکن سمعت ھذہ الطریقۃ یہاں تک کہ میرے والد نے ابو العباس باخرزی کی چند رباعیاں اسی طرز کی سنائیں"۔ (ص ۲۲۴ خیام)

"لم اکن سمعت ھذہ الطریقۃ" کا ترجمہ سید محترم نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ "میں نے اس سے پہلے اس طریقہ پر رباعی نہیں سنی تھی"۔ لیکن یہ ترجمہ درست نہیں معلوم ہوتا۔ عربی عبارت میں رباعی کا لفظ مذکور نہیں۔ میرے نزدیک

---

[1] ص ۳۲۴ تاریخ سیستان تالیف در حدود ۴۴۵ - ۷۲۵ بتصحیح ملک الشعراء بہار - طہران ۱۳۱۴ شمسی ،

اس کا ترجمہ یوں ہونا چاہیئے۔ کہ "میں نے اب تک اس قسم کی نظم نہیں سنی تھی"۔ اور مصنف کا مقصد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لئے عربی میں رباعی سننے کا عمر میں یہ پہلا موقع تھا جب اس کے والد نے ابوالعباس باخرزی کی اس طرح کی رباعیاں سنائیں۔ باخرزی کی عبارت ہے :۔

" ولم اکن سمعت هذه الطريقة حتیٰ انشدنی والدی لابی العباس الباخرزی رباعيات علیٰ هذا النمط " (ص۱۲۲)

اگر میرا یہ اختلافی ترجمہ قابلِ قبول ہے تو ظاہر ہے کہ رباعی کا تعارف اگرچہ عربی میں ہو چکا تھا مگر اس کا علم خواص تک محدود تھا اور عام رواج میں نہیں آئی تھی کیونکہ باخرزی جیسا فاضل شخص اس کے وجود سے بے خبر تھا۔ باخرزی کا یہ بیان بجائے سید صاحب کی تائید کے ان کے اس قول کی کہ رباعی کہنے والے قدماء عرب کے شاعر تھے واضح تردید کرتا ہے۔ بلکہ دمیۃ القصر میں اور موقعوں پر بھی فارسی کے ساتھ رباعی کے مربوط ہونے کی نسبت اشارے موجود ہیں چنانچہ ابونصر تمیم بن احمد الغزنوی کے حالات میں مذکور ہے :۔ " والغالب علیه لسان العجم ورباعية، ص۱۷۵

محمد بن ابی نصر کے ذکر میں مرقوم ہے :۔ " وله رباعيات فی الفارسية رقيقة واختراعات فيها دقيقة " ص۲۶۵ اسی طرح صفحات ۲۰۲، ۲۶۱ و ۲۶۲، ۲۶۵ و ۲۹۶ پر فارسی کی متعدد رباعیاں اور ان کے عربی ترجمے منقول ہیں ؛

اس کے بعد فاضل سید دمیۃ القصر سے عربی کی پانچ مصرع رباعیاں نقل کر کے فرماتے ہیں :۔

" آپ دیکھیں کہ ان سب رباعیات کے چاروں مصرعوں میں قافیے ہیں، حالانکہ اسی عہد کی بلکہ اس سے پیشتر کی فارسی رباعیوں میں اس کی پابندی مطلق

نہیں ہے۔ عمّارہ مروزی جو چوتھی صدی کے اواسط میں تھا، کہ اس نے سامانی وغزنوی دونوں درباروں میں رسوخ پایا تھا، کہتا ہے :-

آن می بدست آن بت سیمین من نگر گوئی کہ آفتاب بہ پیوست با قمر
وان ساغری کہ سایہ بیفگند مئ برو برگ گل سپید است گوئی بلالہ بر

تیسرا مصرع قافیہ سے خالی ہے۔" (ص ۲۲۵ خیام)

چاروں مصرعوں میں قافیے آنے کی وجہ یہ ہے کہ اس عہد میں تقلید چہار بیتی دوبیتی یا مصرّع رباعیاں کہنے کا دستور تھا۔ فارسی شعراء بھی اپنی دوبیتیوں میں چار قافیے ہی لاتے تھے جیسا کہ اس سے قبل گزارش ہو چکا ہے۔ سیّد صاحب کے ذہن میں جو تین قافیوں والی غیر مصرّع رباعیاں ہیں وہ درحقیقت زمانۂ مابعد کی پیداوار ہیں - یہی نہیں بلکہ وہ اوزان غیر رباعی کو اوزان رباعی کے ساتھ خلط بھی کر رہے ہیں چنانچہ عمّارہ مروزی کے تین قافیوں والے اشعار بالا کو رباعی تصوّر کر رہے ہیں۔ حالانکہ رباعی کو ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ اصل میں بحر ہزج کے بارہ اخرب اور بارہ اخرم اوزان جن کی میزان چوبیس ہوتی ہے اوزان رباعی کہلاتے ہیں اور رباعی کا اطلاق انہی اوزان پر محدود ہے۔ عمّارہ مروزی کے اشعار بحر مضارع میں ہیں۔ ان کی تقطیع ہے :-

اا مے بَ مفعولُ ، دستِ ااُبْ فاعلاتُ ، تِ سیمین مفاعیلُ ، من نگر فاعلن ،
گوئی کَ مفعولُ ، اافتاب فاعلاتُ ، بَ پیوست مفاعیلُ ، باقمر فاعلن ،

اور وزن مضارع مثمن مکفوف ومحذوف ہے ؛

رباعی کے مختلف ناموں کے ذکر میں ہمارے سید والاشان قابوس نامہ عنصر المعالی امیر کیکاؤس سے مثالیں دے کر غزل وترانہ کو ایک ہی اصطلاح منوانے کی کوشش میں مصروف ہیں چنانچہ

قولہ :۔ "باب سی وپنجم اندر آئین ورسم شاعری" میں مختلف اصنافِ سخن کے سلسلہ میں "غزل وترانہ" کہا ہے ۔ "اگر غزل وترانہ گوئی سہل ولطیف تر گوئی وبقوافی معروف گوئی"۔ پھر آگے چل کر ہے۔" وغزل وترانہ تر وآبدار گوئی" (ص۱۴۴ ایلبی)

ع یہ ایسی دھری ہے کہ اٹھائی نہیں جاتی ۔ میں کسی حالت میں بھی سید صاحب کے ساتھ اتفاق نہیں کرسکتا کہ امیر کیکاؤس نے ان فقروں میں ترانہ کو غزل یا غزل کو ترانہ سمجھا ہے ۔غزل وترانہ میں خبط کر دینا اور یہ سمجھنا کہ چونکہ دونوں معطوف ومعطوف علیہ ہیں ۔ اس لئے معنوں میں مشترک ہیں ۔صریح مسلمات سے انکار کرنا ہے ۔غزل وترانہ سے عنصر المعالی کی مراد یہی مشہور دو اقسام نظم ہیں جو غزل اور دوبیتی کے نام سے یاد کی جاتی ہیں ۔ یہاں سید صاحب ایک شدید قسم کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں ۔ اسی سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

قولہ :۔ محمد بن قیس رازی نے معجم (۶۱۴ھ ۔ ۶۳۰ھ) میں ذرا ذرا سے فرق سے اس کے حسب ذیل نام بتائے ہیں :۔

قول :۔ ہرچہ ازان جنس برابیات تازی (عربی) سازند آنرا قول گویند،

غزل :۔ وہرچہ برمقطعات پارسی باشد آنرا غزل خوانند ،

ترانہ :۔ اہل دانش ملحونات این وزن را ترانہ نام کردند،

دوبیتی :۔ وشعر مجرد آنرا دوبیتی خوانند برای آنک بنای آن بردوبیت بیش نیست ،

رباعی :۔ ومستعربہ آنرا رباعی خوانند ازبہر آنک بحر ہزج در اشعار عرب مربع الاجزا آمدہ است ،پس ہربیت ازین وزن دوبیت عربی باشد

ص ۹۰

قدماء کے کلام میں غزل و ترانہ کا لفظ ساتھ ساتھ آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد تک غزل کی موجودہ اصطلاح پختہ نہیں ہوئی تھی"۔ (ص۲۲۷ خیام)

سیّد صاحب قول و غزل و ترانہ کو مرادف شمار کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسی غلط فہمی نہ قدما میں تھی نہ متاخرین میں۔ یہ اصطلاحیں ہمیشہ جدا جدا مانی گئی ہیں۔ مانی جاتی ہیں اور مانی جاتی رہیں گی۔ ہمیں یقین ہے کہ سید والا مناقب کو ایک شخص بھی ان کی رائے کا مؤیّد نہیں ملے گا۔ اسی طرح میرے مخدوم شمس قیس کا اصل مطلب سمجھنے میں قاصر رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان اصطلاحات میں شمس قیس نے ذرا ذرا سے فرق سے رباعی کے مختلف نام دیے ہیں۔ حالانکہ شمس قیس کی مراد بالکل مختلف ہے۔ مصنّف موصوف رباعی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

" درحقیقت ان تمام نو ایجاد اوزان میں سے جو خلیل کے بعد ایجاد ہوئے ہیں کوئی وزن وزنِ رباعی سے زیادہ دلآویز اور مرغوب طبع عوام نہیں۔ کیونکہ موسیقی کے فن کاروں نے اس وزن میں نفیس نفیس لحنیں اور لطیف لطیف راہیں بٹھائی ہیں [اس کے بعد بطور جملہ معترضہ کہتے ہیں] اور دستور یوں چلا آیا ہے کہ اس جنس (لحنوں) سے جو کچھ عربی اشعار میں بٹھایا جائے، اسے قول کہتے ہیں"۔ گویا مصنّف کے نزدیک قول اس راگ یا سرود کا نام ہے جو عربی اشعار میں بٹھایا جاتا ہے۔ اس بارہ میں اہل لغت بھی مصنّف کے ساتھ متفق ہیں۔ ان کے نزدیک قول ایسا سرود ہے جس میں عربی عبارت شامل ہوتی ہے۔" و در اصطلاح موسیقیاں نوعے از سرود کہ دران عبارت عربی نیز داخل باشد"۔ اسی لئے قول گانے والا قوّال کہلاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قول ہمارے مصنّف کے نزدیک ترانہ یا رباعی سے بالکل مختلف چیز ہے +

اس کے بعد شمس قیس کا بیان ہے کہ "جو لحنیں فارسی مقطّعات یعنے اشعار میں بٹھائی جائیں انہیں غزل کہتے ہیں"۔ اس سے مطلب شعراء کی غزل نہیں ہے بلکہ موسیقی کی۔ اس جملہ میں مقطّعات کی اصطلاح تشریح طلب ہے ۔ فارسی لغات کا بیان ہے "مقطّعات شعرہای سبک وزن و اشعار بحر رجز"۔ اس جاننے کے بعد مصنّف کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ فارسی کے سبک اوزان اشعار میں لکھا جاتا ہے اسے غزل کہتے ہیں۔ شیخ بہاء الدین برناوی متوفی ۱۰۳۰ھ جو موسیقی میں امیر خسرو کے بعد امام فن کا رتبہ رکھتے ہیں۔ غزل کی تشریح یوں کرتے ہیں :۔ غزل وہ قسم ہے جس میں ایک غزل یا اس کے انتخابی ابیات سادہ راگ اور تال میں بغیر تانا تلی کے باندھ دیں ۔ اس قسم میں پردۂ ولایتی مغلوب کر دیتے ہیں۔ بلکہ بعض اقسام میں نہیں لاتے ۔ اس کو جکری اور بشنپد سے زیادہ مشابہت ہے۔" (صـ۲۷ ۔ اورینٹل کالج میگزین ۔ مئی ۱۹۲۷ء)

اس کے بعد مصنف ممدوح کا بیان ہے کہ اہل دانش نے اس وزن یعنے وزن رباعی کی لحنوں کا نام ترانہ رکھا ہے۔ جیسے بمناسبت شعر فارسی دوبیتی کہتے ہیں۔ اور عربی خوان رباعی"۔ بالفاظ دیگر رباعی بحیثیت اصطلاح موسیقی ترانہ کہلاتی ہے ۔ باعتبار شعر دوبیتی اور عربی خوانوں میں رباعی کہلاتی ہے۔ اس سے پیشتر مصنف نے قول۔ غزل اور ترانہ کا فرق موسیقی کے اعتبار سے دکھایا تھا۔ یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں تھا کہ وہ ایک دوسرے کے مراوف ہیں۔ اس کا ثبوت ہمارے پاس یہ ہے کہ شمس قیس نے اپنی اسی تصنیف میں کسی دوسرے مقام پر غزل و رباعی کی جنہیں سید صاحب ایک سمجھ رہے ہیں جدا جدا صراحت کی ہے ۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف مذکور کے نزدیک غزل و رباعی نظم کی دو مختلف اقسام ہیں ۔ چنانچہ غزل کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"وغزل در اصل لغت حدیث زنان وصفت عشقبازی با ایشان وتہالک در دوستی ایشان است ومغازلت عشقبازی وملاعبت است بازنان ..... وبیشتر شعرای مُفلِق ذکر جمال معشوق ووصف احوال عشق وتصابی راغزل خوانند .... وبحکم آنکہ مقصود از غزل ترویح خاطر وخوش آمد نفس است باید کہ بناء آن بروزنی خوش مطبوع والفاظی عذب سلس ومعانی رایق مروّق نہند ودر نظم آن از کلمات مستکرہ وسخنان خشن محترز باشند" (ص ۳۸۷ المعجم)

اور رباعی کے متعلق کہتے ہیں :-

"ہمچنین رباعی کہ پیش ازین در قسم عروض شرح آن گفتہ آمدہ است بحکم آنکہ بناء آن بر دو بیت بیش نیست باید کہ ترکیب اجزاء آن درست وقوافی متمکن والفاظ عذب ومعانی لطیف باشد واز کلمات حشو وتجنیسات منکر وتقدیم وتاخیرات ناخوش خالی بود واگر باآن چیزی از صناعات مستحسن ومستبدعات مطبوع چون مطابقۂ لطیف وتشبیہی درست واستعارتی لطیف وتقابلی موزون وایہامی شیرین یار بود نیکوتر آید" (ص ۳۸۸ المعجم)

ابوطلب رباعی گو کی نسبت جس کا ذکر فرخی کے مسبوق الذکر شعر میں آتا ہے سیّد صاحب رقمطراز ہیں :-

قولہ :- ابوطلب نام کسی شاعر کا پتہ ہم کو نہیں چلتا۔ فرخی جس کا یہ شعر ہے اس نے ۴۲۹ھ میں وفات پائی ہے۔ اس لئے ابوطلب ترانہ گو کا زمانہ اس سے تو بہر حال پہلے تھا۔ ایک خیال ہوتا ہے کہ ابوطلب ابو دُلف تو نہیں مگر یہ امر سراپا تحقیق طلب ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو ترانہ گوئی کا زمانہ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں پہنچ جائے گا" (ص ۲۲۹ خیام)

سبحان اللہ ابھی تحقیقات شروع بھی نہیں ہوئی لیکن سیّد والا منزلت نے

پہلے ہی یہ حکم لگا دیا کہ اگر یہ صحیح ہے تو نزانہ گوئی کا زمانہ تیسری صدی میں پہنچ جائیگا،
اچھا اگر یہ غلط ثابت ہوا تو پھر کونسی صدی میں پہنچ جائے گا؟ یہاں ہم سیّد
صاحب کی تحقیقات سے اعراض کر کے اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ جیسا اس
سے قبل بیان ہو چکا ہے۔ شعر بالا جس میں ابوطلب کا نام مذکور ہے۔ فرخی
کے بائیہ قصیدہ سے تعلق رکھتا ہے جس میں بے رَوی اور قافیہ غضب۔
رجب۔ عجب۔ ادب۔ نسب وغیرہ ہے۔ ان مراتب کو جانتے ہوئے
بوطلب کی جگہ بودلف کو قبول کرنے میں جس کے سیّد صاحب محرّک ہیں ہمیں
بے شمار مشکلات سے سابقہ پڑے گا کیونکہ نہ صرف بوطلب کو بودلف میں تبدیل
کرنا کفایت کرے گا بلکہ قصیدے کے تمام قافیوں کی بے کو جن کی تعداد
پچاس ہے فے کے ساتھ تبدیل کرنا پڑے گا۔ جس سے نہایت مضحک صورت
حال پیدا ہو جائے گی۔ اور وہی معاملہ پیش آئے گا جو سعدی کے مصرع ؏
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد کو خفیہ پڑھنے سے پیش آیا تھا یعنے اس کے پہلے شعر

تا مرد سخن نگفتہ باشد ؎ عیب و ہنرش نہفتہ باشد

کے قافیوں گفتہ و نہفتہ کو نئی ترمیم کی خاطر گفیہ و نہفیہ پڑھنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔
یہ ابوطلب کا بدل ابودلف جو بقول دولت شاہ یعقوب صفار متوفی ۲۶۵ھ
کے دربار میں ابن الکعب ایک اور شاعر کے ساتھ رباعی کا موجد مانا گیا ہے
اور موجودہ تحقیقات جس کا کوئی پتہ نشان نہیں دیتی ہمیں تو صرف دولت شاہ
کے تخیل کی ایک مخلوق معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہمارے محترم نے اس غیر حقیقی شخصیت
کو حقیقی شخصیت دینے کے لئے مامون و معتصم کے عہد کے ایک امیر ابودلف
عجلی متوفی ۲۲۶ھ کے ساتھ شناخت کر لیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں :-

قولہ :- دولت شاہ نے اپنی روایت میں یعقوب صفار کے دربار کے

جن دو شاعروں کے نام لیئے ہیں۔ ان میں سے ابن الکعب سے ہم واقف نہیں البتہ رابعہ بنت الکعب (دختر کعب) کا ذکر ملتا ہے۔ جو عہد سلاطین غزنین (پانچویں صدی) میں تھی (عوفی ۲ - ۶۱)۔ دوسرے شاعر ابو دلف عجلی کا تذکرہ سیاسی و ادبی کتابوں میں ملتا ہے۔ یہ شخص نسلاً عرب اور مامون و معتصم کے عہد میں ایران کا سپہ سالار تھا، قاسم بن عیسیٰ نام تھا۔ ابن خلکان نے اسی نام کے تحت میں اس کا پورا حال لکھا ہے۔ ۲۲۶ھ میں اس نے وفات پائی" وغیرہ وغیرہ اور آخر میں اضافہ ہوا ہے "اس کا زمانہ امیر یعقوب صفار سے پہلے تھا۔ یعقوب صفار کے عہد میں اس کے بیٹے عبد العزیز بن ابی دلف کا نام اصفہان کی سیاسیات کے سلسلہ میں آتا ہے"۔ (صفحہ ۲۳۱ - ۲۳۱ خیام)

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ حضرت مولنا نے ان دونوں اشخاص میں کیا وجہ مماثلت دیکھی کہ دونوں کو ایک مان لیا۔ گویا امیر ابو دلف عجلی ۲۲۶ھ میں وفات پاکر بروئے تناسخ دوبارہ جنم لے کر یعقوب بن لیث کے دربار میں بحیثیت شاعر نمودار ہوتا ہے اگرچہ مولینا ابو دلف کو یعقوب صفار سے اقدم بھی مان رہے ہیں۔ ایک لطف یہ ہے کہ جب جناب سید کو دولت شاہ کا بینہ ابن الکعب نہ مل سکا تو بنت الکعب پر قناعت کر لی جس کا زمانہ عہد آل غزنہ بیان کرتے ہیں؟

سید صاحب کا خیال ہے کہ رودکی کے زمانہ میں غزنی کوئی آباد شہر نہ تھا اسی بنا پر شمس قیس کا روایت کردہ وہ قصہ جو رباعی کی ایجاد پر روشنی ڈالتا ہے اور جس میں رودکی شاعر غزنین کے مرغزار میں عید کے روز سیر و گشت میں مصروف دکھایا گیا ہے۔ ان کے نزدیک ناقابل قبول ہے کیونکہ جب شہر ہی آباد نہ تھا تو شاعر وہاں کیوں جاتا (دیکھو صفحہ ۲۳۰ خیام)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ غزنین قدیم شہروں میں سے ہے۔ بروایت تاریخ کامل

عبدالرحمٰن بن سمرہ بخلافت حضرت عثمان غزنین کو فتح کرتا ہے (ج ۳ منٹ۵ تاریخ سیستان میں مذکور ہے :۔ "وغزنین یعقوب بن اللیث ملک الدنیا کرد[1] صـ۲۴)۔ سنہ ۲۸۶ھ کے قریب یعقوب کے بھائی عمرولیث کے زمانہ میں ناسد ہندی و آلمان ہندی متحد ہو کر غزنین پر چڑھ آتے ہیں اور عمرو کے عامل بردعالی کو شکست دیتے ہیں صـ۲۵۵ تاریخ سیستان) اسی خاندان کے ایک اور فرولیث بن علی کے عہد میں اس کا سالار معدل سنہ ۲۹۷-۶ھ میں غالب کو قید کرکے لیث کے پاس سیستان بھیجتا ہے اور پھر غزنین پہنچ کر سنجک کو قتل کرتا ہے۔ سنجک کی فوج معدل کی تلاش کرتی ہے لیکن معدل غزنین میں نہیں ملتا (صـ۲۸۷ تاریخ سیستان)۔ سنہ ۲۹۸ھ کی ذیل میں آتا ہے :۔ "وخطبہ بسیستان وبست وکابل وغزنین محمد بن علی بن اللیث را همی کردند (صـ۲۹۰)۔

امیر نصر بن احمد سامانی سنہ ۳۰۱ھ۔ سنہ ۳۳۱ھ کے سال جلوس کے ذکر میں یہ عبارت ملتی ہے :۔ "وعبیداللہ بن احمد بن جیہانی در بست ور . خج بود وسعید طالقانی را بگرفت وبہ بغداد فرستاد وفضل و خالد بر غزنہ وبست دست یافتند"

(صـ۴۰۰ احوال واشعار رودکی جلد اول)

ان مثالوں سے تو غزنین رودکی کے زمانہ میں ایک اہم اور آباد شہر معلوم ہوتا ہے۔ ایک امر دلچسپی کا موجب یہ ہے کہ بنت الکعب جسے ہمارے سیّد بروایت عوفی آل غزنہ کے زمانہ میں جگہ دیتے ہیں شیخ فریدالدین عطّار جو عوفی سے بھی اقدم ہیں۔ رودکی کی معاصر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے رودکی کے ساتھ مشاعرات کئے ہیں۔ جن دنوں رودکی اس شاعرہ کے وطن میں آیا تھا۔ وہ اس کا نام زین العرب بتاتے ہیں[2]۔

---

[1] یعنے آباد کرد، [2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اورینٹل کالج میگزین۔ مئی سنہ ۱۹۲۵ء،

میں نے ابو شکور بلخی کی ایک رباعی کو جس کا آفرین نامہ ۳۳۳ھ میں ختم ہوتا ہے۔ سب سے قدیم رباعی بتایا تھا۔ اس پر سید صاحب نے اعتراض کیا اور کہا کہ ایسی رباعیاں عوفی کے ہاں دس بارہ سے زیادہ ہیں۔ یہاں میں یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ سیّد صاحب کے نزدیک سب سے قدیم رباعی کونسی ہے۔ انہوں نے سرفہرست حنظلہ بادغیسی متوفی ۲۱۹ھ کی رباعی کو جگہ دی ہے مگر جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں وہ رباعی دو بیت ہیں اور دوبیتی نہیں ہے اس کے بعد سیّد صاحب نے بایزید بسطامی متوفی ۲۳۴ھ کے نام تین غیر مصرّع رباعیاں دی ہیں اور زبان کی صفائی اور والہ داغستانی کی تائید مزید کی بنا پر ان رباعیوں کو بایزیدی ٹکسال کا نہیں مانا۔ زاں بعد رودکی کا نمبر آتا ہے جس کی سات رباعیاں درج کی ہیں۔ اور آخر میں اضافہ کیا ہے کہ "ان رباعیوں پر بھی یقین نہیں کہ وہ واقعی اسی کی ہیں"۔ اس کے بعد فاضل سیّد نے فارابی کا تو اس انداز سے اعلان کیا ہے جس سے گمان گذرتا ہے کہ رباعی گوئی مدت العمر اس کا پیشہ رہا ہے چنانچہ فرماتے ہیں :۔ "رباعی گو حکیموں میں پہلا نام اور مطلق رباعی گو یوں میں تیسرا نام معلم ثانی ابو نصر فارابی المتوفی ۳۳۹ھ کا ملتا ہے"۔ (ص ۲۳۴۔ خیام) تین غیر مصرّع رباعیاں اس کے نام پر نقل کی ہیں جو اوروں کی طرف بھی منسوب ہیں۔ سیّد صاحب کے نزدیک فارابی کی رباعی گوئی کے یہ قرائن ہیں کہ گو نسلاً وہ ترک تھا مگر اس زمانہ میں عجم و ترکستان کی عام زبان فارسی ہی تھی۔ اس کے علاوہ وہ متعدد زبانوں سے واقف تھا۔ اس لئے اس کی طرف فارسی رباعیات کا انتساب غیر متوقع نہیں ہے۔ شہرزوری کی تاریخ الحکما میں ہے۔ "اصلہ فارسی"۔ میں کہتا ہوں ایسے غیر متعلق قرائن تین رباعی تو بہت ہوتی ہیں۔ فارابی کے حصے میں ایک رباعی دینے کو بھی ہمیں آمادہ نہیں کر سکتے۔ آگے جا کر خود ہمارے مخدوم

یقین اور بے یقینی کے سیلاب میں بہہ گئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں "مگر ان قرائن
کے باوجود کوئی قدیم اور غیر مشکوک دلیل اس کے رباعی گو شاعر ہونے پر ہمارے
ہاتھ میں نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ شہرزوری نے تاریخ الحکماء میں اس کے
حال میں لکھا ہے 'وله اشعار حسنة حِکَمِیّة'' اور اس کے اچھے حکیمانہ
اشعار ہیں اور اس کے عربی حکیمانہ اشعار دو صفحوں میں نقل کئے ہیں"۔

یہاں ایک سوال ہو سکتا ہے کہ ان دو صفحہ عربی اشعار کی بنا پر کیا ہم فارابی
کو فارسی کے میدان میں رباعی گو شاعر اور رباعی گو حکیم کہنے میں الفاظ کا بیجا
اور بے معنی استعمال نہیں کر رہے؟

ایک موقعہ پر ہمارے مکرم سید شیخ احمد بدیلی سبزواری جو ۵۸۲ھ میں موجود
تھے اور شیخ فریدالدین عطار المتوفی ۶۲۷ھ کے ذکر کے بعد رقمطراز ہیں:-

"اس وقت تک شاعری کے جو اصناف رواج پذیر تھے وہ قصیدہ
مثنوی اور قطعہ تھے"۔ ص ۲۴۹ -

پھر فرماتے ہیں:- "اور غزل بحیثیت ایک مستقل صنف سخن کے اب
تک پیدا نہیں ہوئی تھی۔ جس میں معنی کے لحاظ سے ہر شعر بجائے خود مستقل
ہوتا ہے۔ کمال اسمٰعیل متوفی ۶۳۵ھ نے اس طرز کا آغاز کیا اور شیخ سعدی
المتوفی ۶۹۱ھ نے اس کو کمال کو پہنچایا۔ اسلئے فلسفہ و حکمت کے مختصر
متفرق خیالات کے لئے رباعی کے سوا کوئی چیز اس وقت موجود نہ تھی" (ص ۲۵ خیام)

اس عہد سے پیشتر قول و غزل و ترانہ جیسا کہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں شعری تثلیث
بنے ہوئے تھے۔ مگر کمال اسمٰعیل کے دور میں غزل قوام میں آ کر پختہ ہو گئی،
معلوم نہیں سید والا جاہ ان لوگوں کو کیا کہیں گے جو غزل کے علیحدہ وجود کے
رودکی کے عہد سے قائل ہیں۔ مثلاً محمود کے دربار کا ملک الشعراء عنصری رودکی کی

غزلیات پر رشک کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں رودکی کی طرح غزلیں نہیں لکھ سکتا۔ ؎

غزل رودکی وار نیکو بود　　غزلہای من رودکی وار نیست

میں یہاں رودکی کی غزل کا ایک مطلع بھی درج کر دیتا ہوں ؎

کس فرستاد بسرّ آن بت عیار مرا　　کہ مکن یاد بشعر اندر بسیار مرا

دقیقی کی دو غزلیں تو لباب الالباب عوفی میں موجود ہیں۔ میں صرف ان کے مطلعوں پر قناعت کرتا ہوں ؎

کاشکی اندر جہان شب نیستی　　تا مرا ہجران آن لب نیستی

اور :- ؎

ای ابر بہمنی نہ بچشم من اندری　　دم زن زمانکی و برآسای و کم گری

شمس قیس دقیقی کی ایک اور غزل نقل کرتے ہیں اور رائے دیتے ہیں :-

" و دقیقی غزل مشکول گفتہ است و بعلت بی انتظامی ارکان و اختلاف اجزا در قبول طبع بدین بیت نسبتی ندارد۔ و غزل اینست :-

شب سیاہ بدان زلفکان تو ماند　　سپید روز بپاکی رخان تو ماند
عقیق را چو بسانید نیک سودہ گران　　کہ آبدار بود با لبان تو ماند
بوستان ملوکان ہزار گشتم بیش　　گل شگفتہ برخسارگان تو ماند
دو چشم آہوو دو نرگس شگفتہ بہار　　درست و راست بدان چشمکان تو ماند
کمان بابلیان دیدم و طرازی تیر　　کی برکشیدہ شود با بروان تو ماند
ترا بسرو بن بالا قیاس نتوان کرد　　کی سرو را قد و بالا بدان تو ماند " (ص ۱۳۰ المعجم)

رابعہ بنت کعب القزداری کی غزل کی نسبت عوفی رقم کرتا ہے :-

" و این غزل از کعب الغزال در حلاوت زیادہ است " (ص ۶۲ لباب) میں صرف

مطلع درج کرتا ہوں :-

مرا بعشق ہمی محتمل کنی بحیل   چہ حجت آری پیش خدای عزوجل

شعرای غزنہ میں سے عنصری اور فرخی کی غزلیات ان شاعروں کے دیوانوں میں موجود ہیں۔ عسجدی کی غزل کے نمونے عوفی نے لباب الالباب میں ص۵۲ پر اور ابو اللیث طبری کے ص۶۶ پر۔ امیر معزی کے ص۷۔۷۵ پر۔ عبدالواسع جبلی کے ص۷۔۱۰۷ پر۔ خالد بن الربیع کے ص۳۔۱۴۴ پر اور سمائی مروزی کے ص۵۔۱۴۷ پر مرقوم کئے ہیں۔ انوری و خاقانی کے تو مستقل دیوان موجود ہیں جو ان کے کلیات میں شامل ہیں۔ بلکہ سنائی المتوفی ۵۴۵ھ کے ہاں غزل ایک نئی کروٹ لیتی ہے۔ مقطع میں تخلص کا استعمال باقاعدہ شروع ہو جاتا ہے۔ واردات حقیقت کو مجاز کی زبان میں ادا کرنا انہی سے شروع ہوتا ہے اور صومعہ کو خیرباد کہہ کر خرابات نشینی اختیار کی جاتی ہے۔ عطار اور مولنا روم سنائی کی بنیادوں پر قصر و ایوان کھڑے کرتے ہیں۔ میں یہاں سنائی کی ایک غزل حوالۂ قلم کرتا ہوں :-

ای ساقی می بیار پیوست   کان یار عزیز توبہ بشکست

برخاست زجای زہد و دعوی   در میکدہ با نگار بنشست

بنہاد ز سر ریا و طامات   از صومعہ ناگہان برون جست

بنہاد ز پای بند تکلیف   زنار مغانہ بر میان بست

می خورد و مرا بگفت می خور   تا بتوانی مباش جز مست

اندر رہ نیستی ہمی رو   آتش در زن بہر چہ شے ہست

میں صرف اسی مختصر بیان پر قناعت کر کے عرض کرتا ہوں کہ سامانیوں، غزنویوں اور سلجوقیوں کے عہد میں غزل کے وجود سے انکار کرنا تاریخ کے مسلمہ واقعات کو نظر انداز کر دینا ہے۔

یہاں میں اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔ اور اصل موضوع سے ہٹ کر مولنا

سید سلیمان کے ساتھ بحث چھیڑنے کے واسطے اپنے ناظرین سے معافی کا خواستگار ہوں۔ حقیقت میں سید صاحب ممدوح کی آراء رباعی کی قدامت اور دیگر امورِ متعلقہ کی بابت نہ صرف ہماری فنی روایات سے متباین و متفاوت ہیں بلکہ ان سے عام غلط فہمی پیدا ہو جانے کا بھی احتمال ہے۔ اسی لئے مجھے ایسے بیانات کی تردید کرنے کی جرأت ہوئی ؛

مجھے شکایت ہے کہ سید صاحب نے باوجودیکہ کئی موقعوں پر مجھے اپنی قابلِ قدر تالیف خیام میں ملزم ٹھہرایا ہے۔ لیکن اس کا کوئی نسخہ میری اطلاع کے واسطے حسبِ رواجِ زمانہ مجھے نہیں بھیجا۔ اور مجھ کو بے خبر رکھ کر لائقِ تعزیر قرار دیا۔ میں اس یک طرفہ کارروائی کے خلاف احتجاج کرتا ہوں۔ یہ خفیہ تیر اندازی نامناسب ہے ؎

لاف آن بہتر کہ در میدانِ سربازان زنیم
شرطِ دعوی نیست تنہا گوی و چوگان باختن

حال ہی میں جب میں نے رباعی کی تقطیع کے آسان طریقے پر قلم اٹھانا چاہا اس کی تاریخ کے سلسلے میں مخدومی پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال نے سید صاحب کی تالیف کا بھی ذکر کیا جس میں رباعی پر ایک طویل الذیل مضمون موجود ہے۔ اس طرح سید صاحب کے اعتراضات سے مجھے دیر میں اطلاع ملی۔ اور یہ میرا قصور نہیں ہے اگر جواب دیر میں دیا گیا ؛

اِن مباحث سے فارغ ہو کر مجھے اصل موضوع کی طرف رجوع کرنی چاہیئے۔ ترانہ موسیقی میں باعتبار اقسام الحان و رنگینی نغمات خواہ کتنا ہی دلپذیر و خوش آیند کیوں نہ ثابت ہو۔ عروضی اوزان کے اعتبار سے ہمیشہ دقت اور دشواری کا سامان بنا رہا ہے غیر رباعی اوزان سے اس کے اوزان کی شناخت نہ صرف عوام بلکہ شعراء کے لئے بھی

ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ اس کے متعلق اکثر لوگوں کو متشابہ لگ جاتا ہے۔ سید سلیمان پہلے شخص نہیں ہیں جو حنظلہ بادغیسی اور عمارہ مروزی کے شعروں کو رباعی سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہوئے بلکہ ان سے پیشتر بھی بہت لوگوں کو رباعی کے باب میں دھوکا ہوا ہے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بعض غیر رباعی اوزان کو رباعی سمجھتے رہے۔ اور جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اس کے ازالہ کی کوشش کی۔ میرزا غالب کے واسطے مولنا نظم طباطبائی نے اپنی شرح دیوان غالب میں ذکر کیا ہے کہ میرزا ایک رباعی میں سہواً ایک سبب خفیف زائد از وزن باندھ گئے ہیں۔ وہ رباعی حسب ذیل ہے۔ جس کے مصرع دوم میں ایک "رک" زائد از وزن ہے۔

دل رک رک کر بند ہو گیا ہے غالب ۔۔۔ دکھ جی کے پسند ہو گیا ہے غالب
سونا سوگند ہو گیا ہے غالب ۔۔۔ واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں

چاروں مصرعوں میں اختلاف کا جواز بھی رباعی کے قاری کی اشکال میں اضافہ کا مورث ہوا ہے۔ ان مشکلات پر نظر رکھ کر اول تو عروضیوں نے اوزان رباعی کو ایک علٰحدہ صنف قرار دیا اور یہیں کوئی تعجب نہیں ہوگا اگر اسی بنا پر قدما نے بحر ہزج میں ہزج اخرب کی ایک ذیلی تقسیم علٰحدہ قایم کر دی ہو۔ محقق طوسی کی معیار الاشعار میں بحر ہزج کی ذیلی تقسیمیں موجود ہیں یعنے ہزج مکفوف و ہزج اخرب (رباعی صنف دوم میں شامل ہے۔ دوسرے بنظر سہولت اس کی قدرتی تقسیم کو مدنظر رکھ کر تمام اوزان کو اخرب و اخرم دو شجروں میں مرتب کر دیا ہے ؛ قسطِ اول یہاں ختم ہوتی ہے ؛

(باقی آئندہ) ۔۔۔ محمود شیرانی

تلخیص مجمع الآداب

فی

معجم الالقاب

کتاب اللّام والمیم

تصنیف

العلّامة کمال الدّین عبدالرّزاق بن احمد الشیبانی

المعروف

بابن الفوطی (م - ۷۲۳ھ)

اعتنی بتصحیحہ والتّعلیق علیہ

الحافظ محمّد عبد القدّوس القاسمی

۱۳۵۹ھ ۱۹۴۰م

مقدّمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مجمع الآداب جلد پنجم کا ایک حصہ (کتاب الکاف) اس وقت ضمیمۂ اورینٹل کالج میگزین میں بالاقساط چھپ رہا ہے۔ آئندہ صفحات میں اس جلد کا بقیہ حصہ (کتاب اللام والمیم) پیش کرنا مقصود ہے، یہ حصہ ص ۵۳ ب سے شروع ہو کر ص ۲۰۹ ب پر نامکمل طور سے ختم ہو جاتا ہے +

اصل کی ترتیب کے متعلق کتاب الکاف کے مقدّمہ میں تفصیل دی جا چکی ہے۔ اور وہیں سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ ہماری توجّہ زیادہ تر صحیح نقل پر رہی ہے، تاریخی ناموں اور تاریخی واقعات کے متعلق تحقیق و تلاش کے لئے زیادہ فرصت نہیں ملی۔ تاہم جلدی میں جتنا کچھ فراہم ہو سکا۔ کتاب کے ذیل میں بڑھا دیا گیا ہے ؛

بین القوسین جو عبارتیں بڑھا دی گئی ہیں، وہ یا تو کسی دوسری کتاب کے استناد سے ہیں۔ جس کا حوالہ ساتھ دیا گیا ہے، اور یا مرتّب نے اپنے قیاس سے بڑھا دی ہیں +

چونکہ کام ابھی جاری ہے۔ اس لئے حواشی میں جن کتابوں سے کام لیا گیا ہے۔ ان کی کوئی معیّن فہرست اس وقت پیش نہیں کی جا سکتی۔ تاہم جن کتابوں سے زیادہ تر فائدہ اٹھایا جا رہا ہے وہ مندرجۂ ذیل ہیں :-

(۱) وفیات الاعیان (ابن خلکان) مطبعۂ میمنیہ مصر ۱۳۱۰ھ ،
(۲) معجم البلدان (یاقوت) مطبوعۂ لیپزگ ۶۶ - ۱۸۷۲ء ،
(۳) شذرات الذہب (ابن العماد) مطبوعۂ مصر ،
(۴) کشف الظنون (مطبوعۂ استنبول) ،
(۵) تاریخ العراق (عبّاس عزّاوی) پوری کتاب دو جلدوں میں ہے ، مگر ہم نے صرف جلد اوّل سے فائدہ اٹھایا ہے ؛
(۶) الحوادث الجامعۃ - یہ کتاب ابن الفوطی کی طرف منسوب ہو کر چھپی ہے ، مگر عبّاس عزّاوی اور پروفیسر محمد اقبال صاحب اس رائے میں حق بجانب ہیں کہ یہ کتاب ابن الفوطی کی نہیں - ہاں ابن الفوطی کی کتابوں سے اس میں استفادہ کیا گیا ہے ؛
(۷) تاج العروس شرح قاموس ، بعض ناموں کی تحقیق کے لئے ؛

اس کے علاوہ جہاں جہاں مصنّف نے خریدۃ القصر کا حوالہ دیا ہے وہاں اس کی تصدیق فہرست شعراء خریدۃ مندرجہ فہرست مخطوطات مکتبۂ بینٹویہ جلد دوم مرتبۂ ڈوزی سے کی گئی ہے اور اس فہرست کے صفحات کا حوالہ ذیل میں دیا گیا ہے ؛

محمد عبد القدّوس قاسمی
مولوی فاضل و فاضلِ دیوبند

لاہور
۲۲ر جنوری ۱۹۴۰ء

[53 b]
[54 a]

كتاب اللام

من كتاب مجمع الآداب في معجم الألقاب

اللام والباء وما يثلثهما

(١) اللّبِق ابو البقاء محمّد بن القاسم البغدادیّ الادیب ذکره الحافظ محبّ الدین ابو عبدالله محمّد بن النجّار فی تاریخه، وقال: کان یعرف باللّبق، وکان لطیف المعاشرة جمیل المحاضرة؛ وذکره الشیخ ابوبکر المبارک بن کامل ابن ابی غالب الخفّاف[1] فی کتاب سلوة الاحزان من تصنیفه، وقال: وقرأت بخطّه فی وصف النبیّ صلی الله علیه وسلّم: صلّی الله علی محمّد ذی المحتد الصمیم والشرف الصمیم، والحسب الکریم والخُلق العَظیم والدین القویم والقلب السلیم، الذی دعا الی الله باذنه علی حین فترة من الرُسل واختلاف من المِلل وتشعُّب من السُبلِ فصدعَ بامر الله حتّی اتاه الیقین؛

---

[1] المتوفّی سنة ٥٤٣هـ؛ انظر الشذرات (٤: ١٣٥) وذکر صاحب الکشف اسماء ثلثة من تصانیفه: سلوة الاحزان ومعجم الشیوخ ونسیم الروح؛

(٢) **اللَّبِيبُ** احمد بن ابراهيم بن ابی السعود العراقیّ الادیب

رأیت بخطه فی وصف کوکبِ انقضّ :-

وکوکبٍ نظرَ العفریتَ مسترِقاً ... للسّمع فانقضّ یذکی اثرهٗ لهبه

کفارسٍ بهرَا طاحت عمامتهٗ ... فراح یسحبها من خلفه عذبه

(٣) واصف الملك **اللَّبِيبُ** ابو الحسن **علیّ** بن الحسین بن

الدّبّاغ[1] المصریّ ثمّ الاسکندرانیّ الادیب ،

ذکره العماد الاصفهانیّ الکاتب فی الخریدة[2] ، وقال : اللّبیب

من الشّعراء المصریّین ، وکانت ولادته بالاسکندریّة و

مضی الی الیمن ، ورکب البحر فوقع من المرکب الی البحر

فعلق الحبل فی رقبته . فمات من الحبل خنیقاً[3] لا غریقاً وانشد

لهٗ من قصیدة :-

کم لکفّیك یاخطیر المعالی ... عند عافیك من خطیر نوالِ

کلّما فصّل المدیح علیه ... صحّ تفصیله علی الاجمالِ

منها :-

لست ادری من السرور علی ما ... صحّ عندی من قدرك المتعالی

ایُهنّی لیث الشّری بعرینٍ ... ام یهنّی العرینُ بالرّئبالِ

ومن شعره فی وصف العذار :-

عنّ لی استسرّ منه عذاراً ... فتذکّرت انّه نمّام

وانشد له فی کتابه :-

---

[1] فی فهرست دوزی :- الدمّاخ . [2] انظر فهرست دوزی ص ٢٦٩ ؛ ورواية المصنّف بالمعنی ، [3] فی فهرست دوزی : عنیقاً ؛

يا ربّ ان قدّرته لمقبل غيري فللاقداح اوللاكؤس
واذا قضيت لنا بعين مراقب في الحبّ فلتك من عيون النرجس

وانشد له من قصيدة :—

غرامي فيك والكلف لحسنك فوق ما اصف

(٤) لَبِيبُ الدين ابو عيسى محمّد بن خلف بن سعيد المَعَافِريّ[١] الاندلسيّ الاُرْيُولِيّ[٢] الفقيه الاديب
ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمد السّلفي في كتاب معجم السفر، وقال: كتبت عنه بالاسكندريّة؛ واثنى عليه وقال: انشدنا بالاسكندريّة قال انشدني ابو بكر الزبير بن سعد العَنَفيّ لنفسه بالاندلس في وصف الحرشف :—

وحُرشفةٍ سكنت روضةً وتشكو القطاف من اربابها
شَكَتْ للقنافذ ما تنتفي فالبسنها بعض اثوابها

اللّامُ والسين

(٥) المُرَعَّث لِسَانُ العرب ابو معاذ بشّار[٣] بن بُرد مولى عُقَيل العُقَيليّ الشاعر

---

[١] نسبة الى معافر بن جعفر بن مالك قبيلة من قحطان، انظر الانساب ص ٥٣٥ الف و وستنفيلد 15 /٢. T.4 ، [٢] نسبة الى اُرْيُولة قصبة تُدمير؛ نفح الطيب ١: ١٦٦ ، [٣] انظر تراجم بشار في الوفيات (١: ٨٨) والاغاني (٣: ١٩-٧٣) و بروكلمن (١: ٧٣) وذيله (١: ١٠٨) ،

ذكره الصولي، حدّث محمّد[1] بن بشّار. قال قال الاصمعي لابي: ليس من العرب احدٌ الّا وفي شعره ما يتكلم فيه اهل النحو غيرك فانّ شعرك نقيٌّ من هذا؛ فقال: لانّي نشأت في حجر ثمانين شيخًا و شيخةً من بني عُقيل ما عرفوا اخطأ ولا لحنًا قطُّ، ثمّ لقيت العلماء فكنت كاحدهم؛

ومن شعره :—

النفس الشوق ولا ينفسني ··· واذا ساورني الهمّ رجع

اصرع القرن اذا صارعته ··· واذا صارعني الحبُّ صرع

وديوانه كبير قليل الوجود -

(٦) لسان الحُمَّرة[2] ابو كلاب حُصين بن ربيعة بن صُعير ابن كلاب بن عامر بن مالك بن تيم الله بن ثعلبة بن عكابة ابن صعب بن عليّ بن بكر بن وائل وابنه[3] ابو كلاب عبد الله وقيل: اسمه ورقا بن الاشعر الوائليّ النسّابة ذكره ابن الكلبيّ في جمهرة النسب وقال: لسان الحُمَّرة هو حُصين، وكان هو وابنه عبد الله من اعلم الناس بعلم النسب من تيم اللات بن ثعلبة، وذكره الحافظ ابو الفرج

---

[1] لم نظفر بعد بابن لبشار اسمه محمّدٌ، وروى ابو الفرج في الاغاني (٣: ٢٦) عن احمد ابن المبارك قال: حدّثني ابي قال: قلت لبشار: ليس لاحدٍ من شعراء العرب شعر؛ فذكر نحو القصّة [2] في تاج العروس (٣: ١٥٩) جعفر بن كلاب، [3] وفي القاموس: وابن لسان الحمّرة كسُكّرة خطيب بليغ نسّابة اسمه عبد الله بن حصين او ورقاء بن الاشعر؛ وله ذكر في الاغاني (١٣: ١٤٣)؛ ومن امثالهم: انسب من ابن لسان الحمّرة؛

عبد الرحمان بن علیّ بن الجوزی فی کتاب کشف النقاب[1]،
وقال: انّما سُمّی لسانَ الحمّرة لجودة لسانه؛

(٧) لسان الدین ابو محمّد عبد الله بن عبد الرحمن نزیل مصر، البلخیّ الصوفی

ذکره العماد الکاتب فی کتاب البرق الشامی، وقال: اللسان الصُوفیّ البلخیّ شیخ من اهل بلخ، قد عاین العقد والفسخ، و لابس العفار والمرخ، وجاور بغداد والکرخ، وخلّف وراءه الی المشیب الشرخ، وطالما نصب الفخّ واصاب الفرخ، وهو طریف ظریف، عفیف نظیف، ثقیل خفیف، لایأکل وحده ولو انّه رغیف؛ وذکر کلامًا طویلا من هذا یصف ضیافته؛

(٨) لِسانُ بَنی العبّاس عَبدالملک[2] بن صالح بن علیّ ابن عَبدالله بن العبّاس الهاشمیّ الأمیرُ

[54b
55a]

کان یضرب به المثلُ فی البلاغة وکان یسکن مَنْبِج بارض الشام وبها وُلِد، ولمّا دخل الرشید مَنْبِج قال له: هذا البلد منزلک؟ فقال له: یا امیر المؤمنین! هو لک ولی بک؛ قال: کیف بناءک به؟ قال: دون منازلِ اهلی وفوق منازل غیرهم؛ قال: کیف صفتها؟ قال: طیّبة الهواء قلیلة الادواء؛ قال: کیف لیلها؟

---

[1] انظر بروکلمن (ذیل) ۱: ۹۱۸؛ وتذکرة النوادر ص ۸۱، [2] انظر ترجمته فی الفوات (۲: ۱۲) وقاموس الاعلام (۲: ۵۹۷) وفی العقد (۳: ۲۸۴) اشارة الی بعض ما ذکره المصنّف، وکانت وفاته بالرقّة سنة ۱۹۶ هجریة،

قال سحر كله ؛ قال صدقت انها لطيبة ؛ قال : بك طابت وابن يذهب بها عن الطيب وهى تربة حمراء وسنبلة صفراء وشجرة خضراء فياف فيح بين قيصوم وشيح ؛ فقال الرشيد : هذا الكلام والله احسن من الدرّ المنظوم ؛

(٩) لسان الدين ابو الخطاب عمر بن علىّ الاغماتى[١] الشاعر

ذكره شيخنا تاج الدين ابو طالب فى كتاب لطائف المعانى فى شعراء زمانى ، وانشد له :-

تمتّع من سلافة خندريس ... وخذها من يدى ظبى نيس
وخالف قول من يلحاك فيها ... ولو فادركها كأسا بكيس
فما الدنيا سوى كاسات راح ... ولهو من مفاكهة الجليس
تسلّى الهمّ عن قلب صدىّ ... ولا شيئ يسلّى كالكؤوس

(١٠) الاستاذ لسان المشرق ابو الفضل محمّد بن الحسين ابن العميد القمّى الوزير

ذكره ابو منصور عبد الملك الثعالبىّ فى كتاب ثمار القلوب فى المضاف والمنسوب[٢] ، وقال : كان ابو الفضل بن العميد يعرف بلسان المشرق ، وكان اذا ورد ارّجان استد على

---

[١] الاغمات بلد باقصى المغرب ؛ نفح الطيب ١ : ٢٨٧ ؛ [٢] ليس بين يدينا نسخة من ثمار القلوب فنشير الى صفحة فيها بيان المصنّف وتراجم ابن العميد مذكورة فى اليتيمة (١ : ١٤٠ بما بعدها و ٢ : ٢٨٣ بما بعدها و ٣ : ٢٨٠) والوفيات (٢ : ١٢١) وذيل بروكلمن (١ : ١٥٣) والمصادر التى ذكرها ،

ابا القاسم[1] السیرافی، واحتبسه عنده، فاتفق انه کان بحضرته یوماً فقام ابو الفضل من مجلسه فبادر ابو القاسم الی نعله فقدمها له، فانکر ذلک ابو الفضل وقال له: یاهذا! العلم یرتفع عما فعلت؛ ثم تقدم له بخلعة وحمله علی دابة، وقد تقدم ذکره مستوفی فی کتاب الهمزة، وکانت وفاته[2] بالری سنة تسع وخمسین وثلثمائة،

(۱۱) لسان الدین ابو عبد الله محمد بن محمود بن اسماعیل الهیلتی الادیب

وجدت بخطه: قیل لاعرابی: کیف علمک بالنجوم؟ فقال: حسبی من ذلک معرفة النجم - یعنی الثریا - اذا طلعت فی الشرق حصدت زرعی، واذا سقطت فی الغرب رمیت بذری، واذا ظهرت فی کبد السماء خرفت نخلی؛

اللام والطاء

(۱۲) لطف الدین ابو الخیر محمد بن نور الدین عبد الرحمن ابن محمد بن محمد الاسفراینی ثم البغدادی

من اولاد المشایخ العارفین العلماء العاملین سمع والده شیخ الشیوخ قدوة اهل الرسوخ وسمع من لفظی کتاب

---

[1] لم نجد ذکر ابی القاسم السیرافی فی کتب التراجم بعد؛ والمشهور بنسبة السیرافی ابو سعید الحسن بن عبد الله (۲۷۰ - ۳۶۸ھ) وولده ابو محمد یوسف (۳۳۰ - ۳۸۵ھ)؛

[2] انظر النثر الفنی للدکتور زکی مبارک ص ۲۰۱؛

لطایف نوامی البرکات فی مشیخة ابی البرکات بسماعی لها بقراءة مخرّجها الشیخ المفید جمال الدین ابی بکر احمد ابن علیّ القلانسیّ علی شیخنا محی الدین عبد المحی ابی البرکات ابن ابی العبّاس بن ابی البرکات الحریریّ الحربیّ فی یوم الاربعاء تاسع شهر ربیع الاول سنة ثلاث عشرة وسبعمائة بحضرة والدہ شیخ[1] شیوخ الاسلام ادام الله برکته وحرس ذرّیّته ؛

(١٣) لطیف الدین ابو محمد الحسن بن محمّد الهاشمیّ الجزریّ الادیبُ

ذکرہ الوزیر شرف الدین ابو البرکات المبارک بن احمد المستوفی فی تاریخ اربل ، وقال : کان لطیف کما دُعی لطیفاً ادیباً شاعراً ظریفاً ، وکان ابداً یتعرّض بالصبیان فی صنائعهم ویظهر لهم المحبّة والعشق ، یفعل ذلک مجوناً وخلاعة ، و یعدّہ احسن متاجر البطالة بضاعةً وینظم فیهم الاشعار ویشرب معهم ویلعب وانشد لهٗ :-

هذا دمی فی خدّک المتورّدِ	فمتی تُردْ اِنکارَ قتلی یشهدِ
یا قاتلی عمداً و یزعم انّهٗ	خطأً وُقیتَ عقوبة المتعمّدِ
انا منک بین صبابةٍ لا تنتهی	الّا وَاُخری من ولوعی تبتدی
هجرَ الکری جفنی فواصله البکا	لمّا وفی کلفی وخان تجلّدی

قال وانشد نی لنفسه من قصیدةٍ اوّلها :-

---

[1] هو نور الدین عبد الرحمن الاسفراینیّ ؛ وترجمته مذکورة فی تذکرة هفت اقلیم نسخة مکتبة کلّیة فنجاب (ص ٢٢٣ ب) ؛

بيلٌ كما شاء الغرام طويلُ ... خَطْبُ الهوى فيه لديك جليلُ

فاحلُلْ عُرى لهمّ الدخيل بشادنٍ ... حلو الشمائل في يديه شمولُ

حمراء يشرق في الزجاجة نورها ... فكأنّما في رأسها قنديلُ

فكأنّها عن خدّه مأخوذةٌ ... ورحيقها برضابه معلولُ

وكانت وفاته بنصيبين سنة ثمان وثمانين وخمسمائة ؛

(١٤) لطيف الدين ابو محمّد عبد الله بن احمد بن ابراهيم القرميسينيّ[1] الاخباريّ

قال : اشترى عبد الله بن طاهر جاريةً بخمسة وعشرين الفًا على ابنة عمّه ، فوجدت عليه وقعدت في بعض المقاصير شهرين لا تكلّمه فعمل هذين البيتين :-

الى كم يكون العتب في كلّ ساعةٍ ... وكم لا تملّين القطيعة والهجرا

رويدك انّ الدهر فيه كفاية ... لتفريق ذات البين فانتظري الدهرا

وقال للجارية : اجلسي على باب المقصورة فغنّي به : فلمّا غنّت البيت الاوّل لم تر شيئًا ، فلمّا غنّت الثاني خرجت مشقوقة الثوب ، فوقعت على رجله تقبّلها ، فقبّلها ودخل اليها ،

(١٥) لطيف الدين ابو الحسن عليّ بن سنان بن ابي البركات الحلبيّ الشاعر

ذكره كمال الدين في كتاب عقود الجمان ، وقال : كان اللطيف ذكيًّا فطنًا عالمًا بنظم الاشعار وله مشاركة حسنة

---

[1] نسبة الى قرميسين بلد معروف ، عرّب اسمه من كرمان شاهان ؛ سنه ١٨٢-٢٣٠ھ ؛ وترجمته في الوفيات (١ : ٢٦٠) ؛

فی عدّۃ صنائع کصنعۃ السروج وتجلید الدفاتر، ونسخ بیدہ کثیراً من الکتب ، ومن شعرہ فی غلام عاشق :-

قالوا حبیبک یشکوا الهمّ والأرقا وقد غدا عاشقاً من بعد ما عُشِقا
وسال من جفنه دمع یکفکفه بین الانام حیاءً منهم وتُقی
ولیله ساهر والجسم فی سقم والاکابدُ الّا لوعۃً و شَقَا

منها :-

فقلت هیهات ابکانی وعذّبنی فی الحبّ عمداً فلیت الحبّ ما خُلِقا
ذروہ یبکی کما أبکی ویشرب بالـ کأس الذی لی به دون الانام سقی

کانت وفاته بحلب سنة ستّ وستّمائۃ ؛

(١٦) **اللّطیف** ابو الحسن علیّ بن مسعود بن علیّ الحلبیّ الادیب

ذکرہ علیّ بن ظافر الازدیّ فی کتاب بدائع البدایه وانشد له من ابیات قالها بدیهة :-

فلو ترانی وکأس الراح فی یدی الیـمنی وفی اختها دبّوقة البفنش
لکنت تعجب من صفراء صافیة تری بها جرّا الحاوی علی الحنش

(١٧) **لطیف الدین** ابو الطرب **محمّد** بن عمر بن سعد الله ابن سعید البحر اباذی الجُوَینی المُغَنّی

کان اوحد زمانه فی علم الموسیقی عارفاً بطرائقه، طیّب الحنجرۃ قد اُوتی نغمة مزامیر داود ونشأ فی خدمة الصاحب

له (٥٦٧ - ٦٢٣ھ) انظر ترجمته فی ذیل بروکلمن (١ : ٥٥٣)، وفوات الوفیات لابن شاکر (٢ : ٥١)؛ وعدّت تصانیفه فی کشف الظنون (١ : ٨٩، ٨٨، ١٨٨، ٤٩٦؛ ٢ : ١٤٩، ١٦١، ٢٠٧، ٤٠٢)، امّا کتابه بدائع البدائه فلیس بین یدینا نسخة منه رغماً من طبعه مراراً ؛

بهاء الدين محمّد الجوينيّ وكان الصاحب علاء الدين كثيرا مّا يشوّق صفيّ الدين عبد المؤمن اليه، وكان يحبّ ان يجتمع به، فكاتبه الصاحب واستدعاه الى بغداد فامتثل اشارته فلمّا وصل الى همذان مات فى شهر ربيع الاوّل سنة اربع وستين وستّمائة، حدّثني عنه مولٰنا نور الدين الموصليّ وقال:

كان لطيف الدين البحرا باذي لطيفاً[1] نظيفاً ظريفاً* كثير الميل الى الفقراء والانحراف عن الاغنياء وله فى الطرب تصانيف وكان قد صنّف طريقة غريبة فى هذا البيت:-

حَزِنْتُ ولم افرح بدون لقائه ... ولا عيش لي الّا به وهو منعمى

والشعر للشيخ سعد الدين الحمّويه[2] كتبه الى الشيخ سيف الدين الباخرزيّ وكان الصّاحب علاء الدين يقترحه عليه اذا غنّى بين يديه وحصل له منه الفوائد الجزيلة والنعم الجليلة.

(١٨) لطيف الدين محمود بن محمّد بن محمود البخاريّ الفقيه

سمع معنا على شيخنا جار رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عبد السلام بن محمّد بن مزروع البصري فى شعبان سنة احدى وتسعين وستّمائة، وكان لطيفاً محموداً كاسمه ولقبه

(١٩) اللّطيفُ ابو الظفر يحيى بن جعفر بن عبد الله البغداديّ المُغَـنِّي.

كان اللطيف يحفظ كثيراً من الاشعار فى كلّ فنّ ويُغَنِّي فى كلّ

---

[1] ا: لطيف، نظيف، ظريف؛ [2] انظر تذكرة هفت اقليم ص: ١٩١ الف؛

فصل ما يليق به وكذلك يغنّى ما يليق بالنهار وبالليل ومن
انشاده على الشطّ :—

كانّ دجلة والارواح ساكنة   والبدر فى قطرة الغربىّ لم يغب
بحر جرى من لجين مائع سرب   اشتق فى وسطه نهر من الذهب[1]

اللّام والواو

(٢٠) **اللُّولُو** ابو اسحق ابراهيم بن سليمان . يعرف بالزيّات الخُراسانىّ المحدّث [55b 56a]

ذكره الحافظ جمال الدين ابو الفرج بن الجوزى فى كتاب كشف النقاب فى معرفة الاسماء والالقاب وهو مذكور فى تاريخ خراسان ، وانشد :—

صلّى الاله على ابن امنة الذى   جاءت به سبط البنان كريما
قل للّذين رجوا شفاعة احمد   صلّوا عليه وسلّموا تسليما

(٢١) **اللُّولُو** ابو العبّاس احمد بن محمّد بن يوسف البخارىّ الفقيه

كان فقيهًا عالمًا اديبًا ، قال : الحبيب اخصّ من الخليل فى الشائع المستفيض من العادات . وقد اتّخذ ابراهيم خليلا ، وقال لنبيّه صلّى الله عليه وسلّم : ما ودّعك ربّك وما قلى : يعنى احبّك . وفى مقتضى هذه الاية اتّخذه حبيبًا كما اتّخذ ابراهيم خليلا . وممّا يؤكّد ذلك انّ الله تعالى [لا[2]] يحبّ احدًا ما لم

---

[1] ذكره السمعانى فى الانساب (ص ٢٨٢ ب) ؛ [2] ا : بسقوط لا ؛

يؤمن به ، وقال تعالىٰ : قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[1] ط

(٢٢) اللُّؤْلُؤُ ابو يعقوب اسحاق بن ابراهيم بن عبد الرحمان البَغَوِيُّ المحدِّثُ

ذكره المقدسيّ فى كتاب الالقاب من تصنيفه ولم يذكر له شيئًا ، وذكرهٗ ابو الفرج بن الجوزى فى كتابه وقال : سمع ابن عُلَيَّة ، وانشد للمأمون بن الرشيد :—

همومُ رجالٍ فى امورٍ كثيرةٍ وهمّى من الدنيا صديقٌ مُسَاعِدٌ

يكونُ كروحٍ بين جسمين قُسِّمَا فجسمهما جسمانِ والرُّوحُ واحِدٌ

(٢٣) اللُّؤْلُؤُ ابو الفضل جعفر بن سعيد الاربلىّ الاديب

قال فى اماليه انّ عبد الله بن جعفر بن اسحاق الجابرى الموصلىّ [حدّث قال:] كنت فى منزل ابى عبد الله نفطويه[2] اذ دخل عليه غلام هاشمى نضر الوجه فقال له : يا استاذ ! فانشدهٗ من شعره :—

كم صديقٍ مَنَحْتُهٗ صفوَ وُدّى فجفانى ومَلَّنى وقلانى

مَلَّ ما مَلَّ ثمّ عاود وصلى بعد ما ذمّ صحبةَ الخلّانِ

فقال نفطويه : يا مَوصِلىّ ! ليس يجيئون بمثل هذه المُلاحات"

قال : فامسكتُ ساعة ثم قلت :—

---

[1] القرآن الكريم سورة آل عمران (٣) الآية ٣١ ؛ [2] هو ابراهيم بن محمّد بن عرفة من اولاد المهلّب بن ابى صفرة ، ولد بواسط سنة ٢٤٤ھ وكانت وفاته ببغداد فى جمادى الاولىٰ سنة ٣٢٣ھ ؛ انظر ترجمته فى الوفيات (١ : ١٣) ، معجم الادباء (١ : ٢٥٤ بما بعدها) ، تاريخ بغداد (٦ : ١٥٩) ؛

احمد الله ما امتحنت صديقاً لي الآ ندمت عند امتحاني

ليت شعري خُصِصْتُ بالغدر من كلّ صديق ام ذاك حكم الزّمان

(٢٤) اللّولؤ ابو محمّد الحسن بن علىّ بن مَسعود- يعرف بالتّمّار- الواسطىّ المحدّث

ذكره المقدسىّ فى كتابه، وذكره الحافظ ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزى فى كتابه ايضًا؛

(٢٥) اللّؤلؤ ابو اسحق سليمان بن العبّاس بن المبارك التركىّ المحدّث

ذكره الشيخ جمال الدين ابو الفرج فى كتابه، وقال: يروى عن عبّاس[1] الدّورىّ؛ ولم يذكره المَقدسىّ؛

(٢٦) اللّؤلؤ ابو الحسن علىّ بن محمّد بن الحسن البَلدِىّ المؤدِّب

اللّامُ واليَاءُ

(٢٧) لَيثُ الدين ابو الفتح احمد بن عيسى بن ابى الفتوح السمرقنديُّ الاديب

كان اديبًا فاضلاً راوية، روى باسناده الى العُتبىّ[2] قال: حجّ معاوية وكان عامله على المدينة مروان بن الحكم، فلمّا قدم

---

[1] هو ابو الفضل العباس بن محمّد بن حاتم بن واقد الدورىّ المتوفى سنة ٢٣٢ هـ، انظر: الانساب ص ٢٣٢ الف،

[2] هو محمّد بن عبيد الله المتوفى سنة ٢٢٨ هـ انظر كتاب المعارف لابن قتيبة ص ٢٦٧؛

المدينة هيّأ له مروان طعاماً فأكثره وجوّده، فلما حضر الغداء جاء متطبّب نصرانيّ لمعاوية فوقف فجعل اذا مرّلون قال: كل يا امير المؤمنين من هذا، واذا اتى بلونٍ ظنّ انّه لا يوافقه قال: لا تأكل من هذا؛ ثمّ اقبل زنجيّان مؤتزران بريطتين بيضاوين يدلحان بجفنةٍ لها اربع حلقاتٍ مترعة حَيسًا، فلمّا رآها معاوية استشرف لها وحسر عن ذراعيه، فقال الطبيب: ايّ شيئ تريد؟ يا امير المؤمنين! قال: اريد والله اواقع ما ترى؛ قال: امزّق ثيابي، قال: ولو مزّقتَ بطنك؛ فجعل يدبُل مثل دبل البعير ويقذف في جوفه، حتى اذا نهل قال: يا مروان! مَا حَيسكم هذا؟ قال: يا امير المؤمنين! عجوة ناعميّة، واقطة مُزَنيّة وسَمنة جُهَنيّة؛ قال: هذه اشفية جُمِعَت لا كما يقول هذا النصرانيّ؛

(۲۸) لَيثُ الدّولَة ابو فراس بن احمد بن ابي الجزر التغلبيّ الجَزَريّ الامير

كان اخباريًّا عالمًا، له معرفة بالادب واطّلاع على التواريخ والسِيَر، انشد للجاحظ:—

ل يحملا نها وقد اثقلهما حملها، ۲ دبل اللقمة جمعها وعظّمها؛ ۳ ذكر الشعر ابوبكر الخطيب في تاريخ بغداد (۱۲: ۲۱۵) بتغيير في الترتيب وضمّ شعرٍ ثالث اليهما؛ وها لك روايته:—

يطيب العيش ان تلقي حكيمًا ... غذاه العلم والظنّ المصيب

فيكشف عنك حيرة كلّ جهلٍ ... وفضل العلم يعرفه الاديب

سقام الحرص ليس له شفاء ... وداء الجهل ليس له طبيب

سقام الحرص ليس له دواء — وداء الجهل ليس له طبيب
وطيب العيش ان تلقى حكيما — غذاه العلم والنظر المصيب

(۲۹) لیث الدین ابو المعالی محمّد بن ابراهیم بن ابی العسکر الاستراباذیّ الفقیه

[قال] قال بعض المتكلّمين : انّما جعل الله جلّ وعزّ نبيّه أُمّيًّا لا يكتب ، ولا يحسب ، ولا ينسب ، ولا يقرض الشعر ، ولا يتكلّف الخطابة ، ولا يتعمّد البلاغة ، ليتفرّد الله بتعليمه الفقه واحكام الشريعة ، ويقصره على معرفة مصالح الدين دون ما يتناهى به العرب من معرفة الاثر والعلم بالانواء ، كان ذلك ادلّ على انّه من الله تعالى ،

[56 b / 57 a]

كتاب الميم

من كتاب مجمع الآداب فى معجم الالقاب

الميم والالف وما يثلثهما

(٣٠) ماء السّماء عامر بن حارثة بن امرء القيس القحطانىّ الملك

عامر[1] بن حارثة بن امرء القيس بن ثعلبة بن مازن بن الازد ابن الغوث بن نبت بن مالك بن زيد بن كهلان بن سبأ بن يشجب بن يعرب بن قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ ابن سام بن نوح بن لمك بن متوشلخ بن اخنوخ بن برد بن مهلائيل بن قنيان بن انوش بن شيث بن آدم ابى البشر عليه السلام؛ قال محمّد بن السّائب الكلبى فى كتاب جمهرة النسب: انّما سمّى ماء السّماء لانّه كان غياثًا لقومه مثل المطر للارض؛ وذكره الحافظ جمال الدين ابو الفرج عبد الرحمان بن علىّ ابن محمّد بن الجوزى فى كتاب كشف النقاب عن الاسماء والالقاب، قال: لقب عامر بن حارثة ماء السماء شبّه

---

[1] انظر تاريخ ابى الفداء (١٠١:١)؛

بالغیث لنفعہ؛ ھو عامر بن حارثۃ بن امرء القیس بن ثعلبۃ کان من ملوک العرب واجوادھم، وکانت بلادہ کثیرۃ الخصب والخیر ووفود العرب تفد علیہ من الشحر ونجد والشعراء تقصدہ بالقصائد وینقلبون عنہ بالمنح والفوائد، وکان یذبح لہ فی کل یوم مائۃ من الابل ولخاصتہ ما یوضع علی سماطہ خمس مائۃ رأس من الغنم الی غیر ذلک من الصیود ویسقیھم العسل واللبن والخمر ویخلع علیھم الثیاب المثمنۃ والعمائم وینعم علیھم بالخیول العربیۃ والاسلحۃ؛

(٣١) ماجد الدولۃ ابونصر احمد بن یحیی بن ابی المحاسن المشکانی[1] الادیب

کان من الادباء الاذکیاء، وکان یمیل الی مذھب الشیعۃ ولہ نظر فی الفقہ والادب، انشد فی اٰمالیہ:-

اَحْلِفُ باللہِ واٰیاتہٖ	شَہَادَۃً صادِقَۃً خالِدَۃ
انّ علیّ بن ابی طالب	امامنا فی سُوْرَۃِ المَائِدۃ

یرید قول اللہ عزّوجلّ: اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ[2] نزلت فی علی لانہ تصدّق بالخاتم وھو فی صلاتہ؛ انشد الثعالبی فی کتاب الاقتباس:-

انا مولیً لِفتیً | اُنزِلَ فیہ: ھَلْ اَتیٰ

---

[1] نسبۃ الی مشکان بالضم، وھی بلیدۃ بفارس واخری قریۃ بنواحی ھمذان؛ انظر ھذہ المادّۃ فی معجم البلدان (٤: ٥٤٣) [2] القراٰن الکریم سورۃ المائدۃ (٥) الاٰیۃ ٥٥؛

(۳۲) ماجد الدولة ابو الیمن المظفّر بن ماجد المصریّ الادیبُ

ذکرہ عماد الدین ابو عبد اللہ محمّد بن محمّد بن حامد القرشیّ الاصفہانی الکاتب وقال: کان من الامراء الادباء والاعیان الفضلاء، ولیَ قُوص وکانَ ممدّحًا وانشد لہ فی صبیّ (غلامٍ) لابسٍ ثوبٍ اسود:-

تَعَبی راحتی و اُنسی انفرادی ۔۔۔ وشفائی الضنیٰ و نومی سُہادی

لست اشکو بعادَ من صَدّ عنّی ۔۔۔ ایُّ بُعدٍ وقد ثوی فی فؤادی

ھو یختال بین قلبی وعینی ۔۔۔ وھو ذاک الذی یُریٰ فی السوادِ

(۳۳) الماجدُ ابو الغیث المفرّج بن عمر بن عیّاد القیسرانیّ الفقیہ

ذکرہ الحافظ ابو طاھر احمد بن محمّد السِلَفی فی کتاب معجم السفر وقال: کتبت عنہ وکان رجلاً فاضلاً، رأیت لہ ھذہ الابیات یصف فیہا کتاب التنبیہ:-

سَقیًا لمن صنّف التّنبیہ مختصرًا ۔۔۔ الفاظہ الغُرّ واستقصیٰ معانیہ

انّ الامام ابا اسحاق صنّفہ ۔۔۔ للہ والدین لا للکبر والتیہ

رأی علومًا عن الافہام شاردۃً ۔۔۔ فحازھا ابن علیّ کلّہا فیہ

(۳۴) ماجد الدولة ابو زکریّا یحیی بن عبد اللہ بن عبد الرّحمن الدّوسریّ الصوفیّ

---

[۱] یرید فی کتاب الخریدۃ کما ذکر دوزی فی فہرست شعراءھا، انظر فہرست دوزی ص ۲۶۵؛

[۲] ابو اسحاق ابراھیم بن علیّ بن یوسف المتوفّی سنۃ ۴۷۶ ھ، [۳] الدّوسر قریۃ قرب صفین علی الفرات؛

كان من محاسن الصوفية حافظًا للقرآن المجيد، عارفًا بالتفسير
روى عن ابن عبّاس (رضى الله عنه) قال: لمّا عزّى النبىّ
صلّى الله عليه وسلم على ابنته رقيّة قال: الحمد لله دفن
البنات من المكرمات؛

(٣٥) **الماحى** ابو القاسم **محمّد** بن عبد الله بن عبد المطّلب
الهاشمىّ النبىّ صلّى الله عليه وسلّم

قد تقدّم ذكر القابه فى غير موضع تيمّنًا بذكره وفّقنا الله لاتمامه
بيمن بركته، ومن القابه صلّى الله عليه وسلّم الماحى، وفى
حديث الزهرىّ: وانا الماحى وهو الذى يمحو الله بى [؟ به]
الكفر، وانا الحاشر الذى يحشر الناس على قدمى، وانا العاقبُ

(٣٦) **مادِحُ الرحمٰن** ابو الفتح **نصر الله** بن بابابن ابراهيم
البكرىّ البغدادىّ الديارىّ الصّوفى

ذكره تاج الدين فى تاريخه وقال: قدم بغداد سنة تسع و
ستّين وخمسمائةٍ وسمع بها، ثمّ سافر الى دمشق واستوطنها
وكان شاعرًا فاضلًا، وكان يلقب بمادح الرحمٰن، لانّه ذكر
انّه لم يمدح غير الله تعالے بقى على ذلك اكثر من اربعين
سنةً ومن شعره :-

الٰهى ما لحاجاتى وحالى ... سواك فانّك الملك القديرُ
فجُد لي بالرضا واغفر ذنوبًا ... بها اخشى يمسّنى السعيرُ
فانّك قلتَ سَلْنى واستعِن بى ... اُعِنْكَ فانّنى نِعم النصيرُ
وانّى يا غنيًّا عن عذابى ... الى ان لا تعذّبنى فقيرُ

توفی بدمشق سنة تسع وستمائة ودفن بباب الفراديس ؛

(٣٧) **الماضی** ابو محمد اسماعیل بن احمد بن اسد السامانیُّ سلطان ما وراء النهر

ذکره صاحب تاریخ[1] خراسان وقال : کان عاقلاً عادلاً حسن السيرة فی رعيّته ، حليماً ولی الامارة بعد اخيه الامير نصر ابن احمد سنة تسع وسبعين ومائتين بما وراء النهر و خراسان ولمّا ولی كان يكاتب اصحابه واصدقاءه بما كان يكاتبهم به قبل الولاية فقيل له فی ذلك ، فقال : يجب علينا اذا زادنا الله رفعةً ان لا ننقص اخواننا بل نزيدهم رفعةً وعلاءً وجاهاً ليزدادوا اخلوصاً وشكراً ، وكانت وفاته[2] فی منتصف صفر سنة خمس وتسعين ومائتين ودفن عند والده ؛

(٣٨) **المأمور**[3] الحارث بن معاويه بن قيس بن كعب الحارثیُّ [57 b / 58 a]

ذكره محمد بن السائب الكلبی فی كتاب جمهرة الانساب ووصفه بالرأی السديد والذكر الحميد ؛

(٣٩) **المأمون** ابو القاسم الحسين بن محمّد بن داود ابن سليمان المصریّ المحدّث

ذكره ابو الفضل المقدسیّ فی كتاب الالقاب ، وذكره ابو الفرج بن الجوزی فی كتاب كشف النقاب وقال

---

[1] لم نحقّق اسمه بعد ؛ [2] مولده فی شوّال سنة ٢٣٤ ه ؛ [3] انظر كتاب الاغانی (١٥ : ٧٣) ؛

روی عن محمّد بن هشام السَدُوسیّ ؛

(٤٠) **المأمون** ابو عبد الملک رزین بن عَبُّود المغربیُّ الحاجبُ

ذکرہ العزناطیّ[۱] فی کتاب فرحة الانفس وقال : کان قد اقام بالسهلة[۲] من بلاد الاندلس ، ومال الیها بعد المأمونِ یحیی ابن اسماعیل الملقّب بذی المجدین ، ولمّا توفّی انتقلت دولته الی ابنه ابی مروان عبد الملک بن رزین وکان من الادباء الشعراء والفصحاء البلغاء ؛

(٤١) **المأمون** ابو العباس [و] ابو جعفر عبد الله بن هارون الرشید بن محمّد المهدی بن عبد الله الهاشمیُّ العبّاسیُّ الخلیفةُ

امّه امّ ولد بادغیسیة تسمّی مراجل[۳] ، مولدہ لیلة الجمعة منتصف شهر ربیع الاوّل من سنة سبعین ومائة وهی اللیلة التی ولد فیها خلیفة ومات خلیفة وتولّی خلیفة بویع له بعد ابیه وصارت الیه الخلافة وهو بمرو ، وتوجّه الی بغداد فوصلها یوم السبت سادس عشر صفر سنة اربع و مائتین ، وکان ابیض اللون تعلوہ صفرة اقنی طویل اللحیة ، و

---

[۱] هو محمّد بن غالب بن ایوّب ؛ [۲] قال السقّری ، فامّا السهلة فانّها متوسّطة بین بلنسیة و سرقسطة ، وبها مدن وحصون ، ومن اعظم ملوک الطوائف . . . . بنو رزین اصحاب السهلة ؛ نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۳ و ۱۸۶ ؛ [۳] راجع تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۸۶ ؛ وکانت بیعة المأمون سنة ۱۹۸ ھ ؛

كان شهماً بعيد الهمّة اخذ من جميع العلوم بقسط وافر و استخرج كثيراً من علوم الاوائل، و ترجمت له الكتب كاقليدس وغيره و توفّي لعشر[1] خلون من رجب سنة ثمان عشرة ومائتين وهو متوجه يزيد الغزو وقيل طرسوس باربع مراحل فحمل اليها و دفن بها، وقيل توفّي بالبَذَنْدُون، وكانت خلافته تسع[2] عشرة سنة وستّة اشهر وعشرة ايّام و عمره ثمان و اربعون سنة وستّة اشهر؛

غادروه بعرصتي طرسوس مثل ما غادروا اباه بطوس[3]
ما رأينا النجوم اغنت عن المأ ـــ مون فى ظلّ ملكه المحروس

(۴۲) المأمون ابو العباس عبد الله بن شرف الدين هارون بن شمس الدين محمّد بن محمّد الجوينى البغدادىّ المولد

امّه رابعة بنت الامير ابى العبّاس احمد بن المستعصم بالله ومولده ببغداد(... [4] ...) واشتغل وحصّل وكتب لكنّه عاشر من لايليق بالمعاشرة، وكان مولده يوم الاثنين ثامن شهر ربيع الآخر من سنة اربع وسبعين وستّمائة، كتب شيخنا رشيد الدين ابوطالب يحيىٰ بن المشهدى على مولده:-

---

[1] وقال السيوطى توفّى يوم الخميس لاثنتى عشرة بقيت من رجب [2] هذا قول فاسد وانّما كانت خلافته عشرين سنة واشهراً [3] الشعر لابى سعيد المخزومى [4] ترك المصنّف ههنا بياضاً كانّه يريد كتابة شيئ بعد تثبيته [5] م ۷۰۱ھ، انظر: تاريخ العراق (۱: ۳۹۳)؛

مولد منه قد تولد سعد — للموالی یلقونه عن قریب
والامیر المأمون مأمول قوم — لهم من نداه اوفی نصیب
ببقاء السلطان غازان یوماً — ان یعد ملکه فعید وعین حبیب
کم لاهلیه من ایاد علینا — ملزمات شکری لها بالوجوب

(۴۳) **المأمون** ابو نصر الفتح[1] بن المعتمد محمد بن المعتضد عباد الاندلسی الاشبیلی الامیر الادیب

ذکره صاحب کتاب فرحة الانفس، وقال کان جواداً حلیماً کریماً وکان قد استولی جده علی اشبیلیة ولما استولت[2] لمتونة ودولة الملثمین وامیر المسلمین یوسف[3] بن تاشفین لم تبق منهم بقیة وکانوا علماء ادباء، وقتل المأمون الفتح بن محمد ابن عباد بقرطبة یوم الاربعاء غرة صفر سنة اربع وثمانین واربعمائة، وفی المأمون فتح واخیه الواضی بیزید یقول ابوهما المعتمد :—

هوی الکوکبان الفتح ثم شقیقه — یزید فهل بعد الکواکب من صبر
افتح لقد فتحت لی باب رحمة — کما بیزید الله قد زاد فی اجری

(۴۴) **المأمون** ابو محمد القاسم بن حمود بن ابی العیش میمون الحسنی الخلیفة بالاندلس

---

[1] انظر : نفح الطیب بحسب الفهرس ؛ [2] لمتونة قبیلة من صنهاجة منها محمد بن تیفاوت اللمتونی (۴۸۰ - ۴۰۳ھ) مؤسس دولة المرابطین والملثمین (۴۰۰ - ۵۴۱ھ) ؛ [3] الخامس من ملوک الملثمین (۴۵۳ - ۵۰۰ھ) ؛ انظر

تاریخ دول الاسلام (۲ : ۴۸) ؛

(هو) القاسم بن حمّود بن ابی العیش میمون بن حَمّود بن علیّ ابن عُبَید الله بن عمر بن عبد الله بن ادریس[1] بن ادریس بن عبد الله بن الحسن المثنّی بن الحسن بن علیّ، لمّا قتل اخوه الناصر علیّ[2] بن حمّود بویع لاخیه القاسم ولقّب المأمون فما غیّر علی الناس عادةً ولا مذهبًا فبقی المأمون الی شهر ربیع الاوّل سنة اثنتی عشرة واربعمائة، فقام علیه ابن اخیه یحیی ابن الناصر، فهرب المأمون من قرطبة بلا قتال وصار باشبیلیّة. ثمّ اجتمع للمأمون جماعة واخرجوا یحیی من قرطبة، فهرب الی مالقة، وقتل المأمون خنقًا سنة احدی ثلثین واربعمائة ومدّة ولایته ستّة اعوام، وبقی محبوسًا عند ابن اخیه المعتلی یحیی[3] بن علیّ ستّة عشر سنةً ومات وله ثمانون سنةً،

(۴۵) المأمون ابو عبد الله محمّد بن نور الدولة ابی شجاع فاتك بن منجد الدولة ابی الحسن مختار البطایحیّ الوزیر بمصر

---

[1] بتکرار ادریس کما اشار المصنّف الی صحّته؛ [2] انظر تراجم علیّ و القاسم و یحیی فی الفصول ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، من تاریخ دول الاسلام (۲: ۷۱-۷۴)

[3] انتهت ایّام یحیی بن علیّ سنة ۴۲۶ھ کما یقوله صاحب تاریخ دول الاسلام وعلی هذا فیکون مدّة حبسه عند ابن اخیه اربعة عشر سنة؛ وتوفّی فی دولة ادریس بن یحیی بن علیّ المتأیّد بالله؛

ذکرہ الوزیر جمال[1] الدین الاکرم القفطی فی اخبار وزراء الدولة المصریّة فی الایام القصریه، قال: دخل محمّد بن فاتک الی مصر من البطائح، وکان فرّاشا، فاتّصل بامیر الجیوش بدار المستنصریّ ورفع حاله الی ان [صار] فرّاشًا للافضل، وفی الثالث من ذی الحجّة سنة خمس عشرة وخمسمائة احضر الأمر باللّٰه الخلیفةُ المأمونَ البطائحیّ وجعله نائب الوزارة حفظًا لقلوب الامراء اذ فیهم من هو اجلّ منه، وکان المأمون یعلم من نفسه انّه لا یصلح للوزارة ولکن حب الرّیاسة یحمله علی طلبها، وفی مدحه:-

فکأنّنی بالسیّد المامون قد	ملک الشّام مجدّ داماقد نهج
وازال نون عداتها فتزایلت	عنها الفرنج به ووافاها الفَرَجُ

قال: واستدعاه الأمر[2] فی رابع شهر رمضان سنة تسع عشرة فلمّا افطروا تقدّم بقتله واستراح قلب الأمر من المأمون[3]؛

(٤٦) ذو المجدین المأمون ابو زکریّا یحیی بن الظافر اسماعیل ابن عبد الرحمٰن البربریُّ صاحب طُلَیطلة

هو یحیی بن اسماعیل بن عبد الرحمٰن بن عامر بن مطرّف بن ذی النون، وکان اصل جدّهم مطرّف بن ذی النون من البربر،

---

[1] هو علی بن یوسف ابو الحسن القفطی (٥٦٨ - ٦٤٦ھ)، انظر تراجمه فی قاموس اعلام التراجم للزرکلی (٢: ٢٠٥-٢٠٦) ومعجم الادباء (١٥: ١٧٥-٢٠٢) وبغیة الوعاة (ص ٣٥٨) [2] هو الأمر باحکام اللّٰه صاحب مصر (٤٩٥-٥٢٤ھ)، انظر تاریخ مصر الحدیث لجرجی زیدان (١: ٢٥٠-٢٥٣)؛ [3] انظر شرح قتله فی تاریخ الکامل (١٠: ٢٦٨)؛

وتولّدوا بالأندلس ونشأوا بها، وتأدّبوا بآدابهم، وتشبّهوا بهم وأنِفوا من البربرة، ولمّا توفّى الظافر بحول الله سنة خمس وثلثين واربعمائة صارت رياسته الى ولده يحيى وتلقّب بالمأمون ذى المجدين وكان جليلاً يحبّ الادب ؛

(٤٧) مأوى الصعاليك اشيم بن شراحيل بن الحارث بن عبّاد بن ضُبَيعة الربعىّ الفارس فارس الغابة من حكّام العرب

ذكره ابو عبيدة معمر بن المثنّى فى كتاب مقاتل الفرسان وقال: انّما لقّب مأوى الصعاليك لانّه كان يجمع الصعاليك من العرب فيضمّهم اليه ويَنْحَر لهم ويُقوّيهم حتى يغزوا فيصيبوا ويستغنوا عنه فقيل له: مأوى الصعاليك؛ قال ابو عبيدة: غزا عَلْقَمة بن زُرارة بكر بن وائل فى جماعة من قومه وخرج فاتّبعوه حتّى تلاحقوا قريبًا من اليمامة فشدّ[١] مأوى الصعاليك على علقمة فقتله، فشدّ حاجب بن زُرارة على مأوى الصعاليك فقتله وقال فيه ابياتا منها :—

فان تقتلوا منّا كريمًا فانّنا قتلنا به مأوى الصعاليك اشيما

(٤٨) الماهر ابو الفتح احمد بن عُبَيد الله بن فضّال الموازينىّ الحلبىّ الشاعر

ذكره ابو[٢] الرشيد بن الزبير الاُسوانىّ فى كتاب جنان الجنان وقال:

---

* انظر شيئًا من اخبارهم فى معجم البلدان (٢: ١٨٩، مادّة حاير) [١] فى الاصل: فشدّ عليه؛ بزيادة عليه، [٢] هو احمد بن علىّ المقتول سنة ٥٦٣هـ، وفيات (١: ٥١ بما بعدها)؛

هو من شعراء الشام المتأخّرين زماناً واحساناً ومن شعره :-

من القوم اكرم من يستجار　　بايّامه من صروف النُّوَب
وقد كتب الدهر فضل الكرام　　فلمّا رآه محا ما كتب

وله :-

وما عنّ ولى ناهياً عنكم　　لكنّه بالسوء امّارُ
تال اسلهم ان لم تطق هجرهم　　قلت له : النار ولا العارُ
يوجد فى الاحباب وافٍ ولا　　يوجد فى العشّاق غدّارُ

(٤٩) **الماهرُ** ابو القاسم **خلف** بن ابى البركات يحيى بن فضلان الازجيّ المؤدّبُ [58 b / 59 a]

ذكره الحافظ محبّ الدين محمّد بن النجّار فى تاريخه وقال : كان يؤدّب الصبيان ، وسمع الحديث الكثير، وطلب بنفسه وكتب بخطّه ، وكان شيخاً صالحاً متديّناً الّا انّه كان لا يعرف العلم ويكتب خطّاً فى غاية الرداءة واصوله مسخّمة سقيمة وكانت فيه غفلة وسلامة (؟ كذا) فربّما الحق اسمه بخطّه فى الطباق بين من سمع فيظهر للناس ؛ سمع ابا القاسم هبة الله ابن الحصين وطبقته ولم يزل يسمع الى ان مات فى شهر رجب سنة خمس وستّين وخمسمائة ودفن بباب حرب ؛

(٥٠) **الماهرُ** ابو الفتح **داود** بن عبد الجبّار بن محمود الخلاطيُّ الاديبُ المقرئُ

كان كاتباً حاسباً له فى الادب القدم الثابتة ، وكان حسن الخطّ والعبارة ، انشد فى وزير :-

يا دينة الدين والدنيا وكابهما ... والامر والنهي والقرطاس والقلم
إن اخّر الله في عمري فسوف ترى ... من خدمتي لك ما يغني عن الخدم
ابا عليّ لقد طوّقتني منناً ... طوق الحمامة لا تبلى على القدم
فاسلم فليس يزيل الله نعمته ... عمّن يبثّ الايادي في ذوي النعم

(٥١) الماهر ابو محمّد بن عبد الله الحلبيّ الأديب.

ذكره ابو منصور عبد الملك بن اسماعيل النيسابوريّ الثعالبيّ في كتاب تتمة اليتيمة، وقال: شاعر بحقّه محسن ملأ ثوبه، وأورد من نثره هذه الفصول: خلص من سبك النقد خلوص الذهب من اللهب واللجين من يد القين والمدام من شبح الندام؛ وقوله: اين الشراك من السماك والغرقد من الفرقد؛ ومن شعره:—

يجدي وقد يثنيت في نفسه ... فضيلة المجلي من المجدي
لو كان من أحببته بعض ما ... في يده زار بلا وعد

(٥٢) الماهر ابو منصور مروان بن عليّ المصريّ الاديب يُعرف بالمحجوب

ذكره الباخرزي في كتاب دمية القصر وقال: هو شاعر من الديار المصريّة وانشد من شعره:—

طيفٌ لعلوة حيّا في فاحياني ... حدّثه ريحان من ورد وريحان
الم يخرق جلباب الظلام وقد ... خاطت يد النوم اجفانا باجفان

---

١ ج ا ص ١٢؛ ٢ وفي التتمة: سبل؛ ٣ في التتمة: كشبح الفدام؛ ٤ في التتمة: السمك؛
٥ في التتمة: يجدي؛ ٦ لم نجده في المطبوع من كتابه؛

يلفّنا بيد الشوق العناق كما لفّت يد الريح اغصاناً باغصان

وقال: انشدنى يعقوب بن احمد الاديب النيسابوريّ قال انشدنى ابو عامر النسويّ قال انشدنا الماهر:

الميم والباء وما يثلثهما

(٥٣) مُبارز الدين ابو سعد ابراهيم بن يحيى بن عبد الله العراقيّ الامير

كان من اولاد الامراء الامجاد والشجعان الانجاد، ولى إمارة الجبل بأسره وكان منزله بسبدان[1] بالقرب من مشهد الامام المهديّ بن المنصور، وكان رحيم القلب كريم النفس متودّداً وله مرسوم على دار الخلافة فى كلّ سنة الف دينار؛

(٥٤) مُبارز الدين ابو الفضل احمد بن الحسن الهكّاريّ الامير

كان من الامراء الذين استولوا على جبال الهكّاريّة، وكان جليل القدر، نبيه الذكر ممدّحاً، له سخاء ومروّة؛

(٥٥) المُبارِزُ ابو الفتيان اينكين بن عبد الله غلام الوافى الديلميّ الاصفهسالار

ذكره الرئيس ابو الحسين هلال بن ابى اسحق الصابئ فى تاريخه وقال: كان المبارز من الشجعان المعدودين، وارباب القوّة

---

[1] ذكره ياقوت وقال لا ادرى موضعه؛

والنهضة، وله البلاء الجميل فی الوقعة مع العرب، وكانت وفاته فی يوم الخميس رابع ذی الحجة سنة اربع وثلاثين واربعمائة ببغداد؛

(٥٦) المُبَارِزُ باتكين بن عبد الله الكردیّ الاصفهسالار

ذكره غرس النعمة محمد بن ابی الحسين بن الصابئ فی تاريخه المذيل علی تاريخ والده، وقال: من الامراء الاصفهسالارين الذين ادركوا الدولة السلجوقيّة، وله ذكر، وكانت وفاته سنة سبع واربعين واربعمائة؛

(٥٧) مُبَارِزُ الدّين ابو المفاخر بدران بن فتوح بن سُلطان العُقيلیّ الجزریّ الاميرُ

روی عن الشيخ الاديب ابی بكر بن اسماعيل بن محمّد بن حمدان الحِيزانیّ[1]، روی عنه كمال الدين ابو بكر المبارك بن حمدان بن الشعار فی كتاب عقود الجمان، وقال: كتب مبارز الدين بدران الی عزّ الدين بن شدّاد الحلبیّ من شعره:—

ابداً ابا الدعاء يأتونك الاتباع سعيًا بالشكر والالطاف

فرسی بعتُ أمسِ واليوم رمحی وكساءی وفروتی ولحافی

ما عسیٰ ان اقول عند خروجی من بيوت الكرام عريان حافی

(٥٨) مبارز الدين ابو علیّ خليل بن محمّد بن يحيی التركمانیُّ الامير

كان من الامراء اصحاب النعم الجليلة زاهداً كثير الخيرات

---

[1] حِيزان بلد من ديار بكر فيه بساتين كثيرةٌ؛

والاحسان الی من یقصده من ارباب الحاجات، وکان یروی من الاخبار قول النبیّ صلّی الله علیه وسلّم: إنّ هذا الدین متین فاوغل فیه برفق، ولا تبغّض الی نفسك عبادة الله فانّ المنبتّ لا ارضاً قطع ولا ظهراً ابقی؛

(۵۹) المُبارِز داوود بن قارن الدیلمیّ الاصفهسالار

[596 / 602a] ذکره غرس النعمة محمّد بن ابی الحسین بن الصابئ فی تاریخه الذی ذیّله علی تاریخ والده وقال: کان من الاصفهسالارین الدیلمیّة الذین ادرکوا الدولة السلجوقیّة؛

(۶۰) مُبارِز الدین ابو نصر سنجر بن عبد الله التُرکی الموصِلی الجُندی

کان شابّاً ذکیّاً وله تهوّس بالاشعار وحفظها، ویکتب خطّاً لا بأس به، وکان محبّاً للعلماء مفضلاً علیهم لا یأکل طعاماً الا معهم؛ قرأت بخطّه ما کتبه الی بعض اصحابه یتشوّقه:-

لئن ضمّنا بعد الشتات تقارب ... تبسّم وجه الدهر بعد قطوبه
وان کحلت عینای منك بنظرة ... غفرتُ لصرف الدهر کلّ ذنوبه

(۶۱) مبارز الدین ابو المظفّر سنقر بن عبد الله الحلبیّ الامیر

کان من امراء حلب، له ذکر فی التواریخ وکان جلیل القدر حسن الذکر مقرّباً عند سلطانه محبّباً الی اخوانه؛

(۶۲) مُبارِز الدین ابو العلاء شدّاد بن یعقوب بن علیّ العقریّ

لم أعلم شيئاً من شانه وقرأت بخطّ بعض الفقهاء قال: سمعت مبارز الدّين سندًا يقول: لا شكّ انّ آدم كان اعقل من جميع اولاده. والله عزّ وجلّ يقول فيه: وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا[1]، ويقال: انّ الانسان انّما سُمّي انساناً لذلك؛ قال ابو تمّام:—

لا تنسين تلك العهود فانّما سُمّيتَ انساناً لانّك ناسي

(٦٣) المبارز ابو فراس طغانتكين بن عبد الله الدَّيْلَمِيّ الاصفهسالار

ذكره الرئيس ابو الحسين الصابئ فى تاريخه وقال: كان من الاصفهسالاريّة الكبار المعدّين للاشتغال ومبارزة الابطال؛

(٦٤) مُبَارِز الدّين ابو بكر عَبْد الله بن عمر بن ابى الفوارس اليَمَنيّ الشجاع

كان شجاعاً كريماً لطيف الاخلاق طيّب المعاشرة، حكى انّ المأمون [قال] ليحيى[2] بن اكثم وهو يريد الانصراف: بكِّر غداً للمساعدة على الهريسة؛ فبكر ولمّا اخذ مجلسه جاء الطبّاخ وقرأ: وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ فَنَسِيَ[3]؛ فقال المأمون: انّه نسي ما امرناه من اتّخاذ الهريسة؛ فقال يحيى: إنّه يُعامَل مِثل ما عُومِلَ به آدمُ حتّى أُخْرِجَ من الجنّة وعُوقِبَ؛

[1] سورة طه (٢٠) الآية (١١٥)؛ [2] هو القاضى يحيى بن اكثم المروزىّ المتوفّى سنة ٢٤٢ وهو من ولد اكثم بن صيفىّ حكيم العرب، له ترجمة طويلة فى الوفيات (٢: ٢١٧–٢٢٢) [3] اقتباس من الآية التى مرّ ذكرها سابقاً؛

(۶۵) مبارز الدین ابو محمد عبد اللہ بن عمر الفارقیؒ

(۶۶) مبارز الدین ابو منصور القاسم بن علیؒ بن عبد الرحمٰن القہستانیؒ الکاتب

من کلامه فی تقلید : وامرته بتقوی الله التی هی اهمّ امور الاسلام اذا میّزت الامور، وازکی عمل یحصل علیه المراد اذا حُصِّل ما فی الصدور، فلیسلك طریقها الاقصد یسعد ولیلزم نهجها الاقوم یسلم، ولیهتد بواضح اثارها اللاحب، یُعرّج به عن مسالك المعاطب، ولیستند من ذراها المنیع الی الرکن الاشد، ولیستذر من کنفها الارحب بالظلّ الامنع الامدّ، فیا لها من کنزٍ یزید علی الانفاق وینمی، وسماءٍ اذا استُسقیت بجادیها همت هاطلةً وبکلّ خیر وخیرٍ تهمی؛ ما ارتقی الیها الا من اناف علی درجات الیقین، ولا کان مع حزبها الا من کان الله معهٗ واعلم انّ الله مع المتّقین؛

(۶۷) مبارز الدین ابو حرب کش طغان بن عبد الله الکردیُّ الامیر

کان یحکم علی جمیع اکراد الجبل وله منهم نسب عالٍ، وله ید احسانٍ علی اهل الجبال وکان مبارز الدین مُطاعَ الامر بینهم وتوفّی شابًّا وقد نیّف علی الثلاثین؛

(۶۸) مبارز الدین ابو بکر کك بن سیف الدین محمّد بن ابی الجیش الحمیدیّ المازنجانیّ صاحب اربل والجبال

کان من ملوك اربل والجبال واتاه الله من الملك والقوّة والشهامة

والشجاعة والحكم والرياسة ما فاق به اهل زمانه، وعمر حتّی اناف علی المائة سنة. حدّثنی بحدیثه شیخنا بدر الدین ابن قُنَيْنُو الاربلیّ، وكان من اصحابه وندمائه، وله فیه اشعار كثيرة، وعمر مدرسة عظيمة عالية البنيان شاهقة البنيان (؟ المكان) ووقف عليها الاوقاف الجليلة وانشدنی بدر الدین عبد الرحمٰن بن ابراهيم من قصيدة (؟ له):-

رَحَلت فاجْرَت مقلتی برحيلها ۔۔۔ دمعًا كمنهلّ السحاب المسبل
اوجو دلفك فی المكارم والندی ۔۔۔ المنعم المتفضّل المتطوّل
الكامل الوصف المظفر بالجدی ۔۔۔ الصالح العمل الجواد المفضل

منها:-

هو واحد الدنيا وفارس حربها ۔۔۔ ومبارز الابطال تحت القسطل

منها:-

طال الملوك شجاعةً ونباهةً ۔۔۔ وسماحةً بتكرّم وتطوّل

(٦٩) مبارز الدين ابوبكر محمّد[1] بن يوسف بن محمود العراقی

قال قرأت بخطّ الثعالبیّ فی بعض تصانيفه: جلس قاصّ فی مسجد بمصر فيه ثور[2] بن يزيد، فلمّا اخذ القاصّ فی القرأة انتهی الی اٰية سجدة فسجد وسجد القوم فلمّا رفع راسه اذا ثور لم يسجد، فقرأ الناس: فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّا اِبْلِيْسُ

---

[1] اشار المصنّف الی نسخةٍ اخری: محمّد، ايضًا؛ [2] هو ثور بن يزيد الكلاعیّ المتوفّی سنة ١٥٣هـ؛ راجع المعارف لابن قتيبة (ص ٢٢٠ بما بعدها) و تذكرة الحفّاظ (١: ١٦٣)؛

اَبىٰ اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ[1]، فهرب ثور ولم يعد الى ذلك المسجد حتّى مات،

(٧٠) **مُبارِزُ الدين** ابو الفتح **ملكشاه بن مكّي بن ملكشاه** الدَّيْلَمِيُّ الصدر المؤرّخ الشاعر

قدم بغداد سنة ثلاث وسبع مائة وهو رجل فاضل عالم شاعر جئت (؟)[2] الى خدمته فرأيته فصيح الكلام بالفارسيّة وقد كتب قصّة السلطان الاعظم غازان بن ارغون ونظم وقائعه واحواله بعبارة حسنة، وهو كتاب نفيس، وله اشعار مليحة بالفارسيّة، وتولّى العمل بنهر عيسى، وكان مع جمال الدين القابجي واخيه؛

(٧١) **مبارز الدين** ابو الفتح **يوسف بن قتلغ الحَلَبيّ** الامير

كان اميراً ممدّحاً، وفيه يقول شرف الدين راجح الحلّيّ، و يُهنّيه بولد رُزِقه بعد كِبَرِه

طُلْ عَلىٰ رغم انف كلّ حسودٍ ... قاهر الجدّ دائم التأييدِ
عَظُمَت يا مبارز الدين نُعمىٰ ... حكمت للعلى بحسن المزيدِ
ايّ نجمٍ من خير بدرٍ وشمسٍ ... زان افق العُلىٰ بسعد السعودِ
يتجلّى الاقبال منه وبالوا ... لد تبدو نجابة المولودِ

منها:—

بابٍ ابآء الأبآء يسمو الى المجد ... وليبني علاء جدّ الجدودِ

---

[1] سورة الحجر (١٥) الآية (٣٠-٣١)؛ [2] اللفظة مختفية بالاصل؛

منها :-

وابق یا یوسف للثری لتری من　　　نسلِه کلّ فارس صندید

(۷۲) **المبارک** ابو القاسم احمد بن عبد الله بن عبد المطّلب الهاشمیّ النبیُّ صلّی الله علیه وسلّم [60 b / 61 a]

ومن القابه صلّی الله علیه وسلّم المبارک ، فی حدیث عبد الله ابن عباس رضی الله عنه قال : لمّا توفّی عبد المطّلب قبض ابو طالب رسولَ اللهِ صلّی الله علیه وسلّم فکان یکون معهٗ و کان ابو طالب لا مال لهٗ وکان یحبّهٗ حبًّا شدیداً ، وکان لا ینام الّا الی جنبه ولا یفارقهٗ وکان اذا اکل عیالُ ابی طالب جمیعًا او فرادیٰ لم یشبعوا ، واذا اکل معهم رسول الله صلّی الله علیه وسلّم شبعوا ، فکان اذا اراد ان یغدّیهم طلبه لیأکل معهم فیفضل من طعامهم فیقول لهٗ : انّک لمبارک [1] ، وکان یسمّیه المبارک ؛

(۷۳) **المبارک** ابو اسحٰق ابراهیم بن الحسن بن احمد ابن ابراهیم بن ابی عبد الله القاضی

ذکرہ الحافظ جمال الدین بن الجوزی فی کتابه ، وقال : کان جدّہٗ ابو عبد الله اذا قیل لهٗ شیئ قال : مبارک ، فلُقّبَ [2] به ؛

(۷۴) **المبارک** المرضیّ ابو اسحٰق ابراهیم بن المهدیّ محمّد ابن المنصور عبد الله الهاشمیُّ العبّاسیُّ الخلیفة

---

[1] قدّمهٗ من الموضع الّذی یقتضیه ترتیب الکتاب للتیمّن بذکرہ ؛ [2] لا توضح هذہ الجملة ما ارادہ المصنّف ، وقد کفانا التنبیه علیه ؛

ولم يتم[1]

ذكره محمد بن يحيى الصولى فى كتابه وقال: كان طويلاً سميناً اسمر اللون الى السواد بويع له[2] بالخلافة بمدينة السلام سنة اثنتين ومائتين ولقب: المبارك؛ وكان فصيح اللسان وقام بالامر له السندى بن شاهك وصالح صاحب المصلى و نصير الخادم وصيف، واعطى كل رجل من الجند مائتى درهم، وفى عاشر ذى الحجة من سنة ثلث ومائتين استخفى ابراهيم، و كانت ايامه التى ادعى فيها الخلافة سنة وشهوراً[3]، وكان ابراهيم شاعراً عالماً بالغناء، بايعه اهل بغداد بعد قتل الامين وقيام المأمون، ولم يزل كذلك الى ان قدم المأمون ثم ظهر عليه فعفا عنه، توفى بسامرا سنة اربع وعشرين ومائتين و مولده سنة اثنتين وستين ومائة[4]؛

(۷۵) المبارك ابو محمد الحسن بن على المرتضى بن ابى طالب الهاشمى العلوى الخليفة

ومن القاب الحسن بن على المبارك؛

(۷۶) المبارك ابو بكر عبد الله بن على بن نوفل بن عبد مناف القرشى المكى

ذكره ابو عبد الله مصعب بن[5] عبد الله الزبيرى فى كتاب

---

[1] يريد لم تتم خلافته؛ [2] انظر تاريخ الكامل (۶: ۱۴۰، ۱۴۶، ۲۰۸) والوفيات (۱: ۹ - ۱۰)؛ [3] احد عشر شهراً واثنا عشر يوماً؛ [4] المتوفى سنة ۲۳۳ ھ؛

انظر فهرس ابن النديم (ج ۱ ص ۱۱۰)؛

انساب قريش، وقال: فولد عدیّ بن نوفل المبارکَ واسمه عبد اللهِ والصباح واسمه عبيد اللهِ والفارعةَ وامهم لناقصة [من] بيت اسد بن عبد العزّٰی بن قُصَیّ بن کلاب؛

(٧٧) المبارك ابو محمّد عیسیٰؑ بن عبد اللهِ بن محمّد بن عمر بن علیّ بن ابی طالب الهاشمیّ الادیب

ذکرهٗ ابوبکر محمّد بن یحیی الصُولیُّ فی کتاب الاوراق، وقال: کان ادیبًا فاضلاً، ومن شعرہ فی ابی بکر بن عبد الله بن مُصعَب الزبیریّ:—

فلو علم الطاهر المصطفیٰ بما بسط اللهُ فی اُمّته

بنو عمّه ساسةٌ للعباد بنور الهدی وبنو عمّته

وفی المبارك یقول عبد الله[2] بن سالم:—

کسانی قمیصًا مرّتین اذا انتشیٰ وینزعهٗ منّی اذا کان صاحیا

فلی فرحةٌ فی سکرہ بقمیصه وروعاته فی الصحو حصّت شوائیا

فیا لیت حظّی من سروری کابتی ومن ثوبه الّا علیّ ولا لیا

(٧٨) مُبارك الدولة ابو نصر الفتح بن عبد الله الحلبیّ الامیر بحلب

ذکرہٗ یحیی بن حمید الحلبیّ فی کتاب معادن الذهب فی تاریخ حلب، وقال: کان مبارك الدولة دزدار حلب فی ایّام الامیر

---

[1] انظر ترجمتهٗ فی لسان المیزان (٤: ٣٩٩) وتنقیح المقال (٢: ٣٦٢)

[2] انظر الاغانی (١٠: ٣٧–٤٢) والکامل للمبرّد (آخر صفحة من الکتاب)؛

مرتضى الدولة ابن لولو ولمّا هرب صالح بن مرداس من القلعة اتّهم مرتضى الدولة غلامه الفتح بانّه واطأ ابن مرداس على الهرب وراسله بذلك فاعتذر فلم يقبل منه فاستوحش الفتح من المرتضى وفسد قلبه[1] وجرى امور واسباب اوجب الحال ان كاتب مبارك الدولة الحاكم الخليفة بمصر ليسلّم القلعة والبلد اليه فى كلام طويل قد ذكره فى التاريخ[2]؛

(٧٩) المُبارك ابو الفضل محمّد بن احمد بن صالح بن المصبح البغدادىّ المحدّث

يروى بسنده عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: انّما الناسُ كابلٍ مائةٍ لاتكاد تجد فيها راحلةً؛ قال اراد صلّى الله عليه وسلّم انّ الناس كثير والمرضىّ منهم قليل كما انّ المائة من الابل لايُصاب فيها الراحلة الواحدة؛

(٨٠) مُبارِى الربيع الخَطِيم بن عَدِىّ بن عمرو بن سواد ابن ظفر بن الحارث بن الخزرج

ذكره محمّد بن سعد فى الطبقات[3]، وقال: هو والد قيس بن الخطيم، وليلى بنت الخطيم هى التى اقبلت الى النبىّ صلّى الله عليه وسلّم وهو مُوَلّى ظهره الشمسَ فضربت على منكبه، فقال: من هذا اَكَلَه الاُسْوُدُ؛ وكان كثيرًا ما يقولها، فقالت: انا بنت مُطعِم الطير

---

[1] هو ابو نصر منصور الآتى ذكره فى موضعه؛ [2] راجع تاريخ الكامل (٨: ٩٥)

[3] ج ٨ ص ١٠٧، باختلاف لايهمّنا توضيحه؛

ومبارى الريح انا ليلى بنت الخطيم جئت لاعرض عليك نفسى، تزوجنى؛ قال: قد فعلت؛ فرجعت واعلمت قومها فقالوا لها: بئس ما صنعت انت امرءة غيرى وعنده نساء فاستقيليه. فرجعت فقالت: يا رسول الله اقلنى؛ قال: قد اقلتك؛ فزوجها مسعود بن اوس فبيناهى تغتسل فى حائط اذ وثب عليها ذئب لقول النبى صلى الله عليه وسلم؛

(٨١) مبارى الريح عمرو بن عامر القيسى الجواد

كان من الاسخياء العظماء وفيه يقول كعب[١] بن مالك:-

الا ايها السائلى عن عشيرتى	هلم الى اهل المكارم والفخر
انا ابن مبارى الريح عمرو بن عامر	نمت[٢] الى قحطان* فى سالف الدهر
نصرنا رسول الله اذ حل وسطنا	ببيض اليمانى والمثقفة السمر

(٨٢) مبارى الريح عمرو بن معشر بن النار بن الحارث الطائى الجواد

كان من اجواد العرب المعروفين بالسخاء والشجاعة ومما يحكى عنه[٣] . . . . . .

(٨٣) مبارى الريح يقظان بن زيد بن ارقم الحنفى الجواد

ذكره محمد بن السائب الكلبى فى جمهرة النسب وذكر[٤] . . . . .

---

[١] ما وجدت الشعر فى مظانه واذا كان المراد بكعب بن مالك هو الانصارى الخزرجى فلا يكون مبارى الريح الا عمرو بن عامر فارس الضحياء ويعرف بالمزيقياء الذى هو جد الانصار فيسهم وخزرجهم وقوله: القيسى نسبة الى امرء القيس؛ وراجع لاحواله الى فهرس وستنفيلد ص ٣، [٢]؛ [٢] ا: نموت الى قحطان فى قحطان؛ [٣] و[٤] بياض بالاصل؛

(٨٤) المُبَارِزِي ابوالفوارس باتكين بن عبد الله الخادمىّ الاصفهسالار [61 b, 62 a]

ذكره الرئيس ابو الحسين هلال بن ابى اسحق الصابئى فى تاريخه،
وقال: كان احد الاصفهسالاريّة معدود فى جملة الامراء و
الاجناد الذى شغبوا على الملك جلال الدّولة[1] سنة ثمان و
عشرين[2] واربعمائة،

(٨٥) المُبْدِع ابوالفرج هبة الله بن الحسن بن هبة الله التنوخىّ المعرّى الأديب

ذكره كمال الدين ابوبكر المبارك بن حمدان ابن الشعّار فى كتاب
تحفة الكبراء، وقال: كان من شعراء المعرّة، معدود من فضلائها
اهدى كتاباً الى الرئيس سنىّ الدولة ابى الحسين احمد بن
الحسين بن احمد بن علىّ الطرابلسىّ المعروف بابن القانون
[وكتب معه]:—

لخزانة الشيخ الاجلّ + ابى الحسين بن الحسين
ذاك الذى شاد العلى والفخر فوق النيّرين
وسما بعزم نائل حدّ المهنّد والرّدينى

فيها:—

مخبوءة بستان اداب خلا من كلّ مين
هو بهجة القلب الكئيب + ونزهة للناظرين

---

[1] هو جلال الدولة ابوطاهر بن بهاء الدولة (٣٨٣—٤٣٥هـ) [2] فى فتنة كانت خلافة
يرأسها احد لامراء اسمه بارسطغان؛ انظر دائرة المعارف الاسلامية (E.F.I) ج ١ ص ١٠٠٣ بعدها؛

اهدیته مقة لا صلح بین ایامی و بینی

(۸۶) المُبَرْقَعُ ابو حرب الیمانی بن عبد الله السُفیانی

ذکره ابو جعفر محمد بن جریر الطبری[1] فی تاریخه، و[2] قال:
ثم دخلت سنة سبع و عشرین و مائتین، و کان فیها من
الاحداث خروج ابی حرب الیمانی بفلسطین و خروجه
علی السلطان، و سبب ذلک ان بعض الاجناد اراد النزول فی داره
و هو غائب و فیها زوجته[3] فامتنعت عن ذلک فضربها فجاء زوجها
فعرّفته ذلک، فمضی الی الجندی فضربه بالسیف فقتله و
خرج و البس وجهه بُرقعًا کی لا یعرف وادّعی انه السفیانی، و
تبعه خلق کثیر. وجرت له خطوب مع عسکر المعتصم و انفذ
الیه رجاء بن ایوب فی زهاء الف فارس، و کان المُبرقعُ قد صار
فی مائة الف فارس، فطاوله[4] الی ان اسره، و حمله الی
المعتصم بسامرّا؛

(۸۷) المُبَشِّرُ ابو القاسم محمد بن عبد الله بن عبد المطلب الهاشمیُّ النبیُّ صلی الله علیه وسلم

و من القابه صلی الله علیه وسلم المُبَشِّر، فی حدیث ابی هند الداری[5]،

---

[1] ج ۳، ق ۲، ص ۱۳۱۹؛ و روایة المصنف لیست بلفظ المطبوع من تاریخه؛ [2] و فی الطبری: امّا زوجته و امّا اخته؛ [3] فی الطبری: وطاوله حتی اوّل عمارة الناس الارضین و حراثتهم و انصرف من کان من الحرّاثین مع ابی حرب الی الحراثة و ارباب الارضین الی ارضیهم؛ [4] هو برّ او بریر بن عبد الله الصحابی نسیب تمیم الداری؛ راجع لترجمته الی کتاب الاستیعاب (۱ : ۷۰)؛

قال: اهدى لرسول الله صلّى الله عليه وسلّم طبق من زبيب مغطّى فكشف عنه صلّى الله عليه وسلّم، ثمّ قال: كلوا بسم الله نعم الطعام الزبيب يشدّ العصب، ويذهب الوصب ويطفي الغضب ويطيب النكهة، ويذهب بالبلغم، ويصفّي اللون؛

(۸۸) مُبيدُ المشركين ابو الحسن علىّ بن ابى طالب بن عبد المطّلب الهاشمىّ الخليفة امير المؤمنين

ومن القاب علىّ بن ابى طالب عليه السلام مُبيد المشركين، عن ابى رافع قال: لمّا كان يوم اُحُد نظر النبىّ صلّى الله عليه وسلّم الى نفر من قريش، فقال لعلىّ: احمل عليهم: فحمل عليهم فقتل هاشم[2] بن اميّة المخزومىّ وفرّق جماعتهم، ثمّ نظر النبىّ صلّى الله عليه وسلّم الى جماعة من قريش، فقال لعلىّ: احمل عليهم، فحمل عليهم وفرّق جماعتهم وقتل فلانًا الجُمَحىّ، ثمّ نظر الى نفرٍ من قُريش، فقال لعلىّ: احمل عليهم، فحمل عليهم وفرّق جماعتهم، فقال له جبرئيل: ان هذه المواساة؛ فقال عليه السلام: انّه منّى وانا منه، فقال جبرئيل: وانا منكم يا رسول الله؛ وعن مصعب بن سعد عن ابيه قال: قال لى معاوية: اَتُحِبُّ عَلِيًّا؟ قلت: وكيف لا احِبُّهُ وقد سمعت رسول الله

---

[1] لا يظهر وجه ذكر هذا الحديث فى مقام اثبات تلقيبه صلّى الله عليه وسلّم بالمبشّر؛

[2] كذا فى الاصل ولم نجد اسدًا ذكرهٗ؛ وههنا رجل اٰخر اسمه هشام بن ابى اميّة بن المغيرة المخزومىّ ذكره ابن هشام فى المقتولين يوم اُحُد من قُريش، وقال قتله رسول الله صلّى الله عليه وسلّم؛

ذ

ر

صدر البيت	قافيه	بحر	مجلد	صفحه
عفا	فالحِجْرُ	طويل	۲	۲۴۶
وأوفى	الفَجْرُ	″	۲	۴۳۲
تَرَوَّى	المَكْرُ	″	۲	۴۳۷(= ۶:۷۰،)
تمنّيْتُ	وَفْرُ	″	۲	۴۶۱
لَعَمْرُكَ	الصَّدْرُ	″	۳	۶۱
بِأَرْضٍ	والبَحْرُ	″	۳	۱۸۵(= ۷:۳۲۴، ۱۹:۲۷۱،)
أَلَمْ	الدَّهْرُ	″	۳	۱۹۱
نَشَمَّ	الصَّدْرُ	″	۴	۴۸
أَماوِيَّ	أُسُرُ	″	۴	۴۶۳
شَرِبْنا	والبَحْرُ	″	۵	۲۴
وصَهْباء	قِدْرُ	″	۵	۱۵۹
خَرَجْنَ	الصُّفْرُ	″	۵	۲۵۱
بِجَنْبَي	سِبْرُ	″	۶	۴
لِلَيْلَى	سَفْرُ	″	۶	۱۳۶(= ۸:۱۶۵،)
رأَتْ	شَفْرُ	″	۶	۸۷
وحتّى	شُفْرُ	″	۶	۱۳۱
تَرَى	صَفْرُ	طويل	۶	۱۳۲
فما (راو وما)	العِتْرُ	″	۶	۲۱۲(= ۱۰:۴۳۵، ۷:۱۶۵،)
فإنْ	العُذْرُ	″	۶	۲۱۹
أَماوِيَّ	العُذْرُ	″	۶	۲۲۲(= ۱۸:۱۱۹،)
تَرَوَّحَ	الأَجْرُ	″	۶	۲۵۲
تبَسَّمَ	العَصْرُ	″	۶	۲۵۴
لِتَنْ هَبَّ	جِسْرُ	″	۶	۴۱۵
تَمُرُّ	القَفْرُ	″	۷	۱۲
وبَيْضاء	النَّحْرُ	″	۷	۴۵
عَدَدْتَ	الفَخْرُ	″	۷	۶۸
فَهَلّا	الوِتْرُ	″	۷	۲۰۶
هما	ذِكْرُ	″	۷	۴۰۲
هُما	صِفْرُ	″	۹	۶۳
تَبَدَّلْنَ	السِّدْرُ	″	۹	۱۴۸
تَراه	وَفْرُ	″	۹	۳۹۱
وقل	قَفْرُ	″	۱۰	۱۲۲
فما	دُبْرُ	″	۱۱	۷

صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة	صدر البيت قافيته بحره مجلد صفحة
(١٢: ١٧١)	وأنتَ المتغوّرُ طويل ٦ ٣٣٩
اذا ما المُطيّرُ طويل ٦ ١٨٦ (=	لها مُصَوَّرُ 〃 ٦ ٣٥٠
(١٤: ١٧٧)	ترى أنضُرُ 〃 ٧ ٧٠
(١٩: ١٥٥)	صَرَتْ تنعَرُ 〃 ٧ ٧٨ (=
(٢٠: ١٨٨)	(١٩: ٢٩٨)
جزيزُ مُعْبَرُ 〃 ٦ ٢٠٦ (=	أجلّ كما يَتَنَوَّرُ 〃 ٧ ١٠٣
(١٣: ٢٨٥)	أليلى تذكَّرُ 〃 ٧ ١٠٥
(١٨: ٢٥١)	عَشِيَّةَ هَوْبَرُ 〃 ٧ ١٠٨
وهَبَّتْ يَعْجُرُ 〃 ٦ ٢١٦	وقافية تَواتُرُ 〃 ٧ ١٣٧
فأوّل أعْجُرُ 〃 ٦ ٢١٧	فسائلْ المُوغَّرُ 〃 ٧ ١٣٩
طريد يَتَعَذَّرُ 〃 ٦ ٢٢٢	أقام مُيَسَّرُ 〃 ٧ ١٦٠
على سَنُعْذَرُ 〃 ٦ ٢٢٣ (=	سَمِينُ أبْتَرُ 〃 ٧ ٢٠٩
(٤: ٣٣٠)	فكانَ مُعْصِرُ 〃 ٨ ٣١١
(١٥: ١٢٤)	وأنتم تَهْدِرُ 〃 ٨ ٣٣٨
(٣١٠)	ولكنّ تُفَرْفَرُ 〃 ٩ ٣٢
ورُحْنا أعْسَرُ 〃 ٦ ٢٣٩	قضقض أصْعَرُ 〃 ٩ ٨٩
ألا عُنْصُرُ 〃 ٦ ٢٨٩	تُبينُ تُبْشَرُ 〃 ٩ ١٤٢
لهم غَضَنْفَرُ 〃 ٦ ٣٢٩	هُما أجْدَرُ 〃 ٩ ١٥٩
وصَعْبٌ عَرْعَرُ 〃 ٦ ٣٣٢ (=	هل النفسُ أشْهَرُ 〃 ٩ ٢٤٥
(١١: ١٨٥)	أم السَّبُعِ المُزَعْفَرُ 〃 ١٠ ١٠٠ (=

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
				(۳:۱۳۸۳"
فأنك	الخناسر	طویل	۵	۳۴۵
فدى	الدوابر	»	۵	۳۵۳
لعمرك	الذخائر	»	۵	۳۸۹
وكنت	تهاجر	»	۵	۳۹۲
ظعن	ساجر	»	۶	۱۱
أغر	صوادر	»	۶	۱۶
أسكران	متساكر	»	۶	۳۹
صناع	وافر	»	۶	۹۶
معاوی	شاكر	»	۶	۹۶
أأن	عاذر	»	۶	۱۱۷)=
				(۹:۳۸۴"
عفا	فالأصافر	»	۶	۱۳۵)=
				۲۰۲"
				(۱۶:۲۲۰"
سیبقى	السرائر	»	۶	۱۶۳
رأیت	أبادر	»	۶	۱۹۸
یقول	عابر	»	۶	۲۰۵
أزاحمهم	عاذر	»	۶	۲۲۸)=
				(۲۰:۳۶"

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
وفی	العواور	طویل	۶	۲۹۴
لعمرك	المعایر	»	۶	۳۰۴
فقلت	عاثر	»	۶	۳۵۳)=
				(۱۸:۲۲۵"
كلا	قادر	»	۶	۳۸۷
وأنت	القصائر	»	۶	۴۱۰
بنی	قماطر	»	۶	۴۲۹
وفیت	الأكابر	»	۶	۴۴۵
وحدثها	كافر	»	۶	۴۶۳
یصعد	متماطر	»	۷	۱۲)=
				(۱۲:۲۹۰"
فلاة	المسامر	»	۷	۱۳۱
فأبت	وابر	»	۷	۱۳۴
فأمسى	حوائر	»	۷	۱۴۸
نجیبة	متظاهر	»	۷	۲۳۱
تبین	المساعر	»	۷	۳۸۶
وخلوا	صاغر	»	۷	۴۳۰
أتانا	ضامر	»	۸	۳۷
على	للتواتر	»	۸	۲۷۳
فیقبض	النوافر	»	۸	۳۳۷

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
نَظَرتُ	والذّاکرُ	طویل	۱۸	۱۷۴
نوالِص	نوافِرُ	"	۱۸	۱۸۳
أسُودُ	خوادِرُ	"	۱۸	۲۵۹
تَضَمَّنَهُم	ماهِرُ	"	۱۹	۲۰۷
أرانِي	قادِرُ	"	۱۹	۲۱۱
فألفتُ	المُسافِرُ	"	۱۹	۲۹۵ (= ۲۰: ۲۲۲)
دُمانِي	نُقامِرُ	"	۲۰	۱۶۶
وإنَّ	فاجِرُ	"	۲۰	۱۹۱
هَوَى	كاسِرُ	"	۲۰	۲۴۸
فهيّاك	المَصادِرُ	"	۲۰	۲۵۳
لِبنى	شاكِرُ	"	۲۰	۲۹۵
غَدَا	أعاصِرُهْ	"	۱	۲۹۲
تَحَسَّب	أُغامِرُهْ	"	۱	۳۰۷ (= ۱۷: ۳۴۹، ۴۲۴)
هُمُ	طائِرُهْ (او طائرہ)	"	۲	۲۵۳ (= ۶: ۱۸۰)
فإنْ	زوافِرُهْ	"	۳	۲۳
فهَلْ	باقِرُهْ (او لبيهنا)	"	۴	۲۶۷

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
أكُونُ	أُوامِرُهْ	طویل	۵	۱۱۹
فَبِتُّ	أُباصِرُهْ	"	۵	۱۲۹ (= ۱۱: ۱۵)
كأنَّ	ناظِرُهْ	"	۵	۱۳۲
فَقُلتُ	ناصِرُهْ	"	۵	۱۹۵ (= ۲۱۱)
وقُلنَ	دعاثِرُهْ	"	۵	۲۲۸
سَقانا	حواجِرُهْ	"	۵	۲۴۰ (= ۶: ۴۴)
بِلَمّاعةٍ	حرائِرُهْ	"	۵	۲۵۰
تأمّلتُ	مَواطِرُهْ	"	۵	۳۰۶
وكُنتُ	تُهاجِرُهْ	"	۵	۳۹۲
فألفتُ	مَحافِرُهْ	"	۶	۵۵ (= ۱۸: ۱۴۰، ۱۹: ۲۹۵)
أثيبي	أواصِرُهْ (س)	"	۶	۱۵۵ (= ۱۲: ۷۰)
لَعَمري	قَناطِرُهْ	"	۶	۴۳۲
دَعَتْ	تمائِرُهْ	"	۷	۲
إليكِ	أقاصِرُهْ	"	۷	۱۲۰ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وسُودٍ	نُعارُها	طويل	١	١٣٧٧ (= ٤:٢٥١، ١٧:١١٣)
فانّ	عارُها	"	٢	٤١٦
فما رَوضة	عَرارُها	"	٢	٤٣٣
عَيهمة	خِمارُها (او حِمارُها)	"	٢	٤٧٣ (= ٧:٣٨٨)
وسَوّدَ	سارُها	"	٣	٦٨ (= ٦:٥٧)
لَهُنّ	غارُها	"	٣	٢٠١ (= ٦:١٥٧، ٣٤٣، ٣٤٧، ١٥:١٠)
وعادِية	وانبتارُها	"	٣	٢٠٣ (= ٧:٣٣٢، ٨:٣٥٧)
وما	نِعارُها	"	٥	١٥٩ (= ٦:٢٩٩، ١١:١٦٦)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فما	حِضارُها	طويل	٥	٢٧٦ (= ١٥:٢٢٢)
ترى	سُؤارُها	"	٦	٥١
فانّ	شَنارُها	"	٦	٩٩
وطعنة	طوارُها	"	٦	١٧٩
أبَى	نارُها	"	٦	٢٠١
فانّك	دارُها	"	٦	٢٢٠
فانّ	عِذارُها	"	٦	٢٢٤
هَل	غِبارُها	"	٦	٣٣٩
وذلكَ	مِرارُها	"	٧	١٦
ومُدّعَسٍ	حِمارُها	"	٧	٣٨٧ (= ٨:٣٨٤، ١٣:٩٧)
فما	اعتِصارُها	"	٨	٢٥٥ (= ١٩:٣٢٦)
بأحسَنَ	انحِدارُها	"	٩	٣٠
ضَرُوب	شِفارُها	"	٩	٣٠٥
اذا	إزارُها	"	٩	٣٢٥
أعطيتُها	قِصارُها	"	٩	٣٨٨
بَنِي	انكسارُها	"	١٠	٩٥

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
خلا	نَصِيرُ	طويل	٦	٢٦٣
لقد	قَذُورُ	"	٦	٣٨٩
وأهوى	قَصِيرُ	"	٦	٤١١
وصُرّادِ	مَكُورُ	"	٦	٤٧٢
تَنَكّرتَ	مُرُورُ	"	٧	١١
سُقِيتُنّ	نُهُورُ	"	٧	٩٥
فإنّك	وَقِيرُ	"	٧	١٥٥ (= ٨: ٥٢)
فأن	وحَسِيرُ	"	٧	٢٩٠
نَظَرتَ	حُضُورُ	"	٧	٣٦٦
ولو	عَقِيرُ	"	٨	٨٣
نَظَرتُ	قَصِيرُ	"	٨	١٥٢
فطار	قَصِيرُ	"	٨	١٦٨
ومَولىً	قَصِيرُ	"	٨	٢٤١
فِراقُ	جُبُورُ	"	٨	٣٥٢ (= ٩: ٩١)
أقولُ	أسِيرُ	"	٩	١٥٢ (= ١٢: ٢٦٩)
	(راو تَسِيرُ)			
إلى	زَئِيرُ	"	٩	١٠٩
نُساقُ	مُهُورُ	"	٩	٢٠٤

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أمّا	فَيَسِيرُ	طويل	١٠	٣٤
أمِن	عَبِيرُ	"	١٠	٩٠
فما	لَجَدِيرُ	"	١٠	٩٨
وكيف	جَفِيرُ	"	١٠	٢٢٣
زمان	تَسِيرُ	"	١١	٢١٢
وقد	أدُورُ	"	١١	٣٨٤
ألم	هَدِيرُ	"	١١	٤٢٠
لقد	يَطِيرُ	"	١٢	٢١٤
وما	عَقُورُ	"	١٢	٣٩٢
سَتَلقى	غَرِيرُ	"	١٣	١٢٢
وكنت	وأسُورُ	"	١٣	١٢٩
تقودُ	بُكُورُ	"	١٣	٣٠٥
هِدانٌ	جَرُورُ	"	١٤	٢١٦
وما	يَضِيرُ	"	١٤	٣٧٣
وتَحمِى	حَرِيرُ	"	١٥	١٤٣ (= ١٦: ٥٨)
(راو وتَحمِى)				
أقولُ	جَرِيرُ	"	١٧	٢١٥
رفعتُ	تُغِيرُ	"	١٨	٦٩
وقائلةٍ	ظُهُورُ	"	١٨	٩١
ألم	لَخَبِيرُ	"	٢٠	٤٣

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وأبرأت	يُثبِرُها	طويل	٤	٣٤٨
رأت	جُدُودُها	"	٤	٣٠٣ (= ٥: ١٩٢) [ل]
تَقاذَف	صُدورُها	"	٥	٣٠
لها	أُشُورُها	"	٥	٧٩
وأُشرِفُ	بَصِيرُها	"	٥	١٣٢
فإن	بَعِيرُها	"	٥	١٣٧
إذا ما	جَزِيرُها	"	٥	٢٠٦
ونُبِّئتُ	يُحِيرُها	"	٥	٢٩٦ (= ٨: ٣٧٧)
تَجُزّ	خَبِيرُها (او نَجُدُ)	"	٥	٣١٠ (= ١٣: [illegible])
أضَرَّ	خُصُورُها	"	٥	٣٢٣ (= ٩: ٢٨٨، ١٩: ٢١٥)
لَعَلّكَ	تَسْتَخيرُها	"	٥	٣٤٦ (= [illegible] ٣٥١)
فَرُبَّ	ذُكُورُها	"	٥	٣٩٧
وذارِقَ	سَرِيرُها	"	٦	٢٦
فإنْ	تَجُورُها	طويل	٦	١٥٦ (= ٥: ٢٢٤)
نَبَيْنا	شَكِيرُها	"	٦	٩٤
بُرُوك	شَكِيرُها	"	٦	٩٥
عَلَى	شَكِيرُها	"	٦	٩٥
أما	ضَرِيرُها	"	٦	١٥٦
بِمُنْسَحَةِ	ضَرِيرُها	"	٦	١٥٦
فَقِيلَ	يَضِيرُها	"	٦	١٦٦ (= ١٠: ١٠٣)
رَأَتْه	عَشِيرُها	"	٦	٢٥٠
تَجَرَّدَ	عَصِيرُها	"	٦	٢٥٧
بساقٍ	غُوَيْرُها	"	٦	٣٤٠
وما	شَحِيرُها	"	٦	٣٤٦
ونَهْدِيّة	يَخِيرُها	"	٦	٣٤٦
فما	تُثِيرُها (او نثيرها)	"	٦	٣٥١ (= ٧: ٤٣)
واتْبَعْتُها	تَزُورُها	"	٦	٣٦٦
فلا	يَسْتَعِيرُها	"	٦	٣٧٤ (= ١٩: ٣٠٩)

ل في الاصل "جُدُرُها"

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
اذا	قَدُورُها	طويل	٦	٣٩٠
وقَسْوَرَةٌ	أَسِيرُها	〃	٦	٤٠٢
تَفَلَّقَ	يَقُورُها	〃	٦	٤٣٦
وكائِنْ	غَدِيرُها	〃	٦	٤٤٩
عَلَى	كُوُرُها	〃	٦	٤٧١
نَشَأْتُ	كُورُها	〃	٦	٤٧١
فَلَمْ	ضَمِيرُها	〃	٧	١٢
فإنْ	نُصُورُها	〃	٧	٦٦
كَمْاهُنَّ	جُذُورُها	〃	٧	٨٥
تَدَلَّتْ	نُورُها	〃	٧	١٠٣
بوادٍ	يَسْتَنِيرُها	〃	٧	١٠٤
ولَمْ	هَجِيرُها	〃	٧	١١٦ (= ٨: ١٤٩، ١٩: ٣٣٨)
وجاءَ	هُمُورُها	〃	٧	١٢٧
حيا	وَقِيرُها	〃	٧	١٥٤
الى	صُدُورُها	〃	٧	١٦٤
له	يُثِيرُها	〃	٧	٢٨٣
أساعِيةٌ	عَذِيرُها	〃	٨	٣٠
وإبلى	أُثِيرُها		٨	٨٤

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يُؤامِرُ	يَطُورُها	طويل	٨	١٢٠
إِلَّا	شَكِيرُها	〃	٨	٢٠٠
عِناش	سعيرُها	〃	٨	٢١١
عَلَيْهِنَّ	نُحُورُها	〃	٨	٢٨٨
أَرِقْتُ	تَطِيرُها	〃	٩	٣٥
كَأَنَّ	حَصِيرُها	〃	٩	٨٧
كَأَنَّ	يَسْتَثِيرُها	〃	٩	١١١
ولا	ذُرُورُها	〃	٩	١٦٧
سَتَحْطِمُ	جَرِيرُها	〃	٩	٢٢٠
وكُنْتُ	سُفُورُها	〃	٩	٣٥٥
وقد	غَدِيرُها	〃	٩	٣٨٦ (= ١٠: ٣٨١)
تُؤَمِّلُ	يَشِيرُها	〃	٩	٤٤٨
كَتَرْجِيعِ	نُوُرُها	〃	٩	٤٧٣
لَقَلَّ	قُصُورُها	〃	١٠	٣
فما	قُدُورُها	〃	١٠	١٣٨
ووَدَّعْنَ	ذُكُورُها	〃	١٠	١٧٩
أَتَى	يَمِيرُها	〃	١٠	٣١٢
مَتَى	طُهُورُها	〃	١٠	٣٨٧
ويُبِيتُ	قُصُورُها	〃	١١	٣٣

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
اذاما	عِيرُها	طويل	١١	٧١
شَدَدتَ	جُبُورُها	«	١١	١٦٣
تَعلَّقهُ	تُدِيرُها	«	١٢	١٣٤
ما حُمِّلَ	شَعِيرُها	«	١٢	٢٥٨
أَلَا	بَرِيرُها	«	١٢	٢٦٨
بحيثُ	صُدُورُها	«	١٢	٢٨٠
فَوَدَّكَ	تَدِيرُها	«	١٢	٢٩٤ ر=
(وافوزك			١٨:	٢٠٠)
أَلَم	سُتُورُها	«	١٣	١٥٥
ومِنهُ	صَبِيرُها	«	١٣	٤٣٢
وعَجلَةٍ	قُدُورُها	«	١٣	٤٦٥
كأَنَّ	يَثُورُها	«	١٣	٣٧١
يُبِيلانِ	نَصِيرُها	«	١٤	٢٠٩
تَخَيَّرتُ	حُدُورُها	«	١٥	٢١٥
أَلَم	سَجِيرُها	«	١٥	٣١٨
وما	نُورُها	«	١٥	٤٣٤
أُجِدَّتُ	حُرُورُها	«	١٦	١١٥ ر=
(وأُجرَّتُ			١٧:	٢٣٥)
فصار	عِيرُها	«	١٦	٢٠٦
فلا	يَسِيرُها	«	١٧	٨٩

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فلا	سَتَصِيرُها	طويل	١٧	١٦٨
اذا	شَكِيرُها	«	١٧	١٤٣ ر=
				(٤١٢ ع ٦)
تزلي	يَضِيرُها	«	١٨	١٤
وقل	فُجُورُها	«	١٨	٥٨
واني	أَستَثِيرُها	«	١٨	١٢٠
فإنْ	نَصِيرُها	«	١٨	١٥٦
أَرِقتُ	تُطِيرُها	«	١٨	١٨٣
فشأنكما	أُطُورُها	«	١٨	٢١٠
أَبَامالِكٍ	سُتُورُها	«	١٩	٣٦
فلمّا	فجورُها	«	١٩	٥٥
فلمّا	نَكِيرُها	«	١٩	١٢٤
اذا	صَغِيرُها	«	١٩	٢٥٥
نُقاسِمُهُم	صُدُورُها	«	١٩	٣٦٣
غَضِبتُم	غَمِيرُها	«	١٩	٣٧٧
رَأَتهُ	نَصِيرُها	«	٢٠	١٨
ظَلِلنا	فتصورُها	«	٢٠	٢٠٩
فَبَيناهُم	ضُحُورُها	«	٢٠	٢١٦
وإنْ	حَفِيرُها	«	٢٠	٢٨٠
وللأرضِ	قَفرِ	«	١	١٤٨ ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				۱۸۷")
ألا	الخمر	طويل	۱	۱۵۸ (=
				۲: ۳۳۳")
وفينا	النشر	"	۱	۲۵۲
ألا إنّ	مصر	"	۱	۲۷۹
تلاعب	قفر	"	۱	۲۸۷ (=
				۳: ۱۵۳"،
				۹: ۴۲۰"،
				۱۷: ۱۰۵"،
				۱۸: ۱۳۰")
وإنّي	الظهر	"	۱	۲۹۱
إذا	الغفر	"	۱	۳۱۲
وأسمر	العشر	"	۲	۱۶۵ (=
				۱۹: ۳۴"،
				۵۶")
وإنّ	العشر	"	۲	۲۱۷ (=
				۱۶: ۱۹۹")
ولله	الفجر	"	۲	۴۳۵
ومختلق	البذر	"	۳	۳۲ (=
				۱۱: ۳۸۰")

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
كأن	الصدر	طويل	۳	۳۷
تحاذر	ضمر	"	۳	۵۲
حداجت	الوقر	"	۳	۵۵
فإن	خمر	"	۳	۲۲۰ (=
				۸: ۸۰")
صبحت	البكر	"	۳	۲۲۰
كذوب	نفر	"	۳	۳۵۳
إلى	الغمر	"	۴	۷۳
إذا	الذكر	"	۴	۱۵۵
بكيت	فالغمر	"	۴	۳۰۰
أجارتنا	الخمر	"	۴	۳۲۴
فإن	يدري	"	۴	۳۵۷
أنيفد	الدهر	"	۴	۳۶۶ (=
				۴۱۳")
ألا	العفر	"	۴	۴۳۴
مودة	تدري	"	۴	۴۷۰
وأخوت	يثري	"	۵	۱۶ (=
				۹: ۱۰۴"،
				۱۸: ۲۷۰")
وما	بشر	"	۵	۴۴

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فلا	وُقُرِ	طويل	۵	۱۰۲
فلن	فالبشرِ	″	۵	۱۲۹
لعمري	البكرِ	″	۵	۱۷۰
وانّي	نُمُرُ	″	۵	۱۷۵
تقشّف	جسرِ	″	۵	۲۰۷
اولئك	حُجُرِ	″	۵	۲۳۹
ويُصبحُ	حُجُرِ	″	۵	۲۴۱
فأخفيتُ	ذُوحجرِ	″	۵	۲۴۲
فجادتك	خبرِ	″	۵	۳۰۹
فقد	عمرو	″	۵	۳۷۳
عمداً	الوقرِ	″	٦	۱٦۵ (= ۱۰: ۱۰۳)
نُجُمٌ	وفرِ	″	٦	۷۳ (= ۵: ۳۸٦)
تمرُّ	شفرِ	″	٦	۸۷
وتركبُ	الحُمرِ	″	٦	۱٦۰
ولو	ظفرِ	″	٦	۱۹۴
فمن	الظّهرِ	″	٦	۱۹۹
ومن	بالغفرِ	″	٦	۲۰٦
ألا	يسري	″	٦	۲۱۴
ديارٌ	عُفُرِ	طويل	٦	۲٦۵
على	عفرِ	″	٦	۲٦۵
أبوك	الكسرِ	″	٦	۲٦۸ (= ۱۹: ۱۴۵)
اذا	خمرِ	″	٦	۲۸۹
ألا	يدري	″	٦	۳۸۲
سقى	قُمُرِ	″	٦	۴۲۷
سقى	القطرِ	″	٦	۴۳۱
ألا	يفري	″	٦	٦۳
أما	النحرِ	″	۷	۸۳
لقد	الجمرِ	″	۷	۱۵۲
وفي	تسري	″	۷	۳۷٦
فلم	حُجُرِ	″	۷	۳۷۷
لقد	الظّهرِ	″	۷	۴۱۴
وفجّ	سُمُرِ	″	۸	۵۴
بحرشاء (او بجرشاء)	خمرِ	″	۸	۱٦۹ (= ۱۷: ۱۳۵)
كساهنّ	بالقدرِ	″	۸	۱۷۷
يسائلني	القطرِ	″	۸	۱۸۵
فرشني	يبري	″	۸	۱۹۹

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
بطعنٍ	المُتَغَبِّرِ	طويل	١	١٢٥١(= ٣: ٢٨٠)
تَقَسَّمَ	مَنْوُرِ	"	١	٣١٨
فإنَّ	بُحُتَرِ	"	٢	٢٢٢
أيُهْلِكُ	مُخْطِرِ	"	٢	١٢٥١(= ٥: ٣٣٥، ١٥: ٣٢٣)
وصاحبٍ	كَوْثَرِ	"	٢	٣١٩(= ٩: ٤٨٢)
لَعَمْرُكَ	مِنْقَرِ	"	٢	٤٦٧
تَأَوَّدُ	جَعْفَرِ	"	٣	١٤٩
يَلُوذُ	صَرْصَرِ	"	٣	٣٣٢
ألا	مَعْشَرِي	"	٣	٤٤٣
اذا	مَفْطَرِ	"	٣	٤٤٨
فلا	بِقَرْقَرِ	"	٤	٢٢
بِهِ	الصَّنَوْبَرِ	"	٤	١٣٠(= ١٠: ٢٣٩)
كأنَّ	المُعَذَّرِ	"	٤	١٣٠
وقُلْتُ	تُخَفَّرِ	"	٤	٣٣٣
ألم	أتَتَرْتَرِ	"	٥	١٥٨

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وكُنْتُ	مِئْزَرِي	طويل	٥	٢٢٦(= ١١: ١١٥، ٢٤٤، ١٧: ٢٤٨)
قَلِيلُ	المُجَوَّرِ	"	٥	٢٢٦
وبالسَّفْحِ	مُحْتَرِ	"	٥	٢٣٥
وذابَ	وحَزْوَرِ	"	٥	٢٦٠
وما	نُحَزَّوَرِ	"	٥	٢٦٠
تَكُفُّ	المُخَصَّرِ	"	٥	٣٠١(= ٩: ٤٢١)
ولكِنَّني	أُخَفَّرِ	"	٥	٣٣٧
ألَمَّ	خَنْزَرِ	"	٥	٣٤٤
فإنْ	مُذَكَّرِ	"	٥	٣٩٦
فإنْ	المُسَحَّرِ	"	٦	١٣
فساءَهُم (او نشاءهم)	مُنَوَّرِ	"	٦	١٢٣(= ١٠: ٥٦)
اذا	المُوَتَّرِ	"	٦	٤٨
وأنْزَلْنَ	المُشَقَّرِ	"	٦	٩١
لقد (او وقد)	بِصَوْأَرِ	"	٦	١٠٧(= ١٦٠)

[1] انظر ايضا (٢٠: ٢٠٠)-

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أعارِيبُ	المَفادِرِ	طويل	١	١٠٩ (= ٦ : ١٨٠)
ويَوْم	الظّواهِرِ	"	٢	٢١٧
تُلاعِبُ	الأوابِرِ	"	٢	٣٢٤
كأنّ	فاخِرِ	"	٣	٣٧
فلو	الظّواهِرِ	"	٣	٢٣٧
خَلَعْتُ	زاجِرِ	"	٣	٢٥٠
يَظَلُّ	قَراقِرِ	"	٣	٣٩٠ (= ١٢ : ٨١)
ولولا	الجرائِرِ	"	٣	٤٢٤
وهُمْ	جابِرِ	"	٣	٤٦٦
اذا ما	فاخِرِ	"	٤	٢٤
جَعَلْنَ	باكِرِ	"	٤	٢٥١ (= ٨ : ٧٥ ، ١٨ : ١٧٧)
حَذَاها	المَعاوِرِ	"	٤	٢٥١
وسِيرُوا	الأكابِرِ	"	٤	٣٥٦
سِوَى	ضامِرِ	"	٤	٣٧٩
لَعَمْرُكَ	عامِرِ	"	٤	٣٨٣
فَلَبَّتْها	بالكَراكِرِ	"	٥	٤٥

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يَسُدُّونَ	الأواصِرِ	طويل	٥	٨٢
تَرَكْنَ	الأوابِرِ	"	٥	١٠١
وأحْمَى	تَراتِرِ	"	٥	١٧٠
تَبِيتُ	المَخاطِرِ	"	٥	١٩٤
تَرَى	جاسِرِ	"	٥	٢٠٧
فما	حادِرِ	"	٥	٢٤٥
حِضَجْرٌ	عاشِرِ	"	٥	٢٧٨
فأبْصَرَ	النّواظِرِ	"	٥	٢٨٣
مِنَ	الحَناجِرِ	"	٥	٢٩٥
يَكادُ	بالمَخاصِرِ	"	٥	٣٢٥
اذا	البَهازِرِ	"	٥	٣٣٢
فأقْنَعَ	الزَّنابِرِ	"	٥	٤٢٠
وأحْمَى	ساجِرِ	"	٦	٩
هُنالِكَ	بالجَرائِرِ (او بالجرائر) (الجرائري)	"	٦	٣٣ (= ٧ : ٣٠٨ ، ١٣ : ٥٧)
يَلُوحُ	المَشاعِرِ	"	٦	٨٠
فلَوْ	المَشافِرِ	"	٦	٨٨
لَقَدْ	صادِرِ	"	٦	١١٩
عَجِبْتُ	الضَّغادِرِ	"	٦	١٥٩ (=

صدرِ البیت	قافیۃ	بحر	مجلد	صفحۃ
				۹: ۱۵۷،
				۱۳: ۴۲۴،)
فَہَلْ	العَواثِرِ	طویل	۶	۲۱۴
فلمّا	لعامِرِ	″	۶	۲۸۶ (=
				۹: ۲۸۱،)
لا	عامِرِ	″	۶	۲۸۸
عَطاؤُکُم	الکَراکِرِ	″	۶	۳۵۳
لَقَدْ	مادِرِ	″	۷	۸
صَرَی	ناجِرِ	″	۷	۴۶
تُبَرِّدُ	آجِرِ	″	۷	۴۷
أَباحَکَمٍ	المُتَناجِرِ	″	۷	۴۹
اذا	عامِرِ	″	۷	۶۷
دَنانِیْرُنا	القَساطِرِ	″	۷	۱۰۶
واِنّکَ	والھَواجِرِ	″	۷	۱۱۴ (=
(او فانّکَ)				۲۰: ۱۲۴،)
رَأَی	ظاھِرِ	″	۷	۱۲۹
وضَعْنَ	ھاجِرِ	″	۷	۲۷۰
سِوَی	جابِرِ	″	۷	۲۹۵
شَآمِیَۃٌ	المُجاوِرِ	″	۷	۳۸۱
تَرَبَّعْنَ	الجآذِرِ	″	۸	۸۹

صدرِ البیت	قافیۃ	بحر	مجلد	صفحۃ
أقول	الأظافِرِ	طویل	۸	۱۶۳
لَحَا	الحَناجِرِ	″	۸	۳۷۸
رأیتُ	طاھِرِ	″	۸	۴۱۲ (=
				۱۶: ۲۹۶،)
کِرامٌ	المَناخِرِ	″	۹	۴۴
عَلَی	اُمِّ عامِرِ	″	۹	۳۴۶
کُلُوا	المَقابِرِ	″	۹	۳۶۵
فلمّا	کَراکِرِ	″	۹	۴۲۲
لَعَمْری	المَناخِرِ	″	۹	۴۶۸
وکُنَّ	بالمَحاجِرِ	″	۹	۴۹۱
فما	حادِرِ	″	۱۰	۱۴۹
فَعَبَّتْ	المُحاذِرِ	″	۱۰	۲۳۶
وسابِغَۃٍ	ظاھِرِ	″	۱۰	۳۱۵
وکائِنْ	المَقادِرِ	″	۱۰	۳۶۵
فماتَ	المَقابِرِ	″	۱۰	۳۹۲
کأنَّ	الحَناجِرِ	″	۱۱	۱۲۵ (=
				۲۹۹،)
وحتّی	مُتَقاصِرِ	″	۱۱	۲۶۱
اذا	ماطِرِ	″	۱۱	۲۹۵
رَعَتْ	ماطِرِ	″	۱۱	۳۰۵

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
تَمَنّىٰ	المَقادِرِ	طويل	٢٠	١٦٤
يَلُسُّ	تاجِرِ	″	٢٠	١٨٦
طوينا	والكراكِرِ	″	٢٠	٢٤٧
ياهيَّ	ضرائِرِي	″	٢٠	٢٥٢
وكانتْ	البَواكِرِ	″	٢٠	٢٦٦
تَعادَوا	المَشافِرِ	″	٢٠	٣١٠
فأنتُم	طائِرِ	″	٢٠	٣٢١
يُعيدانِ	قرارِي	″	٤	٢٥٦
فَليتَ	حِمارِ	″	٤	٤٨٤
لَدُنْ	حذارِ	″	٥	٣٢
فواحَزنا	قِصارِ	″	٨	٢٥٠
اذا	حِمارِ	″	١٥	٣٢٤
وإنْ	شِعارِي	″	١٧	٢٣
ألا	نهارِ	″	٢٠	١٢٨
ويأكُلنَ	المَزارِها	″	٢	٣٩٢
تبعّثَ	مَرِيرِي	″	٢	٤٢٢
(راو عزيهي)				
دِلاثٌ	كُسُورِ	″	٢	٤٥٤
وأنتَ	بهجيرِ	″	٣	٢٩١
وإنَّ	غُرُورِ	″	٤	١٣٦ (=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				٦ : ٨٥)،
لها	لإمِيرِ	طويل	٤	١٨
لَعَمرُ	بعَسيرِ	″	٤	١٢٥
باتَ	ضَرِيرِ	″	٤	٢١٩ (=
				٦:١٥٦)،
				٧:٢٣٠)،
نَهارُهُم	جَهِيرِ	″	٥	٢١٨
ومرَّتْ	خَلُودرِ	″	٥	٣١٥
وإنّي	سَمِيرِ	″	٦	٤٤
فإنْ	سَمِيرِ	″	٦	١٤٥ (=
				٧:٣٣٩)،
أغَرُّ	بهَبِيرِ	″	٧	١٠٨
غَدَدْتُ	بَعِيرِ	″	٨	٥٧
ومَنْ	فُتُورِ	″	١١	١٠٦
يَرَون	بِسُورِ	″	١٢	٩٨
وإنّي	صَبُورِ	″	١٥	٢٥٢
حتى	غُرُورِها	″	٦	٣٢٣
ومَربُوعةٍ	سَفْرا	″	١	١٤٦ (=
				٦:٣٥)،
مُصلَّبةٍ	صَخْرا	″	٢	١٨

فروری سنہ ۱۹۴۰ئہ

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

مِن جانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ :۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور ضمیمہ کے خریداروں میں تقسیم ہوتا ہے

فہرست مضامین

ضمیمہ فروری ۱۹۴۰ء

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام لالہ ایشر داس پرنٹر طبع ہوا۔ اور
بابو صدیق احمد خاں نے اورنٹیل کالج لاہور سے شایع کیا

(۴۳۵) كمال الدين ابوزيد عطّاف بن عليّ بن دُبَيس الأسديّ الأمير

كان من اولاد الامراء[1] الاسديّين، وله معرفة بالطعن و الضرب والفروسية وكان ممدّحا،

(۴۳۶) كمال الدين ابوالحسن عليّ بن ابراهيم الشاعر

كان من الشعراء الادباء، ومن شعره :-

ليس المقادير طوعا لامرء ابدا	وانّما المرء طوعٌ للمقادير
فلا تكن ان تنت باليسر ذا اشر	ولا يؤوسا اذا جاءت بتعسير
وكن قنوعا بما يأتي الزمان به	فيما ينوبك من صفو وتكدير
فما اجتهاد الفتى يوما بنافعه	وانما هو ابلاء المعاذير

(۴۳۷) كمال الدين ابوالحسن عليّ بن احمد بن زيد العلويّ الموصليّ الشاعر النقيب

كان من بيت السيادة والنقابة، وكان يتأدّب قال، قولهم: النقابة، من التنقّب وهو البحث والتعرّف، قال الله جلّ و عزّ: فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ[2]، ومعناه صاروا فى نقوبها وطرقها، وقوله تعالى: وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ط[3]، اراد به الضمين و الامين، واستعمل فى زعيم الاسرة الطاهرة،

(۴۳۸) كمال الدين ابوالحسن عليّ بن احمد بن سعيد الرُهاويّ الصوفيّ

---

[1] ابوه عليّ بن دبيس آخر ملوك الدولة المزيدية بالحلّة توفي سنة ۵۴۵ هـ، [2] القرآن الكريم سورة قٓ (۵۰) الآية ۳۶، [3] القرآن الكريم سورة المائدة (۵) الآية ۱۲،

كان من الصّوفيّة العارفين قال: اذا لبس الصوفي بصدق الارادة لباس شيخه سرى اليه من صفات الشيخ وخُلُقه واسراره ما لو عبّر معبّر عنها لقضى منه العجب، وقد قال النبيّ صلّى الله عليه وسلّم: من تشبّه بقوم فهو منهم؛

(٤٣٩) كمال الدين ابو طالب عليّ بن احمد بن علي السُّمَيرُميّ[١] الوزير[٢]

ذكره محبّ الدين محمّد بن النجّار وقال: كان يقدم بغداد كثيراً وسكنها مدّةً وحكم بها وابتنى بها داراً على دجلة وكان ظالماً سيّئ السيرة، وقال قوام الدّين البُنداريّ[٣]: كان[٤] كمال الدين ذو فطرة زكيّة ونفس ذكيّة وكانت سميرم من نواحي اصبهان في معيشة كهرخاتون وكان ابو كمال الدين

---

[١] سميرم بلدة من كورة اصطخر بين اصفهان وشيراز في نصف الطريق مراصد الاطلاع ص ٢٢٣ جالبيتا، لسترنج ص ٢٠، ٢٧٠، ٢٨٣؛ [٢] كان وزيراً للسلطان محمود بن محمد بن ملكشاه السلجوقي (٥١١-٥٢٥هـ)؛ [٣] هو قوام الدين الفتح بن علي بن محمد البنداري صاحب تاريخ دولة آل سلجوق الذي استفدنا منه في مواضع من هذه الحواشي - طبع هذا الكتاب مرّتين مرّةً: بمصر بالاسم الذي اثبتناه ههنا ومرّة بليدن باسم زبدة النصرة؛ [٤] ولفظ البنداري في النسخة التي بين يدينا من كتابه: كان كمال الملك علي بن احمد من مدينة بقرب اصفهان يقال لها: سميرم، اعتماداً ذو فطرة زكيّة وفطنة ذكيّة وكانت هذه المدينة في معيشة كهرخاتون زوجة السلطان [محمّد بن ملكشاه] وابو كمال الملك زارع غلّاتها، وصف الايفيد الثناء على كمال الملك بل على اهل سميرم؛

ينظر فيها[١] وكان كمال الدين يقول قد استحييت من التعدّى وظلم من لا ناصر له[*] ولما عزم[٢] على الخروج من بغداد ركب فى موكب عظيم واجتاز بسوق المدرسة التُتُشيّه[٣] فوصل الى مضيق هناك فوثب اليه رجل من دكّة هناك فضربه بسكّين فوقعت فى بغلته وهرب الضارب فتبعه الغلمان فظهر رجل آخر وضربه بسكّين فى خاصرته ثمّ ضربه مرّة أخرى وكان قتله فى سلخ صفر سنة ستّ عشرة[٤] وخمسمائة،

(٤٤٠) كمال الدين علىّ بن احمد بن علىّ،

ذكره شيخنا صدر الدين ابراهيم بن شيخ الشيوخ سعد الدين محمّد بن حَمُّويه الحمّويىّ الجوينى فى مشيخته،

(٤٤١) كمال الدين ابو محمّد علىّ بن احمد بن عمران الدُّنَيسرىّ الكاتب

من كلامه فى تقليد :- أمره بالتقوى التى هى اوثق معتصم واقوى ملتزم، وخير الزاد للعباد، وازكى الذخائر يوم المعاد، فانّها الوَزَر والملجأ الحصين، والعروة الوثقى التى من استمسك

---

[١] لم اظفر بهذه الرواية عند غيره وما ذكره بعده لا يوجد بهذا التفصيل عند البنداري لكنّه يوافق لما يذكره ابن الاثير فى الكامل ج١٠ ص ٢٥٦، باختلاف قليل، [٢] وكان قد خلف من السلطان محمود بيوم عند ما عاد من بغداد الى همذان، كما ذكره البندارى، [٣] منسوبة الى بانيها خمارتكين التُتُشىّ، كما ذكره ابن الاثير، [٤] كذا ذكره ابن الاثير وهو الصحيح، وذكر البندارى انّه كان سنة ٥١٥هـ،

بِسَبَبِها فقد اوى من النجاة الى ربوة ذات قرار ومعين ،

(٢٤٢) كمال الدين ابو القاسم علىّ بن جمال الدين احمد ابن ابى نصر يحيى ابن الصلايا العَلَوىّ المدايِنىّ نقيب المشهد الحائرىّ

ذكره شيخنا جمال الدين ابو الفضل ابن مهنّا الحسينىّ وقال : رتّبه الصاحب علاء الدين عطا ملك بن محمّد نقيب الاسرة العَلَويّة بالمشهد الحائرىّ فى ذى الحجّة سنة اربع وسبعين وستّمائة وكتب تقليده ابو الفضل ابن المهنّا عن لسان الصّاحب، وجرت له واقعة عجيبة ، وهو انّه اتّفق فى بعض المفاوز مع جماعة من اصحابه وانضمّ اليهم عدّة من المغول و طمعوا فيه فكتفوه ورموه فى دجلة ، وضربوه بالنشّاب ، وكان ضخماً مسمناً فبقى على رأس الماء يسير نحو فرسخ حتّى لقفيه [؛ لقفيتّه] سفن الصيّادين ، فأخذوه وفيه رمَق ، وكان الفصل شِتاءً فدثّروه ، وحملوه الى المداين ، وبَقِي بعد ذلك مدّةً ، واتّفق وفاته بسبب دُمّل ظهر عليه فتوفّى فى اوّل يوم من رجب سنة ثمان وسبعين وستّمائة ،

(٢٤٣) كمال الدين ابو محمّد علىّ بن ارسلان بن عبد الله الإربِلىّ الاديب [37b] [38a]

كان من الأُدباء الفُصَحاء ، رأيتُ له رسائل واستشها دات حسنةً فممّا كتبه من جملة رسالة وقد سافر الى بعض الجهات ،

---

(١) راجع تاريخ العراق ج ١ ص ٢٩٧ ،

من كان يقضى لاولادى حوائجهم ... اوكان يوسعهم رحبًا وتسليمًا
لاقضين اذا ما ابت حاجته ... ولو ترقت الى الشهب السلاليما

(٤٤٤) كمال الدين ابو الحسن علىّ بن اسحاق بن سهلان البغدادىّ المفقيه

سمع الكثير على شيخنا محى الدين ابى محمّد يوسف بن الحافظ جمال الدين ابى الفرج بن الجوزي سنة ثلاث وخمسين وستّمائة ،

(٤٤٥) كمال الدين علىّ بن سعد الشرف الحسن ابن الحسين بن علىّ بن طاؤس الحسنىّ السوراتىّ نائب [النقباء]

من البيت الطاهر واولاد السادة النقباء والائمّة النجباء ، صحبناه فى خدمة النقيب الطاهر رضى الدين المرتضى علىّ[2] ابن طاوس الى معسكر السلطان غياث الدين محمّد خدابنده فى سنة اربع وسبعمائة وكان دمث الاخلاق جميل المعاشرة ولم يكن عنده تحصيل لشيئ من العلوم ،

---

[1] اخرجت الترجمة من ترجمة على بن ارسلان كما نبّه عليه المصنّف ، [2] هو رضى الدين على بن رضى الدين ابى القاسم على بن موسى ابن طاووس ذكره صاحب عمدة المطالب (ص ١٦٩) ولم يذكر سنة وفاته اما والده رضى الدين ابو القاسم علىّ فمن معظم رجال الشيعة ومن الذين اشتهروا بالكرامات عندهم توفىّ سنة ٦٦٤ھ وترجم له صاحب روضات الجنات فى كتابه (٣٩٢ بما بعدها) ،

(٤٤٦) كمال الدين ابو المناقب علىّ بن الحسن بن عبد الله الفارسىّ الاديب الصوفىّ الحكيم

رأيته فى مخيّم مولٰنا زين الدين ابى حامد محمّد بن شيخنا شمس الدين الكيشىّ وله سماع بالاخبار التى رواها رتن[1] الهندىّ فسمعتها منه فى سراو سنة خمس وسبعمائة بالمخيّم الصاحبىّ وسمعها بقراءتى منه جماعة منهم هبة الدين ابو العبّاس احمد العبّاسىّ المأمونىّ الصوفىّ،

(٤٤٧) كمال الدين ابو القاسم[2] علىّ بن الحسن بن علىّ ابن الجوزىّ البكرىّ البغدادى الفقيه المعدّل،

كتب الكثير بخطّه وكان من عدول اقضى القضاة نظام الدين البندنيجىّ وسمع الكثير على عمّه شيخنا الصاحب محى الدين يوسف ابن الحافظ ابى الفرج بن الجوزىّ سنة ثلاث وخمسين و ستّمائة وتوفّى فى سنة خمس وسبعين وستّمائة ورأيت بخطّه عدّة اجزاء من كتاب المنتظم وقد انتخبه،

(٤٤٨) كمال الدين ابو القاسم علىّ بن الحسن بن محمّد الصفار الاسفراينى المحدّث

---

[1] هو رتن بن نصر بن كربال الهندى البترندى ابو الرضا كان رجلاً معمّراً ادّعى فى القرن السابع انه رأى النبى صلى الله عليه وسلم وروى عنه احاديث وله قصص عجيبة،

[2] لترجمته الى الفوات للكتبىّ ج ١ ص ١٦١ ودائرة المعارف للبستانى ج ٨ ص ٥٥٣ ومن اخباره نسخ بمكتبتى برلين وليدن [3] اخّرت الترجمة من ترجمة على بن الحسن بن عبد الله كما اشار اليه المصنف،

صاحب کتاب الاربعین فی شعب الدین،

(۴۴۹) کمال الدین ابو الحسن علیّ بن شرف الدین ذی النون بن احمد المعدنیّ الادیب الناسخ

قدم اذربیجان سنة ستّین وستّمائة واستصحب معه الخطب المعدانیّة من تصنیف والده، اجتمع به شیخنا رشید الدین ابو طالب یحیی بن محمّد بن زید الهمدانیّ وکتب عنه اناشید منها:—

شقینا بالنوی زمناً فلمّا | تلاقینا کأنّا ما شقینا
سخطنا بعض ما جنت اللیالی | فما زالت بنا حتّی رضینا
فمن لم یحیی بعد الموت یوماً | فانّا بعد ما متنا حیینا

(۴۵۰) کمال الدّین ابو الحسن علیّ بن شجاع بن سالم

ابن علیّ بن موسی بن حسّان بن طوق وطوق لقب اسمه عبید الله بن سند بن علیّ بن محمّد بن الفضل بن علیّ بن عبد الرحمن بن علیّ بن موسی بن عیسی بن موسی بن محمّد بن علیّ بن عبد الله بن [العبّاس] العباسیّ المصریّ المحدّث المقریٔ المتصدّر بالجامع،

حدّث بمصر بفوائد حدیث ابی عبد الله مالک[2] بن انس الاصبحیّ امام دار الهجرة بسماعه من الشیخ الثقة ابی القاسم هبة الله بن علیّ ابن مسعود الانصاریّ المعروف بالبوصیریّ[3] فی شوال سنة سبع و

---

[1] المتوفّی سنة ۶۶۱، [2] المتوفّی سنة ۱۷۹، وفیات ۱: ۵۵۵، [3] المتوفّی سنة ۵۹۸ م، الوفیات ۲: ۲۵۱،

ثمانين وخمسمائة قال اخبرنا الشيخ الصالح ابو صادق[1] مرشد ابن يحيى بن القاسم بن علیّ بن محمّد بن خلف المدینی فی ذی القعدة سنة ستّ عشرة وخمسمائة عن القاضی ابی الحسن محمّد بن علیّ الازدیّ عن یوسف[2] بن یعقوب النجیرمیّ عن ابی خلیفة[3] الجمحیّ عن ابی الولید[4] عن مالك نسمعه منه صفی الدین سلیمان بن زهیر بن ابی الفخر و عماد الدین حسین بن الشیخ المسمع وزین الدین احمد ابن ایوب بن موسیٰ فی آخرین سنة خمس وثلاثین وستّمائة،

(۴۵۱) کمال الدین ابو محمّد علیّ بن عبد الله بن عبد الرحمن الاردبیلیّ الخطیب

قال خرج المأمون لیلةً متنکراً فمرّ برجلٍ یکنس کنیفاً وهو یقول :-

واُکرم نفسی عن امورٍ کثیرةٍ	الا انّ اکرام النفوس من العقلِ
وارباً بالفضل المصون عن الاُلیٰ	رأیتهم لا یکرمون اخا الفضلِ
وماشانی کنس الکنیف انّما	یشین الفتی ان یستعبن ذوی البذلِ
واقبح ما بی من وقوفی مؤمّلاً	نوال فتیً مثلی واین فتیً مثلی

فاستخلصه لمنادمته وجعله من صحابته الّذین یلوذون بسدّته،

---

[1] المتوفی سنة ۵۱۷ھ ، الشذرات ۴ : ۵۷ ، [2] هو ابو یعقوب النجیرمیّ المتوفّی سنة ۳۷۰ ھ ونجیرم محلّة بالبصرة ، الشذرات ۳ : ۷۵ ، [3] هو الفضل بن الحباب المتوفّی سنة ۳۰۵ ھ ، تذکرة الحفّاظ ۲ : ۲۱۸ ، [4] هو هشام بن عبد الملك الطیالسیّ المتوفی سنة ۲۲۷ ، تذکرة الحفّاظ ۱ : ۳۴۶ وما بعدها ،

(٤٥٢) كمال الدين ابو محمد علىّ بن عبد الرحمٰن البادرائى[1] الكاتب

حكى فى المفاوضة قال: دخل عيسى بن محمد على ابراهيم[2] الحربىّ وهو مريض وقد كان يحمل ماءه الى الطبيب، و كان يجيئ اليه ويعالجه، فجاءت الجارية وردّت الماء وقالت مات الطبيب؛ فبكى ابراهيم وانشد:-

اذا مات المعالج من سقام فيوشك للمعالج ان يموتا

وانشد:-

والصبر لاشكّ محمود عواقبه لكنّنى خائف ان يسبق الاجلا

(٤٥٣) كمال الدين ابو الحسن علىّ بن تاج الدين عبد الرحيم

ابن محمود بن مودود يعرف بابن بلدجى الموصلىّ الفقيه، من البيت المعروف بالفقه والعلم والحديث، وقد ذكرت جماعة[3] من اهله على ما اقتضاه ترتيب الكتاب، وولى فى ايّام ابيه وكتب فى الوقوف وغيرها قرأت بخطه، قال: مدح شاعر بعض الوزراء فوعده وتردّد اليه فلم يعطه شيئاً

---

[1] نسبة الى بادرايا قرية من اعمال واسط، لب اللباب ص ٢٥، [2] هو ابراهيم ابن اسحٰق الحربىّ (١٩٨-٢٨٥ﻫ) [3] منهم مجد الدين عبد الله بن شهاب الدين محمود ابن مودود المتوفى سنة ٦٨٣ﻫ، مجمع الآداب (نسخة المكتبة) ورق ٤٧ب، ٧٨ الف وفى الجواهر المضيئة ايضاً ذكر لبعض من اهله ٠: ج ١ صفحات ٢٩١، ٢٩٨، ٣٢١، ٣٢٧ و ج ٢ ص ١٦٢،

فجاءه بابنه وقال :-

قد جئتُ بابني فاعرفوا وَجهَهُ ... ليأخذ النائل من بعدي

فليس في النقد برأيي ارى ... قبل مماتي ساعة الرفد

(٤٥٤) كمال الدين ابو الحسن عليّ بن عبد العزيز بن ابي محمّد بن نعمان بن بلال المعروف بالخلعيّ الموصليّ الخفاجيّ[1] الشاعِرُ

ذكره كمال الدين ابن الشعار في كتاب عقود الجمان وقال كان والده من قرية ايّوب من نواحي الحلّة المَزْيَديّة نزل المَوْصِل وتأهّل بها وولد عليّ هذا بالمَوصِل وكان يتشيّع وله طبع سهل في نظم الاشعار ومن شعره :-

انا عارفٌ بصفات حبّك جاهلٌ ... متحيّرٌ لم ادرِ ما انا قائلُ

ان قُلت بدرٌ فالبدرُ نواقِصٌ ... عند التمام ووصف حسنك كاملُ

اوقلت في آيات وجهك من آ ... يَة الشمس معنىً فهي نور زائلُ

وهي طويلة وشعره كثير وتوفي سنة خمس وستّمائة،

(٤٥٥) كمال الدين ابو الحسن عليّ بن ابي العزّ يعرف بابن القُوَيْقيّ واصلهم من حَلَب وينسبون الى نهر قويق[2] النِّيليّ[3] فقيه الشيعة

كان عالمًا بالفقه والحديث حافظًا لما جاء فيه من الاختلاف وكان اصلُهُ من حَلَب سكن النِّيل، واستوطنها ، و

[1] نسبة الى خفاجة بن عمرو بن عقيل، لب اللباب ص ٩٥، [2] وهو نهر يستقي منه اهل حلب، ٧: جغرافية فلسطين ص ٢٢٣، [3] وهي بابلدة قرب الحلّة،

رزق الاولاد النجباء وهم فقهاء [ء] وادباء ، وتوفي في ثاني جمادى الاخرة سنة اربع وسبعين ومولده سنة عشرة وستمائة بالنيل ،

(۴۵۶) كمال الدين ابو الحسن علي بن ابي علي عسكر ابن ابي نصر بن ابراهيم نزيل بغداد الحموي ثم البغدادي العارض

كان صدراً كاملاً ، ورئيساً فاضلاً ، وكان من جيراننا في المحلة الخاتونية الخارجة وحضرت مجلسه في خدمة والدي تاج الدين في جماعة كانوا يسمعون عليه كتاب معجم الادباء بروايته عن مصنفه ياقوت[1] مولاهم تبنني في ذلك شيخنا جلال الدين بن عكبر وكان ممن يحضر المجلس قال شيخنا تاج الدين في تاريخه رتب كمال الدين ناظر المدرسة المستنصرية سنة احدى واربعين وستمائة ، ثم رتب مشرف البلاد الحلية ورتب عارض المحبوس سنة خمسين وستمائة ولم يزل على ذلك الى ان استشهد في الوقيعة سنة ست وخمسين وكان[2] ياقوت عتيق والده اعتقه يوم ولد له كمال الدين ،

---

[1] هو شهاب الدين ابو عبد الله ياقوت بن عبد الله الحموي المتوفى سنة ۶۲۶ . وفيات ج ۲ ص ۲۷۷ - ۲۸۴ ، [2] وقال ابن خلكان : ثم جرت بينه وبين مولاه نبوة اوجبت عتقه ، فابعده عنه وذلك في سنة ۵۹۶ ھ (الى ان قال) ثم ان مولاه الوى عليه بعد مدة الخ ، وفيات ص ۳۷۸ ،

(٤٥٧) كمال الدولة ابو علىّ بن ابى الفرج، يعرف بابن الداعى الاسرائيلىّ الاربلىّ الحكيم

هو من الحكماء الذين ادركتهم ولم اجتمع بهم، حكى لى مولنا نجم الدين احمد بن علىّ بن البوّاب البغدادىّ، قال: قدم كمال الدولة ابن الداعى فى حضرة السلطان هولاكو، واجتمع بخدمة مولنا نصير الدين، وكان فصيحاً ذا السّن، عالماً بالحساب والهيئة، وكان يتأدّب، وانفذه السلطان الى حضرة اخيه منكوقاان سنة سبع وخمسين وستمائة، وانشدنى من شعره:-

زات اللما الاشفيت ذا الكمد ... بنهلة من رشفت ذيال البرد

جلّ جناب الرضاب ان يكو ... ن فى الهوى شريعة لمن ورد

منها:-

هاتان حقّان من البلّور ام ... من عنبر اشهب والغطاء ند

ومنها:-

نُوَيق قوس الحاجبين المشترى ... وعقرب الصدغ به مرّيخ خد

(٤٥٨) كمال الدين ابو منصور علىّ بن القاسم بن عبد الله البلخىّ المُقرى

كان من القرّاء العارفين بوجوه القراءات.

(٤٥٩) كمال الدين ابو القاسم علىّ بن ابى السعادات محمّد ابن علىّ بن الناقد البغدادىّ الحاجب

ذكره شيخنا تاج الدين فى تاريخه وقال: كان شابّاً ذكيّاً سريّاً من محاسن الناس، وعنده فضل وادب، ويحفظ الكثير

من مقطّعات الاشعار، وانشدني كثيرا من محفوظاته، وكانت وفاته يوم الخميس العشرين من المحرّم سنة عشرين و ستّمائة، ومولده فى المحرّم سنة ثمانين وخمس مائة،

(٤٦٠) كمال الدين ابو الحسن علىّ بن محمّد بن المبارك يعرف بابن[١] الاعمى الدمشقىّ الاديب

سمع على ابن اللتّى[٢] وهو من الشعراء المشهورين، ومولده فى الخامس والعشرين من شهر رمضان سنة عشر وستّمائة وكتب لنا الاجازة من دمشق فى منتصف صفر سنة ثلاث وثمانين وستّمائة،

(٤٦١) كمال الدين ابو الحسن علىّ بن محمّد بن محمّد ابن وضّاح الشهرّابانى[٣] ثم البغدادىّ الفقيه المحدّث المدرّس

ذكره شيخنا ظهير الدين علىّ بن محمّد بن الكازرونىّ فى تاريخه وقال: كان شيخنا منوّر الوجه كيّسا طيّب الاخلاق عارفا بمذهب الامام احمد، وبالاحاديث النبويّة، من تصانيفه كتاب الدّليل الواضح الى اقتفاء نهج السلف الصالح وكتاب الردّ على اهل الالحاد وكتاب مدح العلماء وذمّ الغناء، وكان مولده فى رجب سنة تسعين وخمسمائة، وتوفى يوم الجمعة ثالث صفر سنة اثنتين وسبعين وستّمائة اجتمع له عالم

---

[١] توفّى سنة ٦٩٢ هـ، [٢] هو ابو المنجا عبد الله بن عمر بن علىّ (٥٤٥ — ٦٣٥ هـ)،

[٣] شهرابان بلدة قرب دسكرة الملك على طريق خراسان، لسترنج ص ٦٢،

لا تحصى وشدّ تابوته بالحبال، وحمل على الانامل الى مقبرة الامام احمد، ودفن تجاه قبره، قلت: ولى منه اجازة وكان صديق والدي وقد رأيته قبيل الواقعة وترددت اليه فى خدمة والدي رحمهما الله، وكتب الكثير بخطه الرائق من الكتب المطوّلة والمختصرة،

(٢٦٢) كمال الدين ابو القاسم علىّ بن محمّد بن نصر الحلبىّ المؤدّب

كتب الى بعض اصحابه:-

اذا شئت ان تستفرض المال منفقاً ... على شهوات النفس فى زمن العسر

فسل نفسك الاقراض من كيس صبرها ... على كلّ ما تهوى الى زمن اليسر

(٢٦٣) كمال الدين ابو الفضل علىّ بن محمّد بن يوسف يعرف بابن النبيه المصرىّ الكاتب الشاعر

كان من مفاخر المصريّين ومحاسن الشعراء العصريّين حسن المعانى انيقها عذب الالفاظ رشيقها وكان يتولّى بمصر ديوان الخراج واتّصل بخدمة الاشرف[1] بن العادل ولازم حضرته وديوانه موجود[2] ومن مقطّعاته:-

خدمت[3] بديوان المحبّة ناظراً ... على غرّة يا ليتنى فيه عامل

وحاسب فرط السقم جسمى فلم يكن ... بواقيه الا اعظم ومفاصل

---

[1] هو ابو الفتح موسى بن سيف الدين ابى بكر بن ايوب صاحب الجزيرة (٥٧٨ - ٦٣٥هـ) [2] ر: معجم المطبوعات لسركيس عمود ٢٦٤، [3] لم نجد هذه القطعة فى ديوانه، ولا عند غيره،

ولہ :-

وبی هندسیّ الشکل یَسْبِیکَ لحظه وخال وخدّ بالعذار مطرّز
ومنْ خطّ بر کار الجمال بخدّه[1] کقوس علمنا انّما الخال مرکز

وکانت وفاته بنصیبین سنة تسع عشرة وستمائة ،

(٤٦٤) کمال الدین ابو محمّد علیّ بن محمّد القَیمیّ الصوفیّ

ذکر ان بعض الظرفاء حضر عند جماعة یتجارون ذکر العُور وغیره فقال احدهم: من کان اعور فهو نصف رجل، وقال اخر: من کان عَزَبًا فهو نصف رجل، وقال اخر: من لایحسن السباحة فهو نصف رجل ؛ فقام الیهم ذلک الرجل فقال: ان کان ما ذکرتموه حقاً فانا احتاج الی نصف رجل یتمّمنی لاشیئ ،

(٤٦٥) کمال الدین ابو الحسن علیّ بن محمود بن مظفّر نزیل بغداد العبادیّ العَقَرقُوفیّ[2] ناظر المستنصریّه

من اکابر الصدور ببغداد ولی الاعمال الجلیلة وتولّی نظارة المستنصریّة وتنقّل فی المناصب الاثیلة وهو من بیت معروف بالنّبایة والولایة وله نسب متّصل الی لعرب روی لنا عنه ولده العدل المُنعم نجم الدین وشیخنا العدل رشید الدین

---

[1] وفی الفوات، (ج ٢ ص ١٠٧) : ومن خطّ بیکار الجمالی عذاره ، [2] عقرقوف قریة من نواحی نهر عیسی بینها وبین بغداد اربعة فراسخ الی جانبها تل عظیم من آثار بابل، ٧؛ معجم البلدان ، مراصد ، لسترنج ص ٦٧،

محمّد بن ابی القاسم المقری وشیخنا تاج الدین ابو علیّ بن ابی علیّ القُرَشی وقال شیخنا رشید الدین انشد نی من ابیات :-

نقول ولکن این مَن یتفهّم ویعلم وجه الامی والامی مبهَمُ

وما کلّ من قاس الامور وساسها یُوفّق للامر الذی هو احزمُ

وتوفّی فی لیلة الخمیس الخامس والعشرین من ذی القعدة سنة خمس وثمانین وستّمائة ودفن بداره ،

(۴۶۶) کمال الدین ابو الحسن علیّ بن محمود بن نصر ابن عبد المجید البغدادیّ الادیب

قرأت بخطّه لابی الفرج الاصبهانیّ[1] :-

ولما انتجعنا لائذین بظلّه اعان وما عنّی ومنّ وما منّی

وَرَدْنا نداه[2] مُقتِرین فراشنا وردنا ذراه[3] مُجدِبین فَأَخصَبْنا

وقرأت بخطّه :-

احکمت عرسه ضروب الاغانی من ثقیل فی رأسه وخفیف

وتمنّت علیه کل الملاهی غیر ما وحده لمعنیً لطیف

فقضیبًا لاسمه ونایًا لشکل ورَبابًا[4] للجرّ والتصحیف

(۴۶۷) کمال الدین ابو الحسن علیّ بن المقرّب بن الحسن ابن عزیز العیونیّ البحرانیّ الشاعر

ذکره یاقوت الحموی[5] وقال[6] : لقیته بالموصل سنة سبع عشرة

---

[1] هو علی بن الحسین المتوفّی سنة ۳۵۶ ھ ، [2] وفی الوفیات (۱ : ۴۲۱) وردنا علیه ، [3] وفیات : نداه ، [4] ا : ربابا ، [5] معجم البلدان ، مادة : العیون ، (ج ۳ ص ۷۶۶) [6] حکایة لقوله بغیر لفظه ،

وستمائة وكان قد مدح بدر الدين واكابر البلدة فنفق[1] عليهم واكرموه[2] ومن القصيدة التي مدح بها بدر الدين

حُطُّوا الرِّحال فقد اَوْدَت بنا الرِّحَلُ ما كُلِّفت سيرها خيلٌ ولا ابلُ

بَلَغتمُ الغاية القُصوى فحسْبُكمُ هذا الذي بعلاه يُضرَبُ المَثَل

ودِيوانُه[2] مَوجودٌ

(٤٦٨) كمال الدين علىّ بن مسعود بن خُلَيد البغداديّ الكاتب

[39 b / 40 a]

كان كاتبًا سديدًا خدم فى الاعمال الجليلة وكان متأدّبًا كتب فى اخر عمره لمّا عزل وتعطّل كتاب الجليس والانيس للقاضى ابى الفرج النهروانىّ وقرأه على العدل العالم معين[الدّين] بن محمّد بن عبد الله بن البيضاوىّ سنة ثمان وخمسين وخمسمائة بروايته عن ابى الخطّاب محفوظ بن احمد الكلوذانىّ[3] عن ابى علىّ محمّد بن الحُسَين الجازِرىّ[4] عن القاضى ابى الفرج المعافى بن زكريا النهروانىّ ،

(٤٦٩) كمال الدين ابو نصر علىّ بن نصر بن علىّ البغدادى الاديب

كان من الأُدَباء العلماء وهو الذى [انشدنى][5] قصيدة عمرو

---

[1] نفق عليه كان عزيزًا عنده ، ر : ذيل المعاجم العربيّة لدوزى ، ولفظ ياقوت : ونفق فارفدوه واكرموه ، [2] زيادة من المصنّف على ما ذكره ياقوت ، [3] نسبة الى كلواذى و هى قرى شرقى بغداد ، مراصد ص ٣٤٤ ، [4] جازر قرية من نواحى النهروان من اعمال بغداد مراصد ، [5] زدناه على الاصل قياسًا كما ظهر لنا موافقًا لاقتضاء المقام ،

ابن عبد الله بن مالك العوازيّ التي ناقض بها ابا تمّام في قوله :-

السيف اصدق انباءً من الكتب؛

السيف اكذب ان نافست في الرتب \
وانّما العلم علم السبعة الشهب

من اين للسيف انّ الشمس منكسفة \
في عقدة الراس او في عقدة الذنب

كلّ السيوف تراب كان عنصرها \
بالعلم كان لها حدٌّ لمنتدب

حتى اذا قصرت ايدي الثعالب عن \
نيل العناقيد قالوا الخلّ في العنب

(٤٧٠) كمال الدين ابو الحسن عليّ بن نصر بن الصلايا العلويّ المدائنيّ الكاتب

رأيت بخطه رسالةً كتبها الى بعض الصدور وقد استشهد فيها بالآيات والابيات، وكتب في آخرها :-

أناله الله ما لا يسرّ بها \
ودام مكتسبا للحمد والمدح

يُرجي ويخشى ويخلي من يؤمّله \
بالرفد والبرّ والانعام والمنح

وينقضي دهره في الخير يفعله \
وراحة السرّ في امن وفي فرح

(٤٧١) كمال الدين ابو الحسن عليّ بن يونس بن الحسن بن حسنويه بن بكران الرازيّ

كتب في رقعة الى بعض الاكابر :-

اقض الحوائج ما استطعت \
وكن لهمّ اخيك فارج

فلخير ايّام الفتى \
يوم قضى فيه الحوائج

(٤٧٢) كمال الدين ابو القاسم عمر بن احمد بن هبة الله ابن ابي جرادة[1] يعرف بابن العديم[2] العقيليّ الحلبيّ الكاتب المؤرّخ

---

[1] ابو جرادة كنية لعامر بن ربيعة صاحب امير المؤمنين علي رض، [2] راجع لوجه تسميته وتسمية بنيه ببني

القاضی المحدّث

ذکرہ الفاضل یاقوت الحموی فی کتاب معجم الادباء[1] وقال[2]:
کان کلقبہ کمالٍ فی کل فضیلۃ[3]* حفظ القرآن الکریم ولہ
تسع سنین[4]* وکتب[5] علی تاج الدین محمّد بن البرفطی[*] و
ولی[6] التدریس سنۃ ستّ عشرۃ وستّمائۃ وعمرہ ثمانیۃ
وعشرون سنۃ[7]* وصنّف[8] مع ھذا السن کتباً منھا کتاب الدراری[9]
فی ذکر الذراری* وکتاب[10] ضوء الصباح فی الحثّ علی السماح*
وکتاب[11] فی الخطّ وعلومہ* ولم یکتب[12] احد بعد ابن البوّاب
کخطّہ* وقدم[13] بغداد رسولاً واحترم غایۃ الاحترام واورد
فی الدیوان خطبۃً من انشاءہ وکان معہ من الھدایا مصحف
کریم بخطّ امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فلمّا
عرضہ کتب معہ رقعۃ فیھا:-

وعلیکم، نزل الکتاب وفیکم والیکم بوعکم یحن ویرجع

ومولدہ فی ذی الحجّۃ سنۃ ثمان وثمانین وخمسمائۃ،

---

[1] ج ۱۶ ص ۵-۵۷، [2] معجم (۱۶: ۳۷): وھو کاسمہ کمال فی کل فضیلۃ، [3] معجم (۱۶: ۳۹): (ناقلاً
عن ابن العدیم): وختمت القرآن ولی تسع سنین، [4] معجم (۱۶: ۴۲)، [5] معجم (ص ۴۴، س ۸-۱۰)
وکان تدریسہ ذلک بمدرسۃ شادبخت من اجلّ مدارس حلب، [6] معجم (ص ۴۴ س ۱۴ بما بعدھا)
وقال: جمعہ للملک الظاھر، [7] معجم (ص ۴۵ س ۱ و ۲): وقال: صنفہ للملک الاشرف، [8]
معجم (ص ۴۵ س ۶) ولفظہ: کتاب فی الخطّ وعلومہ ووصف آدابہ واقلامہ وطروسہ وما جاء
فیہ من الحدیث والحکم، وھو الی وقتی ھذا لم یتم، [9] لفظ المعجم (ص ۳۹ س ۵ و ۶): فھو اکتب من
کلّ من تقدّمہ بعد ابن البوّاب بلا شکّ، [10] لم نجد ھذہ القطعۃ فی معجم الادباء،

(٤٧٣) كمال الدين ابو المعالي عُمَر بن عبد الرحمٰن ابن داوود بن يوسف الدمشقيّ الاديب

نقلت من خطه :-

اذا اردت شريف الناس كلّهم فانظر الى رجلٍ فى زيّ مسكينِ
ذاك الذى حسنت فى الناس سيرته وذاك يصلح للدنيا وللدّينِ

(٤٧٤) كمال الدين ابو الفضل عمر بن علىّ بن سالم نزيل مراغة البلخىّ البزّاز

كان بشيخنا عاقلاً قد سافر بلاد العرب والعجم واستوطن مراغة الى ان توفّى بها وكان له حانوت يجتمع عنده الاكابر والعلماء وكان حُلوا المحاضرة طيّب المفاكهة رأيته وكتبت عنه بمراغة سنة اربع وستّين وكان يتردّد الى حضرة مولٰنا السعيد نصير الدين وربما سأله عن احوال البلاد التى رآها وكان كثير الخيرات محبّاً للعُلَماء ويُحسن اليهم ويودّ الغرباء ويؤثر مجالستهم توفّى فى رجب سنة ستّ وستّين وستّمائة ودفن بباب الميدان ونيف على الثمانين،

(٤٧٥) كمال الدين عُمَر بن محمّد بن الحسن سبط شيخنا عبد الرحيم بن الزجّاج البغداديّ

سمع على شيخنا العدل عماد الدين ابى البركات اسماعيل ابن الطحال كتاب فضائل القرآن لابى عبيد القاسم بن سلّام وعلى غيره من المشايخ،

(٤٧٦) كمال الدين ابو المعالي عيسى بن ابى المرهف نصر

ابن منصور النميري[٦] الشاعر

عيسى بن ابى المرهف نصر[١] بن منصور[٢] بن الحسن بن جوشن[٣] بن حميد* بن اثال[٤] بن وزر[٥] بن عطاف بن بشر بن جندل بن عبيد الراعى بن الحصين بن معاوية بن جندل بن قطن بن ربيعة بن عبد الله ابن الحارث بن نمير بن عامر بن صعصعة بن معاوية ابن بكر بن هوازن بن منصور بن عكرمة بن خصفة ابن قيس عيلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان كان والده[٦] شاعرا اديبا فاضلا عالما مدح الخلفاء والوزراء والامراء، وديوانه موجود، وروى شعر والده وكانت وفاته فى رمضان سنة سبع وتسعين وخمسمائة،

(٢٧٨) سيف الدين كمال الدولة ابو سنان غريب

---

[١] ابو المرهف نصر بن منصور الخ كذا وصل ابن خلكان نسبه الى معد بن عدنان ناقلا عن العماد الكاتب باختلاف يسير نذكره، [٢] سقط اسم المنصور عن معجم الادباء (ج ١٩ ص ١٢٢)، [٣] كذا فى جميع نسخ الوفيات المطبوعة التى بين ايدينا (نسخة بولاق ١٢٩٩هـ ونسخة دار الطباعة ايران ١٢٨٤هـ ونسخة مطبعة الوطن ١٢٩٩هـ ونسخة المطبعة الميمنية ١٣١٠هـ) ولكن زاد ياقوت فى معجم الادباء ودسيلان فى ترجمة الوفيات (ج ٣ ص ٥٣٦) موافقاً لنسخة خطية من الوفيات بمكتبة كلية فنجاب بينهما منصوراً، فقالوا: جوشن بن منصور بن حميد، [٤] ا: ثماله، والتصحيح من المراجع المذكورة [٥] فى النسخ المطبوعة من الوفيات: وردد، فى ترجمة دسيلان مثل المتن، [٦] نصر بن منصور (٥٠١ - ٥٨٨هـ) راجع المراجع المذكورة وشذرات الذهب ج ٤ ص ٢٩٥ وفهرست دوزى ص ٢٢٠ ونكت الهميان للصلاح الصفدى ص ٣٠٠ بما بعدها،

ابن محمّد بن مُقن العُبادی امیر العرب

قال الصابئ فی تاریخه، وفی سنة ثمان وتسعین وثلثمائة سلّم معتمد الدولة قرواش نواحی عُکبَرا والراذانات الی کمال الدولة ابی سنان غریب بمال اقرضه منه واطلقه للعرب وسار الی الانبار لقصد ابی علیّ الحسن بن ثمال و قال ابو الحسن بن الفقیه فی تاریخه: توفّی کمال الدولة غریب بسرّ من رأی وخلّف من المال زائداً علی خمسمائة الف دینار وقال لقاضیها: هل فی مالك شیئ حلال؟ قال: نعم! مائة درهم، قال: هل تطیب نفسك ان تهب لی منها ثلثین درهما؟ قال: نعم!

(۴۷۸) کمال الدین ابوالفتح بن قطب الدین محمّد ابن ابی الحسین محمّد العَلَوی البصری نقیب البصرة

کمال الدین ابوالفتح بن قطب الدین ابی طالب محمّد بن ابی الحسین محمّد بن ابی القاسم علیّ بن ابی زید محمّد، ذکره ابن مهنّا فی کتاب المشجّر واثنی علیه وقال: روی شعر جدّه،

(۴۷۹) کمال الدین ابوالفضائل[۱] بن الآمدی،

من شعره: —

واهاً له ذکر الحِمی فتأوّها ... ودعا به داعی الصِبا فتولّها

[۱] هو ابوالفضائل علیّ بن یوسف بن احمد الآمدی ولد فی ۱۵ ذی الحجّة سنة ۵۵۹ و توفّی فی ۱۳ ربیع الاوّل سنة ۶۰۸ھ، راجع الوفیات ج ۱ص ۴۵۹ بما بعدها،

هاجت بلابله البلابل فانثنت ... أشجانه تنهى لحليم عن النهى[1]

فشكا اسىً وبكى جوىً وتنبه الـ ... ـوجد القديم ولم يزل متنبها[2]

قالوا وهى جلدًا ولو علق الهوى ... بيلملم يومًا تألم أو وهى

(٤٨٠) كمال الملك ابو الفتح فضل الله بن محمد الدهستاني[3] عميد العراقين

كان من اكابر اصحاب السلطان جلال الدولة ابى الفتح ملكشاه بن الب ارسلان ورتبه عميدا فى العراق وخلع عليه من ملابسه ،

(٤٨١) كمال[4] الملك ابو الرضا فضل الله بن محمد الطغرائى المستوفى

كان جليل الشان رفيع القدر وصاهره ولده سيد الرؤساء ابا المحاسن[5] محمدا[6] الوزير نظام الملك ثم اضمر له العداوة فسقطت مرتبته وسقطت منزلة كمال الملك ايضًا فصرف عن الطغراء والانشاء وتولى مكانه مؤيد الملك[7] ابن نظام الملك ، قال العماد الكاتب : وكان كمال الملك اقرع الرأس وفيه يقول ابن الهبارية العباسى :—

كمال ملككم نقص لدولتكم ... وفضلكم جاهل نادى به الناس

---

[1] وفيات : تنهى من الحلم النهى [2] وفيات : فشكا جوىً وبكى اسىً ، [3] الموضعان منقطعان بالاصل والتكميل من الوفيات [4] تاريخ دولة آل سلجوق : كمال الدولة، راحة الصدور (ص ١٣٦) : كمال الدين ، [5] ا : ابو المحاسن [6] ا : محمد ، [7] هو عبيد الله بن الحسن بن على بن اسحاق المتوفى سنة ٤١٢ هـ ،

وليس همّته الّا كـها منـه فتلك ساقطة والهامة الطاس

(٢٨٢) كمال الدين ابو محمّد القاسم بن القاسم بن عمر ابن منصور الواسطيّ الاديب الشاعر [40 b / 41 a]

ذكره الشيخ الفاضل شهاب الدين ياقوت الحمويّ في كتاب معجم الادباء، وقال[1]: هو[2] اديب نحويّ لغويّ فاضل اريب، له تصانيف[3] حسان، قرأ النحو بواسط وبغداد على كامل الدين مُصَدِّق[4] بن شبيب، وسمع الحديث على ابي الفتح محمّد بن[5] المندائيّ وانتقل من بغداد الى حلب سنة تسع وثمانين وخمس مائة، فاقام بها يفيد العلم؛ قال: وصنّف الخطب وشرح[6] المقامات؛ وله[7] شعر جيّد منه قوله:—

وما لي الى العلياء ذنب علمته وما انا عن كسب المحامد باعد
ولكنّني لما نهضت الى العلى باسبابها لم تُجد والجدّ باعد

وله:—

حقّ دود القزّ يبني فوقه ثمّ يموت بعد ما سدّى وقد صار رسيدّ ى لعنكبوت

(٢٨٣) كمال الدين كامل بن محمّد الحلّيّ يعرف بابن العجيل الفقيه

---

[1] ج ١٦ ص ٢٩٦-٣١٦، [2] ليس النقل بلفظه، [3] عدّها ياقوت فبلغت تسعةً، [4] تقدّم ذكرُهُ (الترجمة ٤١١)، [5] هو محمد بن احمد بن بختيار المانداني الواسطيّ المتوفّى سنة ٦٠٥ ذكره ابن العماد في الشذرات (ج ٥ ص ١٧) وقوله: ابو الفتح الميداني، تصحيفٌ، [6] وشروحه للمقامات (على ما في معجم الادباء) ثلثة، [7] هذا الكلام من غير المعجم كما اشار اليه المصنّف في كتابه بوضع علامة، والشعر الاوّل من الاشعار الثلثة مذكور في المعجم ايضاً،

ذكره مولانا القاضي الفاضل العالم تاج الدين ابو الفضل محمّد ابن محفوظ بن وشاح الاسدي الحلّي في رجب سنة اربع عشرة و[سبعمائة]، وقال: سكن واسط ولم يحمد مقامه فيها فقال،

من بعد عام الاربعين خدعة ... اسكنني في واسطٍ شرّ القرى
خالية من كلّ علم نافع ... حالية لكلّ شيئ يفترى
اللؤم فيها راسخت اصوله ... فما زكت فروعه بلا امترا
وليس للدّين الحنيفيّ بها ... غير اسمه بلا مُسمّىً وسُمى
رئيسها من قال طارت طيرتي ... سابقةً اوقال ساعينا عدا

(۴۸۴) كمال الدين كمال بن الامير احمد القونويّ الفقي

من الشهود الذين كتبوا خطوطهم في سجلّ الفتى شمس الدين محمّد بن عثمان السروي سنة [ستّين وستمائة]

(۴۸۵) كمال الدين المبارك بن ابي بكر بن حمدان بن احمد بن علوان الموصليّ الاديب المؤرّخ، يعرف بابن الشعار

كان من الادباء الذين عُنوا بجمع فِقَر العلماء واشعار الفضلاء[1] وله السعي المشكور فيما فعله، فانه بقي مدّة خمسين سنة يكتب الاشعار سفراً وحضراً، ذيّل كتاب معجم المرزباني و ذكر كلّ من نظم شعراً بعد وفاته الى سنة ستمائة ثم صنّف كتاب عقود الجمان ذكر فيه من قال الشعر الى آخر ايّامه، و

---

[1] محتجب بالاصل والتكميل عن القياس، [2] ضاعت كلمتان في التجليد، والتكميل من مجمع الآداب (ر: الترجمة ۱۲۲)

توفّي سنة خمس وخمسين وستّمائة، واستفدت من تصانيفه واسترحت الى تواليفه، روى لنا عنه شيخنا بهاء الدين علىّ بن عيسى الاربلىّ وغيره،

(٤٨٦) كمال الدين ابوجعفر المبارك بن علىّ بن احمد ابن الناقد البغدادىّ الحاجب

ذكره شيخنا تاج الدين فى كتاب الروض الناضر فى اخبار الامام الناصر وقال: رُتّب حاجبًا بباب النُوَبِى فى جمادى الآخرة سنة اثنتين وتسعين وخمسمائة ولم يزل على عمله امرًا ناهيًا الى ان عُزِل فى ذى الحجّة سنة ستّ وتسعين وخمسمائة وتوفّى فى رمضان سنة خمس وستّمائة،

(٤٨٧) كمال الدين ابوطالب الحسن[1] بن جلال الدين القاسم بن زكى الدين الحسن ابن مُعيّة العلوىّ الحُسَينى الصدر

ابوطالب الحسن[2] بن ابى جعفر القاسم بن ابى منصور الحسن ابن ابى الفتح محمّد بن الحسين القصرىّ بن محمّد بن الحسين

---

[1] قال صاحب عمدة المطالب (ص ١٤٨): فاعقب النقيب جلال الدين القاسم من رجلين، زكى الدين الحسن وفخر الدين الحسين الخ، فلم يذكر له ولدًا ثالثًا ولم نجد ذكره عند غيره ايضًا اما جلال الدين ابو القاسم فهو من معاصرى الخليفة الناصر له ترجمة طويلة فى هذا الكتاب لكنّه لم يذكر سنة وفاته [2] وما فى عمدة الطالب يخالف ما ذكر المصنّف فى مواضع ومفاد ما ذكره انه (ابوطالب الحسن بن) ابى جعفر القاسم بن الزكى الثالث ابى منصور الحسن بن الزكىّ الثانى ابى طالب بن الزكى الاوّل ابى منصور الحسن بن ابى عبدالله الحسين بن ابى الطيّب محمّد بن ابى عبدالله الحسين بن ابى القاسم علىّ بن ابى عبدالله الحسين بن ابى القاسم علىّ (وهو المنسوب الى امّه مُعَيّة) بن الحسن التنجم (كذا بالنون بين التاء والجيم) بن الحسن التنجم (مكررًا) ابن اسماعيل الديباج ابن ابراهيم الغمر (طباطبا) بن الحسن المثنى بن الحسن بن علىّ بن ابى طالب،

الفيومی بن ابی القاسم علی بن الحسين الخطيب بن علی، وامه معية التی ينسب البيت اليها، وهی معية بنت محمد بن حارثة الانصارية ابن الحسن النح بن اسماعيل الديباج ابن ابراهيم طباطبا بن الحسن المثنی بن الحسن بن علی بن ابی طالب،

(٤٨٨) الكمال ابوالمظفر محمد بن ادم الهروی المحدث

ذكره الشيخ ابوالنضر[1] الفامی فی تاريخ هراة واثنی عليه و قال: قرأ النحو علی ابی الحسين الفسوی[2] ابن اخت ابی علی[3]، وسمع الحديث من ابی الحسين[4] الخفاف[4] واقرانه، روی عنه عبدالله بن عبدالله الكريزی وغيره

ومن شعره :-

صباح الشيب اسفر فی عذاری ... فاسفرت العذاری عن عذاری

اقمن علی السواد وهن بيض ... ورحن من البياض علی نفار

---

[1] ذكره الصلاح الصفدی فی الوافی بالوفيات (ص ٤٦) وقال الحاج خليفة: تواريخ هراة... وللشيخ ثقة الدين عبدالرحمن الفامی وهو اول من صنف فيه؛ [2] نسبة الی فسا من اعمال فارس وهو محمد بن الحسين بن محمد بن الحسين المتوفی سنة ٤٢١ هـ، ر: بغية الوعاة ص ٣٨ و معجم الادباء ج ١٨ ص ١٨٦ فما بعدها، [3] هو الحسن بن احمد بن عبدالغفار المعروف بابی علی المتوفی سنة ٣٧٧ هـ، ر: بغية الوعاة ص ٢١٦، [4] كذا فی الاصل ولم نطلع عليه والاشبه ان يكون ابا الحسن احمد بن محمد بن احمد الخفاف القنطری الزاهد المتوفی سنة ٣٩٥ هـ، ر: شذرات ج ٣ ص ١٤٥، و معجم البلدان مادة القنطرة،

كذا الاقمار توفيها الليالي　　وتبهرها تباشير النهار
واغرب ما تزيّنه الليالي　　غراب في قميص لبازطار

(٤٨٩) كمال الدين ابوعبد الله محمّد[1] بن ابراهيم بن سفيان بن عبد الوهاب يعرف بابن مندة الاصفهانيّ المحدّث

من اولاد المحدّثين والعلماء المذكورين، ذكر في حديث عبد الرحمن بن عوف[2]، لقد خشيت ان يبهأ الناس اى يأنسون به حتى تسقط حرمته؛ من قولهم بهأت بالرجل اذا انست به: قال الاصمعيّ في كتاب الابل: [ناقة[3]] بهاء بالفتح والمدّ اذا كانت انست بالحالب من بهأت به اذا انست؛

(٤٩٠) كمال الدين ابوعبد الله محمّد بن ابراهيم ابن عليّ الطرائفيّ الاديب

قرأت بخطّه: قال الاصمعيّ: جزيرة العرب من اقصى عدن أبين الى ريف العراق في الطول، واما العرض فمن جدّة الى ما والاها من ساحل البحر الى اطراف الشام،

(٤٩١) كمال الدين محمّد بن احمد بن الحسن الواسطيّ المحدّث

---

[1] قد تقدّم ذكر بيت ابن مندة (رح: الترجمة ١٢٠) وسياتي في موضعين اخرين من هذا الكتاب.

[2] قال في النهاية في مادّة بهأ، في حديث عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه انّه رأى رجلًا يحلف عند المقام فقال: ارى الناس قد بهأوا بهذا المقام، اى انسوا حتى قلّت هيبته في نفوسهم.

[3] زيادة من القاموس على ما في الاصل لتوضيح العبارة،

كان من المحدّثين الثقات رأيت بخطّه اجازة شيخنا رضيّ الدين الصغانيّ ما كتبه نظماً فى صفر سنة سبع عشرة وستّمائة :-

اجزت لهم رواية كلّ فنّ سماعاً كان ذا او مستجازا
وما نوولته ايضاً اذا ما تحرّوا فى روايته احترازا
وما قد قلته نظماً ونثراً فقد اضحى الجميع لهم مجازا

(٤٩٢) كمال الدين محمّد[1] بن احمد بن عبد الرزّاق الخالديّ الزنجانيّ

(٤٩٣) كمال الدين محمّد بن احمد بن علا[2]

ذكره شيخنا العدل ظهير الدين علىّ بن محمّد بن الكازرونى فى تاريخه، وقال : رتّب صدراً بالبلاد الحلّيّة فحسنت طريقته بها سنة احدى وستّين وستّمائة ،

(٤٩٤) كمال الدين ابو الحسن محمّد بن احمد بن علىّ ابن جميل بن عبد الباقى الربعيّ البغداديّ الفقيه الصوفىّ

من بيت اصيل كان فقيهاً عالماً ، قرأ الفقه على مولانا ظهير الدّين النوجاباذيّ[3] ومظفر الدّين ابن الساعاتيّ[4] ، و

---

[1] زاد المصنّف هذا الاسم على هامش الكتاب لم يذكر فى ترجمته شيئاً حتّى انّه لم يشر الى منصبه ايضاً و يحتمل ان يكون ابناً لاحمد بن عبد الرزّاق الخالديّ الملقّب صدر الدين صدر جهان صاحب ديوان الممالك الذى قتله السلطان غازان سنة ٦٩٧هـ، انظر ترجمته فى تاريخ العراق ج ١ ص ٣٧٩ ، [2] قد تقدم ذكر ابيه كمال الدين احمد بن عبد الرحمن بن علا (الترجمة ٢٢٦ و ٢٢٤) وذكر المصنّف هناك انّ اباه توفّى سنة ٦٢٩ هـ [3] هو محمد بن عمر بن محمّد (٦١٦ - ٦٦٨ هـ) ، [4] الجواهر المضيئة ج ٢ ص ١٠٣ ، [4] احمد بن على بن تغلب المتوفى سنة ٦٩٤ هـ ، الفوائد البهيّة ص ٢٦ بما بعدها وذيل تاريخ الآداب العربية لبروكلمن ج ١ ص ٦٥٨ ،

كان من فقهاء المستنصرية، ثم تصوّف ولازم مولانا مُحيي الدين محمّد بن يحيى بن المحيا العبّاسيّ وصار وكيل رباط الشونيزي و سكن الرباط، وسمع الحديث على شيخنا مجد الدين بن بلدجي وانشدني :-

أُلام وأُعطي والبخيل مجاوري الى جنب بيتي لا يلام لا يُعطي

وكان كريم الاخلاق متودّداً وبيني وبينه صحبة مؤكّدة منذ قدمت من مراغة، كتبت عنه ولنعم الصاحب كان، توفّي سنة اثنتين وتسعين وستّمائة،

(۴۹۵) كمال الدين محمّد[1] بن كمال الدين شيخ الشيوخ احمد بن عزّ الدين شيخ الشيوخ علىّ بن محمّد بن حمُّويه الحمُّويهيّ

(۴۹۶) كمال الدين ابو جامع محمّد[2] بن احمد بن محمّد الكرباجيّ يعرف بالنُّشكه الصوفي

هو اصفهانيّ الاصل بغداديّ المولد من اولاد الصوفية، و كان من الظرفاء، له تردّد وتودّد الى الاصحاب، دمث الاخلاق كريم الصحبة، عاشرته وكتبت عنه برباط سعادة، وكتب لى بخطه :-

انّ الولاية لا تدوم لواحدٍ ان كنت تنكرها فاين الاوّل
فاغرِس من الفعل الجميل مكارماً فاذا عزلت فانها لا تعزل

---

[1] لم يذكر في ترجمته شيئاً، ولم يسبق لابيه كمال الدين احمد ايضاً ذكر كما يقتضيه ترتيب الكتاب

[2] قد تقدّم ذكر ولده (؟) كمال الدين احمد بن محمّد، ٧ : الترجمة ۲۵۶

(۴۹۷) کمال الملک ابو جعفر محمّد بن احمد بن المختار الزوزنیّ الطغرائیّ

کان ینوب الوزیر مؤیّد الملک عبید الله بن نظام الملک فی دیوانی الانشا[ء] والطغرا[ء] وکان من نوّاب کمال الملک ابی الرضا فضل الله بن محمّد، فبلغه الایّام الی منصبه ولقّب بلقبه وفوّض الیه الکتابة والطغرا[ء] فی شهر ربیع الاوّل سنة تسع وسبعین واربعمائة باصفهان، وله شعر حسن،

(۴۹۸) کمال الدین ابو عبد الله محمّد بن اسماعیل

ابن الحسین بن ودعة، یعرف بابن البقّال البغدادی الفقیه کان فقیهًا ادیبًا فاضلًا معیدًا بالنظامیّة، ولقّبه محمد بن الدُبَیثی عزّ الدین، وقد تقدّم ذکره ورأیت ذکره علی الطباق کمال الدین محمّد بن اسماعیل، وصنّف کتاب المقترح فی المصطلح فی علم الجدل وطرائقه ومعرفة اصوله ومن اجله صنّفه للامام الناصر لدین الله، وقد تقدّم ذکره فی باب العین،

(۴۹۹) کمال الدین ابو علیّ محمّد بن ابی بکر بن محمّد السَرَویّ الفقیه

[41 b / 42 a]

ل قال العماد الکاتب فی تاریخ دولة آل سلجوق (ص ۵۷ بما بعدها): «تولّی مؤیّد الملک بن نظام الملک مکان کمال الدولة من دیوان الانشاء والطغراء واقام مدّة واستناب ابا المختار الزوزنیّ ثمّ استعفی فتولّی ابو المختار بحکم الاصالة ونُعِت بکمال الملک وکان من نوّاب کمال الملک ابی الرضا وانیابه فبلغ الی منصبه ثمّ انتقل الی جوار ربّه»، ویعلم ممّا نقلنا انّه ابو المختار ولیس ابا جعفر والله اعلم،

کان من الفقہآء العلمآء العارفین بالاصول الفروع ومن فوائدہٖ:

قال بعض السلف : ان اللہ تعالیٰ رضی من شکر المؤمنین لہ علی ادخالہ لھم الجنۃ بان قالوا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ[1] ط

(۵۰۰) کمال الدین محمد بن ابی بکر بن محمود ابن اسماعیل الساویؒ

نقلت من خطہ: المجوس طائفۃ اثبتوا النور والظلمۃ بیزدان واَھُرمَن، ونسبوا ما ھو الخیر المحض الی النور، ونسبوا ما ھو الشر المحض الی الظلمۃ، وقالوا: انّ العالم من متزاجہما حصل وباقامۃ النور انتظم وکمّل ومنہم من اثبت معدلاً من الضدّین، ومنہم من یقول: انّ الظلمۃ حدثت من فکرۃ ردیّۃ خطرت علی النور،

(۵۰۱) کمال الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی جعفر ابن ابی الفرح بن کُبّۃ البصریؒ الفقیہ المقریٔ

کان من القرّاء المجوّدین العارفین بالقراءات ذکروا عنہ انہ کان یتکلّم بالقرآن المجید فی اکثر کلامہ من ذلک قولہ:

الحمد للہ الذی جعل اھل طاعتہ احیاء فی مماتہم وجعل اھل معصیتہ امواتاً فی حیاتہم فی قولہ تعو : وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ[3]

---

[1] القرآن الکریم سورۃ الزمر (۳۹) آیہ ۷۴، [2] ط، کام و ؛ دام؛ [3] القرآن الکریم سورۃ آل عمران (۳) الایہ (۱۶۹)

وقوله عزّ ذكره : إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ [۱]

(۵۰۲) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن ابی الحسن ابن سالم المنبجي الاديب

قدم بغداد، وسمع بها الحديث من الشيخ نجيب الدين ابی بكر محمّد [۲] بن الموفّق بن سعيد بن ابی البقا الخازن وغيره ويروی بسنده عن عبد الله بن عُمَر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم : الاقتصاد فی النفقة نصف المعيشة، والتودّد للناس نصف العقل، و حسن السؤال نصف العلم ؛

(۵۰۳) كمال الشرف ابو الحسن محمّد [۳] بن ابی القاسم الحسن الاغرّ بن محمّد بن علیّ بن محمّد بن يحيی الاقساسیّ ابن الحسين بن زيد العلویّ الزيدیّ امير الحاجّ النقيب بالكوفة

ذكره شيخنا جمال الدين ابو الفضل احمد بن محمّد بن المهنّا العُبَيدلیّ فی كتاب المشجّر، وقال ، ذكر الصابئ ان كمال الشرف كان ظريفاً دمثاً ، وقال : كان له ثلاثمائة فرس وكان فيها مُهر جميل المنظر والمخبر فاراد ان يُوثبه على اُمّه

---

[۱] القرآن الكريم سورة النمل (۲۷) الآيه ۸۰، [۲] وفی الشذرات (ج ۵ ص ۲۲۶) انه محمد بن سعيد بن الموفّق النيسابوریّ ، توفی سنة ۶۴۳ هـ ، و

[۳] ذكره صاحب عمدة الطالب (ص ۲۳۵) وقال : ولّاه الشريف المرتضی نقابة الكوفة وامارة الحاجّ ،

فامتنع المهر عنها اشدّ امتناع ، فغُطِّيت بالجِلال فخفيت عليه
فوثب عليها فلمّا دُفِعَت الجلال عنها فمدّ [؟ مدّ] يدهُ
الى غرموله فقطعَهُ قال ابن الصابئ ولحق الشريف من الغمّ
كانّما مات بعض اهله ،

محمّد[1] بن الحسن الاغرّ ابي القاسم بن محمّد بن الاَقسَاسيّ الكوفي

محمّد[2] بن ابي القسم الحسن بن ابي جعفر محمّد بن ابي الحسن
عليّ الزاهد بن ابي جعفر محمّد الاقساسيّ بن ابي الحسين
يحيى بن الحسين ذي العبرة بن حليف القرآن ابي الحسين
زيد بن زين العابدين علي بن الحسين بن علي بن ابي طالب
الحُسَينيّ الزيديّ الاَقساسيُّ كانت اليه امارة الحاجّ
ونقابة الكوفة ،

(٣٥٠) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن الحسين ابن احمد الفخريّ ناظر واسط

كان كاتباً ضابطاً حاسباً ، ذكره تاج الدين ابو طالب في
تاريخه وقال : كان ناظراً بالكوفة ، واضيفت الى عماد الدين
يحيى بن المرتضى سنة اثنتين واربعين وستّمائة ، وولّاه
حاجب الباب تاج الدين ابن الدواميّ ناظر نهر الملك و

---

[1] ذكر الاسم في الجدول الذي يلي الاوّل من غير اعادة اللقب وكتب عليه : هذا
هو المتقدّم ، [2] ذكر صاحب عمدة الطالب نسبه موافقاً لما ذكره المصنّف ، راجع
الصفحات ٢٢٨-٢٣٢-٢٣٤ من الكتاب المذكور ،

خلع عليه بعد عزل عبد العزيز بن مغيث عن النظر، و
سنة ثلث واربعين صرف مجد الدين محمد بن خُليد عن
اشراف واسط ورُتّب[1] عوضه كمال الدين، وسنة سبع و
اربعين رتّب صدرا بديوان واسط،* وقلد سيفاً محلّىً بالذهب
وعيّن على شمس الدين على ابن الشاطر مشرفاً عليه،

(٥٠٥) كمال الدين ابو الفضل محمّد بن زين الدين الحسين بن الحسن بن ابى نصر يعرف بابن الدّهّان الموصلى ثمّ البغدادىّ الكاتب الشاعر

تقدّم ذكر والده، صاحبنا وصديقنا الفاضل الاديب الشاعر
الكاتب صاحب الاخلاق الجميلة الحسنة والمعانى الجليلة
المستحسنة، له النظم اللائق والخط الفائق، كتب فى الاعمال
الديوانيّة، وهو ضابط عارف رأيته فى حضرة شيخنا بهاء الدين
علىّ بن عيسى، وانشدنى لنفسه :-

وحلو اللّمى مذ عاين النّمل قد بدت	له زُمَرٌ تبغى بفيه جنى النحل
غدا جاحداً قتلى بسيف لحاظه	ومن حمرة الخدّين لى شاهدا عدل

(٥٠٦) كمال الدين ابو نصر محمّد بن الحكيم المعروف بطبلى لى، الموصلى البدرىّ الشاعر

له شعر فصيح ونثر مترسّل مليح، انشدنى له جمال الدين ابو الفرج
يوسف بن الكرخى بمراغة سنة احدى وسبعين و ستّمائة

---

[1] قال صاحب الحوادث الجامعة: وفيها [سنة ٦٤٣] رتّب الكمال محمد بن الحسين مشرف واسط،
ورتّب عماد الدين يحيى بن المرتضى صدر المخزن، ٧/٥٢ : الحوادث الجامعه ص ٢٤٣،

من ابیات اوّلها :-

دعنی فشان الهوی ان یقرح الشانُ ۔ انّ الدموع علی الاحداث اعوانُ

وخذ احادیث وجدی یوم جدّ بهم ۔ حادی النوی عن جفونی فهی برهانُ

ساروا وسار فؤادی فی حمولهم ۔ وبان صبری غداة البین اذ بانوا

منها :-

فان تعود لنا لیالینا التی سلفت ۔ عندی علیّ ای اهل الفقر شکران

(۵۰۷) کمال الشرف ابو الفضل محمّد بن حیدر بن اسماعیل الحسینیّ الادیب

نقلت من خطّه : قال عبد الله بن المعتزّ : الحمد لله الذی لمّا خلق الانسان جعل عقله دلیله، والرسُلَ هداته، والملائکة رقباءه، والشهود علیه جوارحه، ثم جعله حسیبَ نفسهٖ وردّ علیه کتابه یوم حشره، فقرأهٗ فلا یفقد حسنةً عَمِلَها ولا یجد فیها سیّئةً لم یَقتَرِفُها، لم یُلزِمه الله عبادته حتی فرغ من هدایته، وازاح عِلّتَهٗ بان ضَمِن له الرزقَ ثمّ وعدهٗ وتوعّده وامره واعلمه فتبارک الله ربّ العالمین،

(۵۰۸) کمال الدین ابو عبد الله محمّد بن الربیع بن یوسف الخلاطیّ المُقرِئ

کان من القرّاء الاتقیاء والفضلاء العلماء، روی بسنده عن عمر بن عبد العزیز انّه قال " الحمد لله الذی جعل الموت واجبًا علی خلقه ثم سوّی فیه بینهم، فقال عزّ ذکرهٗ: کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ[۱]؛

[۱] القرآن الکریم سورۃ آل عمران (۳) الآیہ ۱۸۴

(۵۰۹) **کمال الدین** ابو عبد اللہ محمّد بن ابی رشید سعید ابن سعد بن عبد الواحد التمیمیّ الاصفہانی المحدّث [42 b / 43 a]

روی بسندہٖ عن علیّ ابن ابی طالب علیہ السلام قال قال النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم: التودّد نصف الدین وما عال امرُءٌ قطّ علی اقتصادٍ واستزکوا الرزق بالصّدقۃ؛ وفی روایۃ عبد اللہ بن مسعودٍ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لا یَعیلُ احدٌ علی قصدٍ ولا یبقی علی سَرَفٍ کثیر؛ وفی روایۃ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: الاقتصاد نصف المعیشۃ وحسن الخلق نصف الدین؛

(۵۱۰) **کمال الدین** ابو شجاع محمّد بن سعید بن محمّد ابن الظہیریّ البغدادیّ حاجب باب المراتب

من بیت الحجابۃ والتقدّم والکتابۃ والرئاسۃ، کان من اکابر الحجّاب ملیح الترسّل عظیم التجمّل، حدّث عن عبد الملک ابن علی الہراسیّ وطبقتہٖ، رتّب حاجباً بباب النوبی سنۃ ثلاث وثمانین وخمسمائۃ، ثم رتب حاجباً بباب المراتب سنۃ اثنین وستّمائۃٍ، وحسنت سیرتہ وھذا کمال الدین المذکور ھو عمّ والد تی وکانت وفاتہ فی سادس جمادی الاولی سنۃ خمس عشرۃ وستّمائۃٍ،

(۵۱۱) **کمال الدین** ابو العزّ محمّد بن سلیمان بن علیّ بن ابی الفتح البعقوبیّ[۱]، الکاتب

---

[۱] نسبۃً الی بعقوبا بالموحّدۃ وآخرھا الالف المقصورۃ مدینۃ بطریق خراسان علی عشرۃ فراسخ من بغداد لب اللباب ص ۴۰،

انشد للاديب الكاتب علىّ بن ابى علىّ بن ابى جعفر الزوزنىّ فى معنىً تفرّد به :-

كفى الشيب عيباً ان صاحبه اذا اردت به عيباً له قلت اشيب
وكان قياس الاصل ان قست شائباً ولكنه من جملة العيب يحسب

يعنى ان معائب خلق الانسان يجرى اكثرها على افعل مثل اعمى واعور واعرج واقرع واحول ،

(۵۱۲) كمال الدين ابو الخير محمّد[1] بن صديق بن ينال الجامع المراغىّ الصوفيّ

كان عارفاً كلام القوم وحافظاً لنكتهم ، وحكى بسنده الى سعيد[2] ابن حميد قال : ولدت بغلة فى ايام المعتمد[3] فامرت ان اُنشئ كتاباً فى ذالك فلم ادر كيف اكتب وكيف افتتح ، و غلبتنى عيناى فاتانى آتٍ فى منامى ، وقال لى : اكتب الحمد لله الذي يقرّ فى الارحام ما يشاء بقدرته ويصوّر فيها ما يريد بحكمته فانتبهتُ وابتدأتُ به وانشأتُ الكتاب عليه ،

(۵۱۳) كمال الدين ابو نصر محمّد بن صد مرد بن ابى بكر النهاوندىّ الصوفيّ

وكان النهاوندىّ ايضاً قد صحب جماعة من الصوفية ، حكى انه عثر على دفين بقهندز[4] زمرو فوجد فيه ستين كبيرتين فى كل واحدة منها وزن منوين ، فحملتا الى عبد الله[5]

[1] هو ابن اخى كمال الدين احمد بن ينال المقدم ذكره ، [2] راجع لاخبار سعيد بن حميد الى الاغانى (ج ۱۷ ص ۲-۸) والوفيات ج ۱ ص ۳۲۵ [3] (۲۵۶-۲۷۹هـ) [4] قهندز اسم لكل قلعة [5] المتوفى سنة ۱۸۱هـ

ابن المبارك، فتعجب منها وقال :-

اتیت بسنّین قد رمّتا | من الحصن لما اثاروا الدفینا
علی وزن منّین احدهما | یقلّ بها المرء شیئًا رزینا
ثلاثون اخری علی وزنها | تبارکت یا احسن الخالقینا

(۵۱۴) کمال الدین ابوغالب محمّد بن طاھر بن عیسی الفارسیّ الکاتب

من کلامه فی تقلید : وأمره بمحاضرة العلمآء، ومجالسة الصلحاء، ومجاورة المتدیّنین، ومشاورة العارفین المتعبّدین، واقتباس انوار البرکة من انفاسهم، والاخذ بما ندب الله من اکرامهم وایناسهم، فان منافثتهم عائدةٌ بالبرکة ومحادثتهم مسفرة عن صباح الخیرة المشترکة،

(۵۱۵) کمال الدین ابوسالم محمّد بن ابی الثمر طلحة ابن محمّد بن الحسن العدویّ العمریّ النصیبیّ[1]، الوزیر القاضی الخطیب المُنشیٔ

قیل : انه محمّد بن محمّد بن طلحة، کان عارفًا بفنونٍ کثیرةٍ من المذهب والاصول والفرائض والخلاف والتفسیر والنحو واللغة والترسّل ونظم الشعر، ذکره ابن الشعار فی کتابه، وذکر انه سافر الی خراسان وسمع رضی الدین المؤیّد[2] بن

---

[1] نسبة الی نصیبین بلدة معروفة بالجزیرة ، [2] هو ابوالحسن المؤیّد ابن محمّد بن علی الطوسی المقرئ مسند خراسان (۵۲۴ - ۶۱۷ھ) ترجم له ابن العماد فی الشذرات (ج ۵ ص ۸۰) والجزری فی غایة النهایه (ج ۲ ص ۳۲۵)،

علی الطوسی واتصل بالملک[1] الاشرف وفوض الیه اموره وانفذه رسولا[2] الی الملوک وتوجه الی حلب سنة اثنتین و اربعین وخاطبه[3] بالوزارة، وله تصانیف وهو صاحب الدائرة التی ذکر فیها مدة العالم ثم تزهد وخرج من جمیع ما کان فیه من الوزارة، وتوفی فی رجب سنة اثنتین و خمسین وستمائة ودفن بمقابر[4] ابراهیم الخلیل علیه السلام

(٥١٦) کمال الدین ابو نصر محمد بن طلحة بن یوسف الدمیاطی الصوفی

حکی عن ابی معاذ بشار[5] بن برد انه تنفس الصعداء وقال: انی لست أتلهف علی ما یفوتنی من رؤیة هذا العالم الا علی شیئین: الانسان والسماء؛ قیل: ولم؟ قال: لان الله عز اسمه یقول: لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم[6]؛ وقال تعالی ذکره: ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح؛[7] فلا شیئ احسن مما خلق فی احسن تقویم ومما ذکر انه زینه؛

---

[1] هو الملک الاشرف موسی بن یوسف اخر ملوک الدولة الایوبیة بمصر والشام (٦٤٨-٦٥٩ھ)، ر: تاریخ دول الاسلام (٢: ٢٥٥) [2] وکان ذلک سنة ٦٤٨ھ کما فی الشذرات [3] مقابر ابراهیم بالحرون قرب القدس وهذا یستبعد مع اتفاقهم علی ان وفاته کانت بحلب والله اعلم [4] راجع لترجمة بشار الی تاریخ الاداب العربیة لبروکلمن ج ١ ص ٧٣، والاغانی ج ٣ (ص ١٩-٧٣) وترجم له المصنف ایضاً ترجمة مختصرة ذیل لقبه: لسان العرب، [5] القرآن الکریم سورة التین (٩٥) الآیة ٤ [6] القرآن الکریم سورة الملک (٦٧) الآیة ٥،

(۵۱۷) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن عبّاد بن النّجيب اللُّبْنَانِيّ الاُصفهَانِيّ الكاتب

من كلامه: الحمدُ لله على ما اَوْلَتْ الايّام، وشملت به الخاصّ والعام، بدوام دولته فعاد به عود الملك مُورِقًا، ورجع برأفته روض العلم مؤنقا، وأفاض بمواهبه سحُّ سحائبُ النعم مُغدِقا، فأيّد الله بخلود دولته الدين الحنيف، ودَعَم بمراحمه دعائم الاسلام الشريف،

(۵۱۸) كمال الدين ابو الفضل محمّد بن العبّاس نزيل بغداد الدّباهِيّ التاجرُ

هو[۲] محمّد بن ابى نصر الفضل بن العبّاس، قدم علينا مراغة سنة خمس وستين وستّمائة وكان شابًّا فاضلا، روى لنا عن خاله الشيخ جمال الدين بن يحيى الصرصرى الفقيه شاعر رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، وشعر غيره وكان قد تأدّب، وكانت بيني وبينه صحبة اكّدها المولى الاديب العالم جمال الدين ابو الفرج يوسف بن الحسين الكرخيّ اجتمعنا به بالرَّصَد سنة سبعين وستّمائة، واجتمع بمولانا وسيّدنا نصير الدين واهدى له منديلًا مصريًّا، ثمّ لمّا دخلت تبريز سنة اربع وسبعين حصل لى به الاجتماع ايضًا، وتوجّه مع احمد الحانى الى بلاد الخطا وانقطع خبره، كتبت عنه،

---

[۱] دباها قرية من نواحى نهر الملك من اعمال بغداد وهى من اوقاف المارستان العضدى،

[۲] كذا كتبه المصنّف تحت اسمه فى سطر مستقلّ ولم نتعرّض لتصحيح الكتبه اوّلاً فتركناه على غرّه

(٥١٩) كمال الدين ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن بركات بن ابراهيم القرشي الخشوعي الدمشقي الكاتب المحدث {43 b / 44 a}

من كلامه: اعاد الله على شريف دولته بركة هذا الشهر الميمون وروده، واليوم المنيرة ببلوغ اماله ساعاته و سعوده، وان يهدي الى مقدس حضرته تحف تحياته ويبلغه غاية امانيه ومنتهى اراداته:-

فهو الذي غمر البرية بالندى ... واسامها روض الغنى افضاله

حاز الثناء من الانام معظم ... كل الخلال لصالحات خلاله

(٥٢٠) كمال الدين ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن عمر بن سعدي البوازيجي الاديب الكاتب

ذكره شيخنا بهاء الدين ابو الحسن علي بن عيسى بن عيسى بن ابي الفتح الاربلي في كتاب التذكرة الفخرية واثنى عليه وانشد له:-

ان الخضاب لحيلة ... في رد ايام الشباب

ويغض من طرف العدو ... ويستبي قلب الكعاب

قال وانشدني كمال الدين لنفسه

لما رأيت الشيب نازل لمتي ... اعددت عندي للبقاء خضابا

وعلمت ان الشيب موت قادم ... فجعلته دون المشيب حجابا

(٥٢١) كمال الدين ابو الفضل محمد بن عبد الله بن ابي المظفر القاسم الشهرزوري القاضي

له لم نظفر بما يوضح النسبة بعد

ذكره الحافظ ابو القاسم علي بن عساكر في تاريخ دمشق[١] وقال: اصلهم من بني شيبان ويعرفون ببني الخراساني، سمع من جدّه لامّه ابي الحسن علي بن احمد بن طوق، والشريف ابي طالب[٢] الزينبي، وتفقّه ببغداد على اسعد الميهني، وكان يتردّد الى بغداد وخراسان رسولاً من نور الدين محمود ابن زنكي، وتولّى القضاء بالموصل، وبنى بها مدرسة، وبنى رباطاً بمدينة الرّسول صلّى الله عليه وسلّم، وله شعر كثير، وتوفّي في المحرّم سنة اثنتين وسبعين وخمسمائة بدمشق،

(٥٢٢) كمال الدين ابو بكر محمّد بن جمال الدين عبد الله بن محمّد يعرف بابن المريمي البغدادي المعدّل المقرئ الخطيب،

من بيت العلم والفضل والقراءة والعدالة والخطابة، قد تقدّم ذكر والده شيخنا جمال الدين ورتّب كمال الدين شيخاً بدار القرآن بالمدرسة المستنصريّة، ورتّب خطيباً بجامع فخر الدولة بقصر عيسى، ويورد الخطب من انشائه في المعاني الواردة وله خطب مرتّبة واشعار مهذّبة

---

[١] لم يطبع بعد من الكتاب ما يهمّنا في هذا المقام، [٢] هو نور الهدى الحسين بن محمّد بن علي الزينبي المتوفّى سنة ٥١٢ هـ، راجع الانساب والشذرات (٤: ٣٤)،

والأخلاق جميلة وهمّة جليلة، وبكّر به والده فى سماع الأحاديث النبويّة فسمع من مشايخ بغداد عدّة سنين، وانتسجت بيني وبينه مودّة مؤكّدة، وكان قد شهد عند قاضى القضاة عزّ الدين احمد بن الزنجانى فى سنة تسع وثمانين وستّمائة، وترك الشهادة ترفّعاً منه، وترك العدالة ترفّعاً، ومولده فى رجب سنة سبع وستّين وستّمائة، وكان قد اشار علىّ بأن [اجتمع[1]] بجمال الدين ابن العاقولى[2] فلم اسمع وكان ذالك منه عن صدق نيّة وصفاء طويّة فلما اقبل وحُرمت رزقى مدّة سنتين فكنت كما قال :- اوسعتهم شتما وراحوا بالابل ،

٥٢٣) كمال الدين ابو عبد الله ابو محمّد بن عماد الدين عبد الحميد بن محمّد بن علىّ بن محمّد بن ابى معاذ نزيل تبريز القزوينيّ القاضي

من بيت العلم والحكم والقضاء والرئاسة، وكان كمال الدين ابو محمّد اكبر اخوته واعقلهم، وولى قضاء مراغة، وكان مدرّساً بالمدرسة الاتابكيّة، ولذلك كان يلقّب بالمدرّس وكان قد بلغ الغاية من الحرمة والحشمة عند السلاطين الاتابكيّة، وكان اذا دخل الى السلطان جلال الدين خوارزمشاه

---

[1] انقطع بعض الكلمة فى التجليد وتكميلها قياسيّ،

[2] لعلّه جمال الدين عبد الله بن محمّد بن على ابن العاقولى الشافعىّ مدرّس المستنصريّة توفّى سنة ٧٢٨، م، ر: تاريخ العراق والمصادر التى ذكرها ،

اکرمه غایة الاکرام واجلسه معه علی سریره، وانتقل باٰخره الی اربل، وتوفی بها سنة ثمان وعشرین وستمائة، ذکره شیخنا القاضی کمال الدین احمد بن العزیز قاضی سراو فی مشیخته،

کمال الدین [کذا ناقصا]،

(٥٢٤) کمال الدین ابو عبد الله محمد بن عبد السلام ابن محمد المصری الکاتب

کتب الی بعض الرؤساء :-

قدمت فاهتزت الاکوان من طرب ... یامالك الرق وانهلت بك الدیم
قدمت للدین والدنیا سلیل علی ... یحمی بك الملك والعلیاء والکرم
ولابرحت علی رغم العداة کذا ... وتحت اقدامك الاعناق والقمم

(٥٢٥) کمال الدین ابو عبد الله محمد بن عبد المجید ابن محمد القزوینی الصوفی

کان من کبار مشایخ الصوفیة العارفین باحوال القوم وکلامهم وکان کثیرا ما یتمثل بهذین البیتین دائماً :-

ان تعف عن عبدك المسیئ ففی ... عفوك ماوی للعفو والمنن
اتیت ما استحق من خطأ ... فجد بما تستحق من حسن

(٥٢٦) کمال الدین ابو عبد الله محمد بن عبد الواحد ابن ابی بکر ابن الحموی الدمشقی الفقیه

سمع صحیح الامام ابی عبد الله محمد بن اسماعیل البخاری وجزء ابی الجهم[1]

---

[1] هو العلاء بن موسی بن عطیة الباهلی، ر: کشف الظنون ج ١ ص ٣٩٢،

علی ابن الزبیدی[1]، وکتب لنا الاجازة بخطه فی منتصف صفر سنة ثلاث وثمانین وستمائة،

۵۲۷) کمال الدین ابوبکر محمد بن عبدالوهاب بن ابی بکر ابن المویمی البغدادی المقرئی الخطیب

هو جد الشیخ کمال الدین[2] الذی قدمنا ذکره، وکان هذا کمال الدین خطیباً عالماً سمع الحدیث ورواه، وکان عارفاً بالادب والقراءات، وله سماع علی مشایخ وقته، وکتب الکثیر بخطه،

۵۲۸) کمال الدین ابونصر محمد بن عبیدالله ابن احمد العُرضی[3] الادیب

انشد :-

انی البان ان بان الخلیط مخبّرٌ	عسی اِمّا انطوی من عهد لمیا وینشرُ
عسی حرکات فی اعتدال سکونها	احادیث یرویها النسیم المعطّرُ
یودّ ظلام اللیل وهو ممسّکٌ	لذ اذتها والصبح وهو مزعفرُ
احادیث لو انّ النجوم تمتّعت	باسرارها لم تدر کیف تغوّرُ

۵۲۹) کمال الدین ابوالمظفر محمد بن عبیدالله ابن محمد بن الحسین یعرف بابن النیار الاسدی البغدادی الناصری الکاتب المحدث

---

[1] الحسین بن المبارک الحنبلی المتوفی سنة ۶۳۱ھ، [2] محمد بن عبدالله ابن محمد. [3] العُرض ناحیة بدمشق،

من البيت[1] المعروف بالرئاسة، والعلم والتقدّم و
الفضل والرواية، والفهم والدراية، وكان كمال الدين
جميل الاخلاق ظاهر البشر متودّداً، حسن السّمت،
رأيته، واجتمعت بخدمته وشرّفني بحضوره في منزلي
وكتبت عنه واجازلي جميع مسموعاته ومروياته، قرأت
بخطّ شيخنا عزّ الدين عمر بن دهجان البصريّ قال:
سمع من عمّه العدل عزّ الدين ابي المكارم الحسين
ومن مهذّب الدين ابي القاسم عبيد الله بن مكّي بن
ابي السعادات اليعقوبيّ بقراءتي عليهما في رجب سنة
احدى وخمسين وستّمائة، وتوفي[2] . . . .

(٥٣٠) كمال الدين محمّد بن عثمان بن ابي غالب الجزريّ الاديب

كان كاتباً سديداً كتب الكثير بخطّه، وكان من تلامذة الوزير
شرف الدين ابي البركات المستوفي، وله شعر حسن ذكرته في كتاب
نظم الدرر الناصعة،

(٥٣١) كمال الدّين محمّد بن عليّ بن الحسين بن عليّ بن هبة الله البغداديّ يعرف بابن الدواميّ،

من بيت[3] الحجابة والتقدّم والرئاسة، رأيته عند شيخنا فخر الدين عليّ

---

[1] وقد اطّلعنا من البيت على اسماء صدر الدين علي بن الحسين ابن النيار، واخيه عزّ الدّين الحسين ابن النيّار وابن اخيه شرف الدين عبد الله ابن النيار، ر: الحوادث الجامعة ص ٣٢٨ و ٣٣٦، وفخر الدين عبد العزيز ابن النيار ر: تاريخ العراق ج ١ ص ٣٠٨، [2] بياض بالاصل، [3] ومن هذا البيت تاج الدين علي ابن الدوامي حاجب الباب المتوفى سنة ٦٥٦ هـ وابنه مجد الدين حسين ابن الدوامي المتوفى سنة ٦٨٣، ر: تاريخ العراق ج ١ ص ٢١٦ و ٣٣٣،

ابن البوقی وكأنّه سمع منه وسمع معنا عليه بقراءة تقی الدين علی
ابن داؤد الأسدی،

(٥٣٢) كمال الدين ابو البركات محمّد بن علیّ بن محمّد الانصاریّ الكاتب

كان أديبًا كاتبًا قرأت بخطّه فی وصف يوم بارد:-

يومٌ تودّ الشمس من بردہ   لو جرّت النار الی قرصها

وانشد :-[1]

دع الملامة فيه ايها اللاحی   فما اطيع عليه قول نصّاحی

شدّوا علیّ فسدّوا ابواب مصلحتی   وظنّهم انّهم جاءوا باصلاحی

ولذّة السكر لا يحظی بلذّتها   الا خليع تحاشی حشمة الصاحی

(٥٣٣) كمال الدين ابو الكرم محمّد بن علیّ بن مهاجر الموصلیّ الصدر الرئيس

كان رئيسًا جليل القدر نبيه الذكر، كان مرشّحًا للوزارة، وله اخلاق حسنة، وله وقوف علی دار الحديث بالموصل، قال تاج الدين ابن الساعی فی تاريخه: وفی شهر رمضان سنة سبع وعشرين وستّمائة وصل كمال الدين ابو الكرم رسولًا من الملك[2] الاشرف، و تلقّاه موكب الديوان، وكان السبب فی ذلك ان جلال الدين بن خوارزمشاه لمّا استولی[3] علی خلاط وبها فخر الدين عبّاس بن العادل انفذه الی بغداد، وانعم المستنصر بالله فی حقّه، ولمّا وصل كمال الدين خلع عليه وسلّمه اليه،

---

[1] الشعر لكمال الدين عبد الرحمن بن صالح بن عمّار بن مرهب اللّه نيسری[؟] كما ذكره المصنّف فی ترجمته (راجع ص ١٩٢)،

[2] هو موسی بن العادل (٥٧٨ - ٦٣٥ھ) ؛ وفيات ج ٢ ص ١٨١ بما بعدها، [3] وكان استيلاءه عليها سنة ٦٢٠ بعد استمرار حصاره من ٦٢٦ھ كما فی تاريخ ابی الفداء،

(٥٣٤) **کمال الدین** ابو عبد الله محمّد بن علیّ بن یحیی بن سعد الله الزُبُلَع، البغدادیّ الصوفیّ المحدّث

کان من اهل الخیر والصلاح وکان من اصحاب جدّی لامّی عفیف الدین ابی القاسم ابن الظّهیری، وکتب له اجازة مع خالی زکیّ الدین احمد کتب له فیها جماعةٌ من الشیوخ منهم الحُسَینٌ بن المبارک ابن الزبیدیّ واخوه الحسن وقاضی القضاة ابو صالح نصر بن[2] عبد الرزّاق وغیرهم وتوفّی فی شوال سنة ستّ وسبعین وستّمائة ودفن بمقابر الشهداء من باب حَرب فی جوار الشیخ عثمان القصریّ رحمه الله،

(٥٣٥) **کمال الدین** ابوبکر محمّد بن علیّ بن یحیی الابهریّ الفقیه

کان فقیهًا متودّدًا روی بسنده قال قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: یا ابن آدم ارضَ من الدنیا بالقوت فان القوت لمن یموت کثیر

(٥٣٦) **کمال الدین** ابو الفضل محمّد[3] بن علیّ بن ابی طاهر یحیی المعروف بالخازن الرازیّ الوزیر،

---

[1] مرّ ذکره فی ترجمة کمال الدین محمد بن عبد الواحد،

[2] هو عماد الدین الجیلیّ ثم البغدادیّ الحنبلیّ حفید الشیخ عبد القادر الجیلیّ رح توفّی سنة ٦٣٣، ر: شذرات الذهب ج ٥ ص ١٦١ بما بعدها، [3] کتب علیه فی الاصل: یقدّم، ولم نجد لتقدیمه وجهًا،

ذكره العماد الكاتب فی کتاب الوزراء وقال[1]: استوزره السلطان مسعود بن محمد بن ملكشاه سنة ثلاث وثلثين وخمسمائة بعد عماد الدين الدركزيني، فانتظمت به امور الملك وجرى على احسن قاعدة وقرر مع السلطان ان ينوى لقوا سنقر الشرّ، وبذل بقرا سنقر فی وزيره عز الملك ابی العز البروجردی خمسمائة الف دينار، فلم يلتفت اليه، فقرر معه[2] استيلاء بوزابه بفارس فاستوحش قرا سنقر، و طلب كمال الدين من السلطان وانه متى لم يسلمه اليه اقام سلطانا غيره فاضطر الى تسليمه، فسلمه الى الحاجب تنز، فضرب عنقه، وذلك فی شوال سنة[3] اربع وثلثين وخمسمائة،

(٥٣٤) كمال الدين ابو عبد الله محمد بن علی بن عبد الله الانصاری الخزرجی المعدل

سمع كتاب[4] شرح الشهاب على شرف الدين محمد بن احمد بن يعلى الغزال الهاشمی بثغر الاسكندرية فی شهر رمضان سنة احدى وعشرين وستمائة،

---

[1] ذكره قوام الدين البنداری فی مختصره (تاريخ دولة آل سلجوق) ص ١٦٩ بما بعدها وادّى كل ما ذكره المصنف بعبارة مسجعة وتفصيل زائد، [2] ولفظ البنداری: فلما ايس منه اخاف السلطان من عواقبه وقال له: لا يجمع فی غمد سيفان ولا يظهر لك مع تسلطه قوة السلطان وقرر معه استدعاء بوزابه من فارس ليفرسه به،

[3] وقال البنداری: سنة ٥٣٣، [4] هو روضة افهام اولی الالباب تقدم ذكره فی ترجمة كمال الدين عبد العظيم بن عوض بن تمام،

(٥٣٨) **كمال الدين** ابو سعد **محمّد** بن عمر بن اسعد ابن عمر العبّاسيّ البخاريّ الكاتب

هو والد حسام الدين حسن بن محمّد، كتب في وصف بعض البلغاء :-

وإن حوى بنانه براعة　　ازرى على عبد الحميد كاتبا

امّا رتبته في الكتابة وانواعها وتحقيق اصولها وجودة ابداعها فقد اختفى ابنَ هلال في سوادها لما اطّلع كمالُ اقمارها فهو في هذه الحال اولى ببيتي [؟ ببيت] ابي الطيّب اذ قال[١] :-

في خطّه من كلّ قلب شهوة　　حتّى كأنّ مدادهُ الاهواءُ

(٥٣٩) **كمال الدين** ابو بكر **محمّد** بن عُمَر بن عبد العزيز الكازرونيّ الصوفيّ

كتب الى بعض الاكابر وقد حجبه :-

على الباب عبدٌ من عبيدك صادق　　بجد ولك معروف بنعماك مُعترف

ايدخل او لا قيل لازلت مُقبلاً　　مدى الدهر ام مثل الحوادث ينصرف

فامر بادخاله واحسن اليه،

(٥٤٠) **كمال الدين** ابو الفضل **محمّد** بن عُمَر بن عليّ بن خليفة الحَرْبيّ المحدّث العطّار

ذكره ابن الدُّبَيثيّ في تاريخه وقال : سمع ابا المظفّر هبة الله

---

[١] : ديوان المتنبي (بشرح البرقوقي) ج ١ ص ١٤،

ابن[1] احمد بن الشبلیّ وغیرہ، کتبنا عنه، ونعم الشیخ کان توفّی فی جمادی الاٰخرۃ سنة ثلاث وعشرین وستّمائة،

(٥٤١) كمال الدين محمّد بن عمر بن المظفّر المروزيّ

ثم الاٰملی، من شیوخ شیخنا صدر الدین ابراهیم ابن شیخ الشیوخ سعد الدین محمد بن المؤید الحمّویهی الجوینی

(٥٤٢) كمال الدين ابو الفتح محمّد بن عیسی بن برکة

الجصّاص البغدادیّ الصوفی

سمع ابا القاسم یحیی بن[2] ثابت بن بندار وطبقته، وكان شیخاً صالحاً، وسافر عن بغداد، وتوفّی براس العین فی جمادی الاولی سنة احدی عشرۃ وستّمائة،

(٥٤٣) كمال الدين ابو الفضل محمّد بن ابی الفضائل

النخجوانیّ الطبیب الصوفی

كان حكیماً فاضلاً له معرفةٌ بالتدبیر والعلاج والتقریر قدم اَبْهر الی خدمة مولنا قطب الدین الاٰهریّ لیشتغل علیه ولبس الخرقة من خدمته واقام بزاویته واجتمعت بخدمته سنة ثمان وخمسین وستّمائة و كان قد رأی لی مناماً وانا یومئذٍ صغیر السنّ اسیر و بشّرنی بالخلاص وان یرتفع قدری فحصل لی ببرکته

---

[1] توفّی سنة ٥٥٧ھ: شذرات ج ۴ ص ١٨١، [2] هو ابو القاسم البغدادیّ البقال توفّی فی ربیع الاوّل سنة ٥٥٦ھ، : الشذرات ج ۴ ص ٢١٨،

ما اراه لی والحمد للہ علی افضالہ ،

(٥٥٤) **کمال الدین** ابو منصور[1] محمد بن الفضل بن احمد ابن محمد ، الصاعدی الفراوی[2] ، المحدث

من بیت العلم والحدیث والادب والیه کانت الرحلة من الآفاق لسماع صحیح مسلم فانه سمعه علی الشیخ الزکی عبد[3] الغافر بن محمد بن عبد الغافر بن احمد بن محمد بن سعید الفارسی سنة ثمان[4] واربعین واربعمائة بسماعه علی ابی احمد محمد[5] بن عیسی بن عمرویه ابن منصور الجلودی سنة خمس وستین وثلثمائة قال سمعت ابا[6] اسحق ابراهیم بن محمد بن سفیان یقول سمعت مسلم بن الحجاج یقول : سمع منه جماعة [منهم[7]] ابو سعد[9] بن عبد الله بن عمر بن احمد بن منصور الصفار النیسابوری وابو اسحق[10] المؤید بن محمد بن علی الطوسی فی جماعة[11]

---

[1] الوفیات : ابو عبد الله ، [2] نسبة الی فراوه ویقال لها رباط فراوه بلیدة مما یلی خوارزم بناها عبد الله بن طاهر امیر خراسان فی خلافة المأمون ، م : الوفیات ج ۱ ص ۶۱۷ ، [3] ترجم له ابن العماد فی الشذرات ج ۳ ص ۲۷۷ بما بعدها وقال ابن خلکان فی ترجمة الفراوی انه سمع من عبد الغافر الفارسی المقدم ذکره ، ویقتضی ظاهر کلامه ان یکون قد ترجم له قبله مع انه لم یترجم الا لحفیده عبد الغافر بن اسماعیل بن عبد الغافر المتوفی سنة ۵۲۹ ھ فلیتنبه [4] وهی سنة وفاة ابی الحسین [5] المتوفی سنة ۳۶۸ ھ ، م : الشذرات ج ۳ ص ۶۷ ، [6] المتوفی سنة ۳۰۸ ، الشذرات ج ۲ ص ۲۵۲ ، [7] المتوفی سنة ۲۶۱ ھ [8] من زیاداتنا ، [9] المتوفی سنة ۶۰۰ ھ ، [10] توفی سنة ۶۱۷ ھ ذکره صاحب الوفیات ج ۲ ص ۱۸۸ ،

٥٤٥) كمال الدين ابو المعالي محمّد بن الفضل بن عبد الغنيّ السُهرَوَرْدِيّ

قرأتُ بخطّه في تأخّر الكتب :—

لا تلُمني على تأخّر كتبي ... وُدّنا في الصدور لا في السطور

فإلى مَن أبثّ في الكتب الشو ... ق إذا كنت حاضراً في ضميري

[43 b / 46 a] ٥٤٦) كمال الملك ابو المحاسن محمّد بن ابي الرّضا فضل الله بن محمّد القاينيّ الامير

ذكره العماد الكاتب في كتابه وقال: كان من اكابر الدولة المَلِكشاهيّة، قد اختصّه جلال الدولة واختاره لندامته واصطفاه لمجلس انسه وبلغ به التقريب الى غاية لم يبلغها انيس، ولم يصل اليه جليس، ولم يكن السلطان عنه صبر، وكان صهر الوزير نظام الملك على ابنته فزاد ذلك في منزلته وكان بينه وبين عميد الدولة بن بهمنيار وزير فارس اتّحاد ومودّة اكّدتهما عداوتهما نظام الملك، وكان عاقبة امرهما نكبة اتت على حاليهما، واعتُقلا وسُمِلا وسقطت منزلة والده ابي الرضا لسقوط منزلة ولده، وخدم خزانة السلطان بثلثمائة الف دينار، وزادت عظمة نظام الملك وجلالة قدره،

---

١ تقدّم ذكر ابيه كمال الملك ابي الرضا فضل الله بن محمّد الطغرائي.

٢ قاين بلدة قهستان، لسترنج ص ٢٥٢، ٣ راجع تاريخ دولة آل سلجوق ص ٥٦ و ٥٧،

(٥٤٧) كمال الدين ابو يحيى محمّد بن فلاح بن الريشى المكّى الفقيه

كتب الى بعض الرؤساء من رسالة : انّ زمام الامل وحرمة الرّجاء الذين هما اجلّ وسيلةٍ واوكد فضيلةٍ ، كلّ حُرمة تابعٌ لهما ومُطرحة معهما ، لانّه مَن راعى الكرم وحرس النعم ـ مثل مراعاة مولنا ـ سكنت الامال اليه ، و انبسطت الاحوال به ، ولاعدمتُ من سيدى برًّا وانعامًا [و] رفعة واحسانًا ،

(٥٤٨) كمال الدين ابو نصر محمّد بن فخر الدين ابى سعد المبارك بن يحيى المخرمىّ المحدّث، شيخ رباط المستجدّ

من بيت العدالة والعلم والرئاسة والتقدّم والمعرفة قد تقدّم ذكر والده صاحب الديوان فخر الدّين[٣] ابى سعد ، وكان شيخنا ابو نصر من محاسن الشيوخ ، سمعنا عليه كتاب عوارف المعارف بسماعه من مصنّفه شيخ الشيوخ شهاب الدين عُمر بن محمّد السُّهرَوَردى بقراءة مُحيى الدّين محمّد بن يحيى بن المحيّا العبّاسىّ فى جماعة ، وقد كتب الاجازة لى ولاولادى سنة ثمان وسبعين ، و لما قدمتُ العراق كان شيخنا بالرباط المستجدّ وسمعت عليه

---

[١] كتب عليه فى الاصل : تبع ، [٢] من زياداتنا ، [٣] كناه صاحب تاريخ العراق اباسعيد وكان صدر دجيل ثم نقل الى مشيخة رباط الحريم وتوفّى سنة ٦٦٢ هجرية ، راجع تاريخ العراق ج ١ ص ٢٥٩ بما بعدها ،

بقراءة شيخنا غياث الدين ابي المظفر بن طاؤس جزء البانياسي[1]،

(٥٤٩) كمال الدين ابو بكر محمّد بن ابي المجد بن ابي الفضائل بن عبد الحميد القزويني الفقيه

من البيت المعروف بالفقه والقضاء وقد ذكرت منهم جماعة على ما اقتضى ترتيب هذا الكتاب والله الموفق للصواب.

(٥٥٠) كمال الدين ابو طالب محمّد بن عزّ الدين محفوظ ابن معتوق يعرف بابن البزوري البغدادي الواعظ

قدم مع اخيه نجم الدين مدينة السلام لمّا توفي والده[2] شيخنا عزّ الدين بدمشق، وهو شابّ كيّس اشتغل بالوعظ وقراءة الاحاديث النبويّة وسكن الرّباط الذي كان اخوه اسنجدّه كابد زيب بهروز وتردّد اليه الاصحاب وله سمت حسن،

(٥٥١) كمال الدين محمّد بن محمّد بن احمد الرازيّ

كان من الفقهاء العلماء، قرأت بخطّه :-

المال[3] يأتي كلّ ذي خفض ويأبى كلّ أبي
كالماء ينزل في الوهاد وليس يصعد في الرّوابي

---

[1] هو ابو عبد الله مالك بن احمد بن علي بن ابراهيم الفراء توفّي محترقاً في الحريق العظيم الذي وقع ببغداد سنة ٤٨٥هـ عن سبع وثمانين سنة، راجع كشف الظنون ج١ ص٣٩٢، الانساب ورق ٦٣ ب، الشذرات ج٣ ص٣٧٦، [2] وكانت وفاته سنة ٦٩٤هـ : الشذرات ج٥ ص٤٢٧، [3] ا: الماء،

اورینٹل کالج میگزین

حصّہ اوّل

ایڈیٹر

محمد شفیع
(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

فہرستِ مضامین

جلد ۱۶ - عدد ۳ | بابت ماہِ مئی ۱۹۴۰ء | عدد مسلسل ۶۱

نوٹ :- ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ الیشر داس پرنٹر طبع ہوا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا

اورنٹیل کالج میگزین

عرض واجب

اغراض و مقاصد اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے کہ احیا و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تا حدِ امکان تقویت دی جائے اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے۔ جو سنسکرت، عربی، فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ❖

کس قسم کے مضامین شایع کرنا مقصود ہے کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شایع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش اور تحقیق کا نتیجہ ہوں غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شایع کئے جاینگے

رسالے کے دو حصے یہ رسالہ دو حصوں میں شایع ہوتا ہے حصۂ اول عربی، فارسی، پنجابی (بحروف فارسی) حصہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی)، ہر ایک حصّہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ❖

وقت اشاعت و یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شایع ہوگا

قیمتِ اشتراک سالانہ چندہ حصّہ اردو کے لئے عہ اورنٹیل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا کسی سہ ماہی رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شایع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدّت فروری و مئی و ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ❖

خط و کتابت و ترسیل زر خریدِ رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیلِ زر صاحب پرنسپل اورنٹیل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہیئیں ❖

محلِ فروخت یہ رسالہ اورنٹیل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ❖

قلمِ تحریر حصہ اُردو کی ادارت کے فرائض پرنسپل محمد شفیع ایم۔ اے، اورنٹیل کالج سے متعلق ہیں اور یہ حصّہ ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعانت سے مرتب ہوتا ہے ❖

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اسلئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شایع ہوتا ہے ❖

محکمۂ آثارِ قدیمہ ہند کی کارکردگی

اور اسلامی باقیات

از نقش و نگارِ در و دیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم را

اس حقیقت نفس الامری سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ انسان فطری طور پر اپنی پرانی کہانی کو یاد رکھنے پر مجبور ہے۔ وہ اپنے گذشتہ حالات و واقعات پر فخر کرتا ہے۔ اور اپنی داستان کے مختلف ابواب کو سن کر خوش ہوتا ہے۔ اس فطری جذبہ کی تسکین تاریخ سے ہوتی ہے۔ جس کو محفوظ اور قلمبند کرنے میں نسلِ انسانی نے اکثر شغف و انہماک کا ثبوت دیا ہے ؛

تاریخ نویسی کا قدیم دستور یہ تھا۔ کہ مؤرخ جتنے اوسع مستند منقولات و روایات پر اپنی تاریخ کا دار و مدار رکھتے تھے۔ لیکن انیسویں صدی عیسوی میں یورپ میں ایک جدید علمی تحریک پیدا ہوئی جس نے اکثر علوم کے قدیم اصول میں تغیر پیدا کیا۔ اور تاریخ نویسی کو محض روایت و درایت تک محدود نہ خیال کرتے ہوئے اس کے ذرائع و وسائل کو بہت وسیع کر دیا۔ ان جدید مآخذ تاریخی میں آثارِ قدیمہ پرانے سکے اور نوادر عتیقہ بھی شامل ہیں۔ جن کا مطالعہ کسی دَور کی تاریخ اور تمدّن کے صحیح فہم و ادراک کے لئے ازبس ضروری خیال کیا جاتا ہے ؛

ایک یورپین مصنف پاٹری نے آثارِ قدیمہ کے متعلق لکھا ہے کہ " اس

W. M. F. Patre, Methods and Aims of Archaeology, preface, viii.

سائنس' کے ذریعے تاریخ جس کی ایک شاخ ہے۔ ہم انسانی فطرت کا پتہ چلا سکتے ہیں اور یہ جان سکتے ہیں۔ کہ ہر زمانہ اور ہر صدی میں انسان کس حالت میں تھا؟ اس کی استعداد کیا تھی؟ اور بالآخر یہ کہ وہ اپنی زندگی کی تکمیل میں کہاں تک کامیاب ہؤا اور کہاں تک ناکام؟"

یک بیک خیال کچھ لمحوں کے لئے لاہور سے دُور مغلوں کی قدیم راجدھانی میں پہنچتا ہے۔ جہاں حسن و عشق کی مرمریں داستان اہلِ دل اور اہلِ ذوق کی دلربائی اور دلکشی کے لئے زندہ جاوید کھڑی ہے۔ یہ روضہ تاج محل ہے۔ جو شعر و جذبات کی رنگین یادگار ہے۔ اس میں اُستادانِ نادرہ کار اور مہندسانِ غرائب نگار نے عجیب صنعت کا استعمال کیا ہے۔ یہ فنّ کی ایک حیرت افزا بہشت ہے۔ لیکن فنّ سے کہیں زیادہ ایک دَور کی تہذیب و اخلاق کی آئینہ دار ہے۔ تاج محل اور اس طرح کی ہزاروں یادگاریں عہدِ گزشتہ کی تاریخ کے زندہ مرقّعے پیش کرتی ہیں۔ جو الفاظ و حروف کے نقوش سے کہیں زیادہ انسانی زندگی کی حکایت بیان کرتی ہیں ؛

موجودہ مقالہ میں انہی 'فانی غیر فانیوں' کا کچھ حال بیان کرنا ہے۔ جس سے مقصود یہ ہے۔ کہ نوجوانانِ ملک ان آثارِ قدیمہ کے زندہ رکھنے اور ان کی قدر و قیمت کو سمجھنے کی طرف توجّہ کریں۔ جن سے ان کی قدیم معاشرت اور تمدن کے متعلق ناقابلِ تردید ثبوت مہیّا کئے جا سکتے ہیں۔ ہندوستان میں جو محکمۂ آثارِ قدیمہ ایک عرصہ سے قایم ہے۔ اس کی کارکردگی پر غائر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے۔ کہ یہ محکمہ کہاں تک صحیح اصول کا رپر پابند ہے ؛

یوں تو اس سلسلے میں بہت سا مواد بغرضِ مطالعہ مل سکتا ہے۔ لیکن

اس وسیع ذخیرہ سے چند ضروری نتائج کو ان صفحات میں پیش کیا جاتا ہے۔ آج کل محکمہ آثار قدیمہ کے ڈائرکٹر راؤ بہادر ڈکشٹ ہیں۔ جنھوں نے محکمہ کی پچیس سالہ کارکردگی پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ ذیل میں اس میں سے مفید اور ضروری مطالب کا خلاصہ لیا گیا ہے۔ اس کے بعد محکمہ کے اصولِ کار پر جو تنقیدی رپورٹ سر لینو ارڈ وولی نے لکھی ہے۔ اس کے ایک باب کا جامع خلاصہ بدیں غرض یہاں درج کیا جاتا ہے۔ تاکہ محکمہ کے رجحان اور اس کی اصلاح کی کوئی تدبیر ہو سکے ؎

بطورِ تمہید یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ ہندوستان میں آثارِ قدیمہ کے مطالعہ کا ذوق کب اور کیسے پیدا ہوا؟ جہاں تک مختلف ذرائع سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے یہ شاید صحیح ہے کہ ہندوستان میں آثار قدیمہ کی اہمیت کا احساس پچھلی صدی میں پیدا ہوا۔ چنانچہ اس زمانہ کی بعض کتابوں (مثلاً تفریح العمارات، احوال مستقر الخلافہ آثار الصنادید، تاریخ لاہور کنھیالال ہندی، تحقیقات چشتی اور تاریخ لاہور از سیّد عبداللطیف وغیرہ) سے پتہ چلتا ہے۔ ان میں آثار الصنادید سر سیّد نہایت فاضلانہ اور محققانہ تصنیف ہے ؎

درحقیقت اہل ملک کی یہ کوششیں بھی کسی حد تک بعض انگریز اہل علم کے زیر اثر عمل میں آئیں۔ جن کی ابتدا آج سے ایک صدی قبل ہوئی۔ جبکہ پہلے پہل جیمز پرنسپ[۳] نے براہمی رسم الخط کا انکشاف کیا ؎

لیکن یہ ابتدائی کوششیں تھیں۔ اور اس سلسلے میں باقاعدہ کام

---

[۱] *The Progress of Archeaology in India during the past twenty-five years* – R.B. Dikshit (1939) [۲] Wooly. [۳] *The Progress of Archeaology in India during the past twenty-five years* by Rao Bahadur K.N. Dikshit (1939) P-1.

۱۸۶۲ء میں شروع ہوا۔ جب حکومت نے جنرل سر الگزینڈر کننگھم کی سرکردگی میں محکمہ آثارِ قدیمہ کا افتتاح کیا۔ جنھوں نے متواتر بیس سال تک ہندوستان کے آثار و تعمیرات کا مفصل جائزہ لیا۔ بد قسمتی سے ۱۸۸۹ء میں یہ محکمہ تخفیف میں آگیا۔ اور سوائے چند افراد کے، محکمہ کو موت کی نیند سُلا دیا گیا۔

لارڈ کرزن جب وائسرائے اور گورنر جنرل ہندوستان ہوکر آئے - تو انہوں نے ہندوستان کی قدیم تہذیب و تمدّن کی ان یادگاروں کی کس مپرسی سے متاثر ہوکر، نیز ان کی تاریخی اہمیت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے محکمہ آثارِ قدیمہ کو پھر سے قایم کیا۔ اور اس کی بنیاد مالی اور علمی اساس و اصول پر رکھی۔ چنانچہ ۱۹۰۲ء میں سر جان مارشل (جو اس وقت مسٹر مارشل تھے) کو اس محکمہ کا ڈائرکٹر جنرل مقرر کیا۔ جس کے بعد اکتشافی سرگرمیوں میں ایک نئے دَور کا افتتاح ہوتا ہے۔ سر جان مارشل نے پہلے دس سال میں آرکیالوجی کے کام کے امکانات اور ان کی توسیع و ترقی کے اسباب و وسائل کا جائزہ لینے میں صرف کئے۔ اور جنرل کننگھم کے زمانے میں جس حد تک کام ہو چکا تھا۔ اس پر دوبارہ نظر ڈالی اور تمام کارکردگی کو یونان، اٹلی اور دوسرے مغربی ممالک میں استعمال کردہ اصول کے مطابق چلانے کی کوشش کی۔ اس تمام زمانے میں قدیم ہندو عہد کے آثار کو کھودنے میں اور علی الخصوص بدھ تہذیب سے متعلق بعض مقامات کو ٹٹولنے اور ان کو معرضِ عام پر لانے کے لئے بہت جد و جہد ہوئی۔ سر جان مارشل کی اَن تھک کوششوں سے ۱۹۱۲ء میں محکمۂ آثار نے بعض انقلاب انگیز انکشافات کئے۔ اور ۱۹۲۲ء میں موہن جوڈارو اور ہڑپا کے انکشاف سے تاریخ ہندوستان کا ایک فراموش شدہ ورق پھر سے مل گیا۔ اور بقول راؤ بہادر ڈکشٹ آثارِ ہند کی قدامت ہزاروں برس پہلے معین ہو گئی۔ ۱۹۲۵ء سے لے کر

اس وقت تک اگرچہ حکومت ہند کسی حد تک مالی بدحالی کا شکار رہی۔ جس کی وجہ سے بہت سے سرکاری اداروں کی قوتِ عمل اور سرگرمی میں فرق آگیا لیکن آثار کا محکمہ مستعدی کا ثبوت دیتا رہا +

مناسبت مقام کے اعتبار سے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ محکمہ آثار قدیمہ کے اصول اور اس کام کے نمایاں شعبوں کے متعلق چند باتیں اس موقعہ پر آپ کے گوش گذار کر دی جائیں۔ اس محکمہ کا کام مندرجہ ذیل عنوانات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :-

(۱) کھدائی *Excavation*

(۲) تحفظ آثار *Conservation*

(۳) عجائب خانے *Museums*

(۴) علم کتبات *Epigraphical work*

(۵) مسکوکات *Numismatics*

محکمہ آثار قدیمہ نے گذشتہ پچیس سال میں جو کام کیا۔ اس پر راؤ بہادر ڈکشٹ نے ایک جامع تبصرہ کیا ہے۔ کھدائی کے سلسلے میں محکمہ کی زیادہ توجہ ٹیکسلا، پاٹلی پتر، سانچی اور بھیں نگر، نالندہ، میرپور خاص، سارناتھ، موہنجو ڈارو اور ہڑپا کی حفریات کی طرف رہی۔ ۲۶-۱۹۲۵ء میں مسٹر ہارگریوز نے بلوچستان میں نال وغیرہ مقامات کو ٹٹولا۔ جس کام کو بعد میں سر آرل سٹائن نے وسعت دی۔ اسی طرح سندھ، بنگال، بہار، مدراس میں محکمہ نے کسی قدر جانفشانی سے کھدائی اور حفظِ آثار کا کام انجام دیا +

عجائب خانے اس پچیس سال کے عرصے میں، آثار ہند کی حفاظت کے کام کو جو فروغ حاصل ہوا۔ اس کے نتیجے کے طور پر

آثار کے عجائب خانوں کو بھی بہت ترقی ملی۔ محکمہ کی طرف سے دس عجائب خانے قایم ہوئے۔ جن میں سے پانچ گذشتہ دس سال کے عرصے میں قایم ہوئے۔ نئی دہلی کا میوزیم اس لحاظ سے بہت اہم اور قابلِ ذکر ہے کہ اس میں سر آرل سٹائن کے وسطِ ایشیا کے عجائبات محفوظ ہیں۔ ٹیکسلا کا عجائب خانہ ۱۹۲۸ء میں قایم ہوا اور بقول راؤ بہادر ڈکشٹ باعتبار تخطیط (Plan)، اشیائے محفوظہ اور عام انتظام و اہتمام کے، ملک کی بہترین عجائب گاہوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔
ان کے علاوہ اور بھی بہت سے چھوٹے بڑے عجائب خانے قایم ہوئے جن میں سے بعض صوبجاتی ہیں۔ اور بعض مقامی۔ ان میں ہڑپا، موہنجوڈارو اور دیگر مقامات کے عجائبات کا ذخیرہ رکھا گیا ہے۔

عجائب خانوں کے انتظام و اہتمام کے بارے میں جس کے متعلق آگے چل کر پھر کچھ کہا جائے گا۔ سب سے عمدہ تبصرہ وہ ہے۔ جو ہارگریو اور مارخم صاحبان نے ہندوستان کے عجائب گھروں کے دقیق معاینہ کے بعد کیا ہے اور محکمہ کو بعض اصولی نقایص کی طرف توجہ دلائی ہے۔

تحفظِ آثار محکمہ آثار قدیمہ کی سرگرمیوں میں پرانی تعمیرات و آثار کی حفاظت کا کام جزو اکبر کا درجہ رکھتا ہے۔ جس پر محکمہ کا بیشتر روپیہ صرف ہوتا ہے۔ آج سے پچیس سال پہلے تحفظ آثار کا کام صوبجاتی ذمہ واری کے ماتحت تھا۔ اور مرکزی حکومت کی جانب سے صرف ان مواقع پر امداد مل جایا کرتی تھی۔ جب صوبجاتی بجٹ کسی کام کی وسعت کے لئے مکتفی نہ ہو لیکن ۱۹۱۹ء کی اصلاحات کے بعد پرانے آثار کی حفاظت مرکز کے ماتحت آگئی۔ جس کی وجہ سے اس کے راستے سے وہ پرانی مالی دقتیں اور دیگر عملی مشکلات رفع ہوگئی ہیں۔ راؤ بہادر ڈکشٹ کی رائے ہے۔ کہ اگرچہ

ہندوستانی آب وہوا کی خرابی اور آثار کی کثرت و وسعت کی وجہ سے محکمہ کو بعض اوقات بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن بہ حیثیت مجموعی بہت سی پرانی عمارتوں کی اصلاح و مرمت کر لی گئی۔ دہلی اور آگرہ کی قدیم اسلامی عمارتوں کو بھی ان کی اصلی حالت میں لانے کے لئے محکمہ نے بہت سا عمدہ کام کیا۔ غرض گذشتہ ربع صدی میں ایک کروڑ اور پچیس لاکھ روپیہ عمارتوں کی ترمیم وتہذیب پر خرچ ہوا۔ جس سے اس ادارہ کی کارگذاری کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے ؛

علم کتبات

علم کتبہ شناسی کو زیر بحث زمانے میں اچھی خاصی ترقی حاصل ہوئی ہے۔ غالباً یہ حقیقت محتاج بیان نہیں۔ کہ علم کتبات کو آرکیالوجی اور تاریخ سے گہرا تعلق ہے۔ ان پچیس برسوں کے دوران میں مختلف کتبوں کی مدد سے تاریخ کے بعض نہایت مشکوک اور تاریک گوشوں پر روشنی پڑی۔ وہ نظریات جو عرصہ سے رائج چلے آتے تھے۔ وہ یک بیک تبدیل ہو گئے۔ کئی اختلافی باتوں کے فیصلے ہو گئے۔ اور بے شمار باتوں کے متعلق جدید معلومات حاصل ہوئیں۔ علے الخصوص بعض واقعات کے سن وقوع کے متعلق یقینی شہادتیں دستیاب ہوئیں ؛

مثال کے طور پر سرکار نظام کی مملکت میں اشوک کے ایک کتبے کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس کا انکشاف [illegible] رائے بہادر کرشنا شاستری نے کیا۔ اس کتبے کی عظیم الشان خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں اشوک کا نام درج ہے۔ اور غالباً یہی ایک کتبہ ہے۔ جس میں اس بادشاہ کا نام آیا ہے۔ اسی طرح جنوبی ہندوستان کے بہت سے کتبات نے تاریخ کے پرانے مسلمات میں انقلاب پیدا کیا۔ جس کی تفصیل کے لئے رائے بہادر ڈکشٹ

کے مولہ بالا تبصرہ کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے ۔

اسلامی کتبات کی تلاش اور ان کے انکشاف کی کوششیں اگرچہ خاطر خواہ نہیں ہوئیں۔ جیسا کہ آگے چل کر اس کا ذکر آئے گا۔ تاہم جو کچھ ہوا اس کو غنیمت خیال کرنا چاہیئے۔ راؤ بہادر صاحب کے بیان کے مطابق ۵۶۸ کتبے معلوم ہو کر پڑھے گئے اور Epigraphia Indo-Moslemica کی ۱۴ اشاعتیں مع ایک ضمیمہ کے شایع ہو کر طلبۂ تاریخ کے ذخیرۂ علمی میں اضافہ کا باعث ہوئیں۔ یہ کتبات کابل سے لے کر دیناج پور اور مدگل (ضلع رائچور) تک تقریباً تمام صوبجات سے متعلق ہیں۔ اور چھٹی صدی ہجری سے شروع ہو کر بارویں صدی ہجری تک ممتد ہوتے ہیں۔ ان سے بہت سے خاندانوں کے کوائف پر روشنی پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر زمانے کے تمدن اور تہذیبی نقطۂ نگاہ کے متعلق بھی بہت سی معلومات حاصل ہوتی ہیں دکن کے کتبات کے متعلق ایک خاص بات یہ ہے۔ کہ ان میں ثلث اور طغرا خط استعمال کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح افغانوں کے عہد اور مغلوں کے عہد کی امتیازی خصوصیات بھی نہایت مستحکم طور پر آشکارا ہوتی ہیں ۔

مسکوکات سکوں سے تاریخ کے بعض مبہم امور پر بہت تسلی بخش روشنی پڑتی ہے۔ ہندوستان میں سکہ شناسی کا ذوق اگرچہ شروع میں بہت کم تھا۔ لیکن اب روز بروز ترقی پر ہے۔ قدیم یونانی سکوں سے لے کر آخری اسلامی بادشاہوں تک سب کے متعلق سکے تلاش کے بعد دستیاب ہو رہے ہیں۔ صرف توجہ۔ محنت اور ذوق کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں جو کام ہوا۔ اس کا کچھ اندازہ ایلن (Allan) کی گپتا خاندان کے سکوں کی فہرست اور دوسری کتابوں سے ہو سکتا ہے۔ جہاں تک مسلمان بادشاہوں کے

سکوں کا تعلق ہے۔ نیلسن رائٹ (Nelson Wright) کی فہرست مسکوکات اور ہوڈیوالہ کی Studies in Mughal Numismatics خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
ریاستوں میں بھی آثار قدیمہ کے سلسلے میں بہت کام کی گنجائش ہے مثلاً حیدر آباد، میسور، گوالیار وغیرہ میں اس غرض کے لئے باقاعدہ محکمے قایم ہیں۔ جن کی رودادیں وقتاً فوقتاً شایع ہوتی رہتی ہیں۔ ریاستوں کے یہ محکمے کم و بیش انہی اصولوں پر کام کر رہے ہیں۔ جو برٹش انڈیا کی آرکیالوجی کے پیش نظر ہیں"
حضرات! میں نے محکمۂ آثار قدیمہ کے کام کے متعلق ایک مختصر مگر جامع سا خاکہ پیش کیا ہے۔ جو راؤ بہادر ڈکشٹ کے اپنے بیان پر مبنی ہے عربک پرشین سوسائٹی کے معین اور مخصوص زاویۂ نگاہ سے محکمہ کی کارکردگی پر بحث کرتے ہوئے قدرتی طور پر یہ سوال کرنا پڑتا ہے۔ کہ محکمہ ہندوستان کے اسلامی عہد کے آثار و عمارات کو محفوظ کرنے اور اس زمانے کی تاریخ کے تاریک گوشوں پر روشنی ڈالنے کے سلسلے میں کہاں تک مخلصانہ کوشش کر رہا ہے۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کہ اسلامی عہد کے باقیات کے لئے جو کچھ ہو چکا ہے۔ اس کے لئے محکمہ بہت کچھ مستحق تحسین و آفرین ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے۔ کہ جتنا ہونا چاہیئے۔ اتنا نہیں ہوا۔ پشاور سے لے کر جنوب تک اور بلوچستان سے لے کر بنگال تک چپّے چپّے پر مسلمانوں کے آثار موجود ہیں۔ علے الخصوص صوبہ پنجاب اور سندھ، گجرات اور بنگال اور راجپوتانہ میں کام کی اس قدر گنجایش ہے۔ کہ محکمہ نہایت کامیابی کے ساتھ محنت کر سکتا ہے۔ اور اس کا ثمرہ حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن جائے افسوس ہے کہ محکمے کی توجہ ادھوری ہے جس کے باعث اس کی نگاہِ اعتناء ..

خاص خاص جگہوں پر پڑتی ہے اور بعض اور جگہیں مستحق نظر نہیں خیال کی جاتیں۔ ۱۹۳۶ء میں عربک پرشین سوسائٹی کے ایک رکن نے صوبہ سندھ کا دورہ کیا۔ اور دس بارہ دن کے مختصر عرصے میں مفید ذخیرۂ معلومات، کتبوں سے حاصل کیا۔ جس کی طرف محکمہ نے بظاہر توجہ نہ کی تھی۔ سلطان محمد تغلق کی قبر کا حال اب تک معلوم نہ تھا۔ لیکن اب مذکورہ کتبوں میں سے ایک کتبے کی مدد سے یقینی طور پر روشن ہوگیا ہے ؀

اسی طرح راجپوتانہ میں قدم قدم پر آثار و علامات کی اتنی کثرت ہے کہ ایک نظارگی دشخوار پسند کے لئے وہ مایۂ صد عبرت بن سکتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے۔ کہ ہر سال یہ گرانمایہ شواہد تاریخی مٹتے جاتے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے تاریخ کے ایک اہم صفحہ کو مبہم چھوڑتے جاتے ہیں۔ ۳۷ء کے بعد ۳۸ء میں انہی مقامات سے گذریے تو آپ کو یقیناً اس خزانہ میں کمی معلوم ہوگی۔ وہی پتھر، وہی سِل، وہی دہلیز، وہی کتبہ، جس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ غائب معلوم ہوتی ہے۔ غرض رفتہ رفتہ تہذیب و معاشرت کا یہ قدیم مرقّع تاراج صرصرِ ایام ہوکر پریشان ہوتا جاتا ہے اور کوئی پرسانِ حال نہیں ؀

اس میں شبہ نہیں کہ اس میں قصور اس قوم کا بھی ہے۔ جس کی تاریخ سے یہ چیزیں متعلق ہیں۔ کیونکہ یہ انہی کا فرض ہے۔ کہ اپنے باقیات الصالحات کی حفاظت کرے اور اپنی عظمت کے مٹے ہوئے نشانات کو جوڑنے اور اجاگر کرنے کی کوشش کرے لیکن باایں ہمہ اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ محکمہ آثار کو بھی (میں بہ افسوس اس حقیقت کا اعلان کرتا ہوں) اس شعبہ کی طرف توجہ کم ہے۔ یہ تو خوشی ہے۔ کہ قدیم ہندوستان کی تاریخ کھود کھود کر

ازسرِ نو مرتب کی جا رہی ہے۔ لیکن اس بات کا رنج ہے۔ کہ محکمہ، اسلامی عہد کے ساتھ پُورے انصاف کی پالیسی پر عامل نہیں ÷

میں نے محکمہ آثارِ قدیمہ کی موجودہ پالیسی پر جو نکتہ چینی کی ہے۔ وہ کسی تعصّب، کوتاہ بینی اور غلط فہمی پر مبنی نہیں۔ بلکہ درحقیقت اس دردناک نقصان اور تلف و زیاں کو دیکھتے ہوئے جو تاریخ کے ایک روشن ترین عہد کے شواہد کے متعلق ظہور میں آ رہا ہے۔ اگر نکتہ چینی کا لب و لہجہ اس سے بھی تیز و تُند ہو۔ تو نامناسب نہ ہوگا۔ یہ کیا قیامت ہے۔ کہ وہ آثار جو زیرِ زمین مدفون ہیں اور جن کا سواں حصّہ بھی دستبردِ ایّام سے محفوظ نہیں۔ اس قابل خیال کئے جائیں۔ کہ ان کے لئے کُھدائی ہو۔ پھر ان کا ایک فرضی نقشہ افسرانِ محکمہ تیار کریں۔ اور جدید مسالہ اور نئے سنگ و خشت کے ساتھ ایک قیاسی عمارت تیار کر لی جائے اور اس کو دو ہزار سال پہلے کی عمارت یا آبادی کہہ کر پکارا جائے لیکن اس کے مقابلے میں افغانی اور مغلئی عہد کی شاندار زندہ عمارتیں امیدوارِ توجّہ ہی رہ جائیں اور ان کو مٹنے دیا جائے۔ اور وہ اس لایق نہ خیال کی جائیں۔ کہ ان کی ترمیم و اصلاح کر لی جائے۔ وقت کی تنگ دامانی مانع ہے۔ ورنہ یہ بتایا جاتا۔ کہ کہاں کہاں ایسی شاندار عمارتیں ہیں۔ جو یا تو نااہل مالکانِ زمین کے ہاتھوں برباد ہو رہی ہیں۔ یا محکمہ کی ناقدرشناسی کا ماتم کر رہی ہیں ÷

بات دراصل یہ ہے۔ کہ محکمہ کا اصولِ کار ہی درست نہیں۔ اس میں لائق اور تربیت یافتہ (ٹرینڈ) افسران کی کمی ہے۔ اور جو ہیں۔ وہ ایک مخصوص جذبہ سے سرشار ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ ایک معیّن نہج پر چل رہے ہیں۔ اور جو چیز اس سے ذرا باہر ہے۔ وہ وقفِ غفلت ہو کر رہ جاتی ہے

محکمہ کی کارکردگی کا صحیح ترین اور سب سے آخری جایزہ وہ ہے۔ جو سر لیونارڈ وولی[+] نے اپنی رپورٹ میں لیا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں گورنمنٹ آف انڈیا نے محکمۂ آثارِ قدیمہ کی کارکردگی پر تحقیقی رائے پیش کرنے کی درخواست کی۔ جس پر عمل کرتے ہوئے سر لیونارڈ وولی نے ایک رپورٹ مرتب کی۔ جو کئی لحاظ سے لایقِ مطالعہ ہے۔ صاحب موصوف نے اس تبصرہ کے چھ ابواب میں محکمہ کے تمام متعلقہ امور پر مفصّل بحث کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ محکمۂ آثارِ قدیمہ جس اصول پر کام کر رہا ہے۔ وہ بالکل غلط اور غیر علمی (Unscientific) ہے اور جتنا روپیہ صرف ہو رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں جو فائدہ مترتب ہو رہا ہے۔ وہ بہت کم ہے۔

حضرات! میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس اہم دستاویز کے ایک آدھ متعلقہ باب کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کرنا بیجا نہ ہوگا۔ بلکہ آپ کے ذہن و فکر کو حکومتِ ہند کے اس اہم شعبہ کی کارکردگی اور طریقِ کار سے روشناس کرانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ وولی صاحب کی تحقیقات کے اہم اُمور کو آپ کے ذہن نشین کیا جائے۔

تحفّظِ آثار

سب سے پہلے حفظِ آثار کو لیجیے۔ اس کام پر حکومتِ ہند کا چھ لاکھ روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اس میں پُرانی عمارتوں، قبروں اور باغوں کی مرمت اور نگہداشت بھی شامل ہے۔ محکمہ بہت حد تک لایقِ تحسین ہے۔ کہ اس نے بعض بڑی بڑی عمارتوں کو محفوظ کرنے کے لئے عمدہ کام کیا۔ اور ان کی سرگرمیوں کا یہی حصّہ ہے۔ جو پبلک سے اور سیاحوں سے خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے۔ لیکن محکمہ سالانہ کم و بیش ۲۳۰۰۰ روپیہ

+ Sir Leonard Wooly.

بعض ایسے آثار کے تحفظ پر صرف کرتا ہے۔ جو اس سے پہلے زیرِ زمین مدفون
تھے۔ اور اب کھدائی کے ذریعے ان کو سطح پر لایا گیا ہے۔ اور چونکہ وہ نہایت
شکستہ حالت میں تھے۔ اس لیئے ان کو ازسرِ نو بنانا پڑا۔" یہ محکمہ کی ایک
خوفناک غلطی ہے۔" کیونکہ ان مدفون عمارات کی جدید تعمیر ان زندہ اور (جمالیات
اور آرٹ کے اعتبار سے) بلند پایہ عمارتوں کی حفاظت کے مقابلے میں کوئی
وقعت نہیں رکھتی اور اس پر جو روپیہ صرف ہو رہا ہے۔ اس کو تضییع زر
سمجھنا چاہیئے۔

کھدائی کے چند اصول

کسی کھنڈر کی کھدائی اور اس کے تحفظ کے
سلسلے میں چند باتیں ہمیشہ پیشِ نظر رکھنی
چاہیئیں:-

اوّل۔ کیا اس کھنڈر کی حفاظت عملاً ممکن ہے؟

دوم۔ کیا اس کی حفاظت کی کوئی خاص ضرورت ہے۔

سوم۔ کیا اس کی حفاظت سائنس دانوں کے فائدہ کے لئے ہے۔
یا عام پبلک کے لئے؟

چہارم۔ کیا اس سے جو فائدہ ہوتا ہے۔ وہ صرف شدہ روپیہ کے
مقابلہ میں کم ہے یا برابر؟

وُلی صاحب کی رائے ہے۔ کہ محکمہ کے افسران کے ذہن میں یہ سوالات
کبھی نہیں آئے۔ اور وہ زیرِ زمین مدفون کھنڈروں میں سے ہر ایک کی
اندھا دُھند حفاظت کی حکمتِ عملی پر عامل ہیں۔ حالانکہ ہر کھنڈر کی کھدائی اور
اس کی حفاظت کے سوال پر پہلے پورا پورا غور ہونا چاہیئے۔ جہاں تک آثار شناسوں
کے فائدہ کا تعلق ہے محکمہ کی اناپ شناپ کھدائی سے علم کو نقصان پہنچا ہے

کیونکہ شاید آثار شناس ان سے اپنے نتائج اخذ کر سکتا۔ لیکن محکمہ کے افسران نے جو خاکہ تجویز کیا اور اس کو محفوظ کرنے کے لئے اس کی تعمیر کر دی اس سے آثار شناس کے لئے آزاد تحقیق ممکن نہ رہی۔ اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ "آثار شناس کے نقطۂ نگاہ سے تحفظ آثار جتنا کم ہو اتنا ہی بہتر ہے"۔

اب رہے عوام۔ سو ان کو تحفظ آثار سے اور بھی کم فائدہ ہوتا ہے۔ علے الخصوص جبکہ کھنڈر ان کی رسائی سے باہر ہوں اور عام شاہراہوں یا آبادیوں سے دُور! ایک عام آدمی اس کھنڈر کی تاریخی اہمیت کا کیا احساس کرے گا جس کے متعلق اُسے یہ معلوم ہو جائے۔ کہ اس وسیع عمارت میں ۹/۱۰ حصہ نئے مسالہ سے جدید انجنیروں نے تیار کیا ہے!

وُلی صاحب نے کھدے ہوئے آثار کے بلا امتیاز اور اناپ شناپ تحفظ کے خلاف شدید صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے بے شمار مواقع پر اس چیز پر اعتراض کیا۔ لیکن افسران محکمہ نے اس کا یہی جواب دیا کہ ہم ازروئے ضمیر اس بات کے پابند ہیں۔ کہ آثار قدیم میں سے جو چیز ہمارے سامنے آجائے۔ اس کی حفاظت کریں۔ اس کا جواب ایک ہی ہے۔ کہ محکمہ ناممکن الحصول مقصد کے لئے قوم و ملک کا روپیہ ضائع کر رہا ہے"۔ "اس قسم کے کھنڈر کی حفاظت صرف ایک ہی طریقے سے ہو سکتی ہے۔ کہ اس کو دوبارہ دفن کر دیا جائے"۔

افسوس ہے۔ کہ محکمہ نے ان بنیادی اصولوں پر بالکل عمل نہیں کیا۔ ہماڑ پور میں جو کام ہوا۔ وہ کبھی حد تک تسلی بخش معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہاں بہت کم تحفظ عمل میں آیا ہے۔ اسی طرح راولپنڈی کے علاقہ میں بدھ خانقاہوں میں جتنے تحفظ کی ضرورت تھی۔ اس سے کہیں زیادہ عمل میں لائی گئی ہے

اور اب وہاں پُرانی اور نئی چیز میں امتیاز کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے حالانکہ دونوں کے درمیان کوئی امتیازی نشان ہونا چاہیئے۔ تاکہ لوگ دھوکے میں مبتلا نہ ہوں ؛

جولیاں (Jaulian) میں ۲۰۰۰۰ روپیہ صرف ہوا لیکن اس سے فائدہ بہت کم ہُوا۔ اور یہ غنیمت ہی ہُوا۔ کہ Dharmarajika میں محکمہ کو وہ جانفشانی کا موقعہ نصیب نہ ہُوا ؛

سرکپ میں ۲۲ ایکڑ زمین کی کھدائی ہوئی۔ جس پر بہت سا سرمایہ صرف ہُوا۔ جسے ضائع شدہ ہی خیال کرنا چاہیئے۔ بھیر کے ٹیلے (Bhir Mond) میں تمام سکیم کا اس قدر ستیاناس کیا گیا ہے۔ کہ علمی کام کے سلسلے میں مفید ہونے کے بجائے یہ ساری کوشش مُضر ثابت ہوئی ؛

اُن جگہوں میں جہاں پتھّر کی بجائے اینٹ استعمال ہوئی ہے۔

صورتِ حالات اور بھی خراب ہے۔ قاعدہ یہ ہے۔ کہ پُرانی اینٹ کے شکستہ اور ریختہ ہونے کی صورت میں بھی اینٹیں لگائی جاتی ہیں۔ اب محکمہ کی جانب سے جو اینٹیں لگائی گئی ہیں۔ وہ اس درجہ پرانی اینٹوں سے مماثل ہیں۔ کہ خود افسرانِ محکمہ کے لئے نئے اور پُرانے کام میں امتیاز کرنا مشکل ہے۔ موہنجوڈارو میں ایک پُرانے گھر کی ایک دیوار نظر سے گذری۔ جس کا زمانہ ۲۶۰۰ قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر تعجب اور افسوس ہُوا۔ کہ اس ساری کی ساری دیوار میں ایک اینٹ بھی ایسی نہیں تھی۔ جس کی عمر پانچ سال سے زیادہ ہو۔ موہنجوڈارو کے سارے رقبے میں اسی طرح کا فریب دِہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ جو نہ آثار شناس کے لئے نفع بخش ہے نہ عوام کے لئے۔ وہ نئی دیواریں جو پُرانی بنیادوں پر

کھڑی کر دی گئی ہیں۔ آثار قدیمہ کی حیثیت سے بے کار محض ہیں کیونکہ پرانے آثار نیچے سے دن بدن خراب و خستہ ہوتے جائیں گے۔ گویا محکمہ نے اُن کو زمین سے کھود کر تلف کر دینے کا کام خود کیا۔

باقی رہا نالندہ سو وہاں بھی یہی جوش بے محل نظر آتا ہے۔ یہاں اگرچہ احتیاط اور علمی دانشمندی کا کچھ نہ کچھ ثبوت مل جاتا ہے۔ لیکن بے ضرورت اور بے مصرف کھدائی اور تحفظ کا مظاہرہ یہاں بھی ہوا۔ نالندہ میں ۱۳ خانقاہوں کی کھدائی اور مرمّت ہوئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ سب ایک ہی وضع اور اسلوب کی عمارتیں ہیں۔ اور مناسب یہ تھا کہ ان سب کو زندہ کرنے میں وقت اور روپیہ ضائع کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ تین یا چار عمارتیں جلوہ گاہِ شہود پر لائی جاتیں اور باقی آنے والی نسلوں کے لئے زیر زمین مدفون ہی رہتیں۔ تو بہت اچھا ہوتا۔

عجائب خانے آثار قدیمہ کے ساتھ عجائب خانوں کے قیام کی ابتدا ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ جب کہ اوّل مرتبہ محکمہ کی طرف سے سرناتھ (Sarnath) میں ایک عجائب گھر وہاں کے منقولہ قدیم نوادر کی حفاظت کے لئے قایم ہوا۔ دراصل یہ خیال یونان سے لیا گیا ہے۔ جہاں اس کا تجربہ بہت کامیابی کے ساتھ ہوا۔ اور اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت ہند نے بھی اس پر عمل کیا۔ چنانچہ اس وقت علاوہ سرناتھ کے نالندہ، ٹیکسلا، مہنجوڈارو، ہڑپا، نگر موناکنڈا، پگن وغیرہ میں عجائب گھر قایم ہیں۔ ان خالص محکمانہ عجائب گھروں کے علاوہ دہلی، لاہور اور کلکتہ میں بھی نوادر قدیمہ کے شعبے ہیں۔

یونان ہندوستان کے مقابلے میں ایک مختصر ملک ہے۔ وہاں فاصلے

اتنے زیادہ نہیں ۔ جتنے یہاں ہیں ۔ اس لئے وہاں شائقین اور زائرین کا سب عجائب گھروں پر مجموعی نظر ڈالنا آسان ہے ۔ لیکن ہندوستان جیسے ایک وسیع برِاعظم میں یونان کی مثال پر عمل کرنا قرینِ دانشمندی نہیں ؛

عجائب گھروں سے تین چار فائدے مطلوب ہوا کرتے ہیں ۔ مثلاً ایک تو یہ ہے ۔ کہ نوادرِ قدیمہ کو محفوظ کیا جائے ۔ دوسرا یہ ہے ۔ کہ ان سے علمی تحقیق میں مدد ملے ۔ خواہ وہ اپنے سٹاف کی طرف سے ہو یا باقی سکالرز کی طرف سے اور تیسرا فائدہ یہ بھی ہوتا ہے ۔ کہ عام پبلک کو اِن کے ذریعے تعلیم دی جائے ۔ ان سب فوائد کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے ۔ کہ سٹاف علمی طور پر تمام معلوماتِ متعلقہ سے آراستہ ہو ۔ پھر یہ بھی لازمی ہے ۔ کہ سکالروں کے پاس تمام متعلقہ رپورٹیں اور دیگر یادداشتیں موجود ہوں ۔ تاکہ حوالہ اور مطالعہ میں آسانی ہو ۔ لیکن ان نوادرِ قدیمہ کا نمائش گاہوں میں ان کھنڈروں کے پاس پڑا رہنا چنداں مفید نہیں ۔ جتنا یہ ضروری ہے ۔ کہ وہ کسی اعلےٰ درجے کی لائبریری کے پاس ہوں ۔ جہاں نوادر اور آرکیالوجی کے متعلق جملہ ضروریات مہیا ہوں ۔ یہ سچ ہے ۔ کہ جہاں سے کوئی چیز دستیاب ہو ۔ وہیں اس کو نمائش کے لئے رکھ دینا منطقی لحاظ سے اچھا معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن افادی طور پر اس بات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ؛

بعض عجائب گھر ایسے ہیں ۔ جن میں نہ تاریخی ترتیب ملحوظ ہے ۔ نہ ان پر کوئی نشان یا علامت امتیازی موجود ہے ۔ جو شاید اس بات کا پتہ دیتی ہے ۔ کہ مایوس اور افسردہ مہتمم (Curator) پبلک اور زائرین کی بے اعتنائی کی وجہ سے اِکے دُکے سیاح کے کبھی کبھار آ نکلنے کو اس قابل نہیں خیال کرتا

کہ اس پر زیادہ وقت صرف کرے۔ اِن عجائب گھروں کو بے سُود ثابت کرنے کے لئے صرف اتنی ہی بات کافی ہے۔ کہ ان کا تعلیمی پہلو بالکل کمزور ہے۔ جس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے۔ کہ وہ ان دور دراز مقامات پر ہیں۔ جہاں شایقین اور زائرین کا پہنچنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ موہن جوڈارو نسبتاً سب جگہوں سے زیادہ توجّہ خیز اور شہرت کا مقام ہے۔ لیکن وہاں بھی زائرین کی تعداد سال میں ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اور اس تعداد میں بھی سال بہ سال کمی آتی جاتی ہے۔ نالندہ میں ہر سال ...۷ سے زیادہ زائرین آتے ہیں لیکن ان خانقاہوں کے وسیع رقبہ کو دیکھ چکنے کے بعد بچاروں میں اتنی ہمّت نہیں رہتی۔ کہ عجائب خانہ کو بھی دیکھ سکیں۔ یا اگر دیکھ بھی سکیں تو توجّہ اور غور سے مطالعہ کر سکیں۔ وقت جو ایک زائر صرف کرتا ہے۔ وہ اوسطاً پانچ منٹ کے قریب ہوتا ہے ؞

نگر جونا کنڈہ میں تو حد ہو گئی ہے۔ وہاں ایک عجائب خانہ قایم ہو رہا ہے۔ جو بقول ڈائرکٹر جنرل آرکیالوجی "رسائی سے باہر ہے"۔ اس پر ۲۷۰۰۰ روپیہ صرف ہو رہا ہے۔ مقصود یہ ہے۔ کہ وہاں کے بعض قدیم سنگ تراشی کے نمونوں کو محفوظ کیا جائے۔ حالانکہ گذشتہ دو سال کے عرصے میں جب سے اُن کی نمایش ہو رہی ہے۔ محکمہ کے عملہ کے علاوہ سر لینونارڈ وُلی پہلے آدمی تھے۔ جنہوں نے ان اشیاء کو دیکھا۔ سچ یہ ہے۔ کہ وہ عجائب گھر جو کسی مرکزی مقام میں موجود ہو۔ تعلیمی لحاظ سے ان نمایش گاہوں سے ہزار گُنا زیادہ مفید ہے۔ جو کھُدے ہوئے کھنڈروں کے ساتھ قایم کئے گئے ہیں لیکن بہت دُور ہیں ؞

ہندوستان میں آثار قدیمہ کے عجائب خانوں کے سلسلے میں مارخم اور

ہارگریوصاحبان نے جو رپورٹ مرتب کی ہے۔ اس میں ان کے نقائص اور خامیوں پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ درحقیقت محکمہ کے سٹاف میں قابل لوگوں کی شاید کمی نہیں۔ جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ وہ ٹریننگ اور عمدہ تربیت ہے۔ ان میں بے شمار ایسے حضرات ہیں۔ جن کو صحیح معنوں میں اپنی استعداد اور صلاحیت کو بروئے کار لانے کا پورا پورا موقعہ نہیں ملا۔ ورنہ شاید محکمہ کی یہ حالت نہ ہوتی۔ تربیت اور ٹریننگ کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ عملہ کے کہن خدمت افراد نو خدمت افراد کے لئے قابل تقلید ہوں لیکن یہاں تو وہ فارسی ضرب المثل صادق آتی ہے ع

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

حضرات! میں نے سر لینونارڈ وولی کی رپورٹ کے ایک باب کا خلاصہ سا پیش کیا ہے۔ تاکہ آپ پر واضح ہو جائے۔ کہ محکمۂ آثار قدیمہ کس نہج پر چل رہا ہے اور اس کا طریق عمل کس درجہ غلط اور دور از کار ہے۔ وولی صاحب کی ماہرانہ رپورٹ محکمہ کی کارکردگی کے خلاف ایک پُرزور صدائے احتجاج ہے، اس کی مالی حکمت عملی، اس کی علمی اور تعلیمی بنیادِ عمل، اس کے اجزائے ترکیبی اس کی کھدائی اور اشیائے قدیمہ کی حفاظت کا طریقہ، اس کا آثار و عمارات کو چھوڑ کر بوسیدہ اور مٹے ہوئے مدفون آثار کو زندہ کرنے کی کوشش غرض تمام کا تمام نظام وولی صاحب کے نزدیک اس قابل ہے۔ کہ اس کی اصلاح کی جائے اور اس کے متعلق جدید حکمتِ عملی اختیار کی جائے۔

ہندوستان کے اسلامی عہد کی تاریخ میں دلچسپی رکھنے والے حضرات جہاں محکمہ آثار کی بعض خدمات کے لئے شکر گزار ہیں۔ وہاں یہ احساس رکھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ تاریخ ہند کا یہ ہزار سالہ دور اپنی درخشاں روایات کے

اعتبار سے یقیناً اس بات کا مستحق ہے۔ کہ لکھی ہوئی تاریخ کی تصدیق ، تردید اور نزہیم کی خاطر تہذیب کا آثاری حصّہ پورے کا پورا محفوظ رکھا جائے۔ گجرات، سندھ ، بہاولپور اور راجپوتانہ میں قدم قدم پر تاریخ کی اَمِٹ شہادتیں موجود ہیں۔ لیکن ہماری غفلت اور محکمہ کی بے مہری سے بے پناہ طریق پر تلف ہو رہی ہیں۔ ان کی حفاظت کا مستقل بندوبست کیا جائے۔

محکمہ آثار میں قابل عربی فارسی جاننے والے مؤرخوں کی افسوسناک کمی ہے۔ تاوقتیکہ محکمہ میں علم الآثار کے ماہر فارسی سے اور عہد اسلامی کی تاریخ سے کامل واقفیت رکھنے والے موجود نہ ہوں گے۔ اس وقت تک کام باحسن وجوہ انجام نہیں پا سکے گا۔

پھر ان ماہرین کی تربیت اور ٹریننگ کے لئے مکمل انتظام ہونا چاہیئے جو کتبوں کی صحیح شناخت کے لئے اسلامی خط کی تدریجی تاریخ سے کامل طور پر وابستگی رکھتے ہوں۔ فارسی زبان کی استعداد بھی بدرجۂ غایت ضروری ہے۔ اور اس کے ہمراہ ہندوستانی مصوّری اور دوسرے متعلّقہ فنون کا جاننا بھی لابدی ہے۔

ان علوم و فنون کی علمی اور اصطلاحی واقفیت ازخود ایک امر محال ہے۔ اس کے لئے ناگزیر ہے۔ کہ محکمہ میں تین چار اسے درجے کے ماہرین ہر وقت موجود رہیں۔ جو تربیت اور تعلیم کا فرض انجام دیں۔ جس کے بغیر یہ ہرگز ممکن نہیں۔ کہ آثار قدیمہ کا یہ حصّہ صحیح معنوں میں محفوظ ہو سکے۔

سیّد محمّد عبداللہ

رباعی کے اوزان یاد رکھنے کا ایک آسان طریقہ

(سلسلہ کے لئے دیکھو یہی رسالہ بابت ماہ فروری ۱۹۴۰ء)

(۲)

شجرۂ اخرب واخرم

رباعی کی تاریخ میں دوسرا انقلاب شجرۂ اخرب واخرم کی ایجاد ہے۔ یعنی اس کے چوبیس اوزان کو بارہ بارہ اوزان کے دو شجروں میں تقسیم کر دینا ان شجروں کے واضع امام علین الزمان حسن قطان مروزی ہیں جو سلطان سنجر کے عہد کے ایک زبردست حکیم۔ طبیب۔ مہندس اور ادیب ہیں تتمۂ صوان الحکمہ[1] میں جو حکمائے اسلام کی ایک تاریخ ہے ان کا ذکر ملتا ہے۔ علین الزمان ابی العباس لوکری کے شاگرد ہیں۔ موزوں طبیعت رکھتے تھے۔ کئی تصانیف کے مالک ہیں۔ ازانجملہ گیہان شناخت ہیئت میں۔ طب میں کئی رسالے۔ ایک کتاب دوحہ انساب میں۔ ایک کتاب عروض میں ہے۔ تقلیل غذا ان کے معالجہ کی ایک نمایاں خصوصیت تھی[2]۔ غذا درکنار غذائی دواؤں سے بھی احتراز کرتے تھے۔ ۵۳۶ھ میں جب قراختائیوں نے قطوان کی جنگ میں سلطان سنجر کو

---

[1] از علی بن زید البیہقی متوفی ۵۶۵ھ مرتبہ پروفیسر محمد شفیع ۱۹۳۵ء، [2] تتمہ صوان الحکمہ ص ۱۵۵،

شکست دی۔ اتسز خوارزمشاہ میدان خالی دیکھ کر مرو پر جو سنجر کا دار السلطنت تھا چڑھ دوڑا۔ اس موقعہ پر مرو کے غنڈوں کی ایک جماعت خوارزمشاہی فوج کے ساتھ مل گئی اور شہر میں قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا۔ رشید وطواط وزیر دیوان رسالت خوارزمشاہ سے امام حسن قطان کے دیرینہ تعلقات تھے۔ امام صاحب ایک نہایت قیمتی اور بے نظیر کتب خانے کے مالک تھے۔ اس کے غارت ہوجانے کے خوف سے انہوں نے وطواط سے جو اتسز کی فوج میں موجود تھے سلسلہ جنبانی کی کہ میرا کتب خانہ خوارزمشاہی لشکر میں منگوالیا جائے تاکہ تلف ہوجانے سے محفوظ رہے۔ لیکن وطواط نے ان کی منت پر کان نہیں دھرے اور نتیجہ یہ ہوا کہ تمام کتاب خانہ غارت ہوگیا۔ امام صاحب کو بے حد صدمہ ہوا۔ جوش غضب میں انہوں نے وطواط کو مطعون کرنا شروع کیا کہ میرا کتاب خانہ ان کے اشارہ سے غارت ہوا اور ہر محفل و مجلس میں اس کا چرچا کرتے رہے۔ وطواط نے معذرت میں عین الزمان کو لکھا کہ میں آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے مکان پر پہنچا۔ لیکن چونکہ کتابیں بڑی تعداد میں تھیں اور ان کے نقل کئے جانے کا کوئی بندوبست ممکن نہیں تھا۔ اس لئے میں کتابوں کو اسی طرح چھوڑ کر واپس چلا آیا۔ اس جواب سے عین الزمان کی تسلی نہیں ہوئی اور بدستور وطواط کی بدگوئی میں مصروف رہے۔ آخر رشید نے اپنے مراسلات میں سختی کا لہجہ اختیار کیا اور دھمکی دی کہ اگر عین الزمان اپنی حرکات سے باز آگئے تو میں بدستور ان کا مخلص قدیمی ہوں۔ اور اگر میری بدنامی میں اسی طرح مصروف رہے تو میں ان کے خلاف چارہ جوئی کروں گا۔ یہ نوبت آنے پر ان میں کچھ صفائی کی صورت پیدا ہوگئی اور قصہ ختم ہوگیا[1]۔

---

[1] حدائق السحر تالیف رشید الدین محمد عمری کاتب بلخی معروف بوطواط متوفی ۵۷۳ھ۔ طہران صفحہ ط

امام عین الزمان ان شجروں کی ایجاد کی بنا پر دنیائے عروض میں بے حد مشہور ہیں اور تقریباً ہر عروضی اپنی تالیف میں ان کا تذکرہ کرتا ہے۔ شمس قیس المعجم میں کہتے ہیں کہ "خواجہ امام حسن قطان کہ یکی از ائمۂ خراسان بودہ است دو شجرہ ساختہ است یکی را شجرۂ اخرب گویند و دیگری را شجرۂ اخرم"۔ (ص ۹۱)

سیفی اپنے رسالہ میں تحریر کرتے ہیں :- "واز برای ضبط این اوزان خواجہ حسن قطان کہ از ائمۂ خراسان بودہ است دو شجرہ ساختہ است یکی را شجرۂ اخرب گویند و دیگرے را شجرۂ اخرم"۔

امام حسن قطان کے شجروں کا مطالعہ ہمارے لئے بڑی دلچسپی کا موجب ہوتا۔ مگر افسوس سے کہا جاتا ہے کہ دیگر عروضی قدیم تالیفات کی طرح ان کی یہ عروضی تالیف بھی مفقود و معدوم ہے۔ البتہ شمس قیس کا بیان ہے۔ کہ میں نے اپنی تالیف میں وہ شجرے اسی صورت میں نقل کئے ہیں۔ "من درین تالیف ہمان صورت نقش کردم" (ص ۹۱ المعجم) مگر شمس قیس کی کتاب کے مرتب مرزا محمد بن عبدالوہاب قزوینی یہ بری خبر سناتے ہیں کہ نسخۂ اصل میں چونکہ شجرہ کا زیریں حصہ شکستہ تھا۔ میں نے وحید تبریزی وغیرہ کے رسائل عروض سے اس کو درست کرلیا۔ جب مطبوعہ المعجم کے شجرہ کو المعجم کے قلمی نسخوں سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض جزویات کے سوا دونوں شجرے یکساں ہیں۔ یہ شجرہ اگرچہ ایک حد تک سلجھا ہوا ہے مگر اس کی ساخت اور ترتیب اعتراض سے خالی نہیں۔ ایک تو اس میں چھ کی جگہ سات متوازی خطوط یا شاخیں بنا کر بادی النظر میں طالب علم کے لئے الجھن کا سامان پیدا کر دیا ہے اور جس کی بنا پر حشو دوم یا مصرعہ کے تیسرے رکن مفعولُ کو دیگر اوزان کے برخلاف دو جگہ یعنی مفعولن سے پہلے اور پیچھے رکھا گیا ہے

لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریقہ دانستہ اختیار کیا گیا ہے۔ تاکہ مفعولن کو قلب میں جگہ مل جائے اور باقی اوزان اس کے چپ و راست ایک دوسرے کا مثنّیٰ یا جواب بن کر نصفا نصف آجائیں اور ذہن میں آسانی کے ساتھ منضبط ہو سکیں۔ مگر موجودہ شجرے اس التزام کے پابند نہیں ؀

یہاں مجھے شجرۂ اخرب کی کسی قدر تشریح کر دینی چاہیئے۔ اس شجرہ میں صدر و ابتدا یعنی مصرعوں کے آغاز میں بارہ مرتبہ مفعولُ تمام اوزان میں آتا ہے۔ حشو اول یعنی مصرع کے رکن دوم میں مفاعلن مفاعیلن اور مفاعیلُ چار چار بار بالترتیب آتے ہیں۔ تین ضرب چار، یہ بھی بارہ ہو گئے۔ مصرعوں کے تیسرے رکن یعنی حشو دوم میں چھ دو چند اوزان یعنی دو مفاعیلن، دو مفاعیلُ، دو مفعولُ، دو مفعولن، دو مفاعیلُ اور دو مفاعیلن آیا کرتے ہیں۔ یہ بھی چھ ضرب دو، بارہ اوزان ہو گئے۔ شمس قیس نے مفعولُ کو مفعولن کے دونوں پہلوؤں میں جگہ دی ہے۔ اس طرح مفعولن بالکل وسط میں آجاتا ہے۔ یعنی اس کی سیدھی طرف بالترتیب دو مفاعیلن دو مفاعیل اور ایک مفعول جگہ پاتے ہیں۔ یہی اوزان جواب کے طور پر بترتیب قلب اس کی بائیں طرف آرہے ہیں یعنے ایک مفعولُ دو مفاعیلُ اور دو مفاعیلن پانچ پانچ دس اور دو مفعولن جو بیچ میں ہے۔ یہ بھی بارہ ہو گئے۔ رہے مصرعوں کے آخری ارکان جنہیں عروض و ضرب کہتے ہیں چار ہیں یعنی فع فاع، فعل فعول جن میں سے ہر رکن خواہ بترتیب دوری خواہ جداگانہ تین تین بار آتا ہے۔ چار ضرب تین یہ بھی بارہ ہو گئے۔ شمس قیس کے ہاں ایک سے پانچ تک اور بارہ سے آٹھ تک تقابلی ترتیب کا لحاظ جو ممکن تھا نہیں رکھا گیا۔ البتہ باقی ارکان میں کوئی ترتیب قائم نہیں ہو سکتی۔ المعجم کے مطبوعہ نسخے سے شجرۂ ذیل یہاں نقل کرتا ہوں:-

نمبر اوّل

شجرہ اخرب

از المعجم فی معاییر اشعار العجم صـ ۹۲ طبع بیروت سنہ ۱۳۲۷ھ

فع
فاع
فعل
فعول
مفعول
فع
فاع
فعل
فعول
فاع
فع
فعول
فعل
مفعولن
مفاعیلن
مفاعیلن
مفاعیل
مفاعیلن
مفاعیلن
مفعول
مفعولن
مفعولن
نمبر اوّل
شجرۂ اخرم
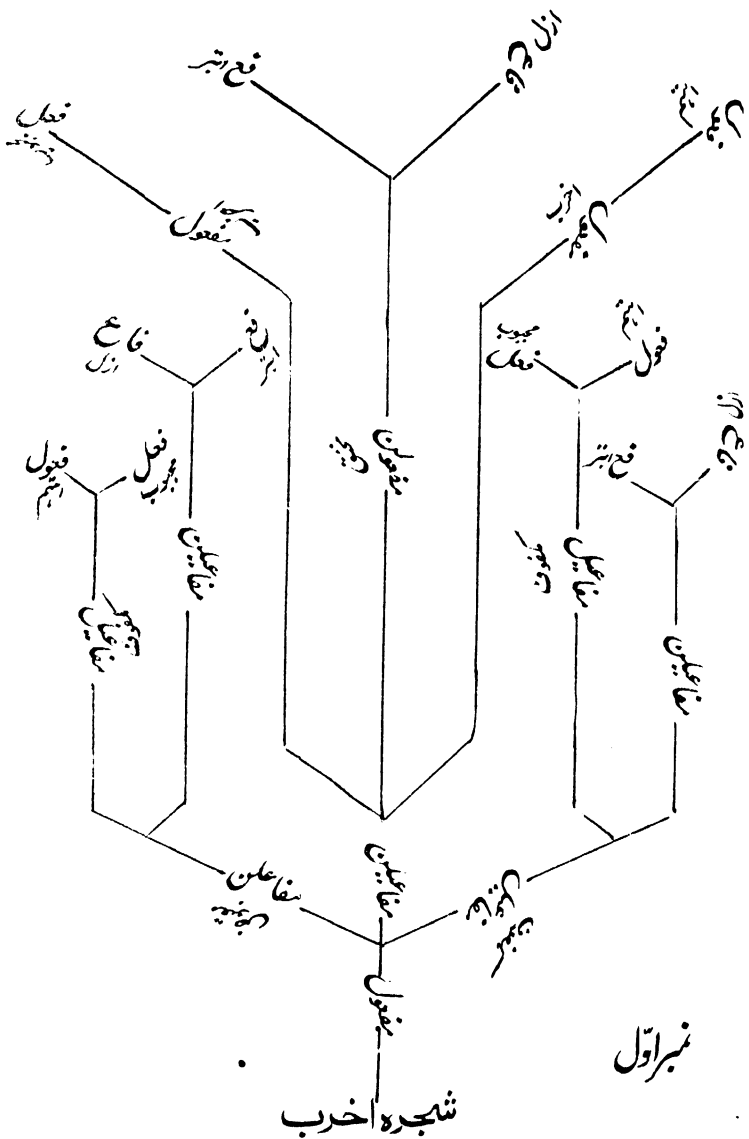
(شجرۂ نمبر۲) مولانا جامی نے اپنے عروضی رسالہ میں دونوں شجروں کو نصف نصف دائرہ میں قائم کرکے ایک دائرہ کے اندر بند کر دیا ہے۔ اخرب اور اخرم شجروں کا جو فرق ہے وہ ہر وزن کے متوازی وزن کے دیکھنے سے بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے، مثلاً مفعول مفاعیلن مفعول فعول اخرب کے مقابل، وزن اخرم مفعولن مفعولن مفعول فعول نظر آتا ہے۔ جس سے بیک نگاہ معلوم ہو سکتا ہے کہ جب مفعول مفاعیلن میں مفاعیلن کا میم بروی تجبیق اس کے مقدم مفعول میں شامل کر دیا گیا تو یہ وزن مفعولن مفعولن اخرم میں بدل گیا۔ جس طرح بساط پر گھوڑا چلتا ہے تقریباً اسی طرح اوزان ان شجروں میں ترتیب دیے گئے ہیں۔ اوزان جماتے وقت جامی نے حشو دوم میں شمس قیس سے اسی حد تک اختلاف کیا ہے کہ مفعول کو مفعولن سے مقدم و مؤخر لانے کے بجائے صرف مفعولن سے پیشتر درج کیا ہے۔ چوتھے رکن میں بھی اسی تبدیلی کے ماتحت اختلاف رونما ہے جامی کے شجرے ذیل میں درج ہیں :-

نمبر ۲

مفاعیلن مفعولن فع
مفاعیل مفاعیل
مفاعیلن فع
فاعلن
مفعولن
مفاعیل
فعول
فعل
مفعول
مفعولن
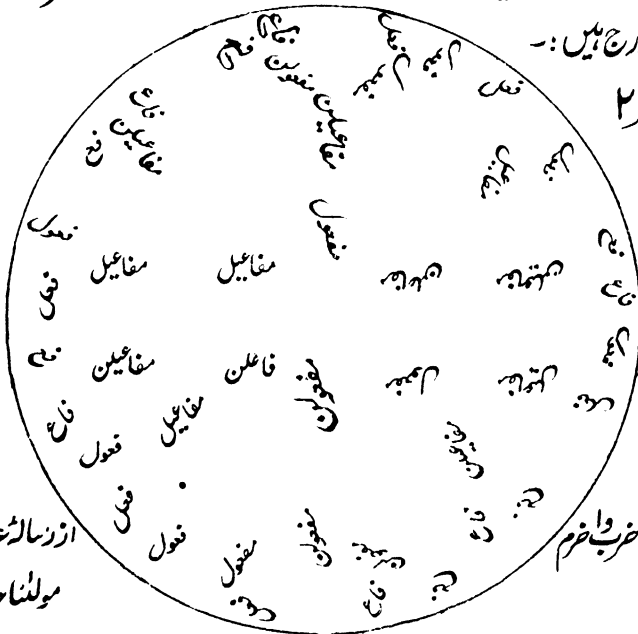
شجرۂ اخرب و اخرم از رسالۂ عروض مولانا جامی

(شجرہ ۳) عروض سیفی میں جامی کی طرح دونوں شجروں کو ترکیب دے کر نہیں دکھایا گیا ہے۔ بلکہ جداگانہ درخت کی شکل میں۔ یعنی مفعولُ تنہ کی مفاعلن مفاعیلن اور مفاعیلُ تین شاخیں ہیں۔ بیچ کی شاخ مفاعیلن سیدھی چلی گئی ہے۔ مفاعلن اور مفاعیلُ دونوں شاخیں دائیں بائیں پھیل گئی ہیں۔ جن کے دو دو شاخیں اور ان شاخوں کے پھر دو دو شاخیں ہیں۔ لیکن یہ شاخیں سب ایک دوسرے کا جواب ہیں جس سے شجرہ کے سمجھنے اور یاد رکھنے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے البتہ مفاعیلن کی شاخیں ذہن میں رکھنے کے قابل ہیں جنہیں سمجھانے کی غرض سے کہا جا سکتا ہے کہ شاخ مفاعیلُ میں تجبیق کے عمل سے گویا پیدا ہوئی ہیں سیفی کے شجرے جو یقیناً پچھلے دونوں شجروں سے بہتر ہیں ذیل میں درج ہیں:-

از عروض سیفی

شجرۂ اخرب نمبر ۳ شجرۂ اخرم

(شجرہ ۴۷) وحید تبریزی ایک مشہور عروضی مؤلف ہے۔ اس کی تالیف جمع مختصر کا ایک قلمی نسخہ نوشتۂ سنہ ۹۷۷ھ میرے مجموعۂ کتب عروض میں شامل ہے۔ اس نسخہ کے متعلق ایک قابل ذکر امر یہ ہے کہ وہ ایک عورت کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس کا نام حبیبہ بنت محمد قاسم محدث ہے ؛

وحید کے شجرے اگرچہ سیفی کے نمونوں پر قائم ہیں مگر سیفی کے التزام کی پروا کم کی گئی ہے۔ برخلاف شمس قیس، وحید نے مفعول کو مرکزیت دے کر مفعولن کو اس کے آس پاس جما دیا ہے۔ شجروں کا نقشہ ملاحظہ ہو :-

(شجرہ ۵) قضائی کی تنقید الدرر میں جو عبداللہ خان اوزبک بادشاہ توران کے عہد میں تصنیف ہوئی ہے۔ سخت غلط شجرے دیئے گئے ہیں۔ ان میں کسی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا سوائے اس کے کہ مفاعیلن مفاعلن اور مفاعیل کو دو دو شاخوں میں تقسیم کر کے چھوڑ دیا ہے۔ بجائے بارہ اوزان کے صرف چھ پر قناعت کی ہے۔ اور مفاعلن کو درمیانی شاخ قرار دیا ہے۔ اختصار البتہ ان کی خوبی مانی جاسکتی ہے۔ اگر ان شجروں کو ان کی اصلی حالت پر لایا جائے تو حسب ذیل ہوگی:-

از تنقید الدرر قضائی
نمبر ۵

(شجرہ ۶) - مجمع الابحار فی بیان عروض الاشعار محمد واصل کی تصنیف ہے - اس کے شجروں میں یکسانیت کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا - چنانچہ :-

نمبر ۶

از مجمع الابحار فی بیان عروض الاشعار

شجرۂ اخرم

شجرۂ اخرب
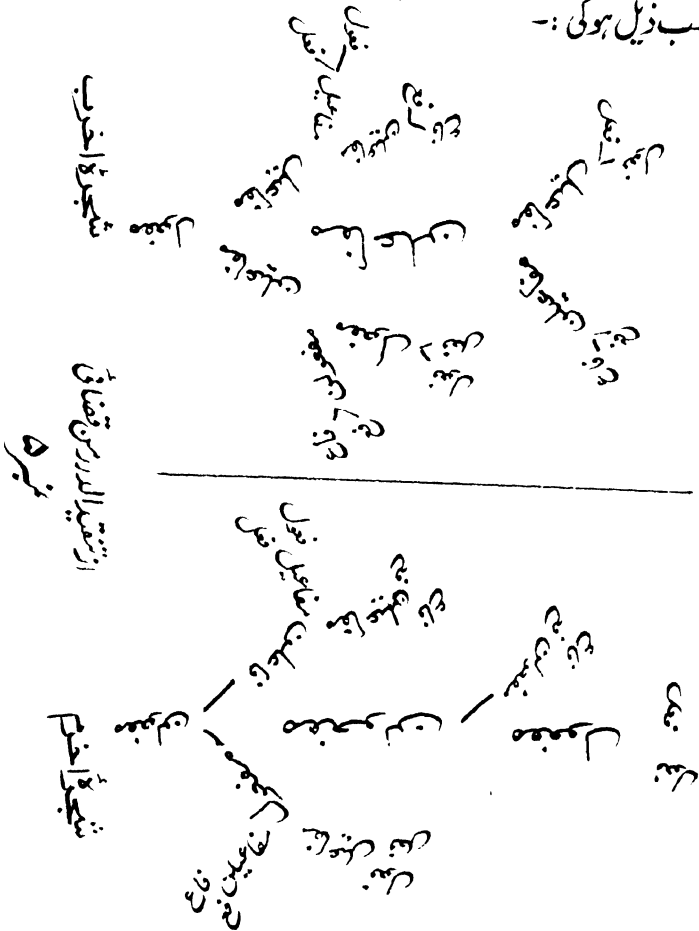
(۱۷) ۱۔ میر شمس الدین فقیر بارھویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ انہوں نے غالباً پہلی مرتبہ ان شجروں کو دائروں کی شکل میں منتقل کیا ہے۔ لیکن اوزان کے نقل کرتے وقت انہوں نے کسی ترتیب سے کام نہیں لیا۔ مثلاً حشو اوّل کا جس میں مفاعلن مفاعیلن اور مفاعیلُ چار چار بار آتے ہیں۔ انضباط اس طرح ہوا ہے مفاعیلن ۳۔ مفاعیل ۱۔ مفاعلن ۳۔ مفاعیل ۲۔ مفاعیلن ۱۔ مفاعلن ۱ مفاعیل۔ اس بے ترتیبی سے یہ دائرے شجروں کے مقابلہ میں مشکل بن گئے ہیں۔ اس پر طرّہ یہ کہ اخرب و اخرم میں وہی یکسانی نہیں پائی جاتی۔ دائرے یہ ہیں:۔
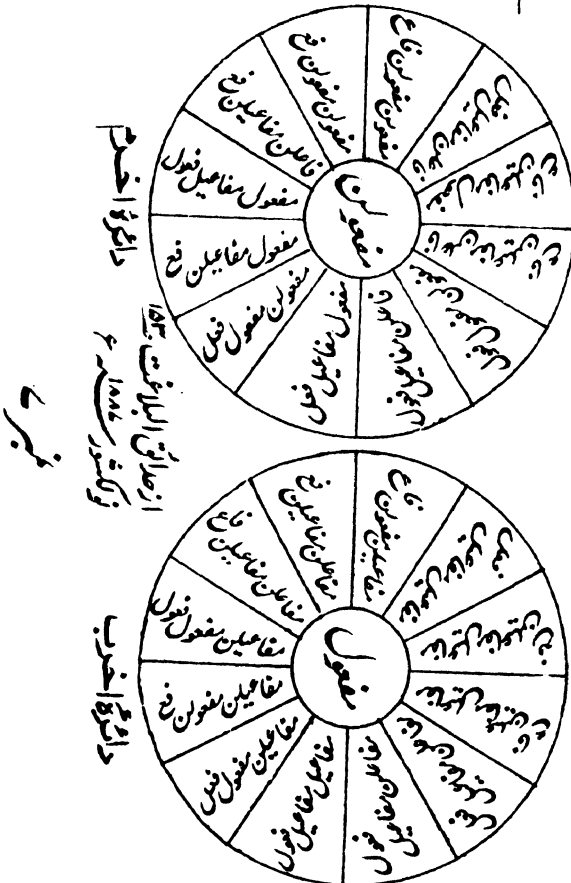
(۸) ـ کرامت علی جونپوری نے اپنی تالیف مختصر قواعد عروض و قوافی میں ذیل کے دائرے درج کئے ہیں ـ لیکن ان میں نہ تو حشو اول کے اوزان کا لحاظ رکھا گیا ہے نہ عروض و ضرب کا ـ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عروض و ضرب کے اعتبار سے پہلے چھ اوزان میں فعول ـ فعل کو بالترتیب یکے بعد دیگرے لایا گیا ہے ـ باقی چھ اوزان میں فاع فع بے ترتیب طور پر ملتے ہیں ـ میں نے شجرۂ اخرب کو جس میں تین غلطیاں موجود تھیں شجرۂ اخرم کے مطابق درست کر دیا ہے ـ یہ یاد رہے کہ میر شمس الدین فقیر کے عہد سے دائرے زیادہ مقبول ہوتے چلے ہیں ـ قدر بلگرامی اور نجم الغنی جیسے ماہرین فن بھی دائروں کا استعمال کر رہے ہیں ـ حالانکہ شجروں کے مقابلے میں دائرے زیادہ تکلیف دہ اور ناگوار معلوم ہوتے ہیں :-

دائرۂ اخرب نمبر ۸ دائرۂ اخرم
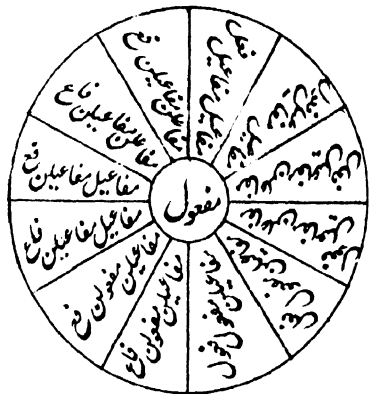
از مختصر قواعد عروض از
کرامت علی جونپوری

شجرہ نمبر ۹) ۱۲۵۹ھ میں محمد حسین راقم نواب محمد غوث خان بہادر والی کرناٹک کے واسطے عروض میں ایک رسالہ موسوم بہ میزان الاشعار تالیف کرتے ہیں۔ راقم کے مربع شجروں کا منصوبہ زیادہ تر سیلفی کے اثر میں ہے اور بہت سہل ہے۔ طالب علم آسانی سے اس کو اپنے ذہن میں مستحضر کرسکتا ہے۔ وہو ہذا۔

نمبر ۹

از میزان الاشعار

(ع۱) - شیخ مہدی علی زکی اردو زبان میں ایک رسالۂ عروض کے مصنف ہیں۔ جس کا سال طبع سنہ ۱۲۶۵ھ ہے۔ مطبع کا نام درج نہیں۔ زکی کے ہاں ایک شجرہ ایک نخل کی شکل میں ہے۔ جس میں چھ اوزان ایک طرف اور چھ ایک طرف ہیں۔ فاع فعول کھجور کے راست پر، اور فع فعل چپ پر ہیں جشو اوّل میں پہلی چار شاخیں مفاعیلن سے متعلق ہیں۔ ان سے اوپر مفاعیل سے اور سب سے اوپر کی مفاعلن سے۔ شجرۂ اخرم ایک سرو کی شکل میں ہے۔ یہاں بھی چھ چھ وزن دو طرفہ آئے ہیں۔ مگر فع فعل ایک طرف اور فاع فعول دوسری طرف لانے کا التزام جیسا کہ نخل والے شجرے میں دیکھتے ہیں یہاں مفقود ہے۔

نمبر ۱۰

از رسالۂ عروض تصنیف شیخ مہدی علی زکی مطبوعہ ۱۲۶۵ھ

شجرۂ اخرب

شجرۂ اخرم

غلام حسنین قدرؔ بلگرامی فن عروض میں شمس العلما سید علی بلگرامی کے استاد ہیں اور انہی کی فرمایش سے اردو کی مشہور کتاب قواعد العروض تصنیف کرتے ہیں۔ انہوں نے شمس الدین فقیر اور کرامت علی جونپوری کی طرح رباعی کے اوزان کو دائروں کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ اور ان پر ہندسے ڈال دیئے ہیں۔ اخرب کو وہ غیر مجبق اور اخرم کو مجبق کہتے ہیں۔ جو نام زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ اس بارہ میں ان کا قول یہاں نقل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں:-

"عروضیوں نے چوبیس وزن ڈھونڈھ نکالے اور خواجہ حسن قطان خراسانی نے اُن سب کے دو شجرے بنائے اور ہر شجرے میں بارہ وزن ٹھرائے۔ ان تمام اوزان میں چار قسم کے عروض و ضرب آتے ہیں۔ یعنی فعول بسکون آخر اہتم۔ فعل مجبوب۔ فاع ازل۔ فع مجبق مجبوب۔ اور ان میں تین قسم کے حشو آتے ہیں۔ مکفوف۔ مقبوض۔ مجبق۔ مگر فی الحقیقت دیکھو تو وہ چاروں عروض و ضرب اصل میں دو ہی ہیں۔ یعنی اہتم و ازل۔ باقی دو انہیں کی تجبیق سے پیدا ہوئے ہیں۔ الغرض سب کی صدر و ابتدا دو قسم کی بنائی گئی۔ ایک اخرب دوسری اخرم۔ اسی باعث سے دو شجرے قائم کئے ہیں۔ مگر درحقیقت یہاں سخت سہو ہے۔ اصل میں صدر و ابتدا ایک ہی ہے یعنی اخرب۔ کیونکہ صدر و ابتدا کے بعد رکن مکفوف یا مقبوض ضرور لاتے ہیں۔ اس لئے صدر یا ابتدا کے ساتھ تجبیق ہو کر خرم کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ جب رکن مکفوف کے ساتھ تجبیق ہوتی ہے تو وہ مفعول بن جاتا ہے۔ اُس رکن ثانی کو بھی لوگ اخرب ٹھراتے ہیں۔ حالانکہ خرب درمیان مصرع آ ہی نہیں سکتا۔ جب رکن مقبوض کے ساتھ تجبیق ہوتی ہے۔ تو اس کو اشتر کہتے ہیں۔ باوجودیکہ شتر بسبب ترکیب خرم مصرعے کے مابین

واقع نہیں ہو سکتا۔ پس اسی خَرب و شَتر کے دھوکے میں لوگ صدر و ابتدا کو اخرم کہہ دیتے ہیں۔ یہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ خرب و شتر درمیان میں نہیں آتے۔ جب یہ درمیان میں نہ آئے بلکہ باہم آغاز مصرع و رکن مابعدہ میں تحقیق ہوگئی تو صدر و ابتدا کا اخرم ہونا یہاں بے اصل ٹھہرا۔"

(صہ ۱۲۸ قواعد العروض سنہ ۱۲۸۸ھ طبع شام اودھ)

(شجرہ ۱۱) حضرت قدر نے اپنے دائرے مصرعوں کے آخری رکن یعنی عروض و ضرب کے اوزان فعول فعل فاع فع کے اعتبار سے تیار کئے ہیں۔ یعنی پہلے تین اوزان میں فعول اور بعد کے تین اوزان میں فعل تین تین بار آتے ہیں اسی طرح آخری چھ اوزان میں فاع اور فع الگ الگ تین تین بار آتے ہیں۔ ان چاروں میں سے ہر ایک کے ساتھ حشو اوّل میں مفاعیل مفاعلن مفاعیلن بالترتیب آتے ہیں۔ حشو دوم میں دو مفاعیلُ ایک مفعولُ ہر فعول اور ہر فعل کے ساتھ۔ دو مفاعیلن اور ایک مفعولن ہر فاع اور ہر فع کے ساتھ آتے ہیں ذیل میں ان دائروں کا نقشہ دیا جاتا ہے :-

مفعول　　　　مفعولن

نمبر ۱۱

شجرۂ غیر مجبق　　　　از قواعد العروض قدر بلگرامی سنہ ۱۲۸۸ھ　　　　شجرۂ مجبق
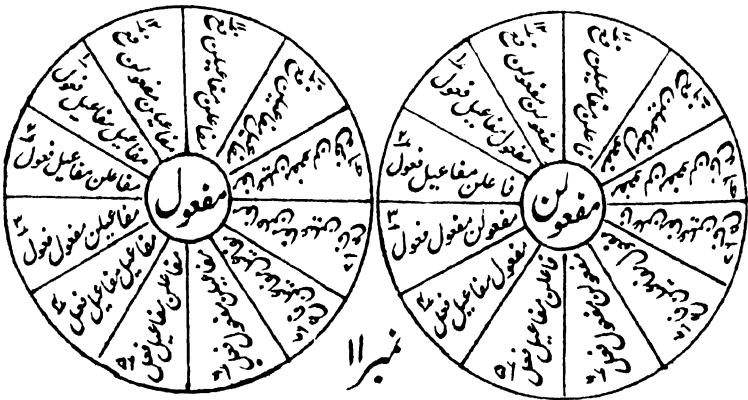
یہ دائرے اگرچہ ان کے پیشرو دائروں سے بہت بہتر اور منضبط ہیں پھر بھی ہماری قوتِ حافظہ پر زیادہ زور ڈالتے ہیں۔ میرے خیال میں ان میں ابھی اصلاح و ترقی کی گنجایش ہے۔ جو ترتیبِ اوزان سے کم اور دائروں کے خطوط سے زیادہ تعلق رکھتی ہے۔ اگرچہ شجروں کے مقابلے میں دائرے سلجھے ہوئے نہیں ہوتے۔ عنقریب دو دائرے (۱۳) درج کیے جاتے ہیں۔ جو گزشتہ دائروں سے غالباً زیادہ صاف اور سلجھے ہوئے ثابت ہوں گے۔

(۱۲) مصنف مشہور مولنا نجم الغنی نے بحر الفصاحت میں اوزان رباعی اُردو کے ذریعہ سے دکھائے ہیں۔ اور ان پر نمبر شمار بھی دیا ہے۔ مگر بظاہر کسی ترتیب کا اصول نہیں برتا۔ ہم ان کو حضرت قدرؔ کے دائروں کے مقابلہ میں جگہ نہیں دے سکتے۔ ان دائروں کی بے ترتیبی کی مثال میں اس قدر کہنا کافی ہوگا۔ کہ عروض و ضرب میں فاع کو نمبر ۱، ۲، ۴ میں۔ فعل کو ۳، ۹، اور ۱۲ میں۔ فع کو ۵، ۶، ۸ میں اور فعول کو ۷، ۱۰ اور ۱۱ میں جگہ ملی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس حشو اول میں مفاعلن کو وزن یکم، پنجم، یازدہم و دوازدہم میں اور مفاعیلُ کو وزن دوم، سوم، ششم و دہم میں اور مفاعیلن کو وزن چہارم، ہفتم، ہشتم و نہم میں رکھا گیا ہے۔ اسی طرح دائرہ اخرم میں بھی جس کو اخرب کے مطابق ہونا چاہیئے۔ پھر ترتیب بدل دی ہے۔ مثلاً حشو اوّل میں فاعلن کو وزن یکم، سوم، ششم و یازدہم میں اور مفعولُ کو وزن دوم، ہفتم، ہشتم و دہم میں، اور مفعولن کو وزن چہارم، پنجم، نہم و دوازدہم میں جگہ ملی ہے۔ چنانچہ ذیل کے دائرے ملاحظہ ہوں:۔
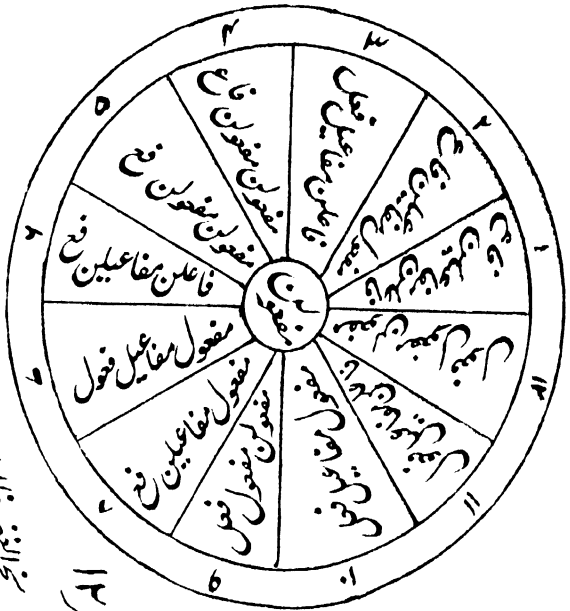
نمبر ۱۲

از بحر الفصاحت نجم الغنی خاں

صفحہ ۲۳۲، سنہ ۱۳۰۳ھ، طبع احمدی رامپور
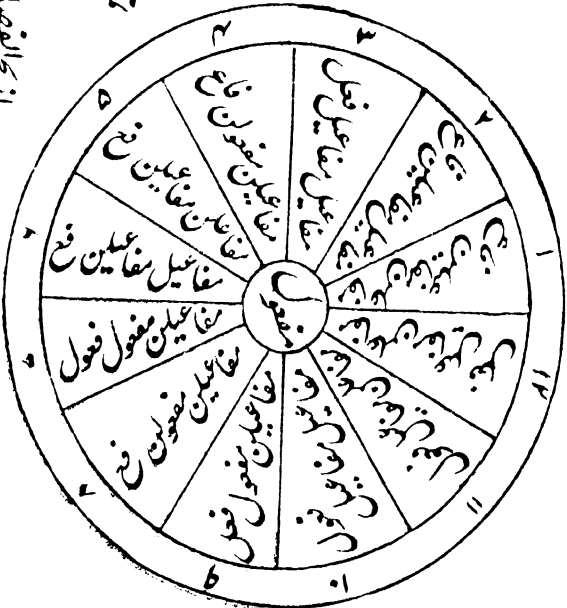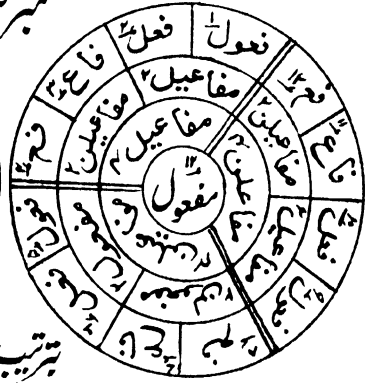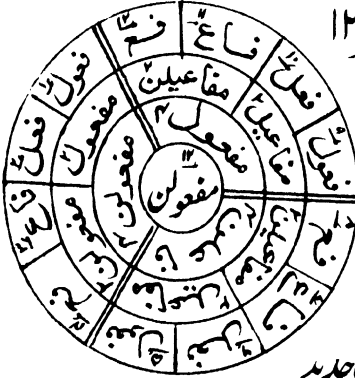
نمبر ۱۳ دائروں کی طرف اس سے قبل اشارہ کیا جا چکا ہے۔ یہ دائرے میری رائے میں مذکورہ بالا تمام دائروں سے زیادہ مدلل اور منظم ہیں۔ حشو اوّل کے مفاعیلُ مفاعیلن مفاعلن کی خاطر سے اوپر کے تین دائروں کو تین دوہرے خطوں کے ذریعہ سے تین مساوی حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ تاکہ ان تینوں ارکان کا دائرہ عمل علیحدہ علیحدہ بنایا جا سکے۔ ان میں سے ہر رکن چار چار بار آتا ہے۔ اسی لئے ہر ایک کے لئے عروض وضرب بھی چار چار آئے۔ اور حشو دوم میں چھ دوہرے ارکان آئے۔ یعنے مفاعلن اور مفاعیلُ کے ساتھ تو مفاعیلُ مفاعیلن آتے ہیں اور مفاعیلن کے ساتھ مفعولُ مفعولن۔ مذکورہ بالا خط جس طرح حشو اول حشو دوم اور عروض وضرب کا باہمی علاقہ واضح کرتے ہیں (یعنی چاروں عروض وضرب کے ساتھ حشو اول چار چار مرتبہ آئے گا اور حشو دوم دو دو مرتبہ آئے گا۔ اسی طرح اکہرا خط حشو دوم اور عروض وضرب کے باہمی ربط کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ حشو چھ ہیں اور عروض وضرب بارہ، اس لئے ظاہر ہے کہ یہ چھ ان بارہ کے ساتھ دوہرائے جائیں گے۔ تاکہ بارہ ہو جائیں۔ ہر دائرے کے اندر تین تین دائرے اور

ہیں۔ مرکزی دائرہ صدر و ابتدا سے متعلق ہے۔ اس سے اوپر والا دائرہ حشو اوّل اور اس سے اوپر کا دائرہ حشو دوم اور آخری دائرہ عروض و ضرب کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہندسوں سے یہ وضاحت مقصود ہے کہ صدر و ابتدا ۱۲۔ حشو اول ۳ × ۴ = ۱۲۔ حشو دوم ۶ × ۲ = ۱۲۔ اور عروض و ضرب ۴ × ۳ = ۱۲ ہوئے؛

ان مختلف شجروں اور دائروں کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تشکیل و تدوین میں ہر مصنّف نے کچھ نہ کچھ جدّت دکھانے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے شجروں میں سیفی اور اس کے مقلد محمد حسین راقم کے مقابلتہً بہتر ہیں۔ دائروں میں قدر بلگرامی کا دائرہ یقیناً بہترین مانا جا سکتا ہے۔ تاہم کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس سلسلے میں اب بھی ترقی کی گنجایش ممکن ہے۔ دائرے کے گورکھ دھندے کو کامیابی کے ساتھ ذہن نشین کرنے کے لئے ہمیں یہ مقولہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بعض اوقات اجمال تفصیل پر قابلِ ترجیح ہے۔ وہ دائرہ ہو یا شجرہ جس قدر اس کو پھیلا کر بیان کیا جائے گا۔ اسی قدر اس کا مستحضر ہونا ہمارے لئے دشوار ثابت ہوگا۔ اس لئے یہ مناسب ہے۔ کہ ہم اختصار کے اصول پر عمل درآمد کریں۔ اس مقصد سے یہاں مَیں دو مختلف خاکے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جن میں پہلا مفصل ہے اور دوسرا اس کا اختصار ہے۔ و ہو ہذا:۔

	صدر و ابتدا	حشو اول	حشو دوم	عروض و ضرب
۱	مفعولُ	مفاعلن	مفاعیلن	فاع
۲	"	"	"	فع
۳	"	"	مفاعیلُ	فعول
۴	"	"	"	فعل
۵	"	مفاعیلُ	مفاعیلن	فاع
۶	"	"	"	فع
۷	"	"	مفاعیلُ	فعول
۸	"	"	"	فعل
۹	"	مفاعیلن	مفعولن	فاع
۱۰	"	"	"	فع
۱۱	"	"	مفعولُ	فعول
۱۲	"	"	"	فعل

	صدر و ابتدا	حشو اول	حشو دوم	عروض و ضرب
۱	مفعولن	فاعلن	مفاعیلن	فاع
۲	"	"	"	فع
۳	"	"	مفاعیلُ	فعول
۴	"	"	"	فعل
۵	"	مفعولُ	مفاعیلن	فاع
۶	"	"	"	فع
۷	"	"	مفاعیلُ	فعول
۸	"	"	"	فعل
۹	"	مفعولن	مفعولن	فاع
۱۰	"	"	"	فع
۱۱	"	"	مفعولُ	فعول
۱۲	"	"	"	فعل

اخرب　　　مفصل ۱۴　　　اخرم

بطرز جدید

یہ نقشہ اگرچہ مکمل ہے مگر اس میں ایضاً کی علامت کے استعمال نے اس کی دقت اور دشواری کو بہت کچھ کم کر دیا ہے۔ اور جب اس علامت کو بھی رفع کر دیا جاتا ہے تو اس کے حجم میں اور بھی تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور اڑتالیس اوزان کا نقشہ صرف بائیس اوزان پر شامل رہ جاتا ہے۔ چنانچہ:-

نقشہ اخرب

- مفعول۱۲
  - مفاعلن۴
    - مفاعیلن۲ < فاع / فع
    - مفاعیل۲ < فعول / فعل
  - مفاعیل۴
    - مفاعیلن۲ < فاع / فع
    - مفاعیل۲ < فعول / فعل
  - مفاعیلن۴
    - مفعولن۲ < فاع / فع
    - مفعول۲ < فعول / فعل

نمبر ۱۵

نقشہ اخرم

- مفعولن۱۲
  - فاعلن۴
    - مفاعیلن۲ < فاع / فع
    - مفاعیل۲ < فعول / فعل
  - مفعول۴
    - مفاعیلن۲ < فاع / فع
    - مفاعیل۲ < فعول / فعل
  - مفعولن۴
    - مفعولن۲ < فاع / فع
    - مفعول۲ < فعول / فعول

اس اختصار سے ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ اخرب و اخرم کے اوزان واضح طور پر بغیر کسی گنجلک کے ہمارے ذہن میں آ گئے۔ دوسرے یہ کہ ہم چند منٹ میں اس نقشہ کو ازبر کر سکتے ہیں۔ مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے :-

شجرۂ اخرب :- رکن اول مفعولُ ۱۲ - رکن دوم مفاعلن ۴ - مفاعیلُ ۴ - مفاعیلن ۴ - یہ بھی بارہ ہو گئے - رکن سوم - مفاعیلن مفاعیلُ دو دو بار با فاع و فع و فعول فعل در رکن چہارم - اس کے بعد پھر یہی اوزان دوہرائے جاتے ہیں اور آخر میں مفعولن مفعولُ با فاع فع و فعول فعل - اس نقشے کو اور مختصر بنانے کے لئے ہمیں رباعی کی تقطیع میں اساسی تبدیلی کرنی ہوگی یعنی مثمن سے اسے مسدس بنانا ہوگا - جس سے نہ صرف اس کا یاد رکھنا آسان ہو جائیگا بلکہ بعض اوزان کے بے قاعدہ آنے سے جو دقت پیش آتی تھی - اس سے بھی چھٹکارا مل جائے گا - ان کے علاوہ اخرب اور اخرم اوزان کا فرق نہایت آسانی سے معلوم ہو جائے گا ؛

اس غرض سے ہمیں نقشۂ اخرب میں صدر و ابتدا کے رکن مفعولُ کے ساتھ ، حشو اول میں آنے والے ارکان مفاعلن مفاعیلُ مفاعیلن کا وتد مجموع 'مفا' ضم کر دینا پڑے گا - جس سے پہلا رکن 'مفعولُ مفا' تبدیل ہو کر مُستَفعِلَتُن بن جائے گا - بچے ہوئے علن عیلُ اور عیلن حشو دوم کے مفاعی اور مفعو سے ترکیب پا کر بالترتیب 'علن مفاعی' عیلُ مفاعی اور عیلن مفعو ہو کر مَفاعِلاتُن ، مُفتَعِلاتُن اور مفعولاتن سے بدل جائیں گے - حشو دوم کے باقیماندہ اجزا لُن - لُ عروض و ضرب کے ارکان فاع' فع' فعولُ ، فَعَلُ سے مل کر بالترتیب مفعول ، فعْلن ، فَعِلات اور فَعِلن (بحرکتِ عین) کی صورت اختیار کر لیں گے اور بترتیب دوری تین تین مرتبہ آئیں گے

جس سے ہمارا نقشہ مثمن سے مسدس میں منتقل ہو جائے گا۔ ان کے علاوہ اخرم اور اخرب کے فرق یاد رکھنے کی زحمت جس کی بنا پر عروضیوں کو دو دو شجرے اور دائرے بنانے پڑے خود بخود دور ہو جاتی ہے۔ جدید تجویز کی رو سے اگر ہمیں اخرب کو اخرم بنانے کی ضرورت پڑے تو اس کے لئے کسی نئے شجرے کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس کے پہلے رکن مُسْتَفْعِلَاتُنْ کو کاٹ کر اس کی جگہ مفعولاتن لے آنے سے اخرم بن جاتا ہے۔

۱۶ طرز جدید

(اخرب) مُسْتَفْعِلَاتُنْ ۱۲ (یا) (اخرم) مَفْعُولَاتُنْ ۱۲

- مَفَاعِلَاتُنْ ۴
  - مَفْعُولُ
  - فَعْلُنْ
  - فَعِلَاتْ
  - فَعِلُنْ
- مُفْتَعِلَاتُنْ ۴
  - مَفْعُولُ
  - فَعْلُنْ
  - فَعِلَاتْ
  - فَعِلُنْ
- مَفْعُولَاتُنْ ۴
  - مَفْعُولُ
  - فَعْلُنْ
  - فَعِلَاتْ
  - فَعِلُنْ

نمبر ۱۶

طرزِ جدید

عروضی نقطۂ نظر سے یہ نقشہ ایک مہمل بدعت ہے۔ جس کو کسی عروضی کی تائید حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے ماننے کی صورت میں زحافات کے نقطۂ نظر سے بے حد مشکلات کا سامنا ہو گا۔ لیکن فن سے قطع نظر میں نے اس کے افادی پہلو کو مدِ نظر رکھ کر آپ حضرات کی خدمت میں اس کے پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ اس کے سہل اور سادہ ہونے میں یقیناً کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور طالب علم ایک ادنیٰ توجّہ سے اس کو یاد رکھ سکتا ہے مثمنات کے اعتبار سے رباعی کے کل ارکان ۲۴ ضرب چار، چھیانوے بنتے ہیں۔ نقشۂ بالا میں صرف سترہ ارکان ہیں۔ جن کے ذریعہ سے باقی ارکان کی بازیافت ہو سکتی ہے۔ اگر ان میں سے مکررات کو حذف کر دیا جائے تو صرف نو اوزان رہ جاتے ہیں۔ جن کا یاد رکھنا کوئی بڑا کام نہیں میں یقین دلاتا ہوں کہ ذرا سی مشق سے ہم ان اجنبی اوزان پر قابو پا سکتے ہیں۔ میرے خیال میں رباعی کی تقطیع ان اوزان سے عروضی اوزان کے مقابلے میں بہت آسان اور رواں ہو جاتی ہے۔

محمود شیرانی

صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول : انت منّی بمنزلۃ ہارون من موسٰی غیر انّہ لا نبیّ بعدی ، ولقد رأیتہ بارز یوم بدرٍ وھو یُحَمْحِم کما یُحَمْحِم الفرسُ ویقولُ[1] :

بازلُ عامین حدیث سنّ
سنحنح اللیل کانّی جنّی
لمثل ھذا ولدتنی امّی

فما رجع حتّی خضبت سیفہ دمًا ؛

(۸۹) **مُبَیِّضُ البَطْحَاءِ** ابو امیّۃ حُذَیفۃ بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر المخزومیّ الجَوَاد

من القاب ابی امیّۃ حذیفۃ[2] بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر ابن مخزوم بن یقظۃ بن مُرّۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النّضر القُرَشیّ المخزومی وھو ابو امّ سَلِمَۃ زَوْج النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم ؛

---

[1] انظر دیوان علیّ کرّم اللہ وجہہ (ص ۲۰۷) وفی لسان العرب (۱۰ : ۴۸) : سمعمع اللیل کانّی جنّی ؛ علی انّ روایۃ المصنّف ایضًا موجودۃ فیہ (۳ : ۳۲۲) والسنحنح : العریض فی اللیل ؛
[2] یعرف بابی اُمیّۃ ، ولم نجد اسمہ حذیفۃ فی المظانّ علی انّ المصنّف ایضًا اطّلع علیہ بعد تتمیم الکتاب فانّہ ذکرہ اوّلًا بکنیتہ فحسبُ ثمّ زاد علیہا اسمہ ، وھو زوج عاتکۃ عمّۃ النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم ، انظر اخبار امّ سلمۃ وعاتکۃ رضی اللہ عنہما فی کتاب المعارف ص ۶۲ ؛

الميم والتاء وما يثلثهما

(٩٠) **المتأيّد بالله** ابو احمد [وابو] منصور ادريس[1] بن علي

الناصر بن حمّود العلوي الحسني الخليفة بالاندلس

قال صاحب تاريخ الاندلس، لمّا قتل المعتلي بالله يحيى بن علي في المحرّم سنة سبع وعشرين واربعمائة رجع ابو جعفر احمد ابن ابي موسى بن نقيّة ونجا الخادم الصقلبيّ - وهما مدبرا دولة الحسنيّين - فاتيا مالقه، وكان اخوه ادريس بن علي بسبتة فاستدعياه الى مالقه وبايعاه بالخلافة، وتلقّب بالمتأيّد بالله، فبقي كذلك الى سنة ثلاثين، وحدّث القاضي محمّد بن[2] اسمٰعيل ابن عبّاد نفسه بالتغلّب على البلاد وكان المتأيّد محبّ الادب ولم يزل مطاع الامر الى ان توفّي في المحرّم سنة احدى و ثلثين واربعمائة وكانت مدّته اربع سنين؛

(٩١) **المتعزّز بالله** ابو اسحٰق ابراهيم بن الوليد بن عبد الملك

ابن مروان الاموي الخليفة بدمشق

ذكره الحافظ ابو القاسم بن عساكر في تاريخ دمشق[3]، وقال: بويع له بالخلافة بعد اخيه يزيد[4] بن [الوليد[5] بن] عبد الملك

---

[1] انظر نفح الطيب (١: ٢٨٢)؛ [2] هو ابو القاسم محمّد بن اسماعيل بن العباد اللخمي قاضي اشبيلية المتوفى سنة ٤٣٣ھ؛ [3] راجع تهذيب التاريخ ٢: ٣٣٣ وما بعدها)، وفي بيان المصنف نوع اختصار واختلاف: [4] يعرف بيزيد الناقص؛ [5] ساقط من الاصل؛

فی ذی الحجّة سنة ست وعشرین ومائة، قیل انّ اخاه عهد
الیه وقیل لم یعهد الیه، واستولی بغیر عهد، وخلع نفسه فی یوم
الاثنین رابع عشر صفر سنة سبع وعشرین ومائة، قیل: انّه
مکث اربعین لیلةً ثمّ خلع، وقیل: مکث سبعین لیلةً، وکان
طویلاً جسیماً ابیض جمیلاً خفیف مقدّم اللحیة والعارضین،
ولم یزل حیّاً الی سنة اثنتین وثلثین ومائة وقتل فی الخازر
مع مروان بن محمّد[1]

(۹۲) المتقرّب[2] اسود بن عبس بن وهب بن رباح ابن عوز بن منقذ بن کعب بن ربیعة بن مالک بن زید مناة بن تمیم اسما بن زهیر التمیمی الصحابی الامیر علی جند البصرة

ذکره ابو عمر بن عبد البرّ فی کتاب الاستیعاب[3]، وقال: وفد
علی رسول الله صلّی الله علیه وسلّم وقال: "اتیتک اتقرّب الیک"

---

[1] فی تهذیب التاریخ: "ویقال: انّه لمّا سلّم الامر الی مروان وبایعه بالخلافة ترکه حیّاً، فلم یزل حیّاً الی سنة اثنتین وثلاثین ومائة فقتل حینئذٍ فیمن قُتل من بنی امیّة" ولا یثبت منه ما یقوله المصنّف، والصحیح انّه غرق فی دجلة فی وقعةٍ کانت بین مروان بن محمّد وعبد الله بن علیّ بالزاب الاسفل، وفی بیان المصنّف خطأٌ من ناحیةٍ اخری فانّه یقتضی ان یکون مروان قد قُتل بخازر وهو نهر بین اربل وموصل علیه کورةٌ تُسمّی به، مع اتفاقهم انّه قتل بالبُوصیر من فسطاط مصر والله اعلم.

[2] کذا ذکره المصنّف واما علماء الرجال فیذکرون لقبه المقترب انظر اخباره فی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۲۶۱۳، ۲۶۱۴، ۲۶۱۷: ۲۵۶۵، ۲۵۶۶، و الاصابة (۱: ۸۵) واسد الغابة (۱: ۸۷) وفی نسبه اختلاف یراجع له الی الاصابة

[3] ۱: ۸۵،

فَسُمِّيَ المُتَقَرِّب فى رواية الكلبى عن ابيه ؛ وقال سيف : اسود ابن ربيعة احد بنى ربيعة بن مالك من اصحاب النبىّ صلّى الله عليه وسلّم من المهاجرين وفد الى النبىّ صلّى الله عليه وسلّم وامّرهٗ عمر بن الخطّاب على جند البصرة ؛

(۹۳) المُتّقى لِلّٰهِ ابو اسحق ابراهيمؒ بن جعفر المقتدر بن احمد المعتضد الهاشمىُّ العبّاسىُّ الخَليفَةُ

امّهٗ امّ ولد اسمها خلوب ، مولدهٗ فى شعبان سنة تسع وتسعين ومائتين ، ولم يلِ الخلافة من بنى العبّاس من اسمهٗ ابراهيم سواه ، بويع لهٗ بالخلافة يوم توفّى اخوه الراضى بالله يومُ السبت سادس شهر ربيع الاوّل سنة تسع وعشرين وثلثمائة ، و كان فيه صلاح وكثرة صيام وصلاة ، وكان سهل الاخلاق لم تقع عينهٗ على مسكرٍ قطُّ ، ووُلّى ابو عبد الله البَرِيدىّ الوزارة ، وخرج المتّقى الى المَوْصِل ثم رجع ، وفى ايّامه سنة احدٰى و ثلثين كان خروج الدّيلم ، ووصل معزّ الدولة احمد بن بويه الى العراق ، وغلب تُوزُون على سامرّا وتكريت والمَوْصِل ،

---

[1] انظر اخبارهٗ فى كتاب الاوراق (اخبار الراضى والمتقى منه) مطبعة الصاوى ۱۹۳۵ء ، ودائرة المعارف الاسلامية (ا ۴۰) ج ۳ ص ۹۴۷ ؛ [2] ابو العباس احمد الراضى (۳۲۳–۳۲۹ھ) ؛ ولم تكن بيعة المتّقى يوم وفاة الراضى بل بقى الامر موقوفاً الى العشرين من ربيع الاوّل ثم بويع لهٗ ، واقرّ سليمان وزير الراضى على وزارته فلم يكن لهٗ من الوزارة الّا اسمها وكان التدبير كلّه الى البريدى ، راجع تاريخ الكامل (۸ : ۱۴۱-۱۴۲) [3] راجع الكامل (۸ : ۱۴۷–۱۴۸) ؛ [4] الكامل (۸ : ۱۴۹) ؛

ولمّا دخل المتّقی بغداد قبض توزون علیه یوم السبت لاحدی عشرة لیلةً بقیت من صفر سنة ثلث وثلثین وثلثمائة وسمله بالسِّنْدِیَّة[1]، فکانت خلافته ثلث سنین وایّامًا، وبقی مسمولاً الی رابع عشر شعبان سنة سبع وخمسین وثلثمائة، وتوفّی فی هذا الیوم ودفن بالرصافة، ومن شعر المتّقی لمّا سمله تُوزُون :-

العین للمرء سراج له   توشه من وحشة الدنیا

فمن له عمر بلا ناظر   فقد بلی من اعظم البلوی

(۹۴) المتّقی ابو الحسن علیّ بن احمد بن حسّکا[2] الدیورشیّ الفقیه [62b / 63a]

ذکره الامام شرف الدین ابو الحسن علیّ بن زید الانصاریّ البیهقیّ فی تاریخه[3]، وقال : مولده بقریة دِیْوَرَه[4] وکان یلقّب بالفقیه المتّقی وهو من اکابر تلامذة الامام اسماعیل[5] بن عبد الرحمان الصابونیّ ؛

(۹۵) المتّکل ابو یوسف یعقوب بن اسحاق الکلابیُّ المحدّث

ذکره الحافظ جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن الجوزی فی کتاب کشف النقاب عن الاسماء والالقاب وقال : حدّث عن فضیل بن عبد الوهّاب ؛

---

[1] قریة من قری بغداد علی نهر عیسی بین بغداد والانبار ؛ انظر هذه المادة فی معجم البلدان ؛ [2] وفی تاریخ بیهق : حسنکا ؛ [3] ص ۲۱۵ ؛ [4] قال فی معجم البلدان : قریة من نواحی نیسابور ؛ [5] ۳۷۳ - ۴۴۹ ھ ؛ انظر کتاب الانساب ص ۳۴۶ ب بما بعدها ؛

(٩٦) **المتلقّن** ابو الحسن علىّ بن عبد العزيز بن عبد الله البغدادىّ

سمع كتاب بيان الخطأ والصواب من احاديث الشهاب على شيخنا الصاحب محى الدين ابى محمد يوسف بن جمال الدين ابى الفرج عبد الرحمٰن بن علىّ بن الجوزى بسماعه من والده المصنّف فى شهر ربيع الاوّل سنة ثلاث وخمسين وستّمائة.

(٩٧) **المُتَلَمِّسُ** جرير بن عبد المسيح بن عبد الله بن زيد بن دَوْفَن[١] بن [حرب بن] وهب بن جُلَىّ بن الاحمس ابن ضبيعة بن ربيعة بن نزار بن معدّ بن عدنان

وهو خال طرفة بن العبد وكانا[٢] ينادمان [ن] عمرو بن هند فبلغه انّهما هجواه فكتب لهما الى عامله بالبحرين كتابين واوهمهما انّه امر لهما بجائزة. وكان الامر بالقتل فخرجا حتّى اذا كانا بالنجف اذا هما بشيخ على لقم الطريق يحدّث ويأكل من خُبزٍ بيده ويتناول القمّل فيقصعه فقال له المتلمّس: ما رأيت كاليوم شيخًا احمق. فقال الشيخ: وما رأيت من حُمقى؟ أُخرج خبيثًا وأُدخل طيّبًا واَقتُل عدوًّا. اَحمق والله منّى من يحمل حتفه بيده؛ فاستراب المتلمّس بقوله فطلع عليه غلام من اهل الحيرة. فقال له: اتقرأ؟ يا غلامُ! قال: نعم. ففكّ الصحيفة ودفعها اليه فاذا فيها "امّا بعد فاذا اتاك المتلمّس بكتابنا هذا

---

[١] فى الاصل: دوفن بن وهب؛ بالقاف. والتصحيح من وستنفيلد (ش ٨ س ١٤) وكتاب الاشتقاق ص ١٩٧؛ [٢] راجع كتاب الاغانى ج ٢١ ص ١٩٣ - ١٩٥ طبع ليدن؛

فاقطع يديه و رجليه وادفنه حيًّا" فاخذ ها المتلمّس وقذ فها في نهر الحيرة ، ثمّ قال لطرفة : انّ في صحيفتك والله مثل ما في صحيفتي فقال طرفة : كلّا ! لم يكن ليجترئ عليّ ؛ واخذ المتلمّس نحو الشام فنجا براسه ، و توجّه طرفة نحو البحرين فقُتل ، وقال الفرزدق[1] :-

الق الصحيفة يا فرزدق لاتكن نكداء مثل صحيفة المتلمّس

(۹۸) المتمنّي[2] عامر بن عبد الله بن الشجب بن عبد ودّ ابن عوف الكلبيّ الشاعر

ذكره الامير ابو نصر عليّ بن ماكولا في كتاب الاكمال عن رفع عارض الارتياب عن الاسماء والكنى والالقاب ؛ وقال : لقّب ببيت قاله[3] ؛

(۹۹) المتمنّي[4] نصر[5] بن الحجّاج السُلَميّ الشاعر الفارس

كان من احسن الناس وهو الذى حلق راسه عمر بن الخطّاب ونفاه الى البصرة وكان من حديثه انّ عمر بن الخطّاب رضي الله عنه سمع فارعة[6] بنت همّام تنشد :-

هل من سبيلٍ الى خمرٍ فاشربها ام هل سبيل الى نصر بن حجّاج

---

[1] انظر ، ديوان الفرزدق ص ۵۷ ، وفيه : الق الصحيفة يا فرزدق انّها - الخ

[2] ضبطنا ه بصيغة اسم المفعول تبعًا للمصنّف ولكن الصحيح ضبطه بصيغة اسم الفاعل لانّه لقّب بالمتمنّي لانّه تمنّى رقاش امرءة من عامر الاجدار ، انظر تاج العروس (۱۰ : ۳۵۰) [3] كتبه مقدّمًا على عامر ثمّ اشار الى تأخيره ، [4] انظر تاج العروس (۱۰ : ۳۵۰) ورغبة الآمل (۵ : ۱۳۹) ، [6] وهي امّ الحجّاج بن يوسف الثقفيّ ؛ ذكرها ابن خلّكان في الوفيات (۱ : ۱۲۴) ؛

فلمّا اصبح احضر المتمنّي فلمّا رآه بهرهٗ جماله، فقال له :
انت الذي تتمنّاك الغانيات في خدورهن والله لأُزيلنّ عنك
رداء الجمال، ثمّ دعا بحجّام فحلق رأسه، وكانت له جمّة
فينانة، فقال: انت محلوقاً احسن، فقال ايّ ذنب لي وذاك،
فقال: صدقت، الذنب لي ان تركتك في دار الهجرة فنفاه الى البصرة
وكتب الى مجاشع بن مسعود انّي سيّرت نصر المتمنّي ابن حجاج
الى البصرة، فاستلب نساء البصرة لفظة عمر فضرب بها المثل،
ولمّا قدم البصرة انزله مجاشع منزله لقرابته واخدمه
امرأته شميلة؛

(١٠٠) المتنبّي ابو الطيب احمد بن الحسين بن عبدان الكنديّ الكوفيّ الشاعر المجيدُ

ذكره الثعالبيُّ في شعراء الشام[١]، وقال: هو[٢] كوفيّ المولد شاميّ
المنشأ نادرة الفلك وواسطة عقد الدهر في صناعة الشعر، ولد
بالكوفة في كندة سنة ثلاث وثلاثمائة، وبلغ من كبر نفسه
ان دعا الى بيعته قوماً على حداثة سنّه وعرف به والي البلدة
فحبسه؛ وقال ابو الفتح عثمان بن جنّي انّما سمّي المتنبي بقوله:-
[٣] انا في امّة تداركها اللّـ ـه غريب كصالح في ثمود
ما مقامي بأرض نخلة الّا كمقام المسيح بين اليهود
وكان قبل اتّصاله بسيف الدولة مدح جماعةً، ويقال؛

---

١ انظر يتيمة الدهر (١: ٩٠ - ١٨٩)؛ ٢ في اليتيمة: هو وان كان كوفيّ المولد؛
٣ انظر ديوان المتنبي بشرح التبيان ج ١ ص ١٩٨ - ٢٠١، ٢٠٨؛

إنّ عليّ بن منصور الحاجب لمّا مدحه بقصيدته التي اوّلها :-

بأبي الشموسُ الجانحاتُ غواربا [1]

اعطاه ديناراً واحداً ، فسمّيت الديناريّة ، واخباره واشعاره قد ذكرها افاضل العلماء والادباء وسارت مَسِيرَ الشمس في الشرق والغرب ، وصنّفوا في شعره اكثر من مائةِ مصنَّف ، وكان قد مضى الى فارس ومدح عَضُد الدولة ، وارتحل عن شيراز بحسن حالٍ ووفور مالٍ ولم يَقْبل ما اُشير عليه من الاحتياط باستصحاب الخفراء والمبذرقين فخرج عليه سريّة من الاعراب فقتل مع ابنه محسّد ونفر منه غلمانه وفاز الاعراب بامواله وذلك سنة اربع وخمسين وثلثمائة بالقرب من جَبُّل [2] ؛

(۱۰۱) المتنبّي ابوعليّ الحسن بن محمّد بن الحسن الواسطيّ الاديبُ

كان اديباً فاضلاً انشد في شكر بعض الرؤساء :-

ومازال في الاقوام اوّلَ قائمٍ بعارفةٍ تُسدى وآخِرَ قاعدِ

---

[1] انظر ديوان المتنبّي بشرح التبيان ج ۱ ص ۱۹۸-۲۰۱ ، ۸۰ ، [2] قال ياقوت : قتل ببيزع قرية من دير العاقول وجَبُّل ، وجبّل بليدة بين النعمانية وواسط ؛ انظر معجم البلدان مادّة بيزع وجُبُّل ، واخبار المتنبّي مشهورة ؛ انظر لبعضها دائرة المعارف الاسلاميّة (۳ : ۱۸۷ بمابعدها) والمصادر التي ذكرت فيها ؛

يروح بآلاء ويغدو بمثلها على قاطن من اهليه ووافد

منها :-

فدونك مني سائرات مدائح بواق على خرق الليالي خوالد
تلذ بأفواه الرواة كأنها جنا النحل ومعسول لماء ناهد[1]

(۱۰۲) **المتنبي طُلَيحة بن خويلد الاسديُّ الفارس**

كان ممن ارتدّ عن الاسلام وبعث اليه ابوبكر رضى الله عنه خالد بن وليد فى ثلثة الاف فارس الى بُزاخه[2] وكان قد اتبعه عيينة بن حصن فلمّا هزمه الله مرّ طليحة فى مهربه على امرءة من بنى اسد فضحكت منه، وقالت: اَتفرُّ وانت نبيٌّ؟ فلم يجبها، ولحق طليحة بالشام، ثم قدم مُسلماً الى المدينة فلم يعرض له ابوبكر [رضى الله عنه] وفى زمن عمر [رضى الله عنه] بعثه الى نهاوند فاستشهد بها سنة احدى وعشرين؛

(۱۰۳) **المتوّج ابوعبدالله محمّد بن سبا الزريعيُّ اليمنيُّ صاحب الدعوة باليمن**

ذكره القاضى الاكرم[3] فى كتابه، وقال: لـمّا بلغ

---

[1] ماء لبنى طىّ اوبنى اسد بارض نجد؛ [2] انظر تاريخ اليمن لعمارة اليمنى ص ۵۵ وبحسب الفهرس؛ [3] القاضى الاكرم هوجمال الدين يوسف المقدّم ذكره ولكنّ المصنّف حين اتى على ذكر محمّد بن سبا هذا فى بيان الملقبين بالمكين نقل مثل هذه الاحوال عن القاضى الارشد عمارة اليمنى والله اعلم بحقيقة الحال؛

الحافظ لدين الله موت الداعی سبأ الزريعی سنة اربع وثلثين وخمسمائة، انفذ الرشيد بن الزبير ليولّی ولدهٗ عليّاً، فوجد عليّاً قد مات، فقلّد الدعوة اخاهُ محمّد ابن سبأ ونعته المعظّمَ المتوّجَ المكين وعاد من اليمن موفوراً من المال والصِلاتِ؛

(۱۰۴) المتوّج ابو شجاع يحيی بن سعد الله بن يحيی الزَبِيديُّ

كان من رؤساء اليمن، وممّن حكمَ علی زَبيد وعدن، فلهٗ هناك آثار حسنة وسيرة مُستَحسَنَةٌ، وكان دائم الاستشهاد بشعر رافع بن اللّيث بن نصر بن سيّار الكنانیّ :—

النارَ لا العارَ فكن سيّداً ۔۔۔ فرَّ من العارِ الی النارِ

وتلك اخلاق كنانيّةٌ ۔۔۔ خصّ بها نصر بن سيّارِ

فهنّ فی ليث وفی رافعٍ ۔۔۔ تراث جبّار لجبّارِ

(۱۰۵) المتوسّم بسيف الله جمال الدولة ابو المظفّر عبد الرشيد بن يمين الدولة محمود بن سُبُكتكِين الغَزنَويُّ صاحب غزنة

اخذ المملكة من ابن اخيه مودود بن مسعود بن محمود، قال محمّد بن عبد الملك فی تاريخه : كان مودود قد حبس عمّهٗ عبدَ الرّشيد فلمّا توفّی مودود انزله العسكر

لہ ۴۴۱ - ۴۴۴ھ؛

وبايعوه، وانفذ الى القائم بامر الله ابا النجم المُنجح بن عبد الملك طالبًا للتقليد فورد الى بغداد فى المحرّم سنة ثلاث واربعين واربعمائة، ومعه برسم الخليفة عشرون الف منّ من النّيل وخمسمائة نافجة مسكًا، وخمسمائة مثقال عنبرًا، والف مثقال كافورًا، وسأل ان يلقّب بالمتوسّم بسيف الله، فخوطب بجمال الدولة وكمال الملّة وجلال الامّة شمس دين الله ومجد عباد الله المتوسّم بسيف الله نصير امير المؤمنين؛

(١٠٦) **المتوكّلُ** ابو القاسم **احمد** بن عبد الله بن عبد المُطّلِب الهاشمىّ النبىّ صلّى الله عليه وسلّم

ومن القابه صلّى الله عليه وسلّم المتوكّل، فى حديث محمّد ابن حمزة بن عبد الله بن سلام عن جدّه عبد الله بن سلام انّه لمّا سمع بمخرج النبىّ صلّى الله عليه وسلّم خرج فلقيه[١] فقال له صلّى الله عليه وسلّم: انت ابن سلام عالم يثرب؟ قال نعم! قال: فناشدتك الله الذى انزل التورٰية على موسىٰ بطور سيناء هل تجد صفتى فى كتاب الله الذى انزل على موسىٰ؟ فقال عبد الله بن سلام: انسُب ربّك، يا محمّد! فارتجّ النبىّ صلّى الله عليه وسلّم فقال له جبريل: قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ الى اخر السورة، قال ابن سلام اشهد انّك رسول الله، وانّ الله مُظهرك ومُظهر دينك

[١] انظر للحديث بلفظه منتخب كنز العمّال لعلى المتّقى (على هامش مسند احمد طبع مصر ج ۲ص ۲۵۳)

على الاديان ، وانّى لاجد صفتك فى كتاب الله تعالى ": يا ايّها النّبىّ انّا ارسلنك شاهداً ومبشّراً ونذيراً انت عبدى ورسولى سمّيتك المتوكّل ، ليس بفظّ ولا غليظ ولا صخّاب فى الاسواق ، ولا يجزى بالسيّئة مثلها ولكن يعفو ويصفح ولن يقبضه الله حتى يستقيم به الملّة المعوجة حتّى يقولوا لا اله الّا الله ، ويفتحوا اعينًا عميًا وآذانًا صمًّا وقلوبًا غلفًا "؛

(١٠٧) المتوكّلى ابراهيم بن ممشاذ بن عبد الله الاصفهانى[1] الكاتب

[63 b / 64 a]

ذكره حمزة بن الحسين فى كتاب اصفهان ، وقال : كتب مدّة للمتوكّل على الله ثمّ صار من ندمائه فسمّى المتوكّلى ، ولم يكن بالعراق فى ايّامه ابلغ منه ، له رسائل ؛

(١٠٨) المتوكّل على الله ابو الفضل جعفر[3] بن محمّد المعتصم ابن هارون الرشيد الهاشمىّ العبّاسىّ الخليفة

امّه امّ ولد يقال لها : شجاع ، مولده بفم الصلح سنة سبع ومائتين ، بويع له بالخلافة بسرّ من رأى يوم الاربعاء لستّ بقين من ذى الحجّة سنة اثنتين وثلثين ومائتين بعد وفاة اخيه الواثق وعمره يومئذ ستّ وعشرون سنة

---

[1] انظر معجم الادباء (٢ : ١٦-٢٠) [2] اكثر ذكره صاحب معجم البلدان وذكره الحاج خليفة فى كشف الظنون (١ : ٢١٧) ولم يذكر سنة وفاته ؛ [3] راجع تاريخ الخلفاء ص ٣٥٢ ؛

وبايعه سبعة كلّ منهم ابن خليفة ، وهم محمّد بن الواثق واحمّد بن المعتصم وموسیٰ بن المأمون وعبد الله بن الامین وابو احمد بن الرشید والعبّاس بن الهادی ومحمّد بن المتوکّل یعنی ابنه المنتصر ، وقتل سنة سبع واربعین ، فکانت خلافته اربع عشرة سنة وعشرة اشهر ؛

(١٠٩) المتوکّل علی الله ، الناصر لدین الله ابو الحسن علیّ ابن حمّود بن ابی العیش میمون العلویّ الحسنیّ الخلیفة بالاندلس

بویع له بقرطبة بعد قتل سلیمان المستعین واخیه وابیهما یوم الاحد لسبع بقین من المحرّم سنة سبع واربعمائة ، وکان سبب قیامه بالخلافة انّ خیران العامری[1] کان راغباً عن دولة المستعین سلیمان بن الحکم ، وکان علیّ بن حمود بسبتة ، واجتمع خیران بعلیّ بن حمّود ، وعقد الولایة خیران العامریّ باسم بن حمّود علی طاعة المؤیّد بالله هشام بن الحکم فی المصلّی بالمریة ، وخرج علیّ بن حمّود من مالقة ، واجتمعت معه العساکر ، وساروا الی قرطبة ، وسیق سلیمانُ المستعین اسیراً فقتل مع

---

[1] راجع نفح الطیب (١ : ٢٨٨، ٣١٧ — ٣١٨) [2] من الموالی العامریّین ملوک الطوائف بالاندلس فی حدود سنة ٤١٢ ھ ؛

نفح الطیب (١ : ٣١٥ - ٣١٦) ؛

ابیه وتملك وسنذکره[۱] فی کتاب النون ان شاء الله تعالیٰ؛

(۱۱۰) **المتوکّل** الهادی ابو الحسن **علیّ**[۲] بن محمّد الجواد بن علیّ الرضا العلویّ الحُسَیْنیُّ الامام

هو الهادی ابو الحسن علیّ بن الجواد ابی جعفر محمّد بن الرضا ابی الحسن علیّ بن الکاظم ابی ابراهیم موسی بن الصادق ابی عبد الله جعفر بن الباقر ابی جعفر محمّد بن زین العابدین ابی الحسن علیّ بن الشهید ابی عبد الله الحسین بن المرتضیٰ علیّ بن ابی طالب کرّم الله وجهه[۳]؛

(۱۱۱) **المتوکّل** علی الله ابو محمّد **عمر**[۴] بن محمّد بن عبد الله ابن مسلمة بن المظفّر المعروف بابن الافطس التُجیبیّ الاندلسیُّ المتغلّب علی الاندلس

وکان ادیبًا فاضلًا ملکًا مطاعًا عادلًا، ومن شعره یستدعی احدًا[۵] ندمائه،

اَقْبِل ابا طالبٍ علینا   وقَعْ وقوعَ المُنیٰ علینا

فنحن عِقْدٌ بغیر وُسطیٰ   مالم تکن حاضرًا لدینا

(۱۱۲) **المُنَیَّمُ** ابو الحسن **مُحمّد** بن احمد بن محمّد الافریقیُّ الادیب

---

[۱] یرید مکرّرًا. فی الملقبین بالناصر؛ [۲] هو الملقّب کابنه الحسن بالعسکریّ،

[۳] المتوفّی لخامس وعشرین من شهر جمادی الثانیة سنة ۲۵۴ھ؛ [۴] وهو الوزیر

[۵] ابو طالب بن غانم، راجع: قلائد العقیان ص ۵۲، وروایة البیت الاوّل فیه:-

اقبل ابا طالب الینا   وقع وقوع الندیٰ علینا

ذکرہ ابو منصور الثعالبیؒ فی کتاب یتیمة الدھر فی محاسن[1] اھل العصر، وقال: خرج عن وطنه ولقب فی البلاد، ودخل مدن الشام وخراسان وسکن بآخرہ بخارا، وکانت حرفته التی یعتمد علیھا الشعر، وکان صاحب جد وھزل یطیب وینجم، وصنف کتاب الانتصار عن فضل المتنبی، وکتاب[2] اشعار الندماء ودمفاکھة الخلعاء ولہ دیوان کبیر، ومن شعرہ فی وصف اللیل والنجوم:-

کانما اللیل جواد ادھم ۔۔۔ حلیته دون الحلی الانجم

کانما البدر المنیر غرة ۔۔۔ فی وجھه لما انحنی یبتسم

وله فی وصف السماك[3] الرامح:-

کأنه قلب محب یخفق ۔۔۔ او مقلة بدمعھا ترقرق

کانما اشراقه وجه الذی ۔۔۔ انحلنی لوجھه التشوق

وله فی وصف السماك الاعزل[4]:-

کأن اشراق السماك الاعزل ۔۔۔ فی ظلمة اللیل البھیم الالیل

وجه الحبیب من بعید قد بدا ۔۔۔ یمشی لھوینی فی رداء الکحل

---

[1] ج ۴ ص ۱۲۶ بما بعدھا؛ من غیر ذکر ھذہ الاشعار، وذکر الحاج خلیفة ایضا کتابیه فی کشف الظنون (۱: ۲۲۴، ۲۵۱)؛ [2] ا: شعار الندماء؛ [3] ا: السماک الاعزل؛ [4] ا: السماک الرامح؛

الیم والثاء ومایثلثهما

(۱۱۳) **المثقف** وسوان بن منصور الکردیّ الاربلیّ الجندیّ الشاعر نزیل مصر

ذکره شیخنا تاج الدین ابوطالب فی کتاب لطائف المعانی وقال: هوشاعر مجید محسن، کان جندیّاً فی خدمة زین الدین علی کوجك ثمّ فارقه وتوجّه الی خدمة صلاح الدین یوسف بن ایّوب ثمّ خدم مع اخیه العادل ثمّ خدم مع نجم الدین الاوحد ایّوب بن العادل وسار معه الی خلاط فقتل بها سنة ثلاث عشرة وستّمائة ومن شعره :-

کم یکتم الصبّ ماذا الدهر یظهره ... ردی لصبابة تطویه وتنشره

والحبّ اطیبه ما باح صاحبه ... بما یکتّم والمحبوب یهجره

وفی البکاء شفاء النفس من قلق ... اذا شفی النفس من هم تحدّره

(۱۱۴) **المثلّث** بالنعمة **اخنوخ** - ادریس[۱] - ابن الیارد بن مهلاییل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم النبی علیه السلام

ویقال له: هرمس الهرامسة. قالت الیهود: ولد للیارد اخنوخ وهو ادریس ونبّأه الله وقد مضی من عمر آدم

---

[۱] اخبار ادریس مبسوطة فی اوائل کتب التاریخ تکفینا الاشارة منها الی ابی الفداء (۱:۹)، وبیان المصنّف یختلف کثیراً من بیانه فلیراجع؛

ستّمائة سنةٍ واثنان وعشرون سنة وانزل عليه ثلاثين صحيفة، وهو اوّل من خطّ بالقلم وخاط الثياب ولبسها، ولم يكن للناس من قبله ملبسٌ غير الجلود وتوفّي آدم بعد ان مضى من عمر ادريس ثلثمائةٍ وثمان وستّون سنةً، وسمّي ادريس لدراسته الكتب الالهيّة. ولمّا رُفع الى السماء كان عمره ثلاثمائة وخمس وستّون سنةً، وذلك في حياة ابيه، وعاش ابوه بعده ثلثين سنة، وقيل: انّه نبّئ بعد آدم عليه السلام بمائتي سنة وُلد له متوشلح وهو ابن خمس وستّين سنة، واستخلف متوشلح بن اخنوخ على امرأته وعلى اهل بيته قبل ان يرفع، وأعلمه، انّ الله سيعذّب ولد قابيل ومن خالطهم، ونهاه عن مخالطتهم، واستجاب له الف انسان ممّن كان يدعوه فلمّا رفعه الله احدثوا بعده الاحداث الى زمن نوح، ورفع وهو ابن ثلاثمائةٍ وخمس وستّين سنةً؛

الميم والجيم وما يثلثهما

(١١٥) **المُجابُ** بِردّ السلام ابو محمّد ابراهيم بن ابي جعفر محمد العابد الصالح بن موسى الكاظم بن جعفر الصّادق الهاشميّ العَلَويّ الزاهِدُ

كان من الزّهاد العبّاد كثير الدعاء والاوراد، وكان لا يخرج من بيته الّا لضرورة، وهو مواظب على العبادة ليلاً ونهاراً،

والذی يُروٰی عنه انّه دخل ذات يومٍ الی حضرة علیٍّ عليه السّلام وقيل، حضرة جدّه الحسين عليه السلام، فقال: السّلام عليك يا ابه! فاجابه، وعليك السّلام يا ولدی!، اوكما قال؛

(١١٦) **المجاب الدعوة** ابواسحاق **سعد**[1] بن ابی وقّاص مالك بن اُهيب الزهریّ مِنَ العشَرة المبشَّرة

احد العشرة المشهود لهم بالجنّة، شهد بدراً والمشاهد كُلَّها، روٰی عن النبیّ صلی الله عليه وسلم، روٰی عنه عبد الله بن عبّاس، وعبد الله بن عمرو وجابر بن سمُرة والسائب بن يزيد وبنوه عامر ومُصْعَب ومُحَمّد وابراهيم وعُمَر وعائشة بنو سعدٍ بن ابی وقّاص، ذكره ابونعيم الاصفهانیّ فی كتاب معرفة الصحابة[2]، ومن اسامِيه الحسَنة سابع السبعة وثالث الاسلام والمفدّی بالابوين والمجاب الدعوة والخال والحارس، وعادهٗ رسول الله صلّی الله عليه وسلّم فی مرضٍ لهٗ، فقال: اللّٰهمّ اَذهب عنه البأس إلٰه النّاس، ملك النّاس، انت الشافی لاشفاء الاشفاءك، اُرقيك مِن كلّ شيئ يؤذيك من حسدٍ وعينٍ، اللّٰهُمّ اصح قلبه وجسمه واكشف سقمهٗ واَجِبْ دعوته، توفّی سنة خمسين[3]؛

---

[1] انظر اخبار سعد فی اسد الغابة (٢: ٢٩٠) والاستيعاب (٢: ٥٥٨) والاصابه (٢: ٦٢)؛ [2] يوجد منه مجلّد واحد بمكتبة باريس؛ [3] قال ابن حجر: وقال ابونُعَيم: مات سنة ٥٨ھ؛ والله اعلم؛

(١١٧) **المجاب الدعوة** ابو الاعور **سعيد**[1] بن زيد بن عمرو ابن نفيل بن عبد العزّى بن رياح بن عبد الله بن قرط ابن رزاح بن عدىّ بن كعب العدوىّ القرشىّ عاشر العشرة [64 b / 65 a]

احد العشرة المشهود لهم بالجنّة ، وقد تقدّم ذكره ،

قال ابو نعيم فى كتاب[2] معرفة الصحابة ، جاءت اروى بنت اويس الى ابى محمّد بن عمرو بن حزم فقالت : انّ سعيد ابن زيد قد بنى ضفيرةً فى كنفى فأته فكلّمه ان ينزع من حقّى ، فوالله ان لم يفعل لأصيحنّ به فى مسجد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ، فقال لها : لا تؤذى صاحب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فما كان ليظلمك ، فلمّا سمع سعيد قال : انّى سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول : من اخذ شبراً من الارض بغير حقٍّ طُوِّقه يوم القيامة من سبع ارضين ، لتأتينّ فلتأخذنّ ما كان لها من حقّ ، اللّهمّ فان كانت كذبت علىّ فلا تمتها حتّى تُعمّى بصرها ، فجاءت فهدمت الضفيرة وبنت بنياناً فعميت ، وخرجت ليلاً فسقطت فى البئر فماتت ؛

---

[1] انظر اخبار سعيد فى اسد الغابة (٢ : ٣٠٦ بما بعدها) والاستيعاب (٢ : ٥٥٠) والاصابة (٢ : ١٩١) ؛ [2] روى الحديث ابن حجر فى الاصابة نقلاً عن معرفة الصحابة باسناد ابى بكر بن عمرو بن حزم والله اعلم ؛ وانظر ايضاً صحيح مسلم كتاب البيوع باب تحريم الظلم وغصب الارض وغيرها ؛

(١١٨) **مجاهد الدين** ابو المظفر **اَللّدي** بن تلا بن عبد الله الحَصْكَفِي مُتَوَلّي حصن كيفا

كان من الفرسان الشجعان والامراء الكبراء، ولي حصن كيفا واعمالها من قبل ايلغازي بن اُرْتُق، وكان ممدّحًا، وفيه يقول الشريف الراشدي من ابيات:—

يا كعبةً حجُّها فرضٌ على البشرِ تهوي اليها وفود البدوِ والحضرِ
سَرَوْا يأمُّون من جرموك قصدهم مجاهد الدين للّدي خير مفتخرِ

منها:—

روح لمنتصرٍ امن لمنذعرٍ مال لمفتقرٍ نصر لمنتصرِ

(١١٩) **مجاهد الدين** ابو نصر اياز بن عبد الله البرلو - يعرف بسربك - الناصِرِيّ متولي شهرزور

كان من الامراء المعروفين بالشجاعة والرياسة، ولي شهرزور واعمالها، وكان حسن السيرة في الرعيّة خفيف الوطأة في ولايته؛

(١٢٠) **مجاهد الدين**، حسام الدين ابو الميامن ايبك[١] بن عبد الله الجركسي المستنصريّ الدواتيّ امير الامراء

كان دواتيّ الامير المستنصر بالله واخصّ خواصّه بلغ من التقدّم ما لم يبلغه احد من ابناء جنسه، فانّه لم يزل منذ اشترله الى ان مات مولاه في رفعةٍ ومنعةٍ وزيادة وسعادة، وكان متيقّظًا ملازمًا السدّته، وزوّجه بابنة السلطان

---

[١] راجع الحوادث الجامعة ص ٢، ٨٧؛

بدرالدين لولو سنة اثنتين وثلاثين وسلطنه وخلع عليه من مفاخر ملابسه وقلّده بسيف بحلية الذهب والجوهر النفيس، ورفع خلفه من السلاح المجوهر والالوية والاعلام، ورتّب امير الحاج فى ايّام المستعصم بالله لمّا حجّت والدته سنة احدى واربعين، وفى سنة اربع[1] وخمسين كان قد طغى الماء واغرق دار الخلافة، وكان مجاهد الدين يقصد دار الخلافة فى الاحيان مع جماعة من الامراء فنسب اليه انّه يريد ان يفتك بالخليفة فانكر ذلك واستوحش من الوزير ابن العلقمى وامتنع من الخروج، فتوصّل صاحب الديوان فخر الدين[2] وكان السبب فى الصلح وفى سنة ستّ وخمسين لمّا نزل هولاكو على بغداد اخذ الاموال والجواهر واراد ان ينحدر فى سفينة فاستولى المغول عليها، وكان قد عبر الجانب الغربى مع الامراء وكسر المغول واشار عليه اهل المعرفة بالرجوع الى بغداد فلم يلتفت وكانت الكسرة عليهم، وقُتل[3] مجاهد الدين

---

[1] كان طغيان الماء مرّتين مرّة سنة ٦٥٣ھ واخرى سنة ٦٥٤ھ، وذكر صاحب الحوادث الجامعة الوحشة بين ابن العلقمى ومجاهد الدين فى حوادث سنة ٦٥٣ھ وحيث انّه عوّل فى بيان اكثر الحوادث على نقول من كتب المصنّف كما هو واضح من اسلوب كتابه فالواجب علينا ان نعتمد على قول المصنّف؛ وانظر ايضاً تاريخ العراق (المجلد الاوّل بحسب الفهرس)؛ [2] اللفظ مشتبه بالاصل وصحّحناه من الحوادث الجامعة (٢٩٥) وهو فخر الدين ابن الدامغانى (انظر تاريخ العراق بحسب الفهرس)؛ [3] وذكر صاحب الحوادث الجامعة انّه نجا هارباً ثمّ قتل مع الخليفة؛

وانفذ رأسه الى الموصل ، واليه تنسب المدرسة المجاهدية ببغداد ؛

(۱۲۱) **مجاهد الدين** ابو التمام **بلد** بن عبد الله الحبشيّ

كان من الامراء الاعيان كريم البنان وفارس الشجعان وله فى ذلك مقامات مشهورة ؛

(۱۲۲) **مجاهد الدين** ابو الفوارس بزان بن مامين بن عبد الله الكُردىّ الامير

ذكره الحافظ ابو القاسم علىّ بن الحسن بن عساكر الدمشقىّ[1] فى تاريخه ، وقال : كان اميراً عادلاً ، وله مدرسة بدمشق[2] تعرف به ، وله مسجد كبير خارج باب الفراديس على يمين الخارج ، فيه بركة وسقاية ، وله امام ووقف وطاقات الى النهر وخيرات كثيرة ، وهذا الامير هو الذى [مدحه] حسّان بن[3] نمير الكلبىّ بقصيدة اوّلها :-

كُحلٌ بعينيه ام ضرب من الكحَل وَرْدٌ بخدّيه ام صبغٌ من الخجَل

فيها :-

---

[1] لم نجده فى تهذيب التأريخ ؛ [2] انظر خطط الشام (۶ : ۸۹) ؛

[3] عرقلة الدمشقىّ المتوفى سنة ۵۶۷ هـ ، انظر فوات الوفيات (۱ : ۱۱۲)، وفى فهرست دوزى (ص ۲۴۲) ما نصّه : عرقلة الكلبىّ وهو ابو الندى حسّان بن نمير توفى سنة ستّ اوسبع وخمسين بدمشق ؛ وقد نقل ديسلان فى حواشيه على ترجمة الوفيات (۲ : ۵۶۱) ترجمته من الخريدة فجزم بأنّ وفاته كانت سنة ۵۶۶ هـ ؛

مجاهد الدين فى الاديان قاطبةً   وصارم الدولة الغرّاء فى الدول
ملك له الرأى والرايات غالبةً   يوم الطراد على العسالة الذبل

منها :—

ما انت فى أمراء الدهر مفتخراً   وانما تفخر ابن عبد الله فى الدول
حويت بالولد ابن الحمد حين اتى   محمّدٌ وترقيت العُلى بعلى

(١٢٣) مجاهد الدين ابو نصر بهرام بن عبد الله الناصريّ الامير

ذكره شيخنا تاج الدين ابو طالب علىّ بن انجب فى تاريخه، وقال : كان لطيف الاخلاق ، تأدّب وكان يفهم قول الظرفاء ونكتهم ، وكان مليح الصورة وهو الذى سمع بعض من تردّد اليه يُنشد :—

اخلاقك الغُرّ السجايا ما لها   حملت قذى لوا شين وهى سُلاف
والحقّ فى مراة رأيك ما له   يخفى وانت الجوهر الشّفاف

فاعجبه ذلك منه واستعاده وكتبه بخطّه؛

(١٢٤) مجاهد الدين ابو الخير بهروز[له] بن عبد الله الابيض الرومىّ الغياثىّ شحنة العراق

ذكره محبّ الدين محمّد بن النجّار فى تاريخه، وقال : هو مولى السلطان غياث الدّين محمّد بن ملكشاه ، وولى الامارة بالعراق نيفاً وثلاثين سنةً ، نافذ الامر مطاع الحكم، واليه

[له] انظر ترجمته فى دائرة المعارف الاسلاميّة (١: ٤٤٧)؛ والكامل لابن الاثير (٨ : ٣٠، ٣٠٤، ٣٨٠)؛

ينسب رباط الدرجة بسوق المدرسة النظامية، وانشأ رباطاً للخدم بأعلى البلد، وعمر النهروان، واجرى الماء فيه بعد ان كان قد خرب منذ سنين، وتولّى شحنة بغداد بعد الامير زنكى بن آقسنقر سنة احدى وعشرين و خمسمائة، واُقطع الحلّة السيفيّة وكان بتكريت، وقدم بغداد واحسن السيرة، وعدل فى الرعيّة، وكان معماراً للبلاد، وعمّر المحوّلة المعروفة بالمجاهديّة، وجمع لها الرّجال من الاعمال، وعمر الخالص[١] واعماله، وجمع الآلات لسدّ بثق بُوهرز، وتمّم عمارة جامع المداينة وتوفّى ببغداد فى رجب سنة اربعين وخمسمائة ودفن بالمشمّنة مجاور رباط الخدم.

(١٢٥) **مجاهد الدين** ابو محمّد ثابت بن ابى سعد المظفّر بن الحسن بن المظفّر بن السبط البغدادىّ المحدّث

ذكره الحافظ محمد بن الدبيثىّ فى تاريخه، وقال: ابن اخى شيخنا ابى القاسم هبة الله بن الحسن بن السبط سمع جدّه الاعلى (؟) الحسن بن المظفّر بن السبط وغيره، سمع منه احمد بن طارق، قال: واجازنا؛ وكانت وفاته فى رابع عشر رجب سنة تسع وثمانين وخمسمائة.

---

١) ذكر ياقوت انه اسم لمراد اضمن الكلام عن واسط كما انه اسم كورة عظيمة من شرقى بغداد، ثم قرية كبيرة بقرب بعقوبا ... ٥٦١هـ؛ شذرات الذهب (٤: ٣٣٨).

(۱۲۶) **مجاهد الدین** ابو محمّد حسن بن احمد بن عبد الله بن عبد العزیز البغدادیّ الفقیه

کان من اعیان الفقهاء، قرأ الفقه علی الشیخ ...[1]

(۱۲۷) **مجاهد الدین** ابو علیّ الحسن بن ابی البرکات محمّد بن علیّ بن طوق الموصلیّ الفقیه الکاتب

ذکرهُ محمّد بن الدبیثی فی تاریخه، وقال: اصلهٗ من الموصل وهو بغدادیّ الدار والمولد، تفقّه بالنظامیّة، وسمع ابا الوقت عبد الاوّل، وتولّی النظر فی دیوان الترکات، وتوفّی فی شوّال سنة ستّ وتسعین وخمسمائة۔

(۱۲۸) **مجاهد الدین** ابو الفضائل خالص بن عبد الله الناصریّ امیر الجیوش

کان من اکابر امراء الدولة الناصریّة، وکان امیر الجیوش جلیل القدر کریمًا، لهٗ انعام علی الفقراء، حسن الوساطة بین الرعیّة والخلیفة ولهٗ مجلس یتردّد الیه فیه الامراء والاکابر، وکان ممدّحًا، وقد مدحه النقیب شمس الدین ابو القاسم علیّ بن محمّد بن عدنان بن المختار من ابیات:-

یومُ تمرّ ولا ا ـــ ـــ ر ا ـــ هم نیه عندی فهو شهرٌ
فمتی یُدال من الهوی   لم یبق لی جلَدٌ وصبرٌ
بمجاهد الدین اغتدت   ظلَم الامانی وهی غُبرٌ
مَلِکٌ لنا فی کلّ یو ـــ م منه احسان و برّ

---

[1] بیاض فی الاصل لم نستطع تکمیلهٗ؛

متہلل طلق المحیّا زانہ کرمٌ و بشرٌ
سیف الامام المنتضٰی عند الحوادث حین تعرو

(۱۲۹) **مجاهد الدین** ابوالعزّ راشد بن علیّ بن راشد الاسدآبادیّ المُقرِئُ

[65 b / 66 a]

ذکرہ الحافظ ابوطاھر احمد بن محمّد السِلَفیّ فی کتاب معجم السفر، وقال: روی لنا بالاهواز عن ابی محمّد الحسن بن احمد بن موسی الغُنْدِجانیّ، روی باسنادہ قال: دخل مالک بن دینار علی بلال بن ابی بردة وھو امیر البصرة، فقال: ایُّها الامیر! قرأتُ فی بعض الکتب: من احمق من السلطان؟ یا راعی السوء! دفعتُ الیک غنماً سِماناً صِحاحاً فاکلتَ اللحمَ وشربتَ اللبنَ وائتدمتَ بالسمن ولبستَ الصوف وترکتَها عِظاماً تَقَعْقَعُ!

(۱۳۰) **مجاهد الدین** ابوالفضل سلیمان بن محمّد ابن علیّ الموصِلیّ المحدِّثُ

ذکرہ الحافظ زین الدین ابوالحسن محمّد بن القَطِیعیّ فی تاریخہ، وقال: ھو موصِلیّ الاصل بغدادیّ المولد والدار اخو یوسف وعلیّ، قال: وکان احد الصوفیة برباط ابی النجیب السهروردیّ، سمع ابا القاسم اسماعیل بن احمد[۲]

---

[۱] یعرف بالاسود وکانت وفاته سنة ۴۲۸ ھ؛ انظر ترجمته فی معجم الادباء (۷: ۲۶۱) وبغیة الوعاة (ص ۲۱۷) ونزهة الالبّاء (ص ۴۳۷)؛ [۲] م ۵۳۶ ھ؛ الشذرات (۴: ۱۱۲)۔

ابن عمر بن السمرقندیؒ، قال ابن القطیعیؒ ؛ وسمعنا علیہ ثلثۃ اجزاء من الجعدیات[1]، وروی لنا عنہ شیخنا محی الدین ابو البرکات عبد المحی بن احمد الحزلیؒ ؛

(۱۳۱) مجاہد الدین ابو الجدؒ شُکر بن عبد اللہ الناصریؒ الامیر

کان امیراً کیّساً مختصّاً بالرکوب مع الامام الناصر لدین اللہ و تقدّم بان یکون فی جملۃ الزعماء سنۃ اربع عشرۃ و ستّمائۃ، وکان محبّاً فی الخدمۃ مھتمّاً بالملازمۃ لیلاً و نہاراً ؛

(۱۳۲) الملک المجاہد اسد الدین ابو الحارث شیرکوہ بن ناصر الدین بن محمد بن اسد الدین شیرکوہ بن شاد الحمصیؒ الوزیرُ

ذکرہ العماد الکاتب فی کتاب الخریدۃ و فی کتاب البرق الشامی، قال : و فی سنۃ اثنتین وثمانین وخمسمائۃ امرنی المولی السلطان الملک الناصر صلاح الدین ابو المظفر یوسف بن ایوب ان اکتُب منشوراً للملک المجاھد اسد الدین شیرکوہ بن محمّد بن اسد الدین شیرکوہ ، فصل منہ :-

---

[1] اجزاء الجعدیات المنسوبۃ الی ابی الحسن علی بن الجعد بن علبید الجوھریؒ المتوفّی سنۃ ۲۳۰ھ ، اثنا عشر جزءاً ؛ (انظر کشف الظنون (۱ : ۳۵۲) ؛ وترجمۃ الجوھریؒ مبسوطۃ فی تذکرۃ الحفاظ (۱ : ۳۶۱) وتاریخ الکامل و ترجمۃ الوفیات لدیسلان (۲ : ۲۵۰) ؛ [2] لم اجد ذکرہٗ فی فہرست دوزی ؛

وولدنا الملك المجاهدُ اسد الدين ناصر الاسلام والمسلمين ابو الحارث شيركوه بن محمّد بن شيركوه سيف امير المؤمنين من محتد الكرم الذی اليه ينتمی ومن نجار السودد الذی الی فخاره يرتمی، وهو شبل الغاب الاسدیّ الذی يشتدّ الازر بمكانه، وواحد البيت العلیّ الذی يستند كلّنا الی اركانه، والفرع الفارع ذروة السيادة النامية بنموّه، والقمر الزاهر فی سماء السعادة المتسامية بسموّه؛

(۱۳۳) **مجاهد الدين** ابو الفضائل صن مرد[1] بن نصرة الدين بغدی بن بهاء الدين ارغش البغدادیّ الكاتبُ من بيت الامارة والرياسة والذكاء والمعرفة والكياسة، ومولده ببغداد ووقع والده اسيراً مع الامير سوغونجاق[2]، وسكن مراغة فی خدمته والده سنة ثلاث وستّين وستّمائة، واشتغل وحصّل، ولازم علماء الايغور والبخشيّة، وتعلّم منهم كتابة الخطّ الايغوری ولغتهم، وكان فی غاية الذكاء ومكارم الاخلاق، ورجع الی بغداد ورايته بها وكان بينی وبينه وبين والده المودّة التامّة، وسيأتی ذكر والده فی كتاب النون انشاء الله وحده؛

---

[1] له ولابيه وعمّه ذكره فی تاريخ العراق (۱: ۲۵۱) فليراجع؛ [2] احد القوّاد فی جند هلاكو حين احتلال بغداد سنة ۶۵۶ ه؛

(١٣٤) **مجاهد الدين** ابو حامد **عبد الرحمٰن** بن **محمود بن بختيار بن عزيز الاربلي** الفقيه الكاتب

ذكره كمال الدين ابن الشعار في كتاب عقود الجمان وقال : تفقه على ابي اسحٰق ابراهيم بن عمر بن زبيدة الجزري، وانقطع الى خدمة كمال الدين ابي الكرم محمد ابن علي بن مهاجر الموصلي، وانشد له : —

يقول زميلي حين جد بها السرى ... وعاين مني فيض دمع المحاجر

أشوقا الى الاوطان وهي قريبة ... اليك فما الفاك عنها بصابر

فقلت له مهلا وكن لي مساعدا ... فاين زُبَى الحدباء من دير حاجر

(١٣٥) **مجاهد الدين** ابو بكر **عبد العزيز بن عبد الرحمٰن ابن احمد بن هبة الله بن احمد بن علي بن الحسين ابن محمد بن جعفر بن عبيد الله بن عبد الله بن طاهر بن الحسين بن مصعب بن رُزَيق**، المعروف بابن قُرناص[١] الحموي الاديب

ذكره ابن الشعار وقال : من بيت معروف بالادب والفقه، وله شعر جيد، من ذلك في مدح النبي صلى الله عليه وسلم اولها : —

هبت عيون الغواني من كرى الخطل + لها خشوع واعراء عن الغزل

واصلت الحب عضبا منه منتجما حتى لقد بين اضحى منه في وهل

---

[١] بتقديم الراء على الزاء كما اعلق عليه المصنف : [١] م ٦٥٤؛ انظر الشذرات (٥ : ٢٦٥) وتاج العروس (٤ : ٢١٤)؛

ونافست فيه اوزان العروض فما سعى لسريع اليه سابق الرمل
واقبلت تتهادى شُرَّعاً ذُبُل لشراع تهزأ بالخطيّة الذُبُل
كُلٌّ يؤمّل بالسعى لقبول لدى من لم يبوّ منه بالاخفاق ذو أمل

منها :-

محمّد المصطفى خير البريّة من بهديه افترّ ثغر الدهر من جذل

(١٣٦) مجاهد الدين ابو عمرو عثمان بن شجاع الدين ابى الحسن بن موسى الهكّارىّ المقرى

كان من القرّاء العلماء بالقراءات واختلاف القرّاء فى ذلك، وسمع من الشيخ كمال الدين ابى الحسن علىّ بن شجاع بن سالم المقرى بقراءة ابى الفضل حامد بن منوجهر بن شاه خسرو بن روزبهان الشيرازىّ بالقاهرة فى شهر ربيع الاوّل من سنة اربع وعشرين وستّمائة ؛

(١٣٧) مجاهد الدين ابو الحسن علىّ بن محمّد بن احمد ابن علىّ بن ابراهيم، يعرف بابن الميناوىّ، العلوىّ الحسنىّ الحلبىّ الاديب

[هو] علىّ بن محمّد بن احمد بن علىّ بن ابراهيم بن محمّد ابن علىّ بن جعفر بن عبد المطّلب بن القاسم بن علىّ[1] بن حمّود ابن ميمون بن احمد[2] بن عمر بن عبيد الله بن ادريس بن ادريس بن عبد الله المحض بن الحسن المثنّى بن الحسن

---

[1] : علىّ بن محمّد بن حمّود بن ميمون بن احمد بن احمد ؛ والتصحيح تمامه ؛

[2] : فيه اختلاف يراجع لمعرفته عمدة الطالب (ص ١٣١) ؛

ابن علیّ بن ابی طالب الهاشمیّ العَلَویّ الحسنیّ الحَلَبیّ ،
من بیت الریاسة، وَوَلِیَ جدّه[١] الخلافة، ویعرف
بابن المیناوی الزجّاج ، ذکره کمال الدین ابن الشعّار
فی کتابه ، وقال : کانت له مروّة ظاهرةٌ ونفس کبیرةٌ،
ومن شعره فی احمد :-

إنّ الذی هواهُ نصفُ اسمه   مصحّف اسمٍ بلا مَین
فنصفه دمعی فی کثرةٍ   وعکسه یحکیه فی اللون

وله فی نُشّابة :-

ما طائرٌ بریش   لکنْ بلا جناح
ما ان یطیر حتّی   یُعْلِنَ بالصیاح

قال : وسألته عن مولده فقال : سنة ثمان وستّمائة ؛

(١٣٨) **مجاهد الدین** ابو الحسن **علیّ** بن یوسف بن محمّد
ابن عبد الله بن الصفّار الماردینیّ المنشی
یعرف بالحاجی لانّه حُمِل الی مکّة صغیراً ، [هو] علیّ بن
یوسف بن محمّد بن عبد الله بن شیبان بن الحسن بن
عامر بن عُبَید الله بن کنّاز بن خلید بن نمیر بن عامر بن
صعصعة بن بکر بن هوازن بن منصور بن خَصَفَة بن
قیس عیلان بن مضر بن نزار بن مَعَدّ بن عدنان النمیری
المعروف بابن الصفّار المادینی ، ذکره کمال الدین ابن الشعّار ،
کان کاتب الانشاء بین یدی الملک المنصور ناصر الدین اُرتُق

---

[١] یرید المتوکّل علی الله علیّ بن حمّود المتقدّم ذکره ؛

ابن ألبي بن ايلغازي بن ألبي بن أرتق الأرتقي صاحب ديار بكر، قال: «كان عالماً فاضلاً، وتولى الاشراف بديوان دُنيسر، ذكره[1] صاحب كتاب حلية السريين من خواص الدنيسريين، وقال: ذكيٌ فَطِنٌ دقيق النظر فيما يُرتّب ويُصنّف ويُنشي من النظم والنثر، ذو فنون من الآداب والحِكَم وغيرها، وتولّى الاعمال السلطانية بدُنيسر[2]، كتبتُ عنه وانشد لي لنفسه: —

اَمِن هلالٍ انت يا وجههُ السـ ... ـبادي بعين المنظر والقمر

وجهُ من الرّوم ولكن لهُ ... في الخدّ خالٌ من بني العنبر

يغني باغلى ثمنٍ نظرةً ... احيا بها يا طلعة المشتري

وله في الغزل: —

ردّت يداه الى ذوائبه ... صُدغيه لمّا امكن الردّ

[3]. . . . .

(١٣٩) مجاهد الدين ابو حفص عمر بن مكّي سرجا بن محمد الحلبي المقرئ [66 b / 67 a]

---

[1] ل: قال؛ [2] اعربه المصنف فجعل السين مفتوحة والمعروف كسر السين؛

[3] كتب ههنا زلّة: وكانت وفاته في اواخر ذي الحجة سنة احدى وخمسين وستمائة، ودفن بمقابر ابراهيم عليه السلام قبلي المدينة، ومولده بحلب في شهر ربيع الاخر سنة اثنتين وتسعين وخمسمائة؛ ثم مرّ عليه خطّ الناسخ؛ وذكره صاحب الفوات (٢: ٩٧) ولقّبه جلال الدين، وقال: قتلته التتر لمّا دخلوا ماردين؛

كان من القرّاء المجوّدين، قال: لمّا مات الامام جعفر ابن محمّد الصادق قال ابو حنيفة [رحمه الله تعالى] لشيطان الطاق: مات إمامك؛ قال: لكنّ اما مك من المُنظَرين الى يوم الوقت المعلوم، وانشد:-

لئن كدّر الدهر الخؤون مشاربي ومات اميري ناصر الدين في الملك
فلي من يقيني بالإله وفضله اميرٌ نقيني السوء في النفس والملك
وان باح طوفان الخلاف فانّني هنالك نوحٌ واعتزالي كالفلك

(۱۴۰) **مجاهد الدين ابو الفوارس فارس بن عبد المجيد ابن احمد بن سعيد السَّلَيحيّ[۱] الكفرطابيّ الشاعر**

ذكره ابن الشعّار في عقود الجمان، وقال: هو من دمشق لكنّه سافر الى بلاد العجم، ثمّ عاد الى دمشق وشخص الى الديار المصريّة، فاقام دهراً ثمّ رجع الى دِمَشق وسافر الى ميّا فارقين حين كانت للملك المنصور ناصر الدين ابي المعالي محمّد بن عمر بن شاهنشاه بن ايّوب فلمّا ملك[۲] حماه قدِم معه اليها، وكان مشرفاً في ديوانه ثمّ انقطع الى القاضي نجم الدين ابي البركات[۳] عبد الرحمن ابن عبد الله بن محمّد بن عصرون؛

---

[۱] سليح بن حلوان بطن من قضاعة؛ [۲] بعد وفاة ابيه الملك المظفر عمر بن شاهنشاه سنة ۵۸۷ھ؛ وكان وفاة الملك المنصور سنة ۶۱۷ھ؛ انظر الوفيات (۱: ۳۸۴)؛ [۳] هو ابن العلامة الشهير شرف الدين ابي سعد بن ابي عصرون المتوفّى سنة ۵۸۵ھ؛

قال الوزیر مخلص الدین محمّد بن فارس، کتب والدی الی بعض اصدقائه :-

تطاولت مدّة الفراق　　فهل سبیلٌ الی التلاقی

منها :-

یا سیّدی والذی اُرجّی　　اضرّ بی نحوک اشتیاقی

وله فی لابس ثوب اسود :-

وذی لباسٍ یحاکی لونُ طُرّته　　فی ضوء بهجته مع عارضٍ بهج

بدرًا تکنّفه جنح الظلام له　　جسم من الدّرّ فی ثوبٍ من السبج

وتوفّی فی شوّال سنة ستّ عشرة وستّمائة؛

(۱۴۱) **مجاهد الدین** ابو الظفر فیروز بن عبد الله الخراسانیّ الکاتب

کان من الکُتّاب الموصوفین بجودة الخطّ وحسن العبارة رأیت فی مجموعةٍ له : الکریمُ اذا نال انال، واللئیمُ اذا طال استطال؛

(۱۴۲) **مجاهد الدین** ابو منصور قایماز بن عبد الله الزینیّ الموصلیّ الادیب المقری ذو دار الموصل ذکره الصاحب بهاء الدین محمّد بن حمدون[3] فی تذکرته، وقال : کان مجاهد الدین قایماز کلفًا[4] بحبّ الحسنات وعاکفًا علی فعل الخیرات فممّا شاهدته من

---

[1] سیأتی ذکره فی موضعه؛ [2] ا : بدرًا؛ [3] م ۵۶۲ ه؛ قاموس الاعلام للزرکلی (۳ : ۸۸۵)؛ [4] ا : کلف وعاکف؛

ذلك انّه كان موئلاً لكلّ وافدٍ اليه من بلادنا العراقيّة ملجأً لكُلّ خائفٍ يصل اليه منها، وامّا ما منحه الله تعالى من بذل الاموال وانفاقها فى عمارة بيوت الله عزّ وجلّ وتجديد الرباطات والمدارس والجسور والقناطر.....[1]
وعمر بظاهر الموصل جامعًا ورباطاً للصوفية وبيمارستاناً للمرضى، عزم على ذلك ما ينيف على مائة الف دينار احمر، ونصب على دجلة جسراً من الخشب، واوقف على هذه الوجوه اوقافاً كثيرةً يحصل منها فى السنة عشرة الاف دينار واكثر. وكان عاقلاً فقيهاً واليًا بالموصل توفّى سنة خمسٍ[2] وتسعين وخمسمائةٍ؛

(١٤٣) **مجاهد الدين** ابو المظفّر قايمازٍ[3] بن عبد الله المعروف بابى فُصيبه المعظّمىّ الشمسىّ الامير

ذكره محمّد بن عبد العظيم المنذرىّ فى كتابه الى الحافظ ابن النجّار البغدادىّ، وقال: سمع مع مولاه المعظّم من الحافظ ابى طاهر السِلفىّ، وحدّث بدمشق وبمصر والاسكندريّة والبُحَيرة وتوفّى فى شوّال سنة تسع وثلثين وستّمائةٍ؛

---

[1] ادّى بنا سياق العبارة الى الفصل بين الجملتين بالنقاط تنبيهًا على سقوط شيئٍ من البين؛ [2] هو الصحيح كما ذكره ابن الاثير لا كما ذكره ابن العماد (شذرات ٤: ٣١٨) انّ وفاته كانت سنة ٤٩٥ هـ؛ [3] والى البحيرة، انظر الشذرات (٥: ٢٠٥)؛

(۱۴۴) **مجاهد الدین** ابو عبد اللہ **محمّد**[1] بن ابراهیم بن یحیی السمرقندیّ المحدّث

(۱۴۵) **مجاهد الدین** ابو عبد اللہ **محمّد** بن الحسن بن احمد بن ابی الحسین الدیباجیّ المصریّ الکاتب

کتب الانشاء للملک العادل محمّد بن الکامل محمّد بن العادل محمّد بن ایّوب فی حیاة ابیه وبعده عند استقرار[2] السلطنة له ولمّا انتزع ملکه واعتقل نهض المجاهد الی دمشق واتّصل بعمّه الصالح بن العادل بن ایّوب فکتب لولده الملک المنصور محمود ثمّ اتّصل بالملک الناصر یوسف ابن العزیز بن الظاهر وذلک سنة اربع واربعین وستّمائة، وله شعر جیّد منه قوله :—

ومبلبل الاصداغ یلبلنی هوًی | فمتی یفیق مبلبلًا بمبلبل
قالوا تبدّل بالعذار رحمًا له | فاسل الغرام وعن هواه تبدّل
فظللت انشد ذنبه ی سائلًا | وقف الهوی[3] [بی] حیث انت فلیس لی

مولده سنة ستّمائة ؛

(۱۴۶) **مجاهد الدین** ابو فراس **محمّد** بن حیدرة بن محمّد بن نصر التغلبیّ الادیب

---

[1] لم یذکر فی ترجمته شیئًا ؛ [2] ۶۳۵ - ۶۳۷ ؛ [3] تضمین من قول ابی الشیص محمّد بن رزین الخزاعیّ المتوفّی سنة ۱۵۸ھ عمّ دعبل :—

وقف الهوی بی حیث انت فلیس لی | متأخّر عنه ولا متقدّم

انظر کتاب الاغانی (۱۵ : ۱۰۹) وباب النسیب من کتاب الحماسة لابی تمّام ؛

ذكره محبّ الدين ابو عبد الله بن النجّار فی تاريخه ، و قال : [ولد] ببغداد ونشأ بها ، ثمّ سافر عن بغداد واقام ببلد الجزيرة والشام ، وعاد الی بغداد بعد التسعين والخمسمائة ورتّب مُشرِفاً علی مناثر الديوان ، وكان من اكرم الناس خُلقاً ونفساً ، وكتب كثيراً من كتب الادب والتواريخ ، وارتحل عن بغداد سنة ثلاث وتسعين ، واقام بنصيبين ، وله شعر ، وكانت وفاته بنصيبين فی شعبان سنة اثنتين وستمائة ؛

(١٤٧) مجاهد الدين ابو المظفّر منصور بن نجم بن رضوان الكِنانیّ الامير

من بيت الامارة ، وكان مجاهد الدين عظيم الهمّة ، ممدّحاً ، وقد اشتغل وحفظ كثيراً من اشعار العرب ، وكان محبّباً الی عشيرته واهله كثير الانعام عليهم ، انشد :—

جَهِلوا السبيل الی المكارم العُلی   ورَضُوا من الافعال بالالقاب

(١٤٨) مجاهد الدين ابو سعيد ياقوت بن عبد الله الرومیّ الناصریّ امير الحاجّ المتولّی علی خوزستان

ذكره شيخنا تاج الدين فی كتاب ولاة خوزستان ، وقال : ولّاه الامام الناصر الإمارة ، وحجّ بالناس سنة اثنتين و ستّمائة[1] ، ولم يزل يحجّ بالناس الی ان عُزل قطب الدين سنجر عن بلاد خوزستان سنة سبع وستّمائة ، ولم يزل حاكماً علی خوزستان الی ان وُلّی الامير المؤيّد بن المعظّم

---

[1] قال ابن الاثير انه جعل امير الحاجّ فی هذه السنة ؛ الكامل (١٢ : ٢١٤) ؛

علىّ بن الناصر وكفّت يدهٗ عنها ، وكان قد اُقطِع الحُوَيزة وفرض لهٗ من حاصل الخواص الخوزستانيّة لاستقبال سنة اربع وستّمائة فى كلّ سنة عشرون الف دينارٍ؛ ذكرهٗ ابو الحسن علىّ بن سُنْقُر فى كتاب منار التأريخ ، وقال : كان شريف النفس والهِمّة ، وتوفّى سنة اربع عشرة و ستّمائةٍ ، ودفن بمشهد جرجيس بوصيةٍ منه ؛

(١٤٩) مجاهد الدين ابو الخير يحيى بن اسحاق بن ابراهيم الاسترابادى الفقيه

قال : لمّا قسم سعد علىٰ اهل القادسية مَاقسم ، الفارس ستة الاف ، والراجل الفان ، وبقى مال كثير ، كتب[1] الى عمر رضى الله عنه يُعَلِّمهٗ بذلك ، فكتب اليه عمر : فرّق الباقى علىٰ اهل القرآن ، فجاءهٗ عمرو بن معديكرب ، فقال لهٗ : ما معك من القرآن ؟ قال : لا شيئ اسلمت و شغلنى الغزو ، قال : لا شيئ لك ، فانشأ يقول :—

اذا قُتِلنا فلا يبكى لنا احدٌ	قالت قريش الا تلك المقاديرُ
نُعطى السويّة من طعن لهٗ نفذٌ	ولا سويّة اذ نُعطى الدنانيرُ

(١٥٠) مجاهد الدين ابو منصور بيرنقش[2] بن عبد الله التركى الامير

[67 b]
[68 a]

كان اميراً شهمًا عارفًا بقوانين الملوك والسلاطين وتربية اولادهم ، وكان مملوك عماد الدين زنكى بن قطب الدين مودو[د]

---

[1] ا : فكتب ؛ [2] راجع لترجمته تاريخ الكامل (١٢ : ٦٢) ؛

ابن عماد الدین زنکی بن آق سنقر صاحب سنجار، ولما توفی سیده عماد الدین سنة اربع و تسعین وخمسمائة خلف ولداً صغیراً وهو قطب الدین محمد، فقام مجاهد الدین بتربیته، وکان شدید التعصب علی مذهب الشافعی، وانشأ مدرسة للحنفیة بسنجار، وشرط ان یکون النظر فی وقوفها للحنفیة دون الشافعیة؛

(١٥١) **المُجَبَّر** ابو محمد **عبد الرحمن** بن عبد الرحمن ابن عمر بن الخطاب العَدَوِیُّ المَدَنِیّ المحدِّث ُ ذکره ابو عبدالله مصعب بن عبدالله الزبیری فی کتاب انساب قریش، قال: وولد عمر بن الخطاب عبدالرحمن الاکبر[1] فهلک، وترك ابناً لهُ فسمّی به، وسمّته حفصة بنت عمر بذلك ولقّبَتْهُ المجَبّر، قالت[2]: یجبره الله، فَوُلْدُهُ یعرفون بولد المجبّر، وامّ المجبّر بنت قدامة بن مظعون ابن حبیب بن وهب بن حذافة بن جُمَح؛

(١٥٢) **المُجْتَبیٰ** ابو القاسم **محمّد** بن عبدالله بن عبدالمطلب الهاشمیّ النبیّ صلّی الله علیه وسلّم

ومن القاب النبیّ صلّی الله علیه وسلّم: المجتبیٰ، فی حدیث عبدالله بن عبّاس انّ النبیّ صلّی الله علیه وسلّم لمّا اسری

---

[1] ا: الاصغر؛ والتصحیح من تاج العروس (٣: ٨٩)؛ [2] قال فی تاج العروس: [سمّی المجبّر] لانّه وقع وهو غلام فقیل لعمّته حفصة: انظری الی ابن اخیك المکسّر؛ فقالت: بل المجبّر، فبقی لقباً علیه؛

به أُتي على ارواح الانبياء فأثنوا على ربّهم، فقال ابراهيم عليه السلام: الحمد لله الذي اتّخذ ابراهيم خليلاً، وانقذني من النار وجعلها عليّ برداً وسلاماً، وقال موسى عليه السلام: الحمد لله الذي كلّمني تكليماً واصطفاني برسالته وقرّبني اليه نجيّاً، وقال داود عليه السلام: الحمد لله الذي خوّلني ملكاً وانزل عليّ الزبور وألان لي الحديد، وقال سليمان عليه السلام: الحمد لله الذي سخّر لي الرياح والانس والجنّ وعلّمني منطق الطير وآتاني ملكاً لاينبغي لاحد من بعدي، وقال عيسى عليه السلام: الحمد لله الذي جعلني ابرئ الاكمه والابرص، وقال محمّد صلّى الله عليه وسلّم: الحمد لله الذي ارسلني رحمة للعلمين وانزل عليّ الفرقان وشرح صدري ووضع عنّي وزري وجعلني فاتحاً وخاتماً وجعل امّتي خير الامم وجعل اُمّتي اُمّة وسطاً، وجعل اُمّتي هم الاوّلون وهم الآخرون؛

(١٥٣) المُجتبي ابومحمّد الحسن بن عليّ بن ابي طالب عبد المناف الهاشميّ الخليفة

من القاب ابي محمّد الحسن الزكيّ المجتبي ولي الامر بعد ابيه سنة اربعين، وقد تقدّم ذكره في تراجمهم؛

(١٥٤) مُجتَبَي المروّة ابوسعد عبدالله بن احمد الحَنَفيُّ الشاعر

ذكره شيخنا الصدر العالم مجد الدين اسعد بن ابراهيم النشّابيّ[1]

---

[1] م ٦٥٧هـ؛ يأتي ذكره منسوباً هناك الى النشاشيب بصيغة الجمع؛

الاربلیّ فی کتاب المذاکرۃ فی القاب الشعراء، وقال:
کان عبد اللّٰہ بن احمد الحنفیّ یلقّب مجتنی المروءۃ وکان
صدیقاً لعبد اللّٰہ بن المقفّع، ولقّب مُجتنی المروءۃ لکثرۃ
ذکرہ المروءۃ فمن ذلک قوله:—

لا تحسبن انّ المروءۃ مطعمٌ او شرب کأس
او فی الولایۃ والمواکب والمراکب واللباس
لکنّها کرم الفروع زکت علی کرم الغِراس

(١٥٥) مجد الدین ابو اسحاق ابراهیم بن احمد بن ابراهیم الحرّانی الصوفی

کان من ظرفاء الصوفیۃ، حافظاً للامثال السائرۃ نثراً و
نظماً، وکان اذا رأی من لهٗ ابّهۃ فی الخلقۃ، ولهٗ ملبس
سَرِیّ وهیئۃ وزیّ ولم یَرَ عندہٗ ما یفضیه من فضّۃ
ولا فائدۃٍ انشد:—

اذا ما لم یکن فی الغَیم وَدْقٌ فلیس بنافعٍ رعدٌ وبرقٌ
ولست معدّداً ایّام شهر اذا ما لم یکن لی فیه رزقٌ

(١٥٦) مجد الدین ابو رشید ابراهیم بن الحسَین بن علیّ البغدادیّ الادیب

ذکرہ الحافظ ابو طاهر احمد بن محمّد السلفیّ فی کتاب
معجم السفر، وقال: کان یُعرف بالبرزبانیّ، روی لنا
بالریّ عن ابی سعد اسماعیل بن علیّ بن الحسین بن السمّان؛

ل م ٤٤٥ھ:

(١٥٧) **مجد الدين** ابو اسحاق ابراهيم بن عليّ بن محمّد ابن بركة الانصاريّ السراجيّ المحدّث

ذكره الحافظ جمال الدين ابو عبد الله محمد بن سعيد ابن الدبيثيّ في تاريخه، وقال كان من اهل الخير و الصلاح، سمع ابا الفتح عبيد الله بن شاتيل[1] وطبقته، سمعنا منه، وكانت وفاته سنة اثنتين وستّمائة ودُفِنَ بالشونيزيّة؛

(١٥٨) **مجد الدين** ابو طاهر ابراهيم بن محمد بن عبد الله الإِسْعَرديّ الحشائشي المتطبّب. يعرف بابن الحُتَيتي

شيخنا الحكيم الصوفي، كان شيخاً عارفاً له معرفة تامّة بالحشائش ومواضعها، وخواصّها ومنافعها مع طهارة النفس والهمّة العالية والاخلاق الحميدة، وردم مراغة، وعمّر بنواحيها زاوية بناحية اهق في موضع كثير الانهار والاشجار وهناك دُلْبة عظيمةٌ عرفت الزاوية بها، والجبل المشرف عليها يسمّى داوشت، يحتوي على اكثر حشائش الترياق، واستُدعِيَ الى حضرة السلطان غازان بن ارغون، وصعد السلطان معه الجبل وعرّفه انواع الحشائش، واحبّه السلطان وادرّ له ادراراً سنويّاً، وكانت وفاته سنة ستّ وسبعمائة باسعرد؛

---

[1] وفي معجم البلدان (٣١:٢): شابيل؛

(١٥٩) **مجد الدين** ابو منصور احمد بن ابراهيم بن لَيث الجُوَيني الكاتب

كان اديبًا فاضلًا، له شعر حسن، فمن شعره قوله في الربيع:—

ضرب الروض فساطيط الزهر　　وغدا ينشر من طيّ الحِبَر

عقد النيروز في مفرِقه　　تاج دُرٍّ صِيغ من ماء المطر

(١٦٠) **مجد الدين** ابو العبّاس احمد بن اسماعيل بن هاشم الواسطي المقرئ

كان من القرّاء الظرفاء، انشد في رجل قصير:—

انظر اليه والى قامته　　قريبة البعض من البعض

لا ينظر الناس اذا ما بدا　　منه سوى الرأس على الارض

(١٦١) **مجد الدين** ابو الفضل احمد بن ابى بكر بن ابى محمّد الخاوراني النحوي [68 b / 69 a]

ذكره ياقوت الحموي في كتاب معجم الادباء[١]، وقال: لقيته بتبريز[٢]، وهو شابّ فاضل قيّم بعلم النحو، وكان محترفًا بالذكاء، حافظًا للقرآن المجيد، وكتب بخطّه الكثير من كتب الادب، وصنّف كتبًا مختصرة في النحو، قال: وكتب عنّي الكثير وفارقته سنة سبع عشرة وستّمائة، وتوفي سنة[٣] عشرين وستّمائة؛

---

[١] ج ٢ ص ٢٣٨ بما بعدها؛ وكلام المصنّف نخبة منه؛ [٢] في معجم الادباء: بعرف سرين؛ وقال ناشره: اسم مرضع؛ ولم يعرّفه؛ [٣] ترجم له السيوطي في بغية الوعاة (ص ١٢٩) ايضًا؛

(۱۶۲) مجد الدین ابو العبّاس احمد بن تمیم بن علیّ الخلخالیّ الصُوفیّ

اورد باسناده الی انس بن مالک رضی الله عنه قال: قال النبیّ صلّی الله علیه وسلم: "اللّٰهمّ انّی اعوذبک من علم لا ینفع، ومن قلب لا یخشع، ومن نفس لا تشبع، ومن دعاءٍ لا یسمع، اللّٰهمّ انّی اعوذبک من هؤلاء الاربع"؛

(۱۶۳) مجد الدین ابو منصور احمد بن جَعفَر بن مَسعُود القاشیُّ الادیب

کان حافظاً لنوادر الادباء واکثر حکایات ابی العیناء[1]، ومنها انّ ابا العیناء دخل علی صاعد بن مخلد بعد انقطاع کان منه عنه، فقال له: یا ابا العیناء! ما الذی اخّرک عنّا؟ قال: بنتی، قال: وکیف؟ قال: قالت: "تروح من عندنا مُسدِفاً وترجع مُعتِماً صِفرَ الیدین بخُفَّی حُنَین، فالی من؟" قلت: الی ذی الوزارتین ابی العلا؛ قالت: أفیشفعک؟ قلت: لا؛ قالت: افیُعطیک؟ قلت: لا، قالت: أفیَرفع مجلسک؟ قلت: لا؛ قالت: یَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِی عَنْكَ شَیْئًا؛ فضحک صاعدٌ وامر له بثلاثة الاف درهمٍ وقال: الفان لک، والف لابنتک لئلّا تضربنا بقوارع القران؛

(۱۶۴) مجد الدین احمد بن حارث بن عمرو بن مطر ابن سُرخاب بن ابراهیم بن ابی الهیج بن ابی الهیجا بن

---

[1] هو محمّد بن القاسم بن خلّاد المتوفّی سنة ۲۸۲ھ؛ انظر الوفیات (۱: ۵۰۴)؛

برجم بن حمدون بن مضرّس بن ابی فراس الحارث
ابن حمدان بن خلف بن کعب بن واثلة بن سعد
ابن زائدة بن بکر بن طریف بن خلف بن محراب
ابن خصفة بن عیلان بن هجرس بن کُلَیب بن ربیعة
ابن مُرّة بن الحارث بن زُهَیر بن جُشم بن بکر بن
حُبَیب بن عمرو بن غَنْم بن تغلب بن بکر بن وائل؛

(١٦٥) **مجد الدین** ابو الفتح **احمد بن حمزة بن الحسن**
ابن العبّاس الحُسَینیّ الادیبُ

کان ادیبًا فاضلًا وله رسائل ، انشد فی وصف قصّ الشَیبُ :-

کانّ المقاریض التی تعتوِرُنَهُ　　مناقیرُ طیرٍ تَنْتَقی سنبلَ الزرعِ

(١٦٦) **مجد الدین** ابو جعفر **احمد بن زید بن عُبَید الله**
الحسنیّ الموصِلیُّ النقیب

من بیت النقابة والتقدّم بالموصِل ونواحیها ، وله فی الادب
القدم الراسخ والاجتماع بالافاضل والادباء وافضالٌ
علیهم ، وکان ممدّحًا کریمًا ، ولابی علیّ الحسن بن علیّ
ابن نصر العبدیّ فی مدحه من قصیدة اوّلُها :-

شِمْ معی برقًا علی جوّ الغَرِیّ　　هبّ هبّاتِ الحُسام المشرفیّ
هبّ وهنًا فتوهّمتُ الدجیٰ　　حَبِشیًّا فی رداءٍ مُذْ هَبیّ

منها :-

غیر مولیً من قریشٍ ماجدٍ　　الْمِعیّ لوذعیّ اریحیّ

منها :-

من اتی یفخر یوماً بأبٍ	فله فخر نبیٍّ ووصیٍّ[١]

منها :—

غیر انّی فی التدانی والنوی	ذلک الراعی لکم عهد الوفیّ
فارضَ منّی بالذی ابعثه	لک من نشو ثناء عنبریّ

(١٦٧) **مجد الدین** ابو العبّاس **احمد** بن عبد الله بن المسلّم الدّمشقیّ الفقیهُ

کان فقیهاً عالماً قد قرأ الادب والفقه وسمع الاحادیث النبویّة، وکتب بخطه الکثیر، وکتب عن الکبیر والصغیر، ومن فوائده : قال المبرّد : سمعت ابن الاعرابی یقول : اذا سمعت الرجل یقول : رأیت فلاناً یذکر فلاناً ؛ فاعلم انّه قد عابه ؛ فقلت : اوجد فی ذلک فی القرآن ؛ فقال : قول الله تعالیٰ فی قصّة ابراهیم "قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ" ای یعیبهم[١] ؛ وقال عنترة[٢] :

لا تذکری فرسی[٣] وما اطعمته	فیکون جلدک مثل جلد الاجرب

(١٦٨) **مجد الدین** ابو العبّاس **احمد** بن عسکر الواسطیّ المقری الضامن

ذکره شیخنا تاج الدین علیّ بن انجب، وقال : ولی الاعمال السلطانیّة، ولم یکن محموداً فی سیرته ؛ وعزل سنة خمس واربعین وستمائة، ورُتّب عوضه شهاب الدین احمد بن عامر ؛

---

[١] ل : یعیبه ؛ [٢] انظر العقد الثمین فی دواوین الشعراء الستة الجاهلیین (ص ٣٥) [٣] وفی العقد الثمین : مهری ؛

(۱۶۹) مجد الدین ابو العبّاس احمد بن علیّ بن عبد الرحمٰن النِفَّرِیُّ الکاتب

من کلامه فی تقلیدٍ: وامَرَهٗ ان یجعل تلاوة کتاب اللّٰه عزّ وجلّ دَیْدَنَهٗ وان یجعلهٗ مثالاً یحتذی اوامِرَهٗ ویُهتدی بِهُداه، وان یتدبّر معانیه الغامضة وعجائبه، وینتجی الفاظه البدیعة وغرائبه، فانّه المُرشِد اذا عمِیَت المسالك والمنقذ اذا عمّت المهالك؛

(۱۷۰) مجد الدین ابو الفضل احمد بن علیّ بن محمُود الکوفیُّ الادیبُ

کتب :-

هنّیت بالشهر الشریف ودمت فی ... ملك یظلّ العالمین ظلالُهٗ

شهرٌ یبشّر ان تدوم مُبلّغاً ... اقصی الامانی ان تقات هلالُهٗ

ابداً تدوم مملّکاً فی نعمةٍ ... ورخاء عیشٍ لا یُحلّ عقالُهٗ

منها: "وهو المملوك الّذی قد استرقّه الاحسان الیه، واستعبده الانعام علیه وهو یسأل اللّٰه تعالیٰ ان یُوزِعهٗ شکر مالكِ رِقّهٖ ومستوجب حمده ومستحقّهٖ؛

(۱۷۱) مجد الدین ابو عبد اللّٰه احمد بن علیّ بن المعمّر الحَسَینیُّ النّقیبُ

کان من السادات النقباء والاکابر النجباء رأیت دیوان ترسّلهٖ بالرصد المحروس سنة خمس وستّین وستّمائةٍ، کتب الی الامام

له نِفّر من نواحی بابل بارض الکوفة؛ معجم البلدان؛

المقتفى لامر الله لمّا تقدّم بختان السادة اولاده لازالت العراص المطهّرة اهلة المغانى بافواج المسارّ والافراح، وازدحام وفودها الى ابوابها المنصورة فى الغدوّ والرواح، واتّصال امدادها وفق البغية والاقتراح، وجعل هذا المطهر الميمون طائرة، المؤذن بتوالى النعمى بشائره طليعة جيوش تضاعف السعود والاقبال، ورائد بلوغ نهاية الامانى والامال، فى سلائل مجدها الذى غدا على مفرق النجم ساحب الاذيال

مطهّرين خلقتم من سائر الادناس
فان اتيتم بطهرٍ فسُنّةٌ للنّاس

(١٧٢) **مجد الشرف** ابوعبدالله **احمد** بن عمّار بن احمد الحُسَينى الحُبَيلىّ النقيب الاديب

ذكره العماد الكاتب فى كتاب الخريدة[١] وقال: علوىّ نجم سعده فى النظم علوى، وشريفٌ شرىٰ فى سوق الادب فضله بكدّ النفس والادب، شرفت همّته وظرفت شيمته، وانشد له: —

وشادنٍ فى الشرب قد اشربت ... وجنته ما مجّ راووقه
ما شبّهت يومًا اباريقه ... بريقه الّا ابى ريقه

وانشد له فى جارية اسمها قُوته: —

---

[١] ٥٣٠-٥٥٥؛ [٢] لم اجده فى فهرست دوزى، وله ذكر فى مخطوطة الخريدة بمكتبة باريس كما ذكره هامير فى تاريخه لآداب اللغة العربية (٦: ٨٦٢)؛

قالوا نرى قوته مصفرة ... وما دروا ما بك يا قوته

قد كنت بالامس لنا درة ... فصرت فينا اليوم يا قوته

انت حياة النفس بل قوتُه ... فكيف يسلو عنك يا قوته

وتوفى ببغداد سنة سبع وعشرين وخمسمائة، وعمره اثنان وخمسون سنة؛

(١٧٣) مجد الدين ابو العز احمد بن عمر بن سعيد الابيوردى الصوفى

قال: دخل الحسين[1] الصوفى المعروف بالجمل المصرى على قادم من مكة، وعنده قوم يهنئونه، وبين ايديهم اطباق حلواء، وليس يمد احدهم يده اليها، فقال: والله يا قوم! لقد اذكرتمونى ضيف ابراهيم، وقرأ "فَلَمَّا رَآى اَيْدِيَهُمْ لاتَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً"[2] ثم قال: كلوا رحمكم الله؛ فضحكوا واكلوا؛

(١٧٤) مجد الدين ابو الليث[3] احمد بن عُمَر بن محمد ابن احمد النسفى الواعظ

ذكره تاج الاسلام ابو سعد السمعانى فى تاريخه، وقال: هو من اهل سمرقند من اولاد المحدثين والائمة، كان فقيها

---

[1] يريد الحسين بن عبد السلام الشاعر المعروف بالجمل المتوفى سنة ٢٥٨ھ ولم يكن صوفيا فيما نعرفه؛ انظر ترجمته فى معجم الادباء (١٠ : ١٢١)؛ [2] سورة هود (١١) الآية (٧٠)

[3] هو الامام الحنفى الشهير بابى الليث السمرقندى من شيوخ صاحب الهداية، انظر الجواهر المضيئة (١ : ٨٦)؛

فاضلاً، وواعظاً كاملاً، سمع من ابيه الكثير، قال: وقدم
علينا مرو سنة سبع واربعين وخمسمائة متوجهاً الى الحجاز،
ورحلنا الى بغداد جميعاً سنة احدى وخمسين [وخمسمائة]
وكان الناس فى شدة عظيمة والحرب قائمة بين المقتفى لامر الله
والسلطان محمد شاه، وخرج من بغداد سنة اثنتين وخمسين
[وخمسمائة] وخرج جماعة من الملاحدة وقتلوا
اهل القافلة، واخذوا اموالهم وكان منهم مجد الدين النسفى
ومولده سنة سبع وخمسمائة؛

(١٧٥) مجد الدين ابو زيد احمد بن الفضل بن عبدالله الطيبى الاديب

كان اديباً عارفاً بالامثال والاشتقاق، وكان يحفظ اكثر امالى
ثعلب[١]، وانتخب لنفسه جزءاً حسناً من الامالى، من ذلك
قولهم "ليس له اصل ولا فصل"، الاصل الوالد والفصل
الولد، ومن فوائده: —

يامن فدت انفسنا نفسه موعدنا بالامس لا تنسه

(١٧٦) مجد الدين ابو على احمد بن القاسم بن طباطبا العلوى الحسنى الاصفهانى المدرس

ذكره العماد الاصفهانى فى كتاب الخريدة[٢]، وقال: ادركت
زمانه باصفهان، وهو من ائمتها الافاضل، وهو القائل

---

[١] احمد بن يحيى (٢٠٠ - ٢٩١)؛ [٢] لم احد اسمه فى
فهرست دوزى؛

فى مرثية ابراهيم[١] الغزّى الشاعر :-

هموم فى فراق امام غزّة　　هموم كُثيّر لفراق عزّة

وطلب من تاج الدين ابى طالب الحسين بن الكافى زيد حنطةً فبخل بها فكتب الى بعض الصدور :-

يا عَلَماً علّامةً للورى　　زندك فيما شُرّ بحى وارى
سُنبُلة الحنطة مشدُودةٌ　　فى جنّة الخُلد بأزرارها
اطلُبُ جهلاً من ابى طالب　　وهو بضحضاح من النارها

(١٧٧) مجد الدين ابو العبّاس احمد بن ابى القاسم المعروف بابن الزلق الدارقزى الصوفى

ذكره الحافظ محمّد بن الدبيثى فى تاريخه، وقال : روى عن علىّ[٢] بن المبارك بن الجصّاص، سمع منه عبدالرحمن ابن[٣] عمر الواعظ، وكانت وفاته سنة خمس وتسعين وخمسمائة؛

(١٧٨) مجد الدين احمد بن المبارك بن عوض بن المبارك ابن ابى عمرو يعرف بابن الصبّاغ الطبيب

كان حكيماً فاضلاً، ولاجله صنّف والده كتاب الزلفة فى الطبّ؛

---

[١] هو ابراهيم بن عثمان الاشهبى الغزّى من اهل غزّة بفلسطين توفى سنة ٥٢٤ھ؛ انظر: بروكلمن (١: ٢٤٨)؛ [٢] لعلّه على بن المبارك المعروف بابن غريبة الورّاق المتوفّى سنة ٥٥٨ھ؛ الشذرات (٤: ٢٦٤)؛ [٣] م ٦١٥ھ؛ الشذرات (٥: ٦٤)؛

(١٧٩) **مجد الدين** ابو العباس احمد بن محمّد بن بردلة
يعرف بابن البريد ار البغدادیّ المحدّث الکاتب

کان والده من مدّاحی الخلفاء رخدم الناصر والظاهر و المستنصر والمستعصم، وکان ولده مجد الدین حافظاً لذلک الاخبار ومعانی الاشعار، وکان اذا اشتغل فی الاعمال الدیوانیة لا یکاد یراقب احداً، فاذا عزل عن عمله تردّد الی الاخوان والاصحاب، وکان له تردّد الی الشیخ عزّ الدین علیّ بن الاعزّ، توفّی سنة اربع وتسعین وستمائة؛

(١٨٠) **مجد الدین** احمد بن محمّد بن ابی بکر النسفی
المقری

ذکره شیخنا صدر الدین ابراهیم بن شیخ الشیوخ سعد الدین محمّد بن المؤیّد الحمّویهی الجُوَینیّ، وقال: لقیته ببغداد وقرأت علیه احادیث من وسیط التفسیر[۱]؛

(١٨١) **مجد الدین** ابو عبد الله احمد بن محمّد بن تمیم
یعرف بالاعرج الاصفهانیّ

کان ادیباً فاضلاً، وجدت له فی بعض المجامیع هذه الرباعیة :-

اَترِع قدحَ المدام یاساقِ وهات — نشربُه فکلّ ما سیأتی هوات
ثم فانتهزِ الفرصةَ مَن قبل فَوات — فالعمر وان طالَ سریع الخطوات

---

[۱] لابی الحسن علیّ بن احمد بن محمّد بن متّویه الواحدیّ المتوفّی سنة ۴۶۸ھ؛ الوفیات (۱: ۳۳۳)؛

(۱۸۲) **مجد الدین** ابو الفضل **احمد بن محمّد** بن ثابت النظامی

كتب اليه رئيس الاصحاب كمال الدين البلدي نزيل كاشغر

ابا مجد الهدى مغناك وِرد لمن هو في اسى لحرمان ظامى

بفضلك عاد غُصن العلم غضّاً وشمل الفضل ملتئمُ النظام

حويت المجدَ حتّى النّاس قالوا نظام المجد بالمجد النظامى

(۱۸۳) **مجد الدین** ابو الحسن **احمد بن محمّد** بن ابی الحسن

الطبريُّ الخواريُّ الاديبُ

اورد باسناده الى قتادة [رحمه الله] قال: جاء كتاب عمر

ابن عبد العزيز الى واليه ان دع لاهل الخراج من اهل الفرات

ما يتختّمون الذهب ويلبسون الطيالسة ويركبون البراذين

وخذ الفضل، سمع الطبريّ كتاب شرح السنّة على الشيخ

نجم الدين الكبرى عن محمّد بن اسعد حفده عن المصنّف

محى السنّة ابى محمد الحسين بن مسعود البغويّ؛

(۱۸۴) **مجد الدین** ابو العبّاس **احمد بن محمّد** بن عبد الله

يعرف بابن برغوث الدوريّ الفقيه

ذكره القاضى تاج الدين ابو زكريّا يحيى بن القاسم بن المفرّج

التكريتيّ فى تاريخه فى ذكر من قرأ عليه او روى عنه، و

كان من جملة من صحبه الى بغداد لمّا ولى تدريس المدرسة

النظاميّة، ونظر فى وقفها، واستعان به فى شيئ من ذلك؛

(۱۸۵) **مجد الدین احمد** بن علاء الدين محمّد بن علم الدين

عبد الله بن عبد الغنى يعرف بابن سكينة البغداديّ الكاتب

قد تقدم ذكر والده، واما مجد الدين فانه كتب الكثير، وكان
عالمًا بالتصرف، وهو من جملة من عين عليه فى كتابة
تصانيف المخدوم خواجه رشيد الدين فضل الله، وقد انعم
جمال الدين بن العاقولى وامر بكتابة محضر ليأخذ له الرباط
المنسوب الى ابن سكينة بالمشرعة.. [له] من بنات ابن سكينة
فكتبت له صورة النسب فى ربيع الآخر سنة اربع عشرة و
سبعمائة،" وهو المستحق للنظر له الرباط المذكور لاتصاله
ومعرفته وادبه اذ كان قد جد واجتهد وحصل وتوصل
وكتب مليحًا وضبط صحيحًا، وعنده اخلاق صوفية طاهرة
ظاهرة؛

(١٨٦) **مجد الدين** -[و] يقال قطب الدين **احمد بن محمد**
ابن **محمد** بن **احمد** القطان

سمع بالحرم الشريف شرفه الله على شيخنا كمال الدين
هبة الله بن ابى القاسم سنة ست وثمانين وستمائة؛

(١٨٧) **مجد الدين** ابو العباس **احمد بن محمد بن محمود**
الداودى القاضى

استنابه قاضى القضاة عز الدين احمد بن الزنجانى
فى الحكم والقضاء، وكان جميل القاعدة ولم تطل ايامه
فى الحكم، وتوفى سنة احدى وسبعين وستمائة؛

(١٨٨) **مجد الدين** ابو نصر **احمد بن محمود بن على**
النظامى الشاعر

له هنا كلمة فى الاصل لم نفهمها)

هذا شاعر حافظ للاشعار الفارسية ينتمى الى النظامى الجنزى[١] الذى[٢] كان فى ايام الوزير نظام الملك ابى على الحسن وبه لقب النظامى[*]، وكان شاعراً فصيح الكلام، حسن النظام له بالفارسية كتاب خسرو وشيرين وكتاب ليلى ومجنون، ترجمه ونظمه ارجوزةً، وهذا المذكور رأيته سنة خمس وسبعمائة، كان فى مخيم الصاحب سعد الدين رحمه الله، وله فيه مدائح بالفارسية، رأيته بكاباذى[٣] ولم اكتب عنه شيئاً؛

(١٨٩) مجد الدين احمد بن موسى بن نصر بن موسى الانصارى النورى[٤] الفقيه [٥٦٠ هـ / ١٦٠ م]

ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمد السلفى فى كتاب معجم السفر، وقال: اجتمعت به بزنجان، وروى لنا عن ابى اسحاق ابراهيم بن على بن يوسف الفيروزابادى، قال: وهو من اولاد البراء بن عازب بن الحارث بن عدى بن جشم ابن مجدعه بن حارثة بن الحارث بن الخزرج[٤] الحارثى الخزرجى؛

---

١ نسبة الى جنزة وتعرف عند العامة بكنجه؛ ٢ هذا لا اصل له فان النظامى الجنزى ولد بعد وفاة نظام الملك (٤٨٥ هـ) بنيف وخمسين سنة، انظر مجلة ارمغان - طهران (السنة ١٩ العدد ٢ ص ١٩٧)؛ ٣ لم اتحقق اسمه بعد؛ ٤ الخزرج هذا البطن من الاوس والبراء رضى الله عنه اوسى؛ انظر تهذيب الاسماء للنووى (١ : ١٣٢) و وستنفيلد (ش ١٣ س ٣٠)؛

(١٩٠) **مجد الدین** ابو الفضل **احمد** بن المؤیّد بن الحسن الدبوسیّ الادیب

ذکرہ شیخنا تاج الدین علیّ بن انجب فی کتاب لطائف المعانی لشُعَراء زمانی، وانشد لہٗ :-

یا من ترك الفرقد للقلب سمیر　　الله فقد كدت من الشوق اطیر

خدّاك ریاض و من الدمع غدیر　　ما احسن لو ضمّ الی الروض غدیر

توفّی سنة سبع وتسعین وخمسمائة؛

(١٩١) **مجد الدین** ابو محمّد **احمد** بن یحیی بن الطبّاخ الواسطیّ الکاتب ناظر واسط

ذکرہ شیخنا علیّ بن انجب فی تاریخہٖ، وقال: کان ناظر واسط سنة سبع واربعین وستّمائة، وکان عالمًا بالحِسْبانات والمعاملات والمقاسمات:

(١٩٢) **مجد الدین** مؤیّد الدولة ابو المظفّر **اُسامة** بن مُرشِد ابن علیّ ابن مُنقِذ الشَیزَریّ[١] الامیر الادیب

ذکرہ الحافظ ابو القاسم بن عساکر فی تاریخہٖ[٢]، وقال: قدم دِمَشق سنة اثنتین وثلاثین وخمسمائة، وخدم بھا، وکان فارسًا شجاعًا، ثمّ خرج الی مصر فاقام بھا مدّة، ثمّ رجع فاقام بحماۃ؛ قال: واجتمعت بہٖ بدمشق و

---

[١] شَیزَر قلعة بقرب حماۃ؛ [٢] انظر تھذیب التاریخ (٢: ٤٠٠ بما بعدھا) و ترجمة مبسوطة فی کتابه الاعتبار و ترجمة کتابه لباب الآداب؛ و دائرۃ المعارف الاسلامیة (٢: ١٠٤٧) والمصادر التی ذکرھا؛

انشدنی من شعرہ فی ضرسٍ تَلَعه ؛

وصاحب لا اَمَلُّ[1] الدّھر صحبتَہ ‌‌‌‌ یسعیٰ لنفعی ولیسعیٰ سعی مجتھدٖ

لم یبدُ لی مذ تصاحبنا فحین بدا ‌‌‌‌ لناظریّ افترقنا فرقة الابدٖ

(۱۹۳) مجد الدین ابو الفضل اسحاق بن ابراھیم بن عبد المحسن الکرخیُّ الکاتبُ

کان کاتباً سدیداً ، لہٗ فی حلّ النثر و نثر العُقَد طریقةٌ حسنةٌ لہ رسالة فی حلّ قول الببّغا[2] :-

فی خمیسٍ کانّما السّمرُ[3] والابـ ‌‌‌‌ ـطال فیہ غیلٌ[4] حَمَتْہ اسودُ

سلب الشمسَ ضوءھا بشموسٍ ‌‌‌‌ طالعات افلاکھنّ حدیدُ

عارضٌ کلّما جلتہ بروق الـ ‌‌‌‌ ـبیض حنّتہُ بالصھیل الرعودُ

یفودون رعیلاً غدت رماحھم لِاُساد و غاہ غیلاً ، وشفت صفاحھمْ من قلوب حُمَاتہ [وکنا][5] غلیلاً قد طرف عِثْیَراہٗ طرف الغزالہ ، وطلعت شموسہٗ فی افلاکٍ من نسج داؤد یحجبھا سجوفٌ مُذالہٗ ؛

(۱۹۴) مجد الدین اسحاق بن عبد الکریم بن محمّد ابن ابی سعد الصندوقی

---

[1] ا : یملّ ؛ والتصحیح من التھذیب ؛ [2] ھو ابو الفرج عبد الواحد بن نصر المتوفی سنة ۳۹۸ ھ ؛ انظر الوفیات (۱ : ۲۹۸) و یتیمة الدھر (۱ : ۲۰۰ — ۲۳۴) ؛ [3] ا : الشمس ؛ والتصحیح من الیتیمة (۱ : ۲۳۱) ؛ [4] فی الیتیمة : خیل ؛ والصحیح ماذکرہ المصنّف ؛ [5] زیادة بالھامش من غیر ترجمة ؛

(۱۹۵) **مجد الدین** اسحاق بن فضل الله بن ابی الخیر ابن عالی الهمذانی[1]

(۱۹۶) **مجد الدین** ابو الفضل [و] ابو سعد اسعد بن ابراهیم ابن الحسن یعرف بالنشاشیبی[2] الاربلی الکاتب الشاعر

قدم بغداد وکان من کتّاب اربل، وحصل له الجاه الرفیع بها، ورتّب مشرفاً بنهر الملک، وله رسائل فصیحة، واشعار ملیحة، منها انّه اُهدی الی المستعصم بالله غراب ابیض[3] فقال فیه الشعراء، فمن نظمه:—

لقد بهر الخلیفة حین ابدی ۔ غراباً بالبیاض له اهاب

وکان یقول قوم من قنوط ۔ اذا شاب الغراب دنا الطلاب

فقال لهم امام العصر حودی ۔ طلابکم وقد شاب الغراب

بقی بعد الوقعة، وتوفّی سنة سبع وخمسین وستّمائة؛ وله کتاب جمعه، فی القاب الشعراء اجاد فیه؛

(۱۹۷) **مجد الدین** ابو المجد اسعد بن سعد بن عبد الرحیم الحرّانی الصوفی

کان من الصوفیة العارفین له معرفة بمذهب التصوّف، قال: کان من دعاء عمر بن الخطّاب رضی الله عنه "اللّهمّ اجعل عملی کلّه صالحاً واجعله لک خالصاً ولا تجعل لغیرک

---

[1] لم یترجم له المصنّف والظاهر انّه من ولد رشید الدین فضل الله (م ۷۱۸ھ)

[2] نسبة الی النشاشیب جمع النشّاب کانّه کان یعملها او یبیعها؛ [3] سنة ۶۴۳ھ؛ انظر الحوادث الجامعه (ص ۶۴۳)؛

منه شيئًا ، اللّٰهمّ انّى اعوذ بك من ظلم خلقك ايّاى واسئالك العافية من ظلمى ايّاهم ؛

(١٩٨) مجد الملك المشيّد ابو الفضل اسعد بن محمّد ابن عبد الله القُمّيّ الوزير[1]

ذكره العماد الكاتب ، وقال : كان من اكابر صدور السلجوقيّة ، وكان فى جماعة مؤيّد الملك عبيد الله بن نظام الملك فى حرب ركن الدولة بركيارق[2] مع عمّه تُتُش ، فلمّا كُسِر عسكر تُتُش ، وقُتِل فى المعركة توحّد بركيارق بالمملكة فى صفر سنة [ثمان و][3] ثمانين واربعمائة ، ولمّا وصلوا الى الرى بادر مجد الملك الى الرى من اصبهان ، واستمال فى مبدأ الامر قلب والدة السلطان ، وتمكّن من الدولة فعل اشياء ... و اعتقل مؤيّد الملك ، وولّى اخاه فخر الملك فهرب مؤيّد الملك الى غياث الدين محمّد بن ملكشاه وكان نازلًا بارّان فلم يزل[4] . . . .

---

[1] انظر ترجمة مجد الملك اسعد فى دائرة المعارف الاسلامية (٣: ٩٥) والكامل لابن الاثير (١٠: ١٢٠) ؛

[2] راجع لكشف المطالب مادّة بركياروق من دائرة المعارف الاسلامية ؛ [3] سقط هذا اللفظ من الاصل وزدناه تبعًا لابن الاثير وغيره من اصحاب التواريخ ؛ [4] بياض فى الاصل ، وقال قوام الدين البندارى فى زبدة النصرة (ص ٨٩) : ولم يزل يقرّب على السلطان محمّد البعيد ويليّن عنده الشديد .... حتّى .... سار من آرّان به فى شرذمة قليلة وبلغ به الى دار الملك اصفهان ، فتبوّءا بها سرير سروره والجأ بركياروق من الاوساط الى الاطراف .... واما مجد الملك فانّهم افسدوا عليه قلوب العساكر .... فبضّعوا بين الجمهور بسيوفهم اعضاءه .... وذلك فى سنة ٤٩٢ هـ ، وله احدى وخمسون سنة ؛

(١٩٩) مجد الملك[١] مشيّد الدولة ابو الفضل اسعد بن محمّد[٢] ابن موسى[*] البَراوِستانيّ[٣] الوزير

ذكره العماد الكاتب[٤]، وقال: كان من صدور الملوك السلجوقيّة، وكان مَهيباً. ذُكِرَ ذات يومٍ في مجلسه انّ اوّل من اظهر السياسة وهابه الناس زياد[٥] بن ابيه، وما زال الناس يتكلّمون عند السلطان ويُكلّمونه كما يُكلِّمُ بعضهم بعضاً، حتّى كان زياد فجعل بينه وبينهم حَرَسَهُ على راسه قياماً، فكان اذا مسّ موضعاً من لحيته ضربوا رأسه، فكان الرجل لا يشعر وهو جالس الّا ورأسه قد سقط في حجره، فلمّا رأى الناس ذلك تركوا الكلام عند الولاة؛ فاستحسن ذلك من سيرته، وقال: ينبغي ان يكون الوزير مَهيباً، فانّ هيبته من هيبة سلطانه، ومتى لم يرتدع الخاصّ والعامّ باشارة وزير المملكة كان فيه هلاكهم وهلاكه، وربما ادّى ذلك الى هلاك الوالي عليهم ايضاً، لتهاونه بالامور، وسماعه في حقّ وزيره من كلّ احدٍ مع علمه بانّ مرتبة الوزارة محسودةٌ؛

---

[١] هذا هو المتقدّم كما ذكره المصنّف وكذلك الذي يأتي بعده؛ [٢] شكّ المصنّف في انّه موسى بن محمّد او محمّد بن موسى فكتب فوق محمّد: قيل انّه موسى؛ وكتب فوق موسى: محمّد؛ [٣] بَراوِستان قرية قرب قم؛ انظر هذه المادّة في معجم البلدان؛ [٤] راجع: زبدة النصرة بحسب الفهرس؛ [٥] انظر ترجمة زياد في دائرة المعارف للبستاني (٩: ١٠٣ بما بعدها)؛

(٢٠٠) **مجد الملك** ابو الفضل اسعد بن موسى البراوستانى القمّىّ

(٢٠١) **مجد الدين** ابو محمّد اسماعيل بن جمال الدين ابراهيم بن محمّد الرشيدىّ العبّاسىّ السّامرّىّ النقيب

من اعيان سادات العبّاسيين بالعراق، والبيت المبارك على الاطلاق، ومجد الدين واسطة قلادتهم، ورئيس سادتهم، صاحب الاخلاق الحميدة والسيرة الحسنة والهمّة العليّة، وولى النقابة على من تخلّف بالعراق من آل عبّاس سنة عشر وسبعمائة، وكنت اغشى مجلسه فى الاحيان فأجد من مكارم اخلاقه وطيب أعراقه ما يدلّنى على اريحيّته؛

(٢٠٢) **مجد الدين** ابو محمّد اسماعيل بن ابراهيم بن نصر ابن احمد بن منصور الحرّانىّ الفقيه

كان فقيهًا نبيهًا عالمًا، قال: جاء رجل الى الشعبىّ[١] الفقيه ومعه صبىّ، فقال له: هذا ابنك؟، قال: بل ابن ابنى؛ فقال الشعبىّ: فهو ابنك من وراء؛ فتغيّر وجه الرجل، فقرأ الشعبىّ قوله تعالى: فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ[٢]؛

(٢٠٣) **مجد الدين** ابو الفضل اسماعيل بن ابراهيم بن نصر يعرف بابن الزاهد الحلّىّ الكاتب الاديب

---

[١] هو عامر بن شراحيل المتوفّى سنة ١٠٣هـ؛ راجع الوفيات (١: ٢٤٤)؛ [٢] سورة هود (١١) الآية (٧١)؛

كان شابًّا فاضلاً كيّسًا دمث الأخلاق تام الذكاء حسن الملتقى متودّداً جميل المعاشرة شهيّ المحاضرة، قدم بغداد مع أخيه الصاحب عفيف الدين واشتغل وحصّل ودأب وتأدّب وكتب لي أوراقًا من نظمه الرائق بخطّه الفائق فممّا أنشدني لنفسه :-

ما اسم زهرٍ من النبات أنيق — نشره فاق كلّ طيب وعطر
هو نبت وبعضه حيوانٌ — فتعجّب لما به من سرّ
إن تصفّحته فهو في كلّ عامٍ — قادمٌ لا يخلّ طول الدهر

وسألته عن مولده فذكر أنّه ولد بالحلّة سنة اثنتين وستّين وستّمائة، وتوفّي شابًّا في . . . [1]

(٢٠٤) مجد الدين أبو إبراهيم إسماعيل بن أحمد ابن عبد الرحمن الزبيزيّ الفقيه [71b-72a]

كان من الفقهاء الأخيار ومن بيت الفقه والعلم كثير المحفوظ من الآداب والأشعار، أنشد لمهيار [2] :-

استنجد الصبر فيكم وهو مغلوب — وأسأل النوم عنكم وهو مسلوب
وابتغي عندكم قلبًا سمحت به — وكيف يرجع شيئ وهو موهوب
رضاه [3] أسخط أم أرضي تلوّنه — وكلّ ما يفعل المحبوب محبوب
استودع الله في أبياتكم قمراً — تراه بالشوق [4] عيني وهو محجوب

---

[1] بياض في الأصل؛ [2] راجع ديوان مهيار (١: ٢٤)؛ [3] في ديوان مهيار: أرضى وأسخط؛ [4] في الأصل: بالغيب عنّي؛ والتصحيح من ديوان مهيار؛

(٢٠٥) مجد الدين ابو جعفر اسماعيل بن الياس بن عبد الله يعرف بالكتبي البغدادي الصاحب

كان صدراً كاملاً عالماً فاضلاً حسن الهيئة جميل الصورة، ذكر السيّد شرف الدين ذو الفقار بن محمّد بن الاشرف العلوىّ الحسنىّ المرندى انّ والده الياس كان من سادات مرند، اُسِرَ صغيراً، ووُلِد مجدُ الدين ببغداد، ونشأ بها، وتأدّب وقرأ وكتب، وحصّل العلوم الادبيّة والمعانى الطبّيّة والنكت الحكميّة، ولمّا اتّصل الصاحب شرف الدين هارون[1] ابن الصاحب بالسيّدة[2] المعظّمة النبويّة رابعة بنت الامير ابى العبّاس احمد بن المستعصم بالله ارتفع قدره، ولم يزل يتوقّل فى المراتب ويتنقّل فى المناصب الى ان وَلِىَ رياسة العراق وحكم فى اقطارها، وانشأ ما رستاناً على شاطئ الفرات بالحلّة، وكان حسن الاخلاق، ظريفاً له رسائل واشعار لولا ما كان يشوبه من الترفّع والتعزّز، واستشهد بدار الشاطبيّا قبل صلاة المغرب من يوم الثلاثاء الحادى والعشرين من رجب سنة ثمان وثمانين وستّمائة؛ كان قد ركب فى خدمة الصاحب شرف الدين هارون بن الصاحب شمس الدين فكبا به الفرس فقال :—

يقولُ جوادى اذ كبا بى فلمتهُ ... رُوَيْدك لا لومٌ علىّ ولا حرج

---

[1] انظر ترجمته فى تاريخ العراق (١ : ٢٢٥ وبحسب الفهرس) [2] و[3] توفّيا سنة ٦٨٥ه : انظر تاريخ العراق (١ : ٣٣٨)؛

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
١٩:١٦٣؛)				
شِبالاً	مُثغَرا	طويل	٥	١٧٢
إلى	جُعْفَرا	〃	٥	٢١٢ (=
١١:٣٠٥؛)				
لأدرکهم	المُجَمَّرا	〃	٥	٢١٧
اذاما	المُجَيَّرا	〃	٥	٢٢٨
كما	أُسْطُرا	〃	٥	٢٢٩ (=
٩:٣٦؛)				
اذا	أُحْمَرا	〃	٥	٢٨٩ (=
١٠:٣٢٥؛				
١٢:١٣٣؛)				
وما	بِأَحْوَرا	〃	٥	٢٩٨
ومَفْضُوفةٍ	غَرْغَرا	〃	٥	٣٠٠ (=
٦:٣٢٤؛				
١١:٢١؛				
١٨:٥١؛)				
ساُحْبِي	أَخْضَرا	〃	٥	٣٢٨
ولا	تَدَبَّرا	〃	٥	٣٥٨
أضاحت	تَدَثَّرا	〃	٥	٣٦٢
كسا	مُدَغْرَا	〃	٥	٣٧٤

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ومِثْلَ	أُذْعَرا	طويل	٥	٣٩٣
حَناجِرُ	زُمُخَرا	〃	٥	٤١٨
فَلَمَّا	أُضْمَرا	〃	٦	٢١
مَتَى	المُعَوَّرا	〃	٦	١٣٦ (=
٢٩٣؛)				
أباحاضِرٍ	مُسَكَّرا	〃	٦	١٣٩ (=
١٩:٧٩؛)				
تَقَطَّعَ	شَيْزَرا	〃	٦	٧٢
ولَمَّا	بِشَمَّرا	〃	٦	١٩٨ (=
٨:٢٠٦؛				
٢٠:٢٥١؛)				
أبوكَ	شَمَّرا	〃	٦	٩٥
وباتت	تُشَنَّرا	〃	٦	٩٩
أرى	بأصبرا	〃	٦	١٠٨
ودَعْ	مَزْدَرا	〃	٦	١١٥
وكُلٌّ	لتضمزرا	〃	٦	١٦٥
فنشذب	مُطَحَّرا	〃	٦	١٦٨
ألا	طُرطُرا	〃	٦	١٧٢
ألهفي	فأدبرا	〃	٦	١٩٨
بلغنا	مَظْهَرا	〃	٦	٢٠٢

صدر البيت	قافية	بحر	مجلد	صفحة
كأنّ	بِعَبْقَرا	طويل	٦	٢٠٨
بسيرٍ	تَعَذَّرا	"	٦	٢٢٣
أرى	عَذَاوَّرا	"	٦	٢٣٠
سما	فَعَرْعَرا	"	٦	٢٣٦
لها	أَعْسَرا	"	٦	٢٤٠
وسار	عَفَّرا	"	٦	٢٦٠
قتلت	مَسْوَّرا	"	٦	٢٦٠
وكنّا	أَعْفَرا	"	٦	٢٦١ (= ١٧: ٢٠٩)
أشيمُ	عَفْزَرا	"	٦	٢٦٨
ولو	عُقَّرا	"	٦	٢٦٨
لعلّكم	تعمّرا	"	٦	٢٨٧
فأنزلهم	أَغْبَرا	"	٦	٣٠٨
ألفّهم	غَرْغَرا	"	٦	٣٢٤
تواعدن	مَغْضَرا	"	٦	٣٢٨ (= ٢٠: ٢٧٦)
كأثْلٍ	لِغَضْوَرا	"	٦	٣٢٨ (= ٣٣٧)
كأنّ	عَضْوَرا	"	٦	٣٢٨
فلا	تَيَسَّرا	"	٦	٣٤٢

صدر البيت	قافية	بحر	مجلد	صفحة
تأمّلْ	فَفَتَّرا	طويل	٦	٣٤٠
اذا	فَرْفَرا	"	٦	٣٥٩
غرائرُ	مُفَقَّرا	"	٦	٣٧٢
وكنّا	تَفَتَّرا	"	٦	٣٨٠
مِنْ	لِأُتَّرا	"	٦	٤١٠ (= ١٣: ٢٨٧)
كأنّ	الصَّنَوبَرا	"	٦	٤١٧
تمنّى	أُقْهَرا	"	٦	٤٣٣ (= ٩: ٣٩٥)
	(او أُقْهَرَل			
أبوا	تَكَوثَرا	"	٦	٤٤٨
وأنت	كَوْثَرا	"	٦	٤٤٨
ضربناه	مُكَوَّرا	"	٦	٤٧٣
وبستان	تَعَشْمَرا	"	٧	٤٢
كما	وأَهْجَرا	"	٧	١١٤
فدعها	وهَجَّرا	"	٧	١١٥
أشاعت	المُوَقَّرا	"	٧	١٥٥
فأضحت	تَغَوَّرا	"	٧	٣٤١
أقامت	وتَجَارا	"	٧	٣٦٨ (= ١١: ١١٥)
فلِلّه	أَصْبَرا	"	٨	٨٣

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
نجا	مِئْزَرا	طويل	٨	١١٩ (= ١٦: ٢٤١، ٢٠: ١٧٦ أ)
وقد	تَمَوَّرا	"	٨	٣٥٠
وكلبا	حَيْبَرا	"	٨	٣٠٨
وان	العُرا	"	٩	٢٣
جزى	مُحْضَرا	"	٩	٧١
وكنت	زَنْبَرا	"	٩	١٣٣ (= ١١: ١٨٥،)
اذا	أَظْهَرا	"	٩	١٨٩
إنَّ	نَوَّرا	"	٩	٢٢١
وعمرو	تَسَوَّرا	"	٩	٣٠٨
سَتَشْبِطْكُم	مُقْفِرا	"	٩	٣٢٥
فكونوا	يُعْفَرا	"	٩	٣٣٢
وخدّ	يَتَقَشَّرا	"	٩	٣٥٥
فإنّك	حَيْبَرا	"	٩	٣٦١
لها	تَمَوَّرا	"	١٠	١٣٥ (= ١٣: ١٥٢،)
او المكوعات	المُشَقَّرا	"	١٠	١٨٣
ومُسْتَنْفِج	لِيُنْصَرا	"	١٠	٢٣٧

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ألا	أُصْفُرا	طويل	١٠	٢٩٢
كأنّ	أُعْسُرا	"	١٠	٢٤٧ (= ١٤: ١٦٩،)
كأنّ	بِعُبْقَرا	"	١١	٤٢
أعالج	حُمَّرا	"	١١	٦٢
على	جُرْجُرا	"	١١	٦٦
ومن	تَمَضَّرا	"	١١	٧٥
تُقَطِّعُ	مُنَشَّرا	"	١١	١٠١
فأضحت	مُجْمِرا	"	١١	١٥٤
لعمري	أَبْجَرا	"	١١	٢٣٩ (= ٢٤٠ ص،)
نيافا	تَعَصَّرا	"	١١	٢٥٨
شديد	ليزفرا	"	١١	٢٧٧
اذا	بِزَوْبَرا	"	١١	٣٣٥ (= ٥: ٣٠٥،)
(راو وان)				
وإنّي	أزورا	"	١٢	١٨٢ (= ١٦: ١٤٧،)
وهل	تَجَبَّرا	"	١٢	٢١٠
أخالد	يَتَدَعَّرا	"	١٢	٢٩١
وهم	كَوْثَرا	"	١٣	٢٩

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				۱۳۴،)
كمُرية	جُؤذَرا	طويل	۲۰	۱۴۷
اذاما	فاُقصَرا	″	۲۰	۲۱۸
كلا	اُفقَرا	″	۲۰	۳۵۷
فجاء	عَنْتَرَهْ	″	۶	۲۹۱
ألا	مُناكِرا	″	۲	۱۷۴
وذلك	المآبِرا	″	۵	۵۹
تذكّرتِ	الاَيَاصِرا	″	۵	۸۲
وقد	يُحابِرا	″	۵	۲۳۳
أُولى	الحَوافِرا	″	۵	۲۸۳ (=
				۱۰: ۲۰۴،
				۲۰: ۲۹۳،)
كتمتنك	ظاهِرا	″	۶	۴۹ (=
				۱۵: ۲۰۹،)
نَجوتُ	شاصِرا	″	۶	۷۳
زَحَفتُ	قائِرا	″	۶	۲۳۴
تماءدتم	الضَرائِرا	″	۷	۲
ألمّ	باكِرا	″	۷	۱۰۹ (=
				۱۱۰،)
ولو	ناصِرا	″	۷	۲۴۳

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحه
ألَمّ	سائِرا	طويل	۸	۲۴۷
وكان	هائِرا	″	۱۶	۲۶
ألا	حادِرا	″	۱۶	۲۰۵
لقد	ناشِرہ	″	۵	۱۷۹ (=
				۷: ۶۵،)
فقالت	فاجِرہ	″	۶	۱۲
دنانيرنا	الفَسَاطِرہ	″	۶	۴۰۴
لنعتُ	جارَها	″	۱۰	۹
خليلي	عُورَها	″	۶	۲۳۱
فظلّت	أميرُها	″	۱۵	۲۳۴
وهل	عَقَر	″	۱	۳۵
لعمرك	حَصِر	″	۱	۱۵۶
ونحن	الحُمُر	″	۱	۲۴۵
تذرّون	نذر	″	۲	۹۳
اذا	حُمُر	″	۲	۴۰۵
فان	الاِبَر	″	۳	۲۲۳
ألدّ	عُقَر	″	۳	۳۱۳ (=
				۶: ۲۷۱،)
وانی	ذوفَتَر	″	۵	۳۶
اذا	فَجَر	″	۵	۱۲۰

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
اذا	التَّجُرُ	طویل	۵	۱۵۶
لَعَمْرُکَ	بِحُرٌّ	"	۵	۲۵۵ (= ۶: ۳۹۵)
لَعَمْرِی	حُمِرُ	"	۵	۲۹۱
سَلُحْلُبُ	الخَمْرُ	"	۵	۳۴۱
مُلِحٌّ	الفَتْرُ	"	۵	۳۴۷
لَعَمْرِی	الدَّثْرُ	"	۵	۳۶۲
رَکُوبُ	الدُّبُرُ	"	۶	۱۶۱ (= ۱۵: ۲۲۰)
غَضِبْتُمْ	مُطْرُ	"	۶	۱۷۲
فَقُومِا	الشَّعْرُ	"	۶	۲۱۹
اذا	لَا نَنْتَصِرُ	"	۶	۲۹۳
وکانَ	القَمَرُ	"	۶	۴۲۶
بِحَبْلِ	القَمَرُ	"	۶	۴۲۶
وقالوا	قُتُرُ	"	۷	۱۹۴
کأَنَّ	بِالنَّحْرُ	"	۱۰	۳۴۶
ومِنْ	نَقْرُ	"	۱۳	۱۹۷ (= ۲۰۳)
وَصُولِیٌّ	الکَسْرُ	"	۱۳	۲۶۷
اذا	ذُکِرُ	"	۱۵	۹۱
غُلامٌ	البَصَرُ	طویل	۱۵	۲۰۵
فَدَعْنِی	الأَغَرُّ	"	۱۸	۶۴
نَصِی	السَّفْرُ	"	۲۰	۲۷۴
یا لَبَکْرٍ	الفِرارُ	مدید	۱۶	۱۳۷ (= ۳۹ ص)
رَاشَهُ	حُجَرِهْ	"	۱	۳۴۰ (= ۲۰: ۱۶۸)
فَهُوَ	نَفَرِهْ	"	۷	۱۸۴ (= ۲۰: ۲۱۷)
رُبَّ	سُتُرِهْ	"	۱۳	۸۹
عارِضٍ	وَتَرِهْ		۱۶	۱۵۴ (= ۱۸: ۱۰۴)
فرماها	عُفُرِهْ	"	۱۸	۳۵
فأَتَتْه	یَسَرِهْ	"	۲۰	۱۳۹
وحَدِیثُ	قِصَرِهْ	"	۲۰	۳۲۵
ولها	تِقْصارا	"	۲	۴۱۵ (= ۴۱۶)
رُبَّ	والغارا	"	۴	۴۵۰ (= ۱۵: ۳۸۸)
تُکَذِّبُ	آثارا	"	۱۰	۲۰۱

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
مُشرِفُ	اِحضارًا	مدید	۱۷	۱۸۸
مَن	شَعِیرًا	″	۳	۴۱۷
عاقِدِین	البُحُورَا	″	۱۶	۲۲۹
اِنّی	سُخُرُ	بسیط	۶	۱۶ (ر=
(او سَخَرُ)				۱۹: ۱۶۳)
اِنَّ	زُمُرُ	″	۶	۷۶ (ر=
(او زُمَرُ)				۹: ۱۶۴)
کان	القَمَرُ	″	۱	۲۵
الفاضِلُ	المَطَرُ	″	۱	۱۷۰
اِلَی	الظَّفَرُ	″	۱	۱۸۰
أصَبتَ	الظَّفَرُ	″	۱	۱۸۰
وفی	النَّهَرُ	″	۱	۲۳۲ (ر=
				۸: ۱۳۸)
ما	الحُجُرُ	″	۱	۳۶۷
غَرُبُ	مُحتَفِرُ	″	۲	۱۳۲
شَوقًا	زُمَرُ	″	۲	۲۱۶
بَلْ	القَمَرُ	″	۲	۲۳۸
حَتّی	تَنحَدِرُ	″	۲	۲۴۰
إخالُها	تَنتَشِرُ	″	۲	۲۹۰ (ر=
(او اُظُنُّها) (او یَنتَشِرُ)				۶: ۳۰۳)

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
اِنَّ	الذَّکَرُ	بسیط	۲	۴۴۳
لَمَّ	مُنتَشِرُ	″	۲	۴۶۶
هو	ثَمَرُ	″	۲	۴۸۶
اذا	الوَبَرُ	″	۳	۸
والمَسجِدانِ	والسُّتُرُ	″	۳	۵۳
عَینًا	زُهُرُ	″	۳	۵۴
قَبِیلَةٌ	أُثُرُ	″	۳	۹۳ (ر=
				۱۹: ۳۱۰)
یَستَروِحُ	المَطَرُ	″	۳	۲۸۹
ماذا	شَجَرُ	″	۳	۳۶۴
والتَّغلَبِیَّةُ	الوَضَرُ	″	۳	۴۷۲
فما	الشَّجَرُ	″	۴	۳۶
فَقُلتُ	البَغَرُ	″	۴	۱۰۶ (ر=
				۵: ۱۳۹)
بَینَ	الخَصَرُ	″	۴	۱۸۹
وَاذکُرُ	الصَّبِرُ	″	۴	۱۲۷ (ر=
				۶: ۱۴۹،
				۱۱: ۳۲۱،
				۱۷: ۱۸۷)
لَمّا	حُصُرُ	″	۴	۴۲۲ (ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				٥: ٢٧٠")
يُلقى	مُنهصِرُ	بسيط	٤	٢٧٣
تُعيبه	الغُمَرُ	"	٥	١٥
كأنَّ	تِبِيرُ	"	٥	٤٤
والمرءُ	الأَثَرُ	"	٥	٦١
ما	الإِثرُ	"	٥	٦٢ ر=
				٦٣")
كأنّهم	الأُثُرُ	"	٥	٦٣
يا أحسن	عَسِرُ	"	٥	٦٦
أُعُلّطته	البحرُ	"	٥	١٠٨
كأنَّ	التَّجرُ	"	٥	١٥٧
والنِّيبُ	أُثَرُ	"	٥	١٦٦ ر=
راو والبيتُ)	راو اتَّرُ			١١: ٣٧٦"
				١٥: ١٤٤"
				١٩: ٢٧٦")
إنّي	البَقَرُ	"	٥	١٧٨ ر=
				١١: ١٦٦")
تسأله	الجَشَرُ	"	٥	٢٠٨ ر=
				٦: ١١٢"
				١٦: ٢٦٨")

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أما	الحَجَرُ	بسيط	٥	٢٣٨
في	العَكَرُ	"	٥	٢٧٣
إنْ	غُرَرُ	"	٥	٢٩٣
فظلَّ	الحَوَرُ	"	٥	٣٠١
وقد	الخُمُرُ	"	٥	٣٤٠
أحِينَ	مُضَرُ	"	٥	٣٤٧
لقد	مُضَرُ	"	٥	٣٤٧
بأن	أَنتَظِرُ	"	٥	٣٦٥ ر=
	(راو تَنتَظِرُ)			٦: ٢٢٧"
				١٢: ٣٠١")
ما	زُبَرُ	"	٥	٤٠٢
تطايح	الشَّرَرُ	"	٥	٤٠٥
حَنَّتْ	الذَّكَرُ	"	٥	٤٠٥ ر=
				٧: ٣٢١")
إنّ	السَّفَرُ	"	٦	٣٥
لا	الصَّفَرُ	"	٦	١٣١ ر=
				١٨: ٣٠"
				٣١ص"
				٣٢ص")
أمست	الصُّوَرُ	"	٦	١٤٧ ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وأدبروا	تُبتدرُ	بسيط	۸	۳۰۸
وقبس	كفروا	〃	۸	۳۰۸
فهو	مُدَّخَرُ	〃	۸	۳۹۸
وليلة	قمرُ	〃	۹	۹۹
لا	السَّفَرُ	〃	۹	۱۵۶
إنَّ	انتظروا	〃	۹	۱۶۴
إنَّ	زُمَرُ	〃	۹	۱۶۴
إنَّ	نُهَرُ	〃	۹	۱۶۵
حتى	مُعتكرُ	〃	۹	۱۹۲
إنَّ	مُستطرُ	〃	۹	۱۹۴
شُمٌّ	الغُمَرُ	〃	۹	۱۹۷
فإنْ	صُبُرُ	〃	۹	۳۹۷
قومٌ	الحُمُرُ	〃	۹	۴۴۸
قد كان	مُنتظَرُ	〃	۹	۴۹۹
ترى	فِقَرُ	〃	۱۰	۱۲۶
ما	الصَّدَرُ	〃	۱۰	۱۳۳
مَواخِرُ	انحدروا	〃	۱۰	۱۶۶
غضبتُ	النَّفَرُ	〃	۱۰	۲۵۹
وألجأ	الحَجَرُ	〃	۱۰	۲۸۴
أمستْ	تُذَرُ	〃	۱۰	۲۹۶
كأنهم	الأُثُرُ	بسيط	۱۱	۶۷
سُلافةً	نَعِرُ	〃	۱۱	۷۵
إنّي	القَمَرُ	〃	۱۱	۱۹۹
مُستحنفرًا	نُوَرُ	〃	۱۱	۲۱۷
لا	القَدَرُ	〃	۱۱	۲۴۵ (= ۲۰: ۷۲)
أوقاربُ	الثَّمَرُ	〃	۱۲	۲۵۰
فإنْ	أُثُرُ		۱۲	۲۵۲ (= ۱۱: ۲۳۴)
ما تدلك	والقَصَرُ	〃	۱۲	۳۱۱ (= ۱۸: ۱۸۵)
نفسي	ذُكَرُ	〃	۱۳	۵۶
كُلٌّ	الذُّكَرُ	〃	۱۳	۳۱۶
فيا ابن	تذرُ	〃	۱۴	۱۵۸
عيشنا	ينكسرُ	〃	۱۴	۱۸۶
حثّوا	صُوَرُ	〃	۱۴	۳۱۷
تُمذي	المَطَرُ	〃	۱۵	۱۵۵ (= ۲۰: ۱۴۲)
إنّي	الخَبَرُ	〃	۱۶	۶۳
أحدثت	نَعِرُ	〃	۱۷	۳۲

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
غمرتها	الصَّبرُ	بسيط	١٧	١١٥
يُعطى	الزَّهَرُ	"	١٧	١٣٠
كُرُّوا	البَقَرُ	"	١٧	٣٤٣
يا تَيمُ	عُمَرُ	"	١٨	١٢
إمَّا	تَذَرُ	"	١٨	٤٩ (= ٥٠ ص)
يَمشِى	أَثَرُ	"	١٨	٢٥٨
وإنْ	صَبَرُوا	"	١٨	٢٧٥
تُزلِى	فَتَعتَكِرُ	"	١٩	١٩ (= ١٢٩)
ولا	العَوَرُ	"	١٩	٨١
يا قاتلَ	الكِبَرُ	"	١٩	٨١
لا يشكرون	السَّفَرُ	"	١٩	٢٠٨
نقدُ	الصَّدَرُ	"	١٩	٢١٤
إنّى	سَخَرُ	"	١٩	٣١٦
وإنَّما	العُمُرُ	"	٢٠	٢٦٤
لو كان	الذَّكَرُ	"	٢٠	٣١٦
ما كان	عُمَرُ	"	٢٠	٣٥٤
فأطلعتَ	آهِرُ	"	٧	٢٥٨
أُمُّ	صَكّارُ	"	٣	١٧٤

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
إنَّ	الدَّارُ	بسيط	٤	٣٤٤
يَطوِى	الجارُ	"	٥	٣٠٣
إنَّ	مُختارُ	"	٥	٣٤٩
فما	إكبارُ	"	٦	١٢٩
وعاثَ	نُغَّارُ	"	٧	٨١
فأدركوا	فاستناروا	"	٧	١٠٤
ومَرَّ	وبارُ	"	٧	١٣٤
جَلْدٌ	مِسعارُ	"	٩	٤٥١
فما	إسرارُ	"	١٣	٤٥٤
تَرتَعُ	إدبارُ	"	١٤	١٥٤ (= ١٩: ١٣٥)
كم مِن	صاروا	"	١٧	٢٤٨
بل	أغمارُ	"	١٧	٢٧١
كحلفة (راو كدعوة)	الكُبارُ	" (؟)	١٧	٣٦٢ (= ٤٣٦)
بزواء	فارُ	"	١٨	٧٨
نَغَنَّ	مضمارُ	"	١٩	٣٧٦
حتى	الفارُ	"	٢٠	٤٠
فإنْ	مَخمورُ	"	١	١٤٣
أهاأها	خُورُ	"	١	١٧٤ =

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
				١٨: ٥۴)
كأنما	إرْزِيزُ	بسيط	١	٢٦٣
والحِلمُ	تشميرُ	"	١	٣٦١
ليست	مخمورُ	"	٢	٣١٥ (=
				١٨: ١٧١)
شمّر	تغييرُ	"	٣	٣١٣ (=
				١٣: ۴٩٨)
لولا	الصُّورُ	"	۴	٣١
ماذا	الأعاصيرُ	"	۴	٥٥
ظلّت	الدّنانيرُ	"	۴	٣١٨ (=
راو يطوى)				١٧: ٥٠)
يُجاوبُ	خُورُ	"	۴	۴٥٢
بشعيه	تهزيرُ	"	٥	٢٣
يا	قراقيرُ	"	٥	١٩٧ (=
				١٠: ٨٦)
وتجفروا	تجفيرُ	"	٥	٢١۴
قد	مجهورُ	"	٥	٢٢٣
إنّ	محسورُ	"	٥	٢٦٢ (=
				٦: ٧٥)
أأنْ	مجرورُ	"	٥	٣٠١

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
فاستقدرِ	مياسيرُ	بسيط	٥	٣٨٠ (=
				٦: ٣٨۴)
ترى	منثورُ	"	٥	٣٨٢ (=
راو تلقى)				٧: ٢٩٦)
وفارقت	سِفسيرُ	"	٦	١٣٧ (=
راو وفارقت)				٨: ٣٣٥،
				١١: ١٨٨،
				١٦: ٧٣)
ثوبُ	مشهورُ	"	٦	٦٨
مخلّفون	فصنبورُ	"	٦	١٣٩ (=
				٨: ٣٣)
الله	صُورُ	"	٦	١۴٥ (=
				١٩: ١٥٩،
				٢٠: ٣١٢،
				٣٨٠)
تناهقون	مضاجيرُ	"	٦	١٥٢
لقد	العلسابيرُ	"	٦	٢۴٣
وبينما	الأعاصيرُ	"	٦	٢٥٥ (=
				٧: ۴٠٦،
				٩: ٢٣۴)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أنا ابنُ	بالعارِ	بسيط	١٨	٤٧
يا ليتَما	نارِ	״	١٨	٤٩
سائِل	مِنشارِ	״	١٨	٨٠
هجوتُكمُ	الجارِ	״	١٨	١٨٠
تَضغو	مجعارِ	״	١٨	٢٢٩
أرعى	المُمارِي	״	١٩	٤٣
لَيسَ	صارِ	״	١٩	١٨٩
أصبحتُ	الضّارِي	״	١٩	١٩٢
ألبستُ	الدّارِ	״	٢٠	٦
فاشتكَ	عصّارِ	״	٢٠	٣٤
كَم	جارِي	״	٢٠	٥٦
إنّا	أسفارِ	״	٢٠	٢٠٣
دَعوا	تذكيرِ	״	١	١٥٧ (= ٢:٩٤، ٣:٣٠٣)
أجلت	مذكورِ	״	١	٨٢
على	الأناصيرِ	״	١	٢٠٥
وذا	صُرصُورِ	״	١	٤٧٧
لا	بالصّبيرِ	״	٢	١٥٢
وصاحَ	والعِيرِ	״	٢	١٩١

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
كأنّها	ساهورِ (أو ناهورِ)	بسيط	٢	٤٢٤ (= ٦:٥٠)
كأنّهم	تَبازيرِ	״	٣	١٠٥
حتّى	سَمّورِ	״	٤	١١٤ (= ٦:٤٦)
إنّي	مَنزورِ	״	٤	٢٨٠
حتّى	يحاجورِ	״	٥	٢٣٨
لولا	العَبيرِ	״	٥	٢٩٧ (= ١٦:٣١)
يَعلون	الدّقاريرِ	״	٥	٣٧٦
نحنُ	الزّنانيرِ (أو الزّنابيرِ)	״	٥	٤١٩ (= ١٤:٢١٣)
كأنّها	ساهورِ	״	٦	٥٠
ما	أظفورِ	״	٦	١٩١
تَرى	اليَعاميرِ		٦	٢٨٥ (= ١٥:١١٣)
يمشي	قُرقُورِ	״	٦	٣٥٨
مرّت	نزورِ	״	٧	٣٥
أقبلَ	بتمهيرِ	״	٧	٣٦
دَسّت	توغيرِ	״	٧	١٢٩

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
قد أعجل	صدكورِ	بسيط	٧	٢٩٥
اللاتِ	القواريرِ	"	٧	٣٨٣ (= ٢٠: ١٠٥)
مِنْ	الكورِ	"	٨	١٨٦
مُخلَّفُونَ	لِصُنبُورِ	"	٨	٢١٣
إنَّ	لمكفورِ	"	٨	٢٩٠
إنَّ	المحاضيرِ	"	٩	٤٤٨
حارِ	الجماخيرِ	"	١٠	٣٧٩
حتى	مقرورِ	"	١١	١٦ (= ٣٨)
مُستقبِلِينَ	منثورِ	"	١١	٣٠
ناشوا	بالكورِ	"	١٣	٥٠٩
يمشين	مستورِ	"	١٤	٣٦٧ (= ١٦: ٥٤)
قوداء	بيرِ	"	١٥	٤٠٤
لا	العصافيرِ	"	٢٠	٧١
آلُ	زهرا	"	٥	٤٢١
كانت	غُدُرا	"	١	٣٩١ (= ٧: ٧٨)
كانوا	المطرا	"	٣	٨

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
يا طيبَ	فانجدرا	بسيط	٥	١٩٣
تجلو	الحبرا	"	٥	٢٣١
حتى	انحدرا	"	٥	٣١٣
كانت	دررا	"	٥	٣٦٨ (= ١٠: ٢٢٥)
مَنْ	سطرا	"	٦	٢٨ (= ٩: ٣٢٤)
طاف	مشتجرا	"	٦	٦٣
ترى	عبرا	"	٦	١٢٤
ترى	تيرا	"	٦	١٢٤
أشبهن	صورا	"	٦	١٤٤ (= ٨: ٢٩٥)
أوردته	صعرا	"	٦	١٦١
أو	اعتمرا	"	٦	٢٠٦
لنجدعن	الغيرا	"	٦	٣٤٦
متوج	القترا	"	٦	٣٧٩
وتنسوته	كبرا	"	٦	٤٣٠
تقرى	عصرا	"	٧	٢٥
ويل أم	هصرا	"	٧	١٢٦
الشمس	والقمرا	"	٧	٤١٨ (=

صدر البیت	قافیتہ	بحرہ	مجلد	صفحۃ
راوفالشَّمسُ)				۱۱: ۲۰۸"
				۱۸: ۸۹")
إنّي	كَشَرَا	بسیط	۹	۲۲۳
أمّا	البَصَرا	″	۹	۳۱۱
فاستَعرِفا	عَسَرا	″	۱۱	۱۴۴
لَولَم	عُمَرا	″	۱۱	۱۷۶
لا	وائتزرا	″	۱۳	۳۲۰
رُدّوا	الوَبَرا	″	۱۴	۲۲۰
لا	عُمَرا	″	۱۶	۱۶
أو باغیانِ	أثَرا	″	۱۸	۸۱
تَنزو	غُبَرا	″	۱۹	۳۱۱
راحَتْ	سَحَرا	″	۲۰	۲
وإنْ	غَبَرا	″	۲۰	۷۲
یاجَفنَةً	الحَبَرَہ	″	۱۷	۳۵۶ (=
				۱۸: ۳۵")
ماسُمّيَ	أطوارا	″	۲	۱۸۱
وأحوَرُ	تِقصارا	″	۳	۲۵۳
وذِي	أمْهارا	″	۴	۱۳۵ (=
				۷: ۳۵"
				۱۰۳"

صدر البیت	قافیتہ	بحرہ	مجلد	صفحۃ
				۱۷: ۲۹۷"
				۲۰: (۲۱)"
عَفَتْ	تَیّارا	بسیط	۵	۱۶۵
كأنّ	مِسطارا	″	۶	۱۸۵
نَأتِي	إكبارا	″	۶	۴۴۰
فأیُّكم	أوصارا	″	۷	۱۴۷
كلّا	الزّارا	″	۱۰	۲۶۷
فما	أستارا	″	۲۰	۲۹۸
ومن	مَعسُورا	″	۱۳	۳۵۲
والخَیلُ	الشَّجَرُ	″	۸	۲۵۷
فانصَبْ	الصَّبرُ	″	۱۱	۵۶
ولكنّي	شَرُّ	″	۹	۳۶۶
وقَومي	تَفِرُّ	″	۱۵	۲۵۰
ولولا	الصِّغارُ	″	۱	۱۶۵
نَظَرتُ	النّهارُ	″	۱	۲۶۲
فَمَنْ	جارُ	″	۱	۳۷۶
وما	أغارُوا	″	۱	۴۱۳
ولولا	مُعارُ	″	۲	۸۸
وحَلَّ	إطارُ	″	۲	۱۶۳ (=
				۵: ۸۴")

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
فأصبح	إثارُ	وافر	١٧	٢٢٠
ألا	اعتذارُ	"	١٧	٣١٢
فمن	تُعارُ	"	١٨	١٥٢
غداها	العِشارُ	"	١٨	١٥٤
اذاما	الإزارُ	"	١٨	١٩٥
فقد	قِصارُ	"	١٩	٨٤
ليالي	الإزارُ	"	١٩	٢٢١
غدونا	النّهارُ	"	١٩	٢٩٠
فحاطونا	السِّرارُ	"	٢٠	٤٥
فأدّيا	النّهارُ	"	٢٠	٦٩
أقولُ	نهارُ	"	٢٠	١٩٢
وعاها	غارُ	"	٢٠	٢٧٥
وعامت	الجوارُ	"	٢٠	٣٣٢
وقدماً	قُدارُ	"	٢٠	٣٥٨
شققت	الفطورُ	"	١	١٧٣ (= ٥: ٣٩٠، ٦: ٣٦١)
اذا	الضّميرُ	"	٢	١٣٨
لها	السّريرُ	"	٢	٣٠٢ (= ١١: ٢٧٩،

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				١٩: ٤٧)
فمن	فخورُ	وافر	٢	٣٣٣
بغاث	نزورُ	"	٢	٣٧٧ (= ٤: ٤٢٣، ٧: ٥٧)
ألا	نغيرُ	"	٢	٤٣٧
فليت	تخورُ	"	٢	٤٥٨ (= ٥: ٣٤٥)
وكان	سعيرُ	"	٣	٢٧٩
وصدري	الصّدورُ	"	٣	٣٤٤
ومن	بشيرُ	"	٣	٤٥٤
مساميحُ	الجزورُ	"	٤	٩٢
أسلّى	زئيرُ	"	٤	١٩٤
على	إبُرُ	"	٥	٩٧
اذا	البكورُ	"	٥	١٤٤
لقد	يدورُ	"	٥	٢٢٨
فواعدني	الخفورُ	"	٥	٣٣٨
من	دُرورُ	"	٥	٣٦٥ (= ٦: ١٥٨، ١٥: ٣٦٨)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
بَبِيتُ	زَرِيرُ	وافر	٥	٤١١
وأُرْبِط	التَّحُورُ	″	٦	١٥
لَقَدْ	سُفُورُ	″	٦	٣٣
بِنُطْفَةِ	شَغِيرُ	″	٦	٦٥
وأَقْفَرَتِ	الشَّقِيرُ	″	٦	٩١
نَائِي	الشُّهُورُ	″	٦	١٠٢
لِكُلّ	يَمُورُ	″	٦	١٥٥
ويُعْجِبُكَ	الطَّرِيرُ	″	٦	١٦٠
تَعَلَّمْ	الثُّبُورُ	″	٦	١٨٢ (= ١٥: ٣١٢)
وهانَ	مُسْتَطِيرُ	″	٦	١٨٥
وشَيَّدَ	العُمُورُ	″	٦	٢٨٥
تَوَزَّعْنَا	فَقِيرُ	″	٦	٣٧٢
يَخُوضُ	قُفُورُ	″	٦	٤٢٢
تَرَى	مَزِيرُ (او هَرِيرُ)	″	٧	٢٠ (= ١١: ٢٣٧)
صَبَبْتُ	صَرِيرُ	″	٧	٤٥
ومِثْلِي	نَعُورُ	″	٧	٨٠
فَمَا	تُنِيرُوا	″	٧	١٠٦ (= ١٩: ٩٧)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أَلَا	الدُّثُورُ	″	٧	١٢٩ (= ٨: ١٥٦)
كَأَنَّ	مَطِيرُ	″	٨	٢٣
وأَقْفَرَتِ	الشَّقِيرُ	″	٨	٢٢٢
تُغَالِي	القُدُورُ (او القَدِيرُ)	″	٨	٣٠٠ (= ١٦: ٣٩١، ١٩: ٣٦٨)
لَأُمِّكَ	بَعِيرُ	″	٨	٣٣٤ (= ٣٣٥، ١٤: ٢٦٥)
قَلَاتُ	الذُّكُورُ	″	٩	١٥٩
سَمَا	يَجُورُ	″	٩	٤٩٤
تَغَلْغَلَ	يَسِيرُ	″	١٠	٢١٨ (= ١٤: ١٤)
تَنَقَّلَتِ	البَعِيرُ	″	١٠	٣٣٩
إلَافُ	والنُّسُورُ	″	١٠	٣٩٣
هُمُ	كُرُورُ	″	١٠	٣٧٧ (= ٢٠: ٢٨٩)
لَأَحْنَاءُ (او لِأَجْنَاءِ)	السَّعِيرُ	″	١٠	٣٨١ (= ١٨: ١٦٩)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ومرضى	تطير	وافر	١١	٤١
ردّدنا	كثير	″	١١	٣٠٠
فخبّث	تغور	″	١٢	٣٤٨
له	زمير	″	١٣	٣٢١ (ر= ٢٠ : ٣٦٧)
منازل	سطور	″	١٣	٤٨٧
شمالك	الغزير	″	١٤	٤٠
وثامر	يمور	″	١٤	١٠٦
فلذر	يغور	″	١٤	١٦٩ (ر= راو فدع، ١٧٤)
اذا	السّفير	″	١٥	٢٣٨
بلى	القتير	″	١٥	٢٦٠
أقول	البحور	″	١٥	٣٤٧
فلمّا	صور	″	١٦	١٤١
فانّ	اير	″	١٧	١٥٧
فبتّ	تدور	″	١٧	٣٩٣
فحقّ	صبور	″	١٧	٤١٠
فانّك	نذور	″	١٧	٤١٧
اذا ما	الغيور	″	١٧	٤٦٠
فقلنا	الصّدور	″	١٨	٢١

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
رأى	الجرير	وافر	١٨	٢٦٦
سيخبر	القبور	″	١٨	٣١٧
اذا ما	الوكور	″	١٩	٢٧
فانّى	السّمير	″	١٩	١٠٦
ينوّخ	نكير	″	٢٠	٢٣٦
هو ابن	شهر	″	٣	٢٠٢ (ر= ٢ : ١٥٧)
اذا	بستر	″	٣	٢٢٩ (ر= ٢٦٨)
تزحّ	بدر	″	٣	٢٩٧
وربّة	تمر	″	٣	٣٠٥
أبا السّنم	تجرى	″	٣	٣٢١
وكم	بحرى	″	٣	٣٢٣
وما	وتر	″	٤	٧١
أضاعونى	ثغر	″	٤	١٩١ (١٠ : ١٠٠)
جلاها	بأثر	″	٥	٦٤ (ر= ٢٠ : ٢٨٣)
تقول	سحر	″	٦	١٦
معاذ	بكر	″	٦	٦٠ (ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				٧: ٢٢٧،
				٩: ٤٨٤)
فأمّا	ضَجْرِ	وافر	٦	١٥٢
تَدَلّتْ	بِشْرِ	״	٧	٢٠٩
وأُبَيْضَ	شَهْرِ	״	٧	٣٩٣
بِخَفْضِ	قَبْرِى	״	٧	٤٠٦
كأنّى	آل عَمْرِو	״	٩	٣٠٩
سَماعِ	عَمْرِو	״	١٠	١٢٧ (=
				١٨: ٢٠٦)
فَلَسْتُ	بَكْرِ	״	١٢	٢٩٠
تَرَى	بِجَبْرِ	״	١٣	٤٥١
فلم	عَمْرِو	״	١٤	٢٨٧
يَرَى	تَمْرِ	״	١٤	٣٥٧
ويا	بِوَتْرِ	״	١٦	١٢٨
أجِنّى	بِجَسْرِ	״	١٦	٢٥١
فإنْ	جَبْرِ	״	١٨	٦٨
يُنازِعُنِى	بَكْرِ	״	١٩	٣١
أُؤَمِّلُ	جُبَارِ	״	٢	١٨٢ (=
(او أُرَجِّى)				٥: ١٨٦،
				٣٦٠،

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				٦: ١٠٦،
				٧: ٣١١،
				١٤: ٢٤٥،
				١٧: ٣٣١)
جَمادُ	الظِّئارِ	وافر	٣	٩٤
لَعَمْرُكَ	الحِمارِ	״	٣	٢٧٩ (=
				٤: ٣٧٥،
				٥: ٣٩١)
كأنّ	خِمارِ	״	٤	٢٣٧
تَبُولُ	الدِّيارِ	״	٤	٢٩٠
ألا	إزارى	״	٥	١٧٥ (=
				٨: ٣٥٠،
				٦: ١٨٨،
				١٣: ٤٨٦)
لُحافِرَةٍ	عارِ	״	٥	٢٨٢
كأنّ	الصَّبارِ	״	٦	١١١ (=
	(او الصِّيارِ)			١٥٠،)
ومُحَشَّكَ	صِغارِ	״	٦	١٢٧،
كأنّ	مَطارِ	״	٦	١٨٦
أقولُ	فالضِّمارِ	״	٦	٢٣٥

صدر البيت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
				۱۷:۲۰)
بانَ	الدَّهْرُ	کامل	۶	۲۸۴
والفوف	شُقُرُ	"	۱۱	۱۸۱ (=
				۱۳:۸۳)
ویَزِینُهُنَّ	والفَخْرُ	"	۱۲	۴۳
ما	غَفَرُ	"	۱۴	۸۳
یا زِبْرِقان	والهَخَرُ	"	۱۴	۲۶۷
هُضُمٌ	النَّضُرُ	"	۱۶	۹۷
وتَعَلَّلَ	نَفَرُ	"	۱۶	۱۵۳
خَلُّوا	البُجُرُ	"	۱۷	۱۲ (=
				۹)
لا	الغُبُرُ	"	۲۰	۵۶
تَعْدُو	فَیَسْهَرُ	"	۲	۴۲۱
أُدُّ	تُنْفَرُوا	"	۴	۳۷
بِسَواءِ	یَخْطُرُ	"	۵	۹۳
ذَهَبَتْ	أَبْحُرُ	"	۵	۱۰۳ (=
				۸:۲۲۳)
نَهَسْتُ	المُحْجِرُ	"	۵	۲۳۸
قَدْ	الحُمَّرُ	"	۵	۲۹۳ (=
				۱۱:۲۲۷

صدر البيت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
				۱۸:۲۵۲)
مُنِعَتْ	الخَنْجَرُ	کامل	۵	۲۹۵ (=
				۶:۴۰۴)
دَنَّانِ	زَمِرُ	"	۵	۳۱۷
واذا	المُمْطِرُ	"	۶	۱۲۶ (=
(راوفاذا)				۱۹:۳۳۳)
أُقُتَیْبُ	أَعْوَرُ	"	۶	۲۹۱
فَلَئِنْ	أُقْصُرُ	"	۶	۳۰۸
وكأَنَّ	القَرْهَقَرُ	"	۶	۴۳۴
مُحْمَرَّةً	تَمَضَّرُ	"	۷	۲۶
یَحْتَلُّهُنَّ	تَتَنَسَّرُ	"	۷	۶۰
عَبَّتْ	مُتَكَدِّرُ	"	۱۰	۲۱۵
ولكن	حَزَوَّرُ	"	۱۱	۸۱
تَمْشِی	یَصْبِرُ	"	۱۱	۳۸۸ (=
				۱۳:۴۵۴)
نُبِّئْتُ	مُحَبَّرُ	"	۱۲	۲۴۴
وَلَرُبَّ	مُحَبَّرُ	"	۱۴	۶۲
رانِی	سَنَحَرُ	"	۱۷	۲۷۰ (=
				۲۷۱ ص)
وأَرى	أَعْوَرُ	"	۱۷	۴۵۶

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أنتم	حِمْيَرُ	كامل	۱۸	۱۴۲
أجد	شَمَيذارُ	»	۱۹	۲۷
رهبانُ	الفادِرُ	»	۱	۴۲۱
فكأننا	قارُ	»	۱	۳۶۷
لن	نَهارُ	»	۳	۳
وعليك	غارُوا	»	۳	۳۲۵
قتلت	بَوارُ	»	۵	۱۵۳
ليست	بِجارُ	»	۵	۱۵۷
وإذا	الأحجارُ	»	۵	۲۳۸
لله	الأحوارُ	»	۵	۳۰۱
فيهنّ	الإخدارُ	»	۵	۳۱۴
لقيت	صُحارُ	»	۶	۱۱۴
إنّ	صِوارُ	»	۶	۱۲۵
إنّ	غِرارُ	»	۶	۳۲۰
لوكان	المِقدارُ	»	۶	۳۸۷
والشيب	نَهارُ	»	۷	۱۹۷ (= ۱۴: ۱۳۰)
إنّ	نجارُ	»	۹	۳۷۲
عمرت	إقتارُ	»	۱۲	۳۷۸
إنّا	فجارُ	»	۱۶	۱۷۹
أيغابشونك	سرارُ	كامل	۱۷	۳۲۸
لولا	بُزارُ	»	۱۸	۲۳۸
آثرت	الأذخارُ	»	۲۰	۱۳۳
تبرّأ	إزارُها	»	۵	۳۷
وغدا	قِصارُها	»	۶	۴۱۳
والنفس	أعمارُها	»	۸	۳۴
بأغنّ	غِزارُها	»	۱۱	۱۵۹
خطباء	شِرارُها	»	۱۴	۱۴
الابن	السَّدِيرُ	»	۶	۱۹
في	مَعذُورُ	»	۶	۲۲۵ (= ۱۸: ۱۹۸)
بشر	مَيسُورُ	»	۶	۲۴۰
جاءت	تَعشِيرُ	»	۶	۲۴۸
والناس	زَفِيرُ	»	۱۴	۲۶۹
أسواق	جُسُورُ	»	۱۵	۳۶۷
غابت	زَئِيرُ	»	۱۶	۲۰
قد كان	جَرِيرُ	»	۱۶	۳۷
لوربّ	حُدُورُ	»	۱۶	۲۱۴
وإذا	نُذُورُ	»	۱۷	۲۱۳
الحامل	شُكرُ	»	۱	۱۱۲

صدر البیت	قافیتہ	بحرہ	مجلد	صفحة
				(۴۲:۱۴)
مِنَّا	تَنَمُّرِ	کامل	۳	۳۴۹
قَحْطانَ	تُبْصِرِ	"	۵	۱۳۰
أُنْبِئْتُ	المُنْذِرُ	"	۵	۱۶۱ (=
				۱۲۰:۸)
بِأَوِی	المُتَنَوِّرِ	"	۵	۱۷۷ (=
				۱۷۱:۱۱،
				۷۰:۱۵)
إنَّ	مُجَذَّرِ	"	۵	۱۹۳ (=
				۱۵۱:۱۸)
ھابُوا	مُحْتَرِ	"	۵	۲۳۵
وَلَقَدْ	الأَوْبَرِ	"	۵	۲۴۲ (=
				۱۳۳:۷،
				۴۷۴:۱۳،
				۱۶۸:۱۸،
				۱۸۰:۲۰)
ولقد	المَنْحَرِ	"	۵	۳۵۵ (=
				۳۲۴:۱۳)
وأَخُو	كالإِذْخِرِ	"	۵	۳۸۹ (=
				۴۹:۱۰،

صدر البیت	قافیتہ	بحرہ	مجلد	صفحة
				۸۲:۱۳)
إنَّ	السَّتَخْبَرِ	کامل	۶	۱۸
وجَاؤا	السَّنَوَّرِ	"	۶	۴۸
أَبُنَیَّ	الأَعْصُرِ	"	۶	۲۵۷
فرأیتُ	المُعْمَرِ	"	۶	۲۸۲
فَبَعَثْتُها	للمُتَنَوِّرِ	"	۶	۳۰۹ (=
				۴۱۴،
				۳۷۵:۸)
ویَحُلُّ	بالمُسْتَمْطَرِ	"	۷	۲۸
وبَیَاضُ	الأَنْضَرِ	"	۷	۷۰ (=
				۸۴:۱۱،
				۲۴۳،
				۲۴۹:۱۴،
				۱۴۳:۲۰)
لا	الجُزُرِ	"	۷	۷۰
أُزُهَیْرُ	المُدْبِرِ	"	۷	۱۲۷
أُخُلَیْدُ	الأَعْصُرِ	"	۷	۱۵۷
ثُمَّ یَعُدْ	المِجْمَرِ	"	۷	۲۷۲
وَلَقَدْ	المُدْبِرِ	"	۷	۳۰۶
لَمَّا	مِطْحَرِ	"	۹	۴۹ (=

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
				٦:٢١٠،
				١٨:٥٤)،
قبّاء	المتبتّرِ	كامل	٩	٤٩
إنّ	للمقتّرِ	″	٩	٨٤
إنّ	اليسَرِ	″	٩	٣٠٤
ودلائم	للجزرِ	″	٩	٤٤٥
عمل	متنشّرِ	″	١٠	١٦٢
اوطائرٍ	منوّرِ	″	١٠	٢٩٥
ذهبت	الأعفرِ	″	١١	٣٢٨ (=
				١٨:٧٥)،
فاذا	أبصرِ	″	١٢	٣٣٩
أصبحت	فأقصرِ	″	١٣	٢٧
شدّوا	الأبجرِ	″	١٣	٢٦٤
قوم	الحمرِ	″	١٤	١٩٢
هل	تقبرِ	″	١٤	٣٣٢ (=
				١٥:١٥٢)،
زعم	بالأشقرِ	″	١٦	١٤
حربًا	تخطرِ	″	١٧	١٧٣
يلذو	العنبرِ	″	١٨	٣٠٩
صوت	مغفرِ	″	١٩	١٣١

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
ونضيت	كالمقدّرِ	كامل	٢٠	٢٠٢
وأبى	الدّابرِ	″	٢	١٢١ (=
				٥:٣٥٥،
				٧:٣٠٦)،
والتّغلبيّة	مشافرِ	″	٢	١٢٦
يا أمّ	الغائرِ	″	٤	٤٢٤ (=
				٦:٣٣٨)،
ولقد	الدّابرِ	″	٥	٣٥٥ (=
				١٨:١٢٦)،
أمّا	العاقرِ	″	٦	٢٦٩
فتذكّرا	كافرِ	″	٦	٤٦٣ (=
				١٣:٩٣،
				١٧:٣٥٣،
				١٨:٣١٤،
				٢٠:٣٠٦)،
يعلى	القراقرِ	″	٧	١١٢
تفترّ	كالحافرِ	″	٩	٢٦٧
باكرتهم	الطائرِ	″	٩	٤٥٢ (=
				٢٠:١١٩)،
هل	النّافرِ	″	١٢	٣٣٧

صدر البيت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
واذا	ضامرِ	کامل	۱۳	۲۸۸
هلّا	طائرِ	"	۱۴	۵
ولرُبَّ	هاترِ	"	۱۵	۷۱
ولذائذ	ماطرِ	"	۱۷	۳
تمشی	الزّوافرِ	"	۱۸	۴۷
فلیأزلنّ (راو ولیأزلنّ)	بسمارِ	"	۱	۱۲۶ (= ۴۴:۶، ۱۳:۱۳)
واذا	الأحفارِ	"	۱	۸۵ (= ۸۰:۱۹)
توقدُ	الأحجارِ	"	۱	۱۸۷
قالوا	الأکوارِ	"	۱	۳۶۶
شُعَبُ	الأطهارِ	"	۲	۱۸۷ (= ۱۶۷:۳)
زیدُ	حمارِ	"	۲	۲۲۴ (= ۲۳۶:۴)
انّ	صغارِ	"	۲	۲۶۲ (= ۱۳۵:۶، ۱۷۳:۱۵، ۲۹۱)

صدر البيت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
أفکان	وجارِ	کامل	۳	۱۴۵
یا أیّها	جعارِ	"	۳	۱۴۹
وأبی	سیّارِ	"	۳	۴۷۷
لن	الأشعارِ	"	۴	۳۵
سوّار	نماری	"	۴	۲۱۵
فیهم	المضمارِ	"	۴	۲۸۲ (= ۲۰۴:۱۲)
یتحلّبُ	الجرجارِ	"	۴	۲۸۷ (= ۲۰۲:۵)
لا	المعصارِ	"	۴	۳۲۰
ولرهط (راو ولأل)	بمطارِ	"	۴	۳۴۳ (= ۵۱:۶، ۱۸۲)
تلک	آیارِ	"	۵	۹۸
إنّا	فجارِ	"	۵	۱۱۷ (= ۳۵۳:۶)
حتّی	التیمارِ	"	۵	۱۷۵
جهراء	أشوارِ	"	۵	۲۲۲
انّ	الأخبارِ	"	۵	۲۲۹
حذرُ	الأقدارِ	"	۵	۲۴۸

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ	صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
واذا	حُذارِ	کامل	۵	۲۴۹					۴: ۳۶۴،
شُمُسُ	المِغْیارِ	″	۵	۲۵۵ (=					۲۰: ۷۰،)
				۶: ۳۴۷،	ولَقَدْ	لِلْاِیْغارِ	کامل	۷	۱۴۹
				۷: ۴۱۹،)	مِنْ کُلِّ	صِیْقارِ	″	۷	۱۵۲ (=
وعَرفتُ	مِذْکارِ	″	۵	۳۹۷					۱۶: ۲۱۷،
اِنَّ	اُسْنارِ	″	۶	۸					۲۷۹،)
سَهکینَ	البَقّارِ	″	۶	۴۷ (=	خَرَزُ	وازارِ	″	۷	۱۸۶
				۱۲: ۳۳۰،)	ما زالَ	الاَشْبارِ	″	۷	۳۶۸
شَغّارَةٌ	الاَبْکارِ	″	۶	۸۵	اِنَّ	الاَطْهارِ	″	۸	۲۵
کَمْ	عِشارِی	″	۶	۲۴۹ (=	وکَأَنَّ	الاُثْمارِ	″	۸	۱۷۹
				۱۵: ۳۳۴،)	تَدْعُوا	بِالاِزْرارِ	″	۸	۳۵۱
حتی	کعُصارِ	″	۶	۲۵۳	شَهْمٌ	الاَوْتارِ	″	۹	۳۰۵
ولقد	العَیّارِ	″	۶	۳۰۱	مِنْ وَسْطِ	خَوّارِ	″	۹	۳۰۸
ونَبَتَ	الاَعْیارِ	″	۶	۳۰۴	ولقد	العَیّارِ	″	۹	۳۲۹
وتَجَرَّدَتْ	بِقُتارِ	″	۶	۳۴۹	واذا	الاَبْصارِ	″	۹	۴۲۷
قَدارُ	بِدارِ	″	۶	۳۸۲ (=	آتی	حِمارِی	″	۱۱	۷۱
				۱۴: ۱۷۶،)	ومُجَنَّباتِ	الاَمْهارِ	″	۱۱	۱۴۰
مَنْ	الاِنْذارِ	″	۷	۱۸ (=	لَمْ	الاَشْجارِ	″	۱۲	۷۴
				۱۰: ۳۷۳،)	لم یُحْرَمُوا	مِذْکارِ	″	۱۲	۲۲۹
أفبَعْدَ	الاَطْهارِ	″	۷	۳۵ (=	ولقد	وَبارِ	″	۱۳	۴۱۶

مئی ۱۹۴۰ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

من جانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ :۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور ضمیمہ کے خریداروں میں تقسیم ہوتا ہے۔

فہرست مضامین

ضمیمہ مئی سنہ ۱۹۴۰ء

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ الیشر داس پرنٹر طبع ہوا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شایع کیا

دیده کآیین مردمی داند[1] — لعل و دُر در کنارم افشاند
هر که نیک است از و بدی ناید — زانکه از آدمی ددی ناید
لفظِ تازی چه پرسی از سندی — ترک تازی چه جوئی از هندی
از کریمان سخا نباشد دور — وز لئیمان دغا نباشد دور[2]
نامِ خواجو ز نامه بیرون ست — حرفش از نوکِ خامه بیرون ست

مقالهٔ نهم

ای خوشا عاقلانِ لایعقل — حبّذا بی دلانِ صاحبدل (۲۷ ب)
سالکانِ مسالکِ جبروت — مالکانِ ممالکِ ملکوت
تاجدارانِ بی سریر و علم — قلعه گیرانِ بی سپاه و حشم
دُردنوشانِ بزمگاهِ الست — هوشیارانِ مستِ باده پرست
سرفرازانِ هفت طیارو — دلفروزانِ هفت سیّاره
بادشاهانِ ملکِ درویشی — ناخدایانِ فُلکِ بی خویشی[3]
طایرانِ حدایقِ توحید — زایرانِ سراوقِ تمجید
دانه ریزانِ دامِ ناسوتی — جرعه خوارانِ جامِ لاهوتی
بلبلانِ ریاضِ هشت چمن — ساکنانِ[4] رواقِ شش روزن
شهریارانِ بارگاهِ وجود — پیشه کارانِ کارخانهٔ جود

---

[1] در نسخهٔ آ چنین نوشته اند: "دیده کان بین مردمیداند" [2] در نسخهٔ ب ندارد،

[3] نسخهٔ ب، بادشاهان ملک استغنا - تاجداران فلک استغنا، [4] ب: سالبان،

عود سوزان مجمر تکمیل — عود سازان پردهٔ تفضیل
دسته بندان لاله برگ نیاز — نازنینان عیش خانهٔ ناز
گل فشانان بوستان کرم — نافه چینان آهوان حرم
شیرگیران مرغزار یقین — گشته نخچیر دام و دانهٔ دین
شهسواران خیل آگاهی — کرده تسخیر ماه تا ماهی
شاهبازان آشیانهٔ راز — بی پر و بال جمله در پرواز
همه مستور و مست جام جلال — همه مخمور و غرق آب زلال
همه گنجند و دهر ویرانه — همه شمعند و چرخ پروانه
همه در گفتگوی و دم بسته — همه در پویه و قدم بسته
همه بی کام و کامران چو زبان — همه جان بخش و تنگ دل چو دهان
همچو شمع آمده ملمع پوش — بی قدح کرده جام نوشین نوش
هودج کبریا روان کرده — روی دل در جهان جان کرده
شسته دست از محیط و یم در دست — مرده مخمور و جام جم در دست
درس در مکتب بقا خوانده — سبق از دفتر فنا رانده
رفته بیرون ز آشیانهٔ گل — کرده منزل بر[1] آستانهٔ دل
برده محمل ز رختگاه[2] عدم — زده خرگه به تختگاه قدم
روی در بزم ایزدی کرده — باده از جام سرمدی خورده
کام نگرفته و رسیده بکام — دام نادیده و رمیده ز دام
گشته[3] در آب روز نامهٔ راز — بی زبان گفته حال عالم باز
تیغ در دست و دست پیدا نه — تیر در شست و شست پیدا نه

---

[1] آ: در، [2] ل: خفتگاه، [3] ا: تشنه،

بردہ بیرون نشیمن از شش کاخ | برکشیدہ ترنّم از نہ شاخ
چار تکبیر گفتہ بر دو سرای | و آمدہ بر سر و فتادہ ز پای
سر ز ایوانِ دل بر آوردہ | رُخ بہ بستانِ جان در آوردہ
چرخ از ایشان بلند و ایشان پست | عقل از ایشان بہوش و ایشان مست
گنج در دست و پای بر سرِ مار | غنچہ در پیش و جای بر سرِ خار
کردہ از برجِ کبریا پرواز | و آمدہ با فرشتہ در پرواز
کان و دریا طفیلِ گوہرِ شان | عرش و کرسی حروفِ دفترِ شان
از نظر غایب اند و در نظر اند | از گذر فارغند و در گذرند
شہ نشانند اگرچہ درویشند | روح بخشند اگرچہ دلریشند
ہمہ ہم نقطہ اند و ہم پرکار | ہمہ ہم ساکن اند و ہم سیار
مردہ و زندگانِ جاویدند | مفلس و وارثانِ جمشیدند
گاہ با دانہ اند و گہ با دام | گاہ با مصحف اند و گہ با جام
دلِ خواجو چرا پریشانست | زانکہ جمعیتش ز ایشانست

حکایتِ امام غزالیؒ و برادرش و آمدن امام در حلقۂ صوفیہ

چون امامِ زمانہ غزّالی | کہ شد اعلامِ علم ازو عالی
گُل تالیف را ورق می کرد | نُقلِ تصنیف بر طبق می کرد (۴۳ لو)
چشمش افتاد بر برادرِ خویش | گفتش از روی وعظ کای درویش

لہ ا : بر ،

تا بکی سر بجیب در کردن | چشم از آبِ خیال تر کردن
درِ دانش بخواب در بستن | قلبِ عقل از گزاف بگسستن
در طریقِ کسالت افتادن | جامِ غفلت[1] بدستِ دل دادن
خیز و زین تیرگی برون نه پای | بخرد دیدهٔ روان بگشای
خویشتن را بعلم واصل[2] کن | شمهٔ زین شمامه حاصل کن
ورق از شاخسارِ ما بفشان | عرق از نوبهارِ ما بستان
پیرِ صافی درونِ صاحب حال | گفت کای مانده در عقیدهٔ[3] قال
توسنِ عشق کس بعقل نراند | نامهٔ قرب کس بنقل نخواند
سبقِ ما ز لا و لن خالیست | ملکِ وحدت ز ما و من خالیست
تا تو این نکته کردهٔ ادراک | که ملوّث چگونه گردد پاک
قلمت گشت از برای بیان | در حدیثِ حدث گشاده زبان
ما به بستان سرای جان رفتیم | چند نوبت به لامکان رفتیم
وز سمن زارِ سدره بگذشتیم | گردِ گلزارِ عرش برگشتیم
درسِ روحانیان زبر کردیم | دامنِ روح پرگهر کردیم
تا تو کردی علوم را احیا | بنهایت رسید دورِ بقا
از سواد و بیاضِ لیل و نهار | محو شد روزنامهٔ اعمار
بیش ازین چشم خانه خیره مکن | بخطا روی نامه تیره مکن
گر چه گردد ز کنج خانهٔ دل | کیمیای سعادتت حاصل
برو و ترکِ قیل و قال بگوی | بگذر از گفتگوی و حال بجوی
ورقِ باغِ دل بصحرا ریز | و آبِ چشمِ قلم بدریا ریز

---

۱ ا: عقلت ، ۲ ا: فاضل ، ۳ ا: عقیله ،

سر برآور ز کنج[1] و گنج نگر — گرد ویران مگرد و رنج مبر
هر کرا زاد آخرت باید — کی بدنیای دون فرود آید
رخ بتاب از خود و خدا را جوی — زر بینداز و کیمیا را جوی
چشم بگذار و بحرها را بین — چشم جان برگشا و ما را بین
سر ز موج عدم برآورده[2] — رو بفوج قدم در آورده
عرصهٔ گلشن فنا دیده — میوهٔ روضهٔ بقا چیده
اگر این نکته باورت نشود — وین معانی مصوّرت نشود
مانعی[3] نیست برگشای نظر — عالم قدس بی حجاب نگر
نظری کن که گرددت روشن — که کشادست راه نه گلشن
حجة[4] الحق چو این سخن بشنود — گرچه در خاطرش غریب نمود
سوی بالا و زیر در نگرید — از ثری تا بساق عرش بدید
پشت بر آستان هستی کرد — روی در آشیان مستی کرد
از کتب خانه و کتب بگذشت — ساکن خلوت انابت گشت
در مقامات عشق[5] راسخ شد — خاک روب در مشایخ شد
فضل در راه عشق چیست فضول — عاقلان را عقال[6] چیست عقول
ملک الفت چه جای تالیف ست — راه عرفان ورای[7] تعریف ست
بعد صورت تقرب معنیست — قرب ادنی تباعد عالیست
اگرت وصل می شود حاصل — بگذر از وصل تا شوی واصل
قطع این ره بپای نتوان کرد — بر سر تیغ جای نتوان کرد

---

[1] ا: گنج، [2] ا: سر بموج عدم فرو برده، [3] ا: ما نعی، [4] ا: حجة الخلق [5] ا: فقر، [6] ا ب - اصل عقیله، [7] ب: نه راه تعریف،

خبر عشق مبتدا ایش نیست | شرطِ دیوانگی جز ایش نیست
آنکه او می زند ز دانش لاف | نیست تفسیر کشف راکشّاف
از بزرگان شنیده ایم بسی | کین معانی بیان نکرد کسی
زین جماعت جز این دلیل مخواه | که اَلاَ اِنَّ اولیاءَ الله
خیز خواجو و راهِ مردان گیر | زنده دل باش و پیشِ مردان میر

و هم درین معنی فرموده

کار مردانِ راه حق دارند | که درین کارخانه بی کار اند
گاه چون شمع رخ برافروزند | گه چو پروانه بال و پر سوزند
می پرستند اگرچه هشیارند | تندرستند اگرچه بیمارند
رخش بر قلّهٔ فلک رانند | دست بر هر دو عالم افشانند
صید گیرند و خود شکار شوند | تیغ رانند و خود فگار شوند
درد بخشند و خود دوا سازند | ساز سوزند و خود نوا سازند
همه گنجند اگرچه ویرانند | همه شاهند اگرچه دربانند
گر نو پروانه شان نهی شمعند | ور پراگنده شان نهی جمعند
شاهبازند و بال و پر شان نیست | سرفرازند و پای و سر شان نیست
گه مقیمند و گه بری ز مقام | گاه در نیمروز و گه در شام
جمله بی صوت گشته نغمه نواز | بی وجودِ زبان سخن پرداز
سر فشانند و دست نکشایند | کلک ریزند و شست نکشایند
گر تو گوئی تن اند خود جان اند | ور تو گوئی زرند خود کان اند

(۱۷ ب)

---

۱ ؎ ا : رانند ،

هر کرا او قطره خوانیش دریاست | وانکه جاهل شماریش داناست
کیست[1] خواجو گدای درویشان | سر[2] او خاک پای درویشان

مقالهٔ دهم

حذر از صف دران صوفی نام[3] | با صف وصوف شان صفای تمام
صف شگافان[4] رزمگاه جدال[5] | نقش بندان کارگاه خیال
خرقه پوشان حلقهٔ تشویر | جرعه نوشان ساغر تزویر
خوشه چینان کارخانهٔ گل | نسخه شویان[6] روزنامهٔ دل
ناتراشیدگان موی تراش | برخروشندگان سینه خراش
دسته بندان نرگس دستان | نُقل خواران مجلس مستان
سالکان ره خطا و زلل | سالکان در دغا و دغل
کاسه لیسان مطبخ سالوس | جامه دزدان مسلخ انسوس
شهریاران کشور تلبیس | شهسواران لشکر ابلیس
مایه شان در معاملات غرور | زر و تزویر و زرق و زاری و زور[8]
همه از بادهٔ حیل سرمست | برده از سروران بدستان دست
جسته تخفیف و بسته تخفیفه | شده مزکوم و نافه در نیفه

---

[1] ل: گشت ، [2] از نسخهٔ ب "سر او" ساقط شده ، [3] ل: صوفیان نیکونام ، [4] ل: صف نگاران ، [5] ل: جلال ، [6] ب: نسخه رویان ، [7] ل: دیده بندان [8] ل: زر و تزویر و زرو تزویر و زاری و زور ، ب: زر و تزویر و زاری و زور ، صرف نظر از هر دو تصحیح شد ،

سکه دارو دوروی همچو درم | اشک ریز و سیاه رخ چو قلم
سینه افراز[1] قلب و صدر نشین | دل بدنیا و غرّه گشته بدین
کرده تحصیل و هیچ حاصل نه | جسته تفضیل و هیچ فاضل نه
دلق شمعی چو شمع پوشیده | جام نوشین در شمع[2] نوشیده
خرقه شان تر ز چشم گوهربار | لیک در زیر خرقه شان زنّار
چون زر و سیم جمله بازاری | چون نی زیر گشته با زاری
بس رشک از سحاب و دریابار | جسته اجری و خواسته ادرار
همچو سجّاده افتاده ز دست | گشته در زیر پای دستان پست
چون قلم خشک مغز و تر دیده | ناتراشیده و تراشیده
پیش چشم پری رخان مرده | خویش را صید آهوان کرده
عسلی در بر و عسل در پیش | همچو زنبور در طبیعت نیش
آخر ای کرگس نشیمن آز | تا کی آئی بریش[3] در پرواز
تو چه مرغی که هست این همه بال[4] | مشکن بال خویشتن بوبال
گر[5] ز زنبور نفس مهجوری | بگذر از پر دهای زنبوری
تو غزال از غزاله نشناسی | تو نوال از نواله نشناسی
مرد کاری ز کارنامه مگوی | بار خاطر ببا[6]ر نامه مجوی
بر سر دختران چو نعش[7] ملرز | مهر مه پیکران چو قطب مورز

---

[1] ل: سینه افروز ، [2] ل: زدرع . [3] ریش بمعنی پر ، [4] ل: تو چه مرغی که هست با این بال؛ مصرع ثانی هم بطوری نوشته است که چیزی فرا نمی گیریم ، [5] در نسخهٔ ب یک شعر قبل ازین بیت می شود که مصرع اول او چنین است "اشک اگر بر محاسن اندازی"۔ و مصرع ثانی سراسر لغو و بے معنی واقع شده ،
[6] ل: بیار ، [7] ل: نقش !

فلک از دست تست کور و کبود | وز تو رفت آبروی زهد برود
به سرافرازی و کله داری | نتوان کرد خانقه داری
خون جان مجاوران چه خوری | وآب روی مسافران چه بری
برمکن بیخ خود ز بهر منال | وز برای منال بیش منال
سروری بایدت قدم در نه | زر برافشان و سکه بر زر نه
مرهم ریش باش و نیش مباش | داروی درد باش و ریش مباش
دست کوته کن از ممالک شاه | آستین را چرا کنی کوتاه
مهر گر دیدهٔ ز نار چه غم | ور همی چیدهٔ ز خار چه غم
مرغ جان را باز باز مخوان | سوز دل را باز باز مخوان
چشم را روشناس مردم کن | وآشنا باش و خویش را گم کن
صاف کن سینه تا صفا یابی | درد می جوی تا دوا یابی
گوهر دیدهات ندارد آب | واختر خاطرت ندارد تاب
هست خواجو همی ز مطلع غیب[۱] | گر کنی عیب او نباشد عیب

حکایت شیخ مجهول النسب که به ریاکاری خود اعتبار فراندوخته مرجع خلایق شده بود

بود شیخی بزرگ صاحب جاه | سر تعظیم بگذرانده ز ماه
همه پیران فرود پایهٔ او | شرف مهر و مه ز سایهٔ او
روضهٔ خلد طرف خانقهش | کحل گردون غبار خاک رهش

---

۱. ب: هست خواجو زبهر مطلع غیب،

رهبر و رهنمای گمراهان — رخ نهاده بعرصه[1] اش شاهان

قبلهٔ قوم و پیشوای سبیل — حرمش از شرف مقام خلیل

چشم انجم بروی او روشن — باغ گیتی بروی[2] او گلشن

مال او داده خاک را مالش — و آب را از منال او نالش

گوهر از بحر طبع او ارزان — و آتش از تاب خاطرش لرزان

مرغ دل پرده ساز صحبت او — چشم جان [بهر] سوز خلوت او

اصلش از خاندان پیران بود — در او سجده[3] گاه میران بود

لیک سرمایه اش درین بازار — زر و زور و مزور[4] و آزار

در لباسات و حیله و تلبیس — کمترین بنده[5] درش ابلیس

بجز انبار هیچ بارش نه — بجز از احتکار کارش نه

همدمانش چو زر بازاری — در سر او خیال سرداری

ظاهرش بوستان حور العین — باطنش آشنای دیو لعین

همچو دل قلب و جایگاهش صدر — چون فلک سرفراز و کارش غدر

در کفش نیش و در زبانش نوش — در رخش چشم و در قفایش گوش

صورتش محض لطف و دلداری — معنیش عین قهر و خونخواری

داده خاطر بتازی و تازان — کرده صید شهان چو شهبازان

دنی و دون پرست و دنیادار — از برون خرقه وز درون زنار

چون برآوردی از حجاز آواز — باده را در نهفت کردی ساز

---

[1] ا: بعرصه، [2] ا: برای او، [3] قبل این بیت در هر دو نسخه این شعر نوشته اند که بصورت موجوده بے معنی است، "از غلامان او یکی شادی - داور شادی بهزارش آزادی"، ["داد" باید خواند بجای "داور" پس با معنی ست - ادیٹر] [4] ا: قبله گاه، [5] تزوّر؟

در مخالف همه نوا خواندی | کلی رنج را شفا خواندی
غم نمودی و گفتی این شادیست | بند کردی و گفتی آزادیست
زهر پاشیدی و شدی تریاک | و آتش افروختی و گشتی خاک
سر فگندی و دست ننمودی | صف شکستی و شست نکشودی
تلخ گفتی که شکر نابست | ظلمت انگیختی که مهتاب است
سور کردی چو ماتمی دیدی | ز خشم[1] خوردی چو مرهمی دیدی
ناوک انگندی و سپر گشتی | حنظل آوردی و شکر گشتی
خلق در گفت و گویش افتادند | جمله در جست و جویش افتادند
چون مقامات درس[2] او خواندند | همه در این مقام درماندند
کز چه روی این بهار روح افزای | دارد این رنگ و بوی روح گزای
از چه این آفتاب روز افروز | میزند دم ز تیغ عالم سوز
فاش کردند این سخن بجهان | باز جستند سر این زمهان
ناگهان بر فتاد پردهٔ راز | سر آن حقهٔ[3] گهر شد باز
حرف پوشیده بر ملا افتاد | و آن سطور از ورق جدا افتاد
گشت روشن که در زمان نخست | سکهٔ آن درم نبود درست
آن گل زرد کابناک[4] نبود | رسته بود از گلی که پاک نبود
تخم آن کس نگفت تا که فشاند | بیخ آن کس نگفت[5] تا که نشاند

(۴۷ ب)

قطره کز دیدهٔ سحاب افتاد | از هوا رفت و در خلاب افتاد
قیمت در ز آب عمان است | رونق گل ز خاک بستان است

---

[1] ل: زهر خوردی، [2] ل: او فرو خواندند، [3] ل: طبله، [4] ل: اصل کاینک، [5] ل: ندید،

روشِ اختر از سپهر بود | ماه را روشنی ز مهر بود
اصل فرزند رو ز مادر پرس | وز صدف ماجرای گوهر پرس
پیشِ چوگان حدیثِ گوی مگو | وآتش می ز آبِ جوی مجو
چون حرم منزلِ حرامی شد | مجلسِ خاص جای عامی شد
بمثل گر مقام محمود است | بگذر از وی چنان که مهمود است
علاقلان این سخن نکو گفتند | دُرِّ این دُرج را نکو سفتند
کاصل هرگز خطا کنند نکنند | عمر با کس وفا کنند نکنند
چشمِ خواجو اگرچه پُرگهر است | گوهر از طبلهٔ دگر است

وهم درین معنی فرموده

بروای زردگوش[1] ازرق[2] پوش | شیخِ زرّاق وشوخِ[3] زرق فروش
همچو نرگس بسیم و زر مغرور | وز غمِ باغ و بوستان رنجور
تیز[4] کرده بشش درمِ بازار | خویش را خوانده مالکِ دینار
همچو پیر آن[5] نژادت از دیسه | داده خاطر بکاسه و کیسه
صاف نوشی[6] و در مصاف آئی | صوف پیرائی و صف آرائی
بصف و صوف دل گرد صاف | صف میّا[7] را و در گذر ز مصاف
ادهمِ عجب تازی تازی | رُخ بگردان چو ادهم از بازی
دم ز شبلی زنی درین بیشه | وانگهت هست روبهی پیشه

---

[1] ا: اصل زردلوش، قب: زرده کوش، زردگوش یعنی مذبذب، منافق، بی غیرت، تنبل وغیره،

[2] قب: اصل - ارزق! [3] ا: شوق! [4] ا: تیز کرده، [5] ا: بیژن، [6] ا: صاف پوشی،

[7] ا: بیارا - ! [8] ا: دم شیری ؛

همچو منصور سر مپیچ از دار | کز انا الحق بسر نیاید[1] کار
با خودای خواجه در خدا نرسی | وز تکبر بکبریا نرسی
گر تو خواهی که با صفا باشی | با همه صاف باش تا باشی
از تو گردد دلِ مشایخ ریش | شرم دار آخر از مشایخِ خویش
دست ازین ریشِ پرز[2] زرنشیه بدار | پشم را از پی نمد بگذار
همه داری بدست و هیچت نیست | همه گوئی که هست و هیچت نیست
گِل خواجو اگرچه[3] زین خاک است | دلش از نقشِ آب و گِلِ پاک است

مقاله یازدهم

ای تذروِ ریاضِ لاهوتی | گل بستانِ نوروزِ ناسوتی
صبح دم می زند برآر نفس | راهِ عنقا بزن ببانگِ جرس
سر برآور ز پردهٔ فلکی | برکش آوازِ پردهٔ ملکی
کمِ این گلخنِ مسدّس گیر | راه آن گلشنِ مطوّس گیر
پشت بر آستانِ غبرا کن[4] | روی در آشیانِ خضرا کن
ترکِ این چار طاقِ ششسوده[5] | قصرِ هفت آشکوب[6] یکسو نه
چنگ در پردهٔ ملائک زن | تکیه بر چنبری ارائک زن
جای در مجلسِ معانی ساز | ساز بر نغمهٔ اغانی[7] ساز

---

[1] ل: نیامد، [2] ل: ریشِ پرز ریش، [3] ب: اگر ازین، ل: اگرچه این، صرف نظر از هر دو تصحیح شد، [4] ل: این،
[5] ل: زن [6] ب: ده. نسخهٔ ب: (غزنا) آشکوب ندارد، [7] ب: اغانی.

سر ازین خاکدانِ تیره بر آر — دست ازین خاکسارِ خیره بدار
خاک بر آبِ آسمان افشان — بادِ آتش رخِ فلک بنشان
دود در دودهٔ[1] سپهر افگن — تابِ دل در نهادِ دهر افگن
نیل افلاک را برود[2] بده — ترکِ این[3] اطلسِ کبود بده
نامِ این مرغِ شش پر از چه بری — غمِ این[4] دیو سر از چه خوری
هوشیاری کنی چو مست شوی — بر بلندی رسی چو پست شوی
لب فرو دوز اگر سخن گوئی — سوی دریا شو ار گهر جوئی
هر چه گوئی ز حالِ خویش بگوی — وانچه جوئی ز مالِ خویش بجوی
خامشی چیست عینِ گویائی — عاقلی چیست ترکِ دانائی
گر[5] درین راه پر نشیب و فراز — بودت[6] سوزِ دل ز آتشِ آز
کندت دود سینه جامه سیاه — نامت از دل شود چو نامه سیاه
دستِ شه گیر و شاهبازی کن — بر سرِ دستِ شاه بازی کن
صیدِ بازان نگر چو آئی[7] باز — ور زبان در گذر چو گوئی راز
باز کن چشم و چشمِ بازان بین — سازِ[8] بر سوزِ نغمه سازان بین
گر عقابی بقیدِ باز ممان — ور همائی بصیدِ باز ممان
بار در بارگاهِ دل تا کی — کار در کارگاهِ گل تا کی[9]
بارگاه ترا چه حاجتِ بار — کارگاه ترا چه حاجتِ کار
سبزهٔ بوستانِ جان کرم است — نقدِ بازارِ کرمت درم است

---

۱ ل: سینه، ۲ ل: بدود بده، ۳ ب: آن، ۴ ب: آن،
۵ ل: کر، ۶ ل: برت، ۷ ب: بجای آئی باز چیزے ندارد، ل: آئی بناز،
۸ ل: بار، ۹ این شعر از نسخهٔ ب ساقط شده است،

در حقیقت کسی که جودش نیست ... پیش صاحبدلان وجودش نیست
هرکرا نیست دل نباشد جان ... ورترا نیست این نباشد آن
سکه او زد که سیم و زر درباخت ... وآن سرافراز شد که سر درباخت
خاک بر فرق آن[1] که خاک نشد ... مرده دل آنکه او هلاک نشد
سر درانداز تا[2] سرافرازی ... که سرافرازی است سربازی
بحر و کان بایدت گهر درباز ... کمر کوه گیر و سر درباز
چه بود کیمیا زرافشانی ... چیست گردن کشی سرافشانی
هرکه دارد دلی بجان بخرش ... ور بصد جان (بود) روان بخرش
گنج دریاب و از درم بگذر ... کعبه را بین و از حرم بگذر
زر بتدریج تاج شه[3] گردد ... ور خورد خاک خاک ره گردد
آب دریا اگر کسی خوردی ... فلکش نیلگون چرا[4] کردی
خان وقت است هرکه خوانش نیست ... وآب رخ دارد آن که نانش نیست
از لب چشمه هیچ نگشاید ... گر از و تشنه نیاساید
آنکه آبش ندادهٔ باری ... آب رویش چرا بری باری
هرکه نانت بسالها نشکست ... دلش از بهر نان نشاید خست
سفره را گر نمی کنی سرباز ... خانقه را چه می کنی درباز

گر بخواجو نمی چشانی آب
از سر آب مفگنش بسراب

---

[1] ا : هرکراو، [2] ب : اگر، [3] ا : خاک ره ،
[4] ا : کجا ؛

حکایت پیر خانقه داری که از بی مروّتی درویشی را از کاخ بیرون رانده نکبت دو جهان اندوخت

بود پیری بروزگار سلف | روزگارش بهرزه گشته تلف
شهرت او باستان داری | کار او باغ و بوستان کاری
همه بازار پر ز نعمت او | میل بازاریان بصحبت او
زده بیرون علم ز خانهٔ دل | گشته خلوت نشین خانهٔ گل
وجه خوانش بسی و خوانش تنگ | گرده‌اش بیشمار و نانش تنگ
آبش از بهر نان بباد شده | گنجش آب و نان زیاد شده
کرده ایوان سپید و جامه سیاه | ساخته منزل و فتاده ز راه
خانقاهش چو بوستان ارم | لیکن از رستنی چو راه عدم
ساکنانش همه ریاضت کش | بهر مطبخ چو دود بر آتش
تشنه در وی بخواب دیدی آب | دیده از غم بآب دادی خواب
گر مسافر درو نهادی پای | ور مجاور درو گرفتی جای
آن نخوردی برون ز خون جگر | وین نبردی مگر بروزه بسر
هر که در خانقاه او بودی | از طلب خاک راه او بودی
سائلی را برو گذار افتاد | و آشیانش بدان دیار افتاد
بزیارت بخانقاه شتافت | شیخ را بر سر عمارت یافت

---

۱ ل: ره، ۲ ب: سبزه اش، ۳ ا: بی نماز! ۴ ل: خانه، ۵ ر: نهی چو، ۶ ل: دیدم!
۷ ا: ز آستانش،

دید آن بوستان بی خوشه — پر ز آوارگان بی توشه

گنج نایاب گشته ویرانه — سوخته شمع و مرده پروانه

مدحتش گفت و مَحمدت آراست — وآب رخ صرف کرد و نانی خواست

طیره شد شیخ و گفت در این کاخ — بچه راه آمدی چنین گستاخ

گر اشارت کنم بسان نمد — درکشدت کنون بزیر لگد

بکشود از سر تطاول دست — قالبش[1] را بزخم[2] خشت شکست

پیکرش در میان خون افگند — وز در خانقه برون افگند

سائل خسته دل فغان برداشت — کرد نفرین و دل ز جان برداشت

گفت کای پای بند خانهٔ گل — ره ندانسته سوی خانهٔ دل

کار گل کار کارداران است — کار دل پیشه کن که کار آنست

اگرت نیست سفره کاخ چه سود — وگرت نیست میوه شاخ چه سود (۵۷ ب)

خانقه کز پی[3] ریا باشد — درخور[4] نفط و بوریا باشد

تا کی این تختهای[5] بی پایه[6] — تا کی این چترهای بی سایه

این همه روضه های بی حور است — وین همه چشمهای بی نور است

چند بر خاک تیره[7] ریزی آب — تشنگانرا بشربتی دریاب

رهروان را درین سراچهٔ گل — قوت از قوت می شود حاصل

بگذر از خانه که خوانش نیست — منگر در تنی که جانش نیست

وطنی کان بود ز نان خالی — بدنی باشد از روان خالی

از برای رضای یک من نان — دو جهان را[8] بخر بیک من نان

---

۱ ا: قابش ؛ ۲ ا: بزیر خشت بخست ، ۳ ا: ره ، ۴ ا: لائق ، ۵ ا: تختهای ،

۶ ب: بی مایه ، ۷ ا: تشنه ، ۸ ا: دو جهان را ،

دادنِ وجهِ نانِ یک روزه — به ز هر روز داشتن روزه
پیشِ خواجو چه گوهر است چه خاک — این[1] نباشد مگر ز گوهر پاک

وهم درین معنی فرموده

ای که از تشنگان نیاری یاد — چه دهی آب سایلان برباد
سر بگردان ز آستان داری — که بسی سر بر آستان داری
بکرم گرد آستان بنشان — وآستینی بر آستان بفشان[2]
خونِ مستسقیانِ تشنه مخور — وآب[3] آتش دلان خسته مبر
خانقاهِ تو جای پیران است — یا نه[4] خود بارگاه میران است
کارِ شوخی کنی بشیخی ساز — چشم شوخی[5] کنی بشیخی باز
هر که او پای بندِ نان تو شد — حلقه[ع] در گوش گردِ خوانِ تو شد
روشنست این که گردِ هات[6] اهاست — که ازان دستِ خلق کوتاه است
نان بده کاب رخ کنی حاصل — سر بنه تا بسر شوی واصل
کاخ بی سفره خاک راه ارزد[7] — شجرِ بی ثمر گیاه ارزد
وانکه او را ز خود فرو دنهی — آب رویش چرا برود دهی[8]
باز گیری ز حلق سایل آب — وانگنی جانِ خویش در غرقاب
جو جو ازمالِ خانقاه بری[9] — کشت زاری بنام خویش خوری
گنج وقتی بری که زر بخشی — بر سر آئی گهی که سر بخشی

---

[1] ل: وین چه باشد! [2] ل: افشان، [3] ل: آب وآتش دلان، [4] ل: زخود، [5] ب: بشوخ چشمی، [6] نسخهٔ ل این شعر ندارد، [7] ل: ازو! [8] ل: نهی، [9] ل: جو ازمالِ خانقاه بردی، در نسخهٔ ب هم مسخ شده، ل: در مصرع ثانی «کشته زاری» دارد، صرف نظر از هر دو تصحیح شد،

[ع] صوابش: حلقه در گوش گردِ خوانِ تو شد (اڈیٹر)

گرچه خواجو به بی زری سمراست　　کارش از اشکِ سیمگون چو زراست

مقالهٔ دوازدهم

گرچه مارا خبر زمائی[1] نیست　　هستیِ ما بجز خدائی نیست
هرچه بر لوحِ آفرینشِ ماست　　چون به بینی ورای بینشِ ماست
گرچه هست افسرِ شهی مارا　　از ولایت چه آگهی ما[2] را
کین ولایت ولایتی دگراست　　وین حکایت حکایتی دگراست
گر بدین قبله نیّت آوردیم　　بهوای هُویّت آوردیم
گرچه مستیم معدنِ خردیم　　ورچه پستیم سرورِ ابدیم
این نه مستیِ ماست مستیِ اوست　　این نه هستیِ ماست هستیِ اوست
جامهٔ زهدِ ما بجام بشوی　　نامهٔ ننگِ ما زنام بشوی
پوششِ ما ز جامه[3] بیرونست　　کوششِ ما ز نامه بیرونست
جرسِ ما ز کاروانِ فناست　　نفسِ ما ز بوستانِ بقاست
گر تو خواهی که جای[4] ما بینی　　از درِ دل در آی تا بینی
بحرِ مائیم و اشکِ ما گهراست　　گنجِ مائیم و رنگِ ما چو زراست
بود و نابودِ ما چه خواهد بود　　مایه و سودِ ما چه خواهد بود
بی زبانی زبانِ خامهٔ ماست　　بی نشانی نشانِ نامهٔ ماست

---

[1] کذا فی الاصل، ب: ماهی،　[2] این شعر از متنِ ل ساقط شده،　[3] ب: خامه!

[4] ل: جان،

«بمن» ای خواجه کی بما رسی　　«با[1] من و ما» مباش تا برسی

مرد این راه را نشانی نیست　　واهل این کوی را مکانی نیست

من که بی او نمی کنم پرواز　　خویشتن را ازو ندانم باز

در نهانم بلند و پیدا پست　　نیست در صورت و بمعنی هست

(۷۶ ل)

جرعه از ساغر ازل خورده　　روی در ساقی ابد کرده

ساحت گلشن عدم دیده　　غنچهٔ گلبن قدم چیده

پی شادی[2] بخار غم خسته　　وز گل عیش دستها بسته

درس بر مفتی خرد خوانده　　لوح در مکتب جنون مانده

از شراب ندم خراب شده　　وز دم آتشین کباب شده

دامن دل بدست غم داده　　خاک ره را باشک نم داده

گر دل پر غمم نمی بینی　　دیدهٔ پر نمم نمی بینی

ساز عشاق را نوا نبود　　مرض عشق را دوا نبود

غم چو نیکو نظر کنی شادیست　　بندگی پیش بنده آزادیست

هوشیار آن بود که باشد مست　　وآن شود مرتفع که گردد[3] پست

برآمد[4] کسی که پای افشرد　　وآنکه او دست داد دست ببرد

غمگسار مشوشان غم بر　　همدم اهل عشق همدم[ع] بر

می پرستی ورای هشیاری است　　زیر دستی بجای سرداریست

خاص نزدیک عارفان عام است　　صبحدم پیش صادقان شام است

روضهٔ قرب از چمن خالیست　　چمن وحدت از سمن خالیست

بی[5] طریقت براه نتوان شد　　بی[6] سپه پیش شاه نتوان شد

---

۱ ل: بی، ۲ ل: بادشاهی؛ ۳ ل: باشد، ۴ ل: آید، ۵ ب: درطریقت، ۶ ب: باسپه،

ع صوابش اهم دم (ایڈیٹر)

هر که گوئی ز حاجبان شه است | چون نکو بنگری حجاب ره است
ملک دارا بنزد اهل نظر | شد درین راه سد اسکندر
رو رضا ده بهر چه حکم قضاست | که قضا چیست آنچه حکم خداست
گر فرومانده خطائی کرد | وز فروماندگی دغائی کرد
تو قلم بر سر خطایش کش | ذیل اغماض بر دغایش کش
روبهی کو اسیر گشت بقید | شیر زر را بحیله ساز د صید
هر که چرخش در آورد بکمند | بحیل چرخ را کشد در بند
صبح در دل چو آتش افروزد | بفلک مهره بازی آموزد
جرم خواجو گرش نهایت نیست | عفو را نیز حد و غایت نیست

حکایت آن پیر مرد مفلوک الحال که دعوی ملاقات خضر علیه السلام کرده بادشاهی را از زبانش امید وا گردانید

از جهاندیدهٔ بعهد شباب | می شنیدم حکایتی زین باب
که درین تیره خاکدان دودر | بود فرماندهی چو اسکندر
دیده در بسته و جهان دیده | وآب حیوان بچشم جان دیده
در سر او هوای روی خضر | در دلش آرزوی روی خضر
زد منادی که هر خجسته خصال | که از امروز باز تا یکسال
بمن آرد ز وصل خضر نوید | برساند گلم ز باغ امید
من سرگشته را درین ظلمات | از قدومش رساند آب حیات

---

۱ ب: آنکه ؛ ۲ اصل: که، ۳ و: کند ۴ و: حکم، ۵ ب: رساند ؛

یا بد از من لبسی عطا و نوال — رسد از من بجاه و مال و منال

پیری از جامِ[1] دور مست شده — وز غمِ نیستی ز دست شده

قامتش چون فلک دوتا گشته — سالِ او از شمار بگذشته

گرد بستانِ دهر گردیده — گلِ باغِ بقا لبسی چیده

دورِ[2] اقبالِ او تمام شده — و آرزومندِ نانِ شام شده

گفت تا چند جامِ فاقه خورم — جامهٔ جان ز دست فاقه درم

بارِ چرخِ ستیزه کار کشم — ستم و جورِ روزگار کشم

چون ندارم امیدِ سالِ دگر — از رهِ مصلحت بر آرم سر

بدغا بیدقی در اندازم — وز دغل بیدقی بر افرازم

درِ شهر خلاف بگشایم — نقدی[3] از شهریار بربایم

شد بدرگاهِ شاه و گفت منم — کان گلِ باغِ قدس را چمنم

ساغرِ عیشِ خویش را هر سال — بینم از آبِ خضر مالامال

تا بدآن ماهِ علویم بر بام — افکنند آن مرغِ عرشیم در دام

شاه از آن فسانه باور کرد — همچو گل دامنش پر از زر کرد

خسروِ تیزتازِ شیرسوار — چون بر آمد[4] بگردِ سبز حصار

(٧٦ ب) گشت روشن چو آفتابِ منیر — که همه باد بود وعدهٔ پیر

قولِ او جمله جز ترانه نبود — و آن فسونها بجز فسانه نبود

بگرفتند خادمانِ شهش — بسته بردند سوی بارگهش

خضر ناگاه پیش باز آمد — وز سرِ راهِ او فراز آمد

چون چنان دید از کرانهٔ راه — در عقب رفت تا بخانهٔ شاه

---

[1] ل: جور، [2] ل: 'زار' و ب: 'زاو' دارد، [3] ب بجای نقدی چیزی ندارد، [4] ل: درآمد،

شه دین پرور جهان آرای | بود چندش وزیر روشن رای
جمله را پیش خواند و کرد سوال | کای[1] بنزد شما عطارد لال
بچه صورت کنم سیاست پیر | تا خلائق شوند عبرت گیر[2]
از وزیران یکی جوابش داد | کای شهنشه جهان بکام تو باد
آن چنان به که پیش دشمن و دوست | بکشند از سرش به تیر و پوست
بعد ازانش به تیغ پاره کنند | تا بعبرت درو نظاره کنند
دیگری گفت کین چنین شاید | لیکن ار شاه حکم فرماید
بامدادان که بر سر بازار | جمع باشند مردم بسیار[3]
همچو آتش تنوره بزنند | در تنوری پر آتشش فگنند
دیگری گفت شهریار جهان | نیک داند که از کهان و مهان
هر کرا روزگار تیره شود | گر خور خاورست خیره شود
وانکه زو بخت نیک برگردد | گر بود بحر بدگهر گردد
روز محنت عزیز خوار بود | زاهد جام باده خوار بود
گرچه او را گنه ز حد بدر است | پایهٔ عفو ازان رفیع تراست
کرم شاه را نهایت نیست | وگرش می کشی شکایت نیست
لیک پیر است و روز او شده شب | وآمده جان خسته اش بر لب
صبح امید او رسیده بشام | وآفتابش گذشته از لب بام
تیغ کینش مزن که دور سپهر | برگرفت است ازو بکلی مهر
خون او را مریز و ریخته گیر | رشتهٔ جان او گسسته گیر
خضر پیشش آمد و زبان بکشاد | بمعانی در بیان بکشاد

---

۱ ب: اکان، ۲ ب: عبرت پذیر! ۳ آ: نظار،

گفت شاها بدان که این دستور | که زند دم ز خنجر و ساطور
اصل او از فلانه قصاب است | لاجرم قول او ازان باب است
وانکه او از تنور گوید باز[1] | هست از گوهر فلان خبّاز
وانکه در راه لطف می پوید | باشه از باب عفو می گوید
بلبل بوستان دستور یست | چمن ملک را گل سور یست
می کند نور اصل خویش پدید | مهر[2] را کی بگل توان پوشید
اختر مطلع امارت اوست | درخور مسند وزارت اوست
غیر او جمله را بران از راه | کو سزد فرز این بساط و نوشاه
بگذر از قتل و گوش کن سخنم | نیک در من نگر که خضر منم[3]
چرخ آئینه ایست اصل[4] نمای | نوع بگذار و گرد اصل برآی
قند را از نی[5] نباتی جوی | وز بزرگان کمال ذاتی جوی
گر ز خواجو جریمه آید | شاه باید که عفو فرماید

وهم درین معنی فرموده

هر که بر تخت ملک دارد جای | گو وزیری بجوی ملک آرای
کانکه دستور کاردانش نیست | نیست الّا تنی که جانش نیست
هر که او مختلف بود بصفات | آن نماید که باشدش در ذات
از بدان عاقبت بدی خیزد | وز خر دمند بخردی خیزد
نافه چین نسیم مشک دهد | مجمر انفاس عود خشک دهد
تیغ را از گهر توان دانست | مرد را از هنر توان دانست

---

[1] ب: گوید از، [2] ب: روز، [3] این شعر از نسخهٔ ب ساقط شده، [4] ب: عدل، [5] ب: پی

هر که او را بود خرد قادر | نشود خرده از و صادر
وانکه او پیر و سالخورده بود | عمر را پایمال کرده بود
از سر خستگی زپای افتد | منقبض طبع تیز رای افتد
نوجوان گو ز دست مندازش | همچو ناوک ز شست مندازش
که فلک تیر قامتش بشکست | ره عقلش بنوک تیر ببست
گشت سر شمع دیده اش بی نور | شد بهشت طبیعتش بی حور
طرهٔ دلبران سرخسار | می شود در شکستگی طرار
وآهوی چشم لعبتان طراز | چون علیل است هست روبه باز
نام خواجو زنامه دگراست | عطر او از شمامهٔ دگراست

در مدح شیخ جمال الدین ابو اسحق انیجو بادشاه شیراز فرماید

چون سمند سخن بروں راندم | دست بر چرخ توسن افشاندم
تیغ خاطر بعقل بزدودم | ملک معنی بنطق بکشودم
جای در بوستان جان کردم | قصری از بهر دوستان کردم
ساختم عیش خانهٔ چو بهشت | صحنش از سیم و از جواهر خشت
همچو باغی درو دوازده کاخ | یا نهالی برو دوازده شاخ
بگذراندم سرش ز نه منظر | برساندم درش بهفت اختر
داد جام مشعشعم خورشید | گفت قول سپهریم ناهید
در زمان کان شراب کردم نوش | در نفس کان سماع کردم گوش

۱؎ آ ب: بر، ۲؎ آ: پیر سالخورده، ۳؎ آ: صحن بوستان، ۴؎ اشاره بمقالات دوازده،

بر پریدم ز آشیانهٔ خاک | در گذشتم ز گلشن افلاک
ترک بازار کن فکان کردم | عزم گلزار لامکان کردم
چون شدم از تکوّنات بدر | باز کردم بکائنات نظر
دیدم این هفت چنبری خرگاه | چون غباری بر آستانهٔ شاه
ملک ملک بخش ملک آرای | خسرو دیو بند قلعه کشای
سر گردنکشان روی زمین | شاه اعظم جمال ملت و دین
نقطهٔ دور هفتمین پرکار | گل صد برگ هشتمین[۱] گلزار
مطرب بزم عشرتش ناهید | شمسهٔ قصر دولتش خورشید
کان و دریا طفیل گوهر او | دو جهان یک ورق ز دفتر او
اطلس چرخ فرش خرگاهش | واختران خاک روب درگاهش
ای خورت یک سوار تیغ گزار | وی مهت یک غلام مشعله دار
قیصر هفت قصر مینا فام | کمترین بندهٔ تو شمسش نام
سطح افلاک صحن میدانت | عالم خاک گرد یکرانت
تشنهٔ آب خنجر تو نهنگ | کشتهٔ نوک ناوک تو پلنگ
نام جیش تو خیل[۲] دارا فوج | خون خصم تو سیل دریا موج
طائر گلشن تو چار ملک | زائر درگه تو هفت فلک
خاطرت آفتاب اوج جلال | نعل زرین توسن تو هلال
از حیای کف تو حاتم طی | کرده طومار مکرمت را طی
بر سمند تو کهکشان شده تنگ | و آسمانت شب آخر[۳] شبرنگ
زخم تیغ تو بهرهٔ بهرام | ناوکت خار دیدهٔ اجرام

---

۱ او: هم نشین! ۲ او: خیل! ۳ در ولفظ آخر نیست،

خسرو هند بندهٔ رایت — شهِ مشرق اوفتاده در پایت

گر کنی در فلک بکینه نگاه — برد[1] مه نار از انجمش چو گیاه

ور کنی در چمن بلطف نظر — روید از خاک[2] تا بحشر زر

عکس تیغت چو بر سپهر افتد — لرزه بر دست و تیغِ مهر افتد

سوسن از شوقِ مدحتت در باغ — شود آتش زبان بسانِ چراغ

حزمت ار بر فلک گذر یابد — عزمت ار بر زمین مقر یابد

زان به تمکین شتاب دفع کند — زین بسرعت درنگ رفع کند

کوه را خونِ لعل در جگر است — زانکه او را ز تیغت آبخور[3] است

اگر آهنگ کارزار کنی — بر بد اندیش کارزار کنی

همچو آتش زبان[4] بر افرازی — دود در خا[5]ـ خور اندازی

خون بگرید ز سهم تیرت ابر — بخروشد ز تاب[6] تیغت ببر

سر سه سازی زمین بسم سمند — چرخ را در کشی بخمِ کمند

در چنان ساعتی که از تفِ کین — همچو اخگر شود سپهرِ برین

کوه و در گردِ[7] تازیان گیرد — خشک و تر جوشِ غازیان گیرد (۷۷ ب)

دل [اندر پیِ] گوان سنان گردد — دستگیر سران عنان گردد[8]

پشتِ چرخ از فزع در آرد خم — روی خاک از عرق بر آرد نم

همه ثعبان شود هوا از گرد — همه ضیغم شود زمین از مرد

کوه خارا ز سر بر اندازد — بحر جوشن ز بر بر اندازد

ترک تازی ز لشکرت بکمند — قیصر[9] روم را کشد در بند

---

۱ لو: برد، ۲ قب: باغ، ۳ لو: الحور، ۴ متن قب این مصرع ندارد، ۵ لو: سنان، ۶ لو: آب

۷ لو: کوه! ۸ از متن قب ساقط شده است، ۹ قب: خسرو روم،

تو چو شیر ژیان بر آری چنگ | بر کنی نیش پیل و چشم پلنگ
دیدهٔ تیغ را چو میغ کنی | جوشن میغ پر ز تیغ کنی
ناوکت[1] برق دیده دوز شود | خنجرت آب سینه سوز شود
شیر این بیشهٔ زمرّد فام[2] | خون روان گرد دش ز جوی مشام
بیلارک چو دست بکشائی | بزره[3] سم چو شست بکشائی
زنگ بزدائی از دل جیپور | بری چین ز ابروی فغفور
سازی از نعل رخش گه پیکار | تاج مهراج و افسر قیصر
تا بر آرند تخت مهر ببام | تا در آرند مهد ماه بشام
که شهنشاه قصر مینا رنگ | خنجر هندبش بگیرد زنگ
که بشمشیر خون فشان فغفور | بشکند قلب لشکر جیپور
کمترین بندهٔ تو خسرو هند | کمترین چاکرت شهنشه سند
هفت کشور ترا مسخر باد | پنج نوبت ترا میسر باد
شه قفچاق باد در بندت | همه قفچاقیان کمر بندت

جان خواجو بوستان نیاز
در مدیح تو مرغ نغمه نواز

در اندرز بفرزند خود فرماید

نور چشم من ای گزیده پسر | دُرّ دُرج من ای ستوده گهر

---

[1] از متن ب این لفظ افتاده است ، [2] متن ب زمرّد رنگ دارد و مصرع ثانی نمی دارد ،
[3] تو : مشت بنام ، ع صوابش بزره سم ، است (صفت تیر) (اڈیٹر)

گل باغ دل و چراغ ضمیر — شمع خلوت سرای دیده مجیر

هم مرا فرّ و زیب[1] و هم فرزند — هم مراد دلگشای و هم دلبند

گرچه هست از سعادت ازلی — کنیتت بو سعید نام علی

نامداران مجیر خوانندت — در هنر بی نظیر دانندت

لیکن آن دم برآیدت کامی — که بدانش برآوری نامی

چشم مردم بمردمی بازاست — کار عالم بعلم درسازاست

مردمی کن ز علم روی متاب — تا شوی قبلهٔ اولوا الالباب

خانهٔ دیده وقف مردم ساز — مهر با مردمانِ واقف باز

پیرو[2] عقل باش (و) علم آموز — راحت خلق خواه و روح افروز

خرد اندوز تا کسی باشی — ور نداری خرد خسی باشی

در هنر کوش اگر سری داری — که رهی از هنر بسر داری

حرف تعطیل را قلم درکش — نقش تحصیل را رقم برکش

دانش آموز و سرفرازی کن — خاطر افروز و دلنوازی کن

با خدا باش و خودپرست مباش — می تحقیق نوش و مست مباش

در[3] جوانی طریق پیران گیر — تا طریقت روا[4] نهندت پیر

اهل صورت گرست بند از راه — مدد از رهروان معنی خواه

شمع دل پیش راه ایشان دار — خویش را در پناه ایشان دار

ملک کیخسروی ز پیران جوی — گنج قارون ز کنج ویران جوی

راه این قوم را منازل نیست — بحر این جمع[5] را سواحل نیست

این بزرگان ز کشور دگر اند — وین سواران ز لشکر دگر اند

---

[1] آ: فرزیب، [2] ب: درپی، [3] ا: از، [4] آ: ددان، [5] این لفظ از متن ب افتاده است.

راهی دیگر است این رایت | وآیتی دیگر است این آیت
هرچه جوئی برو ز ایشان جوی | وآنچه گوئی بیا از ایشان گوی
بگذر از ملک و پادشائی کن | زهد مفروش و پارسائی کن
خویش را در میان بنه چون شمع[1] | تا شود روشن از تو خاطر جمع
سرفرازی ز زیر دستی جوی | ذوق هستی[2] ز ترک هستی جوی
مطلب زر ز مالک دینار | رندی از بهر جام چشم مدار
خاص خود را بعامه باز مخوان | نام خود را بنامه باز مدان
هیچ دانی که کیست دشمن کام | آنکه او دوست را ندا[3]ند نام
اگر از دوستی ترا خبر است | دوستی پیش دوستان دگر است
تا توانی نوای عشق ساز | که ازین ره کسی نیامد[4] باز
ور کنی ساغر محبت نوش | کسوت عاشقی ز خلق بپوش
عشق محمود را ایاز کند | چشم بلبل بغنچه باز کند
ناز را صورت نیاز دهد | پشه[5] را بال شاهباز دهد
نتوانی که این قدح نوشی | نتوانی که این قبا پوشی
برو ازین طریقه دست بدار | سر زبستان سرای عقل برآر
هرکه گردد اسیر سرستان | دست او گیر و بگذر از دستان
خودکسی باش و دم مزن زکسی | باز کی باز گوید از مگسی
همه را نیک بین و بد مشمار | هیچ را از جمع خود مشمار
کانکه او را گدا نهی شاه است | وآنچه او را سها نهی ماه است

۱؎ آ: خویشتن در میان بین چون شمع، ۲؎ ب: ہستی، ۳؎ ب: ندارد،
۴؎ از متن ا ساقط شده است، ۵؎ ب: ہرکرا،

گر دلی همچو بحر در برِ تست | روشنست این که آن ز گوهرِ تست
آب دریا دلان برو مده | دل برین سازِ پُرسرود مده
این زمان کن اگر کنی کاری | تا ازین باغ برخوری باری
تشنه[1] چون خاک گشت آب چه سود | ور زمان فوت شد شتاب چه سود
پندِ من کار بند[2] و کاری کن | دولتِ نوطلب ز چرخِ کهن
وقت دریاب و عمر فرصت دان | مشو ایمن ز دورِ جورِ زمان
بگذر از شهر بندِ طبع و حواس | قدرِ عهدِ شباب را بشناس
یارِ او شو که هیچ یارش نیست | غم او خور که غمگسارش نیست
زان صفت (باش) کآسمانِ بلند | گویدت: آفرین برین فرزند
هر که در راهِ دین نگردد خاک | نکند آب و آتش او را پاک
آنچه بایست گفتنت گفتم | بخدایت سپردم و رفتم
باد بختت مشار و عقل مشیر[3] | ولك الله حافظ و نصیر

چشمِ خواجو و طرف گلشن شاه
بتو روشن علیك عین الله

وهم در بابِ نصیحت و عبرت فرماید

حبذا نکهتِ شمیمِ شمال | که رساند بما نویدِ وصال
آید از کوی دوستانِ قدیم | و آورد بوی بوستانِ نعیم
شمعِ مجلس نشست خیز غلام | که صبا می دهد ز روضه پیام

---

[1] ب: فتنه؛ [2] ب: کارگیر؛ [3] ل: بشیر؛

همچو من در رهِ تو خاکی نیست ‌‌ ‌ گر بر فتم بباد باکی نیست
در خمارم بگو شراب کجاست ‌ ‌ وقتِ صبح است آفتاب کجاست
راحِ گلبویِ ارغوانی کو ‌ ‌ بگذر از راح روحِ ثانی کو
اگر اندُه گسارِ مستاقی ‌ ‌ شمعِ ایوانِ می پرستانی
بصبوحی شرابِ روشن جوی ‌ ‌ میِ گلبو ز طرفِ گلشن بوی[۱]
رخ برافروز و جامِ می درکش ‌ ‌ نایِ[۲] بربگیر و بانگِ نی برکش
برفشان دست و ترکِ دستان ده ‌ ‌ می بدست آر و دلِ بمستان[۳] ده
خیز کانفاسِ مشکِ بیزِ بهار ‌ ‌ می برد آبِ آهوانِ تتار
بانگ مرغانِ صبح خیز بخاست[۴] ‌ ‌ وز چمن بادِ مشک بیز بخاست
در چنین وقت اگر دلی داری[۵] ‌ ‌ تازه کن جان بجامِ گلناری
نفسی خوش برآ که خوش نفسیت ‌ ‌ زانکه دستانِ چرخِ پیر بسی ست
گل بدست آر و رُخ ز خار متاب ‌ ‌ گنج بردار و سر ز مار متاب
زندگی باید ت ز خویش مبیر ‌ ‌ و آشنا باش و ترکِ خویش مگیر
نوش حاصل کن و ز نیش مترس ‌ ‌ غم مرهم خور و ز ریش مترس
دامنِ کفر گیر و ایمان بین ‌ ‌ دُردیِ درد نوش و درمان بین
باده در ده که عمر برباد است ‌ ‌ داد گر دونِ[۶] سفله بیداد است
جامِ نوشین روان بباید خورد ‌ ‌ که ز نوشیروان نیابی گرد
شد ز دورِ سپهر روئین تن ‌ ‌ گورخان را بگورخانه وطن

---

۱ ل: بصبوحی شرابِ مستان جوی ✤ میِ گلگون و طرفِ بستان جوی، ۲ ل: پای، ۳ ل: ترکِ مستان، ۴ ل، کجاست، ۵ ل: وقت دریاب اگر دلی داری، ۶ اصل ب: داد کردن،

گر فریدون شوی به تخت[1] و علم ‌‌ ‌ ور سکندر شوی بملک و حشم

عاقبت روی سوی خاک آری ‌ ‌ ملک را بگذری و بگذاری ‌ (۸۰ ب)

ور تهمتن شوی زمانه ز جاه[2] ‌ ‌ افگند همچو بیژنت در چاه

زنده آن ماند کو ز خویش بمرد ‌ ‌ مرده دل آنکه آب خویش ببرد[3]

زیر دستی بجای سرداریست ‌ ‌ می پرستی ورای هشیاریست

بگذر از سرکشی و سر در باز ‌ ‌ کوه گیر از غم و کمر در باز

جام برکف نه و ز جم[4] یاد آر ‌ ‌ اشک ما بنگر و زیم باز آر

من که از جام می گزیرم نیست ‌ ‌ بجز از باده دستگیرم نیست

تا کی ور خمار بنشینم ‌ ‌ بی می و میگسار بنشینم

بوده و نابوده تا کی گویم ‌ ‌ راه بیهوده تا کی پویم

سیر گشتم ز خون دل خوردن ‌ ‌ بزبان قلم سخن کردن

چند[5] جان در کشاکش افگندن ‌ ‌ نعل خاطر در آتش افگندن

قدمی نه که سر در اندازم ‌ ‌ قدحی ده که سر برافرازم

چهره بنما که رخ برافروزم ‌ ‌ پسته بگشا که لب فرودوزم

در حدیثم میار[6] و می در ده ‌ ‌ که بجز من نماند کس در ده

من همانم که آفتاب بلند ‌ ‌ زورق از دست من در آب افگند

چون[7] بدین بحر سر فرو بردم ‌ ‌ ای بسا در که بر سر آوردم

بادپای سخن برون راندم ‌ ‌ دست بر چرخ توسن افشاندم[8]

---

۱ ب: نخست ، ‌ ۲ ل: زمانه و آه ، ب: چیزی ندارد ، ‌ ۳ ل: خاک ره گشت آب خویش ببرد

۴ ب: غم ، ‌ ۵ ل: جعد جان ! ‌ ۶ ل: بیا ، ‌ ۷ ب: چونکه در بحر ،

۸ این شعر از متن ب افتاده است ،

بزدم در زمانه کوس بیان — بگرفتم جهان به تیغ زبان
همچو هینو بنام داور دهر — ساختم در دو مه دوازده شهر
برزدم سر ز فُلکِ هفت فلک — برگذشتم ز مُلکِ چار مَلَک
نسخهٔ شش رساله برخواندم — دست بر نُه مجلد افشاندم
با نوا ساز بزمگاهِ سپهر — برکشیدم ترنم از سرِ مهر
چنگ در عود[۱] زر نگار زدم — نوبتِ مدحِ شهریار زدم
بگذراندم سخن ز نُه طارم
تا چو خواجو بلند شد کارم

درباب خاتمهٔ کتاب
سالِ تصنیف و زیارتِ مرشدِ خود فرماید

چون بپایان رسید نامهٔ من — گشت کوته زبانِ خامهٔ من
کاروانم بدین دیار رسید — بارگیرم بدین گذار رسید
صبحدم بود و باد عنبر سای — چون سرِ زلفِ یار نافه گشای
مرغِ خوش نغمهٔ مسیح نفس — بفلک در فگنده بانگِ جرس
طائرِ طور باغ موسی وار — برکشیده نوای موسیقار
مرشدم در رسید چرخ زنان — دست داده بدست هفت تنان
شکر از لفظ در کنارم ریخت — گهرِ نطق بر گذارم ریخت

---

۱ متنِ ب لفظِ "عود" ندارد،

گوئت کای نقش بند رمز راز | در گنج سخن بروی تو باز
بسرا نوبتی که ساختهٔ | بنما مهرهٔ که باختهٔ
بگشا آن کمر که دربستی | بفشان آن شکر که بشکستی
من سر درج نطق بگشودم | درهای نسفته بنمودم
برفشاندم بر او جواهر خویش | عرض کردم نهان و ظاهر خویش
راندم آن اشقری که می راندم | خواندم آن دفتری که می خواندم
برکشیدم چو عندلیب آواز | وآن نوا در نهفت کردم ساز
در سماع آمد از ترنم من | وآفرین کرد بر تکلم من
تا بشب در خروش و مستی بود | فارغ از نیستی و هستی بود
چون سر زلف شب پریشان گشت | دل سیارگان درافشان گشت
نقشم از پردهٔ خیال برفت | زنگم از چهرهٔ مقال برفت
شب تاریک دید و من مدهوش | سینه‌ام[1] پرآتش و جگر در جوش
تابم از طرهٔ بیان رفته | وآبم از خنجر زبان رفته
چشم خاطر ز فکر خیره شده | دل دفتر ز خامه تیره شده
دهنم پر در معانی کرد | دامنم پر گل امانی کرد
دیدم آنها که دیدم از نظرش | چیدم آنها که چیدم از گذرش (۹۷ا)
خرقه داد و اجازتم فرمود | ره[2] ملک حقیقتم بنمود
چون بچشم کمال در من دید | خار نقصان ز دامنم برچید
نام نظمم[3] کمال نامه نهاد | وز کمالیتم دری بگشاد
شد بجان و جهان دلم واصل | کشف ارواح شدمرا حاصل

---

۱ ا: درآتش ، ۲ قب: راه ، ۳ ا: نطقم ،

مه دی بود و چرخ سنجابی | در پس پرده های[1] سیمابی

زال زر در هزیمت از بهمن | رفته در زیر آبگون جوشن

بز کوهی بکوه برده مآب | وز تف تیغ مهر گشته کباب

شد بتاریخ هفصد و چل و چار | کار این نقش[2] آزری چو نگار

هیچ صورت بدین معانی نیست | چشمهٔ جان بدین روانی نیست

گرچه بود چو من شکرشکنی | نیست در بی زبانیم سخنی

من نه[5] آنم که این ورق می خواند | وین حکایت بدین نسق می راند

آن سخن از سخنوری دگر است | وین سخنها ز دفتری دگر است

تو چه دانی که این سخنها چیست | گر ندانی که آن سخنور کیست

گوهری کش بها نداند کس | قیمت آن خدای داند و بس

مدعی گو بزرگ دعوی گیر | یا برو در مقام دعوی میر

که دو عالم طفیل همت ماست | خرد پیر طفل صحبت ماست

قمر از شاخسار ما ورقیست | و آفتاب از بهار ما عرقیست

منزل ما مقام بی جائیست | دانش ما خلاف دانائیست

نفخهٔ روح یکدم از دل ماست | چشمهٔ[3] مهر یک نم از گل ماست

روح قدسی تذرو این باغ است | عقل علوی چراغ این راغ است

شمع توفیق را شبستان نیست | گل تحقیق را گلستان نیست

دل خواجو که مرغ بال زنست | عندلیبی ز طرف نه چمن ست

چند گویم سخن که لال شدم | همچو مرغی شکسته بال شدم

دلم از عقل و فضل گشت ملول | که عقال[4] است عقل و فضل فضول

---

۱ ر: ابرهای، ۲ ب: نقشه، ۳ ب: شمهٔ مهر! ۴ ب: عقیله!
۵ صواب‌ش 'نه' (اڈیٹر)

برگِ این شاخ چند توان چید — صحن این باغ چند توان دید
خیز و بگذار تا کنم پرتاب — خامه و نامه را در آتش و آب
دلم آمد ز دستِ هر دو بجان — کین دو روی ست آن یکی دو زبان
بقلم چشم جان چرا دوزم — ز آتش دل تهی چه افروزم
چون رساندم سخن بحدِ کمال — در شکستم ورق ز بیم ملال

طمع از هر چه غیرِ حق ببریدم
چون بمقطع رسید ببریدم

خــتم شــد

تاج محمد خان

[نواب صدر یار جنگ بہادر امراء و فضلاے سلف کی یادگار ہیں۔ نہایت سلیم ادبی ذوق کے ساتھ ان کو نفائس کتب کے جمع کرنے کا شوق ہے۔ اور ایک بے مثل خزانۂ کتب ان کے پاس جمع ہو گیا ہے۔ اس کتاب خانہ کی ہمہ گیری ملاحظہ ہو کہ ہر چند گمان یہ تھا کہ خواجو کرمانی کی مثنویات کے نسخے چند مشہور نسخوں کے سوا اب ناپید ہو گئے ہیں۔ اور خصوصاً ہندوستان میں ان کا وجود نہ ہوگا۔ اس کتاب خانہ نے اس گمان کو باطل کر دیا ہے۔ اور اس میں ایک ضخیم نسخہ کلیاتِ خواجو کا موجود ہے چنانچہ فاضل موصوف نے والانامہ مورخہ ۱۷ جون ۱۹۳۹ء میں تحریر فرمایا ہے :-

" اورینٹل کالج میگزین میں مثنوی کمال نامہ شایع ہو رہی ہے۔ مئی کے نمبر میں (حاشیہ صفحہ ۷، پر) شکایت ہے کہ صرف دو نسخے ملے۔ دونوں میں قیاساً ایک یا دو شعر نہیں ہیں۔

میرے یہاں خواجو کرمانی کی ضخیم و حجیم کلیات ہے جس میں اصناف کلام میں مثنویاں بھی ہیں - جن میں کمال نامہ ہے - حکایت معہود میں موقع بالا پر اسی قدر اشعار ہیں جس قدر آپ کے میگزین میں ہیں - اطلاعاً مکلف ہوا " - اڈیٹر]

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۴	۵	ردن	زدن
۵۲	[مصرع ثانی]	کی دل اہل راز بود	کی دل آلودہ اہل راز بود
۶۰	۷	جاودان	جاودان
۶۶	۲	کوہ درگہ دکوہ پیکر او	کوہ و درگہ دکوہ پیکر او

تبصرہ و تنقید

الرق فی الاسلام یعنی اسلام میں غلامی کی حقیقت، حصہ اول؛ باہتمام منیجر ندوۃ المصنفین قرول باغ نئی دہلی، جید برقی پریس دہلی میں طبع ہوئی۔ قیمت عہ مجلد ۴ مجلد سنہری ۳

عہد نبوت اور اس سے کچھ عرصہ بعد تک اسلام کا فوجی نظام سراسر جمہوری تھا۔ ہر شخص مکلف تھا کہ اپنے طور پر جنگی تیاری کرے اور خود اپنے لئے اسلحہ وغیرہ ضروریات جنگ بھی اپنی گرہ سے مہیا کرے، اس کے علاوہ جنگی کرتبوں کی مشق بھی خود اپنے طور پر ہوا کرتی تھی۔ نفیر عام کے وقت عام باشندے ایک جرار فوج کا کام دیتے تھے۔ نہ موجودہ سسٹم کی فوج تھی اور نہ اس کے قواعد و ضوابط۔ ساتھ ہی جنگی قیدیوں کے لئے بھی کوئی خصوصی مستقل نظام سلطنت کی طرف سے قطعاً نہ تھا بلکہ سپاہ کی طرح اس سلسلہ میں بھی جمہوریت کارفرما تھی۔

مثلاً ایک جنگ میں مسلمان فوج کو فتح نصیب ہوئی اور غنیم کے چند قیدی مسلم فوج کے قبضہ میں آئے۔ چونکہ فوج کا نظام محض جمہوری ہے اسلئے وہ اسیر انہیں سپاہیوں میں تقسیم کر دیئے جاتے تھے۔ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ جنگی قیدی مسلم سپاہیوں میں تقسیم ہو کر ان کے فیملی ممبر کی حیثیت سے بسر اوقات کرتے تھے۔ شریعت اسلامیہ میں ان کے متعلق گھر والوں کو بہت کچھ وصیتیں فرمائی گئی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ان سے انسانیت و شرافت کا سلوک کیا جائے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری جملے ان قیدیوں کے متعلق یہ ہیں "الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم"۔ بعد اس کے کہ ایک اسیر مثلاً زید کے یہاں پرورش پا تا رہا ہے۔ زید کو شرعاً اختیار ہے کہ اسیر مذکور کے وارثوں سے حق الخدمت لے کر اس کو رہا کر دے یا کسی اور مسلمان یا غیر مسلم سے اپنے اخراجات کے عوض کچھ لے کر اس کو اس کے حوالے کر دے۔

بس یہ ہے ہمارے ہاں ابتدائے عہد اسلام میں غلامی کا تصور۔ لہذا اگر فوج کا نظام جمہوری نہ ہوتا۔ تو یہ قید کا سلسلہ بھی نہ ہوتا جس کو عرف عام میں غلامی کہا جاتا ہے۔

بعد میں جب خلافت کے بجائے ملوکیت قائم ہوئی جمہوری نظام کی جگہ دستوری نظام نے لے لی۔ اور فوج کا نظام بادشاہ کے ہاتھ میں آگیا اور فوج کے لئے نئے نئے آئین و ضوابط مقرر ہوئے تو جنگی قیدیوں کے لئے بھی سلطنت ہی کی طرف سے انتظامات ضروریہ کئے گئے، الغرض غلام جنگی قیدی کا دوسرا نام ہے۔ جس کا حالات اور ماحول سے پیش نظر باقی رکھنا ناگزیر تھا۔ اسکے بعد اسلام نے جس طرح بعض حالات میں دوسری قسم کے صدقات و خیرات کا حکم دیا ہے اسی طرح ان جنگی قیدیوں کو مفت رہا کرنے کی بھی ترغیب یا حکم دیا ہے اسی پر بس نہیں بلکہ انسانی مساوات کے اصول و ضوابط کا لحاظ کرتے ہوئے سوسائٹی میں غلاموں کا درجہ بلند کرنے کے لئے ہمارے سلف کرام نے پوری جدوجہد کی جس کے لئے یہاں صرف ایک مثال کافی ہوگی صدر الائمہ موفق بن احمد المکی الحنفی المتوفی ۵۶۸ھ اور حافظ الدین محمد بن محمد الکردری صاحب فتاوے البزازیہ متوفی ۸۲۷ھ فرماتے ہیں:-

---

[1] یہ قصہ بعض اختلافات کے ساتھ العقد طبع ۱۳۲۱ھ ج ۲ ص ۵۰ پر درج ہے۔ ضروری اختلافات اگلے صفحہ کے حاشیہ میں درج کئے جاتے ہیں۔

عن عثمان بن عطاء عن ابیه، قال دخلت علی ھشام بن عبد الملک بالرصافة فقال یا عطاء! ھل لک علم بعلماء الامصار؟ قلت بلی یا امیر المومنین، فقال فمن فقیه اھل المدینة؟[*] قلت نافع[1] مولی ابن عمر۔ قال فمن فقیه اھل مکه؟ قلت عطاء[2] بن ابی رباح، قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی۔ قال فمن فقیه اھل الیمن؟ قلت طاؤس[3] بن کیسان قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی۔ قال فمن فقیه[4] اھل الیمامة؟ قلت یحیی[5] بن ابی کثیر، قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی۔ قال فمن فقیه اھل الشام؟ قلت مکحول۔ قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی۔ قال فمن فقیه اھل الجزیرة؟ قلت میمون بن مھران! قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی، قال فمن فقیه اھل خراسان؟ قلت الضحاک[6] بن مزاحم، قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل مولی قال فمن فقیه اھل البصرة[7]؟ قلت الحسن وابن سیرین۔ قال مولیان ام عربیان؟ قلت لا بل مولیان! قال فمن فقیه اھل الکوفة؟ قلت ابراھیم النخعی[8] قال مولی ام عربی؟ قلت لا بل عربی[*]۔ قال کادت تخرج نفسی ولا تقول واحد عربی ہ ص۵۶ ص۵۶ ص۵۷

خلاصۃ المرام اینکہ تغیر اصطلاحات وتبدل اطلاقات سے حقیقت قطعاً مستور نہیں ہوا کرتی۔ جنگی قیدی اور غلام ایک حقیقت کے دو عنوان ہیں، اور اس سے کسی وقت بھی کسی حکومت کو ابد الآباد تک مفر ہی نہیں،

عیسائی مؤرخین اور ناقدین نے اسلام کے خلاف جو آخری حربہ اختراع کیا ہے وہ غلامی کا طعنہ ہے۔ جس کا مبنے فلسفۂ اسلام سے ناواقفیت اور اس کی علت ان کے اذہان کی سطحیت ہے اور بس ؛

زیر تبصرہ کتاب "الرق فی الاسلام" اسی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ صاحب مولف نے موادِ ضروریہ کے فراہم کرنے میں پوری جانفشانی سے کام لیا ہے۔ غالباً اردو لٹریچر میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو ایک ایسے مسئلہ پر لکھی گئی جس کے متعلق دورِ آخر کے عیسائی بے جا خوفناک آرائی کر چکے ہیں۔ کتاب کے مؤلف جناب مولوی سعید احمد صاحب فاضل دیوبند ایم۔اے ہیں۔ مولف موصوف نے کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں اس پر بحث ہے کہ اسلام میں غلامی کی کیا حقیقت ہے۔ یہ حصہ شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا حصہ جس میں غلام کی ترفیع سے بحث ہوئی ہے۔ زیر طبع ہے حصہ اول ۲۰×۲۶ کی تقطیع پر ۲۷۲ صفحہ پر ختم ہے۔ کاغذ نہایت اعلیٰ، چکنا دبیز، طباعت بہت ہی دیدہ زیب۔ کتاب مذکور ندوۃ المصنفین قرول باغ نئی دہلی سے مل سکتی ہے ؛

محمد نور الحق

---

[1] عقد: قال ابن ابی لیلی قال لی عیسی بن موسی وکان دیانا شدیدا لعصبیة من کان فقیه البصرة، [2] عقد میں زید بن اسلم و محمد بن المنکدر و نافع بن ابی نجیح ہیں بجائے نافع مولی ابن عمر [3] عقد میں ان کے سوا مجاہد، سعید بن جبیر اور سلیمان بن یسار بھی مذکور ہیں، [4] عقد میں ابن طاؤس اور ابن منبہ بھی ہیں، [5] عقد میں فقیہ اہل یمامہ و اہل جزیرہ کی بجائے فقیہ اہل قبا مذکور ہے، [6] عقد میں عطاء بن عبد اللہ الخراسانی ہے، [7] عقد: فواللہ لو لا خوفه لقلت الحکم بن عتیبه وعمار بن ابی سلیمان ولکن رایت فیه الشر فقلت ابراھیم والشعبی قال فھما کانا قلت عربیان، قال اللہ اکبر وسکن جاشه (ایڈیٹر)

(٥٥٢) **كمال الشرف** ابو البركات محمّد بن ابی عبد الله محمّد بن ابی محمّد الحسین العَلَویُّ النقیب

ابو البرکات محمّد بن محمّد بن الحسَیْن بن احمد نقیب النقباء ببغداد توفّی سنة ثلثین واربعمأة[1] ابن ابی طالب القاسم بجرجان ابن محمّد العوید بن علیّ بن علیّ بن عبد الله رأس المداری بن جعفر الاعرج بن عبد الله بن جعفر بن ابی القاسم محمّد بن الحَنَفِیّة ابن علیّ بن ابی طالب العَلَویّ المحمّدی ذکره شیخنا جمال الدین بن المهنّا الحسینیّ فی مشجّره،

(٥٥٣) **كمال الشرف** ابو المعالی محمّد بن محمّد بن زید العَلَویّ

قرأت بخطّه[2] :-

فضمّ ید المولود ساعة وضعه ۔۔۔ دلیل علی الحرص المرکّب فی الحیّ
وفی بسطها عند الممات اشارةٌ ۔۔۔ اَلَا فانظروا انّی خرجت بلا شیئی

كمال الدین ابو عبد الله[3] محمّد بن محمّد بن سرایا البَلَدِیّ المحدّثُ

کَانَ شیخًا صالحًا سمع مسند الامام الشافعیّ علی الشیخ ابی زرعة طاهر[4] بن محمّد المقدسیّ وغیره سمع منه جماعة من الحفّاظ والفقهاء،

---

[1] راجع عمدة الطالب ص ٣٢٠ ، [2] انشد هما تیل ذلک لکمال الدین عبد الودود بن محمود (الترجمة ٤٢١) [3] کتب تحته هذا تقدّم فی کتاب الجیم، [4] المتوفّی سنة ٥٦٦ھ ،

(۵۵۴) کمال الدین ابو عبد الله محمد بن محمد بن عبد الخالق بن المبارك بن عیسی بن علی بن محمد البغدادی مدرس الحنفیة بالمستنصریة

کان فقیهاً فاضلاً واديباً كاملاً حسن الكلام فى المناظرة، ولى قضاء واسط فى الايام المستنصرية فى رجب سنة سبع وعشرين وستمائة، وعزل فى المحرم سنة ثمان وعشرين ولما فتحت المدرسة المستنصرية رتب بها معيد الدرس اقضى القضاة كمال الدين عبد الرحمن بن اللمغانى ولما توفى ابن اللمغانى رتب مكانه فى رجب سنة تسع واربعين وخلع عليه بدار الوزير، وركب فى خدمته الصدور والاكابر كعادتهم وله شعر كثير، وبعد الواقعة لما فتحت المدارس درس بالمستنصرية كعادته وكانت وفاته يوم السبت ثالث شعبان سنه سبع وستين وستمائة ودفن بالخيزرانية،

(۵۵۵) کمال الدین ابو الفضائل محمد بن محمد بن عبد الكريم القزوينى الفقيه المحدث

ذكره الحافظ سديد الدين ابو محمد اسماعيل بن شيخنا ابراهيم بن محمود بن الخير فى مشيخته وقال: قدم بغداد سنة احدى وثمانين وخمسمائة واستوطنها وسمع بها ابا السعادات نصر الله[2] بن عبد الرحمن القزاز وابا الفرج عبد الرحمن بن الجوزي

---

[1] هو الذى ذكره صاحب الحوادث الجامعة ص ۲۳ (حوادث سنة ۶۲۸ھ) باسم ابی عبد الله محمد ابن ابی الفضل، ذکر عزله [2] المتوفی سنة ۵۸۳ھ ر: الشذرات ج ۴ ص ۲۷۶،

وقال: كتبت عنه وسمعت عليه بمنزله فی جمادی الآخرة سنة خمس وعشرین وستّمائة، ومولده فی اخر ثمان و خمسین وخمسمائة،

(٥٥٦) كمال الدین ابومنصور **محمّد بن محمّد بن علیّ بن ابی تمّام العبّاسی الزّینبیّ المحدّث**

ذکره الامیر ابونصر علیّ بن ماکولا العجلیّ فی کتاب الاکمال[1] وقال: کان یلقّب کمال الدین، روی عن عیسی بن علیّ ابن عیسی الوزیر وطبقته، واخوه ابوالفوارس طرّاد بن محمّد بن علیّ یلقّب بالکامل، وقد تقدّم ذکره[2]،

(٥٥٧) كمال الدین ابوعبدالله **محمّد بن محمّد بن علیّ الشّیذقانی الجوینیّ المحدّث**

ذکره شیخنا صدرالدین ابراهیم بن شیخ الاسلام سعدالدین الحمّویهیّ فی مشیخته وقال اجازنی جمیع مرویّاته ومسموعاته سنة ثلاث وستّین وستّمائة، روی لنا عن صفیّ الدین علیّ بن محمّد بن المرزبان السّمنانیّ،

(٥٥٨) كمال الدین ابوالحسن **محمّد بن محمّد بن علیّ الحسنیّ العلویّ** [46 b / 47 a]

قرأت بخطّه:-

لئن قویت عزمات الفراق   وشطّت مسافة قصد النّوی
فانّ الوداد الّذی تعرفون   علی القرب والبعد منّی سوا

---

[1] راجع نسخة المکتبة ص ٢٤٨ (ب)، [2] راجع الصفحة ٢٨،

وانّ قصّر اللفظ عن شرح ذاك فإنّ لكلّ امرءٍ ما نوى

(٥٥٩) كمال الدين ابو الفضل محمّد بن محمّد بن غزالة المدائنيّ الكاتب

كان كاتباً ضابطاً حاسباً حافظاً ولى عدّة اعمال، منها نظارة قوسان[1] وواسط[2]،

(٥٦٠) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن محمّد بن القاسم بن مسعود بن علّان القوسانيّ الناظر

صدر جليل ورئيس جميل ولى الاعمال السلطانيّة، وهو عالم بامور السواد ومعرفة الزروع وعمارة الاراضى وتسقيم الاعمال واختيار العمّال اجتمعت به عند الامير عماد الدين ابى المظفّر بن علجه، وسألته عن مولده فذكر لى انّه ولد سنة ثلاث وخمسين وستّمائة بقوسان،

(٥٦١) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن محمّد بن ابى الكرم الموصلىّ المعروف بالرّقّام الاديب

كان شاعراً بديع النظام قدم بغداد بعد الوقعة واستوطنها روى لنا شعره جماعة منهم شيخنا جمال الدين ابو الفضائل احمد بن المهنّا الحسينىّ وقال: كتب الى السيّد محى الدين[3] محمّد بن الطوزىّ الجعفرى وقد وهب له فوقانية خليعةً:-

---

[1] و[2] قوسان وواسط لواءان من التشكيلات الادارية بالعراق راجع تاريخ العراق ج ١ ص ٥٤٨، [3] هو محى الدين محمد بن ابى الفوارس بن ابى القاسم ابن الطوزى شيخ رباط دارسوسيان (٦١٠-٦٧٤هـ) ترجم له المصنّف فى كتاب الميم،

البسنى السيّد الجليلُ المنعِمُ المُفضِل المُنيلُ
ثوبًا كسنته الصبا سُحَيرًا كأنّهُ خلقه الجميلُ
اذا اردتُّ التجريد منه اظلّ فى حيرة اقولُ
لبُسِى له كيف قد تهيّأ وما الى خلعه سبيلُ

(٥٦٢) كمال الدين ابو المعالى محمّد بن محمّد بن محمّد النُعمانِىّ الصوفىّ

قال: ذكر ابو عبدالله[1] بن المرزبان فى كتاب المستنير ان ابانواس[2] لمّا انشد النظّام[3]:ـ

سبحان من خلق الخلق من ضعيف مهينِ
يسوقه من قرار الى قرار مكينِ
يحول شيئًا فشيئًا فى الحجب دون العيونِ

---

[1] لم نقف لابى عبدالله بن المرزبان و لا لكتاب المستنير على ذكرٍ والاشبه ان يكون: ابو عبدالله المرزبانى، وهو ابو عبدالله محمد بن عمران بن موسى المرزبانى صاحب معجم الشعراء وله مصنفات كثيرة عدّها ابن النديم فى الفهرست (ص ١٣٠ - ١٣٢) توفى سنة ٣٨٤ھ اما تراجمه فمبسوطة فى عدّة من الكتب منها الوفيات ج ١ ص ٦٤٢ وذيل تاريخ الآداب العربية لبروكلمن ج ١ ص ١٩٠ بما بعدها والمصادر التى ذكرت هناك ولم نجد فى الكتب المنسوبة اليه ذكر كتاب المستنير وله كتاب المنير فى الزهد والورع كما ذكره ابن النديم والله اعلم،

[2] الحسن بن هانئ المتوفى سنة ١٩٨ھ،

[3] ابراهيم بن سيّار بن هانئ البصرىّ من ائمة المعتزلة توفّى سنة ٢٢١ھ،

حتى بدت حركات مخلوقة من سكون

فوضع [؟ وضع] النظام كتابه في الحركة والسكون

(٥٦٣) كمال الدين ابو عبد الله **محمّد بن محمّد بن محمود الطيبيّ** [1] **الكاتب**

من كلامه : لازالت شمس الاسلام به مُشرِقةً ، ودوحة الملك ببقائه مُونِقَةً ، ماجنّ الظلام ، واصطفقت لاداء الفريضة الاقدام ، افضل ملك جرت باحصاء مناقبه الاقلام ، وفرعُ سامي مجده باذخُ الاعلام ،

(٥٦٤) كمال الدين ابو البدر **محمّد بن محمّد بن محمود ابن النجيب الواسطيّ المعدّل يعرف بالاحمر**

كان من المعدّلين الاعلام وله سماع بواسط على [2] ... كتب لي الاجازة بسعي المفيد جمال الدين ابي بكر احمد [3] بن علي القلانسيّ ورأيته ولم اكتب عنه شيئًا ، ذكره شيخنا العدل ظهير الدين عليّ بن محمّد بن الكازرونيّ في تاريخه [4] وقال : توفّي ليلة الجمعة ثالث ذي الحجة سنة احدى وثمانين وستّمائة ، ودفن بمقابر [5] قريش ، ومولده سنة ثلاث وستّمائة ،

(٥٦٥) كمال الدين ابو العزّ **محمّد بن محمّد بن محمود ابن مودود الحَسَنيّ العَلَويّ الحافظ نزيل تبريز**

كان من اكابر السادات الاشراف حافظًا للقُرآن الكريم

---

(١) الطيب بلد بين واسط وكور الاهواز ، (٢) بياض في الاصل ، (٣) المتوفّى سنة ٧١٤ هـ

(٤) تاريخ العراق ج ١ ص ٣٠٣ ، (٥) مقبرة ببغداد وبها مشهد فيه قبر موسى بن جعفر ع

ولہ اشعار و تحصیل، ووَلِی النقابۃ بالمُوصِل واعمالہا علی قاعدۃ والدہ واہلہ[1] انشد فی اللغز باحمد :—

اقبل کالبدر فی مدارعہ ۔ یُشرِق فی السعد من مطالعہ
اوّلہ رُبع عُشرِ ثالثہ ۔ ورُبع ثانیہ جذر رابعہ

(۵۶۶) کمال الدین ابوجعفر محمّد بن محمّد بن الناعم البابصری[1] حاجب الباب

ذکرہ تاج الدین فی کتاب الروض الناضر وقال وَلِی حجابۃ الباب فی رمضان سنۃ ستّ وتسعین وخمسمائۃ وعزل سنۃ ستّمائۃ، وسمع ابا محمّد محمّد بن احمد بن المادح[2] وتوفّی فی المحرّم سنۃ تسع وستّمائۃ،

(۵۶۷) کمال الدین ابوزید محمّد بن محمد بن یحیی الدِمَشقِیّ الکاتب المقریٔ

من کلامہ :- لازال ملکہ مخلّدا علی الدوام، نافذ الامرِ ما جَرَت الاقلام حاکمًا فی الرّقاب ما سعت الاقدام، وملاذاً لِلمُعتَفِین ما غرّد الحمام، ومعاذاً لِلمُلتَجِین ما سحّ الغمام، وطودًا لایَخضَع المستجیر بہ ولا یُضام،

(۵۶۸) کمال الدین ابوغالب محمّد بن محمّد بن یحیی المدائنیّ الکاتب

من کلامہ : وللّٰہ دَرُّ سیرۃ مولٰنا العُمَریّۃ ومکارمہ الحاتمیّۃ فانّہا قد اُحیَت الرّمم بغیثہ السکوب، وکانت کقمیص

---

[1] نسبۃ الی باب البصرۃ من بغداد، [2] المتوفّی سنۃ ۵۵۶ھ: الشذرات ج ۴ ص ۱۷۸،

يُوسف فی اجفان يعقوب، فکم لشرت بعد لها عديما، وشفت من الجور سقيما، وجلت ظُلَمَ الظُّلم بنور عدلها، وقطعت غمامَ الغمّ بفواضل فضلها، واحالت حال العسر بتطاول طولها،

(۵۶۹) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن محمّد بن يعقوب البغدادی المُحتَسِب

من عهده التی کتب له سردار الخلافة، ويتقدم الی الخبّازين والطاهين وباعة الادام بتنظيف الانهم وتهذيب ادواتهم، والی اصحاب الصنائع فی الاسواق باداء الامانة فيما يعملونه، ويأخذ علی الجزّارين ان يتخيّروا ذبائحهم ويشحذوا مُداهم وصفائحهم، ويأخذ ارباب المحالّ بتطريق سبلهم وتنظيفها الی غير ذلك،

(۵۷۰) كمال الدين ابو طالب محمّد بن محمود بن داؤد الجُوَينیّ الاديب

نقلت من خطّه:—

لو قنع الانسان من حظّه	بمثل ما يقنع من عَقله
لزال جلّ الغمّ عن نفسه	وكلّ ما يهتمّ من اجله
لكنّه يرضی بغير الرضا	من علمه والخلق من جهله
ويستقلّ الحظّ مع وفره	ويحجر المذموم من فعله
وفی انعكاسَ الامر لو رامه	راحته والفوز من مثله

(۵۷۱) كمال الدين ابو عبد الله محمّد بن محمود بن محمّد

المسكيّ الاصفهانيّ العارضُ

كان من الصدور الكبار ولد باصفهان ونشأ بها وكان يتردّد الى بغداد فى التجارة ثمّ قدم ابوه بغداد فى خدمة صدر الدّين[١] الجخندى، وناب عنه فى ولاية النظاميّة، ثم توكّل للامير جمال الدينّ[٢] قشتمر الى ان مات، وقام ولدهٗ كمال الدين مقامه، وانتقل الى عرض الجيوش فى شعبان سنة اربعين وستّمائة، وكان العارض يومئذٍ تاج الدين ابو علىّ الحسين بن علىّ بن المختار، فعزل به، ولم يزل على مرتبته الى ان توفّى فى شوال سنة ثلاث واربعين وستّمائةٍ،

٥٧٢) كمال الدين ابو نصر محمّد بن نصر الله بن اسماعيل الجُبّى الشاعر

[47 b]
[48 a]

قرأت بخطّه:—

وقائلٍ قال لى: لابدّ من فرجٍ ... فقلت واختلطت لم لابدّ من فرجِ
فقال لى: بعد حين قلت: واعجبا ... من يضمن العُمر لي يا باردا الحُجَجُ

٥٧٣) كمال الدين ابو الفضل محمّد بن يحيى الزّرمىّ ثم الدِمَشقيّ الكاتب

---

[١] الاشهر بهذا اللقب محمد بن عبد اللطيف بن محمد بن ثابت المتوفى سنة ٥٥٢ھ ولم يكن متولّياً للنظاميّة بل كان مدرّساً بها والاقرب انّه يريد حفيده محمد بن عبد اللطيف بن محمد بن عبد اللطيف المتوفى سنة ٥٩٢ھ الّا انّا لم نجد من لقّبه صدر الدين ، [٢] توفى سنة ٦٣٧ھ وكان مقدّم العساكر ،

كان كاتباً مجيداً انشد لابی علیّ الحسين بن عبد الله بن البنّاء

اذا غيّبت اشباحنا كان بيننا رسائل صدق فی الضمير تراسل
وارواحنا فی كلّ شرق ومغرب تلاقی باخلاص لو داد تواصل
وثمّ امور لو تحققت بعضها لكنت لنا بالعذر فيها تقابل
وكم غائب والقلب منه مسالم وكم زائر فی القلب منه بلابل
فلا تجزعن يوماً اذا غاب صاحب امين فما غاب الصديق المجامل

(٤٧٥٠) كمال الدين ابو علیّ محمّد بن يوسف بن محمّد ابن هبة الله يعرف بابن البوقیّ الواسطی ثم البغدادیّ الحاجب الكاتب الاديب

من بيت الرئاسة والتقدّم فی العلم والمعرفة والرئاسة وكان كمال الدين اديباً عاقلاً فاضلاً ذكره تاج الدين ابو طالب فی تاريخه وقال: كان من حجّاب المناطق، ذكره شيخنا جمال الدين ابو الفضل بن مهنّا فی كتاب الطرف الحسان من اعيان الآن وانشد له فی صبیّ اسمه عثمان من التركمان:—

أأحب عثماناً واتبع الهوى فيه وانت مطالبی بالثار
لا تأخذن بثاره متعدّياً حتى تراه محاصراً فی الدار

وله فيه:—

قالوا تعشّقت عثماناً فقلت لهم ما الحسن فی الناس مخصوصاً بانسان

---

[1] كذا فی الاصل ويحتمل ان يكون من ترجمة محمود بن احمد الحلّیّ الا انّا اثبتناها هنا ما كان اوفق باسلوب خطّ الكتاب.

انّی وان کنتُ شیعیّاً کما زعموا   فقد تسنّنت فی حُبّی لعثمان

(۵۷۵) کمال الدین ابوالوفا محمود[1] بن ابراهیم بن سفیان ابن مندة الاصفهانیّ المحدّث

من بیت معروف بالفضل والعلم والروایة والفقه والادب

(۵۷۶) کمال الدین ابوالثنا محمود بن احمد الحلّیّ[2] الشاعر

کان من الشعراء الادباء، ومن شعره :-

بنفسی اغیدُ الحاظه   تُمهّد لی فی الذنوب الرُّخَص

یُشقِّقُ کبدی اذا ماشدا   ویَرقُص قلبی اذا ما رَقَص

(۵۷۷) کمال الدین ابوالثنا محمود بن اسماعیل بن عبدالله المَوصِلیّ الصّوفیّ

انشد لزید بن الحکم :-

رأیت السخیّ النفس یأتیه رزقه   هنیئاً ولا یُعطی مع الحرص حاشِعُ

فکم من حریصٍ لا یجاوز رِزقه   وکم من مُوَفّی رزقه وهو وادِعُ

(۵۷۸) کمال الدین محمود بن حسین بن علیّ بن خُسرو البیّاتی[3]

قدم بغداد فی صحبة شیخ المشایخ نظام الدین محمود بن علیّ الشیبانیّ، رأیته وله اخلاق حمیدة، وقد تقدّم ذکر ولده الامیر بدرالدین محمّد فی کتاب الباء،

---

[1] المتوفّی سنة ۶۳۲ھ : الشذرات ج ۵ ص ۱۵۵ بما بعدها، [3] البیات بلدةٌ علی الجنوب من طریق خراسان، نزهة القلوب ص ۳۹، لسترنج ص ۶۳، ۶۴،

(۵۷۹) کمال الدین ابوالقاسم محمود بن خلیفة الجبُلیِ الفقیہ

قال : اُتِیَ الحجّاج برجلٍ من الخوارج فامر بضرب عنقه فقال له ان رأیتَ ان تؤخّرنی الی غدٍ فافعل قال : ولم ؟ فانشأ یقول :-

عسی فرجٌ یأتی به الله انّهٗ　　له کلّ یوم فی خلیقته امرٌ

فقال الحجّاج : انتزعه من قول الله تعا : کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ[1] ؛ وامر بتخلیة سبیله ،

(۵۸۰) کمال الدین ابوالثنا محمود بن عبدالسلام الحَرّانیّ[2] الفقیه

ذکره سدید الدین ابو محمّد اسماعیل بن الخیّر فی مشیختہ وقال : سمع علی الشیخ ابی محمّد عبداللطیف ابن سلمان الخیّاط بمدرسة ابن الجوزیّ فی ربیع الآخر سنة عشرین وستمائة ،

(۵۸۱) کمال الدین ابوالقاسم محمود بن محمّد بن احمد العَلَویّ

قرأت بخطّه : قال وکیع بن الجرّاح[3] : رأیت فی المنام رجلاً له جناحان ، فقلت له : من انت ؟ فقال : مَلَکٌ من

---

[1] القرآن الکریم سورة الرحمن (۵۵) الآیه ۲۹ ، [2] حرّان مدینة قدیمة بینها وبین الرقّة یومان وقیل هی اوّل مدینة بعد الطوفان ، مراصد ص ۱۳۰ ، [3] الحافظ المحدّث المتوفّی سنة ۱۹۷ھ ،

ملائكة الله تعالی، فقلت: اسألك؟ قال: سل، فقلت: ما اسم الله الاعظم؟ قال: الله؛ قلت: وما برهان ذلك؟ قال: انه قال لموسی علیه السلام: إِنِّی أَنَا اللهُ[1]؛ ولو كان له اسم اعظم منه لقاله تعالی،

(٥٨٢) كمال الدين ابوبكر مَلَانِیّ بن صِدِّیق بن محمود المَرجِیّ الفقیه مُرَتِّب[2] الشافعیّة بالمستنصریّة

رأیته لما قدِمت مدینة السلام، وكان فقیهًا عالمًا، وهو مرتّب الشافعیّة بالمدرسة المستنصریّة، لبس خرقة التصوف من ید شیخنا السیّد المعظّم عماد الدین ابی ذی الفقار محمّد ابن ذی الفقار الحَسَنِیّ المَرَنْدِیّ مدرّس المستنصریة، واخبره انّه لَبِسها من الشیخ بهاء الدین محمود بن ازاذروبه المفسّر الخوی بطریقتّه[3] المبینة، ثمّ لَبِسها من الشیخ شهاب الدین عُمَر[4] السُّهرَوَرْدِیّ بطریقته[3] المعروفة، وتوفی بمدینة السلام فی ....[5]

(٥٨٣) كمال الدين ابو علیّ المرتضی بن حمزة بن الحسن العَلَوِیّ الخَوافِیّ[6] تبریزیّ المولد الفقیه الكاتب

قال: قرأت فی بعض الكتب المنزلة: اذا اغنیت عبدی عن طبیب یستشفیه وعمّا فی ایدی اخیه وعن سلطان یستغیثه[7] وعن جار سوء یؤذیه فقد انعمت علیه نعمتی؛

---

[1] القرآن الكریم سورة طٰهٰ (٢٠) الآیة ١٤، [2] و[3] ا: بطریقه، [4] المتوفی سنة ٦٣٢، [5] بیاض فی الاصل، [6] نسبة الی خواف ناحیة بنیسابور،

(٥٨٤) كمال الدولة ابو الحسن مرجان بن عبد الله الحبشيّ المُستَنجِديّ استاذ الدار

كان خادماً خيّراً حفظ القرآن المجيد وقرأ مقدّمةً فی الفقه على مذهب الامام محمّد بن ادريس الشافعيّ وسمع الحديث من القاضي ابي بكر محمّد بن عبد الباقي الانصاريّ، ذكره الحافظ زين الدين ابو الحسن بن القطيعيّ فی تاريخه و قال: سمعت الحافظ جمال الدين ابن الجوزي يقول: كان كمال الدولة مرجان تصدّى قلع مذهب الحنابلة بالكلّية وبلغ من قلّة عقله و تعصّبه البارد وتكثّر جهله انّ الحطيم الّذى كان بمكّة يصلّى فيه الامام ابن الطبّاخ[1] مضى مرجان فازاله من غير تقدّم [كذا] تعصّباً منه فاخذه السلّ لمّا ازاله وبقى سنة كاملة يتمنّى الموت، وجاف ولم يقدر احد ان يتقرّب اليه، وضجروا منه الى ان مات شرّ ميتة واسوأها فی ذى القعدة سنة ستين وخمسمائة، نعوذ بالله من سوء العاقبة ونسأله حسن الخاتمة، انّه جواد كريم؛

(٥٨٥) كمال الدين ابو الفرج مسعود بن ابراهيم ابن خليل الانطاكيّ المُقرئ

[قال] قال بعض السلف: سمع اعرابيّ عبد الله بن عبّاس رضي الله عنهما يقرأ: وَكُنتُم عَلَى شَفَا حُفرَةٍ

---

[1] هو ابو محمّد بن الطبّاخ المبارك بن علي بن الحسين المحدّث الحافظ امام الحنابلة بالحرم الشريف توفّى سنة ٥٧٥ هـ، الشذرات ج ٤ ص ٢٥٣،

مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا[1]، فقال: نجونا وربّ الكعبة، ما انقذنا منها وهو يريد ان يلقينا فيها، فقال ابن عباس: خذوها من غير فقيه[2]،

(٥٨٦) كمال الدين ابونصر مسعود بن احمد الحلّى الشاعر

[48 b / 49 a]

كان شاعراً بليغاً له شعر حسن، من ذلك قوله :-

ليهن بنى الزوراء او به ماجد — كريم السجايا فى المكارم واحد

له الفضل ما بين البرية شائعاً — على غائب من فاضليها وشاهد

اتاها فروّى من صداها بانعم — افمن بها سوق الثنا والمحامد

(٥٨٧) كمال الدين ابوعلىّ مسعود بن ابى العلا بن روح الخزاعىّ النطنزىّ[3] الاديب القاضي

كان من اعيان العلماء واكابر الائمّة الفقهاء والادباء البلغاء، قدم علينا مراغة سنة ثمان وستّين وستّمائة الى حضرة مولانا نصير الدين ابى جعفر ومدحه فاكرم مورده، وحقّق مقصده، وكتب له بخطّه ما اراده وطلبه، وعيّن له ما يرومه وسبّبه، وكان كمال الدين دمث الاخلاق لطيف الكلام فصيح النظام اورد مولانا السعيد نصير الدين من نظمه قصيدة بالفارسيّة من يده كتبت عنه بالرّصد،

---

[1] القرآن الكريم سورة آل عمران (٣) الآيه ١٠٣، [2] اخرج السيوطىّ فى الدرّ المنثور من طريق عبد بن حميد عن ابن عبّاس رض انّه قال: ارجوان لا يعيدنا فيها الخ

[3] نطنز بفتح النون والطاء المهملة وسكون النون بعدها بلد باصفهان،

(۵۸۸) كمال الدين مسعود بن قوام الدين ابي المجد بن عز الدين ابي الفضائل القزويني الفقيه

من بيت العلم والحكمة والفقه اصله من قزوين انتقلوا الى تبريز،

(۵۸۹) كمال الدين مسعود بن جمال الدين محمّد ابن هاشم التفليسي الكاتب الاديب الفاضل

من اولاد القضاة والاكابر قد تقدّم ذكر والده جمال الدين وكان من اصحاب مولانا نصير الدّين ابي جعفر محمّد ابن محمّد بن الحسن الطوسيّ بمراغة وكان بيني وبينه من الاجتماع والانبساط والصحبة ما هو مذكور في تذكرة من فصل الرّصد، واما كمال الدين مسعود المذكور فقد صحّت الاخبار عنه بمكارم الاخلاق ورأيت خطّه اللائق في كلامه الفائق، وهو الآن ملازم معسكر الامير الكبير جوبان[1] ابن ملك بن نردان السلدوسيّ[2] النوياني[3] الاعظم،

(۵۹۰) كمال الاسلام ابو الفتح مسعود بن محمود ابن عبد اللطيف بن محمّد بن ثابت الخجنديّ الواعظ

---

[1] وفي تاريخ العراق (ج ۱ ص ۴۴۷): جوبان بن الملك تناون؛ وجوبان هذا كان قد استولى على ادارة المملكة للسلطان ابي سعيد بهادرخان لمّا ملكها وهو ابن عشر سنين (بعد وفاة ابيه السلطان الجايتو محمد خدابنده)

[2] سلدوس قراءة عربيّة لسلدوز وهو اسم لقبيلة وقرية في شمالي ايران،

[3] النويان: الحاكم، قاموس للتركية والانكليزية،

من بيت الفضل والعلم، ذكره شيخنا تاج الدين ابوطالب علیّ بن انجب، وقال: صاحب الوعظ المليح واللفظ الصحيح والشعر اللائق والنثر الفائق،

ومن شعره:—

هاذي يا رُهُمْ دُرسُن بمنعج ... فاعطف على طلالهن وعرّج

انّ الوقوف على الطلول تعلّة ... يقضى لبانته بها الصبّ الشجي

لمّا تناجوا بالرّحيل ترجّمت ... نفسي الظنون واوّل الشرّ النجي

وله:—

اذا ما جفاني الاقربون هجرتهم ... واحفظ عند الاجنبين لمساعد

وانّ وليّاً اجنبيّاً مساعداً ... لأولى واحرى من قريب معاند

(٥٩١) كمال الدين ابو القاسم مشرّف بن المتوّج بن المظفّر القزوينيّ الاديب

ذكره شيخنا القاضي عماد الدين زكريّا بن محمّد بن محمود القزوينيّ، وقال: اجازني جميع مرويّاته وهو معدود في شيوخه الذين روى عنهم؛

(٥٩٢) كمال الدين ابو محمّد مظفّر بن الحسن بن الحسين بن ابي السنان يعرف بابن الحداوس، الموصليّ الفقيه

قرأت بخطّه: ذكر عبد الله بن عبّاس رضي الله عنهما في

ل وقد تقدّم ذكر بعض منهم في هذا الكتاب كعبيد الله بن محمّد بن عبد اللطيف و صدر الدين محمّد بن عبد اللطيف وحفيده محمّد بن عبد اللطيف بن محمّد،

قوله جلّ وعلا: غَافِرِ الذَّنبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ[1]،
قال: غافر الذنب لمن قال لا اله الا الله وقابل التوب
ممّن قالها شديد العقاب لمن لا يعرفه غافرَ الذنب و
قابلَ التوب،

(٥٩٣) كمال الدين ابو احمد المظفّر بن محمّد بن سندى التَّجْبُلىّ الزِّنْجانىّ الوزير

ذكره نظام الدين محمد بن الحسن فى اخبار الوزراء السلجوقية
وقال: كان غزير الفضل والادب، صاحب نَظْم ونَثْر
بِاللُّغَتين، استوزره السلطان محمّد[2] بن محمود بن محمد بن
مَلِكشاه ولم تطُل مدّته[3]، وله من ابيات:-

يَبْغي الوزارةَ قومٌ يكثُرون بها ۝ وقد نصلغ قدرى فى تولّيها
فَلِدُنْتُها مُكْرَهًا والقوم فى قلقٍ ۝ يُراوِغون سُمُوًّا فى مراقيها
وعِفْتُها طائعًا والدولة اضطربت ۝ من بعد من هو بعد الله يُحْيِيها

(٥٩٤) كمال الدين ابو الغنائم المظفّر بن محمّد ابن عليش المَوْصلىّ الشاعر

قدم بغداد واستوطنها، وكان اديبًا شاعرًا، روى عنه
شيخنا شمس الدين ابو المناقب محمّد بن احمد الهاشمىّ
الحارثىّ الكوفىّ، وذكر لى ولده صديقنا العدل الامين جلال الدين

---

[1] القرآن الكريم سورة المؤمن (٤٠) الآيه ٣، [2] من سنة ٥٤٧ھ الى سنة
٥٥٤ھ، [3] ذكره البندارى فى تاريخ دولة آل سلجوق (ص ٢٧٨) فقال:
واستوزر كمال الدين الزنجانى المعروف بالتجبيلى وبقى سنين وعزل،

ابو هاشم انه اجاز عامة لمن ادرك حياته سنة احدى و سبعين و ستمائة ،

ومن شعره :-

بالله یا نغمات البان والضال	لا تهتکی ستر وجدی بین عذالی
نبهت یا ریح لوامی علی ولهی	فی حب ذات اللمی المعسول والخال
انسیتنی لیوم ما اذکرتنی زمنا	ولی وحالی بمن حل الحمی حالی
زدنی احادیث لیلی یا نسیم صبا	نجد وان زدت فی وجدی وبلبالی

(۵۹۵) کمال الدین ابو منصور المظفر بن محمد بن المظفر ، یعرف بابن البواب البغدادی المقرئ

قال : قرأت ان عبد الملك بن مروان قال لاعرابی : تمن ، قال : العافية ، قال : ثم ماذا ؟ قال : رزق كفاف فی دعة ، ليس لاحد فيه منة ولا من الله تبعة ، قال : ثم ماذا ؟ قال : الخمول ، فانی رأيت الشر الی ذی النباهة اسرع ، فقال عبد الملك : وددت لو ظفرت بما تمنی عوضا من الخلافة ؛

(۵۹۶) کمال الدین منصور بن احمد الدوری ،

من ارباب البیوتات القدیمة خرج بعد الوقعة سنة ست وخمسین وستمائة وسکن الشام ، وانفذ اموالا اشتری بها الأسری من المغول وکان کثیر الخیرات والمبرات ، و وقف کتبه علی المدرسة المجاهدیة المنسوبة الی الملك مجاهد الدین

---

[۱] الدور محلة ببغداد ، [۲] استشهد علی ید التتار سنة ۶۵۶ م وترجم له المصنف فی کتاب المیم ،

الى الميامن ايبك المستنصري سنة ثمان وخمسين وستمائة،

(٥٩٧) كمال الدين ابو المحاسن منصور بن احمد يُعرف بابن الشُدَيدي الكوفي الظريف الشاعر

كان من ظرفاء العصر، وله نظم حسن، وكان يلبس القميص والقباء ويحضر في مجالس الصدور الكبار، ويتكلم بالمغولية بتفخم الالفاظ من غير معرفة بها ويتمسخر في كلامه، وقد ذكرته في التاريخ، وتوفي في شهر ربيع الآخر سنة خمس سبعين وستمائة، وحضر في مجلس مولانا نصير الدين،

(٥٩٨) كمال الدين ابو العلاء منوّر بن محمود بن ابي العلاء السَرْوِسْتاني المؤدِّب

سروستان من بلاد فارس، كان اديبًا بليغًا ومعلّمًا عالمًا انشد :—[1] ....

(٥٩٩) كمال الدين موسى بن عبد الله بن محمود ابن اسماعيل بن ابي كاكل، الاُرْدُبيلي

من بيت الحكم والقضاء وقد ذكرنا جماعة منهم في كتابنا وهذا كمال الدين اعلمهم واورعهم واتقاهم واعرفهم، سافر في طلب العلم الى الموصل، وقرأ على السيّد ركن الدين الفقه والاصول، وهو الآن بالمدرسة السلطانية الغزانية سنة اربع عشرة وسبعمائة، وفي خدمته اتفقت مقابلة كتاب جامع التواريخ الذي صنّفه المخدوم العادل رشيد الدين،

---

[1] بياض بالاصل،

(۶۰۰) کمال الدین ابو المعالی موسی بن یونس بن ابراهیم السّاسکونی[1] الادیب

کان ادیبًا عالمًا، قال باسنادٍ یرفعه الی النبیّ صلی الله علیه وسلم: ان الله تعم یعطی کلّ مومنٍ جوازًا علی الصراط، و فیه بسم الله الرحمن الرحیم لفلان بن فلان اما بعد فادخلوه جنةً عالیةً قطوفها دانیة؛

(۶۰۱) کمال الدین ابو المعالی[2] موسی بن یونس بن محمّد بن منعة بن مالك بن محمّد بن سعد بن سعید بن عاصم بن عابد[3] بن کعب بن قیس الموصلیّ العُقَیلی المدرّس الاصولیّ،

[49b 50a]

کان شیخ وقته فی علم الاصول والحکمة عالم بالمنقولات و المعقولات مُتَّفَقٌ علی فضله ومعرفته، وکان یدرّس بعدّة مدارس فی الموصل، ویُقصد من الشرق والغرب للقراءة علیه والاستفادة منه، وغلب سنّة، وکان صائب الفکر صحیح الحدس عالمًا بدقائق العلوم وحقائق الحکمة، وکان له طبع مُواتٍ فی النظم مع ترفّعه عن ذلك ومن شعره :-

لئن زینت الدنیا بمالك امرها[4] فمملكة الدنیا بکم تتشرّف

---

[1] نسبة الی ساسکون وهی قریة بحماة، لبّ اللباب ص ۱۳۰، [2] کناه السبکی ابا الفتح تبعًا لابن خلکان، [3] فی الوفیات (ج ۲ ص ۵۵۵ فی ترجمة والده) عائذ، [4] فی الوفیات: لئن شرفت ارض بمالك رقّها؛ وزاد بعد البیتین بیتًا ثالثًا وهو:

ومکّنت فی حفظ البسیطة مثل ما تمکّن فی امصار فرعون یوسف،

بقيت بقاء الدهر امرك نافذ ... وسعيك مشكور وحكمك ينصف

وقال عمر[١] بن عبد النور الصنهاجي

تجر الموصل الاذيال فخراً ... على كل المنازل والرسوم
بدجلة والكمال هما شفاء[ء] ... لهيم اولذي فهم سقيم
فذا بحر تدفق وهو عذب ... وذا بحر ولكن من علوم

واهدى له بعض اصحابه موسى حسنة الصنعة وكتب معها :—

بعثت الى موسى بموسى هدية ... ولم يك من تبيين حاليهما بد
فهذا له حد ولا فضل عنده ... وهذا له فضل وليس له حد

وكان مولده بالموصل في جمادى الاولى سنة احدى وخمسين وخمسمائة ، وتوفي في منتصف شعبان سنة تسع وثلاثين وستمائة ، وحضره كافة اهل الموصل ، وكان يوم مدفنه يوماً مشهوداً ،

(٦٠٢) كمال الشرف مهدي العلوي الحسيني

قرأ الوزير مؤيد الدين ابو طالب محمد بن احمد بن العلقمي[٢] على هبة الله[٣] بن نما بن علي بن حمدون عن الشيخ ابي عبد الله الحسين

---

[١] هو عماد الدين ابو علي عمر بن عبد النور بن ماخوخ بن يوسف الصنهاجي اللزني النحوي المتوفى سنة ٦٤٩ هـ ، [٢] هو الوزير الشهير بابن العلقمي بطل كائنة بغداد توفي بعد الوقعة في مستهل جمادى الآخرة سنة ٦٥٦ هـ عن سن ٦٣ / : الحوادث الجامعة ص ٣٣٦ وتاريخ العراق بحسب الفهرس وفوات الوفيات ج ٢ ص ١٥٢ ودائرة المعارف الاسلامية مادة ابن العلقمي والمصادر التي ذكرت في الآخر ذكرها [٣] هو ابو البقاء هبة الله بن نما بن علي الحلي ، كان حياً سنة ٥٦٥ هـ ، روضات الجنات ص ١٢٥ ترجمة حمزة جعفر ،

ابن احمد بن طحاين [؟ طحال] عن السيد الموفق كمال الشرف ذی الحسبين مهدی العلوی الحسيني ،

(٦٠٣) كمال الدين ابو الميامن بن ابی الغنايم بن المعين البَرْزَبِیّ[2] الكاتبُ الاديبُ

كان كمال الدين ابو الميامن شيخاً فاضلاً له رسائل واشعار كتبت من شعره فی كتاب نظم الدرر الناصعة فی شعراء المائة السابعة وله رسالة النارنجية ،

(٦٠٤) كمال الدين ابو الفضل ميثم بن علیّ بن ميثم البحرانیّ[3] الاديب الفقيه

قدم مدينة السلام ، وجالسته وسألته عن مشايخه فذكر انه قرأ علی جمال الدين سليمان البحراني ، وطلب منّی رسالته التی كتبها الی حضرة مولٰنا نصير الدين فكتبتُها له ، وصنّف وكتب شرح نهج البلاغة من كلام امير المومنين عليه السلام ، كتبت عنه وكان ظاهر البشر حسن الاخلاق واقام فی دار السيّد المُنعم الفاضل صفیّ الدين بن الاعسر الحسينیّ ،

(٦٠٥) كمال الدين ابو الفتح نصر بن ابراهيم بن اسماعيل ابن محمد الاَهْرِیّ الصوفیّ

ذكره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمّد السِلفیّ فی كتاب مُعْجَم السَفر

---

[1] كذا بالاصل والاشبه ان يكون طحال كما فی روضات الجنات ص ١٢٦ ، [2] نسبة الی برزبين قرية ببغداد علی خمسة فراسخ منها ، مراصد [3] نسبة الی البحرين ،

وقال: روى لنا عن القاضي ابي محمّد عبد الله بن احمد ابن جرير،

(٦٠٦) كمال الدين ابو الفتح نصرُ الله بن احمد بن عبد العزيز الحديثيّ[1] الكاتب

كان كاتبًا فاضلًا سديدًا له رسائل مدوّنة، منها: كتبت وانا من تضاعف الاشواق والنزاع، وتذكّر الفراق ووقفة الوداع، بين قلبٍ شاردٍ وطرفٍ ساهرٍ، وحشا خافق ودمع صادق، اتعلّل بالاماني وارتاح للبرق اليماني،

(٦٠٧) كمال الدولة ابو نصر بن المفضّل بن ابي الحسين ابن يوسف الاسرائيلي الكرخيّ الكاتب

من اكابر الكتّاب المعروفين بآداب الكتابة والحساب، وله محضر كريم وخاطر مستقيم واخلاق حميدة،

(٦٠٨) كمال الدين نعمان بن عبد الله الموصليّ الخطيب

سمع ببغداد جميع الخطب النُباتيّة على مجاهد الدين سليمان ابن محمد بن عليّ الموصليّ بسماعه على ابراهيم بن محمّد ابن نبهان بسنده سنة عشر وستّمائة،

(٦٠٩) كمال الدين ابو الحسن نعمة الله بن عمر بن ابي الحسن السُلماسيّ رئيس سُلماس

[1] نسبة الى الحديثة وهما حديثتان حديثة الفرات وتسمّى حديثة النورة بلدة على فراسخ من الانبار، والحديثة من قرى غوطة دمشق واشهرهما الاولى،

ذكره الحافظ ابوطاهر السلفيّ، وقال: كان رئيساً فاضلاً كريم النفس محبّاً للفضلاء،

(٦١٠) كمال الدين ابو مقلّد وشاح بن علي الكوفيّ ناظر الكوفة

ولي نظارة الكوفة في ايام الصاحب السعيد عطا ملك ابن محمّد بن محمّد الجوينيّ وكان مشكوراً لطريقة في ولايته،

(٦١١) كمال الملك ابو المعالي هبة الله بن ابي القاسم الحسين بن عليّ بن عبد الرحيم البغداديّ اصله من برازالروز[1] الوزير،

ولي هو واخوته عميد الدولة[2] وشرف الامة[3] وزعيم الملك[4] الوزارة لبني بويه ذكره ابو الحسن ابن الصابئ في تاريخه، وقال: ولي الوزارة للملك جلال الدولة ابو طاهر بن بهاء الدولة مرتين الاخيرة منهما سبع سنين[5]

---

[1] من طساسيج السواد ببغداد من الجانب الشرقيّ، [2] هو عميد الدولة ابو الحسن محمّد ابن الحسين بن عبد الرحيم وزر مرّات للملك جلال الدولة ولم يزل بين عزل ونصب الى ان توفّي سنة ٤٤٠ هـ، راجع تاريخ الكامل ج ٩ ص ١٢١، ١٦٤، ١٦٧، ١٨٢، ١٨٥، ١٨٦، ٢١٨، ٢٢٥،

[3] و[4] لم نقف لهما على ذكر بعد [5] ولد سنة ٣٨٣ هـ وتوفّي سنة ٤٣٥ هـ ر: الكامل ج ٩ ص ٢١٥،

[6] لم نتحقّق ذلك ولا وجه لدينا لانكاره ايضاً و، امّا ما يعلم من تاريخ الكامل فهو انّه قبض عليه سنة ٤٢٢ هـ ثم عند ذكر وفاة جلال الدولة (سنة ٤٣٥ هـ) نراه يقول انّه اختفى كمال الملك وزيره فيمكن انّه تولّى الوزارة ثانياً سنة ٤٢٨ هـ،

ثم ولی الوزارة للملك ابی[1] كاليجار بن سلطان الدولة ، و فتح له البلاد الی شیراز ، وفشت المصادرات فی ایامه ، وهلك فی الواقعة بین صاحبه الملك ابی نصر[2] واخیه ابی منصور[3] ابنی ابی كالیجار ، وامتدحه المرتضیٰ[4] علم الهدیٰ الموسوی منها :—

اما بنو عبدالرحيم فانهم حد الرجاء وغاية الطلاب

وغرق[5] فی شهر ربیع الآخر سنة ثلاث واربعین واربعمائة ، ومولده فی ذی القعدة سنة تسعین وثلاثمائة ،

(۲۱۶) كمال الدین ابو غالب هبة الله بن ابی الفتح

عبدالله بن هبة الله بن محمد السامری الواعظ الفقیه ذكره الحافظ جمال الدین ابو عبدالله بن الدبیثی الحافظ وقال : هو بغدادی المولد تفقه علی مذهب الامام ابی عبدالله احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی ووعظ ، سمع ابا البدر محمد بن ابراهیم بن محمد الكرخی وغیره ، وتوفی لیلة الخمیس ثامن عشر المحرم سنة ثمان وتسعین وخمسمائة ، ودفن بباب الحرب ،

---

[1] هو ابو كالیجار المرزبان بن سلطان الدولة ابن بهاء الدولة بن عضد الدولة توفی رابع جمادی الاولی سنة ۴۴۰ھ عن اربعین سنة ، : تاریخ الكامل ج ۹ ص ۲۲۷ ،

[2] هو الملك الرحیم خره فیروز بن ابی كالیجار (۴۴۰ـ۴۴۷ھ) [3] هو ابو منصور فلاستون بن ابی كالیجار له وقعات مع اخیه ثم استسلم له سنة ۴۴۷ھ ، اما الوقعة التی هلك فیها ابو المعالی فكانت سنة ۴۴۳ھ لابی منصور علی ابی نصر بالاهواز ، [4] هو الشریف المرتضیٰ المتوفی سنة ۴۳۶ھ ، [5] كذا فی الاصل ولا یظهر له وجه حین ما نوازنه بقول ابن الاثیر انه فقد فلم یعرف له خبر ،

(۶۱۳) **كمال الدين** ابو غالب هبة الله بن ابى القاسم علىّ بن ابى غالب السامرّىّ الفقيه

قال : دخل ابو مجلز على قتيبة بن مسلم و بين يديه رجل يُضرب بالعصا ، فقال له ، ايها الامير قد جعل الله لكلّ شيئ قدرا ، و وقت له وقتًا ، فالعصا للانعام والهوام والبهائم العظام ، والسوط للجلود والتعزير ، والدرّة للتاديب ، والسيف لقتال العدوّ والقود ، فقال قتيبة : صدقت ، وامر برفع الضرب عن المضروب وخلّى سبيله ؛

(۶۱۴) **كمال الشرف** ابو الفوارس هبة الله بن المحيّا ابن هبة الله العبّاسىّ الكوفىّ الخطيب

هبة الله بن المحيّا بن ابى منصور احمد المعمّر بن محمّد ابن شيبان بن محمّد بن علىّ بن يحيى بن عبد الله بن محمّد بن عبيد الله الزاهد بن الامير ابى موسى عيسى بن موسى بن محمّد بن محمّد بن علىّ بن عبد الله ابن العبّاس ، كان خطيبًا بليغًا فصيحًا عالمًا بالادب حسن القراءة ، حدّث عن ابن عبّاس رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : اللّهمّ بارك لامّتى فى بكورها واجعل ذلك يوم خميسها ؛

(۶۱۵) **كمال الدين** ابو الفتح يحيى بن ابراهيم ابن عبد الاعلى بن احمد بن ابى عبد الله بن علىّ ، الواسطىّ الخطيب

روی عن ابی العبّاس[۱] هبة الله بن نصرالله بن محمّد ابن مخلد الازدیّ، انشد

کم من لبیب راجح علمه مستحصف الرأی مُقلّ عدیم
ومن جهول وافر مالُهُ ذلک تقدیر العزیز العلیم

(۶۱۶) کمال الدین ابوعبدالله یحیی بن سفیان ابن مندة[۲]، الاصفهانی المحدّث [50 b / 51 a]

روی بسنده عن فخر الغامدی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلّم: اللّٰهمّ بارک لاُمّتی فی بکورها؛ وقوله: الغُدُوّ برکة ونجاح؛ وفی روایة ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اللّٰهمّ بارک لامتی فی بکورها واجعل ذلک فی یوم خمیسها، وکان صلی الله علیه وسلم اذا بعث سریّة اوجیشا بعثهم فی اول النهار، وفی روایة عنه صلی الله علیه وسلم: باکروا فی طلب الرزق فانّ الغدوّ برکة ونجاح،

(۶۱۷) کمال الدین ابوالخیر یحیی بن علی بن هبة الله ابن یوسف الواسطیّ المحدّث

روی بسنده عن سعید بن المسیب انّ معاویة رض دخل علی عائشة رض فقالت له: اقتلت حجرا واصحابه یا معاویة؟ ما امنک ان اقعد لک رجلاً یفتک بک، فقال معاویة: انی فی

---

۱ هو المعروف بابن الجلخت تقدم ذکره ۲ ابن مندة بیت معروف مرّ ذکر ابراهیم بن سفیان ومحمد بن ابراهیم ومحمود بن ابراهیم من رجاله،

ببيت امن، سمعت نبيّ الله صلى الله عليه وسلم يقول: الايمان قيّد الفتك، لا يفتك مؤمن، ثم قال: كيف انا في حوائجك؟ قالت: صالح، قال: فدعيني وحجرا نلتقي غدا عند الله،

(٦١٨) كمال الدين ابو زكريا يحيى بن محمد بن دُلَف البغدادي المعدّل

انشد لابي الفتح عليّ بن محمّد البستي الكاتب:—

اذا خدم السلطانَ قومٌ ليُشرُفوا   به ودنيا لو اكلّ ما يُتَشرّفُ
خدمتُ الٰهي واعتصمتُ بحبلهِ   ليعصِمَني في كلّ ما اتخوّفُ
وخدمة من يُؤتي السلاطين مُلكهم   وينزعه عنهم اجلّ واشرفُ

(٦١٩) كمال الدين ابو يُوسُف يعقُوب بن نصر بن يعقُوب الغنَوي الدارقَزِيُّ الاديبُ المقرِئ

كان من القرّاء المجيدين، خرج عن بغداد، واقام بسنجار وكان عالماً اديباً، ومما ينتسب اليه، وانشدنيه محمّد ابن علي السنجاري سنة سبعين وستّمائة:—

ما لي اذا رمتُ الدخولَ اليكم   القى الهوانَ بصولةِ الحجّاب[١]
واذا قصدتكم ولم اكُ طالباً   شيئاً رجعتُ بذلّة الطلّاب
انا عبدُ انعُمكم ولولا انّني   اشتاقكم ما جئتكم في الباب

ك المتوفّى سنة ٤٣٠ھ، لمعرفة احواله تتمّة صوان الحكمة للبيهقيّ ص ٣٢ بما بعدها والمصادر التي ذكرها مرتّب التتمة الاستاذ الفاضل محمد شفيع في حواشي الكتاب،

(٦٢٠) **كمال الدين** ابو يوسف يعقوب بن هبة الله ابن عبد الله الاربلي ثم البغدادي الخطيب

من كلامه: الحمد لله على سابغ نعمائه، وسائغ الائه الاوّل بلا بداية، والآخر بلا نهاية، الذي ليس لمداه غاية، وفي كل شيئ له اية، وعلى كل شيئ دلالة، و هداية، الّذي جعل سقف السماء عالي البناء، محكم التدبير فسيح النواحي والارجاء،

(٦٢١) **كمال الدولة** ابو الحسن يُمن بن عبد الله المستظهريّ الامير

ذكره ابو الحسن ابن الهمذانيّ في تاريخه وقال: وفي سنة ثلاث وتسعين واربعمائة تقدّم المستظهر الى كمال الدولة يُمن بتهذيب البلد فعبر في عسكره وطاف[1] على المفسدين وقتلهم[2]،

(٦٢٢) **كمال الدين** ابو محمّد يوسف بن احمد بن السِّيبيّ القارض

قال ابن الساعي في تاريخه: كان كمال الدين ابن السيبي شابًّا سريًّا لطيف الاخلاق ذا مروة تامة، وله قرب بسُدّة الامام المستعصم بالله بسبب تردّده الى سطوح الحمّام ومعرفته بامور الطيور، وتوفّي في شهر رمضان سنة خمس

---

[1] كان ذلك على ما قال ابن الاثير في الكامل (١٠: ١٢٤) لزيادة امر العيّارين بالجانب الغربيّ من بغداد، [2] قال ابن الاثير: فاخذ جماعة ممن اعيانهم وطلب الباقين فهربوا ،

واربعين وستمائة ،

(٦٢٣) كمال الدين ابو المظفر يوسف بن اسعد ابن عبد اللطيف التكريتي الفقيه

كان فقيهاً عالماً انشد لابي الفتح البستي :-

سبحان من سخّر الاقوام بعضهم ... للبعض حتى استوى للتدبير والمودا

فصار يخدم هذا ذاك من جهة ... وذاك من جهة هذا وان بعدا

كل بما عنده مستبشر [؟ فرح] ... يرى السعادة فيما نال اعتقدا

(٦٢٤) كمال الدين ابو نصر يوسف بن ابي القاسم ابن اسماعيل الاتقاني[1] الفقيه

كان من العارفين باللغة والادب ، انشد في وصف الربيع :-

اربع بربع للربيع وكن به ... ضيفاً تكن ندماءك الانوار

من فاقع في ناصع في قانئ ... في ناضر صبّاغها الجبّار

(٦٢٥) كمال الدين ابو بكر يوسف بن ابي محمد المبارك بن ابي السعادات المبارك بن عبيد الله بن هبة الله البغدادي البيّع المحتسب

قال ابن الدبيثي في تاريخه ، شهد عند قاضي القضاة ابي الفضائل[2] القاسم بن يحيى بن الشهرزوري في المحرّم سنة سبع وتسعين وخمسمائة ، وتولّى ديوان التركات

---

[1] بياض في الاصل والتكميل عن القياس ، [2] ا : اثقاني ولم نجد له وجهاً امّا الاتقاني فهو نسبة الى الاتقان قصبة من قصبات فاراب ، [3] هو ابن اخي كمال الدين محمد بن عبد الله الشهرزوري الذي تقدّم ذكره وكانت وفاته في رجب سنة ٥٩٩ هـ عن ٦٥ سنة ، راجع الشذرات ج ٤ ص ٣٤٣ ،

وولي الحسبة والنظر في الوقف العامّ في شعبان سنة تسع و ستّمائة، وعزل في المحرّم سنة ثلاث عشرة وستّمائة، سمع ابن البطّي[1] وطبقته سمعنا منه وتوفّي في شهر ربيع الآخر سنة ثلاث عشرة وستّمائة،

(٦٢٦) كمال الدين ابو المظفّر يوسف بن محمّد بن جستان الشمكوريّ[2] الصوفيّ

انشد :-

ومنتظر سؤالك في العطايا — وافضل من عطاياه السؤال

اذا لم يأتك المعروف طوعاً — فدعه فالتنزّه عنه مال

(٦٢٧) كمال الدين ابو العزّ يوسف بن محمد بن المظفّر ابن نظام الملك الطوسيّ الكاتب

كان عارفاً بالخيل وشياتها وخواصّها وله فيها رسالة حسنة اورد فيها باسناده عن النبيّ صلى الله عليه وسلم: اذا ارتبطتَ فرساً فخذه ادهمَ محجّل الثلاث مطلق اليمين فانها ميامن الخيل؛ وكذلك الكُمَيت، وقال صلّى الله عليه وسلم: "خير الخيل الشُّقْر:

(٦٢٨) كمال الدين يوسف بن محمّد بن عبد المؤمن القُونَويّ النقّاش

من الشهود الذين شهدوا في السجلّ المكتوب بخطّ قاضي القضاة محمود بن ابي بكر بن احمد الاُرْمويّ، لاجل لفتي

---

[1] هو محمد بن عبد الباقي بن سلمان المتوفى سنة ٥٦٤ هـ [2] نسبة الى شمكور حصن من عمل ارّان،

شمس الدین محمّد بن عثمان السَرَوِیّ سنة ستّین وستمائة ،

(٦٢٩) کمال الدین ابو المظفر یوسف بن شهاب الدین ابی سعد محمّد بن یعقوب یعرف بابن ابی الدنیه [الاُزَجیّ] المحدّث

سمع فی صباہ جماعة من المشایخ وهو ابن شیخنا ابی سعد[1] وله اجازات وقد سمع منه بعض اصحابنا ، ولم یتّفق لی السماع علیه ، ورأیت بخطّه : سبحان من لا یحدّهُ الاوهام والالسنة ، ولا تغیّرہ الشهور والسنة ، ولا تأخذہ نوم ولا سِنة ؛

(٦٣٠) کمال الدین ابو الفرج یوسف بن محمود ابن احمد المُحاءِیّ السَمَرقَنْدِیّ الادیبُ

کان من ادباء العصر ، ذکرہ لی شیخنا شمس الدین احمد بن محمّد بن عُمَرَ السمرقندیّ ، وقال : کان من نواحی جبال سمرقند وکان ادیبًا فاضلاً ؛

وانشدنی له :-

الا فاسکن خُجندة واحترز من	سواها کی تفوز عن الاماکن
فها هی معدن العرفاء طرًّا	فقلت نعم لقد کانت ولٰکن

وقال هذا من قولهم : خُجُندَةُ مَعْدِنُ العَارفین ؛

---

[1] هو مسند العراق محمّد بن یعقوب بن ابی الفرج البغدادیّ المتوفّی سنة ٦٨٠ھ عن احدی وتسعین سنةً ، تاریخ العراق ج ١ ص ٣٠٣ بما بعدها ؛

(٦٣١) كمال الدين ابو الفتح يوسُف بن يحْيىٰ ابن محمّد الخوارزميّ الفقيه

كان فقيهًا فاضلًا عالمًا له معرفة بالادب واطلاع في الكتب. رأيتُ جزءًا من سماعه من الشيخ ابى نصر ابن الخزّاز وفى الجزء من سماعه: قال بعض السلف: انّما جعل الله تعالى النبيّ بالمؤمنين اولى من انفسهم لانّ النفس امّارة بالسوء والنبيّ صلى الله عليه وسلّم لا يأمر الّا بما فيه صلاح الدارين وان الله تعالى ادّب نبيه باحسن الادب، فقال عزّ من قائلٍ: خُذِ العَفْوَ وَأْمُرْ بِالعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الجَاهِلِيْنَ،

(٦٣٢) كمال الدين يوسف بن يعقوب بن امير بن موسى بن ابى القاسم الاربليّ الشاعر

ذكره ابن الشعار فى كتاب عقود الجمان وقال: رأيتُه باربل؛ قال، وذكر لي جماعةٌ انّه يَنْتَحِل الاشعارَ ويمتدح بها الناس؛ قال: وانشدنى لنفسه وكتب لى بخطّه :-

أَ أَحبابنا لا بَلَّغتْ فيكم المُنى	نفوسٌ اذا لم تَفْنَ اعمارُها وجدًا
ولا رقأت عينٌ من الدمع بعدكم	اذا لم تُخَدِّدْ فى محاجرها خدًّا

قال وتوفّى سنة اربعين وستّمائةٍ،

(٦٣٣) كمال الدين ابو بحر يونس بن احمد بن محمود الطَّبَسىّ العراقىّ الكاتب

من كلامه يحذّر صديقاً له: انّ فلاناً وان ضحك اليك فانّ قلبه يضحك منك وان اظهرلك الشفقة عليك فانّ عقاربه تسري اليك فان لم تتخذه عدوّاً في علانيتك فلا تجعله صديقاً في سريرتك. ومن فصل له في المعنى: انّ فلاناً كثير المسئلة حسن البحث لطيف الاستدراج يحفظ اوّل كلامك على آخره فباثّه مباثّة الآمن وتحفّظ منه تحفّظ الخائف واعلم ان من يقظة المرء ان يظهر الغفلة مع الحذر.

الكاف والنّون ومايثلثهما

(٦٣٤) كُنْدُوج العلم ابو محمّد الحسن بن بندار الجُرجانيّ المحدّث

ذكره الحافظ جمال الدين ابو الفرج عبد الرحمن ابن عليّ بن محمّد بن الجوزي في كتاب كشف النقاب عن الاسماء والالقاب[1] ورواه لنا غير واحد عنه منهم ولده الصاحب محي الدين ابو محمّد يوسف[2] بن ابي الفرج وغيره، وقال: لقّبه ابو حاتم الرازي[3] كُنْدُوج العلم،

---

[1] توجد منه نسخة خطّيّة بليدن، ر: تاريخ الآداب العربية لبروكلمن ج ١ ص ٥٠٣ والذيل عليه ج ١ ص ٩١٦، [2] توفّي مقتولاً سنة ٦٥٦ هـ كما في الحوادث الجامعة [3] هو محمد بن ادريس بن المنذر بن داود الرازيّ الحنظليّ المتوفّى سنة ٢٧٧ هـ، الشذرات ج ٢ ص ١٧١، ترجمة الوفيات لدليسلان ج ٢ ص ٣٧٦ بما بعدها نقلاً عن النجوم الزاهرة

(۶۳۵) كنز الدولة ابو محمد عمران بن الطَّلِيق المصرى ثم الأسوانى الأمير

تولّى اسوان ونواحيها وهى متاخمة بلاد السودان

قرأت فى كتاب جنان الجنان ورياض الاذهان الذى صنّفه الرشيد[2] بن الزبير الاسوانى فى ترجمة البديع طرّاد[3] بن علىّ الدمشقىّ وانشد له فى ابن الطّليق المنعوت بكنز الدولة بأسوان وكان قد استوهب جارية فبعث اليه بعبد اسود فاعاده و كتب معه بهذه الابيات :-

قل للامير اذا دجت + ابا الطليق ابا الطّليق
يا زلّة الرجل الحليم + ونبوة السيف العتيق
اشياء يوحشنى اصـ + ـرح بعد برّى بالعقوق
ما ضرّكم ان تملكوا + رقّى برأس من رقيق
انا راحل عنكم بلا ... مال كسبت ولا صديق

فلمّا قرأها بعث له مملوكاً وجاريةً ومائة دينار ،

---

[1] يحتمل ان يكون هو الذى ذكره ابن الصيرفى فى الاشارة (ص ۲۵ و ۱۳) وقال عنه : انّه ثار بأسوان سنة ۴۶۹ ھ وتغلّب عليهم وكانت وفاته سنة ۴۹۸ ھ ولكنّه قال ان اسمه محمد ولم يذكر كنيته ولا اسم ابيه ، وهو غير كنز الدولة الذى حاربه صلاح الدين سنة ۵۷۰ ھ كما فى الوفيات ج ۲ ص ۵۱۰ ، [2] هو احمد بن على بن ابراهيم بن على بن الزبير ابو الحسن القرشىّ الاسوانى المنعوت بالرشيد المتوفى بالقاهرة سنة ۵۶۱ ھ راجع الوفيات ج ۱ ص ۶۳ بما بعدها و الطالع السعيد للادفوى ص ۴۷ بما بعدها ، [3] توفى سنة ۵۲۴ ھ / ۰ : فوات ۱ : ۱۹۶ ،

الكاف والواو

(۶۳۶) **كوكب الصبح** ابو البيان راجز بن عبد الله بن عبيد الله الكوفي، العريف

قرأت في الكتاب العباسي في اخبار المنصور واخبار قضاته وولاته قال: كان القاضي ابن شبرمة[1] يسمّي اصحاب المسائل الهداهد، قال فبعثهم مرّةً يسألون عن العرفاء بالكوفة في بعض امرهم فطرح من طرح منهم قال ويمرّ على رجل منهم عليه قلنسوةٌ طويلة اسمه راجز، ولقبه كوكب الصبح، فقال مالي؟ فقال: لا ادري! قال: اسألك بالله ألّا سألت عنّي، فقال: ابن شبرمة:-

سألنا فلم نعجل وعمّ سؤالنا   وكم من عريف طحطحته الهداهد

الكاف والهاء

(۶۳۷) **كهف الدين** اسماعيل بن الحسن القصري الشيخ المحدّث [ق ۵۲/۵۳]

كان من المحدّثين عباد الله الصالحين جمع كتاب الاربعين

[1] هو عبد الله بن شبرمة بن الطفيل قاضي الكوفة (۹۲-۱۴۴ھ)

رواه عنه حافده كهف الدين اسماعيل بن عثمان
ذكره شيخنا صدر الدين ابو المجامع ابراهيم بن
شيخ الاسلام سعد الدين محمّد بن المؤيّد الحمّويهي
فی كتاب الاربعينات من جمعه وقال اخبرنا عنه
الشيخ مجد الدين ابو يزيد بن محمّد بن مسعود بن
ابی يزيد بقراءتی عليه فی جمادی الآخرة سنة
اربع وتسعين وستّمائة بمزار عمّ جده الاعلی سلطان
العارفين ابی يزيد طيفور بن عيسی بن سروشان البسطامی،

(٦٣٨) **كهف الدين** ابو ابراهيم اسماعيل بن
عثمان بن محمّد بن كهف الدين اسماعيل القصری
المخوزیّ الواعظ، حافد المتقدّم

كان اماماً فاضلاً عالماً عاملاً حافظاً واعظاً، له
العبارات الرقيقة الرائقة والاشارات الرشيقة
الشائقة، ورد بغداد سنة خمس وسبعين وستّمائة
وعقد بها مجلس الوعظ بالمدرسة المستنصريّة، فلما
قدمت مدينة السلام باشارة الصاحب السعيد
علاء الدين عطاملك كتبت اليه رسالةً التمس منه
الاجازة وما ينضمّ الی ذلك من الفوائد والفرائد،
فكتب لی اجازة جامعةً ومعها كرّاسةٌ
بخطّه يحتوی علی النثر والنظم، ذكرته
فی المشيخة،

(٦٣٩) كهف الامة مجد الدولة ابو طالب رستم ابن فخر الدولة علی بن الحسن بن بويه الديلمی ملك الجبال

ذکره ابو الحسن بن الصابئ فی تاریخه وقال: وفی ذی القعدة سنة ثمان وثمانین وثلثمائة جلس القادر[1] بالله وکنّی ابا طالب رستم بن فخر الدولة و لقّبه مجد الدولة وکهف الامّة، وعهد له علی الریّ و اعمالها وعقد له لوآءً وحمل الیه الخلع والطوق والسوارین والحملان بالمرکب المذهّب،

(٦٤٠) کهف الدین سُلیمان بن علیّ بن عبد الله ابن العبّاس الهاشمیّ الادیب

انشد فی وصف اللّیل والصُّبح:-

ولمّا رأیت الصبح قد سلّ سیفهُ ... وولّی انهزامًا لیله وکواکبهُ

ولاح احمرارٌ قلت قد ذُبح الدّجی ... وهذا دم قد ضرّج الافق ساکبهُ

(٦٤١) کهف الدین ابو عبد الملك محمّد بن ابی الحسن طغان بن بدر بن ابی الوفا الشامیّ الفقیه

کان من الائمّة العلماء والسادة الفقهاء، وله کتاب مصنّفٌ فی الفقه، وقال: اوّل من قال علی المنبر فی الصلاة علی النبیّ صلی الله علیه وسلم کان المهدیّ بن[2] منصور

---

[1] هو ابو العبّاس بن اسحق بن المقتدر خلیفة بغداد (٣٨١ — ٤٢٢ ھ) [2] کذا ذکره السیوطی فی تاریخ الخلفاء (ص ٢٨ جما بعدها)

فقال: انّ الله تعالى امركم بامرٍ بدأ فيه بنفسه و ثنّى بملائكته فقال انّ الله وملائكته يصلّون على النبيّ يا ايّها الذين آمنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليماً؛

(۶۴۲) **كهف الاسلام والمسلمين** يمين الدولة ابو القاسم محمود بن سُبُكتكين الغزنوىّ السلطان

قد ذكرنا بعض احواله فى تراجمه، وقال ابو الحسن بن الفقيه بن الهمذانى فى تاريخه: وفى سنة سبع عشرة واربعمائة عاد ابو العبّاس الرشيدىّ الى السلطان يمين الدولة ابى القاسم محمود بن سبكتكين من دار الخلافة وزِيدَ فى القابه كهف الاسلام والمسلمين مضافاً الى يمين الدولة وامين الملّة نظام الدين وخطب له بذلك،

الكاف والياء

(۶۴۳) **الكيّس** ابو حرب زيد بن عوف بن سعد السعدىّ

انشد لابى دُلامة[۱] حين خرج مع رَوح بن المهلبّ

---

[۱] ر: يمين الدين والقياس ما اثبتناه كما يذكره فى ما بعدها [۲] هو زند بن الجون الشاعر اخباره مشهورة ذكر نبذةً منها صاحب الاغانى (ج ۹ ص ۱۲۰-۱۴۰) وهذه الاشعار ذكرها فى ص ۱۲۵،

اورینٹل کالج میگزین

حصّہ اوّل

ایڈیٹر

محمد شفیع
(پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)

فہرستِ مضامین

جلد ۱۶۔ عدد ۴ | بابت ماہِ اگست ۱۹۴۰ء | عدد مسلسل ۶۲

نوٹ:۔ ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے۔

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ الشیر داس پرنٹر طبع ہوا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورینٹل کالج لاہور سے شائع کیا

اورینٹل کالج میگزین

عرض واجب

اغراض و مقاصد اس رسالے کے اجرا سے غرض یہ ہے۔ کہ احیا و ترویج علوم شرقیہ کی تحریک کو تاحدِ امکان تقویت دی جائے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان طلبہ میں شوقِ تحقیق پیدا کیا جائے جو سنسکرت۔ عربی۔ فارسی اور دیسی زبانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں ⁂

کس قسم کے مضامین کا شایع کرنا مقصود ہے کوشش کی جائے گی کہ اس سلسلہ میں ایسے مضامین شایع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تلاش کا نتیجہ ہوں۔ غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابلِ قبول ہوگا اور کم ضخامت کے بعض مفید رسالے بھی باقساط شایع کئے جائیں گے

رسالے کے دو حصے یہ رسالہ دو حصوں میں شایع ہوتا ہے حصہ اوّل عربی، فارسی، پنجابی (بحروف فارسی) حصہ دوم سنسکرت، ہندی، پنجابی (بحروف گورمکھی)، ہر ایک حصہ الگ الگ بھی مل سکتا ہے ⁂

وقتِ اشاعت و قیمتِ اشتراک یہ رسالہ بالفعل سال میں چار بار یعنی نومبر، فروری، مئی، اگست[1] میں شائع ہوگا۔ سالانہ چندہ حصہ اردو کے لئے ؏ اورینٹل کالج کے طلبہ سے چندہ داخلہ کے وقت وصول ہوگا۔ کسی سہ ماہی کے رسالہ کے نہ پہنچنے کی شکایت رسالہ شایع ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ کے اندر دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے ورنہ ایسی شکایت پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ ایک ماہ کی مدت فروری و مئی و ستمبر اور نومبر کے آخر سے شمار کرنی چاہیئے ⁂

خط و کتابت و ترسیل زر خریدِ رسالہ کے متعلق خط و کتابت اور ترسیلِ زر صاحب پرنسپل اورینٹل کالج کے نام ہونی چاہیئے۔ مضامین کے متعلق جملہ مراسلات ایڈیٹر کے نام بھیجنے چاہئیں ⁂

محلِ فروخت یہ رسالہ اورینٹل کالج کے دفتر سے خریدا جا سکتا ہے ⁂

قلمِ تحریر حصہ اُردو کی ادارت کے فرائض پرنسپل محمد شفیع ایم اے اورینٹل کالج سے متعلق ہیں اور یہ حصہ ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعانت سے مرتب ہوتا ہے ⁂

---

[1] چونکہ اگست میں کالج بند ہوتا ہے۔ اسلئے یہ نمبر مجبوراً جون یا ستمبر میں شایع ہوتا ہے ⁂

نوروز

ایرانیوں کا تہوار نوروز دنیا کے بڑے اہم تہواروں میں سے ہے اور ہمارا خیال ہے۔ کہ دنیا کے کسی ملک میں کوئی قومی تہوار ایسی سرگرمی کے ساتھ نہیں منایا جاتا ہوگا جیسا کہ ایران میں نوروز۔ قدامت کے لحاظ سے بھی شاید دنیا کا کوئی تہوار اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ وہ اس قدر قدیم ہے کہ اس کی ابتدا کا پتہ لگانا تقریباً محال ہے' تاریخی زمانے میں بعض دَور ایسے گزرے ہیں۔ جبکہ وہ ایشیا کے بشیتر حصے میں منایا جاتا تھا اور حیرت کی بات یہ ہے۔ کہ ہر جگہ اس کے متعلق رسوم و عقاید یکساں تھے۔

ہم نے ابھی کہا کہ نوروز کی ابتدا قدامت کی تاریکی میں گم ہے۔ اسی وجہ سے اس کے متعلق کتابوں میں فرضی اور افسانوی روایات بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ ہمیں بتلایا گیا ہے کہ عیدِ نوروز کا بانی جمشید ہے۔ اہلِ ایران نے ہر اُس چیز کو جس کی ابتدا کا معلوم کرنا ممکن نہیں ہو سکا۔ اسی افسانوی بادشاہ کے عہد کی ایجاد قرار دیا ہے۔ کتاب نوروز نامہ میں جو غلط طور پر خیام کی طرف منسوب ہے لیکن یقیناً فارسی کی قدیم ترین نثر کی کتابوں میں سے ہے نوروز کی ابتدا بالفاظ ذیل بیان کی گئی ہے:-

اما سبب نہادن نوروز آن بوده است کہ چون بدانستند کہ آفتاب را دو دور بود۔ یکی آنک ہر سیصد و شست و پنج روز

و رُبعی از شبانروز باوّل دقیقۂ حمل باز آید بھمان وقت و روز که رفته بود بدین دقیقه نتواند آمدن چه ہر سال از مدّت ہمی کم شود، و چون جمشید آن روز را دریافت نوروز نام نہاد و جشن آیین آورد و پس ازان پادشاہان و دیگر مردمان بدو اقتدا کردند،"

فردوسی کا بیان اگرچہ اس بیان سے مختلف ہے۔ تاہم جمشید کی طرف منسوب کرنے میں وہ اس سے متفق ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

بفرّ کیانی کی تخت ساخت — چه مایه بدو گوہر اندر نشاخت
که چون خواستی دیو برداشتی — زہامون بگردون برافراشتی
چو خورشید تابان میان ہوا — نشسته برو شاه فرمانروا
جہان انجمن شد بر تخت اوی — ازان بر شده فرّہ بخت اوی
بجمشید بر گوہر افشاندند — مرآن روز را روز نو خواندند
سر سال نو ہرمز فرودین — بر آسوده از رنج تن دل زکین
بنوروز نوشاه گیتی فروز — بران تخت بنشست فیروز روز
بزرگان بشادی بیاراستند — می و رود و رامشگران خواستند
چنین جشن فرخ ازان روزگار — بمانده ازان خسروان یادگار

لیکن نوروز کی حقیقی ابتدا صرف یہ ہے کہ وہ موسم بہار کی آمد کی خوشی میں منایا جانا شروع ہوا۔ ایران میں چونکہ موسم سرما بہت طویل اور شدید ہوتا ہے۔ اور بہار کی آمد نہ صرف گرمی کا پیغام لاتی ہے۔ بلکہ فصلوں کے بونے کا موسم بھی اسی سے شروع ہوتا ہے لہٰذا اس کی آمد پر خوشی کا اظہار ایک طبعی امر ہے۔ علاوہ اس کے اس موسم میں اعتدالِ ہوا کی

وجہ سے طبیعتوں میں ایک قدرتی امنگ ہوتی ہے اور گل وسبزہ اور چمن کی شادابی دلوں میں جوش پیدا کرتی ہے۔ اس لئے ایسے موسم میں اس قسم کے تہوار کا ہونا لازمی اور بدیہی بات ہے۔ ایران کے ایک فاضل مضمون نگار نے جشنِ نوروز کی کیفیّت وتاثیر بیان کرتے ہوئے اسی خیال کی تائید بالفاظِ ذیل کی ہے:-

"چون این جشنِ ملّی درمیان اہل ایران در اوّل فصل بہار وموسمِ بیداری طبیعت برپا می شود و بہار ایران نیز در دشت و چمن و کوہسار و ہامون جلوۂ شور انگیز غریبی دارد لہذا این نفخۂ صور رستخیز بہاری کہ در اعتدال ربیعی و تعادل شب و روز و اعتدال ہوا دیدہ می شود یک عیدی است ہم طبیعی و ہم وضعی و ایرانی بداشتن یک چنین عید ملّی سرفرازست"[1]

بہار کی آمد کا یہ جشن اگرچہ عہد تاریخی سے پہلے شروع ہوا۔ لیکن ایرانیوں کے شمسی سال کا آغاز (جس کی رو سے نوروز کا جشن ماہِ مارچ میں تعادلِ روز وشب کے موقع پر قرار دیا گیا تھا) عہد داریوش اوّل (۵۲۱ سنہ ۴۸۵ ق م) کی یادگار ہے۔ پروفیسر مارکوارٹ المانی نے ایک فاضلانہ مقالے میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ ایرانیوں کے سالِ شمسی کا آغاز ۴۹۳ سنہ اور ۴۸۶ سنہ ق م کے درمیان ہوا[2]۔ یہ سال تیس تیس دن کے بارہ مہینوں پر مشتمل تھا۔ اور آخر میں پانچ دن کبیسہ کے طور پر بڑھائے جاتے تھے، لیکن چونکہ شمسی سال حقیقت میں ۳۶۵ دن

---

[1] روزنامۂ کاوہ، اپریل ۱۹۲۱ء، [2] مودی میموریل والیوم (طبع بمبئی)، ۱

۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ کا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایرانی سال میں نوروز کا دن ہر چار سال کے بعد ایک دن پیچھے ہٹتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ بہار کے موسم سے نکل کر سال کے ہر موسم میں گردش کرتا چلا گیا، یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے مختلف زمانوں میں اس کا وقوع مختلف مہینوں میں مذکور ہے۔ چنانچہ ۳۰۴ء میں نوروز ۱۱ر ستمبر کو ہوا، ۶۰۶ء میں (خسرو پرویز کے عہد میں) ۲۰ ر جون کو ہوا اور ۸۲۵ء میں (خلیفہ مامون کے عہد میں) ۱۲ر اپریل کو، نوروز کی یہ گردش ملک شاہ سلجوقی کے عہد تک جاری رہی، تاریخ میں ملک شاہ کے زمانے کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ اس نے تقویم ایرانی کی تجدید کے لئے اصفہان میں ایک خاص رصدگاہ بنوائی اور عمر خیّام اور چند اور منجّموں کو اس کام پر مامور کیا، ۱۰۷۹ء میں نئی تقویم جو تقویم جلالی کہلاتی ہے تیار ہوئی جس کی رُو سے نوروز کا دن ہمیشہ کے لئے ۲۱ ر مارچ مقرر ہو گیا۔ یعنی وہ دن جبکہ آفتاب برجِ حوت سے نکل کر برج حمل میں داخل ہوتا ہے +

علم ہیئت کے اعتبار سے نوروز کی گذشتہ تاریخ کو بیان کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ علاّمہ البیرونی نے آثار الباقیہ میں اس کو وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ اور پروفیسر مارکوارٹ آلمانی نے بھی اپنے مقالے میں اسے دہرایا ہے[1]، لیکن اس بارے میں ایک بات جو قابلِ ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ داریوش کے زمانے سے ملک شاہ کے عہد تک نوروز کا دن پیچھے ہٹتے ہٹتے سال کے مختلف موسموں میں دَورہ کرتا رہا۔ تاہم ہمارے پاس اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ نوروز کا تہوار عہد ملکشاہی سے پہلے بھی ہمیشہ موسمِ بہار ہی میں منایا جاتا تھا۔ مختلف زمانوں کے شعراء جو نوروز پر

---

[1] مودی میموریل والیوم (طبع بمبئی)، +

قصائد لکھتے رہے ہیں ہمیشہ موسم بہار کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں
مہیار دیلمی نے جو چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی کے شروع
میں گذرا ہے تہنیت جشن نوروز پر بے شمار قصیدے لکھے ہیں جن میں
متعدد موقعوں پر بہار کا مذکور ہے، ذیل کے اشعار مثال کے طور پر پیش
کئے جا سکتے ہیں :-

(۱) وإن أتى رائد النيروز مجتديا
أيمانكم فالروابي الخضر والعشب
فمن جباهكم نَوَرُ الربيع لنا
ومن أكفكم الأنواء تنسكب (دیوان ج ۱، ص ۱۳۲)

(۲) أرجات الأعطاف مهدى جناها
لك يهدى الى الربيع الوردا (ج ۱، ص ۲۷۱)

(۳) وحسر النيروز من قناعه
طلعته على الربيع الناضر
وزاركم يرفل فى وشائع
من حلل الروض وفى حبائر (ج ۲، ص ۲۲)

فرخی نے بھی (جو عہد ملکشاہی سے پہلے کا شاعر ہے) بہت سے قصیدوں
میں نوروز کا مضمون نظم کیا ہے۔ اور ہر جگہ موسم بہار کے ساتھ اس کا وابستہ
ہونا ظاہر کیا ہے، مثلاً :-

(۱) روز نوروز و روزگار بہار فرخت باد و خرم و پدرام
(دیوان ص ۲۳۱)

(۲) سال نو است و ماہ نو و روز نو وقت بہار و وقت گل کامگار

شادی دخرّمی را نوکن بسیج　　دل را بخرّمی و بشادی سپار

(ص ۹۹)

(۳)　در روز و جہان چون بہشت گشتہ　　پُر لالہ و پُر گُل کُہ و بیابان
چون چادر مصقول گشتہ صحرا　　چُون حلّۂ منقوش گشتہ بُستان
در باغ بنوبت ہمی سراید　　تا روز ہمہ شب ہزار دستان

(ص ۳۲۴)

عنصری کے ہاں بھی اسی قسم کے اشعار ملتے ہیں اور منوچہری کے دیوان میں ایسی مثالیں اور بھی زیادہ ہیں ؞

ایک قصیدے میں جس کا عنوان "در صفت نوروز و مدح خواجہ حسن میمندی" ہے۔ اُس نے نوروز کے موقع پر آفتاب کا برج حوت سے برآمد ہونا واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے زمانے میں نوروز کا دن ۲۱ مارچ ہی تھا:۔

بارد درّ خوشاب باز ز آستین سحاب
وز دُم حُوت آفتاب روی ببالا نہاد

ان مثالوں سے بخوبی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ کہ تقویم جلالی سے پہلے بھی نوروز کا تہوار ہمیشہ موسم بہار ہی میں منایا جاتا تھا، دوسری طرف (جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا) تاریخ سے ثابت ہے کہ مختلف زمانوں میں نوروز کا دن مختلف مہینوں میں آتا رہا۔ ان معلومات کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ ایران میں دو تقویمیں رائج تھیں۔ ایک سرکاری، جس کی رو سے سال شمسی ۳۶۵ دن کا تھا۔ اور لہٰذا نوروز کا دن پیچھے سرکتا رہتا تھا اور دوسری مذہبی جس کی رو سے شمسی سال ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے

۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ کا تھا۔ اور لہذا نوروز ہمیشہ ۲۱ مارچ کو ہونا تھا۔ تمام تہواروں کا منانا مذہبی تقویم کے مطابق ہوتا تھا۔ البیرونی کے بیان سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے، وہ لکھتا ہے کہ خلیفہ المعتضد نے (۸۹۲ء۔۹۰۲ء) ایرانی تقویم میں اصلاح کرائی اور نوروز کو ماہ جون میں قرار دیا اور تقویم جلالی کے آغاز تک وہ جون ہی میں مقیم رہا"[1]

ساسانیوں کے زمانے میں جبکہ زرتشتی مذہب کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا تو عید نوروز کا بطور سرکاری جشن کے منایا جانا شروع ہوا۔ اور لہذا اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔ اس کی حیثیت اس زمانے میں نیم کاری اور نیم مذہبی تہوار کی تھی۔ مذہب کی رو سے زرتشتی نوروز کو "یوم اموات" مانتے تھے۔ عقیدہ یہ تھا کہ اس روز مُردوں کی رُوحیں آسمان سے اُترتی ہیں اور اپنے اعزہ کے گھروں میں آکر کھانے اور پینے کی چیزیں مانگتی ہیں، لوگ اُس رات گھروں کی چھتوں پر یا دخموں پر کھانے کے خوان رکھواتے تھے۔

شاہانِ ساسانی نوروز کو مذہبی تہوار کے طور پر مناتے تھے، اس دن صُبح کے وقت سب سے پہلا شخص جو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا موبدان موبد تھا۔ نوروزنامے کے بیان کے مطابق وہ اپنے ساتھ مفصلہ ذیل اشیاء بادشاہ کے پاس لے جاتا تھا:- سونے کا ایک پیالہ جس میں شراب ہوتی تھی، انگشتری، درہم، دینار، خوید، تلوار، تیر و کمان،

---

[1] سرکاری تقویم کی رو سے نوروز کا دن بطور تہوار کے نہیں منایا جاتا تھا۔ بلکہ زمینداروں سے سالانہ وصول کرنے کا ایک روز معین تھا۔ نوروز کو جون میں لانے کی وجہ یہی تھی کہ اس مہینے میں فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے اور کاشتکاروں کو لگان ادا کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔

دوات و قلم ، گھوڑا ، باز اور ایک خوب صورت غلام ، نوروزنامے کے مصنف نے ان میں سے ہر ایک چیز کی خوبیاں اور معنی سمجھائے ہیں ، بادشاہ کے سامنے حاضر ہو کر وہ الفاظ ذیل کو دہراتا تھا :-

" شہا بجشن فروردین بماہ فروردین آزادی گزین بیزدان ودین کیان ، سروش آورد ترادانائی و بینائی بکاردانی ، و دیر زی باخوی ہژیر ، وشادباش برتخت زرّین ، و انوشہ خور بجام جمشیدؑ ورسم نیاگان در ہمّت بلند و نیکوکاری و ورزش داد و راستی نگاہ دار ، سرت سبز باد و جوانی چون خوید ، اسپت کامگار و پیروز و تیغت روشن وکاری بدشمن و بازت گیرا و خجستہ بشکار و کارت راست چون تیر ، وہم کشوری بگیر نو ، برتخت بادرم ودینار ، پیشت ہنری و دانا گرامی ، و درم خوار وسرایت آباد و زندگانی بسیار ، "

یہ کہہ کر وہ شراب کو پہلے خود چکھتا تھا اور پھر بادشاہ کو ایک ہاتھ سے پیالہ اور دوسرے ہاتھ سے خوید دیتا تھا اور درہم و دینار کو اس کے آگے تخت پر رکھ دیتا تھا ، جشن نوروز مسلسل چھ دن تک منایا جاتا تھا یعنی یکم فروردین سے ۶ فروردین تک ، ان میں سے پہلا اور چھٹا دن بہت مقدس مانے جاتے تھے ۔ یکم فروردین کا نام روز ہرمز تھا اور ۶ فروردین کو روز خرداد کہتے تھے اور عقیدہ یہ تھا کہ اس دن خدا نے کائنات کی آفرینش کا کام ختم[1] کیا اور ہر شخص کو اس کی قسمت عطا کی گئی ، پہلی تاریخ کو تعطیل عام ہوتی تھی ۔ بادشاہ لوگوں کو انعام دیتا تھا اور خیرات کرتا تھا ، زمینداروں سے جو معاملہ

---

[1] اسلامی عقیدہ بھی یہی ہے ۔ کہ خدا تعالےٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا ،

سال بھر میں وصول کیا جاتا تھا وہ اس روز بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوتا تھا اور نئے سکّے جاری کئے جاتے تھے۔ بادشاہ دربار کرتا تھا اور امراء اور شاہزادے سلام کے لئے حاضر ہوتے تھے اور بادشاہ سے انعام و اکرام پاتے تھے۔ چھٹے دن بادشاہ کے محل میں ضیافت کا سامان ہوتا تھا جس میں صرف خاندان شاہی کے لوگ اور ممتاز امرا شریک ہوتے تھے۔ آتشکدوں میں صفائی کی جاتی تھی اور لوگ علی الصباح نہروں اور دریاؤں پر نہانے جاتے تھے، ایک دوسرے پر پانی چھڑکتے تھے اور ایک دوسرے کو مٹھائیوں کے تحفے دیتے تھے، ہر شخص صبح اُٹھتے ہی بات کرنے سے پہلے شکر چکھتا تھا یا تین بار شہد چاٹتا تھا اور جسم پر تیل ملتا تھا۔ تاکہ سارا سال بیماریوں سے محفوظ رہے۔ پانی چھڑکنے کی رسم کی ابتدا اس طرح بیان کی جاتی ہے۔ کہ جمشید کے تخت نشین ہونے سے پہلے سخت خشک سالی ہوئی۔ لیکن جس دن وہ تخت نشین ہوا اُسی دن بارش ہوئی اور اس کو فال نیک سمجھا گیا، لوگوں نے اس کو نیک شگون قرار دینے کے لئے ایک دوسرے پر پانی چھڑکنے کی رسم جاری کی شکر چکھنے کی رسم بھی جمشید ہی کے زمانے سے جاری ہوئی، نیشکر سب سے پہلے اُسی کے عہد میں دریافت ہوا اور شکر سب سے پہلے اُسی کے زمانے میں تیار کی گئی۔ اس کا چکھنا اور ایک دوسرے کو تحفے کے طور پر بھجوانا خوش بختی کی علامت قرار دیا گیا۔

اسلامی زمانے میں خلفاء عباسی نے ساسانیوں کی جملہ رسوم و روایات کو برقرار رکھا، منجملہ ان کے ایرانی تہواروں کا مناتا تھا، چنانچہ ان کے زمانے میں جشن نوروز کی تقریب تقریباً تمام اسلامی ممالک میں رائج ہو گئی،

خصوصاً عراق، مصر اور ترکستان میں، جرمن مؤلف ایڈم میٹس نے اپنی کتاب "احیاء اسلام"[۵] میں ممالک اسلامی میں نوروز کے جشن کی کیفیت بیان کی ہے وہ لکھتا ہے کہ بغداد میں خلیفہ عباسی نوروز کے دن لوگوں کو بیش بہا تحفے انعام میں دیتا تھا۔ بخارا میں شاہان سامانی اُس روز اپنے سپاہیوں کو گرمیوں کے کپڑے تقسیم کرتے تھے۔ اسی طرح مصر میں خلفائے فاطمی بھی لوگوں کو خلعت اور لباس انعام میں دیتے تھے۔ بغداد میں خلیفہ کے سامنے ایکٹر کھیل کر کے دکھاتے تھے اور خلیفہ ان پر زر و نقد نچھاور کرتا تھا، ایک دوسرے پر پانی چھڑکنے کی رسم مصر میں بھی تھی۔ اور چینی سیاح ونگ ین ٹے نے ۹۸۱ء میں یہی رسم طرفان (ترکستان) میں بھی دیکھی جہاں لوگ چاندی اور تانبے کی نلیوں میں پانی بھر کر ایک دوسرے پر پھینکتے تھے، مصر میں نوروز کے دن ایک شہزادے کو امیر النوروز مقرر کیا جاتا تھا، وہ اپنے چہرے پر آٹا اور چونہ مل کر ایک گدھے پر سوار ہو کر بازاروں میں پھرتا تھا۔ اور مالدار لوگوں سے نقدی وصول کرتا تھا اور جو نہ دے اس پر غلاظت پھینکتا تھا، لوگ ایک دوسرے کو ہنسی مذاق کے طور پر چابکوں سے مارتے تھے، اور اس بارے میں پولیس کوئی شکایت نہیں سنتی تھی، مدرسوں کے طالب علم اپنے استادوں کے ساتھ ہر قسم کی گستاخیاں کرنے کے مجاز تھے۔ بعض وقت وہ ان کو کسی حوض میں دھکا دے کر گرا دیتے تھے اور جب تک وہ انہیں کچھ نقد ادا نہ کرے اسے نکلنے نہیں دیتے تھے ۹۷۴ء میں خلیفہ نے جشن نوروز کا منانا ممنوع قرار دیا۔ لیکن لوگ باز نہ آئے۔ تا آنکہ چودھویں صدی کے آخر میں سلطان برقوق نے اس کا بالکل

---

[۵] Renaissance of Islam

خاتمہ کر دیا *

شاہانِ غزنوی بھی نوروز کو بڑی دھوم دھام سے مناتے تھے۔ دربارِ عام ہوتا تھا اور شعراء مبارکباد کے قصیدے پیش کرتے تھے جن کے نمونے فرخی اور منوچہری کے دیوانوں میں موجود ہیں۔ شراب کا دور چلتا تھا اور رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوتی تھیں، سلجوقیوں نے نوروز کو جو اہمیّت دی وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ان کے زمانے میں سرکاری تقویم میں بھی نوروز کا دن ۲۱ مارچ قرار پایا۔ عہدِ سلجوقی کے شعراء بھی جشن نوروز کے قصیدے بڑی دھوم دھام سے لکھتے رہے ہیں *

ہندوستان میں مغلوں سے پہلے نوروز کے تہوار کے متعلّق کسی قسم کے صریح بیانات نہیں ملتے۔ بدر چاچ کے دیوان میں صرف ایک قصیدۂ محمد تغلق کی مدح میں ہے جو ایک جشن کی تقریب پر پیش کیا گیا تھا۔ یہ جشن ۱۳۴۰ء کے ماہ مارچ میں منعقد ہوا جبکہ عید الفطر اور نوروز دونو ساتھ پڑے تھے۔ اس بات کا ذکر وہ اشعار ذیل میں کرتا ہے :-

عید آمده برائے تماشائے جشن شاه ‏ ‏ بر در نشستہ طالب پروانۂ درست

نوروز نیز آمده آورده عیدیی ‏ ‏ یک سبزبره کاهوی زردیش در بست

زان مُہر زر بہ پیش ترازو شرف گرفت ‏ ‏ کانجای وزن مشک بکافور ہمسرست

خاتون نوبہار شده پای کوب جشن ‏ ‏ موی سیہ بقدّ سفیدش برابرست [1]

(صہ ۳۵)

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیا یہ جشن عید کی تقریب میں تھا یا نوروز کی تقریب میں۔ لیکن اشعار بالا میں نوروز کا ذکر اس امر کو ثابت کرتا ہے۔ کہ اُس

[1] آخر کے دو شعروں کا مطلب یہ ہے کہ رات اور دن برابر ہو گئے ہیں (۲۱ مارچ کو) *

عہد میں اس کو خوشی اور شادمانی کی تقریب سمجھا جاتا تھا۔

مغلوں کے دور میں اکبر نے نوروز کو ایک باقاعدہ تہوار قرار دیا۔ ابوالفضل نے آئینِ اکبری میں توضیح کی ہے۔ کہ چونکہ بادشاہ سلامت آفتاب کی پرستش کے قائل تھے۔ لہذا انہوں نے نوروز جلالی کو ایک مقدس تہوار تسلیم کیا۔ بدایونی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ نوروز مسلسل اُنیس دن تک منایا جاتا تھا۔ یعنی یکم فروردین سے ۱۹ فروردین تک، انیسواں دن روز شرف کہلاتا تھا اور سب سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا، آگرے کے بازاروں میں آئین بندی ہوتی تھی۔ اور محلاتِ شاہی، دیوان عام اور دیوان خاص کو سجایا جاتا تھا۔ قیمتی پردے آویزاں کئے جاتے تھے، بیش بہا قالین بچھائے جاتے تھے اور دربار عام ہوتا تھا۔ سنہ ۹۹۰ھ میں جشن نوروز کی کیفیت کو بدایونی نے بالفاظ ذیل لکھا ہے:-

و پانزدہم شہر صفر این سال (سنہ ۹۹۰ھ) تحویل نوروز و شروع در سال بیست و ہشتم از جلوس روی دادہ، آئین بندی ہر دو دیوان خانۂ خاص و عام بانواع تماشہای لطیف فرمودہ اشیای قیمتی گوناگون ترتیب نمودہ و پردہ ہای فرنگی و تصویرہای بی نظیر گرفتند و سراپردہای اعلیٰ افراشتند و بازار آگرہ و فتحپور را نیز باین دستور آراستہ تا ہژدہ روز و شب جشن عالی داشتند و اقسام طوائف اہل نغمہ و ساز ہندی و فارسی و ارباب طرب از مرد و زن ہزاران ہزار طلبیدہ ہر روز در ایوان یکی از امرای نامدار آمدہ و صحبت داشتہ پیشکش معتبر و اسباب مہمانی از وی گرفتند۔

(ص ۳۳۸ از طبع نولکشور)

شاہانِ مغلیہ اپنے سالِ جلوس کی ابتدا نوروز کے دن سے شمار کرتے تھے۔ جہانگیر اپنی توزوک میں ہر نئے سال کے واقعات کو جشنِ نوروز کی کیفیت سے شروع کرتا ہے۔ اس کے عہد میں نوروز بالکل اسی طرح منایا جاتا تھا جس طرح کہ اکبر کے زمانے میں، یعنی جشن کا زمانہ یکم فروردین سے ۱۹ فروردین تک ہوتا تھا، پہلے دن بادشاہ زمّردین لباس پہن کر تحویلِ آفتاب کے وقت دربارِ عام کرتا تھا اور امراء تحفے اور نذرانے پیش کرتے تھے، انیس دن تک ہر روز امرا میں سے ایک نہ ایک بادشاہ کی دعوت بڑی دھوم دھام سے کرتا تھا اور بیش قیمت اشیاء بطور پیشکش بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا۔ ان اشیاء میں عموماً ہاتھی، جواہرات، قیمتی کپڑے، خوشبوئیں، چینی کے برتن اور دوسری نادر چیزیں ہوتی تھیں۔ بادشاہ بھی امراء کی ضیافتیں کرتا تھا اور انعام واکرام دیتا تھا، منصبوں میں ترقیاں دی جاتی تھیں، خطاب ملتے تھے۔ اور اعلٰے عہدے تقسیم کئے جاتے تھے۔ شاہی محلات اور بازار سجائے جاتے تھے۔ ان سب باتوں کی تفصیل توزوک جہانگیری اور بادشاہ نامہ ملا عبدالحمید لاہوری میں مسطور ہے، اورنگ زیب نے جشنِ نوروز کی تقریب کو ممنوع قرار دیا۔

ایران میں شاہانِ صفوی کے زمانے میں جو مغلوں کے معاصر تھے نوروز بڑے اہتمام سے منایا جاتا تھا۔ اگرچہ اس شان وشوکت کے ساتھ نہیں جو مغلوں کے ہاں دیکھنے میں آتی ہے۔ شاہ عباس کے زمانے میں نوروز کے موقع پر جو رسوم ادا کی جاتی تھیں اس کی کیفیت تاریخ عالم آرای عباسی میں ملتی ہے۔ ذیل کی عبارت سنہ ۱۰۰۱ھ کے نوروز کی کیفیت کو بیان کرتی ہے:-

نوروز این سال جہان آرا در روز یکشنبہ دہم شہر رجب سنۂ مذکور اتفاق افتادہ خسرو انجم و مسند نشین فلک چہارم اورنگ حمل را بفر طلعت خود آراست و باد بہاری نزہتگاہ چمن را بگونہ بگونہ ریاحین پیراست، حضرت اعلی شاہی ظل الہی در دار السلطنۃ قزوین و ایوان چہل ستون دولتخانۂ خلد آئین بزم خسروانہ و جشن پادشاہانہ آراستہ سلاطین و سلاطین زادہای اطراف مثل حاجی محمد خان پادشاہ خوارزم و نور محمد خان والی مرو شاہجہان و سلاطین زادہای گرجستان و ایلچیان روس و سائر ممالک کہ در پایۂ سریر اعلی بودند بمجلس بہشت آئین طلب فرمودہ بمبارکی سال نو و تہنیت قدوم نوروز چند روز بلوازم عیش و خرمی پرداختند و بازارہای شہر را آذین بستند در میدان سعادت آباد بچوگان بازی و قبق اندازی مشغولی فرمودہ قریب دہ دوازدہ روز عموم خلایق بسیر و صحبت و فراغت میگذرانیدند۔

۱۰۱۱ھ کا نوروز خاص شان و شکوہ سے منایا گیا۔ اس کے متعلق تاریخ مذکور میں لکھا ہے کہ:۔

پادشاہ مؤید منصور در کمال بہجت و سرور بطریق معہود در باغ مزبور جشن عالی طرح فرمودہ اطراف نہر آبی را کہ از میان باغ جاریست و حوض بزرگی بر مثال دریاچہ درمیان آن ترتیب یافتہ سلاطین ماضیہ عمارات دلکشا در کنار حوض و بالای نہر ساختہ و پرداختہ اند باکابر و اعیان دار السلطنۃ مذکور و بلوکات و اہالی خراسان و تجار و اصناف خلایق کہ در پای تخت ہمایون بودند

علی قدر مراتبہم قسمت فرمودہ ہر طبقہ مجلسی طرح انداختند و اطراف
اربعہ آن دریاچہ را بامرا و وزرا و ارکان دولت و مقربان بارگاہ
سلطنت اختصاص دادند و محافل فیض بخش بہجت فزا انعقاد
یافتہ در برابر ہر مجلس چہار طاقہا افراشتہ استادان نجار و مہندسان
نادرہ کار بفنون غریبہ انواع ہیاکل پرداختہ چراغدانہا بر آن
تعبیہ کردند و ہمہ شب تا بصبح روشنان سپہر مینائی کہ مجلس آرایان
عالم علوی و بزم افروزان عشرت سرای ملکوتی اند بہزاران
چشم حسرت بر آن چراغان و مجالس بہشت نشان می نگریستند
و شہریار عشرت آئین محفل را ہمہ شب در آن مجالس روح افزا
سیر فرمودہ در ہر مقامی کہ دلنشین خاطر انور می شد آرام گرفتہ
صحبت پیرا بودند و نغمہ سرایان خوش آہنگ و مغنیان
نیز چنگ بنغمات دلاویز و ترنمات شکر ریز غمزدای خواطر بودہ
گلرخان لالہ عذار از بادہای خوشگوار دماغ مجلسیان را تازہ و تر
میداشتند ما القصہ تا نہ شبانروز محافل عیش و نشاط انعقاد
یافتہ داد خوشی و خوشدلی دادند (صفحہ ۵۵۰ - صفحہ ۵۵۱)

شاہ عباس کے زمانے میں ایک انگریزی سیاح ٹامس ہربرٹ ایران
آیا۔ اور دو برس (۱۶۲۷ء سے ۱۶۲۹ء) وہاں مقیم رہا۔ اس نے اپنے سفر نامے
میں دو جگہ نوروزِ ایران کا حال لکھا ہے۔ اس نے تقریباً وہی رسوم بیان
کی ہیں۔ جن کا اوپر ذکر آ چکا ہے۔ یعنی یہ کہ لوگ اُس روز عمدہ کپڑے پہنتے
ہیں۔ باغوں میں جاتے ہیں گاتے بجاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو تحفے
تحائف دیتے ہیں۔ گھوڑ دوڑیں ہوتی ہیں۔ مرغ لڑائے جاتے ہیں اور

دعوتیں ضیافتیں ہوتی ہیں۔ لیکن ایک دلچسپ بات جو اس نے لکھی ہے وہ یہ ہے۔ کہ جشنِ نوروز کے ایام میں عورتوں کو پوری آزادی ہوتی ہے وُہ اُن ایام میں بالکل پردہ نہیں کرتیں اور کھُلے منہ باغوں میں پھرتی ہیں۔ اور ہر قسم کی کھیل کُود میں حصّہ لیتی ہیں ؛

آجکل بھی ایران میں سب سے بڑا قومی تہوار نوروز ہی ہے۔ جو مسلسل تیرہ دن تک منایا جاتا ہے، تمام دفاتر اور مدارس تیرہ دن تک بند رہتے ہیں۔ شاہ دربار کرتا ہے اور امراء سلام کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ ہر گھر میں صفائی اور آرایش نظر آتی ہے۔ پہلے دن ہر شخص عمدہ سے عمدہ پوشاک پہنتا ہے۔ تحویل آفتاب کے وقت گھر سے باہر کوئی نہیں نکلتا۔ ایک خوان سجایا جاتا ہے۔ جس میں شگون کے لئے سات ایسی چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ جن کے نام حرفِ سین سے شروع ہوں۔ بالعموم وہ سات چیزیں یہ ہوتی ہیں :۔ سرکہ، سیم، سماق، سیر (لہسن)، سکنجبین، سبزی سپند، ان کو ہفت سینِ نوروز کہتے ہیں، تحویل کے بعد گھر کا بزرگ بچّوں کو عیدی دیتا ہے اور سب سے بزرگ عورت ہاتھ میں سبزی لے کر باہر سے گھر میں داخل ہوتی ہے۔ یہ شگون اس لئے ہوتا ہے کہ سال بھر گھر میں خرّمی اور رونق رہے، دوست آشنا ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے ہیں اور پھولوں۔ پھلوں اور مٹھائیوں کے تحفے تقسیم کرتے ہیں جس طرح ہمارے ہاں عید کے موقع پر مبارکباد کے لئے عید کارڈ بھیجے جاتے ہیں۔ اسی طرح وہاں لوگ نوروز کے کارڈ ایک دوسرے کو بھیجتے ہیں، سرکاری دفاتر پر جھنڈے لہرائے جاتے ہیں اور بازاروں اور دکانوں کی آرایش کی جاتی ہے۔ آخری یعنی تیرھواں دن گھر میں بسر کرنا منحوس سمجھا جاتا ہے،

اُس روز لوگ سارا دن باہر باغوں میں یا ندیوں پر گزارتے ہیں، اس دن کا نام "سیزدہ بدر" ہے ؀

بمبئی کے پارسی بھی نوروز مناتے ہیں لیکن کسی خاص اہتمام سے نہیں۔ وہاں پارسیوں کے تین فرقے ہیں اور تینوں کا نوروز مختلف ہے ایک فرقہ "تقویم شاہنشاہی" کی رو سے نوروز مناتا ہے، یہ نوروز مسلمانوں کے تہواروں کی طرح ایک موسم سے دوسرے موسم میں دَورہ کرتا ہے۔ آجکل وہ ستمبر میں ہے، دوسرا فرقہ "تقویم قدیمی" کا نوروز مناتا ہے۔ یہ نوروز ہمیشہ ماہِ اگست میں آتا ہے۔ تیسرا فرقہ "جمشیدی نوروز" کا پیرو ہے اور وہ وہی ایرانی نوروز ہے جو ۲۱ مارچ کو ہوتا ہے۔ اس دن مذہبی لوگ آتشکدوں میں جاکر نماز ادا کرتے ہیں۔ اور کسی قسم کی خوشیاں نہیں منائی جاتیں ؀

ہمارے نزدیک نوروز کی ادبی اہمیت بھی بہت بڑی ہے۔ فارسی اور عربی میں بے شمار نظمیں اور قصیدے نوروز کی بدولت وجود میں آئے اگر فارسی شاعری میں سے ان قصیدوں کو خارج کر دیا جائے جو نوروز اور بہار کی کیفیت پر لکھے گئے ہیں۔ تو ہم سمجھتے ہیں کہ فارسی ادبیات کے لئے وہ بہت بڑی حد تک افلاس کا باعث ہوگا ؀

محمد اقبال

فارسی شاعری اور مسائل حیات

بریڈلے[1] نے کہا ہے۔ کہ شاعری قوموں میں کلچر، اور شائستگی پیدا کرتی ہے۔ اور زندگی کے اہم مسایل کے متعلق ذہن اور فکر کو ایک خاص نہج پر ڈھال دیتی ہے۔ ایسے اوقات میں جب انسانوں کی تھکی ہوئی روح دنیا کے مصائب اور تکالیف اور معاش اور معاشرت کے ہنگاموں سے نجات پاکر اپنے خلوت کدے میں اطمینان اور تسکین کی تلاش کرتی ہے تو اُسے شعر کا سہارا ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ شعر اس کو رسوم و قواعد کی اس لبستی سے دُور، تخیّل کے ایک اور بہشت آباد میں لے جاتا ہے۔ جہاں رُوح یکچند مدہوشی کے گھنے سایہ میں خوابِ شیریں کا لطف اُٹھاکر اور مادّہ اور عناصر کی آلودگیوں کو آبِ زمزم سے دھوکر واپس آتی ہے۔

یہی نہیں۔ بلکہ شاعری اس سے کہیں زیادہ اثر کرتی ہے۔ قوموں کے کیریکٹر اور اخلاق کو ایک خاص رجحان بخشتی ہے۔ افراد کو کائنات اور اس کے تمام مسائل کے متعلق ایک خاص سبق سکھاتی ہے۔ موت، اور زندگی، جہاں اور عمل صالح، عشق اور عقل، یاس اور امید، خوشی اور غم، عفت اور پاکدامنی فضائل اور مکارم۔ غرض اس جہانِ آب و گل کے تمام مقاصد و مطالب کے متعلق ایک مختص النوع تصوّر پیدا کرتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ بقول پروفیسر نیوبولٹ[2] قوموں کی تاریخ کا ایک حصّہ بن جاتی ہے۔ جو تاریخ ہی کی طرح اخلاق و عادات، تصوّر اور نظریات، اعتقادات اور خیالات کا آئینہ بن کر کسی قوم کی تہذیب اور کلچر کا نقشہ پیش کرتی ہے۔

---

[1] Oxford Lectures on Poetry, 1914.
[2] New Study of English Poetry.

فارسی شاعری، اطالوی اور انگریزی شاعری کی طرح دُنیا کی جمیل ترین ادبیات میں شمار ہوتی ہے۔ ایرآن میں (اور تمام فارسی کے زیر اثر ممالک میں) شعر و سخن انسانی زندگی کے لوازم میں شمار ہوتے آئے ہیں۔ مختصر یہ ہے۔ کہ ایرانی زندگی (یا مشرقی زندگی) میں شعر و شاعری کی اہمیت اور کلام مقفّیٰ کا اثر اتنا گہرا نظر آتا ہے۔ کہ اس کے رنگ میں صاحب تاج و تخت اور گدائے بے نوا یکساں طور پر رنگے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ ایک ایک شعر اور ایک ایک نظم نے سلطنتوں میں انقلاب پیدا کئے۔ ادنےٰ اور بے مایہ انسانوں کے قلوب میں اولوالعزمی کی چنگاریاں روشن کر دیں اور ان معاملات کا پُرامن تصفیہ کیا۔ جس سے خونچکاں تلواروں کی چمک اور نیزوں کی ہلاکت خیز جھنکار بھی عاجز آچکی تھی۔ حافظ کا دیوان غیب کی زبان بن کر، نامعلوم مستقبل کا پتہ اسی طرح دیتا رہا۔ جس طرح کسی صحرا میں چلنے والے قافلے رات کے ستاروں سے رہنمائی حاصل کیا کرتے ہیں[1]۔

شعر و شاعری کو ایرانی زندگی سے جب اس درجہ وابستگی اور تعلق ہے۔ تو یہ سوال غالبًا غیر حق بجانب نہ ہوگا۔ کہ فارسی شاعری نے کلچر اور زندگی پر کیا اثر ڈالا؟ اس شاعری کا مطالعہ زندگی کے مسائل کے متعلق کیا حل پیش کرتا ہے؟ اور بالآخر یہ کہ اس سے اجتماعی ذہنیت اور تصوّر قومی میں کیا نمایاں خصوصیات پیدا ہوئیں۔ جن کو ہم خاص طور پر فارسی شاعری کا رہینِ منّت خیال کریں

---

[1] پروفیسر براؤن جب شیراز میں وارد ہوئے۔ تو انہوں نے دیوان حافظ سے فال لی۔ انہوں نے اپنی کتاب A year amongst the Persians میں بہت سے واقعات ایسے لکھے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے بادشاہوں نے دیوان حافظ سے رہنمائی حاصل کی۔

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے تمہیداً یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلچر اور ادبیات کا بھی ایک عجیب چکّر ہے جن کے آغاز کا اور فعل وانفعال کے دوران کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔ کلچر ادبیات کی پیداوار میں ممد ہوتا ہے۔ یا ادبیات سے کلچر کے ایک خاص اسلوب کی تخلیق اور پرورش ہوتی ہے ؟ اس کا فیصلہ کن جواب دینا تو شاید مشکل ہی ہوگا ۔ تاہم تصفیہ بین الامرین کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اکثر اوقات ادبیات قوموں کے کلچر کی تشکیل میں بہت بڑا حصّہ لیتے ہیں اور وہ فطری اور نسلی خصایص جو جماعتوں میں موجود ہوتے ہیں۔ ادبیات سے متأثر ہو کر ایک نئے قسم کا تصوّر زندگی پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بھی غلط نہیں۔ کہ اقوام کے فطری میلانات انجام کار علم وادب پر اپنا اثر ڈال دیتے ہیں۔ اور کلچر اور ادبیات ایک ہی حقیقت کے دو رُخ بن جاتے ہیں ؛

ایران ہزارہا سال سے ایک خاص قسم کے کلچر کا گہوارہ چلا آیا ہے۔ ایران کے طبعی اور جغرافیائی حالات، آب وہوا، موسموں کا تغیّر، شہروں اور بستیوں کے محلّ وقوع، پہاڑوں اور دریاؤں کے خصایص، رسوم ورواج کی رنگارنگیاں، ذہن وفکر کے تجلّیات ۔ سب کی سب ایک خاص نوعیت اور کیفیت رکھتی ہیں۔ یہ وہ گہری اور عمیق حقیقتیں ہیں۔ جو ایرانی زندگی میں خون، رگ وپوست اور خلط ومزاج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کو عارضی طور پر دبایا جا سکتا ہے۔ لیکن فنا نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ان کو نئے رنگ و روغن اور نئی صورت سے ایک دوسری وضع میں پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کا ہیولیٰ اور مادّہ نہیں مٹ سکتا ۔ قومیں ایسی ہی رہی ہیں ۔ اور ایسی ہی رہیں گی۔ ان کی زندگی کا دریا دھیرے دھیرے بہتا رہے گا۔ ان میں

سیلاب اور طوفان آتے رہتے ہیں - جو عارضی طور پر ان کی گذرگاہوں کو تبدیل کر دیتے ہیں - لیکن حیاتِ قومی کا زندہ رود اور جیحوں اور فرات جیسا ہزار سال قبل تھا - آج بھی وہی ہے اور ہزار سال آئندہ بھی شاید ایسا ہی رہیگا

جہازِ زندگیٔ آدمی رواں ہے یونہی
ابد کے بحر میں پیدا یونہی نہاں ہے یونہی

عربوں نے ایران پر حملہ کیا - اور فتح کرلیا - عرب ایک بہادر اور عملی قوم ہے - اس کو خالی خولی باتوں سے نفرت ہے - وہ عمل کی گرمی اور عزم کی سردی کی قائل ہے - عربوں کے اونٹ ہزاروں میلوں تک بے آب و علف، دوڑ سکتے ہیں - ان کے تصوّرِ حیات میں کوئی الجھن نہیں - کیونکہ وہ ایک ایسے ملک میں بستے ہیں - جہاں سر پر آسمان ہے اور نیچے ریت! وسیع ریت! نہ ختم ہونے والی ریت! آسمان اور زمین کے درمیان اس کے نظریہ اور اس کی نظر کو متاثر کرنے والی کوئی چیز موجود نہیں - نہ ہمالہ ہے نہ دماوند، نہ گنگا ہے نہ فرات، نہ گھنے جنگل ہیں نہ اونچے پربت — ! اس کا مطمحِ نظر وسیع مگر الجھنوں سے خالی ہے پس وہ ماوراء الانسان اور ماوراء الخارج اگر کسی اور چیز کو مان سکتا تھا - تو وہ شاید خدائے واحد کا تصوّر ہے - جس سے اسلام اور قرآن نے اسے روشناس کر دیا۔

ایران کی گذشتہ تیرہ سو سال کی زندگی درحقیقت دنیا کے ایک عظیم الشان اور حیرت انگیز تجربہ کا نمونہ پیش کرتی ہے - جس میں ایرانی تفلسف اور عربوں کی عملیت، ایرانی انفعالیت اور عربی فعلیت کا عجیب وغریب امتزاج ہوا اور اس میں کچھ شک نہیں - کہ اگرچہ آج ہم باعتبار نتائج اور موجودہ قلبِ ماہیت کے، اس خوشگوار امتزاج کے ثمرات سے دانستہ تغافل اور تجاہل

برت رہے ہیں۔ لیکن تاریخ کا تجربہ ثابت کر رہا ہے۔ کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی میں شاید اس سے بہتر نتائج کسی ملک اور کسی سرزمین میں حاصل نہ ہوئے ہوں گے۔ جن سے ایرانی تاریخ کا دامن گذشتہ تیرہ صدیوں میں مالامال نظر آتا ہے ؏

مغربی تحقیق اور ریسرچ جہاں بقول علّامہ شبلی 'ایک کشت زعفران' کا درجہ رکھتی ہے۔ وہاں اس کا یہ مجموعی مقصد کچھ ناگوار اور غیر منصفانہ بھی ہے کہ اس سے مشرقی اقوام میں نسلی تفریق اور وطنی اختلافات کا دروازہ زیادہ کھلتا جاتا ہے۔ ایرانی قومیت کو عربی مذہب کے خلاف صف آرا کرنا اور تاریخ کے محض معمولی اور ناقابلِ ذکر واقعات کو نمایاں کرتے ہوئے ترکی عصبیت اور ایرانی وطنیت کو اُبھارنا اس تحقیق کا ایک مشئوم اور مذموم پہلو ہے۔ مثال کے طور پر کاونٹ گوبینو وغیرہ نے اس سلسلے میں جو کام کیا ہے۔ وہ مستحق مدح ہونے کے باوجود ہمارے لئے موجبِ شکایت بھی ہے۔ انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ ایرانیوں کی لطافتِ طبع اور ذہانت نے عربی قوتِ عمل کے ساتھ مل کر انسانی شائستگی کے فروغ اور ترقی کے لئے اتنا دلکش اور شاندار معجون تیار کیا ہے۔ کہ اس کی مثال شاید کہیں اور نہیں ملے گی ؏

ثبوت اس کا یہ ہے۔ کہ اگرچہ اسلامی فتوحات کا سیلاب چین سے سپین تک اور قطب شمالی سے جاوا اور سماٹرا تک بڑھا۔ جس میں اسلام اور عرب کی پیدا کی ہوئی قوتِ عمل نے سب سے زیادہ کام کیا۔ لیکن تہذیبی اور علمی کام بیشتر ایرانیوں کے ہاتھوں انجام پایا۔ علّامہ ابن خلدون کے بقول عربی کی بیشتر تصانیف ایرانیوں کے قلم سے نکلیں اور علوم و فنون اور شعر و سخن

میں نہ صرف عربی ممالک، ایران سے متاثر ہوئے بلکہ خود ترکی اور ہندوستان کے لٹریچر پر نہایت وسیع اثر پڑا۔ پس ایرانی ذہن وفکر کے کارناموں کو اسلام کے طفیل اتنا وسیع میدانِ عمل میسّر آیا۔ جتنا شاید خود ساسانیوں کے زمانے میں بھی نصیب نہیں ہُوا ہوگا۔

فارسی شاعری بھی اسی 'مخلوط قسم کے تصوّر' کی آئینہ دار ہے جس میں بلاشبہ ایرانی خصوصیّات جزوِ غالب کا درجہ رکھتی ہیں۔ لیکن اسلامی اور عربی اثرات نے اس تصویر کے خط و خال کو نیا رنگ اور نیا روپ بخشا ہے۔

فارسی شاعری کا رجحان روحانی ہے

(۱) خدا کی وحدت کا یقین

فارسی شاعری کا مجموعی مطالعہ دلوں میں خدا کی ہستی کا یقین پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ انسانوں کے لئے لایق پرستش رہی ہے۔ اور پیکرِ خاکی کے لئے تاریخ کے ہر مرحلے میں اپنے معبود کی تلاش اور خوشنودی ایک محبوب جستجو رہی ہے۔ لیکن فارسی شاعری کا خدا نہایت پیارا خدا ہے۔ دُنیا اس کی طرف یوں کشش پر مجبور ہے۔ جس طرح عاشق محبوب کی طرف کھنچا ہُوا چلا جاتا ہے۔ جس طرح سپنوزا کے نزدیک انسانی سعادت کا آخری درجۂ کمال فنافی اللہ ہونا ہے۔ اسی طرح فارسی شعرا کے خیال میں استکمال کا آخری مرحلہ ذاتِ باری میں مدغم ہوجانا ہے۔

خُدا کی ذات یہی نہیں۔ کہ واحد ہے۔ بلکہ اس کی توحید کا صحیح معیار یہ ہے۔ کہ اس کے بغیر کچھ موجود نہیں۔ اگرچہ وحدتِ شہود سے بھی توحیدِ باری کا حق ادا ہوجاتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے۔ کہ وحدتِ وجود کے بغیر وحدانیت کا

تصوّر ناقص رہتا ہے۔ وہ ارسطو کا خدا نہیں۔ کہ محض علت العلل اور مبدءِ وجود ہے۔ جو بقول ڈیورنٹ[1] "انگریزوں کے بادشاہ کی طرح بادشاہ تو ہے لیکن فرماں روا نہیں"۔ بلکہ غایت الغایات ہے۔ وہی اوّل ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن! اس کی وحدت کا تصوّر 'دوئی' اور 'غیر' کے شائبے سے پاک ہے ؎

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت   لاجرم عین جملہ اشیا شد

عراقی

فارسی شاعری کا خدا ایک محبوب ہے۔ جس کے عشق میں تمام ذرّاتِ عالم سرگرداں ہیں ؛

تصوّف نے اس محبوب کو مجاز کا لباس پہنایا۔ انسان عاشق بلکہ تمام اکوان ممکنات اس کے عشق میں والہ و شیدا ہیں۔ وہ محبوبِ مجازی کی طرح عاشقوں کے لئے کرشمہ بارباں کرتا ہے۔ کبھی التفات کے خندہ ہائے شکریں سے نوازتا ہے۔ کبھی عدم التفات سے پہلو بچا کر نکل جاتا ہے۔ کبھی نقاب میں رہ کر تجلّیات کی بارش کرتا ہے اور کبھی بے حجابانہ خرمنِ وجود کو خاک و خاکستر بنا دیتا ہے ؛

یہ تصوّف کا احسان ہے۔ کہ اُس نے مجازی عشق اور ہوس کاری کے رجحانات کو حقیقت اور عشقِ ایزدی کے تصوّر سے بدل دیا۔ صوفی شاعروں نے مجاز کے رنگ میں اپنے حقیقی محبوب کے عشق کے ترانے گائے اور چشم و ابرو کے کرشموں سے شاہدِ ازل کے حسن جمال آرا کی طرف رہنمائی کی ؛

---

[1] Story of Philosophy, P. 81

خدا اور خالق کی وحدت کے اس مضبوط عقیدہ کی بنیاد پر فارسی شاعری کا سارا رجحان روحانی ہے۔ عرفان کی منزل سے لے کر کمال اور فنا کے معراج کمال تک، شاعر کے پیش نظر ایک ہی غایت ہے۔ یعنی ذات باری سے متحد ہونا انسان جب تک انسان ہے یعنی جب تک مادہ کے عنکبوتی تار و پود کی الجھنوں میں اسیر ہے۔ ذات باری سے متحد نہیں ہو سکتا۔

فارسی شاعری نے انسان کامل کا جو تصور اپنے سامنے رکھا ہے۔ وہ بھی روحانی مدارج کی تکمیل پا لینے والا انسان کامل ہوگا۔ جو عرفان کے تمام معارج سے بلند ہوتا ہوا روحانی ترقی کے بلند ترین زینے پر پہنچ جائیگا۔ انسان کامل کی جملہ ترقیات، عشق کے ذریعے ممکن ہوں گی۔ نہ کہ عقل کے ذریعے، فارسی شاعری میں عشق اور عقل کی جنگ کا جو تصور موجود ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عقل عشق کے مقابلہ میں ایک طفل مکتب کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہی وہ عشق ہے۔ جو تمام ترقی اور ارتقا کا باعث ہے۔ یا رومی کے الفاظ میں عشق "اصطرلاب اسرار خدا" ہے۔ جس سے دانش اور عرفان پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ وہ دانش نہیں۔ جو عقلیت[1] کی پیداوار ہے۔ بلکہ یہ دانش سرچشمۂ ایمان ہے۔ انسان اپنی منزل تک اسی عشق یا سرچشمۂ ایمان کے ذریعے پہنچ سکتا ہے اور جیسا کہ برگساں نے ثابت کیا ہے۔ عقلیت[1] انسان کو اس کی اصلی منزل سے دور لے جاتی ہے۔

فارسی شاعری انسان کے سامنے جو روحانی منزل پیش کرتی ہے۔

---

[1] Intellect.

اس کے لئے وہ عشق لازمہ حیات ہے۔ جو خلود کا متقاضی ہو۔ یہی وہ صفت ہے۔ جسے حافظ "آتش دل" کہہ کر پکارتے ہیں ؎

ازاں بدیر مغانم عزیز می دارند   کہ آتشے کہ نمیرد ہمیشہ در دلِ ماست

ایمان اور ایقان کے اس ذوق عام کا ہی اثر تھا۔ کہ فارسی شعرا اور حکما بھی، تشکیک اور تردد سے بہت کم آشنا رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ خیام اور بعض دیگر شعراء نے جزواً ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے جن سے لا ادریت مترشح ہوتی ہے۔ لیکن مولانائے روم کے ہمہ گیر اثر نے اس کی جڑوں کو پختہ نہ ہونے دیا۔ رومی ایمان و ایقان کے فروغ کے لئے شک کے قایل ہیں۔ لیکن وہ بھی ایقان کی برتری ثابت کرنے کے لئے! چنانچہ فرماتے ہیں ؎

تا نباشد راست کے باشد دروغ
آں دروغ از راست می گیرد فروغ

خدائے واحد کی ذات میں یقین کامل، عقل کے مقابلہ میں فوقیتِ عشق (یعنی سرچشمۂ ایمان) کا اعتقاد اور نبی کی مظہریت کا گہرا عقیدہ۔ فارسی شاعری میں اس درجہ جاری و ساری ہے۔ کہ ہم کسی دیوان، کسی مثنوی بلکہ کسی قصیدہ تک کو بھی اس سے خالی نہیں پاتے۔ حمد باری، مناجات اور نعت عام مثنویوں میں ایک جزو لاینفک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نظامی نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اسرار سے مخزن اسرار کو شروع کیا۔ پھر ان کے تتبع کرنے والوں نے ہمیشہ اس رسم کو قایم رکھا۔

فارسی شاعری کے تمام شاہکار عشق، روحانیات اور فنا کی منزل کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور شک اور تردد پیدا کرنے کی بجائے ایمان کی طرف

متوجہ کرتے ہیں ؀

فارسی شاعری میں مطمحِ نظر کی وسعت

فارسی شاعری کی دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس کی مجموعی اپیل وطنیت، نسل، قومیت اور مذہبی تنگ نظری کے تصوّر کے خلاف ہے یہ امتیاز اس درجہ عام ہے۔ کہ خود حُسن کے احساس کے بارے میں فارسی شاعری نے کسی محدود مظہر حسن کو اپنی ستایش کا موضوع قرار نہیں دیا بلکہ حُسن اور جمال کے ذوق کو ہر حسین و جمیل حقیقت تک وسیع کر دیا۔ ایرانی شاعر، ورڈز ورتھ کی طرح تمام کائنات اور نیچر کو حُسن و جمال کا مرقّع خیال کرتا ہے۔ بلکہ تمام نیچر میں ایک عالمگیر روح کو جاری و ساری پاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس نے کسی ایک ندّی، کسی ایک پہاڑ، کسی ایک چشمۂ رواں، کسی ایک پھول، کسی ایک محبوب کی یاد سے اپنی شاعری کو محدود نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اپنے احساسِ حسن کا وہ خلاصہ پیش کیا۔ جو ہر جمیل و حسین چیز پر صادق آسکتا ہے ؀

فارسی شاعری کے اس پہلو پر اعتراض بھی کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ اعتراض بیجا ہے۔ کیونکہ یورپ کے شعرا کی طرح ایک ایک فرد، ایک ایک پہاڑ ایک ندّی کی تعریفِ حسن ایشیائی شاعر کی فطرت کے خلاف ہے وہ تمام کائنات میں حُسن کو جلوہ گر پاتا ہے۔ اور تمام دنیا کے محبوب اُس کے محبوب سے مشابہ ہونے کی وجہ سے، حُسنِ عام کا ایک جزو ہیں ؎

یک چراغ است دریں خانہ و از پرتوِ آں
ہر طرف می نگری انجمنے ساختہ اند (فغانی)

اگر کوئی مغربی شاعر کسی ندّی کے کنارے بیٹھتا ہے۔ تو وہ اپنے تاثرات کا ایک نقشہ اس رنگ میں کھینچتا ہے۔ کہ اس ندّی کی رفتار، اس کے ملحول میں سبزہ زار کی دلکشی، اور پانی کے ترنّم شیریں کی ایک تصویر بناتا ہے ؛

لیکن ہمارا شاعر اس تاثّر کو ان حدود سے محدود نہ کرتے ہوئے ایک عام تصویر کھینچے گا۔ جو نہ محض نیکر[1] یا کسی اور ندّی کے آس پاس رہنے والوں کو متاثّر کر سکے گی۔ بلکہ ہر آبِ رواں اور ہر جوئے کہسار کی روانی کے حُسن کی دلفریبیاں اس سے نمایاں ہوں گی ؛

یہی وجہ ہے۔ کہ فارسی شاعری میں جغرافیائی مناظر کی تصاویر بہت کم موجود ہیں۔ بلکہ شعراء نے اپنی اپنی بستیوں کو بھی کما حقہٗ زندہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ جن کے سبزہ زاروں میں انہوں نے اپنے رنگین تصورات کی پرورش کی۔ آج شیراز کا نام جب ہم سنتے ہیں۔ تو ہمارے چشم تخیل کے سامنے عجیب وغریب پُر رونق مرغزار، حسن اور رنگ و بو کے کھل جاتے ہیں لیکن حافظ اور سعدی اور عرفی نے بھی اپنی اُس جنّت کا وہ نقشہ نہ کھینچا جس کا استحقاق شیراز ایسے مردم خیز خطّے کو حاصل ہے ؛+

حافظ نے مصلیٰ، اور رکنا باد اور تنگ اللہ اکبر کا ذکر بھی کیا۔ تو کچھ آمد سخن میں۔ اور اس طریق سے کہ اس سے بے اعتنائی کا ترشح ہوتا ہے۔ حافظ نے کہا بھی تو یہ کہ ؎

خوشا شیراز و وضع بے مثالش
خداوندا نگہ دار از زوالش

نظیری اپنے نیشاپور کو یوں یاد فرماتے ہیں ؎

---

[1] Nieker ایک ندّی کا نام

اخراج مغل خواہم و تاراج قزلباش کز ہند بر ندم بہ نشاپور فروشند

اسی رجحان کا کسی حد تک یہ اثر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وطنی شاعری کا بھی ایران میں فقدان نظر آتا ہے۔ فردوسی کا شاہنامہ ایرانی وطنیت کے جذبات کا آئینہ دار ہے۔ لیکن اس کا اظہار بھی کس منقطع[1] طریق سے ہوا۔ خاقانی کا ایوان مدائن۔ سعدی کا مرثیہ بغداد اور اس نوع کی چند اور نظمیں اس کلیہ کی مستثنیات میں سے ہیں۔ اور اس بات کو ثابت کرتی ہیں۔ کہ فارسی شاعروں نے مجسم[2] کی بجائے مجرد[3] حقایق کو اپنے سامنے رکھا ہے ؛

اسی وسعت نظر کے زیر اثر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ فارسی شاعری مذہبی فرقہ پرستی اور تنگ نظری کی سخت مخالف ہے۔ خواہ اس چیز کو آپ ایرانی طبیعت کا عدم تفشف کہیں یا تصوف کا 'لبرلزم'۔ لیکن یہ واقعہ ہے۔ کہ فارسی شاعری کے مطالعہ سے تعصب اور تنگ نظری کو بہت ضعف پہنچتا ہے۔ اسلامی ممالک میں علماء کو جو زبردست اقتدار ہمیشہ سے حاصل رہا ہے۔ اس کے پیش نظر یہ بات عجیب و غریب نظر آتی ہے۔ کہ ہمارے فارسی شعراء بعض اوقات کفر و دین اور کعبہ و بتکدہ کی قیود سے بھی آزاد ہو جاتے ہیں۔ اور عوام کو وسعت مشرب کی تلقین کرتے ہیں ؎

ہر گز مگو کہ کعبہ ز بتخانہ خوشتر است
ہر جا کہ ہست جلوۂ جانانہ خوشتر است (عرفی)

گفتگوے کفر و دین آخر بیکجا می رسد
خواب یک خوابست اما مختلف تعبیر ہا (صائب)

فارسی شعراء نے کعبہ کے مقابلہ میں بتکدہ اور دَیر کو جس جس طریق سے سراہا ہے

---

[1] Detached. [2] Concrete. [3] Abstract.

اور اس کے تفوق کے جو جو پہلو نکالے ہیں۔ ان کو پڑھ کر فارسی شاعری کے اس وصف سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ ایران میں (یا عالم اسلام میں) عام مذہبی بے تعصبی کو بہت پسند کیا جاتا تھا ؛

(۲) فارسی شاعری میں یاس و نا اُمیدی

فارسی شاعری کی دوسری سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے ۔ کہ اس میں امید کی بجائے یاس اور رجا کی بجائے 'قنوط' کا اثر[1] ہے۔ اس کے پڑھنے سے زندگی اور اس کے جملہ مظاہر کے بارے میں یک گونہ مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ مشرقی شاعر کے نزدیک تخلیق عالم ایک حادثہ ہے۔ جس کا مقصد خالق کے نزدیک تو شاید کسی مصلحت پر مبنی ہو۔ لیکن اس کمزور، مجبور، اور مقہور مخلوق کی نظروں میں یہ ایک ایسا تجربہ ہے۔ جس کا آغاز غم ہے اور انتہا تو غم ہے ہی کیونکہ وہ فنا اور عدم پر منتج ہوتی ہے ؛

یاس اور فنا کا یہ اثر اور بھی نمایاں معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ مشرق تغیّر و اصلاح کے ان ہنگاموں سے ناآشنا ہے۔ جن میں انقلاب کے ہچکولے زندگی کے جہاز کو کبھی ساحل پر پہنچا دیا کرتے ہیں اور کبھی طوفان خیز موجوں کی کشمکش میں دھکیل دیا کرتے ہیں۔ مشرقی زندگی ایک ہموار دریا کی طرح ہے۔ جس میں سیاسی انقلابات کے انتہائی تحرّکات کے باوجود ایک یکسانی اور ہمواری سی نظر آتی ہے۔ عوام یعنی جمہور ہمیشہ یکرنگی اور یکسانی میں

---

[1] یہ کوئی فارسی شاعری ہی کی خصوصیت نہیں۔ بلکہ ازمنہ متوسط میں عام انسانی رجحان یہی تھا۔ ملاحظہ ہو 'The Waning of Medieval Ages' کا دوسرا باب۔ جو اسی موضوع پر ہے ؛

رہتے ہیں۔ خواہ سیاسی دنیا میں لاکھوں تبدیلیاں کیوں نہ واقع ہو جائیں ؎

جمال الدین اصفہانی کا قصیدہ "آشوب روزگار" کے بارے میں انسانی زندگی کی تلخیوں کا مکمل مرثیہ ہے۔ ان کے خیال میں حیات اگرچہ بظاہر شراب انگوری ہے۔ لیکن اس کے قوام میں زہر ہلاہل موجود ہے۔ اصفہانی کو تعجب ہے۔ کہ کیونکر کوئی عاقل ان ناگوار حوادث کے باوجود دنیا پر تسلّی کا اظہار کر سکتا ہے۔ جس میں موت حاکم ہے اور آفتیں ہر وقت تقدیروں پر اثر انداز ہونے کے لئے آمادہ رہتی ہیں۔ جس میں کمال کے ساتھ زوال اور طلوع کے بعد غروب لابدی ہے۔ چاند میں بہت خوبیاں ہیں۔ لیکن محاق کا نقص اس کے شامل حال ہے۔ اور سورج اگرچہ دُنیا کو اپنی روشنی سے منوّر کرتا ہے۔ لیکن کسوف (گرہن) کا عارضہ اس کے لئے وجہِ تشویش بنا ہُوا ہے۔ غم و الم کی اس بستی میں جسے لوگ دُنیا کہتے ہیں۔ اہلِ کمال ہی پر ساری آفتیں ٹوٹتی ہیں۔ شمع ہر صُبح بُجھ جاتی ہے۔ لالہ چند گھنٹوں کے اندر اندر پژمردہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ باغ دیکھتے دیکھتے اجڑ جاتے ہیں۔ اور مہتاب چند روز آب و تاب کے بعد گھٹ کر معدوم ہو جاتا ہے۔

شعرائے فارسی کے نالۂ یاس میں دو باتیں بہت نمایاں ہیں۔ اوّل یہ کہ دنیا عارضی اور ناپائدار ہے۔ اور دوم یہ کہ زمانہ آسمان اور فطرت انسانی کی بنیاد شر پر رکھی گئی ہے[1]۔ صائب فرماتے ہیں ؎

بامید اقامت دل با سباب جہاں بستن
بود شیرازۂ غفلت باوراق خزاں بستن

---

[1] یہ خیال حقیقتہً ایک مجوسی عقیدہ سے ماخوذ ہے۔

غنیؔ کاشمیری کہتے ہیں ؎

نکیہ تا چند کنی بر نفسے ہچو حباب چشم بکشای کہ ہستی گرہے بر بادست

صائبؔ اسی بے ثباتیٔ عالم کے مضمون کو یوں مؤثر بناتے ہیں :-

از نسیمے دفتر ایام برھم می خورد

از ورق گرد انیدن لیل ونہار اندیشہ کن

دنیا کی طرف سے یہ کھٹکا چھوٹے سے لے کر بڑے شاعر تک سب کے دل میں موجود ہے۔ اس خیال کے اظہار کے لئے جتنے مؤثر پیرایہ ہائی بیان اختیار کئے گئے ہیں۔ اس سے زیادہ کسی اور عقیدہ اور تصوّر کے لئے پیدا نہیں ہو سکے ؛

مغرب میں شوپن ہار کو فلسفۂ غم کا پیغمبر مانا جاتا ہے۔ اس کے تصوّر کے چند اجزاء یہ ہیں + کہ یہ زندگی غم و الم کی زندگی ہے۔ کیونکہ اس میں احتیاج ہے۔ انسان اپنی آرزوؤں تک پہنچ نہیں سکتا۔ اور اگر بالفرض ایک آدھ خواہش پوری بھی ہو جائے۔ تو انسانی آرزو کا انجام ہی کچھ نہیں۔ ہر آرزو تکمیل کے ساتھ ساتھ اور نئی آرزوؤں کی تخلیق کرتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ناکامیاں غم پیدا کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ علم بھی اس غم فراواں کو نہیں مٹا سکتا۔ بلکہ

"The man who is gifted with genius suffers most of all"

"He that increaseth knowledge increaseth sorrow."

تمام سفر ہستی ایک کش مکش، ایک جنگ، ایک پیکار میں گذرتا ہے۔

تاآنکہ موت کا دروازہ کھلتا ہے۔ لیکن کسے معلوم کہ اس عارضہ وجود کی نحوستیں اس نئی زندگی میں کن کن مصائب کا سرچشمہ بنتی ہیں ؟

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شوپن ہار کا فلسفہ از سرتاپا فارسی شاعری کی ایک تفسیر ہے۔ جس کی جزئیات کو کسی قدر مرتب اور مربوط کر لیا گیا ہے جہاں تک دنیا کی بے ثباتی کا تعلق ہے۔ یہ افسانۂ غم چنداں اوپرا نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ موت کی چیرہ دستیاں، پھولوں کی پژمردگی، لالہ رخوں کی جوانامرگی، لیل و نہار کے انقلابات انسانی دماغ کے توازن کو بگاڑنے کے لئے کافی سے زیادہ مؤثر اسباب ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس "یاسیہ شیون" کا وہ حصہ بہت دلگداز ہے۔ جس میں خود انسانی فطرت کی خرابی کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ آسمان کی شکایت اور خصوصاً اہل کمال سے مخالفت کا مضمون کچھ اس انداز سے دہرایا گیا ہے۔ کہ واقعی انسان اور زندگی دونو سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے ؟

غنیؔ کاشمیری کو شکایت ہے۔ کہ آسمان بے تمیز ہے۔ جو اہلِ کمال کی قدر کو خاک میں ملا دیتا ہے ؎

گوہر قدر عزیزاں را سپہر بے تمیز
توتیا سازد و لے در چشم نابینا کند

دنیا قابلِ نفرت جگہ ہے۔ دلیل یہ کہ جو جاتا ہے۔ واپس نہیں آتا ؎

وضع زمانہ قابلِ دیدن دوبارہ نیست
رُو پس نکرد ہر کہ ازیں خاکداں گذشت (کلیمؔ)

دنیا، بحرِ حوادث میں ایک شکستہ کشتی سے مشابہ ہے۔ اس میں کسی کو آرام قرار نہیں مل سکتا ؎

دنیا شکستہ کشتیٔ بحرِ حوادث است

در کشتیٔ شکستہ کسے آرمیدہ نیست (اقبال)

دنیا، وہ عروس ہے۔ جو پہلے شوہر کو قتل کرتے ہوئے نت نئے شوہر کی تلاش میں رہتی ہے ؎

مرد عاقل بہ طلبگارئ دنیا نرود

کیں عروسے است کہ شو کشتہ و شوہر خواہد (سالک یزدی)

دنیا، ایک باغ ہے۔ جس میں میوۂ پختہ صرف خام کاروں اور ناکسوں کو دیا جاتا ہے ؎

میوۂ پختہ دریں باغ بخاماں بدہند

پختگاں را دہد ایام اگر خامے ہست (سالک یزدی)

حافظ جیسے اہلِ کمال بھی جفائے روزگار کے شاکی ہیں ؎

ابلہاں را ہمہ شربت زگلاب و قند است

قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگر می بینم (حافظ)

طالب آملی کے نزدیک خود ہنر ہی بے قدری کا سبب ہوتا ہے ؎

گفتند کہ بود دت بجہاں رہزنِ اقبال؟

نالیدم و گفتم کہ ہنر بود ہنر بود! (طالب)

اس بے مہری اور بے قدری کے خراب آباد میں بسنے والے بھی ایسے ہی بے مہر، جفاجو، بے وفا، بلکہ بے سبب آزار ہیں۔ صائب اس حقیقت سے اس درجہ متاثر ہے۔ کہ قیامت کے دن بھی اپنے ابنائے نوع کو نہیں دیکھنا چاہتا ؎

مرا ز روز قیامت غمے کہ ہست این است کہ روئے مردم عالم دوبارہ باید دید (صائب)

سالک یزدی یوسف کی طرح زندان چاہ میں اسیر رہنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن بنی نوع کے قافلہ کے ہمراہ نہیں جانا چاہتے ؎

سالک تو یوسفی و رفیقاں تمام گرگ
در چہ بمان و ہمرہ ایں کارواں مباش

غنی کاشمیری نے عمر بھر ترک تعلق کا مسلک اختیار کئے رکھا۔ لیکن اس عزلت کے باوجود اُن کے دل میں ابنائے زمان کے نفاق کا بہت گہرا اثر موجود ہے ؎

غبار خاطرم از اہل عالم جمع شد چنداں
کہ می خواہم بہ پیش روئے خود دیوار بردارم (غنی)

صاف دلی اور خلوص اس درجہ بے کار ہیں۔ کہ طاہر وحید اسے کامیابی کے منافی خیال کرتے ہیں ؎

صاف دل گشتن جہانرا دشمن خود کردن است
سنگ چوں آئینہ شد بیند بہ ہر سنگے شکست
قصۂ یوسف و بے مہری اخوان سنداست
کہ برادر بہ جہاں یار برادر گردد (سالک یزدی)

زندگی سے دلچسپی کی کمی کا یہ احساس نہ صرف قدیم شعراء کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ ہمارے اپنے زمانے میں بھی اس کا اثر نمایاں ہے۔ ایران کے جدید شعراء میں اس کے اثرات پائے جاتے ہیں[1] ؎

---

[1] اس موضوع پر بہار، ادیب پشاوری اور بعض اور جدید شعراء کا مناظرہ "سخنوران عصر حاضر" اور شعرائی دوران پہلوی میں ملاحظہ ہو۔

حافظ و خیام کا فلسفۂ غم

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ حافظ اور خیام نے فارسی شاعری میں امید اور رجا کا پیغام دیا ہے لیکن یہ خیال غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں شعراء کے پیغام کا خلاصہ صرف اس قدر ہے۔ کہ چونکہ دنیا بے ثبات ہے اور غم والم اس کا آئین مسلّم ہے۔ اس لئے اس کا ماتم کرنے کی بجائے مے و مطرب سے دل لگا لینا چاہیئے۔ زندگی ایک معمّہ ہے جس کی تعبیر نہایت مشکل ہے علم باوجود اپنی تمام اسرار کشائیوں اور زھد باوجود اپنی تمام پاکبازیوں کے راز حیات تک نہیں پہنچا سکتا۔ پس اس دنیائے فانی میں انسان کے لئے کوئی نسخہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ کہ جہاں تک بھی ممکن ہو عمر عزیز کو بے غمی اور آزادگی میں گذار دیا جائے۔

حافظ کے نزدیک دنیا کی مصروفیتیں دلچسپی کے قابل نہیں ؎

دمے باغم بسر بُردن جہاں یکسر نمے ارزد
بمے بفروش دلق خود کزیں بہتر نمی ارزد

دنیا چونکہ ناپائدار ہے۔ اس لئے اس کی بے ثباتی کا غم مئے و مینا میں ڈبو دیا جائے ؎

خیز و در کاسۂ زر آب طربناک انداز
پیشتر زانکہ شود کاسۂ سر خاک انداز
عاقبت منزل ما وادیِ خاموشان است
حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز

حافظ اس ہنگامۂ ہست و بود کو ایک خندۂ استغفار کا مستحق خیال کرتے ہیں اور علاوہ فطری غم والم کے، بے سروسامانی اور تنگدستی کی

مصیبتوں میں بھی خوش رہنے اور مے پینے کی تلقین کرتے ہیں ؎

ہنگامِ تنگدستی در عیش کوش و مستی
کیں کیمیائے ہستی قاروں کند گدا را

یہی خیال خیّام کا ہے۔ جو زندگی کو محض نمود اور موہوم خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس صورتِ حال سے دوچار ہونے کا علاج ان کے نزدیک یہی ہے۔ کہ غموں کو پاس نہ آنے دیا جائے اور مے و معشوق کی دلفریبیوں میں تلخی روزگار کو فنا کر دیا جائے ؛

یاس کے اسباب فارسی شاعری میں غم اور یاس کی اس موجودگی سے قدرتی طور پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایسا کیوں ہے جبکہ وجود کی ناگزیر حقیقت جسے عرفِ عام میں "زندگی" کا سہانا نام دیا جاتا ہے۔ مشرق و مغرب میں یکساں طور پر کارفرما ہے۔ ہر جگہ وہی تخلیق ہے، وہی صبحِ ظہور، وہی شامِ زندگی! جس طرح یورپ کا آفتاب طلوع ہو کر اپنی نورانی کرنوں سے فضائے عالم کو نورانی کرتا ہے۔ بعینہٖ وہی کیفیت مشرق میں ہوتی ہے۔ دریاؤں کا رُخ ہر جگہ پستی کی جانب ہے پہاڑوں میں ہر جگہ اونچائی اور وادیوں میں ہر جگہ سبزہ زار نظر آتے ہیں۔ پھر اس عام وحدت کی موجودگی میں کیا بات ہے۔ کہ مشرقی زندگی کی موسیقی میں جو غم پایا جاتا ہے۔ وہ مغرب میں نہیں پایا جاتا۔ اور جو درد کی لذّت اور الم سے محبت اس دنیا میں محسوس کی جاتی ہے۔ شاید اس عالم کے لوگ اس سے آشنا نہیں ؛

ایرانی طبیعت اور تصوّف حقیقت یہ ہے۔ کہ اہلِ مشرق (اور خصوصاً اہلِ ایران) میں دُنیا کی

بے ثباتی کا یہ گہرا احساس کچھ ان کی فطرت کا ایک حصّہ ہے۔ تصوّف جس کی ہزاروں خوبیوں کا قایل ہونا پڑتا ہے۔ جہاں تریاق ہے وہاں زہر بھی ہے۔ انسانی سیرت اور کیریکٹر کی تعمیر میں ایرانی یا اسلامی تصوّف نے نمایاں حصّہ لیا ہے۔ اور بلا خوفِ تردید کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس سے بہت سے فوائد بھی حاصل ہوئے۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کے بعض مسائل ایرانی فطرت کے ساتھ کچھ اس درجہ سازگار ہیں۔ کہ اس سے ایرانیوں کے کیرکٹر میں بہت سی کمزوریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ عربوں کے مقابلہ میں ایرانی منفعل طبیعت کے لوگ ہوتے ہیں۔ انہیں عمل کی بجائے غور و فکر کی عادت زیادہ ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہؤا۔ کہ تصوّف نے انہیں فنا، ترکِ خودی اور عزلت کی طرف مائل کر دیا۔ اور اس روش سے شکست، خوف، نااُمیدی اور مایُوسی کے علاوہ اور کس شے کی توقع رکھی جاسکتی ہے؟

غلط نظریہ سیاست

لیکن اس سے بھی زیادہ ایشیا کا جامد نظریہ سیاست[1] عوام اور جمہور کی طبیعت کو ڈھالنے کا باعث ہؤا۔ اسلام نے بے شک ایک جمہوری سلطنت کا تصوّر پیش کیا۔ جس میں قوم اور ملک کا ہر ہر فرد دلچسپی محسوس کرتا تھا۔ عرب کے دُور دراز قبایل کا ایک ادنےٰ صحرا نشین اس حکومت کو اپنی حکومت سمجھتا تھا۔ اور اس کے نظم و نسق سے اپنے آپ کو اسی طرح وابستہ پاتا تھا۔ جس طرح خلیفۂ وقت۔ لیکن رفتہ رفتہ اسلامی خلافت میں مطلق العنان بادشاہتوں کا سارنگ آگیا اور عوام اور جمہور کو اس کی تشکیل میں کوئی خاص دخل نہ رہا۔

سیاسی تمنّاؤں کی بربادی

جماعتوں میں فطری طور پر سیاسی آرزوئیں

---

[1] Attitude

پیدا ہوتی اور فروغ پاتی رہتی ہیں - یہ آرزوئیں کہیں پوری ہوتی ہیں - لیکن کہیں کچل دی جاتی ہیں - مشرق میں صدہا سال سے جو انداز سلطنت کا رہا ہے اس نے ان آرزوؤں کو عوام کے سینے میں ابھرنے نہیں دیا - نتیجہ یہ کہ ایشیائی فطرت تقیہ اور ضبط بے جا کی عادی ہوگئی ہے - جس میں جرأت اور آزادی کھلم کھلا مقابلہ اور بالجہر احتجاج کی بجائے ریاکاری، تقیہ اور خوشامد کے امراض پیدا ہوتے رہتے ہیں ؎

سیاسی تمناؤں کی اس بربادی کے ساتھ ساتھ جلد جلد انقلابات رونما ہوتے رہے - انہوں نے ایشیائی ذہنیت پر بے ثباتی عالم اور بےمہری روزگار کے نقوش کو سختی سے منقوش کر دیا ؎

ذرا غور کیجیئے - آج صفاریوں کی حکومت ہے تو کل سامانیوں کی - آج غزنویوں کا دور ہے تو کل غوریوں کا - کل جو صاحب تاج و تخت تھے - آج وہ گدائے شہر ہیں - کل جن کی ایک ایک بات پر درست اور بجا کے غلغلے بلند ہوتے تھے - آج لگدکوب حوادث سے خون کے آنسو رو رہے ہیں امیر خسرو کو دیکھئے - کم و بیش تین چار خاندانوں کے مدّاح اور قصیدہ گو رہے اور فارسی شاعری کے تذکروں میں صدہا شعرا ایسے ملیں گے - جنہوں نے اپنی عمر میں بے شمار انقلابات دیکھے اور ابھی ایک کی مدح نہ کرنے پائے تھے - کہ نظام درہم برہم ہوگیا - خیّام نے اسی سے متأثر ہوکر لکھا ؎

این کہنہ رباط را کہ عالم نام است
آرام گہ ابلق صبح و شام است
بزمے است کہ واماندۂ صد جمشید است
قصرے است کہ تکیہ گاہ صد بہرام است

خیامؔ کو دنیا کے ذرّے ذرّے میں انسانی خون۔ پوست اور ہڈیاں نظر آتی ہیں اور اس کے چپّے چپّے میں سینکڑوں عظمتیں مدفون معلوم ہوتی ہیں ؎

خاکے کہ بزیر پائے ہر حیوانے است
زلف صنمے و عارض جانانے است
ہر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانے است
انگشت وزیرے و سر سلطانے است

پے درپے سیاسی انقلاب

بہرحال ان پے درپے سیاسی تبدیلیوں نے قوم میں قناعت اور ترکِ دنیا کے خیالات کو تقویت دی۔ اس کے علاوہ بادشاہی کو دردِ سر اور تکلیف لاحاصل خیال کرتے ہوئے تجرید اور ترک تعلقات کی طرف شدید میلان پیدا ہوگیا۔ مال اور سرمایہ سے عام مخالفت پیدا ہوئی اور اس کا حصول وبالِ جان خیال کیا جانے لگا۔ شعراء نے اس مضمون کو کئی طریقوں سے باندھا۔ مثلاً

منعم از آسیب دوراں بیشتر دارد خطر
کشتیٔ پُر بار از طوفانِ دریا بشکند

مال کی کثرت باعث ازدیاد ملال ہوتی ہے

بود ملال بمقدار مال ہر کس را
بقدر روغن خود ہر چراغ می سوزد (صائب)

جہاں تک ممکن ہو بادشاہی اور اس کے ہنگاموں سے علیحدہ ہوکر اس میں سوائے دردِ سر کچھ حاصل نہیں ؎

بادشاہاں را میسّر نیست بر بالائے تخت — آن بزرگیہا کہ در گہوارہ کودک میکند (صائبؔ)

ابن یمین کے تمام اخلاقی قصیدے سعدی کے پند و نصائح، کمال اسمٰعیل کی ساری موعظت اسی ایک مرکزی خیال کے گرد جمع ہوتی ہے کہ سلطنتوں کے کاروبار سے الگ رہنے میں ہی آرام ہے۔ غالباً اس بات پر زور دینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کہ سلطنت اور بادشاہی کے خلاف یہ جذبہ محض اس وجہ سے پیدا ہؤا۔ کہ احساس اور درد رکھنے والی طبایع کے نزدیک سیاسیات، اخلاص اور دیانتداری کا مشغلہ نہ تھا۔ ملکداری کا سارا نظریہ غلط اصول پر چل رہا تھا۔ شخصی سلطنتیں جمہوری احساس کی پرورش کی سخت مخالف تھیں اور غافل ایشیا ابھی تک جمہور کی طاقت سے آشنا نہ ہوا تھا۔ بچارے شاعر سمجھتے تھے کہ جو کچھ ہو رہا ہے غلط ہو رہا ہے۔ لیکن کچھ تو ان کی فطرت صاف احتجاج سے نامانوس تھی اور کچھ یہ کہ انہیں ان امراض اور ان خرابیوں کا علاج نظر نہ آتا تھا +

اجتماعی احساس کی کمی

سلطنت بغداد پارہ پارہ ہوگئی۔ لیکن سعدی کے قصیدہ کے بغیر کھلے احتجاج کی کوئی شکل نہ نکل سکی۔ قوم منگولوں کے سیلاب فتوحات میں بہہ گئی۔ لیکن کبھی اس عظیم الشان حادثہ کے اسباب پر غور نہ کیا گیا۔ جلال الدین محمد خوارزم شاہ نے منگولوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا مقابلہ کیا۔ لیکن اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑتا +

بچارا انسان جن تکالیف میں مبتلا تھا۔ اس کے خلاف کبھی کوئی آواز نہ اٹھی اور کیونکر اٹھتی اس لئے کہ درباری شاعر اس زمانے میں بادشاہوں کے پراپاگنڈا کا فرض انجام دیتے تھے۔ سعدی نے انکیانو وغیرہ کو نصیحت کے ضمن میں مظلوموں اور بیکسوں کی دلجوئی کرنے کی تلقین کی لیکن مظلوموں کی آہوں نے کبھی کوئی اجتماعی صورت اختیار نہ کی۔ حالانکہ سب **اچھی طرح**

جانتے تھے۔ کہ بادشاہ رعایا کا خادم ہوتا ہے۔ اور اس کے سامانِ تعیش کے پیدا کرنے میں مزدور اور کسانوں کے خون کے چھینٹے رونق پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ انوریؔ کی زبان سے ایک مزدور نے عرصہ ہوا اعلان بھی کیا تھا ؎

درّ و مروارید طوقش اشکِ اطفالِ منست
لعل و یاقوت ستامش خونِ ایتامِ منست

اگرچہ مسلمان بادشاہوں کے عدل و انصاف نے رعایا کے آرام و آسایش کے لئے پوری پوری کوششیں کیں۔ اور علم و فضل کی ترویج میں جو جو کام کئے ان سے کتابوں کے اوراق لبریز ہیں۔ لیکن غلط نظریہ سیاست کی وجہ سے نت نئے انقلابات کا سدّباب نہ ہو سکتا تھا۔ مذہب اور تصوّف نے ان شخصی حکومتوں کی خرابیوں کو دُور کرنے میں بہت بڑا کام کیا اور یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان مطلق العنانیوں کے باوجود تصوّف نے ایشیائی سیرت کو پاک رکھنے میں عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوگا۔

اب ضروری مسایل میں سے صرف ایک ہی بات ایسی رہ گئی ہے۔ جس میں ہمیں فارسی شاعری کا نقطۂ نگاہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ فلسفی ہمیشہ سوال کرتا ہے۔ انسان کیوں پیدا کیا گیا؟ تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ انسان کا آخری نصب العین اور مستقبل کیا ہے؟

ان سوالات کے جوابات کے بارے میں فارسی شاعری بیشتر تصوّف کی رہینِ منّت ہے۔ صوفیانہ تعبیر یہ ہے کہ انسان ذاتِ باری سے متحد تھا۔ شوقِ ظہور کائنات کے وجود کا باعث ہوا۔ چنانچہ دنیا معرضِ ظہور میں آئی۔

اور حضرت انسان کو اس کی حکمرانی عطا ہوئی۔ لیکن ربانی فضا میں جو سرور اور محویت تھی۔ وہ اس جدائی میں کہاں؟ انسان کو پھر جذب اور وصال کی خواہش ہوئی۔ لیکن اب ملاپ بڑی کوششوں سے ممکن ہوگا کیونکہ بقول نظیری ؎

برحمت اتّصال افتد چو پیوندے برید از ہم
بفرصت قطرہ دریا می شود چوں قطرہ شد دریا

اس جدائی[1] میں حضرت انسان سوز و گداز اور درد و کرب میں مبتلا ہیں۔ ہر لحظہ انتظار، عدم اطمینان اور بے قراری، دنیا کی کسی چیز سے تسلی نہیں ہوتی اس لئے کہ ایک گم گشتہ شے کی ہوس ہے۔ جو رومی کے بقول گلی گلی کوچے کوچے پھراتی ہے۔ لیکن اس کا ملنا بہت دشوار ہے ؎

سینہ دارم شرحہ شرحہ از فراق
تا چہ گویم شرح درد اشتیاق

اب اس "فردوس گم گشتہ" تک پہنچنے کے لئے عشق کا نسخہ تجویز کیا گیا ہے۔ جو زندگی کا ایک مسلک ہے۔ اس میں مس وجود کو بالکل گداختہ کرنے کی تلقین کی جاتی ہے ؎

غش وجود با کسیر عشق زایل کن
کہ زر شود مست از کیمیای احمر ما

جب تک وجود ہے۔ محبوبِ حقیقی کا وصال ناممکن ہے۔ اس کو مٹانے اور

---

[1] جامی فرماتے ہیں ؎

حبذا روزے کہ پیش از روز و شب	فارغ از اندوہ و آزاد از طلب
متحد بودیم باشاہِ وجود	حکم غیریت بکلی محو بود
ناگہاں در جنبش آمد بحرِ جود	جملہ را از خود زخود پیدا نمود　الخ

فنا کرنے کے لئے قوانین ہیں۔ جن میں عشق، ترکِ تعلق، فنا، ریاضت اور خدمت ضروری قواعد ہیں۔

عشق کے تمام مراحل ومقامات میں تصوّف کے وجد وحال اور دوسری روحانی کیفیتیں پیشِ نظر ہیں۔ اس بارے میں فارسی شاعری گویا فقر کی منظوم تفسیر ہے۔ اس کا اثر حقیقی سالکین وعارفین پر تو قدرتی طور پر ظاہر اور واضح ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس نے عوام الناس کے تصوّر پر بھی بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔

فارسی شاعری میں عوام الناس کی تربیت کے لئے جو اصول موجود ہیں۔ ان میں بیشتر مذہب سے متعلق ہیں لیکن بے شمار قواعد وشرائط ایسے ہیں۔ جن میں خالص صوفیانہ اثرات کارفرما ہیں۔ علم الاخلاق میں اعمال کا مقصد ایک اہم باب ہے۔ اس معاملہ میں دو گروہ بہت نمایاں ہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک اعلےٰ اخلاق مسرت اور خوشی پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن بعض کے نزدیک اس سے مقصود محض نیکی ہے۔ اور خدا کی رضا جوئی۔

فارسی شاعری کے نزدیک بھی اخلاق کا مقصد خدا کی رضا جوئی ہے۔ اور نیکی خود اپنی جزا ہے۔ سعدی نے تربیت اور تعمیرِ اخلاق کا جو فلسفہ پیش کیا ہے۔ وہ بہت حد تک کانٹ[1] کے اصول تربیت سے مشابہ ہے۔ تواضع انکسار، قناعت، سرمایہ سے اجتناب، مجلسِ امیر و وزیر سے علیحدگی، ہمدردی درویشی اور فقر کی نصیحت، نیک نیتی، خلوص اور صداقت اور اس طرح کے مکارمِ اخلاق کی تعلیم فارسی شاعری کی خصوصیات میں سے ہے۔

---

[1] Kant

عام طور پر یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ فارسی شاعری توکّل اور قناعت کی تعلیم دیتی ہے۔ جس میں قوم میں بے کاری اور بے عملی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ خیال غلط فہمی پر مبنی ہے۔ فارسی شاعری کے عروج کا زمانہ قوم کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس میں لوگوں کا عام رجحان درباداری اور ملازمت شاہی کی جانب تھا۔ جس میں کامیابی ہونے کے لئے ہر قسم کے قبایح ومفاسد میں پڑنے کا احتمال تھا۔ اس لئے حکماے اخلاق نے عوام الناس کو ان سیاسی قباحتوں سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ سچ یہ ہے۔ کہ قوم کو اس زمانے میں قناعت کی طرف بُلانا پاکیزگیِ اخلاق کی طرف بلانے کے مرادف تھا۔ اسی طرح توکّل بھی وہ چیز نہیں۔ جو سمجھی جاتی ہے۔ یہ دراصل خداوند تعالیٰ پر اعتماد اور پھر اپنی خداداد قوّت پر اعتماد کا دوسرا نام تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اربابِ کمال نے ہمیشہ لوگوں کو توکّل اور قناعت کی تلقین کی ہے

پائے اربابِ توکّل بر نمے گردد ز بحر
خضر این وادی کجا محتاجِ کشتی یا پُل است (سالک)

اسی کے ساتھ ساتھ گمنامی اور عزلت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور اس پُرآشوب دورِ سیاست میں اس سے بہتر کیا سبق ہوسکتا ہے

نیست از سیلِ گران سنگ حوادث خطرم
خانہ در کوچۂ گمنامیِ عنقا دارم (صائب)

شاہی طلبوں کو بتلایا کہ شاہی اور درویشی میں بہت معمولی فرق ہے

یک پردہ بیش نبود در فقر و سلطنت فرق
طبلِ شہی است کشکول ار پوست کندہ گویم (سرخوش)

ایشیائی ضابطۂ اخلاق کے بعض پہلو ایسے ہیں۔ جن کا صحیح مفہوم جدید

لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ مثلاً قدیم تواضع اور انکسار جو انتہائی اخلاق اور شرافت کے لوازم سمجھے جاتے تھے۔ جدید لوگ غالباً اس کو ذلت اور خواری سے تعبیر کرتے ہوں لیکن درحقیقت یہی وہ اعلےٰ کیرکٹر تھا۔ جس پر قدیم زمانہ کو ناز ہو سکتا ہے۔ پرانے لوگ افتادگی اور خاکساری کو کمال کی اولین سیڑھی خیال کیا کرتے تھے۔ چنانچہ صائب فرماتے ہیں ؎

شبنم بآفتاب رسید از فتادگی
بنگر کہ از کجا بہ کجا می تواں رسید

کلیم کو کنج خاکساری میں گنج کمال ملتا ہے ؎

کدام گنج کہ در کنج خاکساری نیست
رواز زمین بہ طلب آنچہ آسمان ندہد

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ فارسی شاعری آزادی، طلب، جدوجہد اور عزت نفس کی تعلیم نہیں دیتی۔ لیکن یہ خیال درست نہیں۔ فی الحقیقت عزلت اور خاکساری کی تعلیم کے ضمن میں ہی آزادی اور خودداری کی تلقین ہے۔ فارسی کا کوئی بڑا شاعر ایسا نہ ہوگا۔ جس نے یہ قیمتی اسباق قوم کو نہ دیئے ہوں گے۔ طلب۔ مشقت۔ اور جانفشانی کا جو تصوّر فقر کی اصطلاحوں میں پیش کیا گیا ہے۔ خود وہ بھی سیرت اور کیریکٹر کو ایک رجحان بخشنے میں کافی تاثیر رکھتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ عام دنیاوی طرز تخاطب میں بھی طلب وغیرہ کی پُرزور تلقین کی گئی ہے۔ قدیم زندگی میں جو کشمکش اور آویزش حصول مقصود کے لئے ضروری ہوا کرتی تھی۔ اور جس طرح وہ لوگ اپنے مدّعا میں سعی وعمل کو کام میں لایا کرتے تھے وہ بذات خود اس بات کا ایک ثبوت ہے۔ کہ قدیم تصور زندگی میں پیہم کوشش کو کیا درجہ حاصل تھا۔

به ہجر و وصل و ملال و نشاط گریہ کنم
دراں دلے کہ طلب ہست آرمیدن نیست (نظیری)

نظیری کے نزدیک ناکامی کوشش کی کمی کا نام ہے ؎

مگو کہ رفتم و قسمت نبود در یا بم
کہ نارسیدن سالک نشان بے طلبی ست

عرفی کے نزدیک راستے کی درازی مانع طلب نہیں ہونی چاہیئے ؎

ہمیان سعی مگسل اگر کار مشکل است
راہ رو ملول گر نشود راہ دراز نیست

کلیم کے خیال میں زندگی کے لئے ہنگامۂ عمل اور پیچ و تاب ضروری ہے ؎

نخوردہ پیچش و تاب بکام دل نرسی
گہر برشتۂ بے تاب جا نمی گیرد

مقصود کا ہما بیضۂ فولاد سے حاصل ہوتا ہے ؎

دامن دولت بآسانی نمی آید بدست
این ہما از بیضۂ فولاد می آید برون (صائب)

بچے کو اگرچہ شیر مادر مل ہی جاتا ہے۔ لیکن بہر حال پستانِ مادر کو چوسنے کی ضرورت تو ہے ہی!

چوں شیر مادر است مہیا اگرچہ رزق
این جہد و کوششِ تو بجائے مکیدن است (صائب)

ترقی کے لئے حرکت، سفر، اور تکالیف اٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

پاکیزہ تر از آب نباشد چیزے
لیکن چو کند مقام گندیدہ شود (۹)

آپ اپنی مدد کا اصول کامیابی کی کلید ہے ؎

زود می آید بسر دوران آں کوتاہ بیں
کز فروغ عاریت چوں ماہ می بالد بخویش (صائب)

جو آدمی اوروں پر تکیہ کرتا ہے ناکام رہتا ہے ؎

دست بگرفتۂ مخلوق بجائے نرسد
اُفتد آنکس کہ بامداد کسے برخیزد (آصف خان جعفر)

طلب میں ایک لذت ہے۔ اور طالب، مقصود پاکر بھی بےکار نہیں بیٹھتا ؎

ہلاک ہمت آں تشنہ ام بوادیٔ عشق
کہ گر بہ چشمہ رسد حمل بر سراب کند (سالک)

اہل ہمت اپنی ہی قوت بازو سے جیتے ہیں ؎

اہل ہمت را نباشد تکیہ بر بازوئے کس
خیمۂ افلاک بے چوب و طناب استادہ است (علی سرہندی)

کاہلی اہل طلب کے مذہب میں کفر ہے ؎

کاہلی کفر بود در روش اہل طلب
من چرا کار خود امروز بفردا فگنم (سالک)

طالب کو شوقِ طلب سے قطرہ کی طرح بے خوف سمندر میں کود پڑنا چاہیئے ؎

کمتر مشو از قطرہ کہ در جستن دریا
داماں خود از شوق دویدن بہ میاں زد (قلی سلیم)

طلب دوام کی اس تائید و ہدایت کے ساتھ انتہائی خودداری اور آزادی کی طرف بھی رہنمائی کی ہے ؎

آبے ست آبرو کہ نیاید بجوے باز
از تشنگی بمیر و مریز آبروے خویش (صائب)

خسیسوں کے دروازوں پر مت جاؤ۔ کیونکہ ان کا حلقۂ در مثل سانپ کے ہے ؎

بر حلقۂ درہای خسیساں نزنی دست
زنہار بپرہیز کہ آں حلقۂ ماریست (سالک)

یہی بے نیازی مور کو سلیماں بنا سکتی ہے ؎

بے نیازی ست کہ تسخیر کند عالم را
مور اگر بگذرد از دانہ سلیماں گردد (سالک)

تنگ ظرفوں سے سوال کرنا اپنی آبرو کو کھونا ہے ؎

بادہ گرمی نوشی از دست تنگ ظرفاں منوش
رو دہاں بر خم گذار و منت ساغر مکش (سالک)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فارسی شاعری روزی کمانے اور کسب معاش سے روکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فارسی شاعری میں استغنا کو بہت بڑی منزلت دی گئی ہے۔ اور اس کسب مال سے جو آبرو اور خودداری کو فروخت کرنے سے ہوتا ہو۔ بہت ڈرایا گیا ہے۔ جیسا کہ سطور بالا میں بیان ہو چکا ہے۔ طلب معاش کے لئے دربار شاہی اور محل امرا کا طواف کرنا پڑتا ہے۔ جس میں ایک خوددار آدمی کو اپنی عزت نفس کی بہت سی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے اہل دل اور ارباب کمال ایسے معاش سے پرہیز کرنے کی

تلقین کیا کرتے تھے۔ ورنہ افلاس، اور بے زری ہمیشہ ایک لعنت سمجھی جاتی رہی ہے اور مال اور دولت جس کے ذریعے آدمی کو بہت سی نیکی کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ خُدا کی ایک خاص بخشش خیال کی جاتی رہی ہے۔
صائب کی نگاہوں میں راستی اور صداقت تنگدستی کی وجہ سے بے اعتبار ہو جاتی ہے ؎

راستی از تنگدستی می شود بے اعتبار
راستی بر جا نماند تیر چوں بے پر شود (صائب)

بیدل کے خیال میں ناداری سے بر سر دار ہونا بہتر ہے ؎

کسے مبادا اسیر شکنجۂ افلاس
کہ آدمی بسرِ دار بہ ز ناداری

جب تک روپیہ موجود ہوتا ہے سب لوگ مدح خوان ہوتے ہیں ؎

ہزاراں ہمچو بلبل مدح خوانند
چو گل تا در کفت مشت زرے ہست (آثر)

اس کے علاوہ فروتنی، عاجزی، عام ہمدردی، خلوص وغیرہ فارسی شاعری کے عام مضامین ہیں۔ جن کا مطالعہ کرنے کے لئے شعر العجم اور دوسری کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اس عام تبصرہ کے بعد یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ فارسی شاعری سے مستقبل کے لئے پیغام حاصل کرنے کے لئے نئی تعبیر و تفسیر کی ضرورت ہے۔ بلا خوف اعتراض یہ دعوے کیا جا سکتا ہے۔ کہ قلبِ انسانی میں تسلی اور طمانیت کی شمع کو روشن کرنے کے لئے اِس سے بہتر روشنی کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکتی۔ وہ شاعری جس کا نصب العین

روحانی ہو۔ اور جو دنیا میں ایک مخلص اور صادق انسانوں کی سوسائٹی بنانا جانتی ہو۔ اور جس کے سامنے موت محض اس سے بہتر زندگی کے لئے ایک خوشنما دروازہ ہو۔ اس کا مطالعہ بالیقین موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے مژدۂ امید بن سکتا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ قدیم طرز سیاست نے مشرق میں اس شاعری سے خاطر خواہ نتائج پیدا نہیں ہونے دیئے اور اگرچہ لوگوں کی نظروں میں یہ گریز[1] کی شاعری ہے۔ جس کے لکھنے والوں نے مسایل و مشکلات انسانی کے بہادرانہ حل سے اعراض کیا ہے۔ لیکن اس کے اندر گزشتہ ہزارہا سال کے تجربۂ انسانی کا جو فلسفیانہ نچوڑ ہے۔ وہ آج بھی ایک زبردست کلچرل تریاق بن سکتا ہے۔ اور اس سے اب بھی انسانی سیرت کی تعمیر اور تکمیل کا کام لیا جاسکتا ہے۔ فارسی شاعری اپنی موجودہ بے قدری کے پیش نظر پکار پکار کر کہہ رہی ہے ؎

نہ آں جنسم کہ از قحطِ خریدار از بہا افتم
ہماں خورشید تابانم اگر در زیرِ پا افتم

(صائب)

سید محمد عبداللہ

---

[1] Escape.

"روحانی"

سلطان شمس الدین التتمش[1] کے شعرا میں ہم روحانی تخلص کے دو شاعروں سے متعارف ہوتے ہیں۔ جنہیں تذکرہ نگاروں نے ایک ہی شخص قیاس کیا ہے۔ اور ان کے متعلق واقعات کو اس قدر خلط ملط کر دیا ہے۔ کہ ہمیں مجبوراً ان کی جداگانہ شخصیتوں پر قلم اٹھانا پڑا۔ روحانی دراصل دو ہیں۔

پہلا وہ جو ابو محمد بن محمد رشیدی سمرقندی کا شاگرد ہے اور سلطان یمین الدین بہرامشاہ بن مسعود غزنوی (م ۵۴۷ھ) کے مداحین میں داخل ہے۔ روحانی کے اکثر قصائد اسی بادشاہ کی مدح میں ہیں اور بہرامشاہ کی وفات کے بعد ملک جلال الدین اتسز خوارزمشاہ (م ۵۵۱ھ) کے دربار میں کتابت کے عہدے پر مامور کیا جاتا ہے۔

ہفت اقلیم میں اس شاعر کو صرف "امیر روحانی" لکھا گیا ہے اور اس کا ایک طویل قصیدہ بھی بہرامشاہ غزنوی کی تعریف میں موجود ہے۔ جس کے چند اشعار ذیل میں درج ہیں:۔

زہی بفکرت روشن ذہاب چشمۂ جان [ز] آفرینش عالم دلت معما خوان
توئی توئی کہ اگر خوانت عطارد من برین سخن بنود خلق را مجال گمان
دوم ادیب پریشان سخن کہ ہمچو دست ہزار بار بسینہ ہمہ دبیرستان
سیوم رشیدک و طواط ژاژ خای کہ ہست چو کلخ گندہ دماغ و چو کلک بستہ دہان

. . . .

[1] بسلسلہ "سلطان شمس الدین التتمش کے عہد میں علمی و ادبی تحریکات"۔

بہین دولت بہرامشاہ بن مسعود کہ آفتاب ملوک است وسایۂ یزدان

بگوش چند[1] بن خاموش باش روحانی دریغ بیتو[1] مقولات غیر وسع گمان

اگر بگاہ سخن جادوی کنی دعوی ہمین قصیدہ بسنداست مرترا برہان

سزا بود کہ برین شعر آفرین گوید چراغ روضۂ مسعود سعد بن سلمان

یہ شاعر دوسرے روحانی سے بہت قبل گزرا ہے۔ یہاں ہم فی الحال اسی بیان پر اکتفا کر کے دوسرے شاعر کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں:۔

دوسرا شاعر وہ ہے جو چنگیز خانی حملوں سے بے وطن ہو کر ہندوستان کا رُخ کرتا ہے اور سلطان شمس الدین التتمش کے دربار میں پہنچتا ہے۔

جیسا کہ تذکرہ نگار کہتے ہیں یہ رشید وطواط (م ۵۷۸ھ) کا شاگرد معلوم ہوتا ہے اور اپنے ہم تخلص کے مقابلے میں "حکیم روحانی" کے نام سے مشہور ہے۔

ہمارے پاس اس روحانی کو روحانی اول سے ممیز کرنے کے لئے یہ بعض وجوہ ہو سکتے ہیں:۔

پہلے یہ کہ مسبوق الذکر روحانی تو چھٹی صدی ہجری کے آغاز کا شاعر ہے۔ کیونکہ بہرام شاہ غزنوی کا مداح ہے اور موخر الذکر اسی صدی کے اختتام کا۔

دوسرے یہ کہ اگر اس کو مسبوق الذکر کا شاگرد مانا جائے تو شاگرد کو استاد پر بلحاظ زمانہ تقدم لازم آجاتا ہے۔ نیز یہ کہ خود استاد کے متعلق اس کی زبان سے ایسے اشعار کا ادا ہونا نہایت نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رہے کہ تذکرہ نگار روحانی اوّل کو رشیدی سمرقندی کے

[1] Marginal/interlinear variants printed above the words: "دگوسے" above چند, "ازتو" above بیتو.

تلامذہ میں شمار کرتے ہیں ؛

تیسرے یہ کہ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رشید وطواط کے معاصرین میں سے ہے۔ وہ رشید کی ہجو کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس سے بلند پایہ شاعر سمجھتا ہے۔ لہذا رشید وطواط کا سابق الذکر شاعر کے بارے میں استاد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ؛

تاریخی کتب میں سب سے پہلے ہم طبقاتِ اکبری میں روحانی ثانی سے روشناس ہوتے ہیں ؛

صاحبِ تذکرۂ لباب الالباب[1] اس کو "الاجل الافضل تاج الحکما عطارد الثانی ابو بکر محمد بن علی الروحانی" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اور اس کی خداداد طبیعت اور موزونیٔ سخن کی تعریف کرنے کے بعد اس کا ایک قصیدہ نقل کرتا ہے جو بقول مصنّفِ تذکرہ :۔

"اززبان سلطان یمین الدولہ بہرامشاہ گفتہ است این شعر" اور جس کا مطلع ہے :۔

منّت خدای را کہ جہان در پناہ ماست
سجدہ گہ ملوک زمین بارگاہ ماست

یہ بہرامشاہ غالباً یمین الدین بہرامشاہ بن تاج الدین حرب[2] بادشاہِ سجستان ہے جو ۶۱۲ھ سے ۶۱۸ھ تک حکومت کرتا ہے۔ اس کی مدح میں حکیم روحانی نے بہت سے قصائد لکھے۔ لباب میں اس کے چند اشعار مندرج ہیں ؛

تذکرۂ ریاض الشعرا علی قلی خان والہ داغستانی کی فہرست مطالبات میں

---

[1] لباب الالباب جلد دوم صـ۲۸۲ تا ۲۸۶ ، [2] مندرجۂ لباب جلد اول ،

جو فہرست نگار نے مرقوم کی ہے صـ۵۴ پر ہمیں ۱۹۳۹ء کے ذیل میں دو روحانی نام ملتے ہیں ۔ ان میں ایک کا نام ابوبکر محمد علی غزنوی ہے اور دوسرے کا اصیل الدین ۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا نسخہ نامکمل ہے ۔ لیکن پروفیسر شیرانی مدظلہ کے نسخے میں اس شاعر کا ذکر بدیں الفاظ موجود ہے [۱]۔

"حکیم ابوبکر محمد علی الروحانی ولادت وی در غزنین شدہ و توطنش در بخارا و نشو و نماش در سمرقند بودہ از شاگردان استاد رشیدی و مداح بہرامشاہ ہست ۔ قصیدہ از زبان شاہ مذکور در مدح وی گفتہ کہ مطلعش است

منت خدا یرا کہ جہان در پناہ ماست
سجدہ گہ ملوک زمین بارگاہ ماست

و الحق این قصیدہ را بسیار خوب گفتہ است و این ابیات عالی نیز از وست

. . . .

"اصیل الدین روحانی نقی اوحدی در تذکرۂ خود چند بیتی ازو نوشتہ است و گفتہ کہ در نسخہ قدیمی بنظر رسید معلوم نیست کہ ہماں روحانی ست یا غیر او ۔ راقم حروف این دو بیت را از ان ابیات انتخاب نمودہ برمی نگارد ۔

این ( ) کنہ؟ محققان راہند　　بر مسند فقر بادشاہند
در رزم یلان بی تبر اند　　در بزم سران بی کلاہند

روحانی کے ہندوستان میں وارد ہونے کا مذکور ہمیں طبقات اکبری

---

[۱] ریاض الشعرا قلمی صـ۱۷۴ ،

تاریخ فرشتہ (جلد اوّل ص۶۶ نولکشور) منتخب التواریخ، تحفۃ الکرام اور روز روشن وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔

روحانی کا وطن بخارا ہے۔ وہ مغلوں کی یورش سے تنگ آکر اپنے پیارے وطن کو خیرباد کہتا ہے۔ اور ایک عرصہ سیستان میں گزارنے کے بعد جہاں وہ بہرامشاہ بادشاہ سجستان کی تعریف میں قصائد لکھتا ہے ہندوستان آتا ہے اور دہلی کا رُخ کرتا ہے۔ اور ۶۲۴ھ میں سلطان شمس الدین التتمش کے دربار میں پہنچتا ہے۔ لیکن علی شیر قانع اور مظفر حسین صبا رقمطراز ہیں۔ کہ وہ ۶۲۳ھ میں سلطان کی درگاہ میں پیش ہوا۔ میں اصل عبارت یہاں نقل کئے دیتا ہوں:-

"افصح الکلام امیر روحانی . . . . در تاریخ صبح صادق نوشتہ کہ در ثلث و عشرین و ستمائہ سلطان شمس الدین التتمش صاحب دہلی زنتھمبور [رامحاصرہ؟] کردہ بگرفت۔ پس بمندور رفت و استیلا یافت۔ حکیم روحانی از بخارا بخدمت او پیوست و قصیدہ گذرانید صلہ جزیل یافت۔"[1]

"روحانی . . . . . در سنہ ثلاثہ و عشرین ہنگامے کہ سلطان شمس الدین التتمش زنتھمبور را فتح کردہ شہر مانڈو [منڈور] رامخیم جاہ و جلال ساخت روحانی از بخارا بحضور سلطان رسید . . . . ."[2]

طبقات[3] ناصری سے پتہ چلتا ہے۔ کہ سلطان اس سال کوہ سوالک کے حدود میں قلعہ مندور کو سر کرنے کے لئے نکلتا ہے اور ۶۲۴ھ میں

---

[1] تحفۃ الکرام مطبوعہ جلد دوم ص۳۱۱، [2] روز روشن مطبوعہ ص۲۶۱، [3] طبقات ناصری ص۱۷۲،

واپس پایۂ تخت پہنچتا ہے۔ شعراء اس مہم کی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور قصائد تہنیت لکھتے ہیں۔ جن میں روحانی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتا ہے اور اس قصیدے کے طفیل انعام واکرام حاصل کرتا ہے۔ اس کے چند اشعار طبقات اکبری سے منقول ہیں۔ جنھیں دوسرے مصنفین نے بھی نقل کیا ہے۔ اشعار مذکور یہ ہیں :-[1]

خبر باہل سما برد جبرئیل امین	ز فتحنامۂ سلطان عہد شمس الدین
کہ اے ملائکۂ قدس آسمان برین	بدین بشارت بندید کلۂ آئین
کہ از بلاد ملاحد شہنشہ اسلام	کشاد بار دگر قلعۂ سپہر آئین
شہ مجاہد غازی کہ دست و تیغش را	روان حیدر کرار میکند تحسین

مؤرخ ملّا عبد القادر بدایونی قلم کی ردیف والا ایک قصیدہ بھی روحانی ثانی کی طرف منسوب کرتا ہے۔ جس کا مطلع ہے :-

قصّۂ خویش از زبانِ قلم	کردہ ام یاد در بیان قلم

مجمع النفائس[2] - مخزن الغرائب - آتشکدۂ آذر - مجمع الفصحاء[3] - تذکرۃ الشعراء میں بھی ہمیں ایک روحانی شاعر کا ذکر ملتا ہے۔ جس سے مراد ہمارے خیال میں سابق الذکر شاعر ہے۔ اگرچہ تذکرہ نگار اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس نام سے روحانی ثانی مشہور ہے۔

روحانی اسمش ابوبکر محمد از شاگردان رشید وطواط است مداح سلطان محمد خوارزم شاہ بودہ۔ این قطعہ از وست :-

مرد آزادہ بگیتی نکند میل دو کار	تا ہمہ عمر ز آفت بسلامت باشد
زن نخواہد اگرش دختر قیصر بدہند	وام نستاند اگر وعدہ قیامت باشد[4]

---

[1] طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۵۹-۶۰، [2] مجمع النفائس قلمی صفحہ ۲۲۷، [3] مجمع الفصحا جلد اول صفحہ ۲۴۰، [4] آتشکدۂ آذر صفحہ ۳۴۸

یہ رباعی ہفت اقلیم۔ مجمع الفصحا اور مجمع النفائس میں بھی پائی جاتی ہے۔

ذکر حکیم ابوبکر محمد علی الروحانی۔ تاج الحکماء ارشد القدماء ست
از سمرقند بودہ مثل خواجہ رشیدی از دامن تربیت او برخاسته
همیں بزرگے او بسند است۔ ملا عوفی ذکروی نمودہ۔ این
چند اشعار آبدار از نتائج طبع وقاد اوست:۔

سنبلت بر صفحۂ گل مشکباری میکند
عارضت دو کشور خوبی خدائی میکند [1]

" " " " " " "

یہ اشعار لباب الالباب میں موجود ہیں۔ اور والہ داغستانی نے بھی نقل کئے ہیں
مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ اول۔ شاعروں کے
ان دونو ممدوحین یعنی بہرامشاہ غزنوی اور بہرامشاہ بادشاہ سجستان کے دور
حکومت میں ایک صدی کا نمایاں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

دوم۔ یہ کہ اگر ایک روحانی غزنہ میں ہے تو دوسرا دہلی میں۔

سوم۔ یہ کہ ایک کا تذکرہ سنہ ۵۴۷-۵۵۱ھ میں ملتا ہے اور دوسرے کا
سنہ ۶۲۴ھ میں۔

پس ظاہر ہے کہ روحانی تخلص کی دو جدا جدا شخصیتیں ہیں۔ جو اشتراک
تخلص کی بنا پر غلطی کا موجب ہوئیں۔

آغا عبدالستار خاں۔ ایم اے۔ ایم او ایل

---

[1] مخزن الغرائب قلمی ،

عربی طلبہ کی چند ایک اہم ضروریات[1]

عربی زبان کے طلبہ کے لئے سب سے پہلے ایک ایسی عربی گرامر کی ضرورت ہے۔ جس میں صرف و نحو کے قواعد منطقی طریق پر ایک سلجھے ہوئے پیرایہ میں بیان کئے گئے ہوں۔ یہ سچ ہے کہ مشرقی زبانوں میں عربی صرف و نحو پر بہت سی کتابیں موجود ہیں اور مغربی زبانوں میں بھی اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں جو بالعموم مشرقی تصانیف پر مبنی ہیں۔ مگر افسوس کہ اُن میں سے اکثر اپنے طرز بیان اور مضامین کی ترتیب کے لحاظ سے تسلی بخش اور زمانۂ حال کے طلبہ کے مناسب نہیں۔ کچھ عرصہ ہُوا مجھے درس کے لئے ایک کتاب کو استعمال کرنے کا اتفاق ہُوا۔ جس میں نحوی قواعد کو حسب ذیل ترتیب سے بیان کیا گیا تھا:۔

سب سے پہلے حروفِ عاملہ سے بحث تھی۔ اس کے بعد منصرف اور غیر منصرف سے اور اس کے بعد مرفوعات، منصوبات اور مجرورات کا بیان تھا مگر تجربہ سے جلد ظاہر ہو گیا کہ اس ترتیب کی پیروی کرنے میں اشکال ہے مثلاً غیر منصرف کی حیثیت قواعد اعراب کی رُو سے محض استثنائی ہے۔ یعنی جب غیر منصرف الفاظ بحالت جر استعمال میں آئیں تو اعراب کے عام قواعد جن کی رُو سے اُن پر کسرہ آنا چاہیئے، باطل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر مذکورہ بالا ترتیب مضامین کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو اعراب کے اساسی اصول کا بیان

---

[1] مختصر ترجمہ ایک انگریزی مقالہ کا جو ڈاکٹر عنایت اللہ نے پنجاب یونیورسٹی عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے اجلاس منعقدہ ۲۸ مارچ ۱۹۴۰ء میں پڑھا۔

غیر منصرف کے بعد آئے گا۔ اور ظاہر ہے کہ مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ سے پہلے بیان کرنا ایک بے معنی بات ہے۔ یہی قول حروف عاملہ پر بھی صادق آتا ہے۔ کیونکہ حروف عاملہ پر بھی صادق آتا ہے۔ کیونکہ حروف عاملہ بھی صرف و نحو کے اساسی اصول کو معطل کر کے اجزاء جملہ کے اعراب اصلی میں طرح طرح کی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں۔ بدیں وجوہ میں نے اپنے درس میں مذکورہ بالا ترتیب کو بالکل بدل دیا۔ سب سے پہلے میں نے مرفوعات، منصوبات اور مجرورات سے بحث کی اور دکھلایا کہ رفع، نصب اور جرّ تینوں حالتوں میں اسماء پر بالعموم کیا حرکات آتی ہیں۔ اور ان قواعد کو اعراب کے اساسی اصول قرار دیا۔ اس کے بعد منصرف اور غیر منصرف کو زیر بحث لایا گیا۔ اور دکھلایا کہ غیر منصرف الفاظ کی حیثیت محض استثنائی ہے۔ اس کے بعد حروف عاملہ کی مختلف اقسام سے بحث کی گئی اور دکھلایا گیا کہ یہ حروف بھی صرف و نحو کے اساسی اصول اعراب میں مختلف طرح کی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں۔

یہ محض ایک مثال ہے۔ اس امر کی کہ کس طرح تھوڑے سے غور و فکر سے منتشر اور بے ترتیب مواد کو باترتیب اور منظم بنایا جا سکتا ہے اور اسے منطقی طریق پر مرتّب کر کے طلبہ کے لئے زود فہم بنایا جا سکتا ہے۔ اس سے میرا یہ مقصود نہیں کہ موجودہ کتابیں تمام کی تمام یکسر بے کار ہیں۔ وہ کم و بیش اپنی جگہ مفید ہیں۔ مگر انہیں کلیتہً بے خطا نہیں کہا جا سکتا۔ اُن میں ابھی اصلاح کی بہت گنجایش ہے اور وضع اصول اور ترتیب مضامین کے لحاظ سے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ بعض فضلاء نے اس طرف توجہ مبذول کی ہے مثلاً مولانا شبلی نے اپنے بعض مضامین میں مروّجہ کتب درسی کے بعض بیان کردہ قواعد پر نکتہ چینی کی ہے۔ اور قواعد زبان کو بہتر صورت میں پیش

کرنے کے متعلق قابلِ قدر مشورے دیئے ہیں - اُن کے علاوہ ڈاکٹر لائٹنر (Dr. Leitner) نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے - جس میں انہوں نے عربی صرف ونحو کے چند موٹے موٹے اور سادہ قواعد کے استنباط کی کوشش کی ہے - مگر اُن کا رسالہ موضوع کی وسعت کے لحاظ سے ناکافی معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر آرنلڈ کے متعلق بھی کہا جاتا ہے - کہ وہ جدید طرز پر ایک عربی گرامر لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے - مگر افسوس کہ اجل نے انہیں مہلت نہ دی؛

دوسری اہم ضرورت عربی طلبہ کی ایک جامع عربی لغات ہے - جو تاریخی اصول پر مرتب ہو - عربی لغت کی جو کتابیں اس وقت موجود ہیں - وُہ اپنے اپنے دائرہ کے اندر کم وبیش مفید ہیں - مگر اُن میں بالعموم اُس کتابی (کلاسیکل) زبان سے اعتناء کیا گیا ہے جو عربی ادبیات کے دَورِ اول میں مستعمل تھی - زمانہ مابعد کے ارتقاء لسانی پر توجہ نہیں دی گئی - نیز غیر زبانوں سے جو الفاظ آکر دخیل ہوئے ہیں - اُن کے اصل ماخذ کے متعلق بھی اکثر اطلاعات صحت سے دُور ہیں - عربی انگریزی کتب لُغت میں لین صاحب (Lane) کی لغات سب سے جامع تسلیم کی جاتی ہے - مگر افسوس کہ وہ بھی تکمیل نہ ہوسکی اور اس کا اخیر حصّہ ناقص ہے - ہالینڈ کے مشہور مؤرّخ اور عربی دان پروفیسر دوزی (Dozy) نے مروّجہ کتب لغت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ایک تتمہّ لغات عربیہ دو ضخیم جلدوں میں مرتّب کیا تھا - جس میں انہوں نے دَورِ اوّل کے بعد کے ارتقاء لسانی اور غیر معروف الفاظ پر خاص توجہّ دی تھی - اور دخیل اور معرّب الفاظ کی خوب تحقیق کی ہے - یہ مجموعہ لغات فضلاء مغاربہ

An Introduction to a Philosophical Grammer of Arabic. By G. Leitner. Lahore 1871.

کی تصانیف کے سمجھنے میں خاص طور پر مفید ہے۔ مگر فرانسیسی زبان میں مرتب ہونے کی وجہ سے ہندوستانی طلبہ کے لئے اس کا فائدہ محدود ہے ؛

ہمیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کی طرز پر عربی زبان کی ایک جامع لغت تاریخی اصول کے مطابق مرتب کی جائے۔ اصول تاریخی سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک لفظ کے متعلق یہ تحقیق کی جائے کہ مختلف زمانوں میں اس کا محل استعمال کیا رہا ہے، اور وقتاً بعد وقتٍ اس کے معنی و مفہوم میں کیا کچھ تغیّر و تبدّل ہوتا رہا ہے۔ اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری ان ہی اصول پر تیار ہوئی ہے۔ جس میں ارتقاء لسانی کو ہزارہا امثلہ کے ذریعہ سے واضح کیا گیا ہے۔ عربی کتب لغت میں بھی شواہد کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ مگر اُن میں ترتیب زمانی کا لحاظ نہیں رکھا گیا ؛

قاہرہ کے المجمع اللغوی الملکی نے جو جنوری ۱۹۳۴ء میں معرض قیام میں آیا تھا، عربی زبان کی ایک جامع لغات تیار کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے اور پروفیسر گب (جو اس مجمع کے ایک ممتاز ممبر ہیں) کے ایک مراسلہ سے معلوم ہُوا۔ کہ اس کام کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔ مجمع کا خیال تھا کہ لائپزش (Leipzig) یونیورسٹی میں متعدّد علماء کی سعی سے عربی لغات کے متعلق جو مواد کثیر مقدار میں جمع ہو چکا ہے، اس سے بھی استفادہ کیا جائے۔ مگر اب جبکہ جنگ چھڑ چکی ہے۔ جرمن علماء کا تعاون اور اشتراک عمل ایک غیر متعیّن مدّت کے لئے معرضِ التوا میں پڑ گیا ہے ؛

عربی طلبہ کی ایک دیگر اہم ضرورت عربی ادبیات کی تاریخ ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اُردو زبان میں اس قسم کی کوئی کتاب موجود نہیں۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ ہندوستان میں جہاں کئی صدیوں سے سینکڑوں مدارس میں

علوم دینیہ اور علوم عربیہ کا مطالعہ ہو رہا ہے۔ آج تک ادبیات عرب کی کوئی مسلسل تاریخ نہیں لکھی گئی۔ مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فضلاء کے اس مجمع کے سامنے میں ادبی تاریخ کی اہمیت اور ضرورت بیان کروں۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ ہندوستان میں اس موضوع پر کماحقہ توجہ نہیں دی گئی خصوصاً اُن طلبہ کی طرف سے جو قدیم طرز کے درس نظامی کی پیروی کرتے ہیں۔ ہمارے مدارس میں جو نصاب تعلیم بالعموم مروّج ہے۔ اس میں ادب کا حصہ بہت کم ہے اور جو ادبی کتابیں مشمول ہیں وہ ایک مصنوعی اور پُر تکلّف طرز انشا کا نمونہ ہیں۔ یہ سچ ہے کہ علم النحو پر بہت سا وقت صرف ہوتا ہے۔ مگر چونکہ یہ علم پُرانی وضع کی کتابوں کے ذریعہ سے پڑھایا جاتا ہے اس لئے خود ادب کے لئے بہت کم وقت بچتا ہے۔ چہ جائیکہ ادبی تاریخ کے مطالعہ کے لئے وقت نکل سکے۔

بات اصل میں یوں ہے۔ کہ عربی نصاب تعلیم کے قدیم واضعین کا مقصد اوّل فقیہ اور عالم دین تیار کرنا تھا۔ بعد میں متاخرین نے اس نصاب میں کتب فلسفہ کی بھرمار کر دی۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ خود ادب کی طرف توجہ بہت کم رہی۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں ادبیات کی تاریخ کے لئے کیسے گنجائش نکل سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے مدارس کے سند یافتہ اصحاب کا دائرۂ علم ادبی تاریخ کے اعتبار سے چند ایک شعراء اور انشا نگاروں کے اسماء تک محدود رہتا ہے۔ اور وُہ اس بات سے بہت حد تک بے خبر رہتے ہیں کہ فقہ اور نحو کی متداول کتابوں کے علاوہ بھی عربی زبان میں بیسیوں علوم کے انمول خزانے بھرے پڑے ہیں۔ مقام مسرّت ہے بلکہ محل تبریک و تہنیت کہ پنجاب یونیورسٹی اور ینٹل کالج کے ارباب حل وعقد نے ادبی تاریخ کی اہمیّت کو

محسوس کرتے ہوئے اُسے عربی زبان کے نصاب میں داخل فرمایا ہے۔ امید واثق ہے۔ کہ ملک کے دیگر مدارس میں بھی اس عمدہ مثال کی تقلید کی جائے گی اور اطراف ملک میں اس اہم موضوع میں روز بروز دلچسپی بڑھتی جائے گی ؛

جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ صرف ایک ہندوستانی عالم نے فی زمانہ عربی ادبیات کی تاریخ سے اعتناء کیا ہے۔ اور وہ مولوی محمود حسین خان ٹونکی ہیں۔ کچھ عرصہ ہؤا۔ اُن کی معجم المصنفین کی پہلی تین جلدیں بیروت میں چھپ کر حیدرآباد دکن سے اشاعت پذیر ہوئی تھیں۔ اس تالیف کی ترتیب چونکہ حروف معجم پر ہے۔ اس لیئے اس کو ادب عربی کی مسلسل تاریخ کہنا بجا نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا کتب مراجعہ میں شمار ہوگا۔ یہ معجم تاحال نہ صرف نامکمل ہے بلکہ اس میں ایک بھاری نقص یہ ہے۔ کہ اس کی تالیف میں مغربی علماء کی قابلِ قدر تحقیقات سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ اب جامعہ عثمانیہ نے اس تالیف کو اپنی سرپرستی میں لے لیا ہے۔ اور اس بات کا انتظام کیا ہے کہ جو جلدیں شایع ہو چکی ہیں۔ اُن پر مستشرقین کی تحقیقات کی روشنی میں نظر ثانی کی جائے اور باقی ماندہ جلدوں کو تالیف کر کے معجم کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے ؛

مغربی زبانوں میں عربی ادبیات کی تاریخ پر متعدد تصانیف موجود ہیں۔ اور اگرچہ وہ اپنے طرزِ تالیف اور وسعت بیان کے لحاظ سے بہت حد تک متفاوت ہیں۔ تاہم ان کو پیشِ نظر رکھ کر اُردو زبان میں اس موضوع پر آسانی کے ساتھ ایسی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ جو طلبہ کے مفید مطلب ہو مصر میں بھی اس موضوع پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور اُن سے بھی اس بارے میں استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ مغربی تصانیف میں سے حسب ذیل

کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں :-

(۱) پروفیسر گِب (Gibb) کا مدخل الی الادب العربی (Arabic Literature: An Introduction) سن تصنیف ۱۹۲۶ء انگریزی زبان میں تقریباً ۱۲۰ صفحات کا ایک مختصر مگر مستند رسالہ ہے ۔ اور مبتدیوں کے لیے بدرجہ غایت مفید ہے ؛

(۲) فرانسیسی پروفیسر ہیوآر (Huart) کی تاریخ الادب العربی جس کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے ۔ مؤلف نے ہر عہد کے متعدد شعرا اور مصنفین کا ذکر کیا ہے ۔ اس لیے طلبہ اور عام شایقین کے لیے بغرض مراجعت خاصی مفید ہے ؛

(۳) پروفیسر نکلسن کی تاریخ ادب العرب جو تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ دوبارہ چھپ چکی ہے ۔ ہیوآر کی تاریخ کی طرح یہ بھی بلحاظ ضخامت اوسط درجہ کا حکم رکھتی ہے ۔ مگر لطافت بیان اور ٹھوس ادبی تنقید کے لحاظ سے اپنے موضوع پر ایک بے نظیر تصنیف ہے ۔ مصنف نے ہر عہد کے چند چوٹی کے شاعر ، ادیب اور مصنف انتخاب کر کے ان پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ساتھ ہی ہر تاریخی دَور کے سیاسی اور مذہبی حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے ۔ جس سے اس دَور کے ادبی رجحانات کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے ؛

(۴) جرمن پروفیسر بروکلمن کی تاریخ ادبیات عرب ۔ تقریباً چالیس سال ہوئے دو جلدوں میں شایع ہوئی تھی ۔ مؤلف نے لٹریچر کی ہر شاخ کے ساتھ اعتنا کیا ہے ۔ اور ہر عہد کے مصنفوں کے حالات زندگی ، اور اُن کی مصنفات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ موضوع کے استقصاء اور اطلاعات کی فراوانی کے اعتبار سے اپنی نوعیت کی مفصل ترین تالیف ہے

جرجی زیدان نے اپنی تاریخ آداب اللغۃ العربیہ میں بہت حد تک اسی کا چربہ اُتارا ہے۔ اب چند سال سے پروفیسر نذکورا اپنی تاریخ کا ایک وسیع پیمانہ پر تتمہ لکھ رہے ہیں۔ جس کی دو ضخیم جلدیں شایع ہو چکی ہیں۔ اور تیسری جلد زیر طبع ہے ؛

سب سے آخر میں عربی طلبہ کے لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے جو دیار عرب کے طبعی ماحول اور عربوں کی اقتصادی، معاشری اور سیاسی زندگی کو ایک عام فہم اور سلیس پیرایہ میں بیان کرے۔ اور اُن کے عادات ورسوم کو اس طریق پر واضح کرے جس سے اُن کے ادب کا سمجھنا آسان ہو جائے۔ عربی لٹریچر میں عربوں کے عادات و اطوار، طرز تخیل اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق ایسے اشارات کثرت سے ملتے ہیں۔ جو ہمارے طلبہ کے فہم سے اس لئے دُور ہیں کہ وُہ ایک دُور افتادہ قوم کی طرزِ معاشرت اور حالاتِ زندگی سے بہت حد تک ناواقف ہیں۔ مثال کے طور پر آپ قدیم عرب شاعروں کے کلام کو لیجئے۔ اس کا کماحقہٗ سمجھنا اس وقت تک دشوار ہے۔ جب تک ہم بدویوں کی معاشرت اور ذہنیت کے مختلف پہلوؤں سے اچھی طرح واقف نہ ہوں۔ مثلاً انہوں نے اپنی تشبیہات کو بالعموم اپنے طبعی ماحول یا اپنے گرد و پیش کی زندگی سے اخذ کیا ہے۔ اور جب تک ہمیں ان باتوں کا علم نہ ہو ان کی تشبیہات کو سمجھنا ناممکن ہے۔ عرب کے باہر بھی مدت دراز تک عرب اور غیر عرب شعراء ٹھیٹھ عرب شاعروں کے اسالیب بیان کا تتبع کرتے رہے۔ اور نثر نگار بھی ایسی زبان استعمال کرتے رہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس زبان کا نشو و نما بادیہ اور اہل بادیہ کے درمیان ہُوا ہے ؛

کیا ہمارے طلبہ عربوں کی معاشرت اور اُن کی زندگی کے مختلف مادی اور اخلاقی پہلوؤں سے واقف ہیں؟ میری ناقص رائے میں وہ کما حقہا واقف نہیں۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تقریبًا ہر ایک فرض شناس استاد اپنی اطّلاع اور لیاقت کے مطابق حسب موقعہ اِن امور پر روشنی ڈالتا ہے۔ مگر ان باتوں کی تعلیم باقاعدگی کے ساتھ نہیں ہوتی اور وقتًا بعد وقتٍ طلبہ کو جو اطلاعات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ اُن میں کوئی خاص ترتیب نہیں پائی جاتی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ کوئی ایسی کتاب موجود نہیں۔ جو مذکورہ بالا ضرورت کو پورا کرتی ہو۔ اندریں حالات تعلیمی سال کے آغاز میں جب میرے پاس طلبہ کی نئی جماعت آتی ہے۔ تو درسی کتابیں شروع کرنے سے پہلے میں چند اسباق میں دیارِ عرب کا جغرافیہ، عربوں کے رسوم وعادات اور اُن کی اقتصادی اور معاشرتی زندگی کو بیان کرتا ہوں۔ اس طریق پر طلبہ کے دل ودماغ کتب درسی کے سمجھنے کے لئے زیادہ مستعد ہوجاتے ہیں ؛

قرونِ گذشتہ کے فضلاء نے اپنے حالات اور ضروریات کے تقاضا سے درسی کتابیں تالیف کیں جو عرصہ دراز تک اپنا مقصد پورا کرتی رہیں۔ زمانۂ حال کے اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ موجودہ ضروریات اور آج کل کے مقبول اصولِ تعلیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسی کتابیں تیار کریں جو طلبۂ حال کے مفید مطلب ہوں۔ ورنہ ہم اس بات کے کہنے پر مجبور ہوں گے۔ کہ وہ اپنے فرائضِ منصبی کی ادائگی میں کوتاہی کر رہے ہیں ؛

عنایت اللہ

تبصرہ و تنقید

ترانۂ عشق حکیم الممالک حکیم عبدالباسط المتخلص بہ عشق کا دیوان ہے جس کے دو حصے ہیں۔ حصۂ اوّل میں فارسی غزلیات و رباعیات ہیں اور حصۂ دوم میں ان کا اردو کلام ہے کہ وہ بھی غزلیات اور رباعیات پر مشتمل ہے ؛

حکیم عبدالباسط صاحب عشق ارکاٹ (مدراس) کے رہنے والے تھے اور ایک ممتاز اور ذی علم خاندان کے فرد تھے۔ شاعری ان کو ورثے میں ملی تھی، ان کے والد مولوی مہدی واصف اور دادا مولوی عارف الدین رونق فارسی کے ذی رتبہ شاعروں میں سے تھے - اور دربار والاجاہی میں خاص عزت و منزلت رکھتے تھے۔ عشق کی پیدائش ۱۲۳۸ھ میں مدراس میں ہوئی اور ۱۳۰۲ھ میں حیدرآباد میں فوت ہوئے۔ علاوہ عربی اور فارسی ادب کے جس کی تحصیل گذشتہ صدی تک ہر طالب فضیلت کے لئے لازمی تھی۔ عشق نے زبان انگریزی میں بھی کمال پیدا کیا بلکہ میڈیکل کالج مدراس میں انگریزی طب کو بھی حاصل کیا اور جراحی (سرجری) میں خاص طور پر مہارت پیدا کی، لیکن چونکہ طبیعت کا میلان شاعری اور ادب کی طرف تھا لہذا ڈاکٹری کو اپنا پیشہ نہیں بنایا ؛

عشق کے فارسی اور اردو کلام میں خاصی پختگی ہے جس کو دیکھ کر ہمیں دہلی کے آخری زمانے کے شعراء کا کلام یاد آتا ہے لیکن انگریزی دانی کے باوجود فارسی اور اردو پر ایسی قدرت کا ہونا ایک نادر مثال ہے، پچھلی نسل کے بزرگوں کو عربی اور فارسی کی تعلیم کچھ ایسے صحیح طریقے پر ملتی تھی کہ انگریزی ان کے خیالات پر غالب نہیں ہونے پاتی تھی۔ اب حالت بالکل برعکس ہے ؛

حضرت عشق کا دیوان ان کے پوتے محمد عبد الباسط صاحب نے مرتب کیا ہے اور شروع میں ۲۷ صفحے کا مقدمہ بھی لکھا ہے ، تعداد صفحات ۱۴۳ جن میں سے ۱۰۶ صفحے حصّہ اوّل اور ۳۷ صفحے حصّہ دوم کے ہیں ؛

مقام اشاعت : حیدرآباد (۱۳۵۹ھ) ؛

سلطان محمود غزنوی - از مولوی محمد حبیب صاحب بی اے - آکسن - مترجمہ - سید جمیل حسین ایم - اے (علیگ) حیدرآباد سول سروس ؛

یہ کتاب انگریزی زبان میں لکھی گئی تھی - جس کے مصنف محمد حبیب صاحب پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ ہیں - سید جمیل حسین صاحب ایم - اے (علیگ) حیدرآباد سول سروس اب اس کا ترجمہ اُردو میں کر کے پبلک کی خدمت میں پیش کرتے ہیں - ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا ایک کٹھن اور دشوار مہم مانی جاتی ہے اور ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوا کرتا مگر قابل مترجم نے اپنا فرض نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے - زبان نہایت صاف و رواں اور سہل و سادہ ہے اور سید جمیل حسین اس اعلےٰ ترجمہ کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں ؛

ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ الہ آباد اکیڈمی نے اس کتاب کی نشر و اشاعت کی ہے مصنف نے اس کتاب کے دوران میں جا بیجا موقع و بے موقع یہ رٹ لگائی ہے - کہ محمود لٹیرا اور ڈاکو تھا - وہ ہندوستان کے مندروں کی دولت لُوٹ کر لے گیا - علاوہ ازیں اس کے اخلاق اور چال چلن پر بھی چھینٹے اڑائے ہیں ؛

محمود پر ڈاکٹر محمد ناظم کے فاضلانہ مقالے کے موجود ہونے کے باوجود حبیب صاحب کی اس کتاب کو ترجمہ اور اشاعت کے لئے انتخاب کرنا ہم کو عجیب معلوم ہوتا ہے - ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ اکیڈمی نے ہیرے اور کنکر اور موتی اور پوتھ میں مطلق تمیز نہیں کی - بلکہ مسلمانوں کی دلآزاری کا بیج بویا ہے - اکیڈمی کو معلوم رہے کہ یہ کتاب بحیثیت کتاب تاریخ مستند نہیں مانی جا سکتی - محمود پر قدیم مآخذ عربی اور فارسی زبانوں میں محفوظ ہیں اور پروفیسر حبیب

ان دونوں زبانوں سے نابلد مطلق ہیں ان کا دارومدار زیادہ تر ایلیٹ اور ڈوسن کے ان تراجم پر ہے۔ جو مؤرخین کی تاریخ ہندوستان میں درج ہیں۔ ان تراجم کے متعلق پروفیسر ہودیوالا کی قابل قدر تالیف "ہندوستانی تاریخ کی تنقید" پڑھنے کے بعد ہمارا اعتماد اُٹھ جاتا ہے ٭

حبیب صاحب کا ایک اور ادبی کارنامہ حضرت امیر خسرو دہلوی کی خزائن الفتوح کا انگریزی ترجمہ ہے۔ جس پر اسی میگزین میں تبصرہ ہو چکا ہے۔ بشرط فرصت ہم ارادہ کر رہے ہیں کہ حبیب صاحب کے سلطان محمود غزنوی پر بھی آئندہ کسی وقت مفصل تبصرہ کیا جائے ٭

ہم اپنے میگزین کے ناظرین کی خدمت میں یہ ناخوشگوار اطلاع دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ نے حبیب صاحب کی اس فسادی کتاب کو حوالے کی کتاب کے طور پر اپنی فہرست کتب میں شامل کر رکھا ہے ؏

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

حیات جاوید (طبع جدید) - "سر سید احمد خاں کے جہاں ہم پر اور بہت سے احسانات ہیں۔ انہیں میں سے ایک بہت بڑا احسان یہ ہے۔ کہ وہ ہمارے لئے ایک ایسی بے بہا زندگی کا نمونہ چھوڑ گئے ہیں۔ جس سے بہتر ہم اپنی موجودہ حالت کے موافق کوئی نمونہ قوم کی تاریخ میں نہیں پا سکتے"٭

اسی تقاضا سے مجبور ہو کر انجمن ترقی اُردو نے سر سیّد احمد خاں کی مشہور آفاق سوانح عمری حیات جاوید جو مولانا حالی نے لکھی ہے۔ دوبارہ شایع کی ہے۔ حیات جاوید کا پُرانا ایڈیشن کسی حد تک کمیاب ہو چلا تھا۔ اور اب ضرورت تھی کہ اس قیمتی اور مفید کتاب کو سہل الحصول بنانے کی کوشش کی جاتی۔ انجمن ترقی اُردو اس خدمت کے لئے مستحق شکریہ ہے ٭

کتاب کے شروع میں مولانا حالی اور سر سید احمد خاں کے فوٹو ہیں اور آخر میں

اسماء الرجال، اماکن اور کتب و مولفات کا انڈکس ہے۔ جس سے قدیم ایڈیشن کے مقابلہ میں یہ ایڈیشن زیادہ مفید ہوگیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ عرض کرنا کچھ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ انڈکس کی ترتیب الفاظ کچھ سائنٹیفک نہیں۔ مثلاً بہتر ہوتا۔ کہ "خان بہادر برکت علی" کو "برکت علی، خان بہادر" لکھا جاتا۔ "مسٹر بدرالدین طیب جی" کی بجائے "بدرالدین طیب جی" یا "طیب جی، بدرالدین" مناسب ہوتا۔ بہرحال انڈکس کی موجودگی ان معمولی فروگزاشتوں کی تلافی کر دیتی ہے ؛

اس ایڈیشن میں کتاب کے آخر میں پانچ ضمیمہ جات ہیں۔ اوّل سرسیّد کا نسب نامہ، دوم سرسیّد کی تصنیفات کی فہرست، سوم سرسیّد کے چند خواب، چہارم رسالہ اسباب بغاوت ہند، پنجم مصنّف (حالی) کا مضمون متعلق بہ تفسیر القرآن ؛

ان ضمیمہ جات سے کتاب کی افادی حیثیت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے ؛

(س - م - ع)

مطبوعات انجمن ترقیِ اُردو

۱۔ تقویم ہجری و عیسوی ۔ [سلسلہ انجمن ترقی اردو۔ نمبر ۱۲۲۔ صفحات ۷۵]

اگرچہ انگریزی زبان اور یورپ کی دوسری زبانوں میں ہجری اور عیسوی سنین کی تطبیق کے لئے بہت سی تقاویم موجود ہیں۔ لیکن اُردو زبان میں اب تک کوئی چیز ایسی موجود نہ تھی۔ جو مستند ہونے کے علاوہ مکمل بھی ہو۔ اب جناب ابوالنصر خالدی صاحب ایم۔ اے (عثمانیہ) نے بنظر ثانی مولوی محمود احمد خاں صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ، انجمن ترقی اُردو کی طرف سے یہ "تقویم ہجری و عیسوی" شایع کی ہے۔ جس کی بنیاد وسٹنفلڈ اور مالر صاحبان کی تقویم پر رکھی گئی ہے ؛

جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہے۔ عام جنتریوں میں یہ بڑی دقت پیش آتی ہے۔ کہ بہت سی ورق گردانی کے علاوہ علیحدہ حساب بھی کرنا پڑتا ہے .... لیکن اس اُردو تقویم میں یہ بات نہیں۔ اس سے ہم نہ صرف صحیح سنہ اور تاریخ معلوم کر سکتے ہیں۔ بلکہ

دن بھی ؎

جس طرح مالر کی تقویم میں دنوں کے لئے اشارات مقرر ہیں ۔ اس میں بھی اشارات مقرر ہیں ۔ مثلاً شنبہ = ش، یک شنبہ = ی وغیرہ ، اسی طرح عیسوی مہینوں کے لئے ایک، دو، تین، چار، وغیرہ کے اعداد مقرر کئے گئے ہیں ؎

اس تقویم میں وستنفلد اور مالر کی تقویم کی طرح سلہ ہجری سے ۱۵۰۰ھ ہجری تک کی مطابقت دکھائی گئی ہے ؎

مالر کی تقویم کے آخر میں ترکی سنوں کے متعلق جو ضمیمے ہیں ۔ وہ اس میں موجود نہیں ؎

انجمن ترقی اُردو کی اس تقویم سے علمی تحقیق کرنے والوں کے کام میں بہت آسانی پیدا ہوگئی ہے ؎

طباعت وکتابت عمدہ ہے ؎ (س ۔ م ۔ ع)

(ب) تاریخ ادبیات ایران در عہد جدید ۔ (نمبر ۱۲۵ص (تا ن + ۶۷۷]

پروفیسر براؤن کی مشہور کتاب " پرشین لٹریچر ان موڈرن ٹائمز " کا یہ اردو ترجمہ ہے جو سید وہاج الدین احمد کنتوری (جامعۂ عثمانیہ) نے کیا ہے اور جس کو انجمن ترقی اردو نے گذشتہ سال شائع کیا ہے ، انجمن نے پروفیسر موصوف کی تصنیف " تاریخ ادبیات ایران " کا مکمل ترجمہ شائع کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے ۔ جس کی یہ چوتھی اور آخری جلد ہے ۔ جہاں تک ہمیں علم ہے اب صرف دوسری جلد کا ترجمہ ہونا باقی رہا ہے ۔ علمی دنیا انجمن کی اس خدمت کی بے حد ممنون ہے ؎

کتاب زیر تبصرہ کو ہم نے جستہ جستہ اصل انگریزی سے مقابلہ کیا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مترجم نے اس بات کا التزام نہیں کیا کہ ترجمہ بالکل " وفاداری " کے ساتھ کیا جائے بلکہ صرف اس بات پر قناعت کی ہے کہ مصنف جو کچھ کہنا چاہتا ہے ۔ اس کو بطریق احسن

ادا کر دیا جائے اگرچہ الفاظ کی پابندی نہ ہو۔ ہم اس بات کو کچھ ایسا قابلِ اعتراض نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ ایک علمی کتاب کے ترجمے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ مصنّف کے مفہوم کی ترجمانی کر دی جائے۔ ترجمے کی زبان پختہ اور صاف ہے۔ اور کتاب کی طباعت خاصی اچھی ہوئی ہے ؛

افسوس ہے کہ ترجمے میں اصل کتاب کی تصاویر کو حذف کر دیا گیا ہے، اور تصویریں تو خیر لیکن ان میں بعض شعراء اور مصنّفین کے خطوں کے نمونے تھے جن کے فوٹو دیئے گئے تھے اور وہ قارئین کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث ہیں۔ مثلاً مرزا صائبؔ کے خط کا نمونہ اور اس کے علاوہ وصالؔ، یغماؔ، ملا محمد باقر مجلسی، ملّا صدرا، بہاء الدین عاملی، ملّا محسن فیض کے خطوں کے نمونے ہیں۔ ان کے فوٹو کا ترجمے میں دیا جانا ضروری تھا ؛

ایک اور بڑی فروگذاشت انڈکس کی ہے۔ جس کے بغیر ایک علمی کتاب اپنے فائدے اور اہمیّت میں آدھی رہ جاتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اشاعت آئندہ میں ان دو خامیوں کی تلافی کر دی جائے گی +

(ج) **فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں** (جلد اوّل) [سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اُردو نمبر ۱۲۶۔ صفحات ۲۳۷۔ طباعت و کتابت عمدہ]

یہ کتاب جیسا کہ مولوی ظفر الرحمٰن صاحب دہلوی (مؤلف) نے دیباچہ میں ظاہر کیا ہے۔ ہندوستانی پیشہ وروں اور صنّاعوں کی اصطلاحات کو جمع کرنے کی پہلی کوشش ہے۔ درحقیقت یہ کام جتنا اہم ہے اتنا ہی مشکل بھی ہے۔ کیونکہ لغات اور کتابوں سے اس بارے میں بہت کم مدد ملتی ہے۔ اور اس کے لئے مؤلف کو مختلف پیشہ وروں اور صنّاعوں سے ملنے کی ضرورت پڑی۔ چونکہ یہ پیشہ ور عموماً تعلیم یافتہ نہیں ہوتے۔ اس لئے انہیں اصطلاحات کی بگڑی ہوئی شکل ہی یاد

ہوتی ہے۔ اور لفظ کی اصلی نوعیت معلوم کرنے کے لئے بہت چھان بین اور تدقیق کی ضرورت پڑتی ہے؛

کتاب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل تیاری مکانات اور اس کے متعلق پیشے۔ دوسری فصل۔ تہذیب و آرایش عمارات اور اس کے متعلق پیشے۔ ضمنی ترتیب باعتبار حروف تہجی کے۔ ہے۔ کتاب کے آخر میں انڈکس (اشاریہ) ہے؛

اس لغت یا فرہنگ میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں تصاویر کے ذریعے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔ جو لغات اردو میں ایک مفید جدت ہے۔ البتہ یہ بات محسوس ہو رہی ہے کہ تصاویر زیادہ خوبصورت نہیں۔ ان کو زیادہ خوبصورت بنانا چاہیئے تھا؛

جہاں یہ کتاب نہایت مفید اور قابلِ قدر ہے۔ وہاں اس امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض جگہ تشریح لغات میں کسی قدر بے احتیاطی کا ثبوت دیا گیا ہے۔ مثلاً اَنارا یا اِجارا (ص ۹۸) کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اِجارا ریختے کا تیار کیا ہوا ہے"۔ حقیقت میں لفظ اجارا اسی اِزار یا آزارا کا گنواری کا تلفظ ہے۔ اِزار عربی میں اور پھر اس کے توسط سے فارسی میں زیر بند، شلوار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ فارسی میں اس کے معنی تن اور دامن کے بھی آتے ہیں (دیکھو فرہنگ اندراج) معلوم نہیں کہ مؤلف نے اس دوسرے تلفظ (اجارا) کو اصطلاحی شکل کیوں دے دی۔ اور علی الخصوص اجارا کے معنی "ریختے کا تیار کیا ہوا" کہاں سے لئے؛

لفظ مِنشار (بالکسر) عربی زبان میں ارہ کے معنی میں آتا ہے۔ لیکن اس لغات میں بالضم لایا گیا ہے (ص۲۱) اس کا ہندوستانی تلفظ بھی یہی ہے۔ چنانچہ فرہنگ آصفیہ میں بھی بالکسر آیا ہے (ص۲)۔ خَلّاصی بہ تشدید لام عوام کا استعمال ہے۔ اس کی اصل شکل خَلاصی ہے (بہ تخفیف لام) جیسا کہ فرہنگ آصفیہ میں ہے۔ بُخاری (ص۱۰۱) "بُخاری دراصل بکھوائی (یعنی دیوار کے پاکھے کے اندر خانہ داری کا معمولی سامان رکھنے کو بنائی ہوئی جگہ) کا بگاڑا ہوا ہے۔ جو مسلمان کاریگروں میں زبان زد ہو کر عام فہم ہو گیا اور گنواری زبان میں باکھر، بکھار اور بکھاری کہلانے لگے"۔ لیکن صاحب فرہنگ آصفیہ نے اس کے ہندوستانی ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ بخاری کا لفظ فارسی میں بمعنی آتشدان

استعمال ہوتا ہے۔ فرہنگ اندراج میں لکھا ہے :۔

" در بلاد سردسیر سر کشادہ مثل طاقے در دیوار خانہا سازند و آتش درآں برکنند تا خانہ گرم باشد۔ باقر کاشی ؎

در بخاری مرغ برکف جام مے روزگار برف وباراں یاد باد"

اس میں شک نہیں۔ کہ پاکھا کا معنی پہلو اور بازو ہے (ملاحظہ ہو فرہنگ آصفیہ) اور اس لحاظ سے بخاری کے معنوں سے کچھ مماثلت سی پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ کہ لفظ بخاری ہندوستانی ہے اور پاکھا سے بگڑا ہوا ہے محلِ نظر ہے ؛

بعض اصطلاحات ایسی ہیں۔ جن کی مفصل تشریح آئین اکبری میں موجود ہے لیکن ہمارے مؤلف نے نہایت مختصر تشریح کرنے پر کفایت کی ہے اور آئین کی تفاصیل سے فائدہ نہیں اٹھایا مثلاً چوبیں راوٹی، دو آشیانہ منزل، زمین دوز، سراپردہ، خرگاہ، شامیانہ، منڈل، گلال بار (جسے مؤلف نے کلال بار یا کلاں بار لکھا ہے) یہ سب اصطلاحیں آئین میں موجود ہیں ؛

اُمید ہے کہ جلد دوم کی ترتیب میں تحقیق و تفحص کے ان پہلوؤں کو نظر انداز نہیں کیا جائیگا۔

ہماری رائے میں لغات اردو میں اس قابل قدر تصنیف سے ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے جس کے لئے انجمن ترقی اُردو مستحق تحسین ہے ؛ (س۔م۔ع)

(د) انجمن ترقی اُردو کی کہانی (سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو ہند نمبر ۱۲۹) مرتبہ مولوی غلام ربانی (سررشتۂ آثار قدیمہ سرکار عالی) ۱۹۳۹ء۔

انجمن ترقی اردو ملک کا نہایت مشہور علمی و ادبی ادارہ ہے جس کی سرپرستی میں اُردو کی بہترین تصنیفات قدیم و جدید شایع ہوتی ہیں ۔ رسالۂ ہذا میں جناب مولوی غلام ربانی اس انجمن کی تاسیس اور بعد کی سرگذشت کی کہانی سناتے ہیں۔ ۱۹۰۳ء کے دربار دہلی کے موقعہ پر جب محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا ۔ یہ انجمن وجود میں آئی۔ اس کے پہلے سکرٹری مولانا شبلی نعمانی مرحوم مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کا تقرر عمل میں آیا۔ ۱۹۰۹ء میں مولوی عزیز مرزا کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔ ان کے انتقال پر قرعۂ انتخاب جناب مولوی عبدالحق صاحب موجودہ سکرٹری انجمن کے نام پر نکلا۔ جن کا زمانہ انجمن کی زندگی کا سنہری زمانہ کہا جاسکتا ہے۔ جب انجمن ترقی اردو حقیقی معنوں میں ترقی اردو بنتی ہے اور اب تو مولانا عبدالحق اور انجمن ترقی اردو

دونوں ایک دوسرے کے لیئے لازم وملزوم بن گئے ہیں اور ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرچکے ہیں :
۱۹۱۳ء تک انجمن صرف چھ کتابیں شایع کرسکی تھی۔ لیکن آج اس کی مطبوعات کی تعداد ڈیڑھ سو کے لگ بھگ ہے۔ جن میں متعدد کتابیں کئی کئی بار چھپ چکی ہیں۔ اردو زبان کے دو بہترین رسالے انجمن کے زیر اہتمام شایع ہوتے ہیں۔ پہلا رسالہ 'اُردو' ہے جس نے گذشتہ بیس سال سے اُردو کی لسانی وادبی خدمت میں حصہ لیا ہے۔ اس کے مضامین نہایت محققانہ اور انقلابی ہوتے ہیں دوسرا رسالہ "سائنس" ہے جو محض علمی ہے اور اپنے دائرہ عمل میں کامیاب خدمت انجام دے رہا ہے۔
نواب عمادالملک مرحوم کی تحریک پر ابتدا میں حضور نظام نے بارہ سو روپے سالانہ کی امداد انجمن کے لئے منظور فرمائی۔ ۱۹۱۶ء میں سر اکبر حیدری کی کوشش سے یہ امداد پانچ ہزار روپے سالانہ کردی گئی علیاحضرت مرحومہ فرمانروائے بھوپال پچاس روپے ماہوار کی مستقل اعانت کرتی رہیں۔ اس کے علاوہ اخراجاتِ طبع کے سلسلے میں بھی یکمشت امداد فرمائی۔ گذشتہ سال کے آغاز میں سالانہ بیس نئی کتابیں شائع کرنے کی شرط پر حضور سلطان العلوم نے چھ سال کے واسطے انجمن کو پینتالیس ہزار روپے سالانہ کی بیش قرار امداد دینی منظور فرمائی ہے جس کے ذریعہ سے ہم امید کرتے ہیں اُردو ادبیات کو بہت کچھ سرسبز اور بارور ہونے کا موقع مل جائے گا : آخر میں ہم انجمن کے دیرینہ سال کارواں سالار ڈاکٹر عبدالحق کی درازی عمر کے لیئے دعا کرتے ہیں تاکہ انجمن کا قافلہ بخیروخیریت اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے :
رسالہ کی قیمت ۴ ر ہے اور انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی سے ملتا ہے :

(۵) خمسۂ کیفی - [سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو نمبر ۱۳۰۔ ص ۷۰۔ قیمت ۴ ر۔ طباعت کتابت عمدہ]
یہ جناب پنڈت برجموہن صاحب دتاتریہ کیفی دہلوی کے تین مضامین اور دو نظموں کا مجموعہ ہے جن کا تعلق بیشتر اُردو زبان اور ہندو مسلمانوں کے کلچرل تعلقات سے ہے۔ نظموں کے عنوان یہ ہیں "ہماری زبان" اور "ترقی اُردو"۔ نثر کے مضامین یہ ہیں۔ "اُردو ہماری زبان"، "اردو لسانیات"، "ہندو مسلمانوں کے کلچرل تعلقات" : ایک ایسے زمانہ میں جبکہ فرقہ پروری کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ اور غیریت اور بیگانگی کے اثرات ہندوستان کی متحدہ معاشرت کی فضا کو مسموم کررہے ہیں۔ جناب پنڈت کیفی کا وجود مغتنم ہے جو بلبل تنہا کی طرح اپنے نغموں سے اتحاد اور یگانگی کے پرانے دور کی یاد تازہ کررہے ہیں پنڈت جی فرماتے ہیں، "اُردو کیا ہے؟ دو مختلف معاشرتوں، دو مختلف مذہبوں، دو مختلف کلچروں کے شیروشکر ہونے اور ارتباط کی یادگار" (ص ۱۵) لیکن افسوس ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کے بڑھتے ہوئے جذبۂ انفرادیت نے اس شیریں یادگار کو بھی نیست و نابود کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ پنڈت کیفی اسی کی

وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "میں ہندی اور ہندی والوں کو دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں لیکن اُردو والوں کو سمجھتا ہوں۔ اور بلاخوف اختلاف کہتا ہوں کہ اگر یہ ساٹھ برس میں نے اُردو کے پیچھے اور اُردو والوں میں بے فائدہ ضائع نہیں کئے۔ تو میں جانتا ہوں کہ اُردو والے جو واقعی اُردو کے کفیل اور وکیل ہیں ان کو یہ سانسا نہیں۔ کہ اُردو کے ساتھ دین اسلام اور ملت بیضا پست ہوجائیں گے۔ اُن کو اور مجھ کو رونا ہے تو یہ کہ اُردو کی مخالفت جس جوش وخروش کے ساتھ اب شروع ہوئی ہے اور جو نفاق پراپاگنڈا کیا جارہا ہے، اس کا زہریلا اثر وطنیت اور صدیوں کی بنائی ہوئی کلچر کو ملیامیٹ کردے گا اور ہمارے ہندوستانی تمدن اور معاشرت کی وجاہت کا خون اپنی گردن پر لے گا۔" پنڈت جی نے مؤثر اور زوردار پیرایہ میں اہل ملک کو جو نصیحت کی ہے۔ وہ اس قابل ہے۔ کہ توجہ کے کانوں سے سُنی جائے۔

پنڈت جی نے اپنے مضمون "ہندو مسلمانوں کے کلچرل تعلقات" میں لکھا ہے کہ "ایک حقیقت ہے جو اس سوال اور اس کی اہمیت سے بالاتر ہے۔ وہ ہے کلچرل ہم آہنگی۔ مغربی اتّصال نے چاہے کوئی شکل اختیار کی ہو۔ کلچرل یونٹی جو ہم میں پہلے سے موجود ہے اس کے رنگ کو مدھم نہیں پڑنے دینا چاہئیے" راقم الحروف کے خیال میں پنڈت جی کو مغربی اتّصال کے متعلق جو حُسن ظن ہے۔ وہ کچھ بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ہندی اُردو کے جھگڑے بیشتر اسی مغربی اتّصال کی پیداوار ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ جماعتوں میں جب سے غلبہ اور اقتدار حاصل کرنے کا احساس پیدا ہوا ہے، پرانی کلچرل یونٹی اور قدیم اتّحاد اسی دن سے رخصت ہے، اور یہ الفاظ صرف سیاستدانوں کی فریب دہ اور تصنّع سے لبریز اصطلاحوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ اگر کلچرل اتّحاد واقعی عزیز چیز ہے تو اس کے لئے ہمیں مغلئی دَور کے اساس و اصول پر جمع ہونا پڑے گا۔ ورنہ ڈر ہے کہ یہ سب باتیں صدا بہ صحرا ہو کر رہ جائیں گی؛

اُردو زبان کی ابتدا کے متعلق پنڈت جی نے ایک بیان دیا ہے۔ کہ "ہندوستان میں اسلامی حملوں اور فتوحات سے پیشتر اُردو کی داغ بیل پڑجانا قرین قیاس ہے" ص۹۔ افسوس ہے کہ پنڈت جی نے اپنے اس قیاس کے لئے کوئی شواہد پیش نہیں کئے۔ اگر اُردو کی داغ بیل پڑنے سے مُراد یہ ہے کہ اسلام سے قبل ہندوستان کی مقامی زبانوں پر ایرانی زبان کا اثر پڑتا رہا اور اس وجہ سے دیسی زبانوں میں ایرانی زبان کے عناصر کی آمیزش ہوگئی ہے تو پنڈت جی کا ارشاد قابل تسلیم ہوسکتا ہے لیکن اُردو جسے ہم اُردو کہتے ہیں ہندو مسلمانوں کے میل جول کی یادگار ہے جیسا کہ پنڈت جی نے اپنے اس مضمون میں متعدد مرتبہ فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ میل جول پُرزور طریق پر محمود غزنوی کی سیاسی فتوحات سے شروع ہوتا ہے۔ جس کے بعد پنجاب میں اردو کی تخلیق کی ابتدا ہوجاتی ہے جیسا کہ "پنجاب میں اُردو" کے فاضل مصنف

پروفیسر شیرانی صاحب نے عمدہ اور وزنی دلائل سے ثابت کر دیا ہے ۔

پنڈت جی اپنی دلیل کے طور پر منشی قمرالدین کی کتاب "تحقیق اللسان" سے ایک حوالہ دیتے ہیں :

"پیش از سلطنت اسلام نیز رایان و راجگان ہند با سر آرایان ایران و افغانستان نامہ ہا و مکاتیب بہ زبان پارسی می نوشتند و پیغامہا بہ زبان سفیر پارس می گذاشتند"۔ (خمسہ ص۹)

ہمارے خیال میں منشی قمرالدین کا یہ بیان مبہم ہے بلکہ کسی حد تک اصلاح طلب ہے کیونکہ فارسی سے عام طور پر وہ زبان مفہوم ہوتی ہے جو اسلامی عہد کی یادگار ہے اور یہ کہنا کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ رایان ہند فارسی میں خط وکتابت کیا کرتے تھے۔ ہاں اتنی بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ قدیم راجگان ہند شاہان ایران سے اس وقت کی ایرانی زبان میں خط وکتابت کرتے ہوں گے۔ متعارف فارسی زبان اسلامی زمانے میں معرض وجود میں آئی اس کا اثر ایران پر اسلامی فتوحات کے بعد ہی ممکن معلوم ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان سے فارسی بولنے والی اقوام کا پہلا اختلاط غزنویوں کے بعد ہوا۔ یا پھر بقول ابن حوقل اور اصطخری کے اہل مکران (جو خود ایران ہی کا حصہ ہے) فارسی اور مکرانی زبان بولا کرتے تھے لیکن حاشا اس بات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ راجگانِ ہند قبل از اسلام متعارف فارسی زبان میں خط وکتابت کیا کرتے تھے ۔

ہمارے پنڈت جی نے اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ "البیرونی نے جو ہندوستان میں پنڈتوں سے سنسکرت پڑھی۔ تو درس و تدریس کی زبان کیا تھی؟ کوئی مشترک زبان ضرور ہوگی ورنہ استاد شاگرد کو درس کے معنی اور مطلب کس طرح سمجھا سکتا۔" (خمسہ ص۹) پنڈت جی کا اندازہ ہے کہ غالباً فارسی یا اُردو زبان ہی اس معاملہ میں کام آتی ہوگی لیکن کیا اس کام کے لئے شمال مغربی ہندوستان کی پراکرتیں موجود نہ تھیں؟ قرینِ قیاس یہ ہے کہ اول الذکر زبانوں سے ہی البیرونی نے کام لیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہندو شاہیوں کے عہد میں خود افغانستان میں ہی سنسکرت کا اور اس کے علوم میں رسمی استعداد کا پیدا ہونا البیرونی کے لئے ممکن ہو سکا ہو جس کی تکمیل اس نے بعد میں ہندوستان میں رہ کر کی ہو۔ ناظرین کرام کو معلوم ہی ہے کہ ہندو شاہیہ کی سلطنت افغانستان اور صوبہ سرحدی اور پنجاب کے بعض حصوں میں قائم تھی اور سبکتگین اور محمود نے ان علاقوں کو ان سے فتح کیا

ہمارے خیال میں پنڈت جی کا یہ خیال کہ "ہندوستان میں اسلامی تسلط سے پیشتر فارسی کا علم کم و بیش موجود تھا" محتاج بحث ہے اور نہ یہ بات درست ہے۔ کہ "جبھی تو چند کوی کی نظموں میں فارسی الفاظ اور کہیں کہیں فارسی مرکبات ملتے ہیں جو محققوں کو چونکاتے ہیں" (خمسہ ص۱۰) اس لئے کہ چاند کوی کی پرتھی راج راسا پروفیسر شیرانی صاحب کی فاضلانہ تحقیق کی رو سے مغلیہ دور کی تصنیف ہے۔ بایں ہمہ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے پنڈت جی کے علمی نتائج اور مخلصانہ خیالات دلوں میں اُردو زبان کے متعلق پُرجوش خلوص پیدا کرتے ہیں۔ ان کی خدمات زبان اُردو کے سلسلے میں بیش بہا ہیں اور انجمن ترقی اردو کی فرض شناسی کی ہم داد دیتے ہیں کہ کیفی صاحب کے اس مجموعہ مضامین کو زیور طباعت سے آراستہ ہونے کا موقعہ ملا ۔ (س - م - ع)

اردتك ان تضحى وزيرا فلم اجد   له سببا يوليك ذاك سوى العرج

يشير الى ان اكثر ارباب الدولة بهم داء المفاصل وينقلون في محفة؛

(۲۰۶) **مجد الدين اسماعيل بن ابى بكر بن عبد اللطيف الازجى المقرى**

سمع على الشيخ مفيد الدين عبد الرحمن بن سلمان ابن عبد العزيز بن المجلخ سنة تسع وتسعين وستمائة؛

(۲۰۷) **مجد الدين اسماعيل بن الحاج داود بن ابى الخليل الدودى**

سمع من مشائخنا؛

(۲۰۸) **مجد الدين اسماعيل بن عبد الرحمن الماردينى نزيل دمشق**

(۲۰۹) **مجد الدين ابو محمد اسماعيل[۲] بن كمال الدين**

---

[۱] المتوفى سنة ۷۰۰ھ؛ وترجمته فى تاريخ العراق (۱: ۳۸۸) والشذرات (۵: ۴۵۷)

[۲] فى بيانه شبهة اذ لم يذكر احد غيره اسم اسماعيل فى ولد عمر ابن العديم؛ وقال السيوطى فى حسن المحاضرة (۱: ۱۹۸)؛ ولداه (ولد كمال الدين عمر بن العديم) مجد الدين عبد الرحمن كان عالما بالمذهب .... وهو اول حنفى خطب بجامع الحاكم .. ولد سنة ثلاثة عشر وستمائة ومات فى ربيع الآخر سنة سبع وسبعين واذا قارنا به ان وفاة عمر بن العديم سنة ۶۶۰ھ وهى السنة التى يقول المصنف انه مات فيها اسماعيل؛ كانت مظنة تمية للشك فيما يقوله المصنف؛

عمر بن احمد بن ابی جرادة المعروف بابن العدیم العُقَیلی الحَلَبیّ الخطیب

من بیت العلم والفضل والرئاسة اشتغل وحصّل و وانتقل من الشام الی مصر ورتّب خطیباً بجامعها ، ومن شعره :-

ما اسمٌ اذا نصبته رفعت ما تنصِبُ بـه
ولا یَتِمّ رفعه الّا بجرّ سببـه

توفّی بمصر سنة ستّین وستّمائة ؛

(۲۱۰) مجد الدین اسماعیل بن لولوا البغدادیّ الصیدلانی

کتب الیّ من بغداد الی تبریز :-

اذا ما خلت من نور وجهك بلدةٌ فلا افترّ یومًا للسرور لها ثغرُ
ولا خضّر منها العود بعد جفافه ولا جاد فی اطلالها ابداً قُطرُ

(۲۱۱) مجد الدین اسماعیل بن محمّد بن علیّ القوصیّ الفقیه

کان القوصیّ من الفقهاء الافراد العلماء وله سماعٌ بالحدیث وکتب الکثیر بخطّه ؛

(۲۱۲) مجد الدین اسماعیل بن محمّد بن لولوا البغدادیّ المتطبّب الصیدلانیّ

من اعیان الاطبّاء والعلماء ، من الجماعة الذین عُیّن علیهم فی الاشتغال بتصنیف المخدوم الفاضل الوزیر الکامل رشید الدین فضل الله بن ابی الخیر بن عالی بالمدرسة

التی انشأها بالغزانی بباب الظفریة سنة ثلاث عشرة وسبع مائة؛

(٢١٣) **مجد الدین اسماعیل بن محمّد بن نجاد الدُّجیلی** [1]

سمع معنا علی شیخنا عفیف الدین عبد السّلام[2] بن مزدوع سنة احدیٰ وتسعین وستّمائة؛

(٢١٤) **مجد الدین اسماعیل بن محمّد بن یاقوت السّلامیّ التاجر**

(٢١٥) **مجد الدین** ابو محمّد اسماعیل بن المطهّر ابن نصر التّعویذیّ الشابرخواستیّ الصوفیّ

ذکره الحافظ ابو طاهر احمد بن محمّد السِلفی فی کتاب معجم السفر، وقال: حدّثنا بشابرخواست عن الفقیه ابی القاسم مکّیّ بن الفرج بن محمّد بن زید القرمیسینی؛

(٢١٦) **مجد الدین اسماعیل بن مکّیّ بن عبد الرحمٰن الماردینی**

رأیته[3] اخذ فی الحکمة* سنة ٦٩٦؛

(٢١٧) **مجد الدین** ابو الفدا اسماعیل بن موسیٰ

---

[1] المتوفّی سنة ٦٩٦ھ؛ الشذرات (٥: ٤٣٥ بما بعدها) [2] انظر تاریخ العراق بحسب الفهرس؛ [3] هکذا قرأنا الجملة بعد صعوبة فی قراءتها لازمة لسرعة الکتابة؛ ولا نتیقّن بصحّة القراءة بعدُ؛

بن ابراهیم البومارئی[1]

روی عن القاضی ابی الفتح محمد[2] بن احمد بن المندائی
الواسطی، روی لنا عنه شیخنا تقی الدین ابو الحسن علی[3]
ابن عبد العزیز بن محمد الاربلی المقری بمدینة
السلام سنة تسع وسبعین وستمائة ؛

(۲۱۸) مجد الدین ابو القاسم اسماعیل بن نصر الرازی
المعدل

روی عن الامام ابی الفضل عبید الله بن محمد الحمیری
روی عنه الحافظ ابو طاهر السلفی ؛

(۲۱۹) مجد الدین ابو ابراهیم اسماعیل بن افضل الدین
نیکروز بن فضل الله السیرافی الشیرازی قاضی القضاة
بشیراز

قاضی القضاة کان من اعیان القضاة والحکام وافراد
ائمة الاسلام، سمع صحیح البخاری علی الامام علاء الدین
ابی سعد ثابت بن محمد بن ثابت الخجندی، عن ابی الوقت
عبد الاول بن عیسی بن شعیب بسنده، روی لنا عنه ولده
قاضی القضاة رکن الدین یحیی بن اسماعیل ؛

---

[1] نسبة الی بُومَارِیَة وهو ـ کما قال یاقوت ـ بلیدٌ من نواحی الموصل قرب تل یعفر؛
[2] م ٦٠٥ھ؛ الشذرات (٥ : ١٧) بتصحیف المندائی الی المیدانی؛ [3] ولد سنة ٦١٠ھ
ترجم له الجزری فی غایة النهایة (١ : ٥٥٠) وقال : وقال ابن الفوطی مات فی خامس
رجب سنة ثمان وثمانین وستمائة ؛

(٢٢٠) **مجد الدين** ابو محمّد اسماعيل بن ابی القاسم هبة الله بن ابی نصر بن ابی الفضل الحربیّ المحدّث ذکره الحافظ ابو عبد الله محمّد بن سعید بن الدُّبَیثی فی تاریخه ، وقال : کان یُعرف بابن الدقیقه ، سمع ابا القاسم عبد الله بن احمد بن یوسف ، سمعنا منه ، وتُوفّی یوم عاشوراء من سنة خمس وتسعین وخمسمائة ؛

(٢٢١) **مجد الدین** ابو ابراهیم اسماعیل بن رکن الدین یحیی بن اسماعیل الشیرازیّ القاضی الفاضل حفید المتقدّم ذکره ، قدِم فی خدمة والده رکن الدین الی حضرة سلطان الوقت غازان بن محمود بن ارغون[1] ، ونزل بالمدرسة المستنصریّة سنة ثمان وتسعین و ستّمائة ، وَوَلِیَ قضاء قُضاة شیراز بعد وفاة والده ، و رأیته بالسلطانیّة سنة سبع وسبعمائة ، وهو فاضل عالم بالادب والفقه والاصول والمعانی والبیان ، وله رسائل واشعار فصیحة ملیحة ؛

(٢٢٢) **مجد الدین** ابو الفخر اسماعیل بن یوسف اللمطی المتولّی علی قُوص

کان امیراً عادلاً ، ووَلِیَ الاعمال السلطانیّة بمصر ونواحیها وهو الذی مَدَحه بهاء الدین[2] زهیر المصریّ ، ویُهنّیه

---

[1] ذکرتُ وفاته ومقتله على السلطان الجایتو بقراباغ فی تاریخ العراق (١ : ٤٠٨) وذکرت قصّة عجیبة فلیراجع ؛

[2] هو الوزیر البهاء زهیر (٥٨١ - ٦٥٦ هـ) ترجم له فی الوفیات و بروکلمن (١ : ٢٦٤) وشهرته تغنی عن التعریف به ؛

بولاية الاعمال القوصية بقصيدة فريدة اوّلها[1] :-

تملّيته يا لابس العزّ ملبسا وهنّيته يا غارس المجد مغرسا

قدمت تدم الغيث للروض انّما به اشرقت حسنا وطابت تنفّسا

منها :-

غمام همى بحر طمى قمر اضا حسام مضى ليث قسا جبل رسا

منها :-

سمابك مجد الدين بن مجد[2] محتد وعرض[3] نهاه الدين ان يتدنّسا

لقد شرّفت منك الصعيد ولاية[4] فاصبح واديه[5] به قد تقدّسا

(٢٢٣) مجد الدين ابو محمّد اسماعيل بن يونس بن احمد المقدسيّ الكاتب

انشد لابن[6] الرومي في الخمر :-

وعاتقة زفّت لنا من قرى كوثى تلقّب امّ الدهر بل بنتها الكبرى

رأت نار ابراهيم ايام اوقدت وحازت من الاوصاف اوصافها الحسنى

حكت نورها في بردها وسلامها وبانت بطيب لا توارى ولا تخلى

عمرنا بها الايام في ظل ماجد له الرتبة العلياء والمثل الاعلى

(٢٢٤) مجد الدين ابو الوضاح اشرف بن اياد بن اشرف الايادي الابهري الفقيه

---

[1] انظر ديوان البهاء طبع قمبرج (١ : ١٢٢)؛ واسم الممدوح فيه مجد الدين بن اسماعيل اللمطي؛ قالها سنة ٦٠٠ﻫ وهي اوّل مديحه؛ [2] في الديوان :- الجود؛ [3] في الديوان: مجداً و محتداً وعرضاً؛ [4] في الديوان : واديها؛ [5] لم نجده في [6] الديوان المطبوع لابن الرومي بعد؛

قدم بغداد مدينة السلام بعد حجّة الاسلام سنة عشرين وسبعمائة؛

(۲۲۵) **مجد الدين** ابو عيسى الياس بن محمّد بن علی الرومیّ المحدّث

روی بسنده عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلّی الله عليه وسلّم: الارواح جنود مجنّدة فما تعارف منها ائتلف، وما تناكر منها اختلف؛ وفی رواية عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما: قال رسول الله صلی الله عليه وسلّم: الارواح جنود مجنّدة، فما كان فی الله ائتلف وما كان فی غير الله اختلف؛ وفی رواية سلمان رضی الله عنه انّ النبیّ صلّی الله عليه وسلّم قال: الارواح جنود مجنّدة فما تعارف منها فی الله ائتلف وما تناكر منها فی غير الله اختلف؛ وفی رواية عبد الله بن مسعود انّ النبیّ صلّی الله عليه وسلم قال: الارواح جنود مجنّدة تلتقی فتشامّ كما تشام الخيل فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف، فلو انّ رجلاً مؤمناً جاء الی مجلسٍ فيه مائة منافق، وليس فيه الّا مؤمن واحد لجاء حتّی يجلس اليه، ولو انّ منافقاً جاء الی مجلس فيه مائة مؤمنٍ وليس فيهم الّا منافق لجاء حتّی يجلس اليه؛ ومعناه انّ روح المؤمن تألف روح المؤمن وتنكر المنافق و بالعكس؛

(۲۲۶) **مجد الدین الیاس بن محمد المراغی**

کان ممن صحب مولانا نصیر الدین بخراسان و اشتغل علیه ؛

(۲۲۷) **مَجدُ الدین** ابوبکر بشر بن کربیم الحُوَیزِیّ رئیس الحُوَیزة

لستُ اعرف شیئًا من حاله ، وسمعتُ بعض اصحابنا یقولون انه کان یرفق بالرعیّة ؛

(۲۲۸) **مجد الدین** ابوسعد بشارى بن عمدة الدین علیّ بن صالح الجهرمیُّ الکاتب

کان من الامراء العلماء ، سمع الحدیث علی الشیخ الحافظ المحدّث رشید الدین ابی الفضائل محمّد بن ابی بکر احمد بن ابراهیم الخالدیّ الشَبَذیّ ، ومن جملة مسموعاته الاحادیث الثمانیة تخریج الحافظ جمال الدین احمد بن محمد المالکی بسماعه علی الشیخ نجم الدین الکبراء ابی الجناب احمد بن عمر الخیَوقیّ سنة ستّ واربعین وستّمائة ؛

(۲۲۹) **مجد الدین** ابوبکر بن جمال الدین عبد الکافی بن عبد الرحمن المختاریّ التبریزیّ [62b 63a]

ممّن ورد بغداد فی صحبة الصاحب فخر الدین احمد فی شهور رمضان سنة تسع عشرة وسبعمائة للنظر فی احوالها واخذ الحساب من نُوّابها ؛

(٢٣٠) مجد الدين ابو بكر[1] يسمّى عبد الله - ابن معالی ابن احمد الرّیانی البغدادیّ الشاعر

قرأت بخط العدل نور الدین عبد اللطیف من بورنداز: اخبرنا الشیخ مجد الدین ابو بکر الریانی بقراءتی علیه فی شهر ربیع الآخر من سنة عشرین وستمائة بمنزله بالرّیان مجاور مسجده، قال: اخبرتنا شهدة بنت احمد الإبری، وذکر حدیثاً، قال: وانشدنا:-

اذا لم تُسامح فی الامور تعسّرت
علیک فسامح وامزج العُسر بالیُسرِ
فلم ارَ اوقی للبلاء من التقی
ولم ارَ للمکروه اشفی من الصبرِ

(٢٣١) مجد الدین ابو بکر[2] بن عبد الله یعرف بابن الدایة الحلبیّ المتولّی علی حلب

ذکره العماد الکاتب فی کتاب البرق الشامی، وهو من بیت الریاسة والحکم بحلب واعمالها، وکان شجاعاً له فی الفرنج الحملات المشهورة.

---

[1] کان المصنف عرف اسمه بعد ترتیب الکتاب، وکانت وفاة الریانی سنة ١٢٧ (الشذرات ٥ : ١٢٤) والریّان محلة ببغداد ذکرها یاقوت فی معجم البلدان!

[2] توفّی سنة ٥٦٥ھ وتولّی بعده اخوه شمس الدین علی ابن الدایة ولهما اخ آخر اسمه بدر الدین حسن بن الدایة؛ راجع تاریخ الکامل (١١ : ١٦١) والوفیات ترجمة السلطان صلاح الدین یوسف؛

(۲۳۲) مجد الدین ابوبکر بن محمّد[1] بن القاسم التُونِسی النحوی

کان ادیباً عارفاً بالنحو والأدب، قرأت بخطّ بعض تلامیذہ:
انشدنا الشیخ مجد الدین:-

حدیثٌ لہ حلوٌ بما اذا اقتبسُہ
فقد جاز حدّاً لوهم والفهمِ الصِفَه

فهل ینبغی الآکلن الٰی مقالہ
یمرّ بذٰلک الریق والثغر والشَفَه

(۲۳۳) مجد الدین بهْرامشاہ بن [فروخشاہ بن] شاهنشا[2] بن ایّوب الشّامیّ

تقدّم ذکرہ فی قافیۃ [کذا] الهمزۃ؛

(۲۳۴) مجد الدین ابو المظفّر بهزاد بن بَدَل بن اسماعیل البَسَوی[3] الشاعر الندیم

کان شیخاً مهیب الصورۃ حسن الشیبۃ، جمیل الملتقیٰ ملیح النظم بالفارسیّۃ، اقام ببغداد مدّۃً فی خدمۃ الملک شهاب الدین سُلیمانشاہ بن بُرجم الإیوائی، نظم کتاب شاهنامہ وذیّل علیہ، ولمّا أُخذت بغداد سلم مع من سلِم، واستوطن مراغۃ، وکان یتردّد

---

[1] توجد ترجمتہ فی الدرر الکامنۃ (۱: ۶۱) وبغیۃ الوعاۃ ص ۲۵۶ ولد سنۃ ۶۵۲ھ وتوفّی سنۃ ۷۱۸ھ؛ [2] هو الملک الامجد مجد الدین بهرامشاہ من سلالۃ البیت الایّوبی کان فیہ فضل ولہ دیوان شعر قتلہ مملوکہ فی دارہ سنۃ ۶۲۸ھ؛ راجع الوفیات (۱: ۲۲۳) [3] من امراء المستعصم قتل مع الدواتدار وابنہ سنۃ ۶۵۶ھ وعلّقت رؤوسهم بالموصل؛ تاریخ العراق (۱: ۱۷۷)؛

الى حضرة مولٰنا السعيد نصير الدين، وكان كثير المحفوظ كتبت عنه، وتوفى بمراغة سنة ست وستين وستمائة، ونسوى التى ينسب اليها من اعمال مراغة ممّا يلى [اشنو]

(۲۳۵) مجد الدين ابو الفضل ثابت بن محمد بن عمر الجغميني الخوارزمي الاديب

ذكره العماد الكاتب فى كتاب ذيل الخريدة وسيل الجريدة، وانشد له :-

ضمانٌ على الايّام ان تبلغ المدى ... وان ترغم الانافُ من زمر العدى

منها :-

ايا ذا الذى لولاه ما من سعدهِ[1] ... لكان العلى فوضى ودين الهدى سدى

يحوط حمى الاسلام منك مدبّرٌ ... تأزّر بالمجد المؤثّل وارتدى

(۲۳۶) مجد الدين ابو المعالى جعفر بن رشيق الخلاطى وزير ارمينية

لمّا مات شاه ارمن بخلاط سنة[2] ثمانين وخمسمائة لم يكن له ولد يرث ملكه، ويقوم مقامه بعده وكان البهلوان[3] صاحب اذربيجان قد زوّج شاه ارمن ابنته على كبر سنّه طمعًا ان يأخذ البلاد ويستولى على القلاع بعده، فلمّا مات شاه ارمن استولى سيف الدين بكتمر على خلاط

---

[1] مقطوع بعضه فى التجليد والتكميل من معجم البلدان؛ [2] ذكر ابن الاثير وفاة شاه ارمن فى حوادث سنة ۵۸۱ھ؛ الكامل (۱۱؍ ۲۲۲)؛ [3] هو شمس الدين محمد البهلوان بن ايلدكز صاحب اذربيجان وغيرها توفى سنة ۵۸۲ھ؛ انظر تاريخ الكامل حوادث سنة ۵۸۲ھ؛

كما ذكرناه، ولمّا تمّ له ما اراد حَبَس مجد الدين جعفر،
وقال: هو كان السبب فى مكاتبة البهلوان، ولم يزل
محبوسًا الى ان استولى تقىّ الدين عمر بن شاهنشاه بن
ايّوب فاطلق مجد الدين من حبس خلاط سنة سبع و
ثمانين وخمسمائة؛

(۲۳۷) مجد الدين ابو منصور الحارث بن عبد الله ابن محمّد البَهْنَسِىّ الكاتب

كتب فى جواب رقعة جاءته من صاحب له:-

وقفت على خطٍ كأنّ سطورهُ ... عقودٌ من الدُّرّ الثمين لمنضّدِ
فقبّلتُهُ الفًا ومازلتُ ناشرًا ... فضائلهُ فى كلّ نادٍ ومشهدِ
فكان الى قلبى وقد شفّه الضنا ... الذّ من الماء الزلال المبرّدِ

(۲۳۸) مجد الدين ابو الحسن الحارث بن ابى المحاسن المهلّب بن الحسن بن بركات بن علىّ بن المهلّب بن غياث بن سليمان بن القاسم البَهْنَسىّ المهَلّبىُّ الكاتب وزير الملك الأشرف

من كلامه: اسعد الله الخدمة بقدوم السنة المباركة
المجدّدة له طول الاعمار بمحمّد وآله الاطهار وصحبته
الاخيار، والعبد فان كان بأدع المنطق جزل الالفاظ

---

۱ لم يأخذ تقىّ الدين خلاط بل توفى محاصرًا لها، امّا مجد الدين فكان محبوسًا فى قلعة بقرب خلاط نبض عليها تقىّ الدين فاطلقه؛ راجع تاريخ الكامل ۱۲: ۳۰؛ ۲ هو مظفر الدين موسى بن العادل المتوفى سنة ۶۳۵ هـ؛ راجع لترجمته الى الوفيات ۲: ۱۳۸ وما بعدها؛

فصیح اللسان لا یهتدی الی شکر مولٰنا الذی انحمه[1] فانّه انعم وزاد وبلغ المراد، ومهّد لعبیده اکناف رأفته وعنایته وحاطهم بشریف نظره ورعایته؛ وکان والده نحویًّا، ذکره یاقوت فی معجم الادباء[1]، وقال: توفی سنة سبعین وخمسمائة، وانشد له فی صبیّین کانا یتعاشران ویقرآن فی کتاب الجُمَل[2] فی النحو

رأیت خِلّین محبوبین قد ألِفا   بیتًا من النحو فی باب من الجُمَل

بعد الثلاثین بابًا منه وانعکفا   علی قراءته بالقول والعمَلِ

یرید باب الفاعلین المفعولَین الذین یفعل کلّ واحدٍ منهم بصاحبه ما یفعل به الآخر؛

(۲۳۹) **مجد الدین** ابو محمد الحسَن بن ابراهیم ابن یوسف البَعْلَبَکّیّ المُنَجِّم

کان عارفًا بالنجوم وعمل المَوالید وعلم الهیئة، قال بعض الاصحاب: رأیت بخطّ مجد الدین فیما یُکتب علی الرُّبع الذی یُرصَد به:-

انا رُبع دائرة الفلكْ   طوبیٰ لمن مثلی مَلَكْ

بِیَ تُدْرَكُ الاوقاتُ حقًّا   ویقینًا دون شكْ

قلت: وهذان البیتان انشد نیهما مولٰنا

---

[1] لم نجده فی المطبوع من کتاب معجم الادباء وترجم له السیوطی فی بغیة الوعاة (ص ۲۹۹)؛ [2] للشیخ ابی القاسم عبد الرحمٰن بن اسحاق الزجاجی المتوفی سنة ۳۳۹؛ انظر کشف الظنون (۱: ۴۰۳)؛

محی الدین المغربی[1] بالرصد سنة اربع وستین وستمائة؛

(۲۴۰) مجد الدین ابو علی الحسن بن احمد بن محمد الحمصی الادیب

انشد فی وصف فاصد طبیب :—

كأنه من نصیحة و تُقى — لنفسه دون غیره فاصِدْ
ان جمد الطبع جل منه وان — ذاب بخلا لا اعادة جامِدْ
یُبقی علینا دم الحیاة ولا — یخرج الا المخبل الفاسِدْ

(۲۴۱) مجد الدین ابو محمد الحسن بن احمد بن هبة الله ابن امین الدولة[2] الحلبی

سمع جزء الحسن بن عرفة علی موفق الدین ابی المحاسن فضل الله بن عبد الرزاق بن عبد القادر [الجیلی[3]]

(۲۴۲) مجد الدین ابو محمد الحسن بن الیاس الرازی الفقیه

یروی عن الحسن قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "لیس شیئ خیر من الف مثله الا الانسان وعمر خیر من الف مثله"؛ وفی روایة جابر رضی الله عنه قال : "قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : "ما شیئ خیر من

---

[1] هو محی الدین یحیی بن محمد بن ابی الشکر المغربی الاندلسی ترجم له المصنف فی موضعه؛ [2] قال الحافظ ابن حجر فی الدرر الکامنة فی ترجمة ابراهیم بن عبد الله بن عبد المنعم بن محمد بن هبة الله، ان امین الدولة لقب هبة الله؛ [3] مقطوع فی التجلید والتکمیل من الاصل (ص b 57 a)؛

الفٍ مثله ؛" قيل : ما هو يا نبيّ الله ، قال :" الرجل المسلم"؛
وقال الحسن ما ظننتُ انّ شيئًا يساوى الفًا مثله ،
حتّى رأيت عبّاد بن الحصين[1] ليلةً كابُل وقد ثلم العدوّ
فى الستور ثلمةً فكان يحرس ذلك الموضع الف رجلٍ
فانهزموا ليلةً وبقى عبّاد وحده يدافع عن ذلك الموضع
الى ان اصبح ؛

والناس الفٌ منهم كواحدٍ ‏ ‏ ‏ وواحدٌ كالألف ان امرٌ عنا

(٢٤٣) مجد الدين ابو الحسين الحسن بن علىّ بن حاتم البيهقىّ الاديبُ

كان اديبًا عاملًا متوددًا محبًّا للاصحاب[2] مشكور الطريقة
من الاخوان ، ذكره فى تاريخ بيهق ؛ وانشد له فى
الافتخار بالاخلاق الحسنة :-

كم اخٍ كان لي عدوًّا مبينا ‏ ‏ ‏ فهو اليوم لى صديق وخلّ
كان فى قلبه هجيرٌ من الحقد ‏ ‏ ‏ فقد عاد فيه برد وظلّ

(٢٤٤) مجد الشرف الحسن بن علىّ بن ابى المعالى الحسنىّ النسّابة

[73 b / 74 a]

من عهدٍ كُتب له ، وامره بصون هذا النسب الذى
طهّره الله وكرّمه وبوّأه مقرّ الشرف النبوىّ وحرمه

[1] هو عبّاد بن الحصين الحنظلىّ فارس تميم ، انظر لهذه الرواية كتاب المعارف (ص ١٨٢) ؛ [2] ص ١٢٣ ؛ ولم نجد انشاده هذا فيه ؛ انّما ذكر اسمه فقط فى الحاتميين وذكر البيهقىّ انّه مات ابنه ابو سعد سنة ٥٥٥ ھ ؛

عن دعوی الدُخلاءِ وانتحال الادعیاء فانِ ادّعی منه احد باطلاً وطوّق جِیدَہٗ بما اصبح من نحرہٖ عاطلا ولم یکن لہٗ دلیل فی کتاب الشجرۃ ولا برہانٌ یشہد لہ بصحّۃ ما ذکرہٗ قابلہٗ بما یستحقّہٗ والحق بہٖ من المؤاخذۃ مایشہد معہٗ کذبہٗ وفسقہٗ، واعلن سرّہٗ اعلاناً یَشیع بین الادنی والابعد خبرہٖ وحَالُہ، ویَضیق معہٗ الی العَود الیٰ انتحالِ ما لیس بحق مجالہ، فان عاود الدعوی وراجعہا ورافق الجماعۃ علی الباطل وبایعہا جَعَل علی جبینہٖ وسماً وابقیٰ لہٗ بذلک فی الغابرین اسماً، اِنّ اللہَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ہ

(٢٤٥) مَجد الکُفاۃِ الحسن بن فارس الخُراسانیُّ الادیب

کان ادیباً فاضِلاً، انشد فی عکس قول الحریریؒ[1]:—

لاتَزُرْمَنْ تُحِبُّ فی کلّ شہرٍ غَیْرَیَومٍ ولاتزدہ علیہ

فقال:—

اذا ما صحّ ودٌّ من خلیل فزُرہُ ولاتخف منہ ملالا

وکن کالشمس تطلع کلّ یوم ولاتک فی زیارتہ ہِلالاً

(٢٤٦) مجدالدین تاج الاسلام ابو محمّد الحسن بن محمّد بن احمد الرشیدیُّ النقیب

[ہو] الرشیدی ابو محمّد الحسن بن محمّد بن احمد بن

---

[1] اٰخر المقامۃ الخامسۃ عشرۃ من کتاب المقامات؛

عليّ بن محمّد بن الحسين بن عليّ بن عبد الواحد بن علي بن محمّد بن عبد الله بن عليّ بن اسحٰق بن عليّ بن ابي جعفر هارون الرشيد بن محمّد المهديّ بن ابي جعفر المنصور عبد الله بن عليّ بن عبد الله بن العبّاس ؛

(٢٤٧) مجد الدين الحسين بن عليّ بن احمد بن الخوارزميّ الصدر الكاتب

من اعيان الزمان واكابره ؛

(٢٤٨) مجد الدين الحسين بن تاج الدين عليّ بن نظام الدين هبة الله بن الداوامي البغداديّ

من البيت المعروف بالتقدّم والرياسة والفضل والمعروف وكان من حجّاب الديوان وتأدّب وسمع الحديث على جدّه وغيره، وكان قد حصّل وتأدّب، وله شعر مليح رأيته لمّا قدمتُ بغداد وكتبت عنه، وتوفّي[1] في اوائل شهر رمضان سنة ثلاث وثمانين وستّمائة، وحُمِل الى مشهد عليّ عليه السلام، ومولده في شعبان سنة عشرين وستّمائة ؛

(٢٤٩) مجد الدين ابو المظفّر الحسين بن عزّ الدين محمّد بن فخر الدين ابي طالب احمد صاحب الديوان الدامغانيّ البغداديّ الحنفيّ المعدّل المدرّس

من بيت الرياسة والتقدّم والفضل والعدالة والقضاء والعلم،

---

[1] ذكرت وفاته في الحوادث الجامعة (ص ٤٤٣) ايضاً ؛

شهد عند قاضي القضاة عز الدين النيلي، وصحب مولٰنا محي الدين ابن المحيا مدرّس الحنفيّة وتفقّه عليه و على القاضي تاج الدين عليّ بن ابي اليمن ابن السبّاك، وتولّى المدرسة التُتُشيّة على طريقة آبائه واجداده ودرس بها وشُكِرت سيرته، وذكر لي مجد الدين بن الدامغاني انّ مولده في المحرّم سنة احدى وثمانين وستّمائة؛

(٢٥٠) **مجد الدين** ابو المعالي الحسين بن محمّد بن الحسين بن عليّ بن عبد الرحيم البغدادي المعدّل نسيب ابن الدامغاني

شهد عند قاضي القضاة ابي القاسم عبد الله بن الحسين بن الدامغاني في ربيع الآخر سنة تسع وستمائة وتوفّي في شهر ربيع الآخر سنة اثنتين وعشرين وستمائة؛

(٢٥١) **مجد الدين** ابو عمارة حَمزة بن احمد بن اسماعيل بن حَمزة البغدادي الاديب

كان اديبًا فاضلاً عارفًا بالتواريخ وامور الناس، انشدني بعض الاصحاب :-

وكُنّا نُرجّي ان نرى العدل ظاهرًا ... فاعقَبَنا بعد الرجاءِ قنوط

متى تصلح الدنيا ويصلحُ اهلها ... وقاضي قضاة المسلمين يلوط

ك ترجم له عبد القادر القرشي في الجواهر المضيئة (١: ٢١٠) ولم يذكر سنة وفاته؛

(۲۵۲) مجد الشرف ابو الحارث حمزة بن سالم بن زبابة العلوي المدايني النقيب

كتب اليه النقيب الطاهر: امّا بعد ارشدك الله مؤيّداً واسعدك مسدّداً كما جعلك رفيع القدر نبيه الذكر عالي الفخر طيّب النشر، طاهر الاخلاق زكيّ الاعراق، فاضل الادب كامل الحسب مهذّب الخصال محمود الفعال، شريف الخلال؛

منها: فانّي تأمّلت وجوه ما يتصرّف الناس في ايّام مهلهم ومدّة اعمارهم وما يبتغى في كلّ صنف، وكان النقيب عن كلّ هذا بمعزل لاشتغاله بالطلب ودرس الادب والاهتمام بما ينفعه في الآخرة من تقديم الاعمال الصالحة و الفضائل الراجحة والله يوفّق؛

(۲۵۳) مجد الدين ابو العزّ خليل بن محمّد بن عليّ العراقيّ الصوفي

كان اديباً عالماً، من شعره في صبيّ يقال له: ابراهيم؛-

يا سميّ الذي اجير من النا — ر ببرد من حرّها وسلام
فعلت مقلتاك بالقلب منّي — كفعال الخليل بالاصنام

(۲۵۴) مجد الدين ابو سليمان داود بن محمّد بن ابراهيم الاربليّ الصدر الرئيس

ذكره الصاحب شرف الدين ابو البركات المبارك بن احمد الاربليّ المستوفي في تاريخه، وقال: كان كريماً ممدّحاً؛

قرأت في كتاب معجم البلدان لياقوت[1] قال : وقد اشتهر شعرا نوشروان البغدادي المعروف بشيطان العراق في ذمّ اربل ، ومدح مجد الدين داوود [بقصيدة] اوّلها :–

تبًّا لشيطاني وما سوّلا ... لأنّه انزلني اربلا
مولاي مجد الدين يا مالكًا ... شرّفه الله وقد خوّلا
عبدك نوشروان في شعره ... مازال للطيبة مستعملا
لولاك مازارت ذُرى اربلٍ ... اشعارُهُ قطّ ولا عوّلا
ولو تلقّاك بها لم يقل ... تبًّا لشيطاني وما سوّلا "

(٢٥٥) مجد الدّولة ابو طالب[2] رستم بن فخر الدولة عليّ بن ركن الدولة الحسن بن بُويه الديلميّ المتولّي على بلاد الجبال

ذكره ابو الحسين بن ابي اسحاق الصابئ في تاريخه ، و قال : وفي ذي القعدة سنة ثمان وثمانين واربعمائة خُلع عليه وكُنّيَ اباطالب ولُقِّب مجد الدولة وكهف الأمّة ، وعُهد له على الري واعمالها ، وعُقد له لواء و حُمل اليه الخِلَع والطوق والسواران والحملان

[1] انظر مادّة اربل من معجم البلدان ؛ واسمه هناك نُوشروان بحذف الهمزة ؛ وله في الاربل قصيدتان احداهما في الذم والأخرى في المدح ؛ فالشعر الاوّل من الاشعار المذكورة ههنا من الهجائية ؛ وبقيّة الاشعار من المدحيّة ؛ [2] ذكره في كتاب الكاف ايضًا حين ذكر لقبه كهف الأمّة وذكر بعض ذكره ههنا ؛

بالمراكب الذهبيّة، ولم تزل والدته هي القيّمة بأمره والناظرة في امور جنده الى ان توفّيت، وفي جمادى الآخرة سنة عشرين واربعمائة نزل يمين الدولة محمود بن سبكتكين الري وقبض على مجد الدولة وصادر امراء الديلم واستولى على ماكان بن نصر بن الحسن بن فيروزان خال فخر الدّولة وقرّر عليه الف الف دينار؛

(۲۵۶) **مجد الدين** ابو الحسن زيد بن الحسن بن زيد العلويّ الاصفهانيّ النسّابة

ذكره الحافظ جمال الدين ابو عبد الله بن الدبيثي في تاريخه، وقال: هو ابو طالب (؟) زيد بن الحسين (؟) ابن زيد بن ابي الحسن ويعرف بانوجه بن حمزة بن الحسين بن محمّد بن الحسين بن عليّ بن عمر بن حسن الافطس بن عليّ بن عليّ زين العابدين بن الحسين بن عليّ بن (ابي طالب)، سمع ببلده من ابي بكر بن ابي ذر الصالحاني[1] ومن فاطمة بنت عبد الله الجُوزْدانيّة[2]؛ قال: وقدم بغداد حاجّاً وحدّث بها بعد عوده من الحجّ سنة سبع وسبعين وخمسمائة، قال: وقد اجاز لنا وسمع منه جماعة من الطلبة، وتوفّي باصبهان سنة تسع وسبعين وخمسمائة؛

---

[1] محلّة من محالّ اصفهان؛ [2] جُوزدانيّة قرية كبيرة على باب اصفهان؛

(۲۵۷) مجد الدین ابو القاسم زَید بن محمّد البیهقیّ الادیب

ذکره فی تاریخ بیهق[1]، وانشد لابی المکارم عبد السیّد بن علیّ بن نصر بن خشام الخوارزمیّ المعروف بالمطرّز فی مدحه :-

قصدتُّ جناب مجد الدین زیدٍ
کَنِبیّ المصطفیٰ فی سبزوارٍ
بدا فیها وشخص الغیّ کاسٍ
وجسم الحقّ عن ثوبیه عاری
فالبسه لباساً من علاءٍ
واعرٰی شخصه من کلّ عارٍ

(۲۵۸) مجد الدین ابو الحارث سعد بن احمد بن اسماعیل النَیریزیّ[2] الخطیب

کان من الادباء الافاضل والخطباء الاماثل ؛

(۲۵۹) مجد الدین ابو المعالی سعد بن مسعود بن ابی سَعد السَعیدیّ المُقرِی

[74 b / 75 a]

کان من القرّاء الاخیار وله معرفة بالتفسیر والحدیث ، ومن روایاته : قیل للحسن البصری

---

[1] لم اجد هذا فی المطبوع من تاریخ بیهق ؛ [2] نَیریز بلدة قرب شیراز من اعمال فارس ؛

وقد اشتد جزعه على أخيه سعيد[1] فـأنت تنهى عن الجزع وقد صدرت منه الى غاية : فقال : سبحان من لم يجعل الحزن عاراً على يعقوب ؛ فجعل جوابه احتجاجاً بـقوله[2] "وابيضت عيناه من الحزن فهو كظيم[3]"

(٢٦٠) مجد الدين ابو المنير سعيد بن محمد بن سعيد الدبيثي

[قال:] قال الصلت : سمعت عطاء [بن] السليمي يقول عند الموت : اللهم ارحم فى الدنيا غربتي ، وارحم عند الموت صرعتي ، وارحم فى القبر وحدتي ، وارحم مقامي بين يديك يوم النشور ؛

(٢٦١) مجد الدين ابو المعالي سعيد بن يحيى بن علي بن الحجاج يعرف بابن الدبيثي المقرى ذكره ولده العدل جمال الدين ابو عبد الله محمد بن سعيد فى تاريخه ، وقال ينسب الى قرية دبيثى قريبة من باكسايا ، قدم بغداد مع اخيه ، وسمع بها الحديث من ابى الحسن سعد الخير بن محمد الانصاري ،

---

[1] توفي بين السنة السابعة والثامنة بعد المائة ؛ انظر ترجمته فى تهذيب التهذيب (٤ : ١٩) [2] القرآن الكريم سورة يوسف (١٢) الآية (٨٤) ؛ [3] فى الوفيات فى ترجمة ابنه محمد بن سعيد ؛ [4] المتوفى سنة ٥٤١ ؛ ترجمه ياقوت فى معجم البلدان مادة بلنسية ؛

وعاد الى واسط ونزلها الى حين وفاته، وقد
اجاز له القاضى ابو علىّ الحسن بن ابراهيم
الفارقىّ، وتوفى ليلة الجمعة يوم عيد الاضحى
سنة خمس وثمانين وخمسمائة؛

(٢٦٢) **مجد الدين** ابو الربيع **سليمان** بن ابراهيم
بن قُرَيش العُقَيلىّ الكاتب

[رأيت بخطه :] وكان قدوم الركاب المولوى للدنيا
واهلها جُنّة من نوائب الحدثان فاحيى بوجوده
البلاد واغنى بجوده العباد، فلا برحت بدوام
ملكه منيرة، والمواهب بمكارمه غزيرة؛

(٢٦٣) **مجد الدين** **شاهنشاه** بن علىّ بن كامكار
الميشقىّ الامير

كان من الامراء المعروفين والاكابر المشهورين
وله اخبار لم تقع الىّ فاوردها؛

(٢٦٤) **مجد الدين** ابو سعد **شرف** بن المؤيّد
بن ابى الفتح بن غالب البغدادىّ الخوارزمىّ الحكيم
الصوفى

ذكره الامام رشيد الدين ابو الفضائل محمد بن احمد

ــه المتوفى سنة ٥٢٨ هـ؛ انظر **الوفيات** (١ : ١٣٠) والاجازة رسميّة
حيث كانت ولادة سعيد سنة ٥٢٠ هـ كما فى الوفيات؛ ــه نسبة
الى ميشه قرية بجرجان؛

الخالدی الشَبَدَی فی مشیخته التی رواها لنا عنه ولده شمس الدین ابوالمجد ابراهیم ، وقال: مجد الدین کهف الطریقة شیخ الصوفیّة کان اوحد زمانه فی السخاء والمروّة ، وله الید الطولی فی علم العربیّة والنحو ، وخصوصاً فی الطبّ وغیره من فنون العلم ولد بخوارزم ونشأ بها ، وکان فی حیاة والده فی خدمة السلطان تکش بن ایل ارسلان ولمّا وصل میْهَنةَ وزار قبر الشیخ ابی سعید ابن ابی الخیر رجع عمّا کان فیه وترك جمیع ماله ، وتزهّدَ وتعبّدَ وصنّفَ ومات شهیداً فی سلخ جمادی الاخرة سنة سبع وستّمائة والقوه فی جیحون ، ومَولده سنة اربع واربعین و خمسمائة ؛

(۲۶۵) **مجد الدین** ابو محمد شعیب بن علیّ بن عبد الرزّاق الشاذیاخیّ[1] الصوفی

کان من ظراف الصوفیة وکبرائهم ، وانشد :-

لمّا جفانی من کان لی اُنساً ۔۔۔ اَنِست شوقاً ببعض اوابه
کمثل یعقوب بعد یوسفه ۔۔۔ حنّ الی شمّ بعض اثوابه

(۲۶۶) **مجد الدین** شُقَیر بن عبد الله المالکیّ الواعظ المدرّس

---

[1] شاذیاخ مدینة نیسابور وقریة من قری بلخ ؛

ذكره شيخنا العدل ظهير الدين عليّ بن محمّد
ابن الكازرونيّ في تاريخه، وقال: وفي سنة[1] احدى
وسبعين وستّمائة تمّت المدرسة العصمتية
بمشهد عبيد الله، واوّل من ذكر فيها الدرس
عزّ الدين ابو العزّ البصري للشافعيّة، وعفيف الدين
ربيع الكوفيّ للحنفيّة وشرف الدين داوود الجيليّ
للحنابلة ومجد الدين شقير للمالكيّة، وكان فقيهًا
فاضلًا منوّهًا؛

(٢٦٧) **مجد الدين شكربك بن احمد بن عثمان**
المراغيّ حاجب الامير حسام الدين قتلغ بوقا

(٢٦٨) **مجد الدّين[2] ابو الفضائل صالح بن محمّد بن**
منصور بن محمّد بن احمد بن هبة الله بن احمد
بن هبة الله بن احمد بن عبيد الله بن عبد الله بن
عُتبة بن مسعود بن عرقل بن حبيب ابن الهذيل
الواسطيّ الملك صدر واسط وصدر اربل

كان من اعيان الكتّاب والمتصرّفين، رُتّب بعد الواقعة
وبعد قتل سراج الدين البجلي صدرًا بالاعمال الواسطية
وخوطب بالملك، وهو الذي نقب لصاحب علاء الدين

---

[1] ذكرت قصّة بناءها في الحوادث الجامعة (ص ٢٧٤) ايضًا؛ [2] انظر ترجمته في تاريخ العراق حوادث سنة ٦٥٩ هـ وهي سنة وفاته وبحسب الفهرس؛

انفه وجعل فيه خيطاً وطاف به فى الاسواق وذلك فى [سنة ...[1]]

(٢٦٩) مجد الدين ابو الفتح صدقة بن عبد الله بن الناقد البغدادى الحاجب

ذكره شيخنا تاج الدين على بن انجب فى تاريخه، وقال: وفى رجب سنة اربع وعشرين وستمائة رتب مجد الدين حاجبا بالمخزن ثم ناب فى الوكالة فى وزارة عمه[2]، وفى سنة اثنتين و اربعين رتب وكيلاً فى وقوف ام الناصر وحج متولياً فى السبيل المختص بها، ورتب وكيلا لباب عنبر ابنة الامام المستنصر بالله، ولم يزل على ذلك واضيف اليه وكالة باب الحجرة الى ان توفى يوم الجمعة الخامس والعشرين من ذى القعدة سنة اربع وخمسين وستمائة، ودفن فى تربة لهم بالمشهد؛

(٢٧٠) مجد الملوك ابو طالب بن تاج الملوك بورى ابن اتابك الدمشقى الامير

قرأت فى ديوان عرقلة يرثيه:—

يا راكب الحرف الا عجت منحرفاً ... بجلق وابك قبراً ضمن الشرفا

---

[1] بياض فى الاصل لا نستطيع تكميله؛ [2] نصير الدين احمد بن محمد ابن الناقد المتوفى سنة ٦٤٢هـ؛ انظر: الفخرى بحسب الفهرس؛

مجد الملوک فتی الجود ابن تاجہم ۔۔۔ ومن یقصّر عن امثاله الخلفا
هلال وجنٍ تجلّی فی دُجی شعر ۔۔۔ ما قیل قد تمّ حتّی قیل قد کُسِفا

منہا :-

ھذا ابو طالب عزّت مطالبُه ۔۔۔ حتّی تردّی رداء الترب والتحفا

(۲۷۱) مجد الدین ابو الطیّب طاھر بن جعفر بن ایّوب الحمَوی الکاتب

کان اصلهٗ من بلخ وسکنَ واسط واستوطنها و وُلِدَ اولاده النجباء بها ، وسکن ابو الشکر سعد بن مجد العراق بغداد وصحِبَ الشیخ صدقة بن وزیر الواسطِیّ ، وسمعَ بافادته من جماعةٍ ؛

(۲۷۲) مجد العراق ابو سعد طاھر بن علیّ بن المؤیّد بن رضوان بن منشیّد بن شرف بن الظهیر ابن ۔۔۔۔۔[1] البَلخیّ الرّئیسُ

کان رئیساً فاضلاً عاقلاً ، کان لهٗ مجلس یجتمع فیه الیه اعیان الفضلاء ، وکان یُملی علیهم الفوائد ولا یفارقونهٗ الّا بعد وضع الموائد؛ ومن املائه قال : کتب الاستاذ ابو العبّاس احمد ابن ابراھیم الضّبیّ الی ابی سعید الشبیبیّ : وصل کتاب شیخ الدولتین فکان فی الحسن روضة حَزْنٍ بل جنّة عَدْنٍ ، وفی شرح الصدور وانس القلوب

---

[1] انقطع فی التجلید ؛

قميص يوسف فى اجفان يعقوب ؛

(٢٧٣) مَجدُ الدِّين ابو محمّد طاهر بن نصر الله ابن جَهبل الحَلَبىّ الاديب

ذكره عماد الدين اسماعيل بن هبة الله بن باطيش الموصلىّ فى كتابه ، وقال : كان عارفاً بمذهب الامام الشافعى[١] ماهراً فى علم الحساب والفرائض ، سمع من عمر بن حمّويه الجُوَينىّ وصنّف لنور الدين ابى القاسم محمود بن زنكى كتاباً فى فضل الجهاد سمّاه كتاب النصح العام للخاص والعام ، وكان زاهداً ، ودرس بحلب بالمدرسة النوريّة بعد قطب الدين مسعود ، وكان صاهره على ابنته ، و خرج من دِمشق ، ودرس بالمدرسة الناصريّة بالبيت المقدّس وتخرّج به جماعة ومات بالبيت المقدّس فى شهر رجب سنة سبع[٢] وتسعين وخمسمائة ؛

(٢٧٤) مَجدُ الاُمّة ابو منصور طغرل بن عبد الله المحموديّ الكاتب

من كتاب له : ولقد كشف عن العراق ما كان عرض لها من الكرب والغمّ وحالفها من الضيقة

---

[١] توفى سنة ٥٥٥هـ ؛ انظر طبقات الشافعية (٥ : ١٥١) ؛

[٢] وقال ابن العماد والزبيدى : مات سنة ٥٩٦ م ؛ راجع تاج العروس (٨ : ٢٦٩) والشذرات (٤ : ٣٢٤) ؛

والهمّ، واوردا اهلها من موارد كرمه ومناهل نعمة التى إن قيست بالبحار فهى اغزر سجاما واكثر ركاما ؛

(٢٧٥) مَجدُ الدين ابو الفوارس طغرل بن عبد الله الناصرىّ مُقْطَعُ اللُّحُف[١]

ذكره شيخنا تاج الدين فى تاريخه، وقال: كان اميراً شجاعاً مقداماً ذو هيئة وهيبة واُقطع اللُّحفَ سنة ثمانين وخمسمائة وكان عادلاً فى رعيّته ؛

(٢٧٦) مجد الدين ابو المظفّر عاصم بن عيسى بن احمد المرغينانىّ الفقيه

كان فقيهاً نبيهاً اديباً عالماً بالفقه والخلاف والجدل والادب، وفيه يقول بعض العلماء :-

بابى فقيهٌ فى نظام كلامه ... اُنس الوحيد وسلوة المحزون

ولو استطعت اذا سمعت كلامه ... لحشوتُ فاه بلؤلؤٍ مكنون

(٢٧٧) مجد الدين ابو المحاسن عبّاد بن محمّد بن اسماعيل يعرف بابن عَلَجّه الاصفهانىّ الكاتب الرئيس

له نسب فى بنى لُوىّ بن غالب ؛ ذكره محبّ الدين محمّد بن النجّار فى تاريخه، وقال كان مجد الدين عبّاد

---

[١] اللُّحف صقع معروف من نواحى بغداد؛ معجم البلدان (٣: ٣٥٣) ؛

من اجلّ صدور اصفهان و اعيانها فضلاً و علماً و ادباً و رياسةً و تقدّماً ، قال : اجتمعت به ، و دعانى للحضور الى داره فحضرته ، وكان جميل الهيئة حسن الاخلاق ، وله الشعر اللطيف باللغتين العربيّة و الفارسيّة ، قال : ولم ار فى عراق العجم اكمل منه ، قال : وكان ينوب عن السلاطين ، ومن شعره :-

من اعوزته وسيلة فوسائلى
بعد النبىّ اذا الصحائف تُنْشَرُ
بنت النبىّ و زوجها و ابناهما
و ابن الحسين و من نماه و جعفرُ
و كذالك موسىٰ و الرضا و محمّد
و بعسكر الشيخان و المتستّرُ

(٢٧٨) مجد الشرف ابو القاسم العبّاس بن عبد الله بن المأمون العبّاسىّ

كان مجد الشرف ابو القاسم بن المأمون ممّن حضر املاك المستظهر بالله على امّه عصمة الدنيا و الدين خاتون بنت ملك شاه كما ذكرناه فى ترجمتها من النساء ؛

(٢٧٩) مجد الدّين ابو محمّد عبد الله بن ابراهيم ابن عبد اللّطيف الواسطىّ المقرى

قدم بغداد صحبة الشيخ تقىّ الدين عبد الرحمن

ابن عبد المحسن الواسطيّ في طلب [العلم] سنة اثنتين وسبعمائة؛ من كلامه: فالناظر في هذا الوقف المذكور؛

(٢٨٠) **مجد الدّين** ابو القاسم [او ابو محمّد] عبدالله ابن ابراهيم بن نعمة الله الواسطيّ الحربويّ الكاتب سمع معنا ثلاثيات البخاري على شيخنا الصدر الكبير العالم جلال الدين ابي عبدالله محمّد بن الصاحب تاج الدين ابي منصور معلّى بن ابي السعادات بن علوان بن عقال الطائي ثم الدباهي بسماعه جميع صحيح ابي عبدالله محمّد بن اسماعيل البُخاريّ على الشيخ ابي نصر احمد بن الحسين بن النرسي بسماعه من ابي الوقت بسنده بقراءة الحافظ شمس الدين ابي العلا الفرضيّ بدار المسمع على شاطئ نهر عيسى من غربيّ بغداد في شهر رمضان سنة تسع وسبعين وستّمائة؛

(٢٨١) **مجد الدين** ابو الفضل **عبيدالله بن ابراهيم** ابن محمّد التبريزيُّ يعرف بالدقيقي الفقيه الأديب

كان من الفضلاء العلماء، رأيته بتبريز سنة اربع وستّين وستّمائة في حضرة شيخنا العلّامة رشيد الدين ابي طالب يحيى بن محمّد بن زيد المشهدي، وروى عنه

شيئاً من شعره، وكان مليح الخطّ صحيح الضبط جميل الاخلاق، كتبت عنه، وكتب لي بخطّه اوراقاً من شعر رشيد الدين المذكور؛

(٢٨٢) مجد الدين عبد الله بن ابراهيم الامامي

امام مسجد دار الشفا تبريز

روى عن قاضي القضاة بفارس مجد الدين اسماعيل بن افضل الدين بن فضل الله الفالي الشيرازيّ؛ روى عنه شيخنا صدر الدين ابراهيم بن شيخ المشائخ سعد الدين محمّد بن المؤيّد الحموييّ الجوينيّ؛

(٢٨٣) مجد الدين ابو الطيّب عبد الله بن احمد بن الحسين بن سابور الخراسانيّ الصوفي

قال: لمّا ان حضر الحسنَ بنَ عليّ الموت بكى بكاءً شديداً، فقال له الحسين: ما يُبكيك؟ يا اخي! وانّما تقدم على رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وعلى عليّ رض وفاطمة رض وخديجة رض وهم ولدوك وقد اجرى لك على لسان نبيّه [صلى الله عليه وسلم] انّك سيّد شباب اهل الجنّة، وقاسمت الله مالك ثلث مرّاتٍ؛ قال: فما زاد الّا بكاءً و انتحاباً، وقال: يا اخي! إنّي اقدم على امرٍ عظيم يَهُول لم نقدم على مثله قطّ؛

(٢٨٤) مجد الدين ابو الفضل عبد الله[1] بن ابى نصر احمد بن محمّد بن عبد القاهر الطوسىّ الخطيبُ نزيل الموصل

ذكره ابو عبد الله محمّد بن سعيد بن الدُبيثى فى تاريخه، وقال: هو بغدادىّ المولد والمنشاء، موصلىّ الدار والوفاة، تولّى الخطابة بالجامع العتيق بالموصل سنين كثيرةً، وسمع ببغداد ابا الحسين احمد بن عبد القادر بن يوسف وابا عبد الله الحسين ابن احمد بن طلحة النعالى، وابا الخطّاب نصر بن احمد بن البطّى وابا محمّد جعفر بن احمد السرّاج، قال، ورحل الى نيسابور بسمع بها ابا نصر عبد الرحيم[2] ابن عبد الكريم القشيرى وعاد الى الموصل، فحدّث بها واجاز لنا، ومولده ببغداد فى صفر سنة سبع وثمانين واربعمائة، وتوفّى بالموصل فى شهر رمضان سنة ثمان وسبعين وخمسمائة، ودفن بمقبرة باب الميدان؛

(٢٨٥) مجد الدين ابو سعد عبد الله بن احمد بن محمّد الخوارىّ الكاتبُ

---

[1] انظر ترجمته فى الشذرات (٤ : ٢٦٢) وطبقات الشافعيّة (٤ : ٢٣٣)؛ [2] توفّى سنة ٥١٤ هـ؛ انظر ترجمته فى الانساب (ص ٢٥٣ ب) والشذرات (٤ : ٤٥)؛

[من كلامه :-] وقد انفذ ما تقدم به ممّا يشهد بصحّة ولائه ويصرّح بفائح جزيل ثنائه ، راجياً من العواطف الجزيلة والعوائد الجميلة ان تحنو على ضعفه كما حنت على والده بعوارفها وكنفته بوارفها ؛

(٢٨٦) مجد الدين عبد الله بن اسماعيل يعرف بكبيل الكرماني قاضي كرمان

[76 b / 77 a]

من فضلاء الدهر واعيان العصر ، مدح الصاحب السعيد سعد الدين محمد بن علي الساوي سنة خمس وسبعمائة بقصيدة فريدة اوّلها ؛—

زان الربيعُ ارائك الاشجار	وجلا خدودَ عرائس الازهار
نشرت ذوائبها الصبا فلنشرها	طُوِيت صحائفُ حونه العطار
ورمت لثام كمامها فتبسّمت	عن لؤلؤٍ نظمت بسمط نضار
ابكار غيبٍ يجتلين تظلّماً	حُبِست وراء مسادل الاستار
بيضٌ كرائم حاملات دراهم	ينثرنها المغرّد الاطيار
يقرأن آيات الكتاب عليك في	صُحفٍ منشّرة من الانوار
فانظر اليها منصتاً لكلامها	متدبّراً لصنائع الجبّار

فيها ؛—

واسمع ثناء الصاحب المخدوم من	خطباء فوق منابر الاشجار

له كتب فوقه : يحقق اسمه ونسبه ؛

(۲۸۷) **مجد الدین** ابو القاسم عبد اللہ بن ابی القاسم عبد اللہ بن حیدر بن ابی القاسم القزوینیؒ المحدث

ذکرہ شیخنا القاضی کمال الدین احمد بن العزیز المراغی قاضی سراۃ، وقال: قرأت کتاب الاربعین الذی جمعہ علی الشیخ العالم جمال الدین محمد بن المرتحل الھمذانی بثغر جنزۃ بسماعہ من مجد الدین المذکور، وسمع مجد الدین صحیح مسلم علی الامام ابی عبد اللہ محمد بن الفضل بن احمد الصاعدی الفراوی عن ابی الحسین عبد الغافر بن محمد الفارسی عن ابی احمد محمد ابن عیسی بن عمرویہ الجُلُودی عن ابراہیم بن سفیان عن مسلم؛

(۲۸۸) **مجد الدین** ابو طاہر عبد اللہ بن سعید بن عبد القاہر الدِمَشقیؒ الصُوفیؒ

رأیت بخط مجد الدین الدمشقیؒ:—

لو کنت اجسر ان اقول ۔۔۔۔ لشفیت من نفسی غلیلا

لکن لسانی صارم ۔۔۔۔ ملئت مضاربُہ فُلُولا

(۲۸۹) **مجد الدین** ابو الفضل عبد اللہ بن عبد المحسن ابن عبد اللہ بن الطوسی خطیب المَوصِل

توفیؒ عاشر جمادی الأخرۃ سنۃ ثلاث واربعین و

---

[1] المتوفی سنۃ ۵۸۲ھ انظر ترجمتہ فی طبقات الشافعیۃ (۴ : ۲۳۴)؛

ستّمائة ، ومولده سنة ثلاث وستّمائة ؛

(٢٩٠) **مجد الدين** ابو طاهر عبد الله بن علىّ بن ابراهيم الفيروزابادىّ الفقيه المتكلّم

كان من الفقهاء المتكلّمين والعلماء العاملين ، و كان نقىّ الجيب امين الغيب دائم الفكر والمطالعة ؛

(٢٩١) **مجد الدين** ابو محمّد عبد الله بن علىّ بن عبد الحميد العلوى الكوفىّ النقيب

من اولاد النقباء السّادة النجباء العارفين بالانساب وفنون الاداب ، وقد ذكرنا منهم جماعة فى هذا الكتاب ؛

(٢٩٢) **مجد الدين** ابو القاسم عبد الله بن علىّ ابن النفيس بن علىّ بن محمّد الانبارىّ الخطيب

من بيت الخطابة والعدالة والرّواية ، ذكره ابن الدُبَيْثىّ فى تاريخه ، وقال : سَمِعَ عمّ اَبِيه ابا نصر يحيى بن علىّ ، وقدم بغداد و حدّث بها ، ومولده بالانبار فى جمادى الاولى سنة احدى وثلثين وخمسمائة ، وتوفّى بالموصل فى ذى الحجة سنة اثنتين وستمائة ؛

(٢٩٣) **مجد الدين** زين الاسلام ابو سعد عبد الله

ــه (٥٠٨-٦٠٠ھ) انظر ترجمته فى الشذرات (٤: ٣٤٥) وطبقات الشافعيّة (٥: ٨٨)

بن عمر بن احمد بن منصور بن محمد بن القاسم
بن حبيب بن عبدوس يعرف بالصغّار
النيسابوري الفقيه المحدّث شيخ خراسان،
روى عن جدّه لامّه شيخ الاسلام ابي نصر
عبد الرحيم بن ابي القاسم عبد الكريم بن
هوازن القُشَيري، روى لنا عنه شيخنا مجد الدين[1]
ابن بلدجي وتاج الدين بن الساعي، ورثاه
منتجب[2] الدين سالم بن ابي الصقر [لقوله] :-

عليك فتى الصغّار في كل ليلة ... صلوة[3] من الرحمن دائمة تترى
اخذت الورى حيًّا بعلمك والنهى ... وزاروك ميتا فاستفادوا بك الاجرا
ومضيت وابقيت الشهاب اخا التقى[4] ... ففارقنا حبرٌ وابقى لنا حبرا

(٢٩٧) مجد الدين ابو سعد عبد الله بن عمر بن تقي الدين محمّد بن امام الدين عمر بن شمس الدين محمّد بن بهاء الدين الحسين الشريفي التبريزي القاضي تبريز

من اعيان القضاة العلماء الحسيني، وهو شيخ فاضل له هيبة وهيئة جميلة وكان من المقرّبين في

---

[1] عبد الله بن محمود الآتي ذكره. [2] هو سالم بن احمد بن سالم، ترجم له المصنّف في ص ب ١٨٧ - ١٨٨ - الف من مخطوطة هذا الكتاب ؛ [3] ضبطه المصنّف هكذا منصوبًا [4] يريد ابنه شهاب الدين القاسم ابا بكر بن الصغّار (٥٣٣ - ٦١٨ هـ)، انظر ترجمته في طبقات الشافعية (٥: ١٤٨)

حضرة رشيد الدين، رأيته فى حضرة مولٰنا وشيخنا الوزير رشيد الدين فضل الله بالسلطانيّة سنة ستّ و سبع مائة، وكتب على كتاب التوضيحات الرشيديّة؛

وذكر انّ له نسباً لم يستصحبه معهٗ، وسألنى عن مشتجر الانساب، ولم يكن النسب عندى فوعدته بان يكتب لى نسبه لاذكره فى كتابى؛

(٢٩٥) مجد الدين ابو طاهر عَبْدُ اللّٰهِ بن عيسى بن المُظَفَّر السّمنانىّ الاديب

كتب فى رسالةٍ لهٗ:-

كم لى اُبَنّة منك طرفاً راقداً ... يُبدى سُباتاً كلّما ايقظتُهٗ

فكأنّك لطفل الصّغير لمهدهٖ ... يزداد نوماً كلّما حرّكتهٗ

(٢٩٦) مجد الدين ابو محمّد عبد الله بن القاسم بن عبد القاهر الدمشقىّ الكاتب

قرأت بخطّه فى كتاب كتبهٗ الى بعض الاصحاب:-

لئن كان من قال" السلام عليكم" ... يُعَدّ صديقا فالصديق كثير،

وفيه ايضاً:-

قد طلت الكتاب والشوق مُمِل ... ليس يرضى فى القول بالميسور

(٢٩٧) مجد الدين عبد الله بن قُثَم النقيب بن طلحة النقيب الرافقى بن الزينبىّ النسّابة

كان عارفاً بالانساب:-

(۲۹۸) مجد الدین عبد[1] الله بن محمّد الطبری نزیل الحرم الشریف بمکّة المجاور المحدّث

کتب لنا الاجازة من الحرم الشریف سنة تسع و سبعین وستّمائةٍ، واجازنی فی جماعة کتبها فی اجازةٍ جامعةٍ، وکان السّفیر فی ذلک شیخنا العدل الثقة رشید الدین ابو عبد الله محمّد بن عمر بن ابی القاسم المقری المحدّث

(۲۹۹) مجد الائمّة ابو المطهّر عبد الله بن محمّد بن عبد الله المعدانی الاصفهانیّ الفقیه،

کان اماماً فاضلاً مدحهٗ زین الاسلام محمّد بن منصور الهرویّ بقوله:-

ائمّة دهرنا طرحوا الائمّهْ | لدُرّة تاجهم مجدِ الائمّهْ
وکانوا ناقصین لدی المعالی | فصار جمالهٗ لهم تتمّهْ

(۳۰۰) مجد الدین ابو طالب عبد الله بن ابی عبد الله محمّد بن علیّ بن المعمّر الحسینیّ النقیب

ذکره الادیب ابو الفتوح عبد السّلام بن یوسف التنّوخیّ فی کتاب انموذج[2] الاعیان من تألیفه،

---

[1] کان المکتوب اوّلاً احمد بن عبد الله بن محمّد فی موضعه (قبل ترجمة مجد الدین احمد بن عبد الله بن المسلّم الدمشقی) ثمّ صحّحه المصنّف فاخّرنا ترجمته الی هذا الموضع رعایة لترتیب الکتاب، اظنّ انّهٗ عبد الله بن محمّد بن محمّد بن ابی بکر الاٰتی ذکرهٗ. [2] وفی کشف الظنون (۱: ۱۶۰): انموذج الزمان فی شعراء الاعیان، ووقع ذکرهٗ استطراداً فی معجم البلدان (۷: ۱۱۹) مادّة قصر قضاعة،

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
واذا	القَصِیرِ	کامل	٦	٢٦٥ (= ١٣٢:٣)
یا ابنَ	صُبُورِ	"	٦	١١٢
یا عاذِلاتی	بأمِیرِ	"	٦	١٩٨
غَمَزَ	المَعْذُورِ	"	٦	٢٢٨ (= ٣٤٠:١٠، ٢٥٤:١٧)
بمر	قصُورِ	"	٦	٤٣٣
رَکِبَتْ	ولَعِیرِ	"	٧	٣٨١
وأنا	هَدِیرِی	"	٧	٤٢١
ولَقَدْ	تَهْدِیرِ	"	١٠	٥٩
قَبَّحَ	کالیَعْفُورِ	"	١٢	٣٤٣
یا قَیْسُ	مَهْجُورِ	"	١٤	٢٠
ونَرَی	صُعْرَا	"	٦	١٢٦
واذا	نِفَرَا	"	٧	٨٦
وکأنَّ	زَهْرَا	"	٩	١٧
إنْ	سِحْرَا	"	١٩	٤٣
فَلِکُلِّهِم	الأجْرَة	"	٥	١٩٧
إنَّ	اسْتَنْزَمَرَا	"	٥	٢١٧ (= ٤٣:١٠)
تَلَقَدْ	فالأصْفَرَا	کامل	٨	٨١
فَکَأنَّهُ	أمْطَرَا	"	١٥	٤٥
ومُعَیَّنًا	بَرْبَرَا	"	١٧	١٨٥
واهفاتُ	تُسَعَّرَا	"	١٧	٢٩٤
ومُقَنَّتٍ	عِشَارَا	"	٣	٦٢
سَغَرَتْ	ضَبَّارَا (او هَبَّارَا)	"	٣	٢١٠ (= ١٥٢:٦، ١٠٨:١٧)
إنَّا	الآسَارَا	"	٦	٢
الجَذْبُ	بَرْبَارَا	"	٦	٦٩
فَخَرَجْتُ	احْضَارَا	"	٦	٢١٣
واذا	الأبْصَارَا	"	٨	١٢٧
وکأنّ	حِمَارَا	"	١٢	٣٢٠
لله	وَقَارَا	"	١٧	٧٦
فَجَرُوا	عُصَارَة	"	٤	٣١٥
کَتَمَایُلِ	الإزَارَة	"	٥	٧٣
ومَن	بُذَارَة	"	٥	١١٥
بانَتْ (او بانَتْ)	عَفَارَة	"	٥	١٢٨ (= ٢٢٥، ٢٦٦:٦)

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
فَارْتَكَ	الْجَبَّارَهْ	كامل	٥	١٨٥ (= ٣٠٢:١٥)
وَلا	بِالْحِجَارَهْ	″	٥	٢٠٥ (= ٣٦٨:١٧)
لَا	قِصَارَهْ	″	٥	٢٣٧ (= ٤١٠:٦)
مَنْ	صُبَارَهْ	″	٦	١١٠
فَاقْدُرْ	الْقَدَارَهْ	″	٦	٣٨٥
وَمَهَا	الْحَرَارَهْ	″	١١	٢٤ (= ١٦٩:٢٠)
يَا ابْنَ	فَزَارَهْ	″	١١	٣٠١
وَلَقَدْ	طِرْجِهَارَهْ	″	١٣	٤٢٥
إِلَّا	الْجُزَارَهْ	″	١٣	٤٩٧
وَنَشُدُّ	الْغِفَارَهْ	″	٢٠	٢٦٨
قَالَ	قَتِيرَا	″	٢	١٤ (= ٤٨:١٧)
وَإِذَا	مَبْهُورَا	″	٢	٣٢ (= ١٠٣:١٠)
عَقَبَ	حَصِيرَا	″	٢	١١٤ (= ٤٣٥:١٠)

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
لَو	حُدُورَا	كامل	٥	٤٢٥
طَرَقَتْ	نُرُورَا	″	٦	١٥٩
إِنِّي	سُرُورَا	″	٧	٤٠
إِنِّي	وُعُورَا	″	١٠	١٠٩
وَقُصُرْنَ	هَرِيرَا	″	١٢	٢٦٧
نَحْنُ	مَذْكُورَا	″	١٣	٢٤٦
عَايَنْتُ	وُكُورَا	″	١٣	٣٧٧ (= ٢٣:١٤) (٢٢٠:١٥)
مَشَقَ	صُدُورَا	″	١٤	١١٧
أَلِفَ	كَسِيرَا	″	١٧	١١٥
حَامِي	الْوَتِيرَهْ	″	٧	١٣٩
فَاذَا	أُحْمَرْ	″	٥	٢٨٧
يَرْمُونَ	الْخُنَوَّرْ	″	٥	٣٤٤
كَالْبِيضِ	فُغَرْ	″	٦	٣٦٦
يَتَقَارَضُ	التَّزَاوُرْ	″	٩	٨٤
الْوَاهِبُ	مُطَاهِرْ	″	١٠	٣٧
أَرْعِدْ (او أُبْرِقْ)	بِضَائِرْ	″	٤	١٦١ (= ٢٩٥:١١)
فِي	بَصَائِرْ		٥	١٣١

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
(راو أطعمت)			٧: ١٣١،	
			١٢: ٢٣٨)	
عَلَى	بوقُرِی	رجز	٤	١٤٤
وأدمتُ	صُبَيْرِ	"	٥	١٠٧
مُقَبِّضًا	طُمَيْرِی	"	٥	١٨٧
قالتْ	لِبَجْوِ	"	٥	٢٢٧
زوجك	الغُرِّ	"	٥	٢٢٧ (=
			٧: ١٥)	
شَمْطاءُ	السَّبْرِ	"	٥	٢٥٨ (=
(راو الحَرِّ			٧: ١١٢،	
				٢٠٩)
حُقِّرتُ	سَيْرِی	"	٥	٢٨٥
أقولُ	دَيْرِ	"	٥	٤٠١
تَحْزِمُ	بالزَّنَبِيرِ	"	٥	٤١٩
عَزَّ	سُدَيْرِ	"	٦	٢١
أبناءُ	شُنَّخَرِ	"	٦	٩٨
قد	الغَرِّ	"	٦	١٢٢
ولا	ضُبْرِی	"	٦	١٥١
اذا	الحُضَرِ	"	٦	١٥٩
تأنيفُهنَّ	ظارِ	"	٦	١٨٨

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
يَجْتَبِنَّ	غَمْرِ	رجز	٦	٣٣٧
ماذِلْتُ	وسَيْرِ	"	٦	٣٤٦ (=
			٩: ٣٤٦)	
ما لَكَ	شَرِّ	"	٦	٣٩١
لا	السِّبَطْرِ	"	٦	٤٣١
فَوَرَدَتْ	الفَجْرِ	"	٦	٤٦٤ (=
			١٨: ٣١٤)	
وأدمتُ	صُبَيْرِ	"	٧	٢٤
تقسمُ	بِنَيْرِ	"	٧	١٠٥
هل	وندْرِی	"	٧	١١٥
عَلِقْتُها	وَشْرِ	"	٧	١٤١
إنّي	نَزْرِی	"	٧	١٥٨
أعيا	الجَرِّ	"	٨	١٧٤
يَطُوون	الغُبْرِ	"	٩	٢٦
تنتهضُ	ظُهَيْرِی	"	٩	١١٣
كَلّا	وضَيْرِی	"	١٠	٢٣٦
لا	والتَّحَرِّی	"	١٢	٢٧٠
حتى	أُبَيْرِی	"	١٢	٤٠٣ (=
(راو أُثَيْرِ			١١: ١١٥،	
قامتْ	أَيْرِی	"	١٣	٢٧٨

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				۷: ۸۷)،
				۳۸۵:۲۰)،
فجعهم	العكركر	رجز	۶	۲۷۸ (=
				۵۲:۹)،
تهوى	الفجر	»	۶	۳۸۲
حتى	تقرر	»	۶	۳۹۲
انّى	تقطّرى	»	۶	۴۲۰
أرسل	يقفر	»	۶	۴۳۳
لو	يبسر	»	۶	۴۵۹
تركتهم	كالأصغر	»	۷	۲۲
وصرت	قرقر	»	۷	۱۲۴ (=
				۲۴۳:۶)،
ليس	هقوّر	»	۷	۱۲۷
ثمّ	الأصفر	»	۹	۱۴۴
اعمد	تأخّر	»	۱۱	۲۶۵
ويحك	تبربرى	»	۱۱	۳۵۶
صاح	الضيطر	»	۱۲	۳۵۵
لا	صرصر	»	۱۸	۴۴
كيف	أدسرى	»	۱۸	۲۷۸
الأكل	القمر	»	۱۵	۱۲۱

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أيجع	أبهرى	رجز	۱۹	۲۷۲
دعها	برى	»	۱۹	۲۹۴
يقلب	الأعسر	»	۲۰	۱۰
إن	محورى	»	۲۰	۵۳
أظلّ	الأخضر	»	۲۰	۶۶
متى	الكرى	»	۲۰	۱۵۴
غزّك	أباعرى	»	۲	۱۵۹
لاهمّ	المسافر	»	۴	۱۵۸
نحن	عامر	»	۴	۴۱۶ (=
				۱۰۶:۲۰)،
نعرف	البشائر	»	۵	۱۲۸ (=
				۶۲:۶،
				۲۸۶:۱۱،
				۱۵۷:۱۶)،
تستلّ	الحاجر	»	۵	۱۸۸
دبزّة	حاذر	»	۵	۲۴۸
يأمنّ	محاورى	»	۵	۳۰۲
فهنّ	قاصر	»	۵	۳۰۳
ترى	الأبر	»	۵	۳۲۱
وذكرى	المحاور	»	۵	۴۱۱

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
أفَزَّ	مُنْتَشِيرِ	رجز	٦	١٠٥
لَأْيًا	المُحُوَّرِ	״	٦	١٢٥
وبَجَّ (أو فَبَجَّ)	نُعُورِ	״	٦	١٣١ (= ٧: ٨١، ٩: ٢٩٦)
قد	العَسِيرِ	״	٦	٢٣٩ (= ٤٥٦)
والعَصْرِ	العُصُورِ	״	٦	٢٥٢ (= ١٥: ١٥)
أقبلْتُ	كُورِى	״	٦	٣٢٥
آمُلُ	أمِيرِى	״	٦	٣٦١
مَثْواةً	بالعُطُورِ	״	٦	٤٢٤
بانَتْ	هَيْشُورِ	״	٧	١٢٥
يكادُ	التَّصْدِيرِ	״	٧	١٥٤
ظمآنُ	مَطِيرِ	״	٧	١٦٩
مَعَ الجَلاَ	القَتِيرِ	״	٩	٣٢١
لا	الحَرِيرِ	״	١١	٤٨ (= ١٩: ٣٢)
ونَسَجَتْ	الحَرُورِ	״	١٢.	٢٢ (= ١: ٤٣٩،

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
				٥: ٢٥، (١١: ٣١٥)
فَحَطَّ	مَكْوُرِ	رجز	١٢	١٣٦
قَلْتانِ	مَنْقُورِ	״	١٣	١٥٥
على	مَمْكُورِ	״	١٣	٢٧٤ (= ١٩: ١١٧)
كأنّ	الغُؤُورِ	״	١٣	٤٠٨ (= ١٥٥)
كأنّ	المَزْبُورِ	״	١٦	٩٩
حَذْواءُ	الطُّورِ	״	١٨	١٨٣
على	العَطُورِ	״	١٩	٩١
ضاحِي	مُسْتَخِيرِه	״	٥	٣٠٥
ضَرْبًا	سَرِيرِه	״	٦	٢٥ (= ٢٥٨)
لا	طُخْرُورِه	״	٦	١٦٩
وصارَ	عَصِيرِه	״	٦	٢٥٣
يَسْتَوعِبُ	جَرِيرِه	״	٧	١٥١ (= ١٧: ٢٦٩)
وفي	لِمُسْتَعِيرِها	״	١	٤٩٠ (= ٥: ١٣٤)

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
مُقْتَدِرٍ	تَسْخِيرِها	رجز	٣	٥٠٦
خَدَبَّةٌ	تَخْصِيرِها	"	٥	٢٤٧
يَزِينُها	سُفُورِها	"	٥	٢٤٧
وأَنْتَ	بِعِيرِها	"	٥	٣٣٨ ر= ٦: ٣٠٣، ٢٠: ٣٨،)
لاقتْ	سَاهُورِهَا	"	٦	٥٠
اذ ازهت	قُعُورِها	"	٧	٢٢٥
كأنّ	خُصُورِها	"	٦	٣٧٨ ر= ٧: ٢٦٥)
وفي	مَيْسُورِها	"	٨	٦٠
ولاحت	دُرُورِها	"	٢٠	١٠٨
إنّي	بَرّا	"	١	٣٩ ر= ٥: ٣١٣)
جاؤا	جَرّا	"	٢	٢٠ ر= ١٥: ٩٥)
تَسَمّا	عِظْيَرّا	"	٢	٣٦٣ ر= ٦: ١٤٦، ١٧: ٣٣٦،
شَرِبْنَ	مُرّا	"	٢	٤٨١ ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
	(اوكثيرين)			١٥: ١٧٦،)
يا أُمَّ	شَرّا	رجز	٣	٣٦٤
لا	عَشْرا	"	٤	٢٥٤
لتجدني	بَرّا	"	٤	١٤٥ ر= ٧: ٣٨٧، ٨: ٣٠٢، ١١: ١٧٦،)
بَلّتْ	مِئْزَرا	"	٥	٧٣
قد	نُكْرا	"	٥	٩٣
إن	حُرّا	"	٥	١٩٦
لا	جَرّا	"	٥	١٩٨ ر= ٦: ١٣٢،)
لطالما	جَرّا	"	٥	٢٠١
إنّك	والقسرا	"	٥	٢٠٨
يا ناقُ	زوّرا	"	٥	٣٢٩ ر= ٤٢٧،)
رأتْ	دَثْرا	"	٥	٣٣٦
قد	عسرا	"	٥	٣٧٣
اذا	واسكرّا	"	٦	٦
إنّي	سَطْرا	"	٦	٢٨ ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
لَنْ	مُسْفَرَا	رجز	٥	٢٦٠ ر= (٦، ٣٣)
لَنْ	حَزَوَّرَا	"	٥	٢٦٠
يا ربّنا	يَكْبُرَا	"	٥	٣٠٦
تَظَلّ	مُزَعْفَرَا	"	٥	٣٣٢ ر= (١٣: ٢٣٧)
أنعتُ	خَنْزَرَا	"	٥	٣٤٤
قد	الأَزْوَرَا	"	٥	٤٢٧
أعددتُ	هجّرا	"	٦	٣٢
قامتْ	عَبْهَرَا	"	٦	٢١٠
عمدًا	مُعْتَشَرَا	"	٦	٣١٠
فما	تَسْخَرَا	"	٦	٤٢٥
سلمُ	أنْ وَرَا	"	٧	١٢٣
يدنفشُ	نَظَرَا	"	٨	١٩٢
مِنْ ياسمٍ	أَحْمَرَا	"	١٦	١٣٤
لا	الأَبْهَرَا	"	١٦	٢٥٢
باتَ	الاندرا	"	١٩	١٢٢
وقال	مُنْكَرَهْ	"	١	٣٨١
كُلّ	حَرَهْ	"	٣	٢٥٧
أنا	الحَيْدَرَهْ	"	٥	٢٤٦ ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
	(واحَيْدَرَهْ)			(٦: ٤٨)
أنعتُ	خَنْزَرَهْ	رجز	٥	٣٤٤
قد	بالسَّمْسَرَهْ	"	٥	٤٢١
رُبَّ	شَهْبَرَهْ	"	٦	١٠٣ ر= ٣٩٩، (٩: ١١١)
ما	كالحُمَّرَهْ	"	٦	١٩١
يُنْجِدُ	عُنْقَرَهْ	"	٦	٢٩٠
عبادك	المُغَبَّرَهْ	"	٦	٣٠٧
فِداكَ	حَجَرَهْ	"	٦	٤٢٦
شَدَّ	مِئْزَرَهْ	"	٧	٩ ر= (١٦: ١٥٠)
إنَّ	كعَشَرَهْ	"	٧	٤٤
إنّي	الهُدَرَهْ	"	٧	١١٨
فكانَ	العَيْثَرَهْ	"	١٠	٢٧٨
يا مَنْ	بيذَرَهْ	"	٢٠	١٣
إنَّ	الجازِرا	"	٢	٢٤٩
بهازرًا	مازِرا	"	٥	١٥٣ ر= (١٠: ٣٧٦)
فابتغ	عيازِرا	"	٦	٢٣٨

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
کأنَّ	حَجَرُ	رجز	۶	۳۴۸
فانْ	الکَدَرُ	"	۶	۴۴۹ (۱= ۷: ۱۵۷ ،)
یُنشِفنہ	کالصَّبَرُ	"	۶	۳۹۲
کأنَّ	المُنحَدِرُ	"	۶	۴۰۱
یَقُلنَ	المُقتَسِرُ	"	۶	۴۰۴
وصارِمٍ	القصَرُ	"	۶	۴۱۵
أَلقَی	المجَرُ	"	۶	۴۲۱
فی	أشَرُ	"	۶	۴۲۷
یا أیُّها	بِسَحَرُ	"	۷	۷
یا خیرُ	أُستَمِرُ	"	۷	۱۱
إذا	خَزَرُ	"	۷	۱۹
لامنُنكَ	مَطَرُ	"	۷	۲۷
اذا	مَطَرُ	"	۷	۲۹
واعلم	قَدَرُ	"	۷	۴۲
حتی	النَّجَرُ	"	۷	۴۶
أنا ابن	النَّفُرُ	"	۷	۸۹
جُفَّتْ	وسَمُرُ	"	۷	۹۳
ثمّ جعلتْ	نَفَرُ	"	۷	۹۴
لولا	بالضُّمُرُ	"	۷	۱۹۶ (= ۹۷ع)

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحہ
لَسْتُ	نَهَرُ	رجز	۷	۹۷
هٰذا	عُمَرُ	"	۷	۱۵۳
مِنَ الصَّفا	الغَدَرُ	"	۷	۲۴۴
مُعلّقِینَ	السَّفَرُ	"	۷	۳۶۵
صانی	بالکَدَرُ	"	۷	۴۱۳
ضَرْبًا	احتَفَرُ	"	۸	۴۱
یَخْبِطنَ	غُدَرُ	"	۸	۴۷
اذا	بَدَرُ	"	۹	۱۸۵ (= ، ۳۶۹ ، ۱۰: ۵۰ ،)
الحمد	والسَّفَرُ	"	۹	۳۰۵
دارٌ	الزُّبُرُ	"	۱۰	۱۵۰
أعوذُ	القَدَرُ	"	۱۰	۱۸۷
حلا	فَهَدَرُ	"	۱۰	۳۱۱
یَلُفُّ	الغُرَرُ	"	۱۰	۴۱۳
یَعلِفُها	الشَّجَرُ	"	۱۱	۱۶۲
وصَرَّحَ	ذَمَرُ	"	۱۱	۲۳۸
کأنّها	والخَمَرُ	"	۱۱	۴۱۴
بمُخدِرٍ	ذَکَرُ	"	۱۲	۳۵

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحة
				۴۶۴،)
هَلُ	المُورُ	رجز	۴	۶۲
ان	مِنُشِيرُ	”	۴	۱۱۱ (=
				۱۲: ۷۴،)
أُكُلَّ	مَمُدُورُ	”	۵	۳۷۲
سَاقِي	المَخُمُورُ	”	۱۹	۹۳
ولِيَ	الكُبُرُ	رمل	۶	۴۴۵
خالِقَ	يَبهَرُّ	”	۱۱	۳۷۵
دِيمَةٌ	تَدُرُّ	”	۱۵	۱۰۴ (=
				۱۸: ۱۸۹،)
حَيثُمَا	وُفُرُ	”	۱۹	۱۴۹
مُلُكُنَا	خِيارُ	”	۴	۴۲
حَتَمٌ	وجبارُ	”	۵	۱۸۶ (=
(راوحَكَمَ)				۱۱: ۱۲۷،)
ورُكُوبُ	اجمرارُ	”	۵	۲۱۹
ولَقَدُ	الصُفّارُ	”	۶	۱۳۵
بَينَمَا	نَغَارُوا	”	۲۰	۳۱۴
لا	بِحُرِّ	”	۵ [۱]	۲۵۵
لا	لِضُرِّ	”	۱۱ [۲]	۵

صدر البیت	قافیته	بحر	مجلد	صفحة
فرماها	عُقُرِهُ	رمل	۶	۲۷۳
بِرَهِيشِ	شَرَرِهُ	”	۸	۱۹۷
مُطعَمُ	كِبَرِهُ	”	۱۵	۲۶۰
أجلُ	بِأزارِ	”	۱	۱۵۱ (=
				۵: ۷۵،
				۱۳: ۱۲،
				۱۶: ۲۵۱)
مُحسِنُ	الكِبارِ	”	۱	۱۸۱
ومَلاهٍ	عِذارِي	”	۶	۱۰۳ (=
				۱۶: ۱۴۸)
لو	اعتصارِي	”	۶	۲۵۶،
				۸: ۳۲۸،
				۱۲: ۴۴)
أُبلِغِ	وانتظارِ	”	۱۲	۲۷۲
ولَقَدُ	مُذكارا	”	۵	۳۷۱
رُبَّ	الغارا	”	۶	۳۴۰
ولَها	تقصارا	”	۶	۴۱۳
وهُمُ	الجُزُرُ	”	۱	۲۱
طيّبوا	وَعِرُ	”	۱	۳۱

[۱] انظر ایضاً (۲: ۱۸)، [۲] انظر ایضاً (۵: ۲۷۰،)

صدر البيت	قافية	بحر	مجلد	صفحة	صدر البيت	قافية	بحر	مجلد	صفحة
عَبْهَرَةٌ	الطاهِرِ	سريع	٤	٧ ر=	واقْنَ	الهادِرِ	سريع	١٢	٥٣
	(او الظّاهِرِ)			٦: ٢١٠")	حَنْظَلَة	بالنّاضِرِ	"	١٣	١٩٤
ان	الآثِرِ	"	٥	٦١	شَاقَتْكَ	حاجِرِ	"	١٤	٦٩
في	الحاسِرِ	"	٥	٢٦١	قد	ناضِرِ	"	١٥	٥
فانْظُرْ	ضائِرِي	"	٦	٢٤	أسَفَهًا	بالقادِرِ	"	١٧	٣٩٠
عَضَّ	الغابِرِ	"	٦	٣٠٦ ر=	إذْهِي	الزّائِرِ	"	١٨	١٧٩
				٩: ٥١")	والمالُ	للناظِرِ	"	١٩	٧٧
ولَسْتُ	للكاثِرِ	"	٦	٢٤٦ ر=	أرْمِي	والعاصِرِ	"	٢٠	٣٤
				١٨: ١٩٩")	وكُنَّ	الشّافِرِ	"	٢٠	١٢٢
كَدُمْيَةٍ	مائِرِ	"	٧	١٧	دِمَاؤُهُمْ	العُذْرَهْ	"	١٣	٤٣٠
إنَّ	النّاظِرِ	"	٧	٣٤ ر=	يا قَوْمِ	وقُرّْ	"	٢	٩٧
				٤: ٨٠"	وإنّما	مُفْتَقِرْ	"	١	٣٩٢
				٨: ٢٧٤"	يُهِلُّ	المُعْتَمِرْ	"	١	٤١٥ ر=
				١٧: ١٤٦")					٩: ٤٧٨"
حتى	النّاشِرِ	"	٧	٦١					١٤: ٢٢٦")
قد قلتُ	للنافِرِ	"	٧	٨٤	مِنْ	يَعْتَبِرْ	"	٥	٣٤٠
والدُّرُّ	التّصاوِيرِ	"	٧	٤٢٠	فازْغَلَتْ	تَشْفَتِرْ	"	٦	٨٩ ر=
فَرُكْنُ	الحائِرِ	"	٨	١٣٥		(او فازْغَلَتْ)			١٣: ٣٠٩"
لَيْسَتْ	داعِرِ	"	٨	٣٢٢					٣٢٤")
في	والحاسِرِ	"	١١	١٥٤	تَرْوِي	يَنْصِهِرْ	"	٦	١٣٢ ر=

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
ورجال	الخِيارُ	خفيف	١١	٣٢٤
والى	والإصدارُ	»	١٢	٢٥٨
فَنَأت	سَيّارُ	»	١٣	٣
عن	العَرارُ	»	١٤	٢٥٠
وأتانا	النَّهارُ	»	١٤	٢٩٨
أجوفُ	تجّارُ	»	١٦	١٩٦
عُتِقَت	التِّجارُ	»	١٧	٣٩٤
فَسَرَونا	الدَّخدارُ	»	١٩	١٠١
بِراب	يَغيرُ	»	١	٣٨٣
أنتَ	محبورُ	»	٢	١٣٥
ثُمَّ	القُبورُ	»	٣	٣٨١ (= ١٤: ٢٨٨)
مَرِحٌ	منحورُ	»	٣	٤٢٩ (= ٧: ٥٠)
	القَتيرُ	»	٤	١٠٨ (= ٩: ٤٢)
شادَه	وكورُ	»	٤	٢٣٠
وتذكَّرْ	تذكيرُ	»	٥	١٠٤
يارسولُ	بورُ	»	٥	١٥٣
كُلُّ	خيتعورُ	»	٥	٣١١

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
سَرّه	والسَّديرُ	خفيف	٦	٢٠
وبنو	مذكورُ	»	٦	١٣٥
أينَ	سابورُ	»	٨	٨١
غَيرَ	الميسورُ	»	٨	٣٢٦ (= ٩: ٣٣٤)
مِثلَ	يستطيرُ	»	٨	٣٠٥
وَسْطَه	يُنيرُ	»	٩	٣٠٨
كقصير	قَصيرُ	»	١١	٧٢
زانهنَّ	حَريرُ	»	١١	١٨١ (= ١٢: ١٨٧)
وتبيَّنْ	تفكيرُ	»	١١	٣٦٦
تَضحكُ	تمورُ	»	١٢	٣٤٧
والتماسيحُ	واليَعفورُ	»	١٣	٨٦
ظِنَّة	حَبيرُ	»	١٥	٣٨١
مَنْ	خَفيرُ	»	١٧	١٣٣ (= ٣٤ ص)
أرواحٌ	تصبرُ	»	١٧	٣٠٩
عالمٌ	نحورُ	»	١٨	١٤٣
ثَمَّ	تدورُ	»	١٩	٢٧
لَمْ	مسرورُ	»	١٩	١٤٥

صدر البيت	قافيته	بحره	مجلد	صفحة
وعلّمنا	الوافرة	متقارب	١٩	٥٥
وجدتك	الصغارا	"	١	١٠٥
وألواح	سطارا	"	١	٣٢٢
وما	صارا	"	٢	١٧ (= ٦:١٤٤، ٦:١٣، ١٤:٢٢٥)
وعدّ	قمارا	"	٢	٣٦
اذا	نضّارا	"	٢	١٣٥ (= ١٣٦)
زمان	فطارا	"	٢	١٣٨
ماخانني	الإزارا	"	٣	١٧٨
أقول	جارا	"	٣	٢٣٥
به	ثارا	"	٣	٣٣٦ (= ١١:٢٢)
صحوت	استعارا	"	٤	٤٨٢
فهذا	الإصارا	"	٥	٨٢
فعادا	وائتمارا	"	٥	١٩٠ (= ٧:٢٢٥)
فيم	ابتيارا		٥	١٥٢ (= ١٥٤)
فمن	جمارا	متقارب	٥	٢١٧
وقيّدني	الحمارا	"	٥	٢٩٢
ودامت	احورارا	"	٥	٢٩٨
وكلّ	الشعارا	"	٦	٧٩
ولم	عشارا	"	٦	٢٤٨
فلمّا	العمارا	"	٦	٢٨٣
فلا	الغبارا	"	٦	٣٤٧
لها	فارا	"	٦	٣٧٥
فبادر	سرارها	"	٧	٤٩
ولا	اليعارا	"	٧	١٥٥
فلمّا	أنارا	"	٩	١٧٠
كأنّ	غفارا	"	٩	٢٣٨
مجازيع	اليسارا	"	٩	٣٤٤
أأزمعت	تزارا	"	١٠	٦
ولو	نارا	"	١٠	٢٢٣
فبينا	غوارها	"	١٠	٢٦٩
بضعف	اهتصارا	"	١١	١٠٩
جعلت	سبارا	"	١١	١٨٥
ودار	دارها	"	١١	٣٢٤

صدر البیت	قافیته	بحره	مجلد	صفحة
أتوني	نُكُر	متقارب	۷	۹۲
لقالَ	الهُزُر	″	۷	۱۲۴
لـها	تنبهر	″	۷	۱۶۸
ويا ابنى	السَّحَر	″	۸	۴۹
وإنّا	نأتمر	″	۸	۱۲۵
وأبيض	مُنكسِر	″	۸	۳۸۷
فضافٍ	كالحطر	″	۹	۱۲۲
نحلُّ	الجُزُر	″	۹	۴۰۱
فراغَ	الوتر	″	۱۰	۵
وساقان	مُنبتر	″	۱۰	۷۵
وقالت	هجر	″	۱۰	۱۵۳
لقد	النُّصُر	″	۱۰	۳۱۰
لـها	مُضرّ	″	۱۰	۳۶۴
لـها	المقتدر	″	۱۰	۳۸۴
وأركب	مُسبطرّ	″	۱۰	۱۴۵[۱] (=
	([۲]ومنتشر			۱۱: ۵۲)
تبيتُ	الأكر	″	۱۱	۳۸
وإن	مسبطرّ	″	۱۱	۵۱
وهم	الأزر	″	۱۱	۲۲۸
تخُصُّ	النّظر	متقارب	۱۱	۲۶۶
وسالفة	الشّعُر	″	۱۲	۱۲۰ (= ۱۷: ۲۶۹، ۲۶۰ ص)
ألِكني	الخبر	″	۱۲	۱۲۷ (= ۳۷۴، ۱۳: ۳۰۱، ۲۰: ۱۸۴)
وقول	الصّبر	″	۱۱	۳۲۴
لسانًا	الذّكر	″	۱۲	۵۳
لها	بكر	″	۱۲	۹۳
فلو	البصر	″	۱۲	۳۹۱
فكرّ	المُجُر	″	۱۳	۲۲۷
تبيتُ	مقشعر	″	۱۴	۳۳۴
فيدركنا	نكر	″	۱۵	۳۵۴
ولو	الأبر	″	۱۶	۷۳
كأنّ	الوبر	″	۱۶	۱۵۹ (= ۲۰: ۲۵)
عرفت	عُنتُر	″	۱۷	۱۵۰ (= ۱۹: ۲۴۹)

[۱] انظر ایضاً (۱۳: ۲۸۸).
[۲] انظر ایضاً (۱۱: ۵۱).

صدر البیت	قافیہ	بحر	جلد	صفحہ
أُحَيْمِرَ	مُنْكَسِرْ	متقارب	١٧	١٢١
أتَتْنِي	نُكُرْ	"	١٧	٢٧٠ (= ٢٧١ ص)
لها	النَّمِرْ	"	١٧	٢٨٤ (= ١٨: ٢٥٤، ٢٥٥ ص)
اذا	الغُدُرْ	"	١٨	٢٧٣
فيالهف	القَدَرْ	"	١٩	٨٤
فلما	أُجُرْ	"	١٩	٩٩
أُبَيْنَة	مُرّْ	"	٢٠	٤
وقد	بِشَرّْ	"	٢٠	٢٤٢
تُثِيرُ	للفَلاوُرْ	"	٩	٨٦
تَطَحْتُ	صَرِيرَا	"	١	٢٥٠
ولابُدَّ	الشَّكُورَا	"	١	٤٢٢ (= ٦: ٩٣، ١٩: ٣٦٠،
بَلَوناك	النَّفُورَا	"	١	٤٢٨
جماليّة	الهَجِيرَا	"	٢	٢٠٥ (= ١٣: ١٣٢، ١٤: ٢٧٢،
				١٩: ٣٦٩)
ولم	الشُّرَيْرَا	متقارب	٣	٢٩٧ (= ٦: ١٠٣)
تُشَبَّهُ	البَرِيرَا	"	٣	٣٩٢
كَبَرْدِيَّة	غَدِيرَا	"	٤	٥٥ (= ٦: ٢٣ راو السَّرِيرَا، ٢٦ السُّرُورا، ١١: ١٧١)
اذا	غَيُورَا	"	٤	١٢١ (= ٨: ١٥٨)
اذا	الأَمِيرَا	"	٤	٣٥٧ (= ٥: ٩١، ٢٠: ٢٣٢)
اذا	البَهِيرَا	"	٥	١٤٩ (= ٨: ١٨، ٢٠: ٢٣٦)
لها	دَبُورَا	"	٥	٣٥٧
وقد	الزُّبَيْرَا	"	٥	٤٠٥
كأنَّ	مَشْوُرَا	"	٦	١٠٣ (= ١٣: ٣٣٢،

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
				(٦: ١٠٤)
بما	تَصِيرَا	متقارب	٦	١٤٨
وتبردُ	العَبِيرَا	«	٦	٢٠٥ (= ١١: ١٥٤)
بِنَاحِيَةٍ	عَسِيرَا	«	٦	٢٤١ (=
(او بعيرانةٍ)				١٣: ٩٦)
				(١٦: ١٤٤)
ومن	الغَدِيرَا	«	٦	٣١٢
فأهلي	الكَرِيرَا	«	٦	٤٥١
مَرفُوعَةٌ	نَخِيرَا	«	٧	٤٩
سَوَاهِمُ	النُّسُورَا	«	٧	٦٠ (= ١٤: ٣٧٠)

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وكُنتُ	نَعُورَا	متقارب	٧	٨٠
وأعددتُ	ذُكُورَا	«	٧	١٤٥
عَلَى	بَصِيرَا	«	٧	٢٤٢ (= ١٥: ٣٢١)
أوِ اسفنطَ	غَدِيرَا	«	٩	١٢٤
وصَادفنَ	شَجِيرَا	«	٩	٣٩٨
أو	الغَدِيرَا	«	١٢	٣٣٩
مُبتَلَّة	زَمهَرِيرَا	«	١٣	٤٥
ومن	فَعِيرَا	«	١٧	٣٤٢
رَاشَهُ	نَجَرِهْ	متدارك	٩	١١٤

ز

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
شَنَتْ	ضَمرَزُ	طويل	٧	٢٣٤
عَلَيهَا	الجَزَاجِزُ	«	١	١٦٨ (= ١٨: ٢٧٤)
وما	النَّزَابِزُ	«	٧	١٧٧
ومَرتَبةٍ	حَاجِزُ	«	١	٣٩٦
مُسَبَّة	رَاكِزُ	«	١	٤٣٩

صدر البيت	قافيته	بحر	مجلد	صفحة
وصَلَاتُ	حَوَامِزُ	طويل	٢	٦٩
فأنحَى	مُشَارِزُ	«	٢	١٣٨ (= ٧: ٢٢٨)
فَظَلَّتْ	نَوَاكِزُ	«	٤	٤٠٠
غَدَونَ	النَّوَاهِزُ	«	٤	٤٠٠ (= ٤٠١ ع)

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحة
یا لیتہ	الجیزُ	بسیط	۷	۱۹۶
یا لیتَ	تحُرُزُ	"	۷	۱۹۹
اِنَّ	تحُزِیزُ	"	۷	۲۰۰
قد حال	وارِزُ	"	۷	۲۲۱
لکانَ	تمُزِیزُ	"	۷	۲۷۶
قد حال	تہُزِیزُ	"	۷	۳۸۱
لو	مجُوزُ	"	۱۲	۳۹۷
حتی	مرکوزُ	"	۱۴	۲۶۰ (= ۱۶: ۲۴۴)
یعلُونَ	اللجزِ	"	۷	۲۷۱
اذا	اللمزہ	"	۷	۲۹۳
فَصَلَّینا	والمعازِ	وافر	۷	۲۷۸
وما	الجوازی	"	۱۷	۳۰۶ (= ۱۸: ۱۵۶)
وتسرقُ	ضبیزِ	"	۷	۲۳۰
مثل	الخرُبازِ	کامل	۱	۳۶۰ (= او الخزبازِ ۱۷: ۲۱۳، ۲۱۴)
واذا	وناجزُ	"	۱	۱۴۲ (= ۷: ۲۸۱)

صدر البیت	قافیہ	بحر	مجلد	صفحة
ولقد	عُلاوِکزُ	کامل	۶	۳۱۸
اِنَّ	الغرائزُ	"	۷	۲۵۴
ووَقفتُ	المُناجزُ	"	۷	۲۸۱
کالہندُوانی	المُناجِزُ	"	۷	۲۸۱
لقد	مُبارزُ	"	۱۳	۲۱۷
نَہنِہُ	عاجزُ	"	۱۷	۴۴۸
کریمُ	فاہتزُّ	ہزج	۷	۲۹۱
یَہدِرُ	حرائزُ	رجز	۷	۱۹۹
وبلدۃ	غامزُ	"	۷	۲۲۲ (= ۲۵۷)
اِنّی	المُناشِزُ	"	۷	۲۵۸
کأنّہا	مکزوزُ	"	۷	۱۷۸
لا	بالنکزِ	"	۴	۴۳۴ (= ۱۹: ۳۵)
لا	والتحزّی	"	۷	۱۷۱ (= ۱۸: ۱۸۹)
ان کنت	بزّی	"	۷	۱۷۲ (= ۲۹۶)
دعنی	للاضغزّ	"	۷	۱۷۷ (= ۲۳۱)

اگست سنہ ۱۹۴۰ء

ضمیمہ

اورینٹل کالج میگزین

منجانب

عربک اینڈ پرشین سوسائٹی

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

نوٹ: ضمیمہ صرف عربک اینڈ پرشین سوسائٹی کے ممبروں اور خریداران ضمیمہ میں تقسیم ہوتا ہے

فہرست مضامین

ضمیمہ

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۴۰ء

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مہتہ ایشر داس پرنٹر چھپا اور بابو صدیق احمد خاں نے اورنٹیل کالج لاہور سے شایع کیا۔

خواجوی کرمانی - سوانح حیات اور تصانیف

[اس مضمون کی پہلی قسط اگست ۱۹۳۹ء کے پرچہ میں چھپ چکی ہے یسلسلہ کیلئے گذشتہ قسط کی آخری چند سطریں درج ذیل ہیں]

"خواجوی کرمانی کی تاریخ پیدائش کے متعلق خاصہ اختلاف رہا ہے، تذکرہ نویس تو اس سلسلے سے رہے - ریو - ایتھے - ڈاکٹر ارڈمان، پروفیسر براؤن بھی گل و نوروز کے چند اشعار کے حوالہ پر تاریخ پیدائش ٦٧٩ دے رہے ہیں، دوسری طرف سے سپرنگر، بلوشے اور ایوانانت ٦٨٩ درج کر رہے ہیں - اور ان کا مأخذ بھی گل و نوروز کے وہی اشعار ہیں"

تاریخ ولادت

مجھے ہفتاد و ہشتاد کے ہم وزن ہونے میں اس غلطی کا پہلو نظر آیا - اور اپنے خیال میں نسخے کی قدامت کو اس گتھی کے سلجھانے کے لئے کافی سمجھا - لیکن خواجو کی تین مثنویوں (یعنی ہمائے ہمایوں کمال نامہ، روضۃ الانوار) والے نسخہ میں جو دنیا میں شاید قدیم ترین ہے اور جس کا سنہ تحریر ٧٨٩ ہجری ہے - دو اور مثنویاں نہیں ہیں - برٹش میوزیم کے دوسرے نسخے میں یہ اشعار سرے سے موجود نہیں - لیکن ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی پنج مثنویات خواجو اور مقالہ سعید نفیسی دیکھنے کا اتفاق ہوا - شکر ہے کہ یہاں بھی شاعر مرحوم نے ہماری رہنمائی کی ہے - تاریخ پیدائش چار مختلف سنوں یعنی ہجری، رومی، یزدگردی اور ملک شاہی میں دی ہے - اب ہشتاد و ہفتاد کا جھگڑا اٹھ گیا، تاریخوں کے باہمی مقابلہ سے معلوم ہوا - کہ تاریخ ولادت [شب یکشنبہ؟] ٢٠ ذوالحجہ ٦٨٩ھ ہے

اسی طرح سنہ رومی ۱۶۱۰، یزدگردی ۶۵۹، ملک شاہی ۱۷ دی ماہِ جلالی ۲۱۲ ہے۔ اشعارِ مذکورہ یہ ہیں:۔

شب روزِ الف از مہ شدہ کاف — فگندہ آہوی شب نافہ از ناف
رسیدہ ماہِ ذوالحجہ بہ عشرین — بہ بام آوردہ گردون خشتِ زرّین
زہجرت شش صد و ہشتاد و نہ سال — شدہ پنجاہ روز از ماہِ شوال
وگر عقدت زرومی می کشاید — دہ افزوں بر ہزار و شش صد آید
ورت خود یزدگردی می دہد دست — یکی را طرح کن از شش صد و شصت
ور از زیج ملک شاہی سگالی — شدہ ہفدہ ز دی ماہِ جلالی
دو صد را ضبط کن وانگاہ دو شش خواہ — کہ روشن گرددت سالِ ملک شاہ
من از کتمِ عدم بر داشتم راہ — سمن زارِ وجودم شد چراگاہ

ڈاکٹر ارڈمان نے ۱۸۴۸ء میں زیڈ ڈی ایم جی کے لئے خواجو پر ایک تنقیدی مقالہ لکھا۔ جو نہایت مختصر ہے۔ انہوں نے تاریخ پیدائش پانچ شوال سنہ ۶۷۹ دی ہے۔ ان کی تقلید میں ریو اور پروفیسر براؤن نے بھی یہی لکھا ہے۔ سال کی غلطی تو شاید کاتب کے ہفتاد لکھ دینے سے تعلق رکھ سکتی ہے۔ لیکن "از مہ شدہ کاف"، اور "پنجاہ روز از ماہِ شوال" کے ہوتے ہوئے پانچ شوال درج کرنے کی ہمیں کوئی دلیل نظر نہیں آتی [1]۔

لقب | ہمارے شاعر کو "نخل بند شعرا" کہتے تھے، گویا یہ ان کا لقب تھا، دولت شاہ ان کو ملک الفضلا لکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں چونکہ زبان نہایت

---

[1] جب تک وہ متن سامنے نہ ہو۔ جس پر ارڈمان نے اپنا نتیجہ مبنی کیا ہے۔ اتنی عجلت اس کی تغلیط میں نہ کرنی چاہیئے۔ (اڈیٹر)

شستہ ہوتی تھی، اور بات سے بات پیدا کرتے تھے الفاظ بدیع لاکر کلام میں ایک مخصوص آراستگی ہو جاتی تھی۔ ان کو نخل بند شعرا کہا جاتا تھا۔ اسی خیال کی تائید اور اسی لقب کا ذکر حبیب السیر، ہفت اقلیم، مے خانہ، خزانۂ عامرہ، مرآۃ الخیال، نشتر عشق، مجالس المومنین، شمع انجمن، مخزن الغرائب اور مرآۃ العالم میں دیکھنے میں آیا ہے۔ حاجی خلیفہ کا قول ہے کہ وہ خلاق المعانی کہلاتے تھے۔ دوسری جگہ ملک الفضلا بھی لکھتے ہیں۔ خواجو کا پورا نام کمال الدین ابوالعطا محمود بن علی ہے۔ صرف صاحب مے خانہ انکو فضل الدین لکھ رہے ہیں۔

خاندان تذکرہ نویسوں کا اتفاق ہے۔ کہ خواجو کرمان کے ایک مقتدر اور بزرگ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ دولت شاہ کا قول ہے "از بزرگ زادگان کرمان بود"۔ تقریباً یہی بیان مختلف عبارتوں میں ہفت اقلیم۔ مے خانہ مجمع النفایس، اور مخزن الغرائب میں مل رہا ہے۔ اور ملا عبدالنبی صاحب مے خانہ تو فرماتے ہیں کہ "میں نے چند نہایت معتبر کتابوں میں پڑھا ہے کہ خواجو کے والد کرمان کے امرا میں سے تھے۔" تاہم اُن کے حسب نسب کا نشان نہیں ملتا۔ ان کے والد کا نام ہم جانتے ہیں کہ 'علی' تھا اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ خواجو کہیں کہیں اپنے متعلق شخصی معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ لیکن اپنے خاندان، آبا و اجداد کے متعلق کسی موقعہ پر بھی تصریح نہیں کی، آپ کے معاصرین بھی اس بارے میں خاموش ہیں خود خواجو کے چند قطعات جن میں انعام و صلۂ مدح کا تقاضا کرتے ہیں۔ بظاہر اس مسئلہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور ان کی دایم السفری بھی ایک قوی دلیل ہے کہ کرمان میں معاش کی مستقل صورت نہ تھی، اور اپنے وطن کے

متعلق تو انھوں نے جابجا بیزاری کا اظہار کیا ہے ۔ جو خالی از لطف نہیں
ہم کرمان میں انہیں اکثر تکلیف میں دیکھتے ہیں ۔ اور وہ ملکِ خدا تنگ نیست،
کے قائل نظر آتے ہیں ؎

وطن سے بیزاری

خواجو این منزلِ ویران چہ باندازۂ تست
از اقالیم جہان خطۂ کرمان کم گیر

مجھے ان کے دیوان سے چودہ شعرا ایسے ملے ہیں ۔ جن میں اصل وطن سے
بیزاری اور عراق ، بغداد ، اصفہان ، شیراز کے علاوہ تبریز کے واسطے
بھی آرزومندی کے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے ؎

خواجو کنارِ دجلۂ بغداد جنت است
لیکن میانِ خطۂ تبریز خوشتر است

بظاہر وہ اکثر اوقات سفر میں گزار کر واپس وطن آتے ہیں اور وہ بھی
دوستوں کے تقاضے پر لیکن پھر وہی شوقِ سیاحی مغلوب کر لیتا ہے اور
کرمان سے اُکتا کر کہتے ہیں ؎

خواجو بکام دوستان سوی وطن باز آمدی
ای دوستان از آمدن سوی وطن باز آمدیم

کرمان کو چھوڑتے وقت گویا ایک گونہ خوشی اور انبساط محسوس کرتے ہیں ؎

خرم آن روز کہ از خطۂ کرمان بروم
دل وجان دادہ ز دست از پیِ جانان بروم

اکثر اوقات وہ لفظ کرمان کو ذو معنی طور پر استعمال کر کے اس سے اپنی
نفرت اور وہاں کی تکالیف کا اعادہ کرتے ہیں ؎

ایوبؑ اگر ز محنت کرمان بجان رسید ہرگز نخوردہ اندوہ کرمان چنانکہ من

میلِ خواجو ہمہ گر سوی عراق ست مگر
صبرِ ایوبؑ خلاصی دہد از کرمانش

اس وجہ سے ہمیں ان کی مالی حالت سے اطمینان نہیں ، اور ان کا توسّل خاندانِ امرا سے بعید معلوم ہوتا ہے ؛

تصانیف خواجو کی تصنیفات میں سب سے دلچسپ ان کا دیوان ہے ۔جس میں غزلیات کے علاوہ ان کے قصائد ، قطعات ، ترکیب بند ، اور کئی دلچسپ نظمیں شامل ہیں ، اس کے علاوہ ان کا خمسہ ہے جو انہوں نے نظامی کی طرز میں لکھا ہے ، میری مراد ہمای ہمایون ، گل و نورور ، روضۃ الانوار ، کمال نامہ اور گہر نامہ سے ہے ۔ بلوشی اور سپرنگر ایک اور مثنوی مفاتیح القلوب و مصابیح الغیوب کا ذکر کرتے ہیں ۔ اس کا ایک نسخہ کتاب خانہ قومی پیرس میں ہے ۔ ایک ساتویں مثنوی سام نامہ ہے جو خواجو سے منسوب کی جاتی ہے ۔ اس کتاب کے [illegible] کچھ بحث چلی آرہی ہے ۔ اور میرا خیال ہے (اس روٹوگراف کو دیکھ کر جو برٹش میوزیم سے منگایا گیا ہے) کہ خواجو نے کبھی سام نامہ نہیں لکھا ۔کسی نے شاہنامہ اور ہمای ہمایوں سے سرقہ کیا ہے ۔ اور موجودہ صورت دے دی ہے ۔ رباعیات خواجو کا بھی ایک نسخہ کتاب خانۂ پیرس میں ہے ۔ وہاں چند مختصر رسالے نثر میں بھی ہیں ۔ سعید نفیسی بھی دو مختصر رسالوں کا ذکر کرتے ہیں ۔ جو انہوں نے آقای حاجی حسین آقا ملک کی لائبریری طہران میں دیکھے ۔جن کا موضوع اُن کو مقالہ لکھتے وقت یاد نہ رہا ؛

تصانیف کے قلمی نسخے خواجو کی تصانیف کے قلمی نسخے برٹش میوزیم باڈلین لائبریری ، انڈیا آفس ، ایشیاٹک سوسائٹی

بنگال لائبریری، کتاب خانۂ قومی (پیرس) بانکی پور لائبریری، پروفیسر براؤن لائبریری، رام پور، کپورتھلہ، کتاب خانۂ مجلس شورای ملی ایران میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے سب سے قدیم نسخہ برٹش میوزیم میں ہے۔ یہ تین مثنویوں ہمای ہمایون، کمال نامہ، روضۃ الانوار کا مجموعہ ہے۔ سنہ تحریر ۷۹۸ ہجری ہے۔ کاتب میر علی بن الیاس التبریزی الباورچی ہیں۔ جن کا کچھ حال کتاب پیدائش خط و خطاطان میں حاجی میرزا عبدالمحمد خان ایرانی نے دیا ہے۔ یہ بزرگ عام طور پر نستعلیق کے موجد مانے جاتے ہیں۔ کچھ بھی ہو اپنے زمانے کے ماہر استاد تھے۔ خط کیا ہے۔ گویا موتی پرو دیئے ہیں۔ چونکہ یہ نسخہ ساڑھے چھ سو سال سے زائد معمر ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے ماہر فن کی یادگار ہے۔ اور شاعر کی وفات کے تقریبًا چالیس برس بعد کا لکھا ہوا ہے۔ اس لئے اس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں اس کا روٹوگراف موجود ہے۔ میں نے مثنوی کمال نامہ کا متن تیار کرنے میں اس نسخہ سے بہت مدد لی ہے۔ اور اکثر اس پر اعتماد کیا ہے۔ دو ایک تصاویر بھی ساتھ ہیں۔ جو اس زمانہ کی مصوری کا شاید نہایت عمدہ نمونہ کہی جا سکتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ دو تین ورق اس کے ضایع ہو چکے ہیں، دوسرا نسخہ مکمل خمسہ کا ہے۔ اس کا سنہ تحریر ۹۲۴ ہجری ہے۔ اور کاتب علی بن حسین بن عمادالدین حسینی ہیں۔ ہماری لائبریری میں اس نسخہ سے گل و نوروز اور گوہر نامہ کے روٹوگراف موجود ہیں۔ اس کے اوراق بھی چند جگہوں سے نہیں ہیں۔ اور خاتمہ کے دو صفحے بھی مفقود ہیں۔ خط نستعلیق ہے مگر صاف نہیں اور میر علی کی شیرینی تو سرے سے نہیں ہے۔ اس کے علاوہ سام نامہ کے دو نسخے بھی موجود ہیں

ان میں ایک پر بادشاہِ اودھ کی مہر ہے۔ اور دوسرا نسخہ J. H. Hindley کا سنہ ۱۸۱۱ء کا محررہ ہے۔ اس کا روٹوگراف بھی پنجاب یونیورسٹی کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔ میوزیم میں دیوان کا نہایت عمدہ نسخہ بھی ہے، سنہ تحریر موجود نہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے۔ کہ پندرھویں صدی عیسوی میں لکھا گیا ہوگا۔ نہایت صاف لکھا ہے۔ اور خاصہ ضخیم ہے۔ اس کا روٹوگراف بھی ہماری لائبریری کے لئے باعثِ زینت ہے۔ باڈلین لائبریری میں کلیاتِ خواجو کا ایک نہایت عمدہ نسخہ ہے۔ سنہ تحریر تو درج نہیں لیکن خاصہ پرانا معلوم ہوتا ہے۔ مکمل دیوان کے علاوہ خمسہ کی مثنویاں ہیں۔ اسی لائبریری میں خلاصۃ الکلام مؤلفہ ابراہیم خان بہادر ناصر جنگ خلیل ۱۱۹۸ھ کا ایک نسخہ بھی ہے۔ اس میں ۷۰ شعرا کے کلام کا انتخاب دیا گیا ہے۔ اس میں چو بیسویں خواجو ہیں۔ گل و نوروز، ہمای ہمایون، کمال نامہ کے علاوہ سام نامہ کا انتخاب بھی ہے۔ مگر آیتے کا خیال ہے۔ کہ یہ سام نامہ وہ نہیں جو انڈیا آفس کے کتاب خانہ میں ہے ؛

انڈیا آفس کے کتاب خانہ میں ہمای ہمایون اور سام نامہ کے نسخے ہیں۔ پہلی مثنوی کا اصلی نسخہ مجھے دیکھنے اور اس کی مدد سے ہمای ہمایون کے متن تیار کرنے کا فخر حاصل ہے۔ سام نامہ کا سنہ تحریر ۱۰۸۵ھ ہے۔ لیکن فاضل فہرست نویس نہایت حیرت سے رقمطراز ہیں کہ نہ صرف پہلا شعر بلکہ متن کا اکثر حصہ مثنوی ہمای ہمایون اور اس کا ایک ہی ہے۔ صرف اسمای ھمای ہمایون کو سام اور پریدخت میں تبدیل کر دیا ہے ؛

ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ پنج مثنویاتِ خواجو میرے زیرِ نظر ہے اس کا سالِ تحریر سنہ ۹۹۰ھ ہے۔ برہان الدین بن بھائی جیو ؟ مخدوم کاتب ہیں

نہایت خوشخط اور دیدہ زیب ہے۔ لیکن دوسری مثنویاں سوائے کمال نامہ ناقص الآغاز یا ناقص الاختتام ہیں، دو ایک ورق نہیں بیسیوں صفحے غائب ہیں۔ ساتھ ہی ہاشمی کی مظہر الآثار کو خواجو کی مثنوی روضۃ الانوار سے غلط ملط کر دیا ہے۔ اسی کتاب خانہ میں سام نامہ کا ایک نسخہ بھی ہے۔ اور اس میں پہلا شعر اور متن کا اکثر حصّہ ہمائے ہمایون سے ملتا ہے۔ لیکن یہ مثنوی ہمائے ہمایون سے لمبی ہے۔ سام کے آبا و اجداد کے کارہائے نمایاں کے ذکر کے بعد تیمور اور شاہرخ میرزا کے نام بھی آرہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ایوانات کا قول ہے۔ کہ کتاب تیموریوں کے آخری زمانہ میں لکھی گئی۔ شاہنامہ کے بہتیرے اشعار آغاز میں آرہے ہیں۔ جس سے پیچیدگی اور بھی بڑھ گئی ہے۔ کپورتھلہ لائبریری میں خواجو اور سلمان ساوجی کا یکجا دیوان ہے۔ لیکن اس میں صرف غزلیات ہیں۔ قصائد، مراثی، قطعات اور دیگر اصناف سخن نہیں۔ بانکی پور میں دیوانِ خواجو کا ایک جدید نسخہ اور ہمائے ہمایون کے دو نسخے ہیں۔ جو میری نظر سے نہیں گزرے۔ ایسے ہی پروفیسر براؤن مرحوم کی لائبریری میں دیوان کے دو نسخے موجود ہیں۔ نہایت افسوس ہے کہ خود ایران کے کتاب خانۂ مجلس شورائے ملّی میں ایک اسی مجعول منظومہ (سام نامہ) کا بے تاریخ نسخہ ہے اور دوسرا روضۃ الانوار کا ہے۔ جس کا سنہ تحریر ۱۳۰۱ ہجری ہے۔ البتہ پرائیویٹ کتاب خانوں میں اور چیزیں مل رہی ہیں۔ مثلاً سعید نفیسی کا قول ہے کہ دیوانِ خواجو کے دو نسخے طہران میں ہیں۔ اور ان میں سے بہترین حاجی حسین آقا کے کتاب خانہ میں ہے ایک اور عمدہ نسخہ کلیات کا آقائے عبدالرحیم خلخالی ایڈیٹر دیوان حافظ کے ہاں ہے۔ جس کی بنا پر نفیسی صاحب نے اپنا مقالہ لکھا ہے۔ ہمیں ابھی

کتابیں بہت مل رہی ہیں جن میں خواجو کے کلام کا انتخاب ہے۔ قدامت کے لحاظ سے دوسرا بہترین نسخہ کلیات کا کتاب خانۂ قومی پیرس میں ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۸۲۶ ہجری ہے۔ اوربلوشے نے اس کی کیفیت اپنی تیسری جلد میں دی ہے ؛

خواجو کی نثر

وہ نثر کے رسالوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ان میں ایک رسالۃ السیفیہ ہے جسے انجام میں رسالۂ مناظرۂ شمع وشمشیر لکھا گیا ہے۔ مرصّع نثر کے ساتھ ساتھ نظم بھی ہے۔ شمع وشمشیر کا پُر لطف مناظرہ ہے۔ یہ کتاب امیر مبارزالدین محمد کے نام پر معنون کی گئی تھی، دُوسرا رسالہ بھی اسی قسم کا ہے جس کا عنوان موجود نہیں۔ اسے شاعر نے سفرِ حج کے دوران میں لکھا اور اپنے پیر و مرشد "شیخ الاسلام حجۃ الدین امین الدین زین الاسلام" کے نام نامی سے مزیّن کیا ہے۔ شیخ کا سنہ وفات ۷۴۵ھ ہے اس سے معلوم ہُوا کہ خواجو نے فریضۂ حج ۷۴۵ھ سے پہلے ادا کیا ہوگا۔ تفصیلات مکمل تصنیفات کے مطالعہ کے بعد ہی دستیاب ہوسکتی ہیں، ایک اور رسالہ مناظرہ سحاب وشمس کا ہے۔ جو وزیر غیاث الدین محمّد کے نام پیشکش کیا ہے، ایک چوتھا رسالہ جس کا نام رسالۃ السراجیہ یا مقالۃ الوہاجیہ ہے۔ جھاڑ کے استعمال وفوائد پر شاعرانہ طرز میں لکھا ہے۔ افسوس ہے کہ اس نایاب مجموعہ میں کمال نامہ موجود نہیں۔ اس کا خط نسخ ہے' اور کاتب عبدالملک ابن محمّد اسعد الدین ہیں۔ قدیم ہونے میں یہ نسخہ برٹش میوزیم کے نسخہ سے دوسرے نمبر پر ہے ؛

خواجو کی مطبوعہ مثنویاں

ہمارے شاعر کی ساری کتابیں سوائے دو کے ابھی چند قلمی نسخوں پر مبنی ہیں۔ ہمارے ہمایون

صرف ہندوستان میں دو دفعہ چھپی ہے۔ ۱۲۸۹ھ میں بمقام لوہارو فخرالدولہ مرزا علاء الدین خان بہادر رئیس لوہارو کی تصحیح سے اور پھر ۱۳۲۰ھ میں بمقام بمبئی محمدارد کانی کے اہتمام سے، بمبئی ایڈیشن دہارو ایڈیشن کا پورا پورا چربہ ہے۔ جو حصہ   میں ساقط ہے اس میں بھی نہیں ہے ؎

یہ دونو نسخے بلحاظ نایابی قلمی نسخوں سے کم نہیں۔ بمبئی ایڈیشن صرف گورنمنٹ کالج لاہور کی لائبریری میں ہے۔ اور لوہارو ایڈیشن اورینٹل کالج کے فاضل پرنسپل صاحب کی ملکیت ہے۔ اس مثنوی کے علاوہ روضۃ الانوار ۱۳۰۶ ہجری شمسی میں حسین خان کوہی کرمانی نے بحروف سربی طبع کرائی ہے افسوس ہے۔ کہ دیوانِ خواجو اس قدر دلچسپ اور سراپا معانی ہونے کے باوجود اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا ؎

خمسہ کی بحث : ہمائے ہمایون

ہمائے ہمایون شاعر کی سب سے پہلی مثنوی ہے۔ اسی نام کی ایک مثنوی ترکی زبان میں فضلی شاعر المتوفی ۹۰۷ نے بھی لکھی ہے۔ یہ شہزادہ ہمائے شہنشاہ خاور زمین کے اکلوتے فرزند اور چین کے حکمران کی چشم وچراغ شہزادی ہمایون کے معاشقہ کی داستان ہے۔ اس مثنوی کا وزن سکندر نامہ کا ہے (فعولن فعولن فعولن فعول یا فعل) متقارب مثمن مقصور یا محذوف ہے۔ لیکن موضوع عاشقانہ ہے۔ خواجوی کرمانی کے ہاں مثنویوں کا وزن خمسۂ نظامی کی طرح ہے۔ لیکن ہر مثنوی کا موضوع نظامی کی مثنویوں کا پابند نہیں۔ صرف روضۃ الانوار اور گل و نوروز کا وزن و مضمون مخزن الاسرار اور خسرو شیرین کا سا ہے۔ گوہر نامہ کا وزن خسرو شیرین کا ہے۔ لیکن موضوع وہی نہیں۔ ایسے ہی کمال نامہ کا وزن ہفت پیکر کا ہے۔ لیکن مضمون عارفانہ صوفیانہ ہے۔ ہمای ہمایون کا

سنہ تصنیف ۷۳۲ھ ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں ؎

من این نامور نامہ از بہر نام　　چو کردم بسال ہمایون تمام
کنم بذل بر ہر کہ دارد ہوس　　کہ تاریخ این نامہ بذل است و بس
۷۳۲

آغاز داستان میں حمد و نعت کے بعد سلطان ابو سعید بہادر خان چنگیزی اور اس کے وزیر خواجہ غیاث الدین محمد کی مدحیں ہیں۔ ابو سعید چنگیزیوں کا آخری مقتدر فرمانروا ہے۔ اس کی وفات نے تخت کے کئی دعویدار پیدا کر دیئے۔ ملک میں بدامنی کا دور دورہ رہا۔ جس نے امیر تیمور کے لئے موافق صورتِ حالات پیدا کر کے چنگیزی امراء کی رہی سہی قوت کو ہمیشہ کے لئے تباہ کر دیا۔ امیر تیمور کا سالِ پیدائش ۷۳۶ ہجری ہے اور اسی سال سلطان ابو سعید فوت ہوتا ہے۔ خواجہ غیاث الدین محمد اپنے والد خواجہ رشید الدین فضل اللہ کی طرح علما پروری کے لئے مشہور ہیں۔ ابو سعید کے زمانے میں علم و فضل کا جو چرچا تھا انہی کی بدولت تھا وہ خود ایک اعلےٰ درجہ کا صحیح مذاقِ سخن رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ صدہا شاعر اور ادیب کھچے چلے آتے تھے اور اپنے ادبی شاہکار پیش کرتے تھے حمد اللہ مستوفی نے اپنی تاریخ گزیدہ انہی کے نام پر لکھی ہے۔ سلمان ساوجی ان کے مداح رہے۔ ان کا ایک قصیدہ جس میں تکلّف سے صنایع بدائع کا التزام کیا گیا تھا۔ خاص طور پر ان کے لئے لکھا گیا تھا۔ قوامی گنجوی کے مشہور قصیدہ کی طرح یہ بھی اپنی طرز کا نرالا قصیدہ ہے۔ ایسا ہی ایک قصیدہ مخزن البحور و مجمع الصنایع شمس فخری نے بھی لکھا۔ یہ بھی اسی وزیر کے مدّاح تھے۔ قاضی عضد الدین ایجی نے جو متکلمین بزرگ سے ہیں متن مواقف، فوائدِ غیاثیہ، شرح مختصر ابن حاجب ان کے نام معنون کیں۔

اوحدی مراغہ ای نے جامِ جم پیش کیا۔ محمد بن علی شبانکارہ ای مصنف مجمع الانساب بھی ان کے مداحوں میں سے تھے۔ عماد فقیہ نے مثنوی صحبت نامہ کو ان کے نام نامی سے منسوب کیا۔ ہمارے ہمایون بھی غالباً اسی علم دوست اور فاضل وزیر کے لئے لکھی گئی تھی۔ گو سبب نظم آوردن داستان میں بتایا گیا ہے۔ کہ صدرِ اعظم ابوالفتح مجدالدین محمود نے شاعر کو اس کام پر آمادہ کیا ہے۔ تاریخ میں فی الحال اس صدر اعظم کا ذکر نہیں ملا محمد بن علی شبانکارہ ای کی کتاب مجمع الانساب اسی زمانہ کی نادر تاریخ ہے لیکن یونیورسٹی لائبریری میں نہ اس کا کوئی قلمی نسخہ ہے اور نہ ہی کوئی عکس ہے۔ ان مدائح کے بعد ایک ساقی نامہ ہے۔ اور جس طرح می خانہ کے فاضل ایڈیٹر نے دیباچہ میں تصریح کی ہے۔ بظاہر خواجوی کرمانی ہی نے پہلا باقاعدہ ساقی نامہ لکھا۔ جو اس کتاب میں ہے۔ اس ساقی نامہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ شاعر نے اس کو نو نو شعر کے دس بندوں میں لکھا ہے۔ بعد میں داستان کا آغاز ہے۔ جس کا مضمون محض افسانوی حیثیت رکھتا ہے۔ چند اشعار سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس منظومہ کا ماخذ کوئی پرانا ایرانی افسانہ ہے۔ جو خواجو کو دیا گیا۔ کہ "فسونِ مغان بر مسلمان بخوان"۔

اس میں کلام نہیں کہ اس مثنوی میں وہ لطافت اور شیرینی جو خواجو سے توقع کی جاسکتی ہے اور جو ان کی بعد کی مثنویوں میں نمایاں ہے نسبتاً کم ہے۔ شاید تصوف کا رنگ ابھی ان پر نہیں چڑھا۔ تبھی وہ گھلاوٹ جو اس کا خاصہ ہے سرے سے مفقود ہے۔ جہاں شہزادے ہمائے کے ملک خاور کے تخت و تاج کو چھوڑ کر چین چلے جانے کی داستان ختم کی ہے، وہ "نتوان مرد بسختی کہ من اینجا زادم" کے مصداق کرمان کی شکایت کرتے اور

بغداد جانے کے شایق نظر آتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی کا یہ حصہ کم از کم کرمان میں لکھا گیا ہوگا۔ آخر میں شاعر نے اپنی خستہ حالی کا باب کھولا ہے۔ اس کے ممدوح فوت ہو چکے ہیں۔ بغداد میں اس کا کوئی قدر شناس نہیں رہا۔ یہ مثنوی جو بڑی محنت اور آرزوؤں سے لکھی گئی تھی ویسے ہی گھر رکھی ہے۔ کسی کے پیشکش نہیں کی۔ ان حالات میں وہ واپس وطن آتا ہے اور خواجہ تاج الدین عراقی کی بدولت جو کرمان کے امیر ہیں۔ قاضی شمس الدین صائن حاکم سیرجان سے شناسائی حاصل کرتا ہے۔ ہمائے ہمایون ان کے پیش کی جاتی ہے۔ قاضی مذکور اور ان کے فرزند رکن الدین عمید الملک انعام و اکرام سے ہمت افزائی کرتے ہیں۔ تاج الدین عراقی امیر مبارز الدین محمد مظفر کے وزیر بھی رہے ہیں۔ امیر نے جب ۷۴۱ھ میں کرمان کا محاصرہ کیا ہے تو خواجہ تاج الدین عراقی ہی نے سب سے پہلے شہر سے باہر نکل کر اظہار اطاعت و وفاداری کیا عماد فقیہ نے محبت نامۂ صاحبدلان مصنفہ ۷۳۲ھ (نام خود مادۂ تاریخ ہے) انہی کے نام معنون کیا۔ اور خواجو نے اپنی مثنوی گل و نوروز بھی ان کے لئے لکھی ؛

قاضی شمس الدین صائن چوپانیوں کی طرف سے سیرجان کے حاکم تھے۔ پہلے امیر پیر حسین چوپانی اور پھر ملک اشرف کے ہواخواہوں میں رہے ۷۴۴ھ کے بعد جب ملک اشرف نے شیراز کو فتح کرنا چاہا تو امیر مبارز الدین سے مدد مانگی، امیر نے جواب میں لکھا کہ اگر ارادہ دوستانہ تعلقات رکھنے کا ہے۔ تو قاضی شمس الدین صائن کو میرے ہاں بھیجئے۔ امیر پیر حسین چوپانی اور امیر مبارز الدین کی باہمی شکر رنجی کا باعث یہی قاضی صاحب تھے

چنانچہ ان کو بھیجا گیا۔ امیر مبارز الدین مہربانی سے پیش آئے۔ لیکن قلعۂ سیرجان چند ہزار دینار سالانہ کے عوض ان سے لے لیا۔ کچھ عرصہ بعد قاضی شمس الدین صائن نے ارادہ ظاہر کیا۔ کہ اسے شیراز جانے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ بادشاہ شیراز شیخ ابو اسحٰق اور امیر مبارز الدین میں جو دیرینہ رنجش چلی آتی ہے۔ دُور کی جائے۔ اور ابرقوہ اور شبانکارہ کو قلمرو مبارزی کے ساتھ ملحق کیا جائے۔ چنانچہ وہ شیراز بھیجے گئے۔ وہاں جا کر قاضی صاحب سب کچھ بھول بیٹھے۔ شیخ ابو اسحٰق نے ان کو سیّد غیاث الدین علی یزدی کے ساتھ اپنا وزیر بنا لیا اور امیر مبارز الدین کی مخالفت علانیہ ہونے لگی۔ خواجہ تاج الدین عراقی نے قاضی صاحب کو شیراز بھجوانے کی کوشش کی تھی۔ امیر مبارز الدین نے غضبناک ہو کر تاج الدین عراقی کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اس نے یہ شعر پڑھا ؎

بر تاج عراقی ز سر لطف بہ بخش

تا خسرو تاج بخش خوانند ترا

اس دفعہ تو جان بچ گئی۔ لیکن پھر کسی جرم میں مُتّہم ہو کر شہید ہوئے۔ قاضی شمس الدین قلمدانِ وزارت سنبھالتے ہی کرمان کی فتح کے خواب دیکھنے لگے۔ لشکر فراہم کیا اور مقابلہ کے لئے آئے۔ فوج نے شکست کھائی اور خود بھاگ نکلے۔ امیر مبارز الدین کے آدمیوں نے تعاقب کیا۔ گرفتار ہوئے۔ اور قتل کئے گئے۔ یہ واقعہ ۷۴۶ ہجری کا ہے۔ خواجو کا ایک شعر جو اس واقعہ کی تاریخ سے متعلق ہے۔ اور بقول ریو حافظ ابرو کی زبدۃ التواریخ میں ہے۔ مجھے باوجود تلاش کے نہیں ملا ؛

ایک مسئلہ | مثنوی ہمائے ہمایون سلطان ابو سعید کی وفات سے چار برس

پہلے لکھی جاتی ہے۔ سلطان کی وفات کے پانچ ماہ بعد فاضل وزیر کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ معلوم نہیں وہ کیا موانع تھے۔ جن کے ہوتے ہوئے شاعر اتنے عرصے انعام سے محروم رہا اور آخر اسے مایوس ہو کر مان واپس آنا پڑا۔ افسوس ہے۔ کہ متنِ کتاب نے ہماری رہنمائی نہیں کی۔ اس کے علاوہ وہ "سبب نظم آوردن کتاب" میں لکھتے ہیں ؎

برفت از دلم ہوش واز دیدہ خواب
زچشمم ببارید چون ژالہ آب
کہ اکنون کہ دور سپہری کہ گشت
سہ دہ سال از عمر من درگذشت

گویا مثنوی لکھتے وقت وہ تیس برس کے تھے۔ جب ان کی پیدائش ۶۸۹ ہجری میں ہوئی تو لا محالہ آغاز مثنوی ۷۱۹ میں ہوا۔ لیکن انجام مثنوی کی تاریخ خود انہوں نے ۷۳۲ ضبط کی ہے۔ اب یہ ماننا کہ ۱۳ سال صرف یہی مثنوی لکھا کئے۔ خلافِ عقل ہے۔ البتہ ہو سکتا ہے کہ لکھتے لکھتے اسے ترک کر دیا ہو، اور پھر مدت گزرنے پر اسے مکمل کیا ہو۔ یہ گتھی تاحال میں نہیں سلجھا سکا ہوں ؛

گل و نوروز

دوسری مثنوی گل و نوروز ہے۔ جو ابھی زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔ یہ منظومہ جس طرح پہلے عرض کر چکا ہوں مضمون و وزن کے لحاظ سے خسرو شیرین کی متتبع ہے، (مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل) ہزج مسدس مقصور۔ اور خواجو کے خمسہ کی سب سے بڑی مثنوی ہے۔ شہزادے نوروز اور شہزادی گل دخترِ قیصر روم کے معاشقہ کی داستان ہے۔ تاریخ سے اس کا تعلق اتنا ہے کہ جن دنوں ایران کی

سلطنت ایک عظیم الشان ایشیائی حکومت مانی جاتی تھی - ایرانی شہزادے قیاصرہ روم کی لڑکیوں کو شاہی محل کی زینت بنایا کرتے ہوں گے - اور ساسانی زمانہ میں جب آرمینیا اور میسوپوٹیمیا کے سلسلے میں کشمکش رہی - اس قسم کے واقعات رونما ہوتے ہوں گے - پس بعید نہیں کہ روشن حسن نے ایرانی افسانہ نویس، داستان گو، اور شاعر کے لئے اس قسم کی اکثر داستانوں کے لئے پس منظر بہم پہنچایا۔ "سبب نظم آوردن داستان" میں فرماتے ہیں :-

شبی بودم زجام بیخودی مست	زسرمستی چو ساغر رفته از دست
زناگه بخت نیکم روی بنمود	نگار ینیم درِ کاشانه بکشود
بدستش حقه ای بر سر نهاده	زمهرش مهری از زر بر نهاده
مصور دیبهی از دیر ہر قل	زده نیرنگ آن جادوی بابل
بلفظ ہندوئی میمون کتابی	زفہرستش ریاض خلد یابی
بخطِ فیلسوفانِ کہن سال	نوشته نسخهٔ بر وعظ و (؟) امثال پر؟
گزیده داستانِ باستانی	درو گنجی نهفته شایگانی
پس آنگه گفت کای مرغ سخن گوی	که بُردی از امیرانِ سخن گوی
تو این اجزا که می بینی بدستم	طرازی نیست کان من نقش بستم
ببابل سحر سازانی که بودند	بگاه باستان این در کشودند
بدستم داد آن دیرینه اوراق	که ای شاهِ سخن گویانِ آفاق
گل و نوروز را در پرده می آر	چو گل نوروز را بر پرده می آر
بلابه گفتمش کای چشمهٔ نور	ز چشم و چشم بندت چشم بد دور
سخن گویان بسی در دہر ہستند	اگرچه زین معانی تنگ دستند

دلی گر باشدت با من عنایت   کشم در رشتۂ نظم این حکایت

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی پرانی داستان ملی کہ بابل ہیں لکھی گئی تھی، اُسے خواجو نے نظم کیا۔ میرا خیال ہے۔ کہ ہمارے شاعر کو کوئی کتاب ملی ہو یا نہ ملی ہو مگر یہ قصہ کم از کم بطور افسانہ عام مشہور ہوگا یا خواجو نے کہیں سے سنا ہوگا۔ ساری کتاب کے مطالعہ کے بغیر اس کے متلق کچھ اور نہیں کہہ سکتا ہوں۔

ہماری مثنویاں

افسوس ہے۔ کہ ہمارے شاعروں کے ہاں ایسی داستانیں تو ہیں۔ لیکن وہ اس کو اتنا لمبا کر دیتے ہیں کہ سنبھال نہیں سکتے۔ چارلس ڈکنز کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہ رجال افسانوی بہتیرے لاتا ہے اور ہر دم بڑھاتا جاتا ہے۔ چونکہ ان کو سنبھال نہیں سکتا۔ اچانک ایک ایک کو لقمۂ اجل کرتا جاتا ہے۔ انگریزی زبان میں۔ جتنے عشقیہ افسانے نظم کی صورت میں ہیں نہایت دلچسپ ہیں، ان میں اکثر تو Ballads ہیں جن کا ایک ایک بند لطف سے لبریز ہے۔ باقی Love poems بھی ایک دفعہ اٹھا کر رکھ دینے کو جی نہیں چاہتا۔ لیکن ہمارے ہاں یہ مثنویاں ہیں۔ کہ اگر ان کی افسانوی حیثیت پر غور کیا جائے تو ماحصل تین صفحوں میں آجائے گا۔ اور دلچسپی کا یہ عالم ہے۔ کہ پڑھتے پڑھتے انسان اُکتا جاتا ہے اور کتاب بند کر کے مصنّف کو کوسنے کو جی چاہتا ہے۔ محبت کا آغاز نہایت مختصر ہے اور بسا اوقات انجام بھی مختصر تر ہوتا ہے۔ اس سارے جھگڑے کو پانچ ہزار شعر میں بیان کرنا عشق و محبت کی شعریت کو ضایع کر دینے کے مترادف ہے۔ یہ میرا ذاتی نظریہ ہے کہ ہمیں ان عشقیہ مثنویوں سے اتنا لطف حاصل نہیں ہوتا جتنا ہم عام حالات میں توقع کرتے ہیں اور اس کا سب سے بڑا سبب میرے نزدیک ان حضرات کی دیر بیانی ہے۔ ہاں زور قلم کا کیا کہنا

وضاحت کے دریا امڈ پڑتے ہیں اور بسا اوقات متاع افسانہ کو بھی بہا لے جاتے ہیں۔ اور شاید یہ لوگ لکھتے بھی اسی خاطر تھے ؎

ملٹن کے گم شدہ فردوس کے متعلق اس قدر لکھا جاتا ہے۔ کہ شکسپیئر کے بعد شاید ہی کسی اور مصنف یا کتاب کے متعلق لکھا جاتا ہو لیکن گمشدہ فردوس کے مطالعہ کرنے والے کتنے ہیں۔ یہی حال ہمارے ان خمسوں کا ہے، نظامی کا خمسہ عروس ادب کا بہترین زیور ہے، لیکن کتنے صاحب ہیں جنہوں نے خمسہ کو پڑھنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے، البتہ مسجدوں میں سکندر نامہ مولوی صاحبان لہرا لہرا کر پڑھا کرتے ہیں اور خسرو شیریں ایم اے کے نصاب میں داخل ہے ؎

مثنوی گل و نوروز کا دیباچہ خواجہ تاج الدین عراقی کے نام سے ہے، اور خاتمہ میں شیخ ابو اسحق ابراہیم مقدس گازرونی کی مدح ہے۔ غالباً خواجو متعدد بار ان کے مزار کی زیارت کو گئے ہوں گے، ان کے دیوان میں بھی شیخ کی مدحیں ہیں، شیخ کا سنہ وفات ۴۲۶ھ ہے۔ وہ اپنے زمانے کے صاحب کشف و کرامات تھے۔ ان کا مزار اب بھی مرجع خاص و عام ہے۔ بقول صاحب آثار عجم "شیخ ابو اسحق ابراہیم بن شہریار گازرونی عارفی ست محقق و فاضلی مدقق، پدرش ظاہرا پارسی مذہب بودہ مسلمان شدہ و شیخ مذکور مرجع مشائخ عہد گردیدہ و در بسیاری از بلاد تکایا و خانقاہ اساس فرمودہ، و برآنہا اشخاص گماشتہ کہ بمصالح آن بقاع قیام نمایند و فقرا و مساکین را کہ وارد می شوند پذیرائی کنند، گویند چند بن ہزار کس از گبر و یہود بدست وی مسلمان گشتند و پیوستہ با طوائف مجوس و کفار مبارزت می نمودہ باین جہت اورا شیخ غازی می خوانند، شیخ ابو سعید ابوالخیر با او معاصر بودہ بالجملہ وفاتش در

سنہ ۶۲۶ ہجری بعمرِ ہفتاد اتفاق افتادہ در خانقاہی کہ موسوم بنامِ اوست مدفون است در گازرون"۔ اس کے بعد شیخ الاسلام امین الدین گازرونی متوفیٰ ۷۴۵ھ کی مدح ہے۔ ان کا حال آگے آئے گا۔

مثنوی کا سنہ تصنیف بقولِ خود مصنّف ۷۴۲ ہجری ہے،

صفر بود و قمر میزانش و رجنگ | شہ سیّارگان باشیر در جنگ
بروز جیم از مہ دال رفتہ | ز ہجرت بأ و میم و ذال رفتہ

پھر کہا ہے:-

و گر خواہی کہ روشن تر بگویم | غبار فکرت از طبعت بشویم
دو شش بر ہفصد و سی گشتہ افزون | بپایان آمد این نظم ہمایون

لطف یہ ہے کہ شاعر نے مثنوی کے اشعار کی تعداد بھی ضبط کر دی ہے،

چون این ابیات دلکش ز انجوانی | گرت باید کہ اعدادش بدانی
غلام خویش را با سرو گلشن | مکرر کن کہ گردد با تو روشن

۱۹۸۶ ۲۶۵ ۴۰۰   ۲ × ۲۶۵۱ = ۵۳۰۲

برٹش میوزیم کے نسخہ میں شاید ہی اتنے شعر ہوں۔ ایک ایک کر کے نو ابھی شمار نہیں کئے، اندازہ پورا نہیں اترتا۔ اس مثنوی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ شاعر نے اپنی تاریخ پیدائش اور نام کی تصریح کر دی ہے۔ کاش چند اور امور بھی لکھ دیتے ؛

روضۃ الانوار

خمسہ کی تیسری مثنوی باعتبارِ سنِ تصنیف روضۃ الانوار ہے۔ جو حسین خان کوہی کرمانی مدیر نامۂ ادبی نسیم صبا نے طہران سے ۱۳۰۶ ہجری شمسی میں بحروف سربی طبع کرائی ہے۔ سو صفحہ کی مختصر سی کتاب ہے۔ بہت اچھی چھپی ہے۔ مختصر سا دیباچہ بھی ہے۔ جس کی چند خامیوں کو

دیکھ کر پروفیسر سعید نفیسی نے اپنا مقالہ لکھا۔ فاضل ایڈیٹر نے متن کو دو تین
نسخوں کی مدد سے تیار کیا ہے۔ اس مثنوی کا سنہ تصنیف ۷۴۳ ہجری ہے
خود شاعر نے تصریح اس طرح کی ہے :-

روز الف بود کہ والا دبیر — نقش قصب باز گرفت از حریر
جیم زیادت شدہ بر میم و ذال — و آمدہ چون عین منعل ہلال
شیر سوار فلک تیز پوی — تافتہ از جلوہ گہ خویش روی
شمع زر از فلہ بر افراختہ — بر بنۂ تیر مکان ساختہ
گشتہ بد اس مہ نو خوشہ چین — ریختہ از غالیہ دان مشک چین

ان اشعار سے واضح ہے۔ کہ خواجو نے روضۃ الانوار کو سنہ ۷۴۳ ہجری میں
کسی ماہ قمری کی تاریخ اوّل کو ختم کیا ہے اور وہ قمری مہینہ تیر ماہ سے مطابق اور
سورج برج اسد میں تھا۔ سعید نفیسی لکھتے ہیں کہ پڑتال کرنے پر معلوم ہوا کہ قمری
ماہ صفر تھا۔ اس کتاب کا دیباچہ اور خاتمہ شمس الدین صائن قاضی کے نام ہے
ان کا ذکر پہلے آچکا ہے ؛

خمسۂ خواجو کی دو کتابیں مجھے بہت پسند آئی ہیں۔ ایک تو یہی روضۃ الانوار
دوسری کمال نامہ، روضۃ الانوار مخزن الاسرار کے جواب میں ہے اور بہت خوب لکھی ہے،
بیس مقالے ہیں اور ہر مقالے کے ساتھ ایک تمثیلی حکایت ہے، زبان کی چاشنی
الفاظ کی نشست، محاورہ کی چستی، خیالات کی رفعت، طرز بیان کی پاکیزگی غرض
ہر لحاظ سے یہ مثنوی خواجو کے کلام کا نہایت عمدہ نمونہ ہے، حق تو یہ ہے کہ
۵۴ برس کی عمر میں جو چیز لکھی جا رہی ہے۔ بہترین ہونی چاہیئے۔ میں اپنے
دوستوں کو مشورہ دوں گا کہ اس کتاب کو ضرور پڑھیں، یونیورسٹی لائبریری
سے یہ کتاب عرصۂ تین سال سے کسی نے مستعار نہیں لی ۔ اس کتاب میں ایک

خواب بھی بچپن کا بیان کیا ہے۔ جس میں ایک فرشتے نے پیشین گوئی کی تھی کہ

ملک سخن زانِ تو خواہد شدن   عقل ثنا خوانِ تو خواہد شدن

تیرِ حدیثِ تو بجوزا رسد   نام بلندت بہ ثریا رسد

چوتھی مثنوی کمال نامہ ہے۔ اس کا موضوع روضۃ الانوار کی طرح عارفانہ اور متصوفانہ ہے۔ وزن ہفت پیکر کا ہے (فعلاتن مفاعلن فعلان) خفیف اصلم مسبغ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مثنوی حکیم سنائی کی سیر العباد الی المعاد کی طرز پر ایک ہی وزن اور مضمون میں لکھی گئی[1]، ہم بوثوق کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت وہ شہرت جس کی تمنا ایک شاعر کے دل میں ہو سکتی ہے۔ خواجو کو حاصل ہو چکی تھی۔ اور اُن کے کلام میں وہ گھلاوٹ اور شیرینی جو صوفیانہ کلام کا خاصہ ہے آ چکی تھی،

کمال نامہ کمال نامہ میں مختلف عارفانہ مضامین معرضِ بحث میں لائے گئے ہیں۔ ان کو بارہ پُر زور مقالوں کے تحت ترتیب دیا ہے اور ہر مقالہ کو ایک تمثیلی حکایت سے واضح کیا ہے۔ مثنوی مولانا روم تصوّف کا ایک بحرِ ذخّار ہے۔ اس کے مطالعہ کے لئے کافی وقت کے علاوہ تحمّل کی ضرورت ہے۔ اس صورت میں کمال نامہ کو رموزِ تصوّف پر ایک مختصر اور دلچسپ منظوم رسالہ کی حیثیت حاصل ہے۔ حمد و نعت کے بعد شیخ ابو اسحٰق ابراہیم مقدس گازرونی کی مدح ہے۔ ان کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ خواجو ان کے بہت مداح نظر آتے ہیں۔ وہ اکثر جگہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ گازرون سے ان کو فیض ملا۔ اور یہ فصاحت اور شیرینی کلام میں وہیں سے عطا ہوئی اور اس سے پہلے

ہیچ شعرت بدین شعار نبود   نقد علمیت بدین عیار نبود

چون بملکِ ورع نہادی روی   شد دماغت زگازرون خوشبوی

---

[1] خود انہوں نے اس کی تصریح نہیں کی، سعید نفیسی اور فہارس نگاروں کا قول ہے۔

پھر روح شیخ مرحومؒ کو مدد کا وسیلہ بناتے ہیں، ایک سالک کی حیثیت سے مقصود کلی کی تلاش میں چل نکلتے ہیں۔ رہنمائی کے لئے خاک۔ باد۔ آب۔ اور آتش سے باری باری خطاب کرتے ہیں۔ یہ خطابات نہایت لطیف اور دلچسپ ہیں۔ لیکن بے بسی اور عدم اختیار کا جواب ملتا ہے۔ پھر عشق و بیخودی ہی کو رہنما بناتے ہیں، عالم خیال میں پیر سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ تمام رموز و حقایقِ یزدانی سے واقف کرتے ہیں۔ پھر یکایک مقامِ حال سے قال میں آکر وہ تمام ارشادات و اشارات جو عالم رویا میں ہوئے تھے بارہ مقالوں میں لکھتے ہیں۔ مضامین وہی ہیں جو ہمارے ہاں تصوّف کا سرمایہ ہیں۔ دُنیا کی بے ثباتی، تعلیم محبت و یگانگت، خلق و تواضع، زہد و توکل وغیرہ وغیرہ۔ ایک مقالہ صوفیان زرّاق و مکّار کے سلسلے میں لکھا ہے۔ خاصہ دلچسپ ہے، 'ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی' کے مصداق اہل نظر کی آبروریزی کا ذمہ وار ان کو ٹھیرایا ہے اور انہیں،

شہر یارانِ کشورِ تلبیس   شہسوارانِ لشکرِ ابلیس

کہا ہے۔ کلام میں پختگی اور لوچ ہے۔ لیکن کہیں کہیں دو ایک شعر خشک اور بے لُطف بھی ضرور آجاتے ہیں۔ اس مثنوی کا سنہ تصنیف ۷۴۴ھ ہے وہ خود کہتے ہیں ؎

شد بتاریخ ہفصد و چل و چار
کار این نقشِ آزری چو نگار

(باقی آئندہ)   تاج محمد بلوچ

لہ خواجو کی پیدائش سے ۲۶۳ سال قبل فوت ہوچکے تھے ؛

الى قتال بعض الخوارج :-

انى اعوذ بربى ان تقدمنى الى القتال فتخزى بى بنو اسد
ان الفرار حب الموت اورثكم وما ورثت اختيار الموت عن احد
ان الذين من الاعداء نعلمه مما يفرق بين الروح والجسد

(٦٤٤) الكيس ابوعمرو عثمان بن عيسى بن الحسن ،
البردانى الفقيه المحدث

ذكره الحافظ محب الدين محمد بن النجار فى تاريخه وقال : كتب الى ابوجعفر المبارك بن المبارك المقرى ان ابا الكرم الحوزى عن على بن محمد الطيب قال اخبرنا الحسن بن المظفر العطار اخبرنا احمد بن سهلان بن جابر سنة تسع وسبعين وثلثمائة قال اخبرنا ابوعمرو عثمان بن عيسى بن حسن البردانى المعروف بالكيس قال حدثنا محمد بن احمد بن عبدالله الشيبانى عن محمد بن الصباح عن اسماعيل بن زكريا عن محمد بن عون الخراسانى عن عبد الله بن العباس عن النبى صلى الله عليه وسلم ،

(٦٤٥) الكيس ابوالعباس محمد بن جعفر المتوكل بن المعتصم محمد الهاشمى العباسى الامير[١]

ذكره الحافظ الثقة ابوالقاسم على بن الحسن بن عساكر فى تاريخه

[١] لم يطبع ما تهمنا من تاريخ ابن عساكر بعد، والكيس هذا ذكر فى تاريخ الكامل (ج ص ١٨١) وان كان فيه تصحيف ونص ما ذكره، وفيها (سنة ٢٧٠) توفى ابوالعباس بن الكبش (ابوالعباس الكيس بن المتوكل) وكان قد حبسه اخوه المعتمد ثم اطلقه،

وقال: قدم دمشق مع والده المتوكّل على الله سنة ثلاث، واربعين ومأتين قال وكان المعتمد على الله اخوه قد خاف ان يبايع له بالخلافة فحدّره واباعيسى ابني المتوكّل الى بغداد فحبسا سنة احدى وسبعين ومأتين ثم رضي عنهما، واذن لهما في الشخوص الى سرّ من رأى، وصار الكيّس من ندماء اخيه المعتمد؛ قال ابن النجّار في تاريخه: توفّي الكيّس بسرّ من رأى ودفن في داره، وقال الصولي في كتاب الاوراق: توفّي في صفر سنة اربع وسبعين ومأتين،

(٦٤٦) **الكيّس** ابو جعفر محمّد بن عبد الرّحمن بن يزيد النّخعيّ الزاهد

ذكره ابو عبد الله محمّد بن سعد كاتب الواقديّ في كتاب الطبقات[1] وقال: كان يقال له الكيّس لتلطّفه في العبادة، قال سفيان قال مالك: كانت عند محمّد ابن عبد الرحمن بن يزيد المعروف بالكيّس امرءةٌ صالحة ما نراه اصابها الّا بالدّعاء؛ قال سفيان: وكان ثقةً قليل الحديث؛ قال: وكان يقال له: الرّفيق والمرضيّ؛

(٦٤٧) **الكيّس** ابو ربيعة النّمر بن تولب بن زهير العُكليّ الشاعر الصحابيّ

ذكره الامام ابو عمر بن عبد البرّ النمري في

---

[1] ج ٦ ص ٢٠٤،

كتاب الاستيعاب[1] وقال : وهم ينسبونه النمر[2]* بن ابن تولب بن زهير بن اقيش[3] بن عبد بن عوف بن عبد مناة* بن أدّ بن طابخة وعوف هو عُكل وكان ابو حاتم يقول النمر ساكنة الميم* وفد على النبي صلى الله عليه وسلم ومدحه بشعر اوّله :—

انّا اتيناك وقد طال السفر ... نقود خيلا ضمّراً فيها ضرر
نُطعمها اللحم اذا عزّ الشجر ... والخيل في اطعامها اللحم عسر

واوّلها :—

يا قوم انّي رجل عندي خبر ... الله من آياته هذا القمر
والشمس والشعرى وآيات اُخر ... من يتشاءم بالهدى فالحنث شرّ*

وعن ابي العلاء بن الشخّير قال : كنّا بالربذة فجاء اعرابي بكتف[4] او صحيفة . فقال : اقرأوا ما فيها فاذا فيها هذا كتاب رسول الله لبني زهير بن اُقيش انكم ان اقمتم الصلاة وآتيتم الزكاة وادّيتم خمس ما غنمتم الى النبي صلّى الله عليه وسلم فانتم آمنون بأمان الله عزّ وجلّ فقلنا : انت سمعت هذا من رسول الله صلى الله عليه وسلّم ؟ قال : نعم ، وهو القائل :—

اعذني ربّ من حصر وعيّ ... ومن نفس اُعالجها علاجا

[1] ج ١ ص ٣٢٠ ، واختصره المصنف ما فيه . [2] ١ : ينسبونه الى النمر ؛ والتصحيح من الاستيعاب .
[3] في الاستيعاب : اقيش بن عبد كعب بن عوف بن الحارث بن عوف بن وائل بن قيس ابن عوف بن عبد مناة ، * و * زيادة على ما في المطبوع من الاستيعاب .
[4] في الاستيعاب : بكتاب ،

اخر کتاب الکاف

اعتذار :-

کنا قد کتبنا تعلیقات اردنا الحاقها بالکتاب تتمة للحواشی حسب ما وعدناه فی مقدمة الکتاب فاحاطت ظروف اضطرتنا معها الی فسخ ما اردناه فالی القاری منا الاعتذار ؛
وها نحن نلحق بالکتاب فهارس ابجدیة تیسیراً للانتفاع ؛

فهرس الاعلام

النقطتان (:) کنایة عن "انظر"